

شیخ الاسلام حضرت علامہ ابیاد اودھانی کلمیہ از شاہکار،

# فِرْدُوسُ الْمُرِيدِينَ

کامنظوم عربی مع حل لغات و اردو شرح  
مُسْتَهْتَبِہ

# تَاخِرُ الْعَارِفِينَ

مُکْمَلٌ

۲۱۰۰

الحاج مولانا سید محمد قاسم صاحب، بخاری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد عثمان اینڈ سونز، تاجران، کتب

فیر ڈیل مارکیٹ ریڈ ڈنسی روڈ سرینگر کشمیر  
مدینہ چوک، گاؤ کدل سرینگر، کشمیر





شیخ الاسلام حضرت العلامة بابا داؤد خاکی داماد ناز شاہکار

# ورد المریدین

منظوم عربی مع جل لغات وارو شرح

مستثنیٰ بہ

# تہ اہل

مکمل

ان

الحاج مولانا سید محمد قاسم شاہ رضا بخاری رحمۃ اللہ علیہ  
(سابق صدر ایجنہ تبلیغ الاسلام جموں کشمیر و مہتمم اعلیٰ حنفیہ عربی کالج نور باغ سترگر)  
و سابق صدر محکمہ شریعت جموں کشمیر

ناشر

شیخ محمد عثمان اینڈ سونز پرائیویٹ لٹ  
مدنیہ چوک گاؤ کدل سرینگر کشمیر

Email: sh\_usman@rediffmail.com

129537

(جملہ حقوق طباعت بحق ناشر محفوظ ہیں)

- غلام کتاب : ورد المریدین
- مصنف : شیخ الاسلام حضرت بابا داؤد خاکی
- تعریب، ترجمہ شرح : مسکی بہ تاج العارفین
- اثر خامہ : حضرت امیر شریعت علامہ مولانا سید قاسم شاہ بخاری
- زیر اہتمام : شیخ اعجاز احمد
- ہدیہ : ۵۵۰ روپے (ویکس ایڈیشن)

ISBN : 81-86714-45-6 DELUX

□ پیشرز:

## گلشن پبلشرز

فیرڈیل مارکیٹ، ریزڈنسی روڈ، سرینگر۔ کشمیر

□ تقسیم کار:

شیخ محمد عثمان اینڈ سنز فاجران کتب

فیرڈیل مارکیٹ، ریزڈنسی روڈ، سرینگر۔ کشمیر

□ برانچ:

مدینہ چوک، گاؤ کدل سرینگر۔ کشمیر



ب

## عرض ناشر



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی سُرُوْبِ الْکَرِیْمِ

## اما بعد!

اللہ تبارک و تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج ہم اپنی فرم کی جانب سے محسن کشمیر محبوب العالم حضرت سلطان العارفین جناب شیخ حمزہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک حالات و واقعات کے متعلق ایک تاریخی و علمی دستاویز موسوم بہ "تاج العارفین" شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

تاج العارفین ریاست بلکہ برصغیر کے مشہور و معروف عالم دین حضرت امیر شریعت علامہ مولانا سید محمد قاسم شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر انجمن تبلیغ الاسلام جموں کشمیر و بانی مہتمم حنفی عربی کالج نور باغ سرینگر کی تصنیف لطیف ہے جو تفسیر کفایت البیان کے بعد (ان کے جملہ تصانیف میں) جن کی تعداد تقریباً سو سے زائد ہے) ایک امتیازی شان کی حامل ہے۔

کتاب مذکورہ دراصل حضرت شیخ حمزہ مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اول شیخ الاسلام حضرت بابا داؤد خاکی رحمۃ اللہ علیہ کے بلند پایہ فارسی قصیدہ (جو حضرت خاکی نے حضرت شیخ حمزہ مخدوم کشمیری کے



## ج

شان میں تصنیف فرمایا ہے) "ورد المریدین" کا منظوم عربی ترجمہ ہے۔۔۔ ساتھ ہی حضرت علامہ بخاری مرحوم و مغفور نے عصری تقاضات کے پیش نظر اردو میں اس کی شاندار شرح تحریر کی اور اس شرح کا منبع و مصدر حضرت علامہ خاکی رحمۃ اللہ علیہ کی بلند پایہ تصنیف "دستور السالکین" ہے۔

کتاب تاج العارفین کی مقبولیت کا یہ ہے کہ مختصر وقت میں اس کے دو ایڈیشن مصنف مرحوم کی حیات ظاہری میں شائع ہوئے۔ لیکن پھر بھی یہ علمی و تاریخی دستاویز کم یاب ہی نہیں بلکہ نایاب ہے۔ علمی و عوامی حلقوں میں کتاب کی زبردست مانگ ہے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر آج ہم تاج العارفین حصہ اول و دوم کو ایک ہی جلد میں مبسوط و مربوط طریقے پر دوبارہ شائع کرتے ہیں۔ امید ہے کہ علمی و عوامی حلقوں میں یہ تحفہ بے نظیر ایک بار پھر سرمہ چشم بصیرت کے طور قبول کیا جائے گا۔

شیخ محمد عثمان

والسلام



## دیباچہ و طبع سوم

حضرت الاستاذ علامہ بخاری صاحب قدس اللہ سرہ کی حیات ظاہری میں جب تاج العارفین کا حصہ دوم طبع ہوا تو آپ نے ایک روز مجھے اس حقیقت حال سے آگاہ کر دیا کہ کتاب میں اکثر مباحث تشنہ تکمیل ہیں۔ لہذا مستقبل میں تکلمہ تاج العارفین کے نام سے ایک ضخیم کتاب کی تصنیف ضروری امر ہے۔ چنانچہ فرصت کے لمحات میں آپ اس موضوع پر کچھ نہ کچھ تحریر فرماتے تھے۔ ان کے ناگہانی حادثہ و فوات سے ان کا غیر مطبوعہ تحریری سرمایہ بغیر ترجمہ القرآن ان کے بلند پایہ کتب خانہ میں مقفل ہوا، لہذا میں یہ کہنے سے معذور ہوں کہ وہ کام کہاں تک مکمل ہوا ہے۔ پھر بھی اصل کتاب کے نسخہ جات کو اہل علم حضرات نے اس طرح حزر جان بنایا کہ آج طبع ثالث کے وقت حصہ اول و دوم کے مطبوعہ نسخہ جات کتب خانہ حنفی عربی کالج سے مستعار لینے پڑے۔

اگر جناب شیخ محمد عثمان (ناشر کتاب ہذا) طبع ثالث میں پہل نہ کرتے اور باجارت فرزدان مرحوم سعی بلیغ اشاعت نہ فرماتے تو مستقبل قریب میں اس پایہ ناز کتاب کا وجود کالعدم ہوتا۔ مجھے امید ہے کہ شیخ صاحب طبع ثالث پر ہی اکتفا نہ فرمائیں گے، بلکہ متعدد ایڈیشن شائع فرما کر دربار سلطان کے ساتھ اپنی گہری عقیدت اور علم دوستی کا ثبوت فرمائیں گے۔

شوکت حسین کپنگ

استاذ حنفی عربی کالج دکن، بجن تبلیغ اسلام



## گزارش احوال واقعی

بارک اللہ من مقامات مشائخ خواندہ ام  
حال او با حال ایشاں مستوی یکسر شد است  
(علامہ خاکی)

بیجانہ ہوگا اگر ورد المریدین اور دستور السالکین کو مقامات سلطان  
العارفین کے نام سے موسوم کریں گے، کیونکہ حضرت شیخ الاسلام علامہ خاکی  
رحمۃ اللہ علیہ کی یہی وہ مبارک کتابیں ہیں جن میں آپ نے کتب اولیاء و سبائہ  
کے طرز پر اپنے پیر روشن ضمیر حضرت مخدوم اعظم کے مقامات و واقعات  
تحریر فرمائے ہیں۔ اور یہی وہ دو مبارک کتابیں ہیں جن کا مطالعہ حضرت  
محبوب العالم نے خود فرمایا اور حضرت علامہ خاکی رحمۃ اللہ علیہ کو سندر منظوم  
ممدوح سے نوازا۔

حضرت والد ماجد مفسر قرآن شیخ الحدیث علامہ سید محمد قاسم شاہ صاحب  
بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "قصیدۃ ورد المریدین" (فارسی) کو ارشاد  
باطنی پر منظوم عربی کا جو جامہ پہنایا وہ موصوف کا حیرت انگیز علمی کارنامہ  
ہے، کیونکہ حضرت موصوف شاعر نہیں تھے۔ پھر اردو شرح لکھ کر دو  
جلدوں میں تاج العارفین کے نام سے اسے طبع کیا۔ آپ کے شاگردان  
رشید میں دو جید شاگرد یعنی جناب مولانا مولوی محمد امین واجدی صاحب



مرحوم (المتوفی ۱۳ رباہ رجب المرجب ۱۳۱۴ھ) اور برادر مکرم فاضل عمر مولانا شوکت حسین صاحب کیننگ سلا اللہ نے ہر اس علمی کام میں آپ کا ہاتھ بٹایا۔  
فَجَزَاهُمُ اللَّهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ

حضرت مرحوم نے تلمہ تاج العارفین کے نام سے ایک اور کتاب لکھنے کا غزم صمیم فرمایا تھا، مگر بد قسمتی سے آپ یکم ذی قعدہ الحرام ۱۳۲۰ھ کو نماز عصر پڑھ کر اچانک رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ۔ لہذا وہ خواب تشنہ تعبیر رہا۔

آپ کے انتقال پیر ملال سے عوامی و علمی حلقوں میں ماتم کی لہر دوڑ گئی اور باب علم و فضل نے بار بار آپ کے تحریری سرمایہ کو محفوظ کرنے کا مشورہ دیا۔ اس تحریری سرمایہ میں ”تاج العارفین“ ایک بیش بہا خزانہ ہے اور آجکل ڈھونڈنے سے بھی اس کا کوئی نسخہ نہیں ملتا ہے۔

ریاست کے مشہور تاجر کتب جناب الحاج شیخ محمد عثمان صاحب نے کتاب کا تیسرا شاندار ایڈیشن شائع فرما کر قارئین کرام کی دیرینہ مانگ پوری کی۔ میں ذاتی طور موصوف کو اس کام کے لئے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

والسلام  
سید فرید الرحمن بخاری  
(صدر تبلیغ الاسلام جموں و کشمیر و بانی مہتمم حنفی  
عربی کالج نور باغ سرینگر)







# مَنَاجِحُ الْعَارِفِينَ

تَعْرِيبٌ وَتَرْجُمَةٌ

مَنْظُومٌ عَرَبِيٌّ مَعَ حَلِّ لُغَاتٍ وَارْدٍ وَشَرْحٍ

وَرَدِ الْمُرِيدِينَ

حِصَّةٌ أُولَى

شَيْخُ مُحَمَّدٍ عَثْمَانِ ابْنِ دُنْسَرِ بْنِ جِرَانَ كَتَبَ  
بَدِينَةَ حُوكِ كَاوَكُلَانَ سَرَنِيكِرَ

نَاشِرٌ

كَلَشَنِ پَبِلِشَرِزِ بَدِينَةَ حُوكِ كَاوَكُلَانَ سَرَنِيكِرَ

پَبِلِشَرِزِ







# فہرست

ہم نے قارئین کرام کی سہولت کے لئے ہر شعر کا پہلا مصرعہ ترتیب وار دیا ہے تاکہ مطلوبہ شعر کی تحقیق و تشریح اور اس کا منظوم عربی، اصل لغات وغیرہ آسانی سے مل سکے۔ فہرست یہ ہے۔

نمبر شمار	مصرعہ شعر	صفحہ	نمبر شمار	مصرعہ شعر	صفحہ
	پیش لفظ				
	مقدمہ				
۱	شکر اللہ حال من الخ	۱	۱۵	مانشان سیر محبوبی الخ	۱۳
۲	یافت چون ہمنائی الخ	۱	۱۶	ہوش در دم خلوت	۱۴
۳	وَالَّذِينَ جَاهَدُوا الخ	۲	۱۷	ہوش چہ بود ہست	۱۶
۴	استقامت چون نمود الخ	۳	۱۸	عارفت و کاین و باین	۱۸
۵	چوں خدا علم لدنی	۴	۱۹	مخلصان را صحبت او	۱۹
۶	مشکلات و آفات	۴	۲۰	سالہا شد رخصت ارشاد	۲۰
۷	روشنش انوار قرآن	۵	۲۱	بیشتر خواہد طومی	۲۲
۸	او شریعت راست ناصر	۶	۲۲	تایمان صادقاں را	۲۵
۹	باریاضت	۷	۲۳	ورد و مملک او	۲۸
۱۰	در ریاضت	۷	۲۴	آفتاب عالم ارشاد	۳۲
۱۱	بود مرغ	۸	۲۵	کشور کشمیر اورا	۳۶
۱۲	باز پتران	۹	۲۶	این گواہی گو بہر محضر	۳۷
۱۳	طیر طور جن	۹	۲۷	پیر من حقانی است	۳۹
۱۴	سیر کردہ	۱۲	۲۸	وقت بیعت چوں دید	۴۲
			۲۹	این گلاہ پستیں ویں	۴۴
			۳۰	در جہاد نفس شد چوں	۴۵

صفحہ	مصرعہ شعر	شمار	صفحہ	مصرعہ شعر	شمار
۸۸	شیعہ و سنی یکے ہستند الخ	۵۳	۴۷	آن مصللاً و عیبای فقر الخ	۳۱
۹۰	سوی حق آن را کہ سودا بر	۵۴	۴۹	وردگان کردہ حوالہ	۳۲
۹۰	وحدت و ذکر و وضو	۵۵	۵۱	اوبار شادو رہ شیخ المشائخ	۳۳
۹۲	باز اخضر گلشن ارشاد	۵۶	۵۵	وی ہم ارشاد قطب عالم	۳۴
۱۰۱	اوست چوں خضری	۵۷	۵۶	آن بخاری نسبت و سید	۳۵
۱۰۲	گر تو عزیز صحبتش خواہی	۵۸	۶۳	در تصرف کردن اندر	۳۶
۱۰۵	ہر سحر گہ بود غسٹے	۵۹	۶۶	بہر اثبات نسب از	۳۷
۱۰۶	اوست خضری و ازاں	۶۰	۶۸	پس از انجا بہر ارشاد و	۳۸
۱۰۸	ہم دے کردش مشرف	۶۱	۶۹	کے بیان کردن مقاماتش	۳۹
۱۱۰	نسبت صحبت قوی اورا	۶۲	۶۹	خط پاک زمین اچہ	۴۰
۱۱۲	مچو عیسیٰ ز نسبت بے زن	۶۳	۷۰	بود از ہر خانوادہ مستفید	۴۱
۱۱۴	در مقام توبہ فرماید کہ	۶۴	۷۳	رشد و آثار ہدایت زین	۴۲
۱۱۵	او ملک خوی است	۶۵	۷۴	چشم فیض لطف اودارم	۴۳
۱۱۶	چسیت عبرت بلکہ اندر	۶۶	۷۵	اوست یک صاحب قرآن	۴۴
۱۱۷	بود صائم مچو عیسیٰ	۶۷	۷۵	ہر یکے زین مقتدایاں	۴۵
۱۱۹	از صفای روزہ شد	۶۸	۷۷	این مشائخ را مسلسل اندر	۴۶
۱۲۰	مصطفیٰ را ہم	۶۹	۷۸	غم نباید خورد مارا روزہ	۴۷
۱۲۱	چون مشرف شد صحبت	۷۰	۷۹	عروۃ الوثقی و جبل اللہ	۴۸
۱۲۲	چوں رسول اللہ گفتا	۷۱	۸۱	ہر کہ اندر کشتی این سلسلہ	۴۹
۱۲۳	عالمان آخرت مرا نبیاً	۷۲	۸۳	یا علی صحبت بہ پیراں	۵۰
۱۲۶	چوں معنی صاحب و	۷۳	۸۵	گفتن ذکر است سوی حق	۵۱
۱۲۹	رہنوش شیخ نجم الدین	۷۴	۸۶	سنا نیم و موالی ہم بر غم	۵۲



صفحہ	مصرعہ شعر	شمار	صفحہ	مصرعہ شعر	شمار
۱۶۳	سالِ عمرش بسو نہد چندان	۹۶	۱۳۳	تکلمش بہ عمارت	۷۵
۱۶۳	گوید اکثر سو ختم از کثرت	۹۷	۱۳۴	توبہ وزہد و توکل	۷۶
۱۶۴	آری آری سینہ اش پُر	۹۸	۱۳۶	در توجہ رو بہ سادہ صبرا	۷۷
۱۶۶	میرسید احمد کرمان کہ ز اہل	۹۹	۱۳۷	ہم چنین در واقعہ ہر لحظہ	۷۸
۱۶۸	چون ز شوق حق کشد آہ	۱۰۰	۱۳۸	کسب کرد از ہر یکجے	۷۹
۱۷۱	از گلستان ہائے شوق و عشق	۱۰۱	۱۳۹	وردِ اعظم را کہ	۸۰
۱۷۴	ہم تجلیاتِ ذاتی و صفاتی	۱۰۲	۱۴۱	قاری این ورد بود و	۸۱
۱۷۶	چون شود نازِ تجلیات و	۱۰۳	۱۴۳	ہست و در دش ہم دعائی	۸۲
۱۷۸	کلمینی یا حمیاسوی	۱۰۴	۱۴۴	گشتہ ورد و ملکِ اورا	۸۳
۱۸۱	از فقیرانِ حقیقی زین جہت	۱۰۵	۱۴۶	چونکہ با امرِ مشائخ	۸۴
۱۸۴	ظاہراً جمالِ پندارند شانرا	۱۰۶	۱۴۸	دید جمعے ز اولیاء	۸۵
۱۸۹	محض خیر است این گروہ	۱۰۷	۱۴۹	حلقہ کردہ قاری اور دہجیہ	۸۶
۱۹۵	نیست چون فقرِ حقیقی را	۱۰۸	۱۵۰	بعدِ خفتن ہم بخوان وردِ فحیہ	۸۷
۱۹۸	منہتی را مانع از حق کثرت	۱۰۹	۱۵۲	بعد ہر فرضے بخوان	۸۸
۲۰۱	نیست اندر چشمِ کامل سیم	۱۱۰	۱۵۴	فیضش از چندی نسبت	۸۹
۲۰۴	ہست دنیا آنچہ مشغولت کند	۱۱۱	۱۵۵	نورِ شیخاں بشیر ہر چند	۹۰
۲۰۵	گر بود شاغل ز ذکر ت	۱۱۲	۱۵۶	مغز سراز آتش گرمی ذکر	۹۱
۲۱۰	ور بدان قیدی نباشد	۱۱۳	۱۵۷	اوست سلطان تاج ذکر	۹۲
۲۱۴	حق تجلی باد و وصف	۱۱۴	۱۵۸	ورزشِ دمِ القدر دارد	۹۳
۲۱۷	ہم تجلے حیات و قدرت	۱۱۵	۱۶۰	آنچہ دے شد خوردہ	۹۴
۲۱۸	ہست تاثیر تجلی جمال	۱۱۶	۱۶۲	خاصیت دیدہ ہم از	۹۵

شمار	مصرعہ شعر	صفحہ	شمار	مصرعہ شعر	صفحہ
۱۱۷	ہم تجلیت وصف مجہی وصف	۲۱۹	۱۳۴	چند تاثیر نو شتم این الخ	۲۶۸
۱۱۸	او چو مجلای جمال آمد الخ	۲۲۰	۱۳۵	اول این فقر مریدش	۲۷۱
۱۱۹	کبر او شد محو ظاہر کبر یا بر الخ	۲۲۳	۱۳۶	زو کرامت از قبیل	۲۷۲
۱۲۰	شیخ ہمنہ در بیان این صفت	۲۲۷	۱۳۷	اکثر الاوقات ناظم را	۲۷۲
۱۲۱	لا تقوموا مصطفیٰ کرام	۲۳۲	۱۳۸	ہم بہ میان نعمت اللہ	۲۷۷
۱۲۲	گفت پیغمبر تکبر بزرگتر	۲۳۵	۱۳۹	گشت طلا احمد از جاگش	۲۷۸
۱۲۳	آن وقار کویہ سانس گرچہ	۲۳۷	۱۴۰	در اوایل از پتے اصلاح	۲۸۰
۱۲۴	ہم باسم الغنی در وی تجلی	۲۴۰	۱۴۱	شب دل خواجہ علی طاس	۲۸۱
۱۲۵	پیش آن سلطان دین است	۲۴۱	۱۴۲	بانجہر باشد ز حال مخلصان	۲۸۳
۱۲۶	ہم تجلی کرد در حق باسم	۲۴۷	۱۴۳	در سفر رفتہ ز اذنش	۲۸۵
۱۲۷	سخت و تلخ از بہر اہل کبر	۲۴۹	۱۴۴	بارہا مکشوفش احوال	۲۸۶
۱۲۸	حاصل آنکہ گشت فانی از خود	۲۵۰	۱۴۵	کشفش از قبر پر شد	۲۸۸
۱۲۹	سایہ حق است در عالم پناہ	۲۵۵	۱۴۶	کشف صورت نامے مسخ	۲۸۸
۱۳۰	تیز بین باش و مشواندر	۲۵۶	۱۴۷	اوست چون سنی پاک	۲۹۱
۱۳۱	نیک سخت است آنکہ	۲۶۰	۱۴۸	کرد چہدے را بوی	۲۹۳
۱۳۲	شد شگفتہ جان ما از دیدن	۲۶۲	۱۴۹	ضمیمہ نمبر متعلق شعر نمبر ۱	۲۹۴
۱۳۳	کرد ماری جان فدای	۲۶۴	۱۵۰	ضمیمہ نمبر ۲ متعلق شعر نمبر ۲	۳۰۳

## مصادر و روش ماخذ

- ۱- ورد المریدین ۲- دستور السائکین ۳- تذکرۃ العارفين ۴- بزم صوفیہ
- ۵- حالات حضرت خاکی از معنی سعادت ۶- عوارف المعارف ۷- کشف المحجوب
- ۸- اجار علوم الدین ۹- تفسیر خازن ۱۰- تفسیر بغوی ۱۱- قول الجبل ۱۲- تاریخ سخن ۱۳- عروض المفتاح
- ۱۴- محیط الدائرہ ۱۵- مختصر المعانی ۱۶- صحیح بخاری و دیگر کتب حدیث ۱۷- المنجد ۱۸- مفتاح اللغات
- ۱۹- شرح فقہ اکبر ۲۰- مطالب شیبیہ ۲۱- ہدایہ وغیرہ



# دیباچہ طبع دوم

حَامِدًا وَ مُصَلِّيًا وَ مُسَلِّمًا

۱۴۰۲ھ میں تاج العارفین حصہ اول زیور طبع سے آراستہ ہوا۔ اور پورے دس سال کے بعد ۱۴۱۲ھ میں کتاب کا حصہ دوم شایع ہوا۔ حسبِ عدہ عنہ تھا کہ کتاب ۳۲ تکملہ جو تقریباً ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہونے کا اندازہ تھا پیش کیا جائے گا اور ساتھ ہی آں جناب قدس اللہ سرہ کی مکمل سیرت بھی نذر قارئین کرام کیا جائے گی مگر کتاب کے حصہ دوم کی اشاعت کے بعد تمام علمی صحافتی اور عوامی حلقوں سے اصرار ہوا کہ تاج العارفین کا حصہ اول پھر سے شایع کیا جائے کیونکہ حصہ اول کم یاب ہی نہیں بلکہ بالکل نایاب تھا۔ میں نے ناشر کتاب عزیز گرامی، فاضل عصر مولانا الحاج محمد امین صاحب واجدی مالک کتب خانہ ہمدرد سے مشورہ کیا تو انہوں نے بھی یہی مشورہ دیا۔ دوسرے ایڈیشن کے وقت ترمیم و اضافات کرنا مصنفین کا دستور رہا ہے مگر میرے پاس اتنا وقت کہاں؟ اب جب کہ بڑھاپے میں بعض اہم تصنیفات و تالیفات خاص کر ترجمہ و تفسیر قرآن مجید میں مصروف ہوں، نظر ثانی کا موقع نہیں ملا۔ لہذا جلد اول بعینہ شایع کیا جا رہا ہے۔

بفحوائے تید المرسلین حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صَوَّبَ لَمْ يَشْكُرْ  
النَّاسَ لَمْ يَشْكُرْ اللَّهُ فِي جَنَابِ عَزِيزٍ مَوْصُوفٍ وَاجِدِي صَاحِبِ  
جَنَابِ مَوْلَانَا الْحَاجِّ شَوْكَتِ حَسِينِ صَاحِبِ كِينِگِ اُسَاؤِ حَفِيٍّ عَرَبِيٍّ كَالِجِ نُوْرٍ بَاغِ سِرِّ

کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جن کی مساعی جمیلہ سے یہ ایڈیشن پیش خدمت ہے،  
فَجَزَاهُمْ اللَّهُ خَيْرَ الْجَزَائِ الدَّائِمِينَ -

یہ ذاتی طور تمام اہل علم حضرات کا جنہوں نے تاج العارفین  
حصہ دوم میں گراں قدر تقاریر، تبصرے اور تاثرات تحریر کئے، شکر گزار  
ہوں۔ اور ساتھ ہی تمام عوامی اور علمی حلقوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں  
نے کتاب کو اپنی لائبریریوں کی زینت بنایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں  
وسعت و برکت عطا کرے۔ آمین ۛ

تاج العارفین کی اشاعت کے وقت قارئین کرام نے حضرت محبوب العالم  
کے بعض وظائف مثلاً حزب البحر، مستعات عشر، سبع منجیات، دعای مونس  
اولیاء وغیرہ کو شایع کرنے کی ترغیب دی تھی۔ یہ نے ایسا مناسب نہیں سمجھا کہ  
وظائف کے متعلق میری اہم تالیفات اشغال نقشبندیہ، معمولات اہل صفا اور  
وظائف سلسلہ قاوریہ منظر عام پر آچکی ہیں۔ ان شاء اللہ ان سب کو مربوط کر کے  
ایک کتابی شکل دی جائے گی جس میں وظائف سلسلہ سہروردیہ بھی درج ہوں گے۔

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآهِلِ بَيْتِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ ۛ

کمترین :

سُخَّارِي عَفِيَّة

عید گاہ، سرینگر  
۱۴۱۳ھ



# پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله القادر العلی الولی الذی اكمل لنا منهج الدین  
والایمان وسهل لنا الوفاق لاهل الحق والسلوک الی دار  
السّلام وجلی لنا صراط المنعمین من التبیین و الصّدیقین  
والشّهداء والصّالحین البرّاة الکرام و من تبعهم من المفسّرین  
والمحدّثین والفُقهاء المُجتهدین الاخیار الاعلام والزّهاد  
والعُرفاء والاقطاب والاعوان والنّجباء الکل ذوی السّلاسل  
المبارکة والاحوال العظیمة والشان الرفیع والاحتشام المتّزّهین  
من الشّرك الجلی والخفی والاهام والاستقام من الکذب  
والنّیبة والغیبة والبهتان والحسد والشّنان وغلبة  
الرّقود والفقلة والکسل فی العبادة وکسر الاسنان وکثرة الکلام  
المُریدین فی کلّ لحظة و نفس ربّ السموات والارض الذی  
فطر الشّباب الثاقب والنجوم الثواقب الّتی تمحی الظلام التارکین  
وراء ظهورهم زینة الدّنیة الدّنیة المملوءة بالتکدّر والتشرّ  
والمتبذلة بالفناء والزوال والتغیرات الّتی لا تصلّ الیها  
العقول والاهام والصلوة والسّلام علی سید الانبیاء وسند  
الاصفیاء وخاتم الانبیاء وانیس الغرباء والمساکین الذی جاء

بالبیة الحنیفیة السهلة السبعة البیضاء الذی امرنا بصیّدی  
 المقال و اکل الحلال و ذکر الله ذی الجبروت و الجلال  
 و الجمال بالجہم و الاتمام و علی اللہ و اصحابہ الرکع السُّجود یتبعون  
 فضلاً من اللہ و رضواناً سیماہم فی وجوہہم من اثر السُّجود  
 القائمین لہ و التامین نيام و علی صلحاء اُمتہ الذین اہتدوا  
 بھدیبہم و بذلوا جھدہم لاتباع اثارہم فنالوا ببرکتہ  
 دولة الاسلام و السلطان علی المارقین من السنۃ و الجماعة  
 و البخلطین فیہا مالیش لہ اصل و لا قوام مادام یتلو عباد  
 الرَّحْمٰن آیات القرآن بالاتقان و یتأمل فیہا العلماء الراغبون  
 و اهل الحال من الشیوخ العظام.

اَمَّا بَعْدُ

# تاج العارفين

## مختصر تفسیر

معزز مشائخ کرام اور اہل اعتقاد حضرات اس حقیقت سے واقف ہیں کہ قصیدہ  
 ورد المریدین مصنفہ شیخ الاسلام حضرت شیخ داؤد خاکی کشمیری رحمہ اللہ کا وہ  
 قصیدہ ہے جو آل جناب نے اپنے مرشد کامل، مجدد زمان حضرت محبوب عالم شیخ  
 حمزہ مخدومی و محبوبی قدس اللہ سرہ کی مدح، احوال، مقامات و کمالات، واردات  
 و سادات، روحانی تطورات و ارتقاآت، آپ کے مشائخ اور علم تصوف کے اصول و  
 فروع، شریعت و طریقت، معرفت و حقیقت، آداب مریدین و معتقدین اور بہت سے  
 ارباب سلوک کے حالات و واقعات کے بیان میں لکھی ہے۔ قصیدہ شریفیہ کی اصل



زبان فارسی ہے اس لئے اردو اور کشمیری میں نظم کی صورت میں اس کے تراجم بھی ہو چکے ہیں۔ چونکہ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کے احسانات ہم کشمیری مسلمانوں پر بے انتہا و بے شمار ہیں جن کی وجہ سے ہمارے دلوں میں آپ کی محبت و عقیدت کا ہونا قدرتی امر ہے۔ صحیح اور پابدار محبت و احترام یہ ہے کہ آپ کی اتباع و پیروی کی جائے اور آپ کی اتباع و پیروی کرنا آں جناب کو اصلی حالات و اعتقادات معلوم کئے بغیر ناممکن ہے اور ہم اپنی عقیدت و محبت کی بنا پر ہمیشہ آں جناب کے کچھ حالات اپنے ماہنامہ اور اخبار میں عوام الناس کی واقفیت کے لئے لکھتے رہتے ہیں۔

چند سال کی بات ہے کہ نیازمند نے ایک خواب دیکھا جس کے اظہار سے ہم اس وقت معذور ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ نیازمند کو اس کی تعبیر اس وقت سمجھ میں نہیں آئی تھی اسی اشارہ میں **مرشد المریدین** اور اس کی شرح **دستور السالکین ماہنامہ التبلیغ** کے لئے ایک مضمون مخلص کرنے کے لئے سامنے تھی۔ یکا یک دل میں خیال آیا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ **مراد المریدین** کے ابیات کا عربی منظوم ترجمہ اس طرح کیا جائے کہ اصل ابیات کا وزن اور بحر بھی باقی اور محفوظ رہے۔ غالباً یہ خیال اس لئے آیا کہ فارسی زبان کا مذاق اب مسلمانوں میں نہیں رہا۔ اس کے برخلاف عربی سے ابھی بہت حد تک شدہ بدھ باقی ہے۔ خاص کر واعظین، امان مساجد اور دوسرے اہل علم و مشائخ عربی کے ساتھ کئی وجوہ سے لگاؤ رکھتے ہیں۔ بہر حال خیال تو آیا پھر دل و دماغ سے زحمت ہوا۔ دوسرے روز پھر یہی خیال آیا تو دو شعروں کا منظوم عربی ترجمہ کر کے اپنے ایک خاص شاگرد کو دکھایا۔ او کچھ مدت کے بعد رفتہ رفتہ **مراد المریدین** کے تمام ابیات کا وزن و بحر کی رعایت رکھ کر عربیت کا جامہ پہنانے میں بفضل اللہ و توفیقہ کامیابی ہوئی۔ الحمد للہ الذی بنعمتہ و جلالہ تتم الصالحات۔ مگر کثرت مشاغل اور خاص کر ذخیرہ شریف کے ترجمہ و شرح اور دارالعلوم حنفیہ کی تعمیر میں مصروفیت کی وجہ سے نظر ثانی کی نوبت نہیں آئی اگرچہ ایک سو سے زائد اشعار کا ہم ماہنامہ التبلیغ اور الاعتقاد میں ترجمہ اور تشریح بابت اصلاح ہدیہ قارئین کرام کر چکے ہیں۔

اب دوستوں، مخلصوں اور اربابِ ذوقِ خاص کر عزیزِ محترم شوکت حسین صاحب کینگ سلمہ اللہ تعالیٰ ابن المغفور و المرحوم لہ محمد صدیق کینگ طاب اللہ ثراہ و جعل الجنة ماواہ نے اس کتاب کی نشر و اشاعت کے لئے اصرار کیا تاکہ اس کے ضمن میں اہل اسلام کو حضرت محبوب العالم قدس اندسرتہ اور دوسرے اولیاء عظام کے حالاتِ طیبات کے پڑھنے اور مطالعہ کرنے کا موقع فراہم ہو جائے اور اس کے علاوہ عرب دنیا بھی اس ولیٰ اکمل اور مجددِ ملت کے حالاتِ طیبات سے واقف ہو جائے اور اس مظلوم عربی ترجمہ کا نام تاج العارفین رکھا گیا ہے۔

تاج العارفین میں مندرجہ ذیل امور کا التزام اور پورا خیال رکھا گیا ہے۔

۱۔ ورد المریدین کے اصل ابیات شریفہ پوری تحقیق و تفتیش سے اس میں درج کئے گئے ہیں۔

۲۔ ہر فارسی شعر کے بعد عربی شعر دیا گیا ہے۔

۳۔ متن کے ابیات میں جو عربی الفاظ تھے ان کو بطور تبرک جوں کے توں رہنے دیا۔

۴۔ ہر شعر کا با محاورہ اردو ترجمہ کیا گیا ہے تاکہ عوام و خواص کو فہم و درک اور المریدین کو سمجھنے کا موقع ملے۔

۵۔ عربی الفاظ اور ان کے توابع و متعلقات کی عربی میں نخوی اور لغوی تحقیق کی گئی ہے اور اگر ان الفاظ کو جمع کیا جائے تو اچھی خاصی عربی ادب کی کتاب تیار ہوگی۔

۶۔ ضروری ابیات کی تشریح دستور السالکین پیش نظر رکھ کر نہایت اختصار کے ساتھ کی گئی ہے۔

۷۔ کہیں کہیں زمانہ کے نئے تقاضوں کے پیش نظر مزید اضافات اور زوائد سے کام لیا گیا ہے۔

۸۔ کہیں متن کے اصل مسائل کی مضبوطی اور تائید کی خاطر استدلال کا طریقہ متنوع دکھایا گیا ہے۔

غرض تاج العارفین فارسی المتن، عربی تحقیق و تدقیق اور با محاورہ اردو ترجمہ و تشریح کا ایک انمول مجموعہ ہے جو کہ اس وقت ہم پندرھویں صدی کے استقبال میں



ہدیہ بارگاہِ محبوبی میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں مجھے امید ہے کہ یہ تاجِ العارفین میرے، میری اولاد، میرے دوستوں اور کرم فرماؤں کے لئے قیامت کے دن بارگاہِ ایزدی میں موجبِ شفاعت ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔  
یہ بھی واضح رہے کہ ہم اس وقت تاجِ العارفین کا صرف حصہ اول ایک سو پچاس ابیات پر مشتمل پیش خدمت کر رہے ہیں۔

تاجِ العارفین کے شروع میں آپ ایک مختصر مقدمہ دیکھیں گے جس میں مختصر حالات طیباتِ شیخ الاسلام قدیل عرشِ رحمانی حضرت شیخ داؤد خاکی رحمہ اللہ آپ پر طے ہیں گے جس سے آپ کی عظمت کا کچھ اندازہ ہو سکے اور آپ کے خلفاء و مریدین، آپ کے معاصرین اور ان کے کارناموں کا مفصل تذکرہ تاج کے حصہ ثانی کے شروع میں ہو گا۔ ان شاء اللہ۔  
اس مقام پر دو باتوں کا خیال رکھئے:

۱۔ ایک یہ کہ ورد المریدین کے اشعار کا وزن ہر شعر میں فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن؛ فاعلن دو مرتبہ آتا ہے جیسا کہ اس شعر کی تقطیع سے معلوم ہو گا۔

شکر لہ حال من ہر لحظہ نیکو تر شد است  
شیخ شیخان شیخ حمزہ تا ہر ہر شد است

شکر لہ؛ فاعلاتن۔ حال من ہر؛ فاعلاتن۔ لحظہ نیکو؛ فاعلاتن۔ تر شد است؛ فاعلن۔  
شیخ شیخان؛ فاعلاتن۔ شیخ حمزہ؛ فاعلاتن۔ تا ہر ہر؛ فاعلاتن۔ ہر شد است؛ فاعلن۔  
اسی طرح اس شعر کی تقطیع ملاحظہ فرمائیے :-

بہر امداد فریدیاں زود حاضر می شود

صورت پاکیزہ اش ہر جا کہ مقصود شد است

بہر امداد؛ فاعلاتن۔ فریدیاں؛ فاعلاتن۔ زود حاضر؛ فاعلاتن۔ می شود؛ فاعلن۔  
صورتے پا؛ فاعلاتن۔ کیزہ اش ہر؛ فاعلاتن۔ جا کہ مقصود؛ فاعلاتن۔ و شد است؛ فاعلن۔

لہ مقصود اس جہ اسم فاعول باب افعلل کا ہے۔ اصموت، بصوت، اصموت۔ فتأمل

یہی وزن تقریباً سارے ابیات شریفہ کا ہے۔ البتہ کہیں کہیں زحافات بھی آتے ہیں مگر بہت کم۔ راقم السطور نے اس وزن پر غور و فکر کیا تو صاف معلوم ہوا کہ یہ بحرِ رمل کا وزن ہے مگر مشکل تو یہ ہے کہ عروضیوں کے اہل دائرہ میں بحرِ رمل کے ارکان صرف فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن دو مرتبہ آتے ہیں اور پورے شعر میں چھ مرتبہ اور پھر یہ بحرِ تامم الوزن قلیل الاستعمال ہے۔ بعد غور معلوم ہوا کہ جو وزن بحرِ رمل کا ہم نے دکھایا وہ قدما عرب کے دستور کے مطابق ہے۔ اور مؤلذین خاص کر شعرا بر عجم بحرِ رمل کو اسی وزن کے مطابق استعمال کرتے ہیں جیسا کہ حضرت شیخ خاکی قدس سرہ نے ورد المریدین میں استعمال فرمایا ہے۔ اسی طرح مولینا وصی احمد صاحب نے حضرت ابوالحسنات مولینا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ کا مرثیہ بحرِ رمل کے انہیں اوزان پر لکھا ہے جو اوزان ہم نے ورد المریدین کے دکھائے ہیں۔ مثلاً ملاحظہ ہو۔

إِنَّمَا الدُّنْيَا فِتْنَةٌ لِّبَنِي الدُّنْيَا بَقَا

إِنَّمَا الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا كَسْبُ الْعَنَكِبُوتِ

اس کی تقطیع اس طرح ہوگی :

إِنَّمَا الدُّنْيَا فِتْنَةٌ لِّبَنِي الدُّنْيَا بَقَا - فاعلاتن - لیس لِلدُّنْيَا فاعلاتن - یا بقا

فاعلتن - إِنَّمَا الدُّنْيَا فاعلاتن - یا وما فی فاعلاتن - ها کسبِ جعل فاعلاتن -

عَنَكِبُوتِ ، فاعلتن -

اسی طرح علامہ اقبال کے اس شعر کی تقطیع بھی یہی ہوگی :-

آبَاؤُنْ تَجْهٌ کُو رَمَزٌ آیَةُ اِنِّ الْمَلُوکِ

سلطنت اقوامِ غالب کی ہے اک جادوگری

آبَاؤُنْ فاعلاتن - تجھ کو رمز فاعلاتن ، آیَةُ اِنِّ فاعلاتن - ن الْمَلُوکِ فاعلتن

سلطنت اِنِّ فاعلاتن - وہم غالب فاعلاتن - کی ہے اک جا فاعلاتن - دوگری فاعلتن -

اسی طرح درج ذیل شعر بھی بحرِ رمل سے ہے۔ اس کی تقطیع بھی اسی

طرح خود فرمائیے۔ شعر یہ ہے :-



۵ حق پر رہنا، فاعلاتن۔ بت قدم با، فاعلاتن۔ طل کا شیدا، فاعلاتن۔ ئی نہ ہو  
 گر تجھے ایمان پیارا ہے تو مونسائی نہ ہو

حق پر رہنا، فاعلاتن۔ بت قدم با، فاعلاتن۔ طل کا شیدا، فاعلاتن۔ ئی نہ ہو  
 فاعلن + گر تجھے ای، فاعلاتن۔ مان پیارا، فاعلاتن۔ ہے تو مرزا، فاعلاتن۔ ئی نہ ہو، فاعلن۔  
 اس موقع پر ہم ایک اہم بات کی طرف قارئین تاج العارفین کو متوجہ کرنا چاہتے  
 ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اکثر علماء و مشائخ فرماتے ہیں کہ ورد المریدین کے تقریباً اسی ابیات  
 ضایع ہوئے ہیں یعنی کسی نے دانستہ طور خیانت کر کے اسی ابیات کو اصل کتاب سے خارج  
 کر دیا ہے یا بد قسمتی سے حوادثِ زمانہ نے ان ابیات کو نابود بنا دیا۔ کیونکہ دسویں صدی  
 ہجری میں طباعت و نشر و اشاعت کے وہ اباب ہتھیا نٹھے جو ہلکے عہد میں ہیں۔ وہ  
 ان ابیات کے ضایع یا خیانت ہونے پر حضرت شیخ خاکی قدس اللہ سرہ کے اس شعر سے  
 استدلال کرتے ہیں ۵

چار صد با چہل و چند ابیات گوہر بار او  
 بہر ہر صوفی بمعنی سبجہ گوہر شد است

اس شعر سے واضح ہے کہ ورد المریدین کے اصل ابیات چار سو چالیس سے  
 زائد ہیں اور اس وقت ورد المریدین کے جو نسخے راقم کے پیش نظر ہیں ان میں سے  
 بھی خصوصیت کے ساتھ وہ نسخہ جس کی نشر و اشاعت کا اہتمام ادارہ عالیہ درگاہ حضرت  
 محبوب العالم نے کیا جس کے آغاز میں پیرایہ آغاز مرحوم و مغفور داراب صاحب اور  
 حرف آغاز جناب محترم میرزا کمال الدین صاحب شیدا صدر اوقاف درگاہ عالیہ سلطانیہ کا  
 ہے۔ ان تمام نسخوں میں کل ابیات صرف تین سو ساٹھ ہیں۔ مفتی محمد سعادت صاحب نے  
 وضاحت سے لکھا ہے کہ کسی بددیانت نے بددیانتی کی ہے۔ اس طرح موصوف نے  
 دوسرے پیرایہ میں اس کتاب کو مشکوک بنایا ہے۔ اور بعض حضرات نے اس طرح  
 جواب دیا کہ حضرت خاکی نے دوسرا سالہ جو تقریباً سو ابیات پر مشتمل ہے اُسے  
 ورد المریدین کے ساتھ ضم کیا یعنی دو رسالوں کو ایک کر کے چار سو چالیس ابیات سے

کچھ اوپر پورے کر کے کتاب کی اصلیت بے کم و کاست پوری رکھی۔

مگر یہ جواب نہایت نامکنتھی ہے کیونکہ ورد المریدین کا موضوع حضرت محبوب العالم ہے اور دوسرے رسالہ کا موضوع علم فقہ کے مسائل ہیں۔ ایک علم دوسرے علم سے جو ممتاز ہوتا ہے، وہ صرف اپنے موضوع کی بنا پر ہی ہوتا ہے اور پھر اس رسالہ فقہیہ کے اشعار ورد المریدین کے ساتھ ملا کر بھی آیات کی وہ تعداد پوری نہیں ہوتی جس کی صراحت حضرت شیخ خاکی قدس سرہ نے مقدمہ الذکر شعر میں فرمائی ہے اور شعر صاف بتانا ہے کہ یہ صرف صوفی مشرب کے طالب علم ہی کے لئے کافی ہے اور فقہ کے طالب علم کے لئے نہیں اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب کہ مقدمہ البیان جو اب درست اور چسپان نہیں ہوتے تو پھر صحیح جواب کیا ہے؟ جہاں تک اس پیمانہ خاکسار سلطانی نے اس سوال پر غور کیا تو دو قسم کے جواب میرے ذہنِ نارسا میں آئے ہیں :-

۱۔ ایک یہ ہے کہ ہر مصنف و مؤلف اور شاعر و ناظم جب پہلی بار کوئی کتاب یا قصیدہ لکھتا ہے تو اس کو اصطلاح میں تسوید یا مسودہ کہتے ہیں اور جب اس مسودہ کی نظر ثانی، قطع و برید، محو و اثبات اور زوائد نکال کر مزید مزایا و محاسن سے آراستہ پیراستہ کرتا ہے تو اس کو مُبَیض یا تبیض کہتے ہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ حضرت خاکی نے قصیدہ ورد المریدین سے ۹۹۶ھ ہجری میں فراغت پائی اور ۹۹۶ھ میں آپکا وصال ہوا ہے۔ گویا تینتیس سال قصیدہ شریف مرتب کرنے کے بعد آپ دنیا میں قرار پذیر ہوئے اور اسی تینتیس سال کے عرصہ میں آپ نے ورد المریدین کی شرح دستور السالکین بھی لکھی ہے تو خیانت اور اشعار کے ضائع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ورنہ ورد المریدین کے آیات کی ترتیب بالکل شکستہ اور بے جوڑ ہو جاتی حالانکہ اس کے آیات شریفہ اس وقت کمالِ حسن ترتیب سے آراستہ ہیں۔ پس ہو سکتا ہے کہ تسوید اور مسودہ کے وقت آیات کی تعداد چار سو چالیس سے زائد تھی مگر تبیض و نظر ثانی اور ترتیب دیتے وقت صرف تین سو ساٹھ آیات باقی رکھے ہوں مگر کسی وجہ سے تبیض میں بھی مذکورہ شعر کو بہ دستور باقی رکھا ہے۔ اس پر قرینہ اور دلیل یہ ہے کہ

مصنف تذکرۃ العارفین حضرت خاکی کے ملتان کے واقعات میں لکھتے ہیں کہ آپ نے مجھے وہاں (ملتان میں) ورد المریدین) دکھائی اور فرماتے ہیں کہ "ترتیب دادہ اوست"۔ کہ یہ آپ ہی کی ترتیب دی ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ ترتیب میں کانٹ چنانٹ ضروری اور یقینی ہوتی ہے کیونکہ ترتیب کا معنی علماء نے یوں لکھا ہے وضع کل شیئ فی محلہ۔ ہر چیز کو اپنے موقع و محل میں رکھنا۔ غالباً یہ اشارہ اسی تبیض کی طرف ہے ورنہ علی بن عثمان رینہ کو یہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی کہ "ترتیب دادہ اوست" واللہ اعلم۔

۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا شعر جس سے چار سو چالیس شعر کے زیادہ ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے وہ شعر خود میرے نزدیک قابل بحث ہے کہ کاتبوں کی غلطی سے وہ شعر غلط طریقہ سے پڑھا جاتا ہے جس نے بہت سی مشکلات پیدا کیں یعنی ایک بیمار نے ہزاروں تندرستوں کو بیمار کر دیا۔ لیکن یہ کوئی سوچتا تک نہیں کہ کیا یہ واقعی بیمار ہے یا صحیح و توانا ہے؟ مذکورہ شعر دراصل یوں ہونا چاہیے: (واللہ اعلم)

سہ صد و با شصت و چند ابیات گوہر بار او

تقطیع یوں ہوگی :- سہ صد و با، فاعلاتن۔ شصت و چند اب، فاعلاتن

یات گوہر، فاعلاتن۔ بار او، فاعلن۔ بہر ہر صو، فاعلاتن۔ فی بمعنی، فاعلاتن، سبجہ گو، فاعلاتن۔ ہر شد اوست، فاعلن۔

لہذا آپ اس ایک شعر کو اصلی بحر و وزن کا لحاظ رکھ کر پڑھیں گے تو ان شارائذ تمام اعتراضات اور شکوک و شبہات کا خاتمہ ہو جائے گا اور کتاب کی اصلی اور واقعاتی پوزیشن برقرار رہے گی۔ البتہ لفظ چند کا سوال باقی رہے گا تو خود مصنف نے تبیض کے وقت ان کو کتاب سے نکال دیا ہو گا تاکہ ترتیب کا حق ادا ہو گا۔ یا ضرورت شعری کی وجہ سے یہ لفظ زائد ہے و مثلاً کثیر فی کلام الفصحاء و البلاغاء۔ اسی طرح سہ صد کے بعد کا واو زائد بھی ہو سکتا ہے اور اصل بھی فافہم ولا تکن من الممتزین المناقین

۳۔ تیسرا جواب بھی ذہن میں آتا ہے اس کا ماہصل یہ ہے کہ بآ کی جگہ اصل مسودہ میں تے تھا۔ بآ اور تے معنی میں ایک دوسرے کے متضاد اور برخلاف ہیں کہ بآ



بمعنی ساتھ اور بے معنی سوا اور بغیر کے آتے ہیں۔ تو اس لحاظ سے متن کا زیر بحث شعر اصل مسودہ میں اس طرح تھا۔

چار صد بے چہل و چند ابیات گوہر بارِ او  
یعنی کُل ابیات چالیس سے کم چار سو ہیں جو تین سو ساٹھ شعر ہو جاتے ہیں جو اس وقت  
ورد المریدین کے نسخوں میں مزبور اور موجود ہیں۔ لہذا کتاب محفوظ ہے اور اس کا کوئی شعر  
ضائع نہیں ہوا بلکہ تبیض کے وقت حضرت خاکی رحمہ اللہ نے کچھ اشعار اصناف فرمائے ہیں لہذا  
باکو بے پڑھنے سے تمام مشکلات کا خاتمہ بالخیر ہو جاتا ہے۔

بہر حال یہ نکات بعد الوقوع ہیں اور فوق کَلِّ ذِي عَلِيٍّ عَلِيمٌ ملحوظ نظر رہنا چاہیے۔  
یہ بھی واضح رہے کہ ہم نے مقدمہ کتاب میں حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ کے حالات  
طبیات اس لئے نہیں دئے کہ آپ کے حالات ہم نے ایک مستقل کتاب میں لکھے ہیں اور یہ  
کتاب اب تک دو مرتبہ شائع ہو چکی ہے اور پھر محبوب العالم رضی اللہ عنہ اس مصرعہ کے  
پورے مصداق ہیں کہ ع

” حاجتِ مشاطہ نیست زویِ دل آرام را “

سَاتِنَا تَقْبَلُ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ ❖

مُخَارِي

(عَفْوَعَنَهُ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مختصر حالاتِ طیباتِ سیدنا محبوب العالم

حضرت سلطان العارفين مخدوم شیخ حمزہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ طیبات پر ہم نے آج سے تقریباً بیس سال پہلے ۱۲۲۲ صفحات پر مشتمل ایک کتاب "حالات سلطان العارفين" کے نام سے قلمبند کی ہے۔ کتاب کے چار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اکثریتِ مشاغل کی وجہ سے اس کتاب کے باقی دو حصے طبع نہیں ہو سکے۔ کتاب کے موضوع کو مد نظر رکھتے ہوئے آج ہم تاج العارفين کے اس ایڈیشن میں مختصر حالاتِ طیبات کے عنوان سے یہ مقالہ نذرِ قارئین کرتے ہیں۔ البتہ وصالِ مقدس کا اقتباس "تحفہ محبوبی" مصنفہ جناب مولانا غلام محی الدین صاحب امرتسری سے ماخوذ ہے سلطان محمد شاہ (جو سلطان زین العابدین بڈشاہ کے احفاد میں سے تھا) کے دورِ حکومت کے تیسرے سال یعنی ۹۰۰ ہجری میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ جیسا کہ مؤرخ کشمیر خواجہ محمد اعظم دیدہ مری علیہ الرحمۃ تاریخِ اعظمی میں رقمطراز ہیں :-

"حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ کا وطن علاقہ زمینگیر موضع تاجر ہے۔ آپ کی پیدائش ۹۰۰ ہجری میں ہوئی۔ خاص دھو آپ کی تاریخ پیدائش ہے۔ ذاتی صلاحیت، فطری عظمت اور راست بازی کی وجہ سے سرینگ پہنچے اور پچپن ہی سے ان جناب کو خدا پرستی، سلوک و تصوف اور اسرار و معانی کی طرف رغبت و کشش تھی یہی وجہ ہے کہ آپ عبادت و ریاضت اور بے شمار اوراد و وظائف (جس کی اجازت صلحاء وقت سے حاصل کی تھی) میں رات دن گزارتے تھے۔ اسکے علاوہ آپ نے خواب و بیداری میں بھی عالمِ غیب سے بکثرت تروییت پائی۔ اس لحاظ سے آپ کو اویسی بھی کہا جاسکتا ہے۔"

اس اجمال کی تفصیل تازنخِ حسن میں اس طرح کی گئی ہے۔ "والد ماجد نے آپ کا اسم مبارک حمزہ (شیر) رکھا۔ حسب تصریحات علامہ خاکی و دیگر سوانح نگار آپؐ مادر زاد ولی تھے۔ ولادت کے چند ہی دنوں کے بعد ایک بزرگ نے خواب دیکھا کہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام اور بزرگانِ دین کی محفل آراستہ تھی جس میں آپؐ ایک نو مولود بچے کو شفقت و عنایت سے پیار کرتے ہیں اور اسکی پیشانی کو بوسہ دیتے ہیں اور اسکے لئے خیر و برکت کی دعا فرماتے ہیں۔ اس بزرگ نے نزدیک آکر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نوزائیدہ بچہ کس کا ہے؟ آپؐ نے فرمایا "یہ عثمان رضیہ کا بیٹا ہے مگر معنوی لحاظ سے یہ ہمارا فرزند ہے۔ یعنی اس فرزند میں بے پناہ دینی اور روحانی صلاحیت ہوگی اسلئے بمقتضای کُلِّ نَبِیِّ الٰہی ہر پرہیزگار مسلمان میرے آل و اولاد میں داخل ہے۔ اسی قاعدہ کلیہ کے تحت آپؐ کی اپنی طرف نسبت فرمائی۔"

اس امر پر تقریباً تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ قدیم ہندوستان پر دو ہی خاندانوں کا تسلط اور راج تھا۔ ایک خاندان کو "سورج بنسی" اور دوسرے خاندان کو "چندر بنسی" کہا جاتا تھا۔ اسی خاندان کے ایک فرد جو کشمیر میں مدار الملہام کے منصب پر فائز تھا نے حضرت سید عبدالرحمن بیل شاہ صاحب ترکستانی رضی اللہ عنہ کے دستِ اقدس پر معیت کر کے اسلام قبول کیا۔ چنانچہ نسب نامہ یہ ہے۔

شیخ حمزہ ابن عثمان رضیہ ابن زینہ ابن جہانگیر رضیہ ابن دولت رضیہ ابن ابدال رضیہ ابن احمد رضیہ ابن راون رضیہ ابن رام چندر ابن سلگرام چندر ابن بلاد چندر ابن پلچندر ابن سوہرم چندر۔

**زمانہ رضاعت کا خاص واقعہ۔** آپؐ کے سوانح نگاروں نے آپؐ کے زمانہ رضاعت کا یہ واقعہ بھی تحریر کیا ہے کہ جن دنوں آپؐ دودھ پیا رہے تھے تو آپؐ کی والدہ مابدہ حضرت نبی مریم علیہا الرحمۃ کے دودھ میں کچھ کمی واقع ہوگئی، مجبوراً قریبی گاؤں سے دودھ پلانے کے لئے ایک انا لائی گئی مگر آپؐ نے دودھ نہیں پیا۔ سب



کو فکرِ لاصحی ہوئی کہ آخر یہ بچہ بغیر دودھ پئے کیسے زندہ رہیگا لیکن یہ دیکھ کر کہ دودھ نہ پینے کے باوجود آپ کی نشوونما اور صحت میں کوئی فرق نہیں آیا، سب حیران رہ گئے۔ بعد تحقیق معلوم ہوا کہ یہ عورت اپنے شوہر سے اجازت لئے بغیر چار ماہ کی لڑکی کو گھر پر چھوڑ کر آئی تھی۔

**تعلیم و تربیت :** آپ کا خاندان علم و عمل اور عمدہ تہذیب تمدن کا گہوارہ تھا۔ اس لئے آپ کے والد محترم نے آپ کو حسب روایات اپنے گاؤں کے قرآنی مکتب میں بھیج دیا، آپ وہاں ابھی زیر تعلیم ہی تھے کہ ایک دن آپ کے والد ماجد نے آپ کو راستے میں کھیل کود میں محو دیکھا۔ پوچھا "کیا مدرسہ نہیں گئے؟" آپ سے کوئی قابلِ تشفی جواب بن نہ پایا تو والد صاحب نے زبردست تنبیہ کی اور ایسی تادیب کی جس سے آپ کی پوری رہبری ہوئی۔ آپ اس تنبیہ و تادیب سے سخت بیمار ہوئے اور اشنایِ علالت ہی میں سرینگر جا کر اکتسابِ علوم کا عزم کیا۔ چنانچہ صحت یاب ہونے کے بعد آپ اپنے دادا زینبی رینہ کے ساتھ ان کے پیر طریقت حضرت بابا فتح اللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ایک سال آپ کی خدمت میں رہ کر آپ نے قرآن شریف کی تعلیم پوری کی۔

**مدرسہ دارالشفاء میں داخلہ :-** بابا صاحب موصوف کے اشارہ سے آپ نے مزید تعلیم حاصل

کرنے کے لئے مدرسہ دارالشفاء میں داخلہ لیا۔ یہ مدرسہ کوہ ماران کے جنوب میں مشرق کی طرف ایک خانقاہ کیساتھ واقع تھا۔ یہاں آپ نے علم تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، منطق، فلسفہ اور تصوف کی تعلیم جناب بابا فتح اللہؒ آخوند ملا درویش اور حضرت شیخ لطف اللہ سے حاصل کی اور عربی و فارسی میں پوری دستگاہ حاصل کی۔ اس کے علاوہ آپ خانقاہ شمس چک میں جا کر تلم سلوک کی کتابوں کا درس اور ذکر و اذکار کی مشق کرتے تھے۔

**تلاشِ مرشدِ کامل :-** حضرت علامہ بابا داؤد خاکیؒ، علامہ بابا داؤد مشکوٰتیؒ

حضرت میرم نزارؒ، خواجہ اسحاق قاریؒ اور آپ کے دیگر سوانح نگار اور کشمیر کے باقی ارباب تاریخ اس بات پر متفق ہیں کہ اگرچہ آپ مادر زاد ولی تھے اور ابتداء ہی سے سلسلہ اویسیہ سے منسلک رہے پھر بھی اطمینانِ قلب اور تکمیلِ اثناد کے لئے آپ مُرشدِ کامل کی تلاش میں رہے۔ مدرسہء داسُ الشفاء میں آپ نے اپنے اساتذہ کرام کی صحبت میں سحر گاہی، نماز تہجد، شب بیداری، حفظِ قرآن اور اکلِ حلال و صدقِ ملال کی دولت حاصل کی۔ اس میں روز افزوں اضافہ کی وجہ سے باطنی عنایات کی آپ پر بارش ہونے لگی چنانچہ آپ نے عالم ارواح سے حرزِ یمانی کی اجازت حاصل کی اور اگر آپے کبھی کوئی غلطی سرزد ہوتی تھی یا عبادات و ریاضات میں کسی نوع کی سستی واقع ہوتی تھی تو معاً آپ کو عالمِ غیب سے متنبہ کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ خود فرماتے ہیں :-

"اگر کبھی مجھ سے نماز تہجد میں غفلت ہوتی تھی تو کوئی آکر میرے کمرے کے دروازہ کو دستک دینے لگتا تھا اور بلند آواز سے کہتا تھا اٹھو وقت سے اس کو پالے" (اسرار الابرار)

**ہم و فراسیت :-** آپ فرماتے ہیں کہ زمانہ طالب علمی میں بار بار عالمِ غیب کی جانب سے میری رہبری کی گئی۔ چنانچہ میری ہم و فراسیت اتنی ممتاز ہوئی تھی کہ میرے استاد یہ سمجھ رہے تھے کہ میں کسی اور سے اُڑھ کر ان کے پاس آیا ہوں اور اسباق کی جو تقریریں انہم کے سامنے کرتا تھا تو استاد یہ سمجھتے تھے کہ یہ تقریر کسی دوسرے استاد کی ہے، حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ صرف غیبی رہنمائی سے میں بہرہ ور ہوتا تھا۔

**حقانیتِ اہل سنت :-** آپ کا زمانہ مذہبی اور سیاسی حیثیت سے پُر آشوب تھا کیونکہ ہمارا ملک ہمیشہ

129537

غیر ملکی سازشوں کا گہوارہ رہا ہے۔ چنانچہ اس معاملہ میں بھی جب مسلک اہلسنت وجماعت یہاں سازشوں کے بھینٹ چڑھ گیا تو حضور علیہ السلام اور خلفاء راشدین نے غیب سے آپ کی رہنمائی فرمائی۔ علامہ خاکی فرماتے ہیں:

مصطفیٰ را ہم مع الاصحاب دیدہ بار ہا  
زان سبب در مذہب سنیہ را سخ تر شد است

اس کے باوجود آپؐ محبت اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سزنا رتھے اور اپنے لاکھوں معتقدین کو غلبہ محبت اہل بیت کی دعوت دیتے تھے۔ چنانچہ آپ کے خلیفہ خاص علامہ خاکیؒ قضیدہ ضروریہ میں جو علم کلام کے بارے میں ہے بطور تحدیثِ نعمت فرماتے ہیں:

ما محبت اہل بیتیم و بجان محبوب ما  
حضرت شہیرہؒ و دیگر حضرت شہر شہادت

حضرت سید جمال الدین بخاریؒ :- آپ حضرت حاجی

سہروردیؒ کے خلیفہ تھے۔ آپ کا شجرہ سلسلہ چچہ و اسطوں سے حضرت مخدوم جہانیاں جناب سید جلال الدین بخاری رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ آپ وہاں میں تشریف فرما تھے وہاں سے حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ مدینہ طیبہ میں قیام پذیر تھے کہ ایک روز حضور علیہ السلام کو خواب میں دیکھا، انہوں نے آپ کو تاکید فرمائی کہ آپ کشمیر جائیں اور وہاں حضرت شیخ حمزہ کشمیریؒ کی تربیت کریں۔ چنانچہ آپ فوراً مدینہ سے ہندوستان دارو پو کر کشمیر تشریف لائے۔ یہاں آپ نے سرینگر آکر خانقاہ ملک شاہ صاحب مسفاکدل میں قیام فرمایا چنانچہ یہیں حضرت محبوب العالمؒ نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور سلسلہ سہروردیہ میں باضابطہ شمولیت اختیار کی۔



علامہ خاکی فرماتے ہیں :-

او بارشادہ شیخ المشایخ قطب حق

بندگی سید جمال الدین بختی رہبر شدہ است

رشد و ہدایت کی کامل زندگی گزار کر بالآخر چوراسی

(۸۴) سال کی عمر میں صرف سات دن کی محقر علالت

**وِصَال :-**

کے بعد ۲۴ ماہ صفر المظفر ۹۸۴ھ میں وصال فرمایا۔ حضرت خواجہ محمد طاہر

رفیق عثمانی علیہ الرحمۃ نے غسل دیا اور نماز جنازہ پڑھائی۔ لاکھوں بندگانِ خدا

اولیاء و صالحانے بشمول والی ریاست جناب علی شاہ چک تجہیز و تدفین میں

شرکت کی اور کوہ ماران کے جنوبی گوشہ میں جہاں حضرت مخدوم جہانیاں

سید جلال الدین بخاری نے دورہ کشمیر کے دوران قیام فرمایا اور جہاں خود

آپ محو عبادت رہا کرتے تھے، دفن کئے گئے۔ آپ کی تاریخ ہائے وفات

اور ورد انگیر مرانی اکثر شعرائے وقت نے لکھے ہیں جن میں سے حضرت علامہ

خاکی کا یہ طبع زاد قطعہ درج کیا جاتا ہے :-

غریب رحمت آل مخدوم حمزہ کہ بودہ سالکان را شیخ و مخدوم

بروز بست و چہارم از خدائے خطِ روزی و دنیایش محتوم

چو جوہرِ سہ سالِ تاریخ و فائش

مناسب یافتم مخدوم مرحوم

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذکرِ جمیلِ آفتابِ حقیقت، ماہتابِ طریقت، پیشوائے شریعت و مقتدائے اربابِ معرفت  
امامِ حقانی، ابوحنیفہ شانی حضرت شیخ بابا داؤد خاکی قدس اللہ سرہ و روح الشریح۔

## آنجناب کا نام و نسب

آنجناب کا اسم گرامی ”دولت“ داؤد لقب، بابا بھی آپ کا لقب ہے۔ خاکی تخلص، والد  
بزرگوار کا نام خواجہ حسن گنائی جدِ امجد یعنی داؤدے کا نام نہ تو گنائی ہے۔

سوانح بیکاراس بات پر متفق ہیں کہ آنجناب کی ولادت باسعادت ۹۲۸ھ میں ہوئی ہے۔ آپ  
کی تاریخ پیدائش ”دیدہ رشادت“ کے لفظ سے صادر ہوتی ہے۔ حسن اتفاق سے حضرت جامع الکمال  
شیخ یعقوب صرّنی رحمہ اللہ کا بھی یہی سال پیدائش ہے۔ یعنی سلطان محمد شاہ، شاہ میری کے تخت  
نشینی کے چوتھے سال حضرت خاکی کی ولادت ہوئی۔

## آنجناب کا خاندان

واضح رہے کہ آپ کے آبا کرام ”گنائی“ سے مشہور و معروف تھے۔ زمانہ سابق میں ”گنائی“

۷۔ آپ عموماً بابا کے لقب سے لقب کئے جاتے ہیں جس کے معنی بڑے عالم اور گرجے کے پوپ  
کے آتے ہیں جیسا کہ ”المنجد“ میں لکھا ہے۔ البابا بڑا عالم، گرجے کا سردار پوپ جمع بابوات آتی ہے۔  
دیکھو ”المنجد“ بحث ب چونکہ پہلے زمانہ میں بابا بڑے عالم کو کہتے تھے اس لئے حضرت خاکی رحمہ اللہ  
کمال علم و فضل کے سبب اس لقب سے نوازے گئے مگر یہ لفظ عصر میں اس معنی کے لحاظ سے  
متروک الاستعمال ہے اور غالباً کثرتِ علم و عبادت کی وجہ سے آپ کو داؤد کا لقب دیا گیا ہو ورنہ آپ  
کا پدری نام دولت ہے۔

انشار پرداز اور "میرنشی" کو کہتے تھے۔ چونکہ آپ کے آبا و اجداد انشار پردازی اور خوش نویسی میں  
یختلے روزگار تھے۔ اس لئے آپ کے آبا کرام گنائی کے لفظ سے پکارے جاتے تھے۔

خاص کر حضرت علامہ خاکی رحمۃ اللہ علیہ عنقوان جوانی میں فن کتابت و خوشنویسی میں درجہ امتیاز  
حاصل کر چکے تھے تو یہ لفظ آپ کے لئے اور بھی زیادہ باعث امتیاز و خصوصیت بنا۔ آپ کے والد بزرگوار  
حسن رحمۃ اللہ نہایت نیک اور پارسا تھے۔ منقول ہے کہ آپ اجازت حاصل کئے بغیر دعائے سیفی  
پڑھتے تھے جس سے بجائے فائدہ نقصان ہوا کہ سخت علیل ہو کر راہی ملک بقا ہوئے۔

## تعلیم و تربیت

حضرت خاکی کی عمر شریف بہت کم تھی۔ جب آپ کے والد بزرگوار نے وفات پائی،  
ان کے ساتھ وفات کے بعد تھوڑے ہی زمانہ کے بعد اس مصیبت پر یہ اضافہ ہوا کہ آپ کی والدہ  
ماجدہ کی بھی جلدی وفات ہو گئی۔ جس سے آپ کا خاطر عاظم اور بھی رنجیدہ ہوا۔ بایں ہمہ آپ نے  
ہمت و ثبات قدمی سے کام لے کر گھر کی ذمہ داری اور امور خانہ داری انجام دی۔ اس کے  
ساتھ ساتھ تحصیل علم خطاطی و خوشنویسی میں یدِ طولیٰ اور پوری مہارت حاصل کی۔ اور سلسلہ  
تحصیل علم کو بدستور جاری رکھا۔

## اساتذہ کرام کا اجمالی ذکر

آنجناب کا عہد علمی لحاظ سے نہایت محمود و مبارک تھا اور جگہ جگہ اسلامی مدارس اور دینی  
مکاتب قائم تھے۔ بہرچند کہ کشمیر کے لوگ بہت دیر کے بعد اسلام سے باقاعدہ متعارف ہوئے۔  
مگر حضرت شاہ ہمدان کی مساعی جمیلہ کی بدولت اسلامی علوم و فنون نے کشمیر میں مقدم الذکر دو سو  
سال کے اندر بہت زیادہ نشوونما پائی تھی۔ منجملہ آں خالقاہ معلیٰ کے اردگرد محلہ بہاوالدین پورہ میں  
ایک اچھا خاصہ مدرسہ تھا جس کے صدر مدرس سید اسماعیل شامی تھے۔ آنجناب نے بھی اس  
مدرسہ میں جا کر ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے ملا بصیر سے شرف تلمذ  
حاصل کیا۔ یہ استاد نہایت باکمال اور تجربہ کار تھے۔ اپنی مسجد واقع خندہ بھون نواکدل میں



درس و تدریس فرماتے تھے۔

ملا بصیر کی وفات ۱۹۶۲ء میں ہوئی حضرت صرفی نے مرثیہ لکھا جس کا آخری شعر یہ ہے

آن فاضل علم و ادب بود بصیر از فضل رب

تاریخ فوئش ز آں سبب "عالم تفسیر دان"

حضرت خاکی نے ملا بصیر سے پورا استفادہ نہیں کیا۔ تکمیل علم کے لئے میر رضی الدین کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے موصوف (یعنی میر رضی الدین) خاندانی مجدد و شرافت کے علاوہ میراجید کاشغری کی علمداری کے زمانہ میں دارالعلوم محلہ قطب الدین پورہ سرینگر کے تقریباً تین سال صدر مدرس اور متولی رہ چکے تھے۔ اس درسگاہ میں ملا فیروز گنائی جو کہ مفتی اعظم اور بلند پایہ مدرس تھے اس وقت مدرس تھے۔ انہوں نے بھی میر رضی الدین سے استفادہ علم کیا تھا۔ میر رضی الدین کی وفات کے بعد حضرت خاکی نے ملا فیروز گنائی ہی سے علم و ادب حاصل کیا۔ اس مدرسہ سے فراغت کے بعد آنجناب نے مزید تعلیم مرزا افضل سے پائی ہے اور روایت ہے کہ آنجناب نے علم حدیث کی تکمیل حضرت جامع الکلمات شیخ یعقوب صرفی سے فرمائی ہے اگرچہ حضرت صرفی آپ کے ہم سبق رہے تھے مگر آپ نے علم حدیث کی تکمیل ان سے اس لئے فرمائی کہ انہوں نے حضرت حافظ ابن حجر کی علیہ الرحمہ سے علم حدیث کی سند حاصل کی تھی۔

## علمی و ذہنی قابلیت و برتری

صاحب "تذکرۃ العارفین" لکھتے ہیں۔

"در شش سالگی قرآن مجید را ختم کردہ تراویح خواندی بعد ضبط فرقان حمید در خواندن علوم

اشتغال آوردہ و در ہجده سالگی از دردرس و تحصیل فارغ شدہ در فقہ و غیرہ پرچہ از مشکلات فقہ

و غیرہ در حدیث ایشان رسیده ہمہ را درس گفتہ و پرچہ از علوم عربی و معانی نظم در نظر فیص اثر

ایشان در آمدے بانکہ ارمغانی عقدا رمنانی آن داشتہ در آخر چوں اختر سعادت ایشان از

مطلع اقبال طالع گشت حضرت شیخ حمزہ را دریافت و بخدمت ایشان بہ شتافت

حاصل ترجمہ — ”آپ نے چھ سال کی عمر میں کلام اللہ حفظ کیا اور تراویح میں ختم قرآن کریم فرماتے تھے اس کے بعد آپ نے اس عہد کے قواعد و ضوابط کے مطابق تمام علوم متداولہ مروجہ میں سنگاہ اور پوری مہارت حاصل کی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں فراغت حاصل کی۔ فقہی مشکلات اور دیگر علوم کا درس نہایت بیدار مغزی سے دیا کرتے تھے۔ فقہ کے علاوہ تمام علوم عربیہ اور شعر و شاعری کے معمولی توجہ سے حاصل فرمایا کرتے تھے۔ آخر الذکر جب کہ آپ کا طالع بلند ہونے لگا اور قسمت یاوری کرنے لگی اور ربانی عنایت و مہربانی نے اپنے دین کی خدمت کے لئے آپ کو چن لیا۔ تو آنجناب کو حضرت محبوب العالم قطبِ مکرم جیسار ہنمانصیب ہوا۔

## شاہی دربار میں رسائی

بہر حال حضرت علامہ خاکی پہلے علم و ہنر و شعر و سخن میں کمال حاصل کرتے ہیں۔ اتنا کمال ہر علم و فن میں حاصل کرتے ہیں کہ شاہی دربار تک رسائی ہوتی ہے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے آباء کرام کو فنِ خطاطی کی مہارت کی بنا پر دربار شاہی سے کچھ تعلق تھا ہی تو جب سلطان علی شاہ دلی ملک تک آپ کی علمی قابلیت و صلاحیت کی باتیں پہنچیں تو آنجناب کو بادشاہ نے اپنے مخصوص خوشنویسوں اور میرنشیوں میں شامل فرمایا۔ سلطان علی شاہ اگرچہ شیعہ مسلک کا علمبردار تھا۔ بایں ہمہ علم نواز اور اہل علم کا قدر شناس ضرور تھا۔ اس لئے جوں جوں آپ کی قابلیت کے جواہر پارے بادشاہ کے سامنے ظاہر ہونے لگے تو وہ اسی قدر آپ کی قدر و منزلت میں اضافہ کرنے لگا۔ چنانچہ اُس نے آپ کو (حضرت خاکی) اپنے بیٹے یوسف شاہ چک کا اتالیق بھی مقرر کیا اور اسی پریس نہیں کیا بلکہ آنجناب کو سرکاری مدارس کا ناظم تعلیمات اور ساتھ ہی مفتی اعظم

نہ — نوٹ: یہی یوسف شاہ چک آخر میں علمائے اسلام کا دشمن بنا اور شیخ موسیٰ شہید کو شہید کیا۔ حضرت محبوب العالم رضی اللہ عنہ اور بڑے اکابرین کو شہر بدر کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ جب فطرت کج اور طبیعت ناری ہو تو وہ کب سیدھی اور نوری بن جائے۔ سہ

بناواں آں چناں کردن چناں ست

(سعدیؒ)

کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

رقاضی القضاة) کا عہدہ بھی سونپا اور گزرا اوقات کے لئے سالانہ ایک سو خروار شال اور دو اشرفیاں روزانہ تقریر کیں۔ اس طرح حضرت خاکی اپنے عہدوں پر فائز رہ کر نہ صرف شاہی دربار میں معتمد علیہ تھے بلکہ شعبہ فتویٰ شعبہ تعلیم اور درس و تدریس میں سرآمد روزگار اور فخر اہل زمان بن گئے

## حضرت محبوب العالم سے بیعت و خلافت

غرض آپ شاہی دربار سے وابستہ ہو کر علم و فضل کے باوجود شاہانہ زندگی گزارنے لگے تھے مگر بقول رومیؒ

ہر کے راہر کارے ساختند

اسی دوران ایک دن آپ مسکت خانہ ناوہ پورہ سے کشتی میں سوار ہو کر نالہ مار سے شاہی دربار کے لئے تشریف لے جا رہے تھے اور جب ملاح یعنی کشتیاں کلاش پورہ سرینگر کے نزدیک مخدوم منڈو پنچے تو ملاحوں نے شور و غل مچایا کہ ”ملا دولت حضرت خاکی“ شاہی دربار میں تشریف لے جا رہے ہیں۔ حُسن اتفاق سے اُس وقت حضرت محبوب العالم سلطان شیخ حمزہ کشمیری مسجد شریف میں تشریف فرما تھے اور آپ کے مبارک کانوں تک ملاحوں کی آواز اور شور و غل پہنچا تو آپ نے حاضرین سے دریافت کیا کہ یہ شور و غل کیسا ہے؟

حاضرین نے عرض کیا کہ ”ملا دولت“ دربار میں جا رہے ہیں۔ یہ جواب سُن کر آنجناب (محبوب العالم) نے علماء دین کی جاہ طلبی اور دنیوی ناپیدار ہوس اقتدار پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے یہ ایات پڑھے ہیں۔

گفت اے وائے آنچه مرده دل است  
کہ بایں علم در چہناں عمل است  
ہر کہ علم از برائے دنیا خواند  
ہمچو خس پای او بگل در ماند  
بار خس گر ہمہ کتب باشد  
سود نبد چو در عجب باشد



## ترجمہ

(۱) - افسوس یہ لوگ کیسے مُردہ دل ہیں کہ اس قدر علم و فضل ہوتے ہوئے بھی دُنیا طلبی اور جاہ پرستی میں مبتلا ہیں۔

(۲) - جس نے دُنیا کمانے کے لئے علم دین حاصل کیا وہ گدھے کی طرح کپڑے کے دلہل میں جا پھنسا

(۳) - ناعاقبت اور مردہ دل اگر تمام کتابوں کا حامل اور عالم بھی ہو تو بے کار اور بے سود۔

اشعار کے پڑھنے کے بعد حضرت محبوب العالم نے اپنے ایک خادم خاص کو حکم دیا کہ اسی طرح حضرت خاکیؒ کے پاس جاؤ اور آپ کو میرا سلام و دعا پہنچاؤ۔ بعد سلام اُن سے میری طرف سے کہنا کہ سائل ایک دینی مسئلہ آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہے۔ اگر آپ ابھی مخدوم منڈو میں تشریف لائیں گے تو کمال مہربانی ہوگی۔

قاضی نے حضرت خاکیؒ تک سلام و پیام پہنچایا۔ حضرت خاکیؒ فوراً بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوئے۔ یکایک مجلس معلیٰ میں پہنچتے ہی آنجناب کے دل و دماغ سے جاہ طلبی اور نفس پرستی کی نفرت ہوئی۔ علیک سلیک کے بعد حقائق آگاہ محبوب العالم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ

حق انسان بدیں شہماں کرد

نسخہ جامع و ضائل کرد

باگمانے کہ بوا المعجب دارد

پند انفا س روز و شب دارد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہزاروں خوبیوں سے آراستہ کر کے پیدا کیا۔ سچ تو یہ ہے کہ ذات قدیم الصفات نے تو اس کو اپنی قدرتِ کاملہ کا ایک عجوبہ بنایا ہے تو فرمائیے اے خاکیؒ؟ یہ عجیب و غریب مخلوق رات دن میں کتنے سانس لیتا ہے؟ حضرت خاکیؒ نے جواب میں فرمایا کہ علماً کے فرمانے کے مطابق اتنے سانس رات دن لیتا ہے جتنے حضرات مرسلین کی تعداد و شمار ہے۔ اس پر اُن پر حقیقت تنویر نے فرمایا جس نے ایک سانس غفلت میں کھینچی انصاف کی رو سے اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت خاکیؒ نے جواب میں فرمایا گویا اس نے ایک پیغمبر کو شہید کیا۔ یہ جواب سُن کر حضرت محبوب العالم نے حضرت خاکیؒ سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ خاکی صاحب جبکہ

آپ اتنے بڑے عالم و فائق ہیں تو اس غفلت و جاہ پرستی اور اس حشمت و جاہ پرستی کے کیا معنی ہیں؟ حضرت پیر افلاکی کی اس تمبیہ پر حضرت خاکی بزنخوردی کا عالم طاری ہو گیا اور ہوش میں آتے ہی عرض کرنے لگے کہ حضور! بندہ کو اپنی خدمت و چاکری کا شرف عنایت فرمائیے۔ حضرت محبوب العالم نے حضرت خاکی کی التجا قبول فرمائی اور آپ کو استنجا کے ڈھیلے اور نماز تہجد کے لیے پانی مہیا کرنے کی ذمہ داری سپرد کی۔ اور حضرت خاکی نے اس خدمت کو سچے دل اور پورے فخر و انبساط سے قبول کیا کیونکہ تمام بھلائی اسی میں تھی۔ یہ خدمت آپ نے لگاتار دو سال تک انجام دی۔ آنجناب کا یہ ذمہ داری سونپنے اور تفویض کرنے سے یہ مقصد نکلا کہ حضرت خاکی کا دل و دماغ جاہ پرستی اور انانیت کو رخصت کرے اور معرفت الہی قبول کرنے کے لئے اُن کا نفس و رُوح مستعد و آمادہ ہو جائے۔

### بندگی بایر پیمبر زادگی منظور نیت

اور اس خدمت کے عوض میں حضرت محبوب العالم نے آپ کو گلاہ مبارک عنایت کی جس کا ذکر خود حضرت خاکی اس طرح فرماتے ہیں۔

ایں گلاہ پوئین : سرور پشیمین کہ داد  
بندہ را بہ از قبائی و شاہی و افسر شدہ است

اب حضرت خاکی نے باقاعدہ بیعت کرنے اور مریدوں کی فہرست میں شامل ہونے کی درخواست کی آپ (محبوب العالم) نے فرمایا تو پہلے اس بارے میں استخارہ کیجئے اور میں بھی کروں گا اور دونوں دیکھیں گے مرید اور مراد میں کوئی روحانی ربط و ضبط ہے کبھی کہ نہیں چنانچہ حضرت خاکی رحمۃ اللہ علیہ پیر افلاکی کے ارشاد سے رات کو استخارہ فرماتے ہیں اور خود کبھی محبوب العالم استخارہ فرماتے ہیں۔ جو اصل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی بنا پر سنت ہے۔

استخارہ کرنے کے بعد صبح کو جب حضرت خاکی شیخ العرفاکی خدمت میں پہنچتے ہیں تو حضرت شیخ آپ سے دریافت فرماتے ہیں۔ کیا کچھ دیکھا؟ مرید صادق نے جواباً عرض کیا کہ یوں دیکھا گویا صبح کے وقت نماز فجر پڑھنے کے لئے گھر سے نکلا اور اچانک آفتاب عالم تاب پوری رعنائیوں سے مشرق کی طرف سے صوفشاں ہوا اور اس کی شعائیں ہم پر پڑیں اور نماز فجر میں تاخیر ہوئی جس کے

سبب میں حیران ہوا۔ حضرت سلطان العارفين نے اس خواب کی تعبیر میں فرمایا صبح کا ظاہر ہونا اس وقت کی روحانی دولت پانے کی طرف اشارہ ہے۔ اور طلوع آفتاب نورِ معرفت حاصل ہونے کی آگاہی بخشتا ہے۔ پھر آنجناب ہمایوں خطاب نے اپنا خواب فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک گھنے درخت والے باغ میں گل گشتا کرتے ہوئے دیکھا اور آنجناب کی زبان نبوت ترجمان صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ شعر جاری تھا کہ فرماتے تھے۔

قلم گفنا کہ من شاہ جہانم

قلم کشش بہ دولت می رسانم

حضرت محبوب العالم رضی اللہ عنہ نے خود تعبیر فرمایا کہ ”اس سے آپ ہی مراد و مقصود ہیں کیونکہ منشی و انشا پر دانا آپ ہی ہیں کہ اس فن میں آپ ہی کمال اور مہارت رکھتے ہیں اور فرمایا کہ لفظ ”دولت“ سے آپ کی طرف اور زیادہ عجیب و غریب اشارہ ہے کہ آپ کا اصلی نام تو دولت ہے۔

مختصرات کے استخارہ سے پیر کامل اور مرید صادق بہت زیادہ خوش ہوئے اور حضرت خاکی نے پورے دلور اور عشق و محبت سے پیر افلاکی کی طرف بیعت کرنے کے لئے اپنے ہاتھ بڑھائے اور آنجناب نے آپ کو اپنی بیعت میں لے کر اپنا حلقہ بگوشش (مرید صادق) بنایا اور اس وقت مشائخ کرام کی عادت قدیم کے مطابق شیخ خاکی کو اپنے کچھ تبرکات شریفہ عنایت کئے جن کا ذکر ورد المریدین کے ان ابیات میں آپ فرماتے ہیں۔

در جہاد نفس ہجوں جبہ شدایں خسرقہ ام

ایں عصاچوں نیزہ وایں طاقیہ مغفر شدہ است

آن مصلیٰ وعبائے فستہ کان لطفم نمود

بہر جنگِ نفس ہجوں قیزم و نختر شدہ است

مجھے امید ہے یہاں قارئین کرام بخوبی اندازہ کر لیں گے کہ پیر مریدی کس چیز کا نام ہے؟

عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلبا



## ۳۲ دو تاریخی واقعات

(۱)۔ ایک دن پیر و مرشد حضرت محبوب العالم کو پانپور جانا تھا تو آپ کی سواری کے لئے ایک مخصوص گھوڑا جو در نامی تھا۔ آپ نے صوفی الہیاد کو ہدایت کی کہ گھوڑے کی زین کسنے کے بعد حضرت خاکی کو حکم دینا کہ کمر بند باندھ کر گھوڑے کے آگے آگے دوڑیں۔ آپ نے یہ خدمت خندہ پیشانی سے انجام دی مگر جب آپ اپنے دولت خانہ کے نزدیک ناوہ پورہ پہنچے۔ بنا بر بشریت تھوڑے شرابے کے کل کے وزیر تعلیم اور مفتی اعظم آج ایک خرقہ پوش ملک صفت پادشاہ کے گھوڑے کے آگے کمر بند خدمت باندھے آگے آگے دوڑ رہے ہیں اس لئے طبعی شرم کی وجہ سے اپنے دامان سے اپنا منہ ڈھانکا تاکہ پہچانے نہ جائیں۔ بس اتنا کرنا تھا کہ پیر حقیقت رس مرید کی یہ حرکت ناٹ گئے اور بھانپ لیا کہ ابھی مرید کا نفس تو سن کما حقہ رام نہیں ہوا۔ اس لئے اور کبھی زیادہ سخت طریقہ سے علاج فرمایا وہ یہ ہے کہ پانپور کو اپنے قدم سمیت لڑوم سے مشرف کرنا تھا کہ حضرت خاکی کو حکم سلطانی ملتا ہے۔ زعفران زار زمین کے شگوفے دیکھنے کے لئے پانپور جانا ہے۔ لہذا آپ (خاکی) کمر بند کے بجائے گھاس کی رسی باندھیں اور پاؤں میں چولہ گھاس کا جوتا پہن کر سلطانی گھوڑے کے آگے آگے دوڑیں۔ آپ نے یہ حکم بھی پورے فخر و انبساط سے قبول کیا۔

(۲)۔ اس کے بعد حضرت پیر کامل نے مرید صادق کو شنگھ پال پہاڑ پر چالیس چلہ ساڑھے چار سال تک پورے تسلسل کے ساتھ کرنے کا حکم دیا جس میں خلوت نشینی ذکر و مراقبہ کرنے کا حکم دیا اور پابندی لگائی کہ صرف ذکر و فکر اور مراقبہ میں رہیں اور تخلیہ میں علم ظاہر کی باتوں سے دور رہیں حضرت خاکی نے اس نسخہ کیمیا کو قبول کیا اور مکمل طور پر عاقل ہوئے البتہ آخری ایام میں ایک دن ایک علمی اشکال پیش آیا تو آپ نے اپنے خادم کو ایک پرچہ اس مضمون کا لکھ کر دیا کہ میرے گھر جا کر تفسیر مدارک لا کر دو۔ اتفاق سے یہ خبر حضرت پیر روشن ضمیر تک پہنچی تو آپ ناراض ہوئے اور حضرت خاکی کو پیغام بھیجا کہ اب خلوت نشینی کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے گھر جا کر اپنا پیشہ درس و تدریس اختیار کریں۔

بعد میں حضرت خاکی نے اپنے مرشد سے معافی چاہی اور ان کے حکم سے اس کوہ پر دوسری

دفعہ خلوت نشینی اختیار کی۔ اسی زمانہ میں سنگھ پال پہاڑی پر سلطان سکندر کاشغری کی فوج کو کشمیری فوج کے ساتھ آنا سنا ہوا مگر آپ اذکار و اسرار میں اس قدر مشغول و مصروف تھے کہ اس رطانی کی خبر تک نہ ہوئی۔ خلوت نشینی کا وقت پورا کرنے کے بعد آنجناب اپنے مرشد کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔

## سفرِ ملتان

مصنف "تذکرۃ العارفين" علی بن عثمان رینہ برادر حضرت محبوب العالمؒ لکھتے ہیں کہ جب علامہ خاکی نے اپنے مرشد پر اپنے وارداتِ قلبی پیش کئے تو آنجناب رفعت خطاب نے حضرت خاکی کو ملتان جانے کا حکم دیا جہاں سلسلہ سہروردی کے بڑے بڑے مشائخ کے مراقد اور خواتق ہیں۔ اور حکم ہوا کہ ان حضرات کی خانقاہوں میں چندے قیام کر کے ان کے روحانی فیوض و برکات سے مستفید و مستفیض ہوں۔ اور فرماتے ہیں کہ جب حضرت خاکی ملتان میں تھے تو میں بھی ان دنوں میں وہاں تھا۔ اتفاق سے میں نے آپ کو ملتان میں دیکھا مگر حضرت شیخ نے مجھے پہچانا نہیں۔ اتفاق سے شبانہ ہمارا رہنا اور قیام ایک جگہ واقع ہوا پھر جب آپ نے سلسلہ سہروردیہ کے بعض مشہور اوراد و وظائف پڑھے اور آخر میں اسی سلسلہ عالیہ کا شجرہ مبارکہ پڑھا اور میں نے وہ پورے دھیان سے سنا تو میرے دل میں آیا کہ یہ محترم عزیز حضرت شیخ حمزہ مخدوم کشمیری رحمہ اللہ کے مریدِ خاص ہوں گے چنانچہ میں نے نزدیک آکر آپ سے دریافت کیا کہ کشمیر میں حضرت شیخ حمزہ رحمہ اللہ مخدوم کشمیری رہتے ہیں وہ اس وقت بقید حیات ہیں۔ آپ نے اصل بات کا جواب تو نہیں دیا البتہ میرا سوال سن کر میرے ساتھ لطف و مدارات کے ساتھ پیش آئے۔ اسی دوران حضرت شیخ حمزہ کشمیری روحانی طریقہ پر جلوہ گر ہوئے اور حضرت شیخ خاکی کو میری اصلیت و قربت سے آگاہ کیا تو یہ سن کر آپ نہایت مخطوط ہوئے آپ نے ورد المریدین مجھے اسی وقت دکھائی جس کے مطالعہ سے میرے سینہ کی تختی صاف و شفاف ہوئی اور آنکھ کی پتلی پر نور کی کرنیں بڑھنے لگیں۔

مزید برآں حضرت مصنف مذکور لکھتے ہیں۔

میں ملتان سے خراسان گیا اور حضرت شیخ خاکیؒ حضرت مخدوم جہانیاں کے روضہ مبارک پر قیام

پذیر ہوئے۔ وہاں پر آپ نے اپنے سوالات کے جوابات برابر پائے اور مصنف مذکور لکھتے ہیں کہ جب میں خراسان سے واپس آیا تو حضرت مخدوم جہانیاں کے آستانہ عالیہ کے مجاوروں کی ایک جماعت نے آپ کے بارے میں مجھ سے فرمایا کہ حضرت خاکیؒ نے فلانی شب آستانہ عالیہ میں سوال کیا اور اس کا جواب بھی سننے میں آیا۔ انا ایشان بہ کسے ظاہر نہ فرمودند۔ مگر آپ نے خود اپنی زبان ترجمان ولایت سے اس کا اظہار کسی سے نہیں کیا۔ اسی طرح آپ (خاکیؒ) نے حضرت مخدوم جہانیاں کے آستانہ فیض کا شانہ میں نمازِ ظہر کے بعد سورہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا تلاوت کی کہ یکا یک خواجہ نعمت روضہ مبارک کے اندر سے ظاہر ہوا حالانکہ اس مکرم روضہ کے باہر سے کوئی یہ خواجہ نعمت نہیں لایا تھا بلکہ خالص حضرت شیخ خاکی کے لئے من جانب اللہ ظاہر کا وسائل و اسباب کے بغیر نمودار ہوا جو آپ نے مجاورین اور حاضرین میں تقسیم فرمایا۔ اس قسم کی بہت سی کرامتیں وہاں ظاہر ہوئیں۔ یہ قہر پرستی نہیں بلکہ روحانی اسرار و معارف اور بزرگانِ دین کے معنوی کمالات ہیں جن کو تمام مسلم الثبوت علماء امت نے قبول کیا حتیٰ کہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ علیہ نے رُجحاناتِ خاصہ رکھنے کے باوجود مشاہد کے فوائد سے انکار نہیں کیا بلکہ اُن کو مان لیا کَمَا لَا يَخْفَىٰ عَلَىٰ مَنْ طَالَعَ كِتَابَهُ بِالْاِمْعَانِ وَالْاِتْقَانِ الْبِتِّ اس قسم کی کرامتیں اور فتوحات سالک کے مقاصد ذاتیہ سے بالکل الگ ہیں۔

مختصر یہ کہ آنجناب نے ملتان سے فیوض و برکات حاصل کر کے کشمیر کی طرف مراجعت فرمائی اسی دوران پچھ مولوی صاحبان نے بغض و حسد کی وجہ سے مشہور کیا کہ حضرت خاکی نے سفر میں انتقال فرمایا مگر حضرت محبوب العالم فرماتے تھے کہ میں اُن کو زندہ دیکھتا ہوں اور وہ عنقریب بصد کرامت و سعادت وارد وطن مالوف ہوں گے چنانچہ آپ کی پیشگوئی سچی ثابت ہوئی اور علامہ خاکیؒ صحت و سلامتی کے ساتھ کشمیر تشریف لائے۔

۷۔ غور کیجئے آج کے ان علماء کرام کے آبا و اجداد نے حضرت شیخ الاسلام علامہ بابا داؤد خاکی کو نہیں چھوڑا تو ہم کس قطار میں ہیں۔

خصوصاً اس وقت جن علماء کرام کے ساتھ ہمارا واسطہ پڑا ہے۔ جَلَّ جَلَالُ



## حضرت خاکی اور سید اسماعیل شامی

یہ بھی واضح رہے جس طرح حضرت خاکیؒ سلسلہ سہروردیہ کے درخشندہ سیارہ ہیں اسی طرح آنجناب دوسرے سلاسل عالیہ کے بھی ضوفشاں ستارہ سے کم حیثیت کچھ کم مقام نہیں رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ سلسلہ قادریہ کے بھی بدر منیر اور آفتاب تاباں ہیں۔ آنجناب تقدسؒ آپ کے حضرت سید اسماعیل شامیؒ وارث سرینگر سے بھی خرقہ خلافت قادریہ حاصل کیا اور اس کے عوض میں حضرت سید نے حضرت خاکیؒ سے سلسلہ سہروردیہ کا خرقہ زیب تن فرمایا ہے۔ یہ حضرات فی الحقیقت اللہ والے تھے اور جہاں اور جس کے ہاں ایمان و اتقان و یقین و عرفان کا ابلتا ہوا چشمہ دیکھتے تھے تو ان سے اس چشمہ فیض و برکت کے گھونٹ مانگنے اور حاصل کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے تھے۔ علامہ خاکیؒ سید میر اسماعیل شامی قادریؒ سے خرقہ خلافت قادریہ حاصل کرنے کے بعد بہت مظلوم ہوئے۔

## حضرت علامہ خاکیؒ کا اپنے عہد کی ملکی سیاست پر گہرا اثر

عام طور پر تصوف اور علم سلوک کے دشمن یہ کہتے ہیں کہ علم تصوف گوشہ نشینی اور رہبانیت اور ترک دنیا کی ترغیب دیتا ہے جو اسلامی تعلیم اور اسکے آفاقی ہونے کے بالکل برخلاف ہے۔ اس لئے علم تصوف علم سلوک کے پڑھنے پڑھانے، سیکھنے اور سکھانے سے دور رہنا چاہئے۔ جہاں تک واقعات و حقائق کا تعلق ہے یہ الزام واقعات و حقائق کی روشنی میں بالکل بے بنیاد اور غیر واقع ہے۔ اس سلسلہ میں ہمیں زیادہ دور جاننے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ حضرت شیخ نجم الدین احمد کرمیؒ بانی سلسلہ کبرویہ کی حیات مقدسہ پر نگاہ ڈالنے تو دیکھیں آنجناب کے آخری دم تک تاناریوں سے کس طرح مقابلہ کیا اور میدان جہاد میں آکر کس طرح جام شہادت بھی نوش فرمایا۔ حضرت شاہ ہمدانؒ اگرچہ عملاً سیاست میں دخل نہیں دیتے مگر شاہان کشمیر اور شاہان دہلی کے درمیان معاہدہ صلح ان کی خداداد قابلیت کا زندہ ثبوت ہے۔ تفصیل کے لئے رافتم کی کتاب "التاثر فی حالات الامیر" کا مطالعہ کیجئے۔

آئیے اس وقت حضرت علامہ خاکیؒ کی سوانح ہم لکھ رہے ہیں۔ آنجناب نے جید صوفی، عالم و مدرس ہونے کے باوجود اپنی ملکی سیاست پر کیا اثر ڈالا ہے۔ مختصر لفظوں میں عرض کر لیں گے۔

جب آپ کے عہد میں حکمرانوں نے اپنے حقوق اور واجبات سے بہت زیادہ تجاوز کیا۔ جمہور کے مذہب میں مداخلت بے جا کی اس وقت کے علامتہ الدہر قاضی شیخ موسیٰ کو شہید کیا اور علماء اسلام کو سخت اذیتیں دیں۔ حضرت سلطان العارفين کو ملک بدر کیا۔ حضرت صرّی کا عظیم الشان کتب خانہ جو کہ (دُنیا کی سیر سیاحت کر کے اُن کی محنت شاقہ کا عجیب کرشمہ تھا) نذر آتش کر ڈالا اور ملک کا امن و امان اپنی غلط حکمتِ عملی سے خاک و خون کے ساتھ بدل دیا۔ آخر علماء اسلام کب تک اس قسم کا ظالمانہ اور بہیمانہ طریقہ سہتے اور برداشت کرتے۔ انھوں نے پہلے حکمرانوں کو نہایت نرمی اور مدارات سے سمجھایا تھا مگر ان کا طالع غروب ہونے کو پہنچا تھا اس لئے باہمی رسہ کشی اور باہمی جنگ و جدال کا جو نتیجہ ہوتا ہے وہ منظر عام پر آئی گا۔

ادھر اکبر اعظم بھی کشمیر کی طرف تھکنگ نظروں سے دیکھ رہا تھا اور اندرونی خانہ جنگی اور باہمی رسہ کشی کی وجہ سے وہ کسی بھی وقت کشمیر کو فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ جس سے اس زمینِ جنت تمکین کا اور بھی زیادہ نام و نشان مٹنے کا قوی امکان تھا تو ان خاص وجہ یعنی اندرونی سیاسی رسہ کشی اور مذہبی معاملات میں بے جا مداخلت کی وجہ سے حضرت صرّی اور حضرت علامہ خاکی وغیرہم نے دہلی جا کر کشمیر کے بارے میں اکبر اعظم سے بات چیت کی اور اہم معاہدات باہم دیکر طے پائے جیسا کہ تاریخ میں مذکور ہے۔ ہاں ان کی تفصیل میرے سامنے نہیں ہے اور یہ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ وہ معاہدات عصرِ حاضر کے معاہدہ اور دفعہ (۳۷۰) سے بہتر تھے یا نہ۔ کیونکہ میں سیاسی دُنیا سے الگ ہوں۔ اور اس سلسلہ میں خواجہ اعظم دیدہ مری مصنف "واقعات کشمیر" لکھتے ہیں۔ ترجمہ

جب فرقہ غیر سنی کے ہاتھوں حضرت قاضی موسیٰ شہید نے جامِ شہادت نوش کیا تو حضرت خاکی مجبوراً پھر ہندوستان تشریف لے گئے اور چک حکومت کے خلاف دعا بردگی اور آپ نے لوگوں کو صبر و تحمل سے کام کرنے کی اپیل کی اور اُن کو خوش خبری دی کہ عنقریب ظالم حکومت کی جڑیں کھوکھلی ہو جائیں گی تو آپ اکبری لشکر کے ساتھ واپس آئے۔

مگر تذکرۃ العارفين کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر اعظم کی فوج جب کشمیر پہنچی تو اس وقت آپ لاہور اور دوسرے اطراف ہند میں تھے۔ چلئے اب تو بات آسان ہو گئی کہ آپ پر کوئی اعتراض ہی وارد نہیں ہوتا ہے جس کے جواب دینے کی ضرورت پڑے۔ ہاں اس مقام پر ایک اہم سوال

پیدا ہوتا ہے۔ جس کا جواب دینا ہم پر فرض ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اکبر اعظم دین الہی اور صلح کل کا علمبردار تھا جس کی وجہ سے اکثر و بیشتر علماءِ حق اس سے ناراض تھے تو ان حالات میں حضرت صرّنی اور علامہ خاکی نے کیونکر اکبر بادشاہ کے دامان میں پناہ لی۔

**جواب** (۱)۔ اول تو یہ ہے کہ اکبر بادشاہ نے اپنا مذہب زویا ماننے پر کسی کو مجبور نہ کیا۔ اس کے برخلاف یوسف شاہ چکنے غیر ملکی لوگوں کے اشاروں پر ناچ کر سخت رویہ اختیار کیا اس لحاظ سے دونوں حکمرانوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

(۲)۔ حضرت صرّنی کی بات ہی کیا کہ معاذ اللہ دین الہی کے حامی ہوتے۔ ان کے شاگردِ خاص حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے تو اس خود ساختہ دین کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر دیں اور اس طرح اس دین کا خاتمہ ہوا۔

(۳)۔ اکبر کے اس دین کو ان کے احفاد نے بھی تسلیم نہ کیا چہ جائیکہ حضرت خاکی؟ حضرت صرّنی اور مولانا جوہر کشمیری جیسے علماء جو حضرت حافظ حجر مکی کے تلامیذہ تھے اور علم سلوک کے رہنمایان تھے اس دین کو تسلیم کرتے؟ حضرت صرّنی اور علامہ خاکی کے متوسلین و تلامیذہ اور خود ان کی تصانیف قرآن و حدیث اور علم سلوک کے اسرار و معانی سے پرہیز اگر وہ دین الہی کے حامی ہوتے تو معاذ اللہ قرآن و حدیث کی جگہ دین الہی کے خود ساختہ اصول آج ہم ان کی تصانیف میں دیکھتے۔

(۴)۔ حضرت علامہ خاکی رحمہ اللہ علیہ کا سال وصال ۹۹۲ھ ہے اور اکبر بادشاہ کا سنہ وفات ایک ہزار چودہ ہجری ہے۔ دونوں کی وفات میں تقریباً بیس سال کا فرق ہے یعنی جس وقت علامہ خاکی علیہ الرحمہ وفات پا گئے اُس وقت تو ابھی دین الہی مدّون ہی نہیں ہوا تھا۔

باقی ان حضرات پر اکبر کی کشمیر پر چڑھائی کرنے کی کوئی ذمہ داری اور کوئی اعتراض نہیں ہے قابل اعتراض تو اُس وقت کے حکمران تھے جن کی مذہبی مداخلت اور دینِ حق سے بے پروائی برتنے سے کشمیر فتنوں کی آماجگاہ بن گیا تھا اور سیاسی حیثیت سے اس مقام پر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ شاہمیری خاندان کے زوال کے اسباب اور چک حکومت کے برسرِ اقتدار آنے کے وجوہ کیا تھے۔ اور اس میں غیر ملکی ہاتھ تھایا نہیں۔ تاریخ کے طالب علم یہ مسئلہ ٹھیک جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں اس لئے ہم اس جگہ اس بحث کو قلم انداز کر دیتے ہیں۔

**کرامات** عام طور پر یہ بات درجہ تو اتر تک پہنچ گئی ہے کہ اولیاء اللہ سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں۔ کرامتوں سے مراد ایسے امور خارقہ للعادہ ہیں جو ایسے شخص سے سرزد ہوتے ہیں جو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم پر سرور اور اتباع کرنے والا ہو۔

آئیے تاریخ کی روشنی میں حضرت شیخ بابا داؤد خاکی کی چند کرامتیں ملاحظہ فرمائیے۔

(۱)۔ ایک روز حضرت خاکیؒ اپنے مرشد کی خانقاہ میں تشریف فرما تھے۔ اسی اثنا میں حضرت محبوب العالمؒ کی خانقاہ میں انچاس بیمار بچے جو بظاہر لاعلاج تھے۔ یہ سب آنجناب کے پاس دُعا، شفا کرنے کے لئے پیش کئے گئے تھے۔ ان پیر حقائق نے حکم فرمایا کہ ان تمام بیماروں کو حضرت شیخ خاکیؒ کے پاس لے جاؤ وہی ان بیماروں کے لئے دُعا شفا فرمائیں گے۔ چنانچہ حسب حکم سلطانی وہ تمام بیمار شیخ خاکی کے پاس لائے گئے اور آپ کی دُعا سے اللہ تعالیٰ نے ان سب بیماروں کو شفا بخشی۔

رہا یہ امر کہ ایک آدمی کی نگاہ سے انچاس بیمار کیسے اور کیونکر ٹھیک ہوں گے تو ہم کہتے ہیں کہ معجزات و کرامات کا اصل خالق اللہ تعالیٰ ہے اور اولیاء اللہ اور انبیاء کی طرف ان چیزوں کی نسبت مجاز ہے جیسا کہ و ابوی الاکھہ والابریص و اسی المولیٰ باذن اللہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام لاهب بک غلاما ذکریا میں جبریل امین کی طرف نسبت مجازی ہے۔ یہ نص قرآن ہے اس کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

(۲)۔ صاحب تذکرۃ العارفین لکھتے ہیں کہ میں نے ایک دن حضرت خاکیؒ کے ساتھ علاقہ بالگل کا سفر کیا تو اس علاقہ میں پہنچ کر راستہ میں ایک شیر نمودار ہوا جسے دیکھ کر میں گھبرا اٹھا آنجناب نے میری گھبراہٹ محسوس کر کے فرمایا ”غم مخور! ہم بندہ حق است“ و گفتہ بزرگان (ہمیت)

اگر تیغ عالم بہ جنب زد جائے

تزد کس چوں نخواست خدائے

یعنی آنجناب نے فرمایا ڈرو مت اور فکر نہ کرو یہ بھی خدا تعالیٰ کا بندہ ہے کیا تم کو بزرگان کے اس فرمان کا علم نہیں کہ اگر روئے زمین کی تلواریں اپنی جگہ سے حرکت میں آئیں گی تو اگر مرضی خدا نہ ہو تو وہ کسی کو کاٹ نہیں سکتیں۔ چنانچہ وہ شیر ہمارے نزدیک آپہنچا تو اس نے نہایت عاجزی اور انکساری سے حضرت شیخ خاکیؒ کے سامنے اپنا سر جھکایا اور آنجناب کا استقبال کیا۔

(۳)۔ صاحب تذکرۃ العارفین لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت خاکیؒ اپنے مرشد کے قریبی حجرہ



میں مراقبہ میں مشغول تھے مراقبہ سے فارغ ہونے کے بعد نماز چاشت ادا کی۔ اسی اثناء میں ایک باوقار بزرگ حضرت شیخ کے پاس تشریف لائے اور بعد میں حضرت خاکی کے ساتھ حضرت محبوب العالم کے حجرہ میں داخل ہوئے۔ بعد میں استفسار کرنے پر معلوم ہوا وہ حضرت خضر تھے۔ مؤرخ فرماتے ہیں کہ خواجہ خضر کا نام سن کر مجھے آپ کی ملاقات کا شوق ہوا پھر اس حجرہ کے دروازے پر باہر اسی غرض سے ٹھہرتا تھا کہ آپ کی ملاقات سے بہرہ ور ہو جاؤں۔

**وصال** حضرت علامہ خاکی نے ۳ صفر المظفر ۹۹۲ھ میں وصال فرمایا۔

دور ہا باید کہ تا صاحب دے پیدا شود

بایزید اندر خراسان یا اویس اندر قرن

آپ کے خلفاء ہم عصر اولیاء کرام اور شعراء عظام نے آپ کے انتقال پر بلاں پر مرثی لکھے اور آپ اپنے مرشد ربانی کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔ حضرت میر بابا حیدر (خلیفہ محبوب العالم) اسی روضہ اطہر کی شان میں فرماتے ہیں۔

کشور کشمیر از وی شد بہشت بنظر ، مقبرش در کوہ ماران کعبہ عالم شدہ است  
باقی حضرت علامہ خاکی مفصل سوانح حیات اور آپ کے معاصرین، خلفاء اور تصنیفات و  
تالیفات اور دیگر امور پر مفصل تبصرہ تاج العارفین کے حصہ دوم میں (انشاء اللہ) پیش خدمت  
کریں گے اور مطالعہ کرنے والے حضرات سے گزارش ہے کہ اگر ان کو اس کتاب کے مطالعہ سے  
کسی قسم کا دینی فائدہ جگتا تو بے روف کے لئے سعادت دارین کی دعا فرماتے رہیں گے۔

وَصَلَّى اللهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ وَعُلَمَاءِ شَرِيعَتِهِ وَوَلِيَاءِ أُمَّتِهِ أَجْمَعِينَ  
آمین یا رب العالمین  
دارالتحریر عید گاہ : ۱۷ ذوالحجہ ۱۳۲۰ھ ہجری  
مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۸۰ء

خاپائے اولیاء :  
السید محمد قاسم شاہ بخاری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## تاجُ العارفين

شکرِ بندہ حالِ من بر حفظہ نیکو تر شد است  
شکرِ ربّی صارا حالی کلّ حین مضملاً  
مذہدانی شیخ شیخان شیخ حمزہ مؤثراً

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے میرا حال اس وقت سے بہتر بہتر اور نتیجہ خیز ثابت ہوتا ہے جب سے خصوصیت کے ساتھ میری رہنمائی اس برگزیدہ خلائق نے کی ہے جو مشائخِ زمانہ کا رہنما ہے اور جس کا اسم مبارک حضرت شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ ہے۔  
حمزہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی شیر کے آتے ہیں۔ شرح ضمیمہ ص ۲۹۴ دیکھئے۔

یافت چوں ہم نامی آل نازکی نامی دین پہلوانے در جہا و نفس زور آور شد است  
انّہ اضحیٰ سمیاً مع عمّ المصطفیٰ  
حمزہ کان شدیداً فی الجہادِ باتراً

ترجمہ :- حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ

لہ منصوب لکونہ المفعول المطلق لفعیل محذوف وهو "اشکر" لہ قال فی  
مفتاح اللغات جمع الشیخ شیوخ و أشیاء و شیخہ و شیخان و شیخہ و جمع الجع  
مشائخ و أشیاء الخ لہ بداء الكل من شیخ شیخان ۛ

ۛ معنی الاشارة فیہم بتقدیم مراتب فی المتن کما لا یخفی علی مہرّو الفن ۛ  
ۛ نظرو الصغیۃ الاتیقہ

وسلم کے عم محترم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہم نام میں اور حضرت حمزہ ظاہری اور باطنی جہاد میں بہت بڑے پہلو ان اور شہرہ آفاق تھے۔

ظاہری جہاد سے مراد کلمۃ اللہ بلند کرنے کے لئے اس کے مخالفوں سے سرگرم عمل ہونا اور باطنی جہاد سے مطلب عبادت و ریاضت سے نفسِ امارہ کے ناکارہ جذبات کا مقابلہ کرنا اور یہ دونوں صفتیں آپ میں بطریق اتم پائی جاتی ہیں۔ (شرح ضمیرہ ص ۳ میں دیکھئے)

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا خَائِبِينَ وَجَاهِدُوا حَقًّا  
قَدْ تَمَنَّى وَالَّذِينَ جَاهَدُوا ثُمَّ سَعَى  
فَالْخَيْرُ سَاقَهُ لِلْخَلْقِ طَرًا مُنْذِرًا

ترجمہ: حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ نے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا وَفِينَا لَنْهَدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کی تلاوت کی اور اس کے معانی و مطالب پر غور و فکر کیا تو آپ نے اس کے مطابق عمل کیا اصلاحِ نفس اور تزکیہ قلب کی طرف اپنی تمام توجہات عالیہ مبذول کرتے ہوئے میدانِ تقویٰ و طہارت میں آپ نے اتنا اونچا مقام حاصل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سحر و برہنہ خشکی و تری کے مسلمانوں کا مصلح اور رہبر بنایا۔

چنانچہ آپ نے بے شمار لوگوں کی رہبری اور رہنمائی فرمائی اور مخالفین دین سے اخلاقی و روحانی جنگ کی جس کی کچھ تفصیل متن کے بعض اشعارِ تابدار میں آئے گی۔ گو اس وقت شرح

۱۰۰ بَدَا مِنْ عَيْمٍ بَيْدَ أَنَّهُ مَنْصُوبٌ لِكُونِهِ غَيْرِ مَنْصُوفٍ  
۱۰۱ الْاَلْفُ وَالْاَلَامُ عَرَضٌ مِنْ مَضَائِيهِ اِي فِي جِهَادِ النَّفْسِ كَمَا فِي وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ اَوْ حَسَنَ اَلْعَاقِبَةِ لِلْمُتَّقِينَ  
۱۰۲ قَالَ فِي اَلْمَصْبُوحِ الْبَاطِنُ وَالْبَشَّارُ وَالْبَشَّارُ شَمِيرٌ بَرَّانٌ جَمْعُهُ بَوَاتِرٌ وَالْبَاطِنُ اَلْمُهَيَّرُ  
۱۰۳ بِمَعْنَى قَوْلِ كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى "وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُوْلٍ وَّ لَا نَبِيٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنَّى اَلْاَخَى  
الشَّيْطَانُ فِيْ اٰمْنِيَّتِهِ" وَتَضِيْرُ اَلْمَعْجِزِ عَسِيْرٌ جَدَّ اِعِنْدَ الْمَحَقِّقِيْنَ عَسِيْرٌ اَلْمُهَيَّرُ  
۱۰۴ اَشَارَةُ اِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى عَزَّ وَجَلَّ "وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوا وَاٰنِنَّا لَنْهَدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" فَوِي الشَّعْرِ  
صَنَعَةُ اَلْاَمْبِيْحِ : اَلْمُهَيَّرُ اَسْمَاءُ الْحُسْنَى : اَلْمُهَيَّرُ بِمَعْنَى هَادٍ فَاِنَّ الْاِبْشَارَ وَالْبَشِيْرَ  
لَا يَزَالُ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ قَالَهُ اَللّٰهُ فِيْ شَاْنِ نَبِيِّنَا الْاَكْرَمِ صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ بَشِيْرًا وَنَذِيْرًا

کی گنجائش نہیں تاہم بطورِ تمبیہہ کے یہ ضرور عرض کریں گے کہ حضرت علامہ خاکی قدس اللہ سرہ العزیز نے متن کے شعر مذکور میں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ مسلمانوں کا رہبر و پیشوا جو ہو گا اس کے لئے علم و تقویٰ کا ہونا ضروری ہے "کہ بے علم نتواں خدا را شناخت" اور اس کے علاوہ رہبر اور پیرِ طریقت بننے کا حقدار صرف وہ شخص ہے جو قرآن مجید اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کی مقدس تعلیم کے مطابق عمل پیرا ہو اور جس کا قال و حال میزانِ شریعت کے عینِ مطابق ہو اور وہ شخص مسلمانوں کا رہبر اور پیشوا بننے کا ہرگز حق نہیں رکھتا جس کا ظاہر اور جس کا عمل آپ کی تعلیمات کے برخلاف ہو اور نہ وہ مسلمانوں کے رہبرِ طریقت بن سکتے ہیں کہ جو ختمِ نبوت کے منکر ہوں۔ یا وہ پردہ ان سے تعلقات استوار رکھتے ہوں۔

اس شعر میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جب سالک راہِ طریقت اور طلبِ کاجارہ استقامتِ آدابِ شریعت کا پابند ہے اور نفسِ امارہ کی خواہشات سے جنگ کرے تو پھر حق تعالیٰ ضرور اس کے حال پر رحم فرماتے ہیں۔

استقامت چون نمود اندر عمل در ما علم علم ما لم یعلمش حق وادودین پر شدت  
 وَهُوَ حِينَ اسْتَقَامَ عَامِلًا فِيمَا دَرَسِي  
 صَارَ لِلْعِلْمِ اللدُنِّي وَالشَّرِيعَةِ عَامِرًا

ترجمہ: اور جب کہ حضرت محبوبِ العالم نے پوری استقامت اور تن دہی سے اپنے علم کے مطابق عمل کیا، اذکار و اُوراد میں مداومت اور پابندی کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی آپ پر

۱۔ وَهُوَ مِنَ اسْتِقَامَةٍ فَالْمَسْرُوعَةُ لِلْوَصْلِ فَحَرَكَتُهَا لِلضَّرْوَةِ وَالشَّرِيعَةِ

۲۔ حَالٌ مِنْ فَاعِلٍ اسْتِقَامَ ۞ ۳۔ مَتَلَقٌ بِعَامِلٍ

۴۔ اللدُنِّي مَسْرُوعٌ إِلَى الدُّنْيَا بِمَعْنَى عِنْدَ ظَرْفِ زَمَانٍ وَمَكَانٍ لَكِنَّهُ اخْتَصَّ مِنْهُ وَالْعِلْمُ اللدُنْفِ

عِنْدَهُمْ مَا أُعْطِيَ الْعَبْدَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ مِنْ غَيْرِ رَاسِطَةٍ وَفِي إِشَارَةٍ إِلَى قَوْلِهِ

عَزَّ وَجَلَّ " وَعَلَّمَنَاكَ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا "

۵۔ مَنْصُوبٌ لِكُونِهِ خَبْرًا لِصَارَ .



علم لدنی اور علم شریعت کے خزانوں کے دروازے کھول دئے کہ اب آپ طریقت شریعت کو آباد کرنے والے اور تروتازگی بخشنے والے ہو گئے۔

حضرت خاکی رحمۃ اللہ علیہ اس شعر میں تین نکات فرماتے ہیں (۱) سالک راہ طریقت کے لئے بقدر ضرورت دینی احکام سے واقف ہونا ضروری ہے۔ (۲) علم کے بعد عمل کا درجہ آتا ہے اور عمل میں استقامت اور ثبات قدمی ضروری ہے۔ (۳) ان دو چیزوں کے بعد سالک راہ طریقت علم لدنی اور اسرار و معارف سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔  
شعر کی مکمل تشریح ضمیرہ میں دیکھئے۔

چوں خد علم لدنی کرد تعلیمش ز مہر بہر اسرار الہی عالم انہر شد است  
رَبُّهُ اَعْطَاهُ عِلْمًا مِنْ لَدُنْهُ رَافِعًا  
فَهُوَ اَمْسَى كَشَفَ اسْرَارِ الْاِلٰهِ اَمَّهْرًا

ترجمہ :- جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی عنایت و مہربانی سے علم لدنی عطا فرمایا تو آپ کا سینہ بے کینہ اسرار الہی کا منبع اور مصدر بنا اور علم کشف میں آپ بہت بڑے عالم حاذق ہو گئے  
ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

علم الشریعی اور علم الاسرار میں بہت بڑا فرق ہے۔ اس کی تفصیل اور اس شعر اور اس کے ماقبل شعر کا باہمی فرق ضمیرہ ص ۲۹۱ میں دیکھئے۔

مُشْكَلًا وَاَقْعَاتِ سَالِكَاں رَازِيں سَبَبِ پِشِ اَوْ تَعْبِيرِ كِرُونِ اِهْلَاوِ اَيْسَرِ شُدْرَتِ  
مُعْضَلَاتِ وَاِمْرِدَاتِ السَّالِكِيْنَ شَرْحُهَا  
عِنْدَاكَ قَدْ صَامَ جَدًّا لِلْمُرِيْدِيْنَ اَيْسَرًا

لہ الضمیر المنصوب راجع الی حضرت الشیخ محمد اللہ وکذا ضمیر اعطاء راجع الیہ  
لہ مفعول ثانی لا اعطاء : لہ منصوب لکنہ مفعول لہ : لہ منصوب بنوع الخافض ای  
لکشف اسرار الالہ۔ والاسرار جمع بین والمعنی ظاہر بقیل صمد ووالاحرام قبوس الاسرار  
لہ منصوب لکنہ خبر لا افسی : لہ جمع العضلة یعنی پیچیدہ و مشکل ومنہ داء مفضل

ترجمہ۔ حضرت محبوب العالم نہایت آسانی کے ساتھ علم سلوک میں قدم رکھنے والوں کے خطرات و مشکلات اپنے مریدین کے سامنے بیان فرماتے ہیں۔ اسی علم لدنی کے باعث سائکوں کے مشکل مسائل، خطرات اور مختلف واردات و کیفیات کی تشریح کرتا حضرت محبوب العالم کے لئے نہایت سہل اور آسان ہے کیونکہ وہ ان منازل کو طے کر چکے ہیں۔ حقائق سے پورے آگاہ ہیں۔ پھر سب بڑی توجیہ ہے کہ ائمہ تعالیٰ کی عنایت آپ کے شامل حال ہے۔ زہیر کامل کی بڑی پہچان یہ ہے کہ جو اپنے مریدوں کے واقعات و واردات سے آگاہ رہے اور ان کے خطرات کو دور کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور مرید کو بھی اپنے پیر کامل پر پورا اعتماد ہونا چاہیے۔ کما قیل بی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید کہ سلاک بے خبر بود ذراہ ویرم منزل ما اور واضح رہے کہ اس شعر میں می سے غا اشراب مراد نہیں بلکہ می معرفت مراد ہے۔ یا شعر بر بنابر فرض و تقدیر کے ہے۔

روشنش انوار قرآن گشت ہم اسرار آن ہم خواش ویرم الفاظ ما ش از برداشت  
 انجَلتْ اَنْوَارُ قُرْآنٍ وَ اَسْرَارٌ لَكَ  
 فَخَوَاصُهُ سَرَايَ وَ حِفْظُهُ قَدْ يُسْرَا

متعلق بالصفحة الماضية، بعد الضمير يرجع الى معضلات وشرحها، مبتدأ وعند خبره  
 مع لين المراد منه المعنى الظاهر بل السلوك علم مستقل يبحث فيه عن احوال النفس  
 وتطهيرها بالرياضات والعبادات.

۱۰ القرآن كتاب الله المنزل على سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم المكتوب في المصاحف المنقولة  
 عنه نقلًا متواترًا بلا شبهة.

۱۱ انوار القرآن معانيه الظاهرة و اسرار خبيئاته المكنونة و رموزها الشريفة كما قال  
 الامام الغزالي رحمه الله في احياء العلوم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان للقرآن  
 ظهراً و بطناً و حذاً و مطلقاً قال بعض العلماء لكل آية ستون الف فهمه و ما بقى من فهمها  
 اكثر و قال اخرون القرآن نحو سبعة و سبعين الف علم اذ كان كلمة علم شتم

بتضاعف ذلك اربعة اضعاف اذ لكل كلمة ظاهر و باطن و حذ و مطلق و ترويض رسول  
 الله صلى الله عليه و سلم به الله الرحمن الرحيم عشرين مرة لا يكون الا لتدبره بالحق معانيها

ترجمہ۔۔۔ قرآن کریم کے ظاہری معانی اور اس کے پوشیدہ رموز و نکات حضرت محبوب العالمؑ پر  
 اچھی طرح واضح ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے قرآن مجید کے خواص اور اس کے مخصوص فوائد بھی مشاہدہ  
 کئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے قرآن کریم یاد کرنا سہل اور آسان بنا دیا۔  
 انوارِ نوسا کی جمع ہے بمعنی روشنی۔ اور بقول بعض نور اس کیفیت کا نام ہے جس کو  
 بینائی کی طاقت اولاً ادراک کرتی ہے اور پھر اسی کے واسطے مبصرات کو محسوس کرتی ہے۔  
 انوار سے قرآن مجید کے ظاہری معانی مراد ہیں اور انوار سے قرآن مجید کے نکات و رموز  
 مقصود ہیں۔ ان دونوں قسموں کے معانی کا دروازہ اللہ تعالیٰ نے محبوب العالمؑ کے لئے  
 کھولا تھا۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن کریم تو سارے کا سارا رحمت و ہدایت ہے  
 بایں ہمہ ہر سورہ قرآن بلکہ ہر آیت قرآن کے علیحدہ علیحدہ برکات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے  
 محبوب العالمؑ ان کے مشاہدہ سے حظ وافر پا چکے تھے اور قرآن مجید کے یاد کرنے میں آپ کو  
 کوئی مشکل پیش نہیں آئی بلکہ نہایت سہولت سے اس کے الفاظ یاد فرمائے۔ مطلب یہ کہ  
 آپ شریعت و طریقت کے عالم ہی نہیں بلکہ ان دونوں میں امام و پیشوا ہیں۔ جیسا کہ دوسرے  
 شعرا میں خود اسکی تصریح فرمائیں گے۔

اور شریعت است ناصرد طریقت مجتہد بہر اسرار حقیقت صد او مصدر شد است  
 وَهُوَ لِلشَّرْعِ مُعِينٌ وَالطَّرِيقَةَ حُجَّةٌ  
 صَدْرُهُ قَدْ صَارَ لِلسَّرِّ حَقًّا مُصَدِّرًا

متعلق بالصفحة الماضية) و إلا لترجمتها وتفسيرها ظاهر لا يحتاج مثله الى تكرير وقال ابن  
 مسعود رضي الله عنه من اراد علم الاقربين والاخرين فليستدبر القرآن وذلك لا يحصل بمجرد تفسير  
 الظاهر وبالجملة فالعلم بكلمها داخل في افعال الله عز وجل وصفاته وفي القرآن شرح ذاته  
 وفعاله وصفاته ثم قال الغزالي بل كل ما أشكل عليه على النظر واختلاف فيه الخلاق  
 في المنقبات والمعقولات ففي القرآن اليه رموز ودلالات يختص أهل الفهم بدر كمها فكيف  
 في ذلك ترجمته الظاهر وتفسيره وإن أدت التنصیل فارجع الى ذلك الكتاب -  
 فيه إشارة الى أن الشيخ كان معيناً وناصرًا للاسرار الشرعية وما كان يتجاوز عنها

ترجمہ :- حضرت محبوب العالم اپنے خداداد علم و تقویٰ کی بنا پر شریعت کے مددگار اور  
طریقت کے امام اور پیشوا ہیں۔ بلاشبہ آپ کا سینہ بے کینہ اسرار الہی کا مصدر اور منبع بنا ہوا ہے

صفت ساخت علم الیقین عن الیقین ؛ پس من از حق الیقین از لطف حق و شدت

بِالزِّيَاضَةِ صَيَّرَ عِلْمَ الْيَقِينِ عَيْنَ الْيَقِينِ

ثُمَّ لِلْحَقِّ الْيَقِينِ مِنْ لُطْفٍ حَقِّ صُدْرًا

ترجمہ :- آپ نے عبادت و ریاضت سے علم الیقین کو عین الیقین بنایا۔ پھر اللہ تعالیٰ  
کی ہر بانی سے حق الیقین کے صدر نشین بنائے گئے۔

علم کے تین درجے ہیں ابتدائی درجہ علم الیقین کا، دوسرا درجہ عین الیقین کا اعلیٰ درجہ  
حق الیقین کا ہے۔ پس شعر کا مطلب یہ ہے کہ حضرت محبوب العالم نے ریاضت اور تزکیہ نفس  
سے علم کے تینوں درجے حاصل کئے ہیں۔ یہ معمولی بات نہیں۔ سورۃ التکاثر میں ان تینوں علموں  
کی طرف اشارہ ہے

در ریاضت سالہا نہ ہا وہ پہلو برین حاصلش این رتبه چوں اذکر و اسہر شدت

لَمْ يَمَسَّ جَنْبَهُ اَرْضًا سِنِينَ عَابِدًا

نَالَ عِزًّا حِينَ كَانَ اَذْكُرًا وَاَسْهَرًا

ترجمہ :- حضرت محبوب العالم نے اس قدر کثرت کے ساتھ خدایا کی عبادت کی کہ سالہا

فیه الشَّرْعُ فَالشَّعْرُ دَلِيلٌ عَلٰی مَنْ يَدْعِي الطَّرِيقَةَ وَتَخَالَفُ الشَّرْعَ عَمَلًا فَلَيْسَ هُوَ بِشَيْخٍ بَالٍ هُوَ مُجِدُّ  
لَهُ قَالَ فِي الْمَفْتاحِ التَّرِيَاضَةُ جَسَادِي وَرَشْدٌ بِبَنِي حَالَتِ كَوَاتِمِي حَالَتِ سَ بَدَلْنَا . اخلاقِ نَفْسِي كِي نَمَدَّ  
عِبَادَتِ اَوْ حَقَائِقِ اِيْمَانِي فِي نَوْرِ وَفَكَرْ كَرْنَا : ۱ صَيَّرَ وَاَصَارَةً اِصَارَةً اَيْ حَالَتِ دُوسَرِي حَالَتِ كِي  
طَرَفِ كَرْدِيَا : ۲ مَفْعُولٌ ثَانٍ اِصْيَرَ : ۳ اِلَّا فِ اللِّسَانِ  
۴ مَفْعُولٌ لَمْ يَمَسَّ : ۵ مَفْعُولٌ لِاِخْلِيهِ : ۶ نَوْنَةٌ لِاَجْلِ اِلِضْرُوْبَةِ الشَّرْعِيَّةِ كَمَا فِي  
قَوْلِ الشَّاعِرِ صَبَّتْ عَلَيَّ مَصَابِتٌ لَوَاذِمًا : صَبَّتْ عَلَيَّ اِلْوَابَامُ صَرَفَتْ لِيَا لِيَا .



سال تک اپنا پہلوی مبارک زمین پر نہیں رکھا یہ عزت و ارجمندی آپ نے اس وقت پائی جب کہ آپ بہت زیادہ یادِ خدا فرماتے اور راتوں کو بیدار رہتے تھے۔“

ان اشعار سے صاف طور واضح ہوا کہ عارف، سالک، صوفی، فقیر، درویش، مولوی، پیر اور مُرشدِ کامل کے لئے سب سے پہلے شریعت کی پابندی اور عبادتِ الہی میں محو اور مستغرق ہونا شرطِ اولیٰ ہے۔

بود مرغِ روح اور منظرِ عرشِ اشیاں پس بُدنیابقرار از شوقِ آن منظر شد است

كَانَ طَيْرًا عَشَّ عَرْشِي مَنظَرًا لِرُوحِهِ  
فَبَحَبَّهُ يَدُومٌ فِي اضْطِرَابٍ حَاطِرًا

ترجمہ :- وہ ایسے طائر لاہوتی ہیں کہ جن کی روح کا مقام و منظر عرشِ معلّٰی سے اسلئے وہ دنیا میں اسکی عارضی مفارقت کی وجہ سے مضطرب اور بے قرار رہتے ہیں۔

۱۔ مومنین کی ارواحِ طیبہ کا مقبرہ جو ابرِ قدس ہے جس کا خالص لگاؤ اور تعلق عرشِ معلّٰی کے ساتھ ہے پس جس صاف باطن اور روشن ضمیر کو اس بات کا علم ہوا کہ اس کا دائمی مقام جو ابرِ قدس میں ہے تو وہ قدرتی طور پر دنیا میں اسکی محبت اور شوق میں بے چین اور بقیار ضرور ہوگا اور اُسے دنیا کے ساتھ کچھ زیادہ دلچسپی نہیں ہوگی۔ اس طرح حضرت محبوب العالم حمزہ اند علیہ نے اپنا مزدی مقام معلوم کر لیا تھا جس کے لئے دنیا میں بقیار رہتے تھے۔ حدیث شریف میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ مرنے سے پہلے ہر ایک شخص کو اُس کا آخری مقام دکھایا جاتا ہے حضرت خاقانی نے خود شعر کی بھرپور وضاحت فرمائی ہے۔ ان شاء اللہ ہم بھی بوقتِ شرح اس شعر کے تمام متعلقات عرض کریں گے۔ شعر کا مفہوم تشبیہ پر مبنی ہے۔ استعارہ پر اور یہ کہ عرش سے کیا مقصود ہے؟ اور الرحمن علی العرش استوی کے بارے میں مفسرین کے خیالات کیا ہیں؟ (اس کے لئے آپ نمبر ۱۰ دیکھئے) شعر کا مفہوم ہم نے اردو کے لغت اس طرح سمجھا ہے جیسا کہ صبرحُ اللغات میں عرش کے معنی اس طرح لکھے ہیں۔ عرش (ص) عرشا بالمكان اقامت کرنا، عرش (س) عرشا و عرشا متخیر ہونا۔ عرش بعزیمہ سخت پکڑنا۔ عرش عنہ پھرنا چھوڑنا۔ عرش تحت شای۔ العرش کسی چیز کا رکن، کسی چیز کا قیوم۔ ومنہ قولہ تعالیٰ الرحمن علی العرش استوی۔

۲۔ المنظر دیکھنے کی جگہ، خوشنما ہو یا بد نما۔ دیکھنے بھلنے کی بلند جگہ۔ فَإِنْ قُلْتَ مَاذَا يَعْنُونَ مِنَ الْمَجَابَاتِ؛ فَإِنْ عَنَّا مِنْهَا الْمَنَازِلَ الْبَعِيدَةَ وَالْمَسَافَاتِ الْمَدِيدَةَ فَهِيَ بَاطِلٌ لِأَنَّهُ يَسْتَلْزِمُ الْجِهَةَ لِلَّهِ تَعَالَى وَهُوَ مَنْزَعٌ عَنْهَا كَمَا ثَبَتَ فِي عِلْمِ الْكَلَامِ. وَإِنْ عَنَّا مِنْهَا غَيْرَ هَذَا فَمَاذَا هُوَ؟ قُلْتَ أَنَّهُمْ يَعْنُونَ مِنْهَا الْأَوَّلَ حَتَّىٰ وَأَمَّا الزَّوْمُ الْجِهَةُ لَهُ تَعَالَى فَغَيْرُ مَصْلِحَةٍ كَمَا لَا يَخْفَى عَلَى مَنْ لَهُ ادْقٌ تَأَمَّلْ؛

باز نپران در سلوک تامقام اصل رفت از جناح جذبہ حق چوں بیابا پر شد است

وَهُوَ بَازِي فِي السَّلُوكِ لِأَلِيٍّ أَصْلٍ أَنْتَهَى  
بِجَنَاحِ جَذْبَةِ اللَّهِ تَرْتَقِي طَائِرًا

ترجمہ :- حضرت مخدوم حمزہ علم سلوک کے منازل و مقامات سرعت کے ساتھ طے کرنے میں تیز رفتار باز کے مشابہ ہیں۔ چنانچہ آپ اپنے اصل اور منہیٰ تک پہنچنے میں بغیر کسی وقت کے کامیاب ہوئے ہیں۔ دوسرے مصرعہ سوالِ مقدمہ کے جواب میں واقع ہے کہ گویا کوئی شخص دریافت کر رہا ہے کہ آنجناب کی اتنی کیا خصوصیت ہے کہ آپ نے سلوک کے مقامات تھوڑے وقت میں طے فرمائے؛ حضرت خاکی جواب میں فرماتے ہیں کہ ربانی عنایت اور ان کی کوشش نے ایسے باز و عطا کئے کہ آپ اس روحانی سفر میں سزا پابال و پر بن گئے اور منزل مقصود طے کر گئے۔ یعنی ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ

طير طور جن و طور نفس و قلب و سر ہم خفی کردہ بغیب الغیب اطیر شد است  
طَارَ طَوْرَ الْجِنِّ وَالنَّفْسِ وَقَلْبِ ثُمَّ رُوحِ  
ثُمَّ سِرِّ وَخَفِيِّ غَيْبِ غَيْبِ طَيْرًا

ترجمہ :- آنجناب نے منازل سلوک طے کرتے ہوئے سات طور طور جن، طور نفس، طور قلب، طور روح، طور سر، طور خفی، طور بغیب الغیب اچھی طرح طے فرمائے ہیں۔ حضرات صوفیہ جمہم اندان منازل کو اطوار سبعة کہتے ہیں۔ ایک طور سے دوسرے طور تک دس ہزار حجابات اور پورے میں اس طرح اپنے ستر ہزار حجابات طے فرما کر قربِ ربانی حاصل کیا۔

حفتہ شارح نے اس شعر میں علم سلوک کے وہ سات مقامات بیان فرمائے ہیں جن کو حضرت صوفیہ کی اصطلاح میں اطوار سبعة کہتے ہیں۔ سالکوں اور بہرین طریقہ کے لئے ان سات منزلوں کا جاننا اور طے کرنا ضروری ہے۔ جمہ نہایت اختصار کے ساتھ ان سات مقامات کی نشاندہی کرتے ہیں مگر حق تو یہ ہے کہ ان مقامات کی صحیح طور پر شرح کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے لہذا اس قسم کے

مقامات میں پیرانِ طریقت ہی کی طرف رجوع کیجئے یا خود دستوراً لکھیں دیکھا کریں۔

طورِ اول (پہلی منزل) جسم اور قالب کی ہے کہ سالک راہِ طریقت پر فرض ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے جسم اور جسدِ عنصری کی تمام حرکات و سکنات کو ضبط کر لے اور ان کو شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ فرمان لائے اور اپنے اعضاء و جوارح سے ایسی کوئی حرکت نہ کرے بیٹھے جو شریعتِ مقدسہ کی تعلیمات کے برخلاف ہو بلکہ من و عن اپنے جسم کو قہراً شریعت کے تابع کر لے۔

اس کے بعد طورِ ثانی (دوسری منزل) کا نمبر آتا ہے۔ اس طور کا نام طورُ النفس ہے۔ اس منزل میں اگر سالک نہ صرف اپنے نفس کی خواہشات ضبط کرتا بلکہ نفس کی بُری صفتوں اور ناپسندیدہ چیزوں سے بچ کر عمدہ اور بہترین اوصاف اور صفات حمیدہ اختیار کرتا ہے اور تمام حجاتِ طہسانی سے نجات پاتا ہے۔

نفس کو اچھی صفتوں سے آراستہ کرنے کے بعد سالک طورِ ثالث (تیسری منزل) کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس منزل کا نام طورُ القلب ہے۔ سالک اس منزل میں پہنچ کر ولایت کے سمندروں میں غوطہ زنی کرتا ہے اور غفلت و فضول اور دراز کار باتوں سے پرہیز کرتا ہے اور بلند مقامات کے حصول کی طرف سالک کا دل کشش کرتا ہے۔

اس کے بعد طورِ رابع (چوتھی منزل) کی طرف سالک طریقتِ رجوع کرتا ہے۔ اس طور کا نام طورُ السن ہے۔ اس منزل میں سالک پر تجلیات و مکاشفات کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ مناجات میں مشغول ہو جاتا ہے اور ماسی اللہ سے بالکل الگ ہو جاتا ہے اور وید اللہی کے لئے اس کا جوش و خروش بڑھ جاتا ہے۔

اس کے بعد طورِ خامس (پانچویں منزل) کی طرف سالک قدم رکھتا ہے۔ اس منزل کا نام طورُ الروح ہے۔ اس منزل میں اسے تجلیاتِ انعال اللہی کی حکمت نظر آتی ہے اور اس کا جوش و خروش اتنا بڑھ جاتا ہے کہ وہ آفات سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اس منزل میں سالک ملک و ملکوت کے قفس کو توڑ کر اپنے آپ کو طورِ ساوس (چھٹی منزل) میں ڈالتا ہے۔ اس کا نام طورُ خفی ہے۔ اس منزل میں سالک اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ جمالیہ و جلالیہ سے لطف اندوز اور بہرہ مند ہو جاتا ہے اور اسی منزل میں سالک پر عواطفِ لطیفہ اور عواطفِ قہریہ مرتب ہو جاتی ہیں اور خوارق

عادت امور اس منزل کی برکت سے سالک اور عارفین سے صادر ہو جاتی ہیں اور اُس سے انانیت باکُل ختم ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد ساتواں سفر غیب الغیب کا ہے۔ اس منزل میں سالک کی سیر و احوال میں کوئی حد و نہایت نہیں ہوتی۔ اس مقام کو مقامِ مَخْنُوطِیَّت بھی کہتے ہیں۔ یہ منزل ولایت کی اظہار اور سب سے آخری مرحلہ ہے۔ واضح رہے ایک منزل سے دوسری منزل تک دس ہزار حجابات طے کرنا ضروری ہے۔ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ نے بفضل اللہ یہ سب حجابات طے فرمائے تھے۔ ان سات مقامات کی طرف آیات اور احادیث میں بھی اشارت ملتی ہیں۔ پوری تشریح ضمیمہ ۲۹۲ میں دیکھیے۔ واضح رہے کہ بعض حضرات نے بجای سات طور کے پانچ پر کفایت کی ہے اور انہوں نے ان اطوارِ خمسہ کو منطقیوں کے کلیاتِ خمسہ سے تشبیہ دی ہے۔ اور بعض حضرات نے مذکورہ اطوار کے اور بھی نام تجویز کئے ہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ طورِ حین سے طورِ قالب ہی مراد ہے۔ وجہ استعارہ ظاہر ہے۔

قال السيد محمد بن الامير السيد علي الهمداني قدس الله اسرارها اعلم ان مراتب السالكين الى حضرة سبع طواريج وطور النفس وطور القلب وطور الروح وطور السر وطور الخفي وطور غيب الغيب قالوا في الطوارج الاول يتصرف بتصرفات جنسية في قلوب الفاقلين مثل الدهش المكدر فيتصومون ان التصرف من الكمال لبريتهم امرًا خارقًا للعبادة وهذا من ادنى مقامات السالكين وشنع مواقف المتصوفين والسالك ما لم يبلغ في الطوارج التابع لم يمكن الوصول الى مقام التمكن و من كل طوارج الى طوارج اخر عشرة الاف حجاب من نورٍ ظلمة وقيل ان الحجب كلها في النفس والقلب والروح لا غير ولا يخطر ببال ان الحجب الظلمانية كائنة في هذه الاطوار والحجب النورانية حاصلة في الطوارج الخفية وكما يتوهم المحجوب ان الحجب حاصلة لله تعالى كما يفهم من لفظ الحد بل الحجاب من طرف العبد لان الحجب كلما تولدت من وحشة العبد الى الله والشغل بعينه لا غير فيكون الحجب من طرف العبد كيف وان الله تعالى اقرب اليامن وريدنا وهو يعلم وينصر ما يخفى وما يعلن۔ ودرستورہ دیگر متن این بیت باین عبارت مسطور ہے۔



پیر طورِ قالب و ہم نفس و قلب و سر و روح ہم خفی کردہ بغیب الغیب ہم اظہر شد است  
سیر کردہ عالم ملکوت را جبروت ہم باز در لایہ مورخ جان او اینر شد است  
سَارِي فِي عَالَمِ مَلَكُوتٍ وَ جَبْرُوتِ سُوِي  
ثُمَّ فِي اللّٰهُوتِ طَيْرٌ رُّوحُهُ قَدْ سَئِرَا

ترجمہ :- آپ نے عالمِ ناسوت سے گذر کر عالمِ ملکوت و جبروت کی برابر سیر فرمائی۔ ان عالموں کے  
اسرار و حقائق جاننے کے بعد آپ کی عقابی روح عالمِ لاموت کی طرف پرواز کر گئی اور ربانی تجلیات  
کے دیدار سے پورے طور پر مشرف ہوئے۔

حضراتِ صوفیہ کے نزدیک ہر ایک شیخِ طریقت اور ہر ایک رہبرِ کامل کے لئے درجِ ذیل  
چار عالموں کی سیر کرنا اور ان کا عبور کرنا نہایت ضروری ہے۔ وہ چار عالم یہ ہیں :- (۱) عالمِ ناسوت -  
(۲) عالمِ ملکوت (۳) عالمِ جبروت (۴) عالمِ لاموت۔ عالمِ ناسوت سے وہ عالمِ مراد ہے جس کا علم  
و ادراک حواسِ خمسہ سے ہوتا ہے۔ اس عالم کو عالمِ ملک، عالمِ خلق، عالمِ محسوس، عالمِ شہادت اور  
عالمِ صورت بھی کہتے ہیں۔ عالمِ امر، عالمِ معقول، عالمِ غیب یعنی امورِ مشخّصہ کو عالمِ ملکوت کہتے ہیں۔  
عالمِ جبروت سے عالمِ روح، عالمِ مابیات اور اشیاءِ بالقوت مراد لیتے ہیں۔ عالمِ لاموت سے  
مراد وہ عالم ہے جو مادہ، صورت، امر، روح، مابیات اور امورِ موجودہ بالقوت سے بالکل الگ  
تھلگ ہے۔ اس میں خالص مظاہرِ رحمانیہ اور صفاتِ الہیہ ہیں۔ ان کا تعلق ان حواس اور مادی  
مشاعر سے نہیں ہوتا اور ظاہری عقل و خرد اور فلسفیانہ خشک تخیل اس عالم میں کام نہیں آتا۔ اس  
میں صرف وہ مقدس اربابِ معرفت غوطہ زنی کرتے ہیں جو علمِ نبی مآبِی و احسنِ ادبِی کی باگشاہی  
سے خوشہ چین اور ریزہ چین ہوتے ہیں اور جب تک مُرشدِ حقانی اور پیرِ مغان ان عالموں کی سیر نہ

۱ قال فی الملجد الجبروت والجبروت صیغۃ مبغیۃ بمعنی القدر والسلطنۃ والعظۃ  
۲ الملکوت ملک عظیم العز والسلطان والملکوت السماوی وهو محل القدرستین۔  
۳ ماخوذ من قولہ عزوجل "فما جعل بیننا و بینک فرعداً الا خلفہ نحن ولا انت مکانا سوی"۔  
۴ عالمِ لاموت عالم ذاتِ الہی جس میں رک کو مقامِ فنا فی اللہ کہ دجیہ نسل ہوتا ہے۔ (فیروز المغان)  
۵ الالف للاشباع

کہے اور جب تک وہ ان عوامل کے آسرا سے واقفیت بہم نہ کرے تو وہ اس وقت تک اپنے مریدوں کو  
نفسانی خطرات و وساوس اور شیطانی خیالات و ہماک سے بچا نہیں سکتا۔ حضرت شارح رحمہ اللہ  
فرماتے ہیں کہ ہمارے پیر کامل محذومنا، محبوبنا و محبوب العالم نے ان عالموں کی خوب سیر فرمائی ہے  
اس لئے وہ اصلاح باطن کے بہت بڑے طبیب اور شہسوار ہیں۔

ما نشان سیر محبوبی بسیرش یا فتیم زانکہ کشنش از عبادت بیشتر مظهر شد است

فِي مَسِيرِهِ وَجَدْنَا سَيْرَ مَحْبُوبِيَّةٍ  
كَشَفَهُ قَبْلَ الْعِبَادَةِ كَثِيرًا أَظْهَرَ

ترجمہ: ”ہم نے آپکی سیر و احوال میں آپ کے محبوب و مطلوب ہونے کے نشانات پائے  
ہیں کہ آپ نے بلوغیت، سخت عبادتوں اور دشواری ریاضتوں سے پہلے ہی کشف و کرامات ظاہر فرمائے۔“  
محبوب اس ولی کامل کو کہتے ہیں کہ جس سے عبادت و ریاضت سے پہلے ہی کشف و کرامات  
کا صدور ہو جائے۔ حضرت ناظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت محبوب العالم کے حالات مبارکہ پڑھنے اور  
سننے سے ہمیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ آپ بارگاہِ انہی میں محبوب و مطلوب ہیں کیونکہ آپ سے  
وہودت کے آیام ہی سے کشف اور خارق عادت اور سرزد ہوتے ہیں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ ولایت دو قسم ہے۔ ایک عطا فی او۔ دوسری کسی۔ ولایت عطا فی وہ ہے  
کہ ولی مجذوب بتانی کشش اور اس کی عنایت سے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچ جائے۔ اس قسم کی ولایت  
نادر الوجود اور بہت کم ہوتی ہے۔ ولایت کسی اس ولایت کو کہتے ہیں کہ سالک راہِ طریقت سخت مجاہد  
اور بنہ اتہا عبادت و ریاضت سے ولایت کے درجہ تک پہنچ جائے۔ اس قسم کی ولایت میں جمعی یک  
گوئے عنایت انہی صاحب ولایت کے شامل حال ہوتی ہے۔ جس ولی کا جذبہ اور کشف ریاضت  
سے پہلے ہی ظہر ہو جائے، حضرت صوفیہ کی اصطلاح میں اسکو مجذوب محبوب مراد محفوظ اور

نه نصير راجع الى الشيخ: "المراد بالتير هنا ارتقاء الشيخ الى منازل السالكين و  
صعوده الى حضرة القدس بحيث يفتن القلب انه محبوب ومراد: "المراد الثاني  
واقفة في مقام التعليل. وكشفه" مفعول مقدم "لاظهره" لان فيه للاشباع

معصوم کہتے ہیں۔ محبوب جو بھی کام کرے اُس کو اُس پر گرفت اور مواخذہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے منشا کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا۔ محبوبیت کی شان ہمارے پیغمبر کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بطریق اتم پائی جاتی ہے۔ اسی محبوبیت کی ایک جھلک اور آپ ہی کی معصومیت کی ایک شعاع خاص خاص اولیاء میں بالطبع پائی جاتی ہے۔ حضرت محبوب العالم بھی محبوبیت میں ممتاز ہیں مگر یہ سب کچھ آپ کو حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہو گیا۔ پھر سمجھیے کہ ہزاروں اولیاء امت اور ہزاروں محبوبان بارگاہ جباریت کی ولایت و رفعت حضرت خاتم المرسلین کی نبوت عالیہ اور رسالت کاملہ کے سامنے وہی نسبت رکھتی ہے جو جرم زمین کی آسمانی فضا اور اُس کی وسعت کے سامنے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی نے

اپنے اس شعرے آنچہ دادست ہرنی راجام : داد آں جام را مرا تمام  
اور اسی قسم کے درخون شعروں میں آفتاب نبوت محمدی پر اپنی برتری و بالاتری کا ادعا کیا تو تمام علماء امت نے اس کو اور اس کے پیروؤں کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دیا۔ حفظنا اللہ من شوروہ ووسا۔  
خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت ناظر فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت محبوب العالم سے شروع ہی سے کمالات و کرامات اور کشف و خوارق عادت امور صادر ہوئے ہیں اس لئے ہم قدرتی طور پر اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ آپ محبوب اور مراد ہیں کیونکہ محبوبیت کی علامت ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ محبت کی علامت پوشیدہ ہوتی ہے اور یاد رکھنا چاہیے کہ شیخ کامل اور پیر طریقت کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ بیک وقت محب، محبوب، طالب، مطلوب، عاشق، معشوق، کامل، مکمل، سالک، مجذوب، مجذوب سالک ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ متحیر، مستغرق، کرسکر و صحو اور استغراق و محو اس کی حرکت و رفتار برابر جاری رہتی ہے۔ حضرت محبوب العالم میں یہ تمام مدارج حاصل ہی نہ تھے بلکہ آپ ان مدارج و مقامات کے منبع اور سرچشمہ تھے۔

ہوش درم خلوت اندر سخن ہم حال است او مرقی ہم خلوت ہم بصحبت شد است

حَفِظْ نَفْسَ فِي التَّخْلِیِّ وَالتَّجَلِّيِّ شَانَهُ

وَهُوَ مَوْلَانِي وَهَادِي كَامِنًا وَظَاهِرًا

ترجمہ :- ”غلاما اور وحدت و اجتماع میں آپ کی ہر سانس یا دُخدا میں گذرتی ہے اور آپ کا حال یہ ہے کہ اپنی ہر سانس کو غفلت طاری ہونے سے بچاتے ہیں۔ وہ باطن و ظاہر میں میرے مرنے اور رہنے کا ریل میں۔“

حضرت شارح رحمہ اللہ نے شرح اصطلاح نقشبندیہ کے حوالہ سے ہوش و دردم کی اس طرح تعریف کی کہ :- ”ہر نفس کہ از سالک برمی آید و فرزند میرود و واقف باشد از سر حضور بود و غفلت راہ نیابد“ کہ ہوش و دردم سے یہ مطلب ہے کہ سالک راہ طریقت نفس یعنی سانس چڑھانے اور سانس اُتارنے میں حاضر دل ہو اور غفلت و بے حضوری سے کوئی سانس نہ لے۔ اور خلوت اندر انجمن کا یہ مطلب بتایا ہے کہ ”بظاہر در میان مردم باشد و باطن از حق سبھا و تعالیٰ غافل نباشد۔ خلوت در انجمن سے یہ مراد ہے کہ سالک وہ ہے کہ جو خلوت یعنی مخلوق میں رہ کر بھی یا دُخدا میں لگا ہوا ہو۔ بعض اباب حال نے ہوش و دردم سے یہ مراد لیا ہے کہ ایک سانس سے دوسری سانس کی طرف جو انتقال ہوتا ہے اس میں بھی آگاہ اور حاضر دل ہو یعنی یا دُخدا سے غافل نہ ہو۔ تقریباً دونوں تعریفوں کا مآل اور مطلب ایک ہی ہے۔ ہم نے ہوش و دردم کا جو ترجمہ حفظ النفس سے کیا ہے وہ بحمد اللہ دونوں تعریفوں پر چسپاں ہو گیا ہے۔ حضرت نقشبندیہ کثر اللہ امثالہم ہوش و دردم میں ممتاز ہیں چنانچہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی نے فرماتے ہیں کہ :- ”بنامی طریقہ ما خلوت در انجمن است بظاہر با خلق و باطن با حق۔“

۱۔ عرفہ المحدث الکبیر لشاہ ولی اللہ الدہلوی رحمہ اللہ فی قول الجمیل ھکذا یتیقظ فی کل نفس فلا یزال متیقظاً متفحصاً عن نفسه فی کل نفس هل هو غافل او ذاکر۔ ہذا طریق التدریج الی درام الحضور و ہذا للمبتدی فاذا توسط فی السلوک فلیکن متفحصاً عن نفسه فی کل طائفة من الزمان مثلاً ان یتأمل بعد کل ساعة۔ هل دخلت فیہ غفلة ان لافان دخلت غفلة استغفر و عزم علی ترکہا فی المستقبل و ہذا حتی یصل الی الدوام و یتبی ہذا الاخیر بوقوف الزمان و استخرجة خواجہ نقشبندیہ لما راہی ان التوجیہ الی علم العلی فی کل نفس یشوش حال المتوسل فانما اللائق بی الاستغراق فی التوجیہ الی اللہ بحیث لا یرحمہ علمہ ہذا التوجیہ۔ انتہی ما فی قول الجمیل :- ۱۔ قال المتنبی :-

ویرم کلیل العاشقین کمنشہ : تخبر ان المافوتہ تکذب  
وقال ردی الاعداء تسری الیہم : ونازلک فیہ ذوالالدلیل المحجب



ہمارے روحانی سلسلہ کی بنیاد اس بات پر ہے کہ سالک بظاہر محافل و مجالس میں ہو مگر اس حال میں بھی اس کا دل حضرت حق کی یاد سے معمور اور منور ہو۔ حضرت نے اس مضمون کو شعر میں یوں دیکھا ہے

ازدروں شو آشنا و ز برون بیگانه دوش : این چنین زیار دوش کم می بود اندر جہاں

ہوش دروم چه بود دست یار و شہودش و اما زانکہ بنیاد دیدہ سترن بی بیصہر شد است

حِفْظُ نَفْسٍ لَيْسَ إِلَّا وَصْلُ حَقِّ سَرْمَدًا

لَطْفُ بِي بِيصْرِ عَيْنِي سِرِّهِ قَدْ أَبْصَرَا

ترجمہ ۱۔ آپ کے ہوش دروم ہونے سے یہ مطلب ہے کہ آپ ہمیشہ محبوب حقیقی کے دیدار سے سرفراز ہوتے ہیں۔ کیونکہ بی بیصہر کی غنایت الہی نے آپ کی دیدہ باطن کو بینا بنا رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی کوئی سانس یا ایک سانس سے دوسری سانس کی طرف انتقال غفلت سے نہیں ہوتا بلکہ آپ کو مقام شہود اور حضور علی الدوام حاصل ہے۔ یہ سعادت بہت کم خوش نصیبوں کو میسر ہوتی ہے۔

اس شعر میں بی بیصہر کا لفظ آیلہ ہے۔ قبا حرف جر اور تی ضمیر متکلم مجرور ہے۔ جار اپنے مجرور سے مل کر بیصہر سے متعلق ہے۔ یبصرو صیغہ واحد مذکر غائب، فعل مضارع معروض ہے۔ پس اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مجھ ہی سے یا میری مدد سے یا میری ہی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اصل یہ لفظ حدیث قدسی کا ایک جملہ ہے۔ پوری حدیث قدسی با ترجمہ ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم حضرت حق سے حکایت بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما تقرب الی متقرب بمثل اداء ما افترضت علیہ ولا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احببہ فاذا احببته کنت لہ سمعاً و بصراً

لہ قولہ "لطف بی بیصہر مبتداً وقولہ "قد ابصرا" خبرہ۔ وغینتی سیرہ مفعولاً مقدماً۔ ابصیر من الابصار بمعنی بینا کون کذا فی مفتاح اللغات والباقی اظہر واثبتہر واضاف لفظ اللطف لبرعاۃ المعنی والقربۃ المعنویۃ۔ ثم لا یخفی ان فی الشعر صنعة تلمیح وحمی من المحسنات

وَلِسَانًا وَبَدًا وَرِجْلًا فَبِي يَسْمَعُ وَبِي يَبْصُرُ وَبِي يَبْطِشُ وَبِي يَمْشِي كَمَا فَرَضُوا  
 کے بعد سب سے بہتر عمل جو میری نزدیکی اور میری رضامندی کا موجب اور نجات کا سبب  
 بن جاتا ہے وہ یہ ہے کہ میرا بندہ کثرت سے نوافل پڑھتا رہے۔ پس جب کہ میرا بندہ  
 پیوستہ نوافل کے ذریعہ میری نزدیکی اور رضامندی ڈھونڈتا رہے تو اُس کے حق میں  
 اُس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور اسے اپنا محبوب و مخصوص  
 بنانے کے بعد میں اُس کا کان، اُس کی آنکھ، اُس کی زبان، اس کا ہاتھ اور اُس کا  
 پاؤں بن جاتا ہوں تو وہ اس حال میں پہنچ کر میرے ہی کان سے سُنتا، میری ہی آنکھ  
 سے دیکھتا، میرے ہی ہاتھ سے پکڑتا اور میرے ہی پاؤں سے چلتا ہے یعنی اس کے باطنی اور  
 ظاہری اعضاء میری مرضی کے تابع بن جاتے ہیں اور وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو ربانی  
 مقصد کے برخلاف ہو۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس حال میں پہنچ کر اس کے ساتھ میری نصرت و  
 مدد ہمراہ رہتی ہے کہ اُس کا ظاہر و باطن جس چیز کا طلب گار اور خواہشمند ہو وہ ضرور  
 ہو کر رہیگا۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث سُبَّتْ اَشْعَثُ الخ سے اسکی تائید ہوتی ہے۔  
 یہ حدیث قدسی سمجھنے کے بعد متن کے شعر کا مقصد سمجھ لیجئے۔ حضرت خاکی رحمہ اللہ  
 فرماتے ہیں کہ حضرت محبوب العالم ج ہمیشہ بُشیر دم اور بیدار دل رہتے ہیں۔ آپ کی سانس  
 غفلت و بے حضوری سے صادر نہیں ہوتی بلکہ آپ مقام شہود اور حضور تجلیات الہیہ میں  
 ہمیشہ رہتے ہیں۔ یہ بڑا مقام آپ کو اس لئے حاصل ہوا کہ آپ متذکرہ حدیث قدسیہ کے  
 مصداق ہو چکے ہیں۔ حضرت تینا و مولانا میر سید علی ہمدانی قدس اللہ اسرارہ نے متن کے شعر کا  
 مطلب اس طرح ادا فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ہر کون دید روشن کو در دو عالم آمد ہ آنرا کہ دیدہ و اشد بینا بود ہمیشہ

اور فرماتے ہیں۔ از کنار خویش می یا بم دادم بوی یار

زاں می گیرم ہمیشہ خوشین را در کنار

واضح رہے کہ عارف باللہ اور ولی با صفا کو ہرگز اس وقت تک دوام حضور حاصل نہیں

ہوگا جب تک کہ وہ وحدت الوجود کے اونچے مقام تک نہ پہنچے۔

عارف است کاین باین ز سر و حدش نیست مانع صورت چیزی کہ متکثر شد است

عَارِفٌ بِاللّٰهِ كَايِنٌ بِخَلْقِ بَايِنٌ  
لَمْ تَعْقُهُ الْكَثْرَةُ عَنْ سِرِّ وَحْدَةٍ عَابِرًا

ترجمہ: آپ عارف باللہ ہیں۔ ظاہری طور مجالس و مخلوقات میں شامل اور دل کے اعتبار سے اُن سے الگ اور اللہ تعالیٰ سے واصل ہوتے ہیں۔

شارح اپنے پیر کامل حضرت محبوب العالم کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ سچے طور پر خدا شناس ہیں کہ اس کی یاد اور ذکر و فکر کے ساتھ ہمیشہ ہوتے ہیں اور جس وقت آپ جلوت اور مجلسوں میں ہوتے ہیں اُس وقت بھی آپ کا دل مبارک اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ آپ مخلوقات و گوناگون تشخصات اور بے شمار تعینات و جزئیات کو مظاہر حق سمجھتے ہیں۔ اور ہر چیز کی طرف آپ چشمِ عبرت بین سے دیکھ کر اُس سے پند و نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اس بنا پر جب عارف کے متعلق یوں سوال کیا جاتا ہے کہ مَنِ الْعَارِفُ؟ عارف باللہ کی جامع تعریف کیا ہے؟ اہل اللہ نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے: ہو کاین باین یعنی مع الخلق بالظاہر باین عنہم بالسر۔ عارف باللہ وہ ہے جو بظاہر خلق خدا کے ساتھ رہتا ہو

۱۔ مرفوع علی الخبر و اصل العبات ہو کاین مع الخلق باین منهم۔ و باین خبر ثان لہو۔

۲۔ فی هذا الشعر صنعة الطباق والتضاد وهو من المحتات المعنوية من فہام مصنف تلخیص البفتاح۔ الجمع بین متضادین ای معنیین متقابلین فی الجملة وهذا المعنى یحصل فی

کاین و باین کمالاً یحقی۔ ۳۔ المراد من سیر الوحده انسا و حدة الوجود واسرار الہیة۔

۴۔ حال من الضمیر المنصوب فی لم تعقه ومعنی العابر ہر سنا عبرت پکڑنے والا۔

ومنہ قول اہل العرب اللہم اجعل لنا ممن یعبر الدنیا ولا یعبرہا۔ اللہ ہم کو ان

لوگوں سے بنا جو دنیا سے عبرت حاصل کرتے ہیں اور بغیر تیری رضا مندی حاصل کئے جلدی مرتے نہیں

و باینہ سمع۔ کل ذلك من مصباح اللغات۔

اور دنیا کی ذمہ داری بھی نبھاتا ہو اور زندگی کے ہر پہلو سے آگاہ ہو کر عملاً اس سے پورا وابستہ ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا دل غافل نہ ہو اور ہر آن اور ہر سانس میں یادِ خدا میں محو اور مستغرق ہو۔ اسی بنا پر بعض عارف باپِ حال نے فرمایا الصوفی کاین باین حقیقی صوفی بنظاہر خلقِ خدا کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے مگر اس کا دل ان سے الگ اور ربِّ الالباب کی یاد میں مست ہوتا ہے اور وحدت الوجود کے رموز و اسرار کے ساتھ معمور و سرشار ہوتا ہے۔ متنوع کلیات اور قسم قسم جزئیات وحدت الوجود کے اسرار سے اسے مانع نہیں بن جاتی۔ اور یہ وصف اور یہ کمال حضرت محبوب العالمؒ میں پورے طور پر پایا جاتا ہے۔

مخلصار صحبت اور موجب جمعیت است      تایبان بیعت اور سد اسکر شد است

صُكْبَةُ الشَّيْخِ تَكُونُ مَرْوَحَةً لِلْمُخْلِصِينَ  
بَيْعَتُهُ لِلتَّائِبِينَ سَدٌ سِكَندَرٍ مَنْصَرًا

ترجمہ :- آل جناب کی صحبت اخلاص مندوں کے لئے اطمینان قلب اور پریشانی دور ہونے کی موجب اور سبب ہے اور سچے دل سے توبہ کرنے والوں کے لئے آپ کی بیعت مدد اور قوت میں سکندرِ ذوالقربین کی دیوار کی طرح ہے۔

حضرت شاہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت محبوب العالم کی صحبت سے بشرطیکہ وہ اخلاص و نیاز اور عاجزی و انکاری سے ہو اطمینان قلب اور حضورِ دل حاصل ہوتا ہے یہ آپ کے کامل و مکمل ہونے کا بڑا ثبوت اور برہان ہے کیونکہ صوفیاء کرام نے مرشدِ کامل اور رہبرِ طریقت کی یہی علامت بتائی ہے کہ انکی صحبت و رفاقت سے نفسِ امارہ کی کشمکش اور بواہوسی دور ہو جائے اور دل میں حضور اور عشقِ الہی کی آگ بڑھک جائے۔ اگر مرشد کی صحبت سے یہ بات حاصل نہ ہو جائے تو اس سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔ جیسا کہ اس میدان کا ایک شہسوار کہتا ہے۔

ع      بابر کہ نشستی و نشد جمع دولت      وز تو نرمیدند ز حمت

ز بہارِ صحبتش گریزان می باش      ورنہ کند روح غریزان محلت

کہ اگر مرشد کی صحبت سے تم کو اطمینان قلب نصیب نہ ہو جائے اور اس کی توجہ اور مہربانی سے



بشریت کے گندہ اور ناکارہ خطرات تم سے زایل نہ ہو جائیں تو ایسے مُدعی ارشاد سے دور ہو جاؤ۔ ورنہ وہ تم کو مُکدر اور خفت میں ڈالے گا۔

واضح رہے کہ اس شعر سے بزرگوں کی صحبت کی افادیت اور پیرانِ طریقت سے بیعت حاصل کرنے کی اہمیت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ ان دونوں باتوں کے بغیر روحانی کمال اور نیک اعمال میں برکت اور خطراتِ بد سے نجات پانا بہت مشکل ہے جس کی کچھ تفصیل ہم نے سیرتِ سُلطانِ العارفین حصہ اول میں کی ہے۔ اس وقت ہم حضرت پیرِ رومی رحمہ اللہ کے اس شعر پر کفایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں :-

بنی عنایاتِ حق و خاصانِ حق : گر ملک باشد سیاہ سیم مستش ورق

کہ اللہ تعالیٰ کی ازلی عنایت اور اس کے مقرب اور پارہ ساندوں کی بہبری و توجہ کے بغیر کوئی بھی بندو قرب و نجات سے ہم کنار نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ چیز میسر نہ ہو آدمی کیا اگر بالفرض فرشتہ بھی ہو اس کا دفتر بھی سیاہ اور ناصاف ہو کر رہ جائے گا۔ اس لئے سعادت مند اشخاص قرآن و حدیث جانتے اور اس کے مطابق عمل کرنے کے باوجود مرشدِ کامل کی تلاش اور نیک لوگوں کی صحبت کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

سالہا شد رخصتِ ارشاد و بیعتِ یالیک <sup>فت</sup> محرز از شیخی و بابائی لنگر شُراست  
مَذِیْنِ نَالِ اِرْشَادٍ اَوْ بَعِیْتِ الشَّیْخِ  
مِنْ دَعَاوِیْ وَعِظَامَةٍ وَشَهْرَةٍ نَافِلًا

ترجمہ :- آپ نے کئی سال سے پیرانِ طریقت اور اربابِ معرفت سے اذکار و اوراد کی اجازت و بیعت پورے تسلسل کے ساتھ حاصل کی ہے مگر کمال احتیاطیہ کے کہ شہرت سے بچنے کے لئے اس کا اظہارِ نام نہ کیا۔ اور اسی طرح آپ شیخیت کے ادعا اور لنگر سازی سے پرہیز فرماتے ہیں کیونکہ ان چیزوں سے آدمی کی شہرت ہوتی ہے جسے اہل اللہ اور خاصانِ خدا پسند نہیں فرماتے ہاں اگر انہیں شہرت و فتنہ میں پڑنے کا احتمال نہ ہو تب وہ بقدرِ ضرورت خانقاہوں، لنگروں اور مریدوں کی طرف بھی توجہ دیتے ہیں مگر ابتدائی احوال میں خلوت گزینی گوشہ نشینی انہیں بہت

زیادہ بھاتی ہے جیسا کہ رسالہ تفسیر یہ میں مذکور ہے۔

مِنْ آدَابِ الْمُرِيدِ بِنَ أَنْ لَا يَتَعَرَّضُوا لِلتَّصَدُّقِ وَأَنْ يَكُونَ لَهُمْ قَلَمِيذٌ  
أَوْ مُرِيدٌ فَإِنَّ الْمُرِيدَ إِذَا عَدَا مَرَادًا قَبْلَ خَمُودِ بَشَرِيَّتِهِ وَسَنُوطِ آفَاقِهِ فَهُوَ  
مَخْجُوبٌ عَنِ الْحَقِيقَةِ لَا يَنْفَعُ أَحَدًا إِرْشَادُهُ وَتَعْلِيمُهُ.

ترجمہ: مریدوں کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ وہ تکلف کر کے اپنی طرف سے کچھ نہ  
کہا کریں اور شاگردوں اور مریدوں کے بنانے سے بھی کنارہ کش رہا کریں کیونکہ اگر مرید بشریت  
کی آلائش و جراثیم اور آفت و شہرت کی آگ بجھنے سے پہلے مراد اور شیخ بن جائے تو وہ خود  
حقیقت و اصلیت سے محجوب ہوگا اور اس کا قلب و دماغ ناصاف ہوگا۔ اس کا ارشاد و تعلیم  
فردہ برابر فائدہ نہیں دے گی۔ مثل مشہور ہے "خُفْتَةُ رَاخُفْتَةِ كُنْدٍ بَيَارٍ" سوتے ہوئے کو  
بیدار ہی ہوشیار کر سکتا ہے اور جو سویا ہو اور خوابِ غفلت میں پڑا ہوا ہو وہ دوسرے کو  
کیا بیدار کر سکتا ہے بلکہ وہ دوسروں کی گمراہی اور شقاوت کا سبب بن جائے گا۔

یہ وہ تشریح ہے جو قریب قریب تنفس نے خود دستور السالکین میں اپنے قلم گوہر  
رقم سے فرمائی ہے۔ افسوس ہے کہ ایک طرف بزرگوں کی یہ تحقیق اور احتیاط اور دوسری طرف  
عصر حاضر کے مذہبی طبقہ کی طرف نظر ڈالنے پر خواہ وہ شریعت کے مقدس تخت پر متمکن ہوں  
یا طریقت کے سجادہ پر فائز ہوں تو ایسا نداری سے معلوم ہو جائے گا کہ شریعت و طریقت کے  
بگڑنے اور عام لوگوں کے اسلام سے دور ہونے کے باعث یہی حضرات ہیں کہ خود حقیقت  
حال سے پورے نابلد ہونے کے باوجود امامت و خلافت اور دینی ولایت کا دعویٰ کر کے بندگان  
حق کو حق سے بیگانہ اور تہی ماہ بنا تے ہیں۔

۱۰ حَرْفٌ جَزْ مَتَعَلِقٌ بِفَعْلٍ بَعْدَهُ -

۱۱ فَاعِلُهُ هُوَ الْمَسْتَتِرُ الرَّاجِعُ إِلَى حَضْرَةِ الشَّيْخِ عَزَّ وَجَلَّ رَحْمَةً مِنَ اللَّهِ عَلَيْهِ -

۱۲ مَعَ مَعْطُوفٍ مَفْعُولٌ بِهِ لِئِنَّ -

۱۳ مِنْ دَعَاوِي مَعَ مَعْطُوفِيهِ مَتَعَلِقٌ بِئِنَّ بَعْدَهُ -

بیشتر خواہد ملوئی و خمول و نیستی گرچہ اندر عالم ارشاد و سر لشکر شادرت

رُبَمَا يَهُوِي الْمَلَامَةُ وَالْخُمُولُ وَالْفَنَاءُ  
وَهُوَ فِي عَالَمِ ارْتِشَادٍ لِأَضْحَىٰ أَوْ مَرًّا

ترجمہ :- آپ منبع کمالات اور سرچشمہ روحانیت ہونے کے باوجود شہرت و ریاست سے بچنے کی غرض سے عام طور پر ملامت گنہامی اور فنا و نیستی کے خواہشمند اور طلب گار رہتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ عام ارشاد اور ربانی لشکر معرقات و کامیابین کے سردار اور بہت بڑے امیر ہیں۔

حضرت محبوب اللہ المہر اخلاص کی بنا پر گاہ گاہ ایسے کام کرتے ہیں جو شریعت کے پورے طور پر مطابق ہوتے ہیں مگر لوگوں کے رسم و عادت کے خلاف ہوتے ہیں۔ اس سے آپ کا مقصد عوام کی نظروں سے دور رہنا ہوتا ہے کیونکہ شہرت میں پڑنا اور عوام کے معاملات کے ساتھ شریک رہنے کی وجہ سے آدمی یا دُخدا سے غافل رہتا ہے۔ اس کے برخلاف خلوت گزینی میں ذکر و فکر کا بھی پورا وقت ملتا ہے اور شہرت و ریاست سے بھی حفاظت ہوتی ہے۔ اسی نکتہ کی طرف آن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے الْخُمُولَةُ رَاحَةٌ لَا يَرْضَاهَا وَاحِدٌ وَالشَّهْرَةُ آفَةٌ كُلُّ يَرْضَاهَا (کذا فی الشرح)

گنہامی اور تنہائی موجب راحت ہے مگر اُسے ایک شخص بھی پسند نہیں کرتا اور شہرت اور حد سے زیادہ عوام کے معاملات میں گرفتار ہونے سے آدمی آفت اور عقلمندی میں پڑ جاتا ہے مگر لوگ اس کی طرف لپکتے ہیں۔

امام قشیری رحمہ اللہ سورہ بقرہ کی اس آیت ان الذین یکتومون ما انزل اللہ

- ۱۔ من ہویہ یہواہ ہوی محبت کرنا خواہش کرنا صفت ہون۔  
 ۲۔ لامہ یلومہ نوماً و ملاماً و ملامۃ فی کذا و علی کذا۔ ملامت کرنا صفت فاعلی لام و صفت مفعول  
 ۳۔ مضمر ارتشاد یقال رشداً و ارتشاداً ای کذا و علیہ ولین۔ بیت اور رہنمائی کرنا۔ معلوم و معلوم  
 ۴۔ اللام للتأكيد  
 ۵۔ اسم تفضیل من امر والمعنی ظاہرہ

مِنَ الْكُتُبِ وَيَشْتَرُونَ بِهَا ثُمَّ قَلِيلًا أَوْلَيْتُكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّاسُ الْخَافِيَةَ فِي تَفْسِيرِهَا فَرَمَاتے ہیں۔ الْعُلَمَاءُ مُطَابِقُونَ بِنَشْرِ دَلَائِلِ الْعِلْمِ وَالْأَوْلِيَاءُ مَأْمُورُونَ بِحِفْظِ وَدَأْعِ السِّرِّ فَإِنْ كَتَمَ هُوَلَاءُ بِرَاهِينَ الْعُلُومِ الْجَمُوعِ بِلِجَابِ مِنَ النَّارِ وَإِنْ أَظْهَرَ هُوَلَاءُ مِنَ السِّرِّ عُنُوجًا لِيَبْعَادَ الْأَسْرَارَ وَسَلَبَ مَا أُوتُوا مِنَ الْأَنْوَابِ وَلَكِنْ حَدُّ وَعَلَى كُلِّ أَمْرٍ.

ترجمہ:- علماء اسلام اس بات کے مکلف ہیں کہ وہ دین اسلام کو دلائل و براہین سے پھیلائیں اور توحید و رسالت اور احکام شرعیہ کی حکمت و اہمیت بندگان خدا کے سامنے پیش کریں اور اس کے برخلاف اولیاء اللہ کو حکم ہے کہ وہ اپنے حاصل شدہ اسرار و معارف لوگوں سے چھپائیں اور انہیں ان پر واقف نہ کریں ورنہ فتنہ و فساد اور تعطل شرائع ہونے کا خطرہ ہے۔ فرماتے ہیں پس اگر علماء دین احکام اور اوامر شرعیہ کو چھپائیں گے تو قیامت کے دن ان کے مُنہ میں جہنم کی لگام ڈالی جائے گی کہ یہ کتمانِ علم کی سزا ہے۔ اور اگر اولیاء اللہ اپنی کیفیات عوام کے سامنے ظاہر کریں گے تو ان سے فوراً حاصل شدہ معارف و اسرار سلب ہونگے۔ ہر جماعت کے لئے ایک مقررہ حد ہے اور ہر ایک گروہ ان میں سے خاص خاص احکام کے تابع اور مکلف ہے۔

اسی اصل کی بنا پر حضرت سلطان العارفين رحمۃ اللہ علیہ بھی گوشہ نشینی اور تنہائی کے طلب گار تھے۔ یہ آپ کے کمالِ اخلاص اور باخدا ہونے کی دلیل ہے۔ حضرات صوفیہ کی کئی جماعتیں ہیں جن میں سے ایک فرقہ ملاویہ ہے وہ قصداً ایسا کام کرتے ہیں جس سے عوام انکی ملامت کرنے لگتے ہیں اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عوام پر ان کا کمال و جمال پوشیدہ ہے۔ اس فرقہ کے بھی تین گروہ ہیں۔ ۱۔ آدمی خود اپنے معاملات میں ٹھیک ہو پھر بھی اگر مخلوق اس کو ملامت کرے تو اس کی مطلق پروا نہ کرے۔ مثلاً شیخ ابو طاہر حریری ایک بار بازار میں جا رہے تھے۔ ایک آدمی نے ان سے کہا اے پیرِ ندیق کہاں جاتا ہے؟ ان کے ایک مُرید نے اس سے جھگڑا کرنا چاہا مگر پیر نے مُرید کو اس سے روکا اور جب گھرتے تو مُرید کو بہت سے خطوط دکھائے جن میں ان کو کسی نے شیخ زکی کسی میں شیخ زابد کسی میں شیخ الاسلام اور کسی میں



شیخ الحرمین کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا اور مرید کو فرمایا کہ ہر شخص اپنے اعتقاد کے مطابق جو چاہتا ہے مجھ کو کہتا ہے۔ یہ سب القاب ہیں۔ لہذا کوئی مجھ کو زندقہ کہے تو اس کے لئے جھگڑا کیوں کیا جائے۔

۲۸ دوسری وہ جماعت ہے کہ دنیا کی جاہ و حشمت سے منہ موڑ کر خدا کی جانب مشغول ہو۔ اور لوگوں کی ملامت کو روا رکھتی ہو کہ دنیا کی طرف مایل نہ ہونے پائے۔ مثلاً ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ رمضان کے مہینے میں سفر حجاز سے اپنے شہر میں واپس آئے تو لوگوں نے بہت ہی اعزاز و اکرام سے ان کا استقبال کیا۔ اس خیر مقدم میں وہ خدا کی یاد سے غافل ہو گئے۔ انہوں نے اسی وقت غلامیہ طور پر اپنی آستین سے نکیہ نکال کر کھانا شروع کر دیا۔ یہ اس لئے ان کے لئے مجاز تھا کہ ابھی سفر کی حالت میں تھے مگر جب عام لوگوں نے نکیہ کھاتے دیکھا تو انکی ملامت کرنے لگے۔ ان سے برگشتہ ہو گئے۔ ابو یزید نے قصداً ایسا کیا تاکہ وہ دنیا اور دنیا والوں کی طرف متوجہ نہ ہونے پائیں۔

۲۹ تیسرا وہ گروہ ہے کہ ضلالت و گمراہی میں مبتلا ہو اور اس سے خلق کی ملامت کے ڈر سے باز آنا محض نفاق اور ریاکاری سمجھتا ہو۔ یہاں تک کہ شریعت کو بھی ترک کر دیتا ہو۔ یہ برگز جاز نہیں کیونکہ شریعت مقدسہ کے خلاف کرنا کسی بھی حال میں اور کسی بھی شخص کے لئے برگز جاز نہیں ہے۔ یہ حضرت سید علی جویری قدس سرہ کی تحقیق کا خلاصہ ہے۔

حضرت علامہ خاکی رحمہ اللہ دستور السالکین میں ملامت کی فضیلت و شد کشف المحجوب مصنفہ حضرت سید علی جویری کا اقتباس نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"حق تعالیٰ صفتِ محبان خود کرد لا یخافون لومة لائم یعنی ایشان از ملامت کنندگان نترسند ملامتِ خلقِ غدایِ دستانِ حق است و این قسم غیرت است کہ حق تعالیٰ محبان خود را از ملاحظہ غیر محفوظ دارد تا چشمانِ نامحرمان بر جمالِ ایشان نیفتد و ایشان نیز نظر بر جمالِ خود نہ کنند چہ ایشان نیجو کار و محبت و محبوب حضرتند و نفسِ لوامہ بر ایشان تسلط نیابد یعنی اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ ملامت کرنے

والوں سے نہیں ڈرتے کیونکہ لوگوں کی ملامت دستانِ خدا کے لئے روحانی غذا ہے۔ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کی عنایت اور غیرت ہے کہ وہ ان کو عوام کی نظروں سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے تاکہ

نامحرموں اور نااہلوں کی نظریں اُن پر نہ پڑیں اور یہ کہ دوستانِ خدا بھی اپنے جمال و کمال پر نظریں نہ ڈالیں تاکہ نفسِ امارد اُن پر غالب نہ آجائے کیونکہ وہ ربُّ العالمین کے مُحب و محبوب ہیں۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ صوفیہ حضرات میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو نہ صرف خلقِ اللہ سے اپنا کمال و جمال چھپاتی ہے بلکہ قصداً ایسا کوئی تاج تہ کم کر بیٹھتی ہے جس سے عوامِ مسلمین نہ صرف اُن سے برگشتہ ہو جاتے ہیں بلکہ اُن کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ اس سے وہ شہرت کے فتنے سے محفوظ رہتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اخلاص کی بناء پر اُن کے روحانی مدارج میں ترقی اور اضافہ ہوتا ہے۔

تنبیہ :- یہ تو باخدا حضرات کی حالت ہے کہ اربابِ کمال ہونے کے باوجود لوگوں سے اپنا قیمتی جوہر چھپاتے ہیں کہ کہیں شہرت میں نہ پڑیں۔ دوسرے ہیں ہم کہ کمال و جمال سے بالکل خالی ہونے کے باوجود عوام میں اپنے آپ کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ گویا کہ ہم فی الواقع علمِ تصوف کے منبع اور سرچشمہ ہیں۔ مقصود اس سے صرف یہ ہے کہ ملک میں ہمارا چرچا اور شہرت ہو۔ گویا خدا ہی نہیں اور آخرت کا کوئی نام و نشان ہی نہیں۔ معاذ اللہ من ذالک واستغفر اللہ تعالیٰ من قولی بلا عمل ۷

ترجمہ نرسی بکعبہ لے اعرابی ۷ کہیں راہ کہ تو میری بترستان است

تایبان صادقاً را می کند توبہ قبول طابى کویافت و تلقین ذکر اذکر شد است

تَوْبَةَ أَهْلِ الصِّفَا يَقْبَلُ جَدًّا وَالَّذِي  
نَالَ مِنْهُ ذَكَرَتْ لِقَيْنِ لِأَضْحَى أَذْكَرًا

ترجمہ :- آپ اہل صفا اور سچے لوگوں کی توبہ قبول فرماتے ہیں اور جس سچے ارادت مند نے آپ سے کوئی ذکر یا اجازت حاصل کی وہ بفضلِ اللہ بہت بڑا اللہ والا ہو گیا۔

اس شعر میں مُرشدِ کامل کی دو صفتوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ وہ دونوں صفتیں یہ ہیں جو دونوں آنجناب میں پائی جاتی ہیں۔ پہلی صفت توبہ ہے کہ لوگ جو آپ کے پاس توبہ

کی نیت سے اور اپنا مستقبل سنوارنے کے لئے آتے ہیں آپ اُن کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔ اور اُن کو زجر و توبیخ یا اپنی درگاہ فیض پناہ سے محروم نہیں بناتے۔ دوسری صفت جو آپ میں بطریق اتم پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ طالبانِ حق اور راغبانِ صدق و صفا کو اُن کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اذکار و اُوراد کی بھی تلقین فرماتے رہتے ہیں۔ اس میں اُن بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اُن جناب بعض رسمی اور مقلد پیرانِ طرفیت کی طرح ہر کس و ناکس کی توبہ قبول نہیں فرماتے اور ہر بوالہوس کو تلقینِ ذکر نہیں فرماتے بلکہ آپ پہلے طالبِ توبہ کے بارے میں استخارہ فرماتے ہیں اور روحانی طور پر معلوم کر لیتے ہیں کہ اس کی فطرت و قسمت میں سعادت و نجابت کے آثار بھی ہیں کہ نہیں ورنہ اگر آپ کو اذروئے روحانیت یہ معلوم ہو جائے کہ اس میں "زمین شورہ سنبل برنیارو" درو تخم عمل ضلیع مگردال" والا قصہ ہے تو تب نہ تو اس کی توبہ قبول فرماتے اور نہ ایسے بوالہوسوں کو تلقینِ ذکر فرماتے ہیں۔ یہ مفہوم "صادقان" کی قید سے سمجھ میں آجاتا ہے۔ اسی کے قریب امام قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

"قبول قلوب المشائخ للمريد اصدق شهادته لسعادته"

حضرات مشائخ جب اپنے مریدوں کی توبہ قبول فرماتے ہیں تو یہی قبولِ توبہ اس بات پر بہتر گواہ ہے کہ وہ مرید سعادت مند اور مقبول بارگاہِ الہی ہے۔ ورنہ یہ حضرات آسانی سے مریدین اور طالبین کی توبہ قبول نہیں کرتے۔

نیز واضح رہے کہ متن کے شعر میں حضرت محبوبِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی بھی پوری مدح و تعریف پائی جاتی ہے کہ آپ کو نورِ فراست اور قوتِ معرفت سے مرید کا حال و انجام پہلے ہی معلوم ہوتا ہے اور یہ کہ آپ کی تلقین و تذکیر سے مریدِ صادق بہت زیادہ ذکر و اشغال میں رہتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ حقیقی علم تو وہ ہے کہ جس سے نفس میں اصلاح، نرمی اور تواضع اور خدا طلبی حاصل ہو جائے جیسا کہ ارشاد المرشدین میں ہے کہ :-

"علم نافع آل است کہ در نفس تقوی و نستی و تواضع زیادہ گردد و آتش طلب شوق را مشتعل گرداند"

"اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ علم فائدہ دیتا ہے کہ جس سے نفس میں تقویٰ، نستی، نرمی و بردباری

اور خدا طیبی بڑھ جائے۔“

ورنہ جس علم سے یہ باتیں حاصل نہ ہوں وہ علم وبال جان اور باعث عذاب ہے اور سچ پوچھنے کہ جس علم سے خدا طیبی حاصل نہ ہو اس سے نا آشنا اور آنجان رہنا اچھا ہے جیسا کہ حضرت سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جز ذکر دوست ہر چہ کنی عمر ضایع است      جز سیر عشق ہر چہ بخوانی بطلات است  
سعدی بستی لوج دل از نقش غیر حق      علمی کہ راہ بحق ننماید جہالت است  
مشائخ کرام کا خاص خاص اذکار و اوراد سے اپنے متعلقین کے دلوں کو چمکانا اور ان کے دلوں سے ابلیسوں اور شیطانوں کے دوسوں کو دور کرنا اور انہیں روحانی منازل تک پہنچانا یا سفر گزار کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ خود حضرت علامہ خاکیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے قول الجہیل میں ایک حدیث اس مضمون کی لائی ہے۔ یہ حدیث خصوصیت کے ساتھ مشائخ کے ہاں زیادہ مشہور و معروف ہے۔ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایک روز حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا عَلِمَنِیْ عَلِمًا یُّوْصِلُنِیْ اِلَی الرِّبِّ۔ کہ مجھے ایسا علم سکھائیے جو مجھے پروردگار کریم تک پہنچائے۔ آپ حضرتؐ یہ سن کر نہایت محظوظ ہوئے اور فرمایا بہت وقت سے میرے دل میں اس بات کی خواہش تھی کہ میں تم کو ایسا علم و ذکر سکھاؤں مگر اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ پہلے تمہارے دل میں اسکی تڑپ ہوتا کہ اسکی برکت تم کو پہنچے اور اللہ تعالیٰ سے ملائے۔ اس کے بعد آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو رو قبیلہ بٹھایا اور کلمہ لا الہ الا اللہ کی ذکر و تلقین فرمائی اور اس کے پڑھنے کا طریقہ سکھایا۔ حضرت علی نے امام حسین علیہ السلام کو انہوں نے امام زین العابدین کو سکھایا۔ پھر ان سے معنوں اور مسلسل طریقہ سے مشائخ کرام نے اس طریقہ کو حاصل کیا۔ اس سے صفائی قلبی اور خدا شناسی کا جذبہ حقیقی مرید کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ یہی پیری مریدی کا اصل نمدعی اور مقصود ہے۔ اسی بنا پر اہل حق نے لکھا ہے کہ ذکر و اذکار اور اوراد و وظائف از خود پڑھنے سے اتنا نفع حاصل نہیں ہوتا جتنا کہ پیر کامل کی تلقین و اجازت سے اس کا فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ واضح ہے کہ تلقین ذکر کرنے والا اور رہبر خود بھی کامل و مکمل ہونا چاہیے۔ خاص کر علم الشرعیہ کا بھی بقدر ضرورت اسے علم حاصل

ہو۔ یہ صاف بات ہے کہ تم باغ میں درخت لگاتے ہو اور مطابق ہدایات موزی چیزوں اور  
مُضر امور سے بچنے کے لئے اس کا علاج کرتے ہو اور دوائیاں ڈالتے ہو۔ درخت تھوڑے  
عرصہ میں میوہ دیتا ہے اور میوہ لذیذ ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ درخت زیادہ لمبا اور پُر حجم نہیں ہوتا۔  
اس کے برخلاف جنگل کے خود رو درخت میں یہ بات نہیں ہوتی اور اس کا میوہ بھی نسبتاً لذیذ  
نہیں ہوتا۔ غرض دنیا میں جو نعمتیں خواہ وہ زمینی ہوں یا آسمانی مختلف واسطوں سے ملتی ہیں  
ایسی طرح سلسلہ روحانیت کا پورا حظ اور لذت اسی وقت اٹھاؤ گے جبکہ اس سلسلہ کے بزرگوں  
سے پہلے نفسِ امارہ کا علاج کراؤ گے۔ باقی رہا نفسِ ثواب وہ تو ہر صورت میں ملیگا۔ اس سے ہماری  
بحث نہیں، ہماری بحث صفائی قلبی اور روحانی ترقی کے متعلق ہے کہ تمام اعیانِ اُمت کا اس  
کے متعلق یہی اعتقاد ہے جو ہم نے عرض کیا ہے۔ مزید مطالعہ کے لئے دیکھو ہماری کتاب حالاتِ  
سُلطانِ العارفين رحمہ اللہ حصہ اول۔ آپ اس وقت صرف اتنا سمجھ لیں ۷

از ذکر ہمہ نور فزاید مر را بہ در راہِ حقیقت آورد گمراہ را

بر صبح و نماز شام و در خود بساز ۷ خوش گفتن لا الہ الا اللہ را

ورد و ملک اور دعا ہاری معظّم بے شمار ہر کہ ورد از وی حوالہ یافت مُسنصر شد است

شُغْلُهُ بِالْوَسَائِدِ وَالْمَلِكِ دُعَاءُ اعْظَمِ  
وَالَّذِي اسْتَجَابَ مِنْهُ يُوجَدُ مُسْتَنْصَرًا

ترجمہ:- آپ کے اولاد و اذکار بے شمار دعائوں پر مشتمل ہیں جن سے آپ کی ظاہری اور باطنی

ک قولہ توبۃ اهل الصفا "مفعولٌ مقدمٌ ليقبلُ وقولہ والذی ناک منه ذکر تالفین"  
ابتداً وخبرہ "لاضحی اذکار" واللام فی "لاضحی" للتاکید واذک المنصوب لانتہ خبر اضحی.  
تم فی باب فضائل الذکر قد وثرت احادیث صحیحہ فی الصحاح والسنن ترکنا ذکرها و بیان  
فضائلها اعتماداً علی شہرتہا۔ فکن من الذاکرین والمذکرین والترغیبین الی اللہ والمرغبین  
الیہ ولا تصنع الی بعض من یقول خلافہ والحق الجلی ما ذکرک لک انفاً والحمد للہ ظاہراً و باطناً۔



حفاظت ہوتی ہے اور جس کسی نے آپ سے اذکار و اُراد کی اجازت حاصل کی اور پھر پابندی کے ساتھ آپ کے فرمانے کے مطابق اُن پر عمل کیا وہ یقیناً کامیاب ہوا۔

حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کا اکثر مشغلہ اُراد، حفاظتی اذکار اور بڑی بڑی دعاؤں کے ساتھ رات دن رہتا ہے۔ ان اذکار اور محافظت و وظائف پر آپ کا اتنا قابو اور ملکہ ہے کہ جو شخص بھی آپ سے ان اذکار و اُراد کی اجازت حاصل کر کے ان پر پابندی کریگا اور انکی شرطوں کی پوری رعایت رکھیگا وہ یقیناً کامیاب اور کامران ہوگا۔ حضرت شارح ان اُراد کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ دعای سیفی، دعای حزب البحر، دعای مونس اولیاء اور منسباتِ عشر کے پورے پابند تھے کہ کبھی اُن کا پڑھنا ناغہ نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ ایسا ہوا بھی کہ جس کسی کو آپ نے اس قسم کے وظائف عطا فرمائے اور اس نے انکی پابندی کی تو وہ ضرور اس سے منصور و مظفر ہوا۔ اس اعتبار سے مستنصر کی ضمیر اور ضمیر و کامر جج حضرت شیخ کا وہی مرید ہو سکتا ہے جس نے آپ سے وظائف مذکورہ کی تعلیم پائی۔ اور یہ ضمیرین حضرت شیخ رحمہ اللہ کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہیں۔ تب یہ معنی ہونگے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ ہی اس اجازت اور تحویل میں کامیاب ہوتے ہیں۔ کیونکہ وظائف اور اجازات کا اثر اور نتیجہ اسی وقت برآمد ہوگا جبکہ شیخ خود کامل و مکمل ہو ورنہ اجازت و وظیفہ سے کوئی نتیجہ خیز امر ثابت نہ ہوگا۔ ایسی ہی نتیجہ خیز اجازتوں کو اصطلاح صوفیہ میں دعوت کہتے ہیں مگر یہ واضح رہے کہ جیسا کہ مجیز کا کامل ہونا ضروری ہے اسی طرح مرید کا بااختصاص ہونا اور مرشد کی تعلیمات پر عمل کرنا بھی نہایت اہم ہے۔ چنانچہ ایک درویش نے اپنے بزرگوار سے عرض کیا کہ مجھے اس بات کی نصیحت فرمائیے کہ میں کیا کام کروں، اپنا دوست کس کو بناؤں اپنی صحبت و رفاقت کے لئے کس کو منتخب کروں اور اپنا انس و محبت کس سے قائم رکھوں؟ مرشد کامل نے جواب دیا کہ اگر دوست چاہتے ہو تو خدا تعالیٰ تمہارے لئے کافی ہے۔ اگر صحبت و رفاقت کے طلب گار ہو تو کراٹما کا تبین تمہارے لئے بہترین رفیق و مصاحب ہو سکتے ہیں۔ اگر مونس اور غم خوار چاہتے ہو تو تلاوت قرآن کریم نہ چھوڑو۔ اور اگر واعظ کو ڈھونڈتے ہو تو ملک موت تمہارے لئے بہترین واعظ اور ناصح ہے۔ اس سے مرشد کامل کا یہ مقصد تھا کہ مرید ہمیشہ ذکر حق میں مشغول ہو جائے اور مشغول و وظائف کو کبھی نہ چھوڑے۔

اسی کے قریب یہ حکایت بھی قابلِ غور ہے کہ۔ دو صوفی حضرت خواجہ حسن نوری کی ملاقات کے لئے سفر کو نکلے۔ ایک صوفی حیوانات کی زبان جانتا تھا، جب وہ حضرت خواجہ حسن نوری کے شہر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ دو بلیاں آپس میں یہ کہہ رہی ہیں کہ خواجہ حسن نوری وفات پگئے، انہوں نے فوراً اپنے دوسرے ساتھی سے کہا کہ بلیاں یوں کہہ رہی ہیں۔ بہر حال جب دونوں صوفی شیخ کی خانقاہ میں پہنچے تو شیخ کو زندہ دیکھا اور انہوں نے بلیوں کی باتیں شیخ موصوف سے بیان کیں۔ شیخ نے یہ سن کر ایک ٹھنڈی سانس نکالی۔ فرمایا انہوں نے سچ کہا کہ آج میرے وظیفوں میں سے ایک وظیفہ چھوٹ گیا۔ یہ بھی موت ہی ہے۔ اس سے یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ اول مرشد واقعی مرشد صاحب کمال اور مجاز ہو، بد اعمال اور بد اطوار نہ ہو۔ پابندِ شرع ہو اور مشائخِ کرام کی محبت اور فیوض و برکات سے فیض یاب ہو۔ مرید کو بھی چاہیے کہ ان کی ہدایات و اجازات پر پابندی کرے۔ تب ان شاء اللہ اس کا فائدہ ہوگا۔

یہاں پر تین باتیں قابلِ ذکر ہیں۔ ورد کی تعریف، ملک کا لغوی اور اصطلاحی معنی۔ مصباح اللغات میں الورد کے یہ معنی لکھے ہیں۔ بخار، پانی پر پہنچنا۔ وظیفہ۔ اس کی جمع اوراد، پیاس، پانی کا حصہ، رو پانی جس پر لوگ پہنچیں، پانی پر پہنچنے والے لوگ یا اونٹ، لشکر، پزندوں کی ڈار۔ یہاں پر صرف وہ وظیفہ مراد ہے جو کلماتِ مُعظَّمہ کا نام ہے جنکی تعلیم پیر کامل اپنے مرید کو کرتا ہے۔ اسی کی تعبیر حضرت شارح رحمہ اللہ نے طریقہ پیغمبری سے کیا ہے اور ورد جزء من شیئی کسی چیز کا کوئی حصہ بھی گا ہے مراد ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآنِ وروی (میں نے اپنا حصہ پڑھ لیا) بولتے ہیں۔ ورد کی اور بھی تحقیق حضرت شارح نے عالمانہ انداز میں فرمائی ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں۔ ہاں حضراتِ صوفیہ کو اس حدیث کا مطلب بیان کرنے میں بہت وقت پیش آئی ہے۔ حدیث یہ ہے۔ صَاحِبُ الْوَرْدِ مَلْعُونٌ (وہ مخصوص وظیفہ والا یعنی ہے) حضرت شارح نے اس حدیث کو اُس یہودی یا آتش پرست پر محمول کیا جس کے متعلق کہا گیا تھا کہ یہ وظیفہ پڑھتا ہے۔ اپنے فرمایا ہاں ہم وہ یعنی ہے کہ ایمان سے ان کا دل خالی ہوتا ہے اور تمام اعمالِ اس وقت مقبول بارگاہِ الہی میں کہ جب پہلے آنِ حضورِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس تعینت پر ایمان کا مل ہو۔ جب ایمان ہی نہ ہو تو وظیفہ کیا کریگا۔ تو اس اعتبار سے یہ حدیث خاص شخص پر محمول ہے۔ بعض لوگ اس حدیث کو ان

حکام پر محمول کرتے ہیں کہ جن کے دروازوں پر غریب و غریب، حاجتمند اور رعایا اپنے ضروری کاموں کے لئے آئیں گے مگر یہ انکی طرف متوجہ نہ ہوں بلکہ اپنے وظیفہ پر جتھے رہیں گے۔ تو ایسے لوگ وظیفہ کی وجہ سے لعنت کے مستحق نہیں ہیں بلکہ اس لئے کہ انہوں نے بندگانِ خدا کے وہی حقوق پامال کئے کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے کہ یہاں دین بھی ہے دنیا بھی۔ بادشاہی کے فرائض کے ساتھ شبانہ ربُّ الارباب کے دروازے پر ایسا وہ گری بھی ضروری ہے۔

مَلَکِ لَعْنَتِ مِیْنِ حَفْظِ کُو کَہتے ہیں۔ چنانچہ مَلَکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کی تفسیر بعض علماء نے حافظہ اعمالِ بندگان سے کی ہے تاکہ عدل و انصاف میں کسی قسم کی کمی بیشی قیامت کے دن نہ ہونے پائے۔ شارحِ جمعہ اقدس فرماتے ہیں کہ اس مقام پر مَلَک سے وہ وظیفہ مراد ہے کہ جس پر وظیفہ خوان کا ظاہر و باطن اس طرح غالب آجائے کہ اگر وہ کسی خواب یا واقعہ میں کوئی ڈراؤنی صورت دیکھے تو وہ وظیفہ اس کو فوراً یاد آجائے اور اس کے پٹھنے سے وہ ڈراؤنی صورت دفع ہو جائے یا اگر کسی دن وہ وظیفہ اس سے از دست ہو جائے تو وہ جسمانی صورت میں متمثل بن کر اس شخص کو بیدار کرے یا وہ وظیفہ اس میں ایسا تصرف کرے کہ اس کی آواز جس ظاہری اور جس باطنی سے سننے اور اس کی بعض خاصیات کو مشاہدہ کر سکے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ مَلَک بحسبِ معنی نہیں بلکہ بفتح میم و کون لام ہے جس کے اصلی معنی اختیار کے ہیں جیسا کہ سورہ طہ میں ہے قَالُوا مَا أَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلِكِنَا وَلَكِنَّا حَمَلْنَا أَوْزَارًا الخ اس کی تفسیر حازن نے بملک امرینا و قیل باختیارنا سے کی ہے۔ وَالْمُنَاسِبَةُ ظَاهِرَةٌ۔ بہر حال اس شعر کی تفصیل مطلوب ہو تو ڈیڑھ امریدین کی شرحِ حافظہ فرمائیے۔

اب ربی تیسری بات یعنی مُسْبَعَاتِ عَشْرِ حضرت شارحِ جمعہ اقدس نے ان کی تشریح کسی وجہ سے نہیں فرمائی، لہذا تمہیں المفائد بمین وعن ان کی وضاحت عوارف المعارف سے نقل کر کے پیش خدمت کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو عوارف المعارف کا ترجمہ :-

”صوفی کو چاہیے کہ جب طلوعِ آفتاب قریب ہو تو وہ مُسْبَعَاتِ عَشْرِ پڑنا شروع کرے جو حضرت حضرت نے حضرت ابراہیمؑ کو سکھایا تھا۔ انہوں نے یہ مُسْبَعَاتِ عَشْرِ جناب رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے تھے۔ لہذا جب کوئی ان کا ذکر کرے تو تم ان کو اور متفرق دعاؤں کو جمع

کر لیا کرے۔ یہ مستبعاتِ عشرہ دس چیزیں ہیں جو سات سات بار پڑھی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں۔  
 سورۃ فاتحہ سات بار، معوذتین یعنی قل اعوذ برب الناس سات بار اور قل اعوذ برب الفلق  
 سات بار، قل هو اللہ احد سات بار، قل یا ایہا الکافرون سات بار، آیۃ الکرسی سات بار  
 سبحان اللہ سات بار، الحمد للہ والیہ الا اللہ واللہ اکبر سات بار۔ اور رسول اکرم ص  
 اور آپ کی آل پر درود بھیجنے اور اپنے والدین، تمام مومن مردوں، عورتوں اور انبی ذات کے لئے  
 استغفار کرے اور سات دفعہ یہ دُعا پڑھے :-

اللہُمَّ افعلْ بی وبہم عَاجِلًا وَاَجَلًا فی الدِّینِ وَالْذُّنُیَا وَالْآخِرَةِ مَا اَسْأَلُکَ  
 اَهْلًا وَلَا تَفْعَلْ بِنَا یَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ لہٗ اَهْلٌ اِنَّکَ غَفُورٌ حَلِیْمٌ جَوَادٌ  
 کَرِیْمٌ سَؤُوْنٌ سَاحِیْمٌ۔

روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم تیمی نے ان کلمات کو حضرت خضر علیہ السلام سے سیکھ کر  
 پڑھا تو انہوں نے خواب میں اپنے آپ کو بہشت میں دیکھا، وہاں فرشتے اور انبیاء علیہم السلام  
 بھی موجود تھے۔ انہوں نے بہشت کا کھانا بھی کھایا۔ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد انہوں نے چار  
 مہینے کھائے بغیر بسر کئے۔ بعض کے نزدیک اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے بہشت کا کھانا کھایا تھا۔  
 مستبعات سے فارغ ہونے کے بعد دو تسبیح و استغفار اور تلاوت میں مشغول رہے۔ یہ معمول  
 اُس وقت تک جاری رہے جب تک آفتاب ایک نیزہ کے برابر بلند ہو۔ رسول اللہ نے فرمایا اگر میں  
 ایک ہی مجلس میں نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہوں تو یہ نفع مجھے اس  
 سے زیادہ پسند ہے کہ میں چار غلام آزاد کروں۔

چونکہ بعض حضرات نے نیاز مند سے نماز اشراق کے وقت  
 نماز اشراق کا وقت اور اہمیت اور اس کی اصلیت و ثواب کے متعلق سوالات کئے ہیں

اس لئے اس کا جواب غوارف المعارف کی درج ذیل عبارت سے دیا جاتا ہے :-  
 ”جب آفتاب اچھی طرح بلند ہو جائے تو اپنے مقام سے اٹھنے سے پہلے دو رکعت نفل نماز  
 ادا کرے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس وقت دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ اگر اس  
 دوگانہ نماز کو دل جمعی حضور قلب اور سمجھ کر پڑھا جائے تو اس سے پڑھنے والے کا باطن نورانی اور

پُرکون ہو جائے بشرطیکہ اس میں خلوص اور صداقت ہو۔ اگر کوئی اس کا فوری ثواب اور برکت حاصل کرنا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلی رکعت میں آیت الکرسی اور دوسری رکعت میں اَمِنَ الرَّسُولُ اور اَللّٰهُ فَوْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اٰخِرَ اٰیٰتِ تٰکِ پڑھے۔ یہ نماز پڑھنے کے وقت اس کی نیت یہ ہو کہ شُبُّ رُوْزِیْنِ خَدٰیْکِیْ نِعْمٰتِیْ کَاشْکَرِیْہِ اِداکِرْہِیْہِ۔ اس کے بعد مزید دو رکعتیں پڑھے پہلی رکعت میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلٰقِ اور دوسری رکعت میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْاِنْسٰنِ پڑھے۔ یہ دو گانہ نماز اس لئے ہے کہ وہ راتِ دِنِ کے شر سے محفوظ ہے۔ ان دو رکعتوں کے بعد وہ پناہ مانگنے کے لئے مُنْدِرْجِہٖ ذِیْلُ کَلِمٰتِ کَہِ۔

اَعُوْذُ بِاِسْمِکَ وَکَلِمٰتِکَ الثَّقٰمَةِ مِنْ شَرِّ الثَّقٰمَةِ وَالنَّهَامَةِ وَاَعُوْذُ بِکَلِمٰتِکَ الثَّقٰمَةِ مِنْ شَرِّ عَذَابِکَ وَشَرِّ عِبَادِکَ وَاَعُوْذُ بِاِسْمِکَ وَکَلِمٰتِکَ الثَّقٰمَةِ مِنْ شَرِّ مَا یَجْرِیْ بِہِ الْاَلِیْنُ وَالنَّهٰلُ اِنَّ رَبِّیْ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا ہُوَ عَلَیْہِ تَوَكَّلْتُ ہُوَ سَابُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔

پہلی دو رکعت کے بعد یہ پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ لَا اَسْتَطِیْعُ دَفْعَ مَا اَکْرَهُ وَلَا اَمْلِکُ نَفْعَ مَا اَرْجُوْ وَاَصْبَحْتُ مُرْتَهِنًا وَاَصْبَحَ اَمْرِیْ بَیْدِ غَیْرِیْ فَلَا فِقْرَ فِقْرِیْ اَللّٰهُمَّ لَا تُشِیْئْ بِنِیْ عَدُوِّیْ وَلَا تُسْئِ بِیْ صِدِّیْقِیْ وَلَا تُجْعَلْ مَصِیْبَتِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَلَا تُجْعَلِ الثُّغٰیَا اَکْبَرُھِمَ عَلَیْیْ وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْ مَنْ لَا یُرْحَمُنِیْ۔ اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الذُّوْبِ وَالنَّقْمَةِ وَتَبْدِیْلِ النِّعَمِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الذُّوْبِ الَّتِیْ تُوْجِبُ النِّعَمَ۔

ان دو رکعتوں کے بعد مزید دو رکعتیں اس نیت سے پڑھے کہ وہ اس کے دِنِ رات کے اعمال کے لئے استخارہ ثابت ہوں۔ یہ استخارہ صرف دعاء کے مفہوم کے مطابق ہے۔ ورنہ استخارہ جس کا احادیث میں ذکر ہے، وہ ہے جو کام کرنے سے پہلے پڑھا جائے۔ ان دو رکعتوں میں قُلْ یٰۤاٰیٰتِہَا الْکٰفِرُوْنَ اور قُلْ ہُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی سورتیں اور وہ دعاء پڑھی جائے جس کا ذکر ہو چکا ہے آخر میں کہے "میرے آج کے ہر فعل و عمل میں صبر عطا فرما۔"

اس کے بعد مزید دو رکعتیں پڑھی جائیں۔ پہلی رکعت میں سورہ واقعہ اور دوسری رکعت میں



سورۃ الماعلے پڑھی جائے۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھی جائے :-

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَاجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ الْأَشْيَاءِ  
إِلَيَّ وَخَشْيَتَكَ أَخَوْفَ الْأَشْيَاءِ عِنْدِي وَأَقْطَعْ عَنِّي حَاجَاتِ الدُّنْيَا بِالشَّقْوَى إِلَى  
لِقَائِكَ وَإِذَا أَقْدَمْتَ أَعْيُنَ أَهْلِ الدُّنْيَا بَدْنِيَاهُمْ فَاقْرَأْ عَيْنِي بَعَادَتِكَ وَاجْعَلْ  
طَاعَتَكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ مِنِّي يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

پھر مزید دو رکعت ادا کرنے میں قرآن کریم کا مقررہ ورد پڑھا جائے۔ بعد ازاں اگر کوئی  
دنیاوی کاموں سے آزاد ہو تو چاہیے کہ وہ دوپہر تک نماز تلاوت اور اورداد و اذکار میں مصروف  
رہے اور اگر اپنے یا اہل و عیال کے لئے روزی کرنے میں مصروف ہو تو وہ اپنے کام پر جائے مگر  
جانے سے پہلے گھر سے نکلنے کی دو رکعت نماز ادا کرے بلکہ اس کا ہمیشہ یہ ورد ہونا چاہیے کہ دو  
رکعت نفل پڑھ کر گھر سے نکلا کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اسے باہر نکلنے کی برائیوں سے محفوظ رکھے۔  
اسی طرح گھر میں آنے سے پیشتر بھی دو رکعت نفل ادا کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اسے گھر میں داخل  
ہونے کی برائیوں سے محفوظ رکھے۔ اس کے بعد گھر میں داخل ہو کر اپنی بیوی اور دوسرے گھر والوں  
کو سلام کرے اور اگر گھر میں کوئی بھی نہ ہو تو اس صورت میں بھی سلام کرے اور یہ کہے :-

السَّلَامُ عَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ الْمُؤْمِنِينَ۔

آفتابِ عالمِ ارشاد و تکمیل است لیک ناقص از نقصان خود خفاش و شاعور شد است  
شمس ارشاد و تکمیل ہو فی العالم  
والبلید صار منه كالخفاش اعوراً

۱۔ قولہ شمس ارشادِ خیر لبثد امحدوف ای ہوشمس ارشاد و تکمیل۔  
۲۔ البلید الاحق، قلیل العقل، ۳۔ الخفاش، چکاڈ، اس کی جمع خفافیش آتی ہے۔  
یہاں پر ضرورت شعری کی وجہ سے لفظ یا حذف کی گئی۔ اصل میں خَفَش خَفَشَا کے معنی پھینکنے کے  
آتے ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے باب نَصَرَ نَصْرًا متعمل ہوتا ہے اور کبھی سَمِعَ سَمِعًا سے  
کمزور ہونا، پیدائشی کمزور ہونا۔ اور صِفَتِ خَفَشًا و اخفش آتی ہے۔  
۴۔ قولہ اعوراً منصوب لانت، خبر صاماً۔

ترجمہ: ”آپ حضرت محبوب العالمؑ واقع کے لحاظ سے عالم ارشاد و تکمیل کے آفتاب عالم تاب ہیں مگر ناقص اپنے نقصان اور نادانی کی وجہ سے چمکا ڈر کی طرح آپ کے نور ہدایت کے پانے اور حاصل کرنے سے اندھا ہو گیا ہے۔ یہ تو اُسے اپنا قصور ہے ورنہ آنجناب کے ارشادات و کمالات اصحاب بصیرت کے دلوں میں پیوستہ صورتِ فاشانی کر رہے ہیں۔“

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مقامات میں لکھا ہے کہ صوفیاء کرام کی تین قسمیں ہیں: (۱) صوفی مقلد کہ جو کچھ اپنے بزرگوں سے سنا، اُس پر عمل کیا اس سے آگے اس کا کوئی کام اور مقصد نہیں ہوتا۔ (۲) صوفی کامل وہ ہے جس نے بزرگوں سے بہت کچھ سنا اس پر اچھی طرح عمل بھی کیا یہاں تک درجہ کمال کو پہنچا مگر خود تو کامل ہو گیا اور دوسرے کو درجہ کمال تک پہنچانا اُس کے بس اور طاقت میں نہ ہو۔ (۳) وہ صوفی کامل و مکمل ہے جو خود بھی کامل ہو اور دوسرے کو بھی کامل بنا سکے اور اپنے طالب اور مریدِ خاص کو بھی درجہ کمال تک پہنچا سکے اور اس قسم کے شیوخ اور اربابِ باطن بہت کم ہوتے ہیں کہ خود بھی کامل ہوں اور دوسرے کو درجہ کمال تک پہنچا سکیں۔ اس کے متعلق حضرت خاکی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ آنجناب مقامات سلوک کے اعلیٰ مقام پر فائز المرام ہیں۔ خود کیا بلکہ موصوف اپنے سچے مریدوں کو بھی درجہ کمال تک پہنچاتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ جن لوگوں کو آپ کا یہ بلند مقام دکھائی نہ دے تو ان کی مثال چمکا ڈر کی سی ہے جو آفتاب کا نور دیکھنے سے عاجز اور مغدوب ہے۔ ظاہر ہے کہ آفتاب ہمیشہ نور افشانی کرتا رہتا ہے مگر چمکا ڈر کے انکار یا اُس کے نورِ آفتاب دیکھنے کی وجہ سے آفتاب کے کمال میں کوئی نقصان اور کمی نہیں ہے۔ خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ارشاد و تکمیل کی دو شرطیں ہیں یعنی رجہ کامل و مکمل اس وقت تک آدمی نہیں بن سکتا جب تک اس میں درج ذیل دو شرطیں نہ پائی جائیں: (۱) ایک تو مرشد اپنے عملوں اور اجازتوں کا پورا یقین رکھتا ہو کہ یہ اُن کی فیض و برکت سے مقصد کے قریب ہو جائے گا اور اُسے مقصد ضرور حاصل ہو گا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ظاہری اشغال و اعمال اس کو شہودِ الہی اور حقیقتِ حال کی آگاہی سے اُسے مانع بن جائیں جب کوئی صوفی اس درجہ کو پہنچ جائے تب صوفیہ کی اصطلاح میں اُسے بالغ کہتے ہیں۔ خواہ بظاہر اس کی عمر تھوڑی ہو یا بہت۔ اس مقام پر حضرت خاکی فرماتے ہیں: ”اگر کوئی یہ شخص یہ سوال

کرے کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ حضرت محبوب العالم <sup>ج</sup> کامل اور مکمل ہیں؟ فرماتے ہیں ہم اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ ہم نے بزرگان دین سے مرشد مکمل کی جو علامتیں اور نشانات کتابوں میں پڑھے اور دیکھے ہیں وہ تمام ملامتیں آپ پر ایک ایک کر کے صادق اور منطبق ہو رہی ہیں اور پھر ہم نے اپنی آنکھوں سے آپ کے حالات لطیبات ملاحظہ کئے ہیں۔ ان سے ہم بلاشبہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ما شاء اللہ آپ ارشاد و اجازت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ حضرات صوفیہ رحمہم اللہ مرشد کامل و مکمل کو آفتاب کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں اسی بنا پر مصنف نے آپ کو آفتاب قرار دیا ہے۔ کہ آفتاب ظاہری آنکھوں کو منور کرتا اور بینائی بخشتا ہے۔ مرشد حق اور رہنمائے شریعت و طریقت دل کی آنکھوں کو منور کرتا ہے۔ شکوک و شبہات سے نکال کر یقین و معرفت تک پہنچاتا ہے اس لئے اُسے آفتاب کہتے ہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی واضح رہنی چاہیے کہ مرشد کی طرح مرید کی بھی تین قسمیں ہیں۔ (۱) حقیقی (۲) رسمی (۳) صوری۔

مرید حقیقی وہ ہے کہ جو اپنے مرشد کی ظاہر و باطن اور قول و فعل میں اتباع و پیروی کر رہی مرید وہ ہے جو بقدر طاقت و امکان اپنے آپ کو رہبر کامل کے ظاہر و باطن میں مشابہ بنائے۔ مرید صوری وہ ہے جو کہ صرف ظاہر میں اپنے مرشد کی نقل اُتارے اور اُمیدوار ہو کہ اسی ظاہری نقل و مشابہت سے اللہ تعالیٰ اس کو نیک بخت بنائے جیسا کہ حدیث شریفی میں آیا ہے الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ كَمَا أَدَى قِيَامَتِ كَدُنْ أَنْ لَوَّكُلْ كَسَا تَهْ هُوَا كَجَنْ كِ كَحَبْتِ كَسْ دُنْيَا كِنِ وَهْ كَسْرَابْ كَشْوَرِ كَشِيرِ أَوْرَا مَوْلِدْ وَ مَسْكَنْ كَشْدْ مَوْلِدْ كِنِ مَخْلَصْ أَوْ عَمْ كَسْمِ كِ كَشْوَرِ كَشْدْ كَسْمِتْ

أَصْبَحَ الْكَشْمِيرُ مَوْلِدُ اللَّهِ وَمَسْكَنًا  
مَوْلِدُ هَذَا الْفَقِيرِ أَرْضٌ أَيْضًا كَشْمِيرًا

لہ اصل عبارت ان کاشمیر اصبح مولدا و مسکنا۔ فالخرف الجملۃ متعلق بکل واحد من العطف علیہ والمعطف کمالا یخفی و ہا ای المعطف علیہ والمعطف من صوبان علی انہا خبر ان اصبح۔ وقولہ ارض ارضیا۔ مصدر ارض یستعمل كثيرا بغير فعلی و اظہر المترجم ہفتا فعلہ للضمرۃ الشعریہ وحذف الہاء من کاشمیر کما حذف الماقن رحمہ اللہ لاجل ہذہ الضمرۃ۔ واللہ اعلم

ترجمہ ”حضرت محبوب العالم کی جای پیدائش اور سکونت گاہ ملک کشمیر ہے۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ کے اس مخلص اور مرید کا وطن بھی یہی خطہ کشمیر ہے۔“

حضرت خاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان جناب کی پیدائش گاہ اور وطن ملک کشمیر ہے اور میری جای پیدائش اور وطن یہی خطہ کشمیر ہے۔ جس طرح پیر کامل اور مرید با اختصاص اعتقاد و خیالات میں وحدت تامہ رکھتے ہیں اسی طرح وطنیت میں بھی وحدت دیکھتی ہے جس سے اور بھی زیادہ موافقت اور الفت بڑھ جاتی ہے۔ ان جناب کی جای پیدائش علاقہ زینہ گہر تاجر میں ہے۔ یہیں پر آپ کے والد ماجد حضرت بابا عثمان زینہ اور آپ کے دادا زینہ کی پیدائش بھی ہوئی ہے اور وہ تاجر میں ہی آسودہ اور آرام فرما رہے ہیں۔ اس جگہ ان بزرگوں کے کچھ آثار متبرکہ بھی موجود ہیں، جن کی نشان دہی ہر سال عرس مبارک کے وقت کرائی جاتی ہے اور حق یہ ہے کہ یہ جگہ قابل دید ہے چونکہ ہم نے علیحدہ کتاب میں آپ کے اور آپ کے اسلاف کرام کے حالات لکھے ہیں اس لئے اس مقام پر کوئی اور بات غرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مطالعہ کا شوق ہو تو ہماری کتاب سلطان العارفين حصہ اول کا مطالعہ فرمائیے۔

اين گواہی گو بہر محضر دہیدی جن انس کایں فقیر از جان غلام ان محضر شد است

جِنُّ وَاِنْسٌ اَشْهَدُ وَاِلٰی فِی النَّوَادِیْ كَلِمًا  
اِنَّمَا صُرْتُ لَهٗ الْمُرِنْدِیْ حَقًّا فَاِخْرًا

”ترجمہ۔ اے جنوں! اور انسانو! ہر مجلس اور ہر مقام میں اس بات کی گواہی دو کہ میں سچے دل سے اس پاکیزہ لقا پیر کامل کا پورے اخلاص و فخر کے ساتھ مرید بن چکا ہوں۔“

جِنُّ وَاِنْسٌ مُنَادِیْ حَرِیْفٍ نِدَا مَحْذُوفٍ۔ اصل میں یَا جِنُّ وَاِیَّا اِنْسٌ تَخَا۔ جن اور انس اسم جنس میں جنس سے حرف نِدَا حذف کرنا اگرچہ زیادہ طور پر مستعمل نہیں ہے مگر پھر بھی بطور نِدَا اسم جنس سے حرف نِدَا کا حذف کرنا ثابت ہے۔ خاصکہ جہاں ضرورت شعری ہو۔

مَحْضَرٌ: حضرت شارح فرماتے ہیں پس محضر اول بمعنی مجلس اول اسم مکان است یعنی جای حاضر شدن مردمان کہ پہلا محضر بمعنی مجلس اسم مکان ہے کہ جہاں پر لوگ جمع ہوتے ہیں

اور دوسرا محض مصدرِ مہمی ہے یعنی نگو حضور و نگو دیدار، اچھی طرح حاضر ہونا اور بہترین دیدار کا نام ہے۔ حضرت مصنف اس شعر میں تمام جنوں اور تمام انسانوں کو (جنہیں انبیاء، اولیاء، رجالِ نسیب اور تمام متقدمین و متاخرین داخل ہیں مخاطب بنا کر فخر و مباہات کے ساتھ فرماتے ہیں کہ مجھے جو ارادت و اعتقاد اس پیرِ بہر کے ساتھ حاصل ہے تم بھی اس پر گواہ رہو کہ میں اس اظہار میں سچا ہوں۔ نیک کاموں پر باخدا انسانوں اور ملائکہ کو گواہ بنانا صوفیہ حضرات کے کلام میں شایع اور ذایع ہے جیسا کہ اورادِ فتحیہ میں ہے **وَاشْهَدَ اِبْرٰهٰمَ اَشْهَدُ اِنَّ اِلٰهَ الْاِلٰهٰتِ الْغٰیْبِ** ترجمہ :- اور اے کراما کا تبین! آپ بھی اس بات پر گواہ رہیں کہ ہمہ بجان و دل انداز کرتے ہیں کہ معبودِ برحق صرف ذاتِ پاکِ حضرت اللہ ہے۔

فوائد السالکین میں حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے :-  
 "ارادت دولت بزرگ و سعادت شکر فاست و از پر تو صفاتِ لاہوتی است نہ از صفاتِ ناسوتی است چہ صفتِ مریدی از صفاتِ ذاتِ حق تعالی است بر روح بندہ کہ حضرت حق تجلی بدین صفت کند نورِ ارادت در دل آنکس ظہور یابد مرید گردد۔"

فرماتے ہیں کہ "بزرگوں کی ارادت اور ان سے اخلاص سے پیش آنا بڑی دولت اور بہترین سعادت ہے۔ یہ عالمِ لاہوت کے پر تووں میں سے ایک پر تو ہے۔ اس کا تعلق عالمِ ناسوت اور عالمِ مادی کے ساتھ نہیں ہے۔ کیونکہ ارادت اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ذاتیہ میں سے ہے جس کا ورود تجلیتاً ربانی سے بندہ کی روح پر ہوتا ہے اور باخدا انسانوں کا وہی شخص مرید اور مخلص بن سکتا ہے جس کے دل میں ارادت مندی کا نور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیضان ہو جائے۔"

اس بنا پر حضرت خاکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میری ارادت مندی اپنے پیرِ کامل کے سناغایتِ الہی ہے جس کا میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ لہذا اے انسانو اور جنو! تم بھی میری اس ارادت مندی پر گواہ ہو۔ آپ بھی ذرا غور فرمائیے کہ حضرت خاکی اپنی نسبت و اخلاص پر فخر کرتے ہیں۔ مگر آج کل بزرگوں سے نسبت و اخلاص کی توقع کہاں؟ ہاں اس زمانے میں بزرگوں اور باخدا انسانوں کی بجز اور عیب جوئی ہو کر نا کمال جانا جاتا ہے۔ ہمیں تفاوتِ راز کجانتا بکجا۔

پھر مرید کی دو قسمیں ہیں :- (۱) مریدِ اسمی (۲) مریدِ حقیقی۔ مریدِ اسمی وہ ہے کہ جس پر کامل



کلماتِ طہیبات کی تلقین کر کے یوں کہے کہ اہل سنت و جماعت کے طریقہ کے پابند رہنا اور مہنیاں و بدعات سے دور رہنا۔ مُریدِ حقیقی وہ ہے جس کو پیر کامل پہلے توبہ و ارادت کے فوائد سے نوازے اور فرمائے کہ تم ہماری صحبت میں رہنا اور ہم تمہاری صحبت میں رہیں گے۔ اور اگر پیرِ طرقتی تلقینِ توبہ کے وقت یہ نہ فرمائے بلکہ اپنے حال و مراقبہ میں ایسا فرمائے تو وہ بھی مُریدِ حقیقی کے قریب قریب ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ارادتِ مندی اور حقیقی پیری مُریدی عنایتِ الہی ہے کہ پیر کامل اپنے مُرید کو نفسِ امارہ کے ناجائز اور اس کے سوار ہونے سے بچاتا ہے اور تمام سلف صالحین اس کے پابند تھے اس سے انکاءِ مکابرت اور نواہ پرستی ہے مگر آج کل کی پیری مُریدی جس کا حاصل مُریدوں کے ٹوٹنے اور ان پر ڈاکہ زنی کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں، اسلام میں ایسی کوئی اصلیت نہیں ہے مگر اب سبھی بہت سے اللہ والے ہیں کہ مُریدوں کی تلقین و تربیت محض اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے کرتے ہیں۔ لہذا سب کو ایک ہی لائحہ عمل سے ہانکنا ٹھیک نہیں ہے اور ایسی پوری تفصیل شرح میں مذکور ہے اور یہ بات واضح ہے کہ ارادت کی حقیقت حضرت سیدنا و مولانا شیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ نے غنیۃ الطالبین میں ان لفظوں میں کی ہے فرماتے ہیں:۔

فَبَانَ بِذَلِكَ أَنَّ حَقِيقَةَ الْاِرَادَةِ اِرَادَةُ وَجْهِ اللّٰهِ فَحَسْبُ دُونَ نَرِيْنَةِ الْحَيٰوةِ  
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرٰى۔ ارادہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات کا ارادہ کرنا ہے اور اُس سے دنیوی زندگی اور  
اُخروی زندگی کی زینت کا ارادہ کرنا مراد نہیں ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ سچا مُرید وہ ہے جسہیتِ صفت  
موجود ہو۔ فَتَفَكَّرْ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْمَعْرُوْرِيْنَ ۝

پیرِ منِ حَقّٰنِ اسْتَبْسِتْ لِاِرْمِ پَرِيْشِ  
انکہ از بہر سلوکِ ارادت چوں مسطر شد است

مُرَشِدِي الْحَقَّانِي اِتِّبَاعُهُ لِي فَرَضٌ عَيْنِ  
فَلَا جَلِيْلَهُ تَجَلِي لِلسَّلْوٰكِ مِسْطَرًا

۱۔ قولہ مُرَشِدِي جبرئیل بتدویر محذوف وهو الرجوع الی الشیخ رحمہ اللہ۔ الحَقَّانِ صِفْتُهُ وَقَوْلُهُ اِتِّبَاعُهُ  
خَبْرٌ وَقَوْلُهُ فَرَضٌ عَيْنِ مَعْنَاهُ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ ظَاهِرٌ وَعَلَيْكَ اَنْ تَكُنَ النَّوْنُ مِنْ عَيْنِ لِلضَّرْفَةِ الشَّرْعِيَّةِ  
النَّصْرَةُ الصَّحِيْحَةُ لِاَتِيْنِهَا

ترجمہ: آپ میرے خدائی رہبر ہیں اور آپ کی اتباع و پیروی نہایت ضروری ہے کیونکہ علم سلوک کے طلب کاروں کے لئے آپ مسطر کتابت کی حیثیت رکھتے ہیں کہ جس طرح مسطر سطروں کو ٹیڑھا ہونے سے بچاتی اور حفاظت کرتی ہے اسی طرح آپ کی ہدایت و رہبری سے بھی کجروی اور گمراہی سے نجات مل جاتی ہے۔

حقانی حق کی طرف منسوب ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسمِ حسنیٰ میں سے ہے۔ اس کے معنی سزاوار اور رہبری کے لائق ہونے کے آتے ہیں۔ اسی سے حقیقت و اقیقت کو بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح لفظ بول کر وہ معنی مراد لینا جس کے لئے واقع نے اسے وضع کیا، حقیقت کہلاتا ہے اور لفظ بول کر معنی غیر موضوع مراد لینا مجاز کہلاتا ہے۔ حقیقۃ الشیء چیز کا منتهی اور اصل۔ اس کی جمع حقائق آتی ہے۔ حق کے معنی سچائی، راستی، انصاف، ثابت شدہ حصہ، مال اور ملک، ہوشیاری، فیصل شدہ معاملہ اور موت کے بھی آتے ہیں۔ ہو حق بکذا کے معنی وہ اس کے لائق ہے۔

توقیع العارفين میں نکھا ہے کہ شیخ برحق وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف پہنچنے کا راستہ جانتا ہو اور اس نے اس کے منازل پہلے خود طے کئے ہوں۔ ایسا ہی پیر مریدوں کو ٹھیک راستہ اور صراطِ مستقیم پر لگا سکتا ہے۔ ورنہ مریدوں کو بھی گمراہ بنائے گا۔ ایسے ہی پیر طریقت کی اتباع و پیروی لازم ہے اور مرید کو چاہیے کہ ایسے سچے رہبر طریقت کا تصور۔ اس طرح کہے جیسا کہ کتابت کے وقت سطروں کے ٹیڑھا ہونے کے خطرہ سے مسطر کا تصور۔ اور دھیان رکھتا ہے اور اپنے قلم کو قائم کردہ مسطر کتابت کے مطابق حرکت دیتا ہے۔ مصباح وغیرہ میں لکھا ہے الْمَسْطَقُ وَالْمَسْطَقُ لیکریں کیسے بننے کا۔ ولہذا اس کی جمع مساطر آتی ہے۔

حضرت شارح قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ پیر حقانی سے وہ رہبر کامل مراد ہو جو محقق ہو اور اپنے نورِ بصیرت سے حق و باطل اور مفید و غیر مفید میں امتیاز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور کمال معرفت سے مریدوں کے مزاج اور ان کے مناسب علاجوں سے واقف ہو۔ جب

وقولہ فلاجلہ الخ علة لما قبلہ. وقولہ مسطرًا منصوبًا بنوع الخافض ای تجلی للسلوک  
کالمسطر للكتابة وقد اوضحا معنى السلوک من قبل وینفصلہ فی بعض الآیات الاتیة  
ان شاء اللہ تعالیٰ

رہبرِ طرقت اس درجہ پر فائز ہو تو اس کی اطاعت و فرمانبرداری ایسی ہی ضروری ہے جیسی کاتب کے لئے ہر مسطر کی پیروی ضروری ہے۔

شمارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پیرِ حقانی سے مراد وہ خدا رسیدہ بزرگ ہو جو از خود فنا ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ باقی اور واصل ہو۔ لہذا ایسا رہبر جو مرید کی رہبری فرماتے وہ اس کے لئے بلاشبہ زبانی خلعت و عنایت ہے اور جہاں مرید جائے گا وہ اس خلعت کی حفاظت و حمایت میں ہو گا اور ایسے رہبر کے خلاف کرنا موجب کفر ہے۔ مگر افسوس کہ اب ایسے حقانی کہاں۔ اس وقت تو ہم مارگزیدہ کی طرح ہیں مگر تریاق نہیں بلکہ اب روحانی بیماریوں کو پیرِ حقانی نہ مننے کی وجہ سے تریاق نہیں بلکہ انکی جگہ زہر اور سم قاتل دیا جاتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ بیمار اور بھی زیادہ بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور یہ ضرور ہے کہ میدانِ خالی ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگ طرقت و پیشوائی کے مدعی ہیں مگر ان کے ظاہر و باطن پر نظر ڈالنے تو آپ خود فرمائیں گے۔

ان مدعیوں اور طلبش بے خبرانہ کا کہ خورشیدِ خورش با زیاں  
ہاں اس زمانہ میں بھی کچھ لوگ صوفیاءِ کرام اور دوستانِ خدا کی طرح باتیں کرتے ہیں۔ اور اپنے ظاہر کو بزرگوں کی شکل و صورت میں پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ اندر سے کھوکھلے ہوتے ہیں لہذا طالبِ حق کو ان کی باتوں میں نہ آنا چاہیے۔ بائیں ہمہ انکا بھی نہیں کر سکتے اس لئے کہ طالبینِ آخرت اور سعادتِ مندانِ ازلی کو چاہیے کہ وہ پہلے علمِ تصوف کی کتابوں کا خود مطالعہ کریں تب سوچ سمجھ کر کسی مردِ حق آگاہ کے دستِ حق پر بیعت کریں۔ صرف کسی کی بھی باتوں میں مبتلا نہ ہو جائیں کیونکہ ان لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسا کہ فتوحِ الغیب کی شرح میں لکھتے ہیں۔

پوشیدہ مرقع اند این خامی چند \* نازتہ براہ صدق و صفا گامی چند  
بگرفتہ بطامات الف لامی چند \* بد نام کُنندہ بگو نامی چند  
ایضاً: در کسوت خاص آمدہ غامی چند \* بد نام کُنندہ بگو نامی چند  
سخن و حدت آنکہ از غامی \* زانچہ خیزد بغیر بد نامی

لہذا پیرِ کامل کے لئے علمِ دین سے واقف ہونا نہایت لاجبی اور پھر اس کی اتباع ہی انکی صداقت و ہدایت کی نشانی ہے۔ یقین رکھنا چاہیے کہ پیرِ کامل کی رہنمائی کے بغیر اتنا رشد و ہدایت اور برکات

دشمنات بہت کم نصیب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت شارح قدس اللہ مرہ نے خود فرمایا ہے  
 ہر کہ سر بر خط فرمانِ دلیلے نہد • کی میسر شویش روی براہ آوردن  
 ہر کہ خواہد بسر منزل مقصود رسد • بایدیش پیروی راہنسیاں کردن  
 پیر کامل کی اطاعت حقیقت میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے اور آپ  
 کی اطاعت خدا تعالیٰ کی اطاعت اور موجب سعادت ہے۔

ہاں یاد رکھنا چاہیے کہ پیر کامل کا اصلی کام خطرات اور وساوسِ قلب سے نہ صرف حفاظت  
 کرنا بلکہ مریدوں کے دل کو انوارِ الٰہی اور اسرارِ ربانی سے مزین کرنا بھی ہے۔ پس جس طرح دوسرے  
 علوم و فنون سیکھنے کے لئے استاد کی ضرورت ہے اسی طرح باطنی کمالات کے لئے رہبرِ طریقت کی  
 اشد ضرورت ہے •

وَقْتِ بَعِثَ چوں دید بِنِصْبِ آں عِیْسٰی نَفْسِ  
 دَاوُدِ سَتَمِ دَر زَمَانِ دِلِ زَنَدِ وَاوَرَشْدِ اَسْت  
 ذَاکَ عِیْسٰی النَّفْسِ لَمَّا مَدَّ اَیْدِیْہِ اِلَیَّ  
 عِنْدَ بَیْعَةِ بِنُفُوسِ صَامِ قَلْبِیْ اَنْوَلِ

ترجمہ۔ آں مسیحی و صف پیر صداقت تنویر نے جب بیعت لیتے وقت  
 اپنے مبارک ہاتھ میری طرف دراز کئے (مجھے اپنا مرید بنا لیا) تو بلا کسی  
 تاخیر کے میرا مُردہ دل زندہ اور روشن ہو گیا۔

خلاصہ : حضرت خاکی قدس سرہ اپنے پیر کامل کو حضرت عیسیٰ کے  
 ساتھ اس امر میں تشبیہ دیتے ہیں کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
 مُردوں کو باذن اللہ زندہ فرماتے تھے اسی طرح ہمارے پیر کامل بھی اپنے  
 انفاسِ قدسیہ سے مُردہ دلوں کو نورِ ایمان بخش کر زندہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ  
 اپنا حال بتاتے ہیں کہ بیعت ہوتے ہی میرا دل زندہ اور منور ہونے لگا۔

کچھ حدیث پسند لوگ کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث ہوتے ہوئے پیری  
مڑیدی کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ  
نے القول الجمیل میں اس آیت مبارکہ سے دیا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ  
فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ تَكَثَّرَ فَاِنَّمَا يَبِيْعُكَ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ  
اَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللّٰهُ فَمِنْ وَّرَآءِهِ اَجْرٌ عَظِيْمًا (الفتح)

(ترجمہ) جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں دراصل وہ اللہ سے بیعت  
کر رہے ہیں۔ خدا کا دستِ قدرت تو ان کے ہاتھوں پر ہے پس جو شخص عہد  
ٹوڑے گا تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو شخص اس بیعت کو پورا کرے گا  
جس پر اس نے عہد کیا تو عن قریب اللہ تعالیٰ اسکو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

اس آیت کو بیعت کی اصل قرار دیتے ہوئے حضرت شاہ صاحبؒ کہتے  
ہیں کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آل حضرت صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ  
کرام سے کبھی ہجرت، کبھی جہاد، کبھی ارکانِ دین پر پابند رہنے، کبھی کفار  
کے ساتھ معرکہ آرائی میں ثابت قدم رہنے پر اور کبھی تمسک بالسنۃ  
اور بدعت سے دور رہنے اور عبادات سے شغف و دلچسپی لینے پر بیعت لیتے  
تھے۔ لہذا بیعت کی چند قسمیں ہوئیں:

۱. بیعتِ اسلام، ۲. بیعتِ خلافت، ۳. بیعتِ تمسک بحبلِ التقویٰ،
  ۴. بیعتِ ہجرت، ۵. بیعتِ جہاد، ۶. بیعتِ توثیق علی الجہاد۔
- زیر بحث بیعت پیری مڑیدی کی سنت سے اور تکرارِ بیعت بھی  
علی الصیحیح مزید استفادہ کی نیت سے درست ہے۔ بیعت لینے والے  
کے لئے ضروری ہے کہ وہ بقدرِ کفایہ اُسے قرآن و حدیث کا علم ہو۔ (۲)  
علمائے عالمین اور صالحانِ زمانہ سے بہت زیادہ صحبت یافتہ ہو۔ (۳) اس میں  
عدالت اور تقویٰ ہو۔ (۴) دنیا سے بے رغبت اور طالبِ آخرت ہو۔ (۵) عبادت



اور اذکارِ ماثورہ کا پابند ہو۔ (۶) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خوگر اور عادی ہو تو ایسے پیر کی بیعت کرنا اور ان سے نورِ باطن حاصل کرنا درست اور سنت ہے۔ ورنہ جس میں یہ شرائط نہ ہوں اس کی بیعت کرنا قطعاً جائز نہیں۔ حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ میں یہ تمام شرطیں موجود تھیں۔ اس لئے حضرت خاکیؒ آپ کے سُدّہ عالیہ کے غلام بنے۔

### التَّحْقِيقُ :

مَدَّ أَيْدِيهِ إِلَىٰ - مَدَّ (ن) مَدَّ الشَّيْءُ وَبِالشَّيْءِ - پھیلانا، کھینچنا۔ مَدَّ اللَّهُ عَمْرًا: زندگی دراز کرنا۔ مِنَ الدَّوَاتِ دَوَاتٌ سے روشنائی لینا۔ الْبَحْرُ وَالْبَحْرُ دریا یا سمندر کا چڑھنا (لازم و متعدی)۔ مَدَّ نَظْرَهُ إِلَيْهِ اس نے اس کی طرف نگاہ کی۔ مَدَّ الْأَرْضَ زَمِينَ میں مٹی یا کھاد ڈالنا۔ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَعْتَدَنَّ عَيْنَيْكَ

إِلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُضْرِبَ شَعْرَتَكَ مِنْهُ سَاكِنٌ كَيْ تَكُونَ مِنَ الْبَيْعَةِ عَمْدٌ وَبِهَا الْبَيْعَةُ كَلْبًا، كَرْبًا، يَهُودِيُونَ كَالْعِبَادَةِ خَانَةً۔ اسکی جمع بَيْعٌ وَبَيْعَاتٌ وَبَيْعَاتٌ ہے۔ بَايَعَهُ بِالْخِلَافَةِ اس نے اس کی خلافت پر بیعت کی، اسکی خلافت کو مان لیا اور تسلیم کیا۔ بَاعَ يَبِيعُ بَيْعًا بَيْعًا اور فروخت کرنا۔ اجوف یا ئی۔ بَفَوْسٌ مِثْلُ بَزَائِدٍ ہے۔ الْفَوْسُ بَهْتٌ جلدی کرنا۔ كَمَا جَاءَتْهُ سَجَعٌ مِّنْ فَوْسِهِ۔ بلا تاخیر۔ الْوَلِيُّ اس میں الف اشباعی ہے

اس کلاہ پوشین وہیں خرقہ پوشین کہ واد  
بندہ را بہ از قبلے شاپی وافر شد است  
ذَٰكَ مِنْ طَاقِيهِ وَالْخِرْقَةُ مَالِي قَدْ عَطَا  
فَوْقَ تَابِجٍ وَقَبَاءٍ لِلَّذِي قَدْ أَخْبَرَا

ترجمہ: آن پیرِ حقائق آگاہ نے اپنی چہار گوشہ والی کُلاہِ شریف اور خرقہ مبارک جو مجھے عطا فرمائے وہ مجھے علی الترتیب تاجِ شاہی اور بادشاہی چوغے سے بہت اونچے اور بابرکت دکھائی دیتے ہیں۔

خلاصہ: مشائخ کے ہاں یہ دستور ہے کہ وہ اپنے بعض مریدوں کو اپنے زیب تن کئے ہوئے بلوسات جیسے عمامہ، کلاہ، ردا اور مبارک وغیرہ عطا فرماتے ہیں۔ یہ چیزیں بظاہر معمولی ہیں مگر حقیقت میں سائیہ الہی ہیں اور مریدین صادقین کو ان مبارک چیزوں سے روحانیت کے منازل طے کرنے میں مدد مل جاتی ہے۔ طاقتیہ کے بارے میں خود مصنف رحمہ اللہ نے کافی تحقیق کی ہے تو اس کا مطالعہ کیجئے۔ پھر ایک طاقتیہ وہ ہے جس کو لاطیہ بھی کہتے ہیں اور دوسری طاقتیہ وہ ہے جس کو ناشزہ کہتے ہیں۔ طاقتیہ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جاتی ہے اس لئے وہ لاطیہ ٹوپی سے بہتر ہے۔ باقی نکات دوسرے اشعار میں آئیں گے۔

در جہادِ نفسِ شد چوں جبہٴ این خرقہ ام  
ہم عصا چوں نیزہ و این طاقتیہ مغفر شاد است

فِي جِهَادِ النَّفْسِ خِرْقَتِي كَمَثَلِ جُبَّةِ  
العصا وَالطَّاقِيَّةِ صَارِقَنَا وَمَغْفَرًا

ترجمہ: نفس کشی کے لئے میرا خرقہ (جو آپ کا عطا کیا ہوا ہے) چوغہ اور خلعتِ شاہی کے برابر ہے اور آں جناب کا عطا کردہ عصا (مبارک نفس تو سن کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے نیزہ کا کام دیتا ہے اور آپ کی بخشش ہوئی کُلاہِ شریف میرے لئے خود اور شیطان سے

بچنے کے لئے ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے۔

التحقیق :-

الجهاد : یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ جہد فی الامر سے نکلا ہے جس کا معنی بہت کوشش کرنا۔ جَاهِدَ الْعَدُوَّ دُشْمَن سے جنگ کرنا وغیرہ۔

اسلام میں جہاد دو طرح کا ہوتا ہے اور دونوں کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ اور نفسِ امارہ کو رام کرنا ہے۔ (۱) یعنی اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جو جہاد غیر مسلموں سے کیا جاتا ہے اس کی بہت سی شرطیں ہیں مثلاً امامِ عادل کی اجازت سے ہو۔ (۲) نفسِ امارہ پر قابو پانا، اس کو خلافِ شرع امور سے روکنا اور نفس و روح کو مقدس و مطہر بنانا اور روحانی منازل طے کرنا۔ اس کے لئے مرشدِ کامل اور ایسے رہبرِ دین کی سرپرستی اور تربیت کی ضرورت ہے جو خود کسی مرشدِ کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان منازل و مقامات کو طے کر چکا ہو۔ حدیثِ راجعنا من الجہاد الاصفی الی الجہاد الاکبر۔ جو حضراتِ صوفیہ کے ہاں مشہور ہے، اسی بات کی تائید کرتی ہے۔

بعض الفاظ کی تحقیق مزید :

الْحَدِيقَةُ : کپڑے کا چیتھڑا، دھجی۔ جمع خِوق آتی ہے۔ اس جگہ زین تین کیا ہوا جامہ مبارکِ سلطانی مراد ہے  
قَبَا : چوغہ، شروانی۔ قَنَّا : نیزہ۔ جمع قِنَاءٌ۔ جُتِيَه : زہ  
طَاقِيَه : ترکی الاصل، چہار گوشہ والی ترکی ٹوپی۔  
الْمَغْفِرَہُ وَ الْمَغْفِرَہُ : خود، جمع مَغَافِر۔ خود وہ آہنی ٹوپی ہے جو فوجی لوگ جنگ کرتے وقت سر پر رکھتے ہیں۔

(كَلَّ ذَلِكْ فِي الْمُنْجِدِ)

اَلْمُصَلِّىٰ وَعِبَادِىْ فُقَرَاكَ لُطْفَمُ نَمُوْدُ    بهر جنبِ نفسِ همچون قزیم و بختِ شدت  
 خُمْرَةٌ ثُمَّ عَبَاۗءُ الْفَقْرِ مَا قَدْ نَاوَلَا  
 لِجِهَادِ النَّفْسِ خَيْرًا مِّنْ بَعِيْبٍ اَحْمَرًا

وہ جامی نماز اور فقر کا وہ چوغہ جو آپ نے مجھے عنایت فرمائے ہیں وہ مجھے  
 نفسِ کشر کے ساتھ جہاد اور مقابلہ کرنے کے لئے (خیر و برکت میں) عمدہ قسم کے اونٹوں  
 سے زیادہ بہتر ہیں۔

فقر سے فقر اضطراری نہیں بلکہ فقر اختیاری مراد ہے اور مطابق تفسیر شارح حمدانہ

۱۔ قولہ ثم عباء الفقر فان قلت ان ثم یاتی للترسخ وهو لا یوجد فی الشعر لفضا ولا  
 معنی قلت ان ثم قد یاتی للعطف خالصاً من غیر معنی التراسخ كما قال بعضهم فی  
 "ثم استوی الی السماء" انه للعطف خالصاً من غیر اعتبار معنی التراسخ و قد

تعالیٰ سب سے پہلے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عباہ فقیر زب تن فرمایا۔  
 شیخ فرید الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اس حضور صلی اللہ علیہ وسلم درویشی (فقیر  
 حقیقی) اختیار نہ فرماتے اور اگر آپ کی فقر حقیقی اختیاری کی برکتیں دُنیا میں موجود نہ ہوتیں  
 تو کوئی بھی شخص دنیا میں صحیح سلامت نہ رہتا بلکہ سب ہلاک ہو جاتے۔

نیز شارح قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حضرت محبوب العالمؒ ہمیشہ ہندوستانی کُل پہنچتے تھے  
 فرماتے ہیں کہ میں جس وقت آپ کو اس کُل میں تشریف یا آرام فرما دیکھتا ہوں تو امیر خسروؒ  
 کا یہ شعر یاد آتا تھا کہ  
 ہر دو نہاں در کلیم و پادشاہ عالم است  
 تیغ خفتہ در نیام و پایاں کشتور است

ترجمہ۔ ایسے باخدا لوگ ظاہر میں ایک کبل میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں اور یاطن  
 کے لحاظ سے ساری دُنیا کے بادشاہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ نیام اور پر تلے میں چھپی ہوئی تلوار عالم  
 کی محافظ اور نگران ہوتی ہے۔

خلاصہ شعر یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ جب پیر کامل نے مجھے فقر اختیاری کے یہ ظاہری اتنا  
 عنایت فرمائے تو فوراً میرے دل سے دُنیا کی محبت و رغبت دور ہو گئی اور مالہ ادول کی  
 صحبت کی نفرت ہونے لگی اور آپ کے مُصلیٰ و عباہ مبارک کی برکت سے ظاہری جسم سے قلب  
 تک اثر پہنچا اور اب دل ایسا صاف و شفاف ہو گیا کہ وسوسے نفس اور شیطان کو میرے اوپر  
 کوئی دستگاہ اور قوت نہ رہی۔ یا یہ مطلب ہے کہ جب آپ نے مجھے مشائخ کرام کا لباس پہنایا تو

للتعارض بین الایتین الشہیرتین : قولہ ما بمعنی الموصول اور اپنے، قبل کے لئے باعتبار  
 مذکور یا تاویل مجموعہ کی صفت ہے : قولہ نا ولا من المناولۃ یقال ناول الشئی اس نے دیا۔ یا  
 ہاتھ بڑھا کے دیا اور الف اس میں شاع کے لئے ہے ناوائے کا ناعل حضرت محبوب العالمؒ ہیں :  
 قولہ من بعیر اسماء انثویں کے ناموں میں سے ایک نام بعیر ہے۔ یہ مذکر مؤنث دونوں پر بولا جاتا  
 ہے۔ اس کی جمع بعیر۔ باعز۔ باعز۔ جمع باعیر آقبے۔ اسمر کی صفت ہے۔ ابن عرب سُرخ رنگ کے  
 اونٹوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں اس لئے یہ نسبت قیمتی ہوتے ہیں۔ اس صفت سے وہ معنی حاصل ہوئے  
 جو قیزہ و بختر میں محفوظ ہے :



مجھے اُن کے مُشابہ بنایا اور مقتضای حدیث **مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ** جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت قائم کرے تو وہ انہیں میں سے شمار ہوتا ہے تو امیدوار ہوں کہ ان کی برکت سے ایسی خوش نصیبی حاصل کروں گا کہ خطرات نفسانی کا میرے دل پر کوئی اثر نہیں رہے گا۔ مُصنّف فرماتے ہیں کہ پیر و شہزادہ حضرت سیدنا شیخ حمزہ رحمہ اللہ کی غطا کی ہوئی جانماز اور فقر و درویشی کا عنایت کیا ہوا المہا چونکہ عمدہ قسم کے اونٹوں سے بہتر اور افضل ہیں بشرطیکہ ظاہری بیانی کے ساتھ باطنی بیانی بھی ہو اور بزرگان دین اور رہبران طریقت کا ہمیشہ یہ دستور رہا ہے کہ وہ اپنے مریدوں اور طالبوں کو اپنے استعمال کی کوئی چیز عنایت فرماتے ہیں۔ یہ چیزیں ان کے لئے باعث برکت و سعادت ہوتی ہیں۔

ورد کاں کرد و حوالہ ذکر کاں تلقین نمود      اَلْکَمَانُ تیر و ایں شمیر با جو ہر شدت

وَرْدَةُ الَّذِي اجَانَنِي بِهِ وَذَكَرَ حَقَّ  
ذَلِكَ قَوْسٌ وَرَمِيَّ ذَاكَ سَيْفٌ شَهْرًا

ترجمہ :- وہ ورد اور وہ ذکر حق جس کی آپ نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی ہے پہلا تو کمان اور تیر جیسا ثابت ہوا اور دوسرا یعنی ذکر حق ابدار شمیر کے مشابہ ہو گیا۔  
تشریح :- حضرت مصنف نے اورد و وظائف کو تیر و کمان کے ساتھ اس بنا پر تشبیہ دی کہ جس طرح تیر و کمان ٹھیک نشانہ پر بیٹھ جانے سے شہرت کے ساتھ حصول مقصد کا ذریعہ بن جاتا ہے اسی طرح اورد و وظائف بھی اجابت و قبولیت کے درجہ میں پہنچ

۱۔ قولہ **وَرْدَةُ** مبتدئہ و خبرہ **ذَلِكَ** الی آخرہ۔ قولہ **ذَكَرَ حَقَّ** مرفوع علی **اِنَّهُ** معطوف علی **وَرْدَةُ** ثم لا یخفی علی اللیب ان فی التعریف و نشر مرتب لان قولہ **ذَلِكَ قَوْسٌ** و **رَمِيَّ** تعلق الی قولہ **وَرْدَةُ** و قولہ **ذَلِكَ سَيْفٌ** تعلق بحسب المعنی بذکر حق۔ و حذف حرف العطف من **ذَلِكَ** لاضرواقہ التثنی و هو جائز عندهم۔ و قولہ **شَهْرًا** فعل ماضٍ مجہول عشق من قولہم **شَهْرًا** شہراً و شہراً بکذا مشہور بنا۔ شہر و شہر السیف تلوا کو سوزت کر بکنہ کرنا۔ مشہور و معروف تلوا کے لئے ابدار اور تیر ہونا لازمی ہے اور الف ایں نشانہ کے لئے ہے۔

کرفویسی طور پر حصولِ مدعی کے وسیلہ بن جلتے ہیں اور نفس و شیطان کی طرف سے  
 پیش آنے والے موانع ان کی برکت سے دور ہو جاتے ہیں۔ اسی مناسبت کی  
 بناء پر حضرت جامی رحمہ اللہ نے ناوک تیر کی نسبت دُعا کی طرف اس شعر میں کی ہے  
 ہر ناوک دُعا کہ گشاوند اہل راز  
 از بازوی نیاز نغمہ بہدف رسید

(ترجمہ) اہل دل نے عجز و اخلاص کے بازوؤں سے دعا کا جو بھی تیز نکالا وہ ہمیشہ  
 ٹھیک نشانہ پر پیوست ہوا۔ اسی طرح ذکرِ حق کو تیز تلواری کے ساتھ تشبیہ دینے میں یہ  
 حکمت ہے کہ ذکرِ حق بھی ذکر کو ماسویٰ اللہ سے جدا کرتی ہے جیسا کہ حضرت شیخ عطار  
 نے اس شعر میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے غیر حق ہر ذرہ کاں مقصود تست  
 تیغ لابرکش کہ آں معبود تست

اس سلسلہ میں حضرت شارح رحمہ اللہ اپنا ایک خواب بیان فرما رہے ہیں کہ میں نے  
 ابتدائی زمانہ بیعت میں خواب دیکھا کہ میرا بدن برہنہ اور بہترین تلواری میری کمر میں لٹکی ہوئی  
 ہے اور عمدہ قسم کی کمان اور کچھ تیر کمر بند میں رکھے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں نے  
 اپنے ہاتھ میں ایسا خنجر بھی دیکھا جس کی دھار میں کچھ زخم پڑے ہوئے تھے اور کند ہو گیا  
 ہے۔ فرماتے ہیں میں نے پیر و شہنشاہ حضرت جناب العالم سے اسکی تعبیر دریافت کی۔  
 تو فرمایا کہ آپ نے اپنے اور اوروں کی حقیقی عورت مشاہدہ کی ہے کہ ذکرِ الہی شمشیر  
 ہے اور کمان وہ وِردِ اعظم ہے اور وہ متفرق ادعیہ میں جو آپ پڑھتے ہیں اور خنجر میں  
 آپ نے جو زخم دیکھے ہیں یہ تصور و کوتاہی کی علامت ہے، وہ تو دو چیزوں کی وجہ سے  
 ہو سکتی ہے کہ اجازت میں غلطی ہو یا اذکار کے پڑھنے میں غلطی ہوئی ہو یہ دونوں چیزیں  
 ہمارے وظیفہ میں نہیں ہیں۔ پھر فرمایا غالباً کوئی ایسا وظیفہ بھی آپ پڑھتے ہیں جس کی  
 سہانے آپ کو اجازت نہیں دی ہے۔ حضرت خاکی فرماتے ہیں میں نے عرض کی جی ہاں  
 میں از خود دعایِ شمشیر پڑھتا ہوں۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا ہاں یہی کوتاہی آپ نے دیکھی  
 ہے کہ اس وظیفہ کی نہ میں نے آپ کو اجازت دی ہے اور نہ مجھے مشارح کرام کی طرف سے اسکی

اجازت حاصل ہے۔ اور فرمایا بلا اجازت کوئی وظیفہ نہ پڑھا کریں۔ اس سے واضح ہوا کہ اذکار  
 و اُرد میں خیر و برکت حاصل ہونے کے لئے پیرانِ طریقت سے اجازت لینا ضروری ہے۔

اوبارشادِ روح المشائخ قطبِ حق بندگی سید جمال الدین بختی رہبر شدت

هُوَ بِإِشَادِ طَرِيقِ شَيْخِ شَيْخَانِ قُطْبِ حَقِّ  
 حَضْرَةِ السَّيِّدِ جَمَالِ الدِّينِ إِلَى اللَّهِ سَيَّرًا

ترجمہ :- حضرت محبوب العالم نے شیخ المشائخ قطبِ حق حضرت سید جمال الدین بخاریؒ  
 کے طریقہ ارشاد کے مطابق اپنے مریدین و معتقدین کو اللہ تعالیٰ کی طرف رہبری فرمائی۔

تشریح :- اس شعر سے حضرت محبوب العالم کے مشائخ طریقت کا اجمالی بیان ہے۔ اس  
 سلسلہ میں خود حضرت ناظم رُوح اللہ رُوح اپنے پرورشِ ضمیر کا واقعہ نقل کے فرماتے ہیں کہ حضرت  
 محبوب العالم فرماتے تھے کہ جب میں خانقاہ ملک شمس میں پہنچا تو نہایت کم عمر اور خوردسال  
 تھا۔ خوردسالی کی وجہ سے مجھے الگ کمرہ نہیں دیا گیا بلکہ خانقاہ کے ایک نیک اور باوقار شخص صوفی  
 صالح کی تحویل میں رہ کر انہیں کے ساتھ خانقاہ میں رہائش کرتا تھا۔ صوفی صالح کی یہ عادت تھی  
 کہ وہ آدمی رات کو اٹھ کر عبادات و ریاضات میں مشغول ہوتے تھے اور خاص کر نماز تہجد میں  
 ہمیشہ سورہ کہف اس طرح تلاوت فرماتے تھے کہ میں قرأت اچھی طرح سن لیتا تھا۔ اللہ کے  
 فضل سے چند ہی دنوں میں صوفی صاحب کی قرأت کی طفیل سے مجھے پوری سورہ کہف ازبر  
 اور یاد ہوئی۔ اس پر صوفی صاحب نے تعجب سے فرمایا کہ میں بہت دنوں سے یہ سورہ شریف پڑھتا  
 ہوں پھر بھی کما حقہ یاد نہیں ہے تو تم کو باہن خوردسالی تھوڑے ہی دنوں میں میرے پڑھنے سے  
 کیونکر یاد ہوئی؟ آخر قرآن شریف کھول کر فرمایا اچھا شروع کیجئے۔ فرماتے ہیں وہ قرآن  
 شریف کھولے ہوئے تھے میں اپنے حِفْظ سے سورہ کہف پڑھ رہا تھا موصوف سنستے جاتے  
 تھے یہاں تک پوری سورہ یاد سنانی تو صوفی صالح بہت خوش ہوئے اور میرے ہاتھوں کو چومنا  
 کیونکہ وہ بچو گئے کہ یہ اس سعادتِ بزورِ باطنیت و تازہ بخشہ فدایِ بخشندہ

حضرت محبوب العالیؒ فرماتے ہیں صوفی صالح کی اسی صحبت نیک کی بنا پر مجھے بچپن سے ہی شب خیزی کی عادت ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ آپ کی روحانی تربیت بھی باخدا انسانوں کی طرف سے ہوئی۔ بارہا آن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام نے خواب میں آپ کی روحانی تربیت فرمائی اور اذکار و اوراد کی تلقین کی اور ان کی پاک تعلیمات و ارشادات پر جب عمل کرتے تھے تو ان کے ثمرات و برکات چشمِ عبرت بین سے ملاحظہ فرماتے جلتے تھے۔ خواب ہی کی حالت میں بعض اولیاء اللہ نے دعائی سینی کی اجازت مرحمت فرمائی اور جب بیدار ہوئے تو دعائی سینی پوری یاد تھی پھر اسے ترک نہیں کیا۔ غرض آپ آغازِ عمر سے ہی اذکار و اوراد کے پوسے پابند تھے۔ کچھ اہل کشف جیسے حاجی اللہ واو نے آپ کو بہت سی بشارتیں دی تھیں جو پوری ہو کر رہ گئیں مگر ابھی سلسلہ بیعت کسی صاحب سے ظاہری طور پر عمل میں نہیں آیا تھا۔ فرماتے ہیں اس لئے میں اکثر و بیشتر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتا تھا کہ لے اللہ میری ہدایت و رہبری کے لئے کسی ایسے پیر و شفیع کو بھیجئے جو تجھے طور پر آپ سے واصل ہو اور آپ کی رضا مندی سے بہرہ اندوز ہو چکا ہو۔ یہاں تک کہ حضرت سید جمال الدین بخاری کی تشریف آوری سری نگر میں ہوئی اور آپ نے پائین شہر خانقاہ احمد تیز محمد ملک شاہ صاحب میں نزولِ اجلال فرمایا۔ اسی رات آپ نے ایک خواب دیکھا کہ آپ سے کہا جاتا ہے اس دنیا میں قانونِ قدرت یہ ہے کہ اسباب و ذرائع سے وہ حاصل فائدے حاصل ہوتے ہیں جو براہِ راست میسر نہیں ہوتے۔ پھر مثال سے آپ سمجھائے گئے کہ جنگل کے درخت آپ اُگتے ہیں اس لئے موٹے اور لمبے ہونے کے باوجود ان کے پھل نہیں ہوتے اور اگر ہوتے بھی ہیں تو کم ہوتے ہیں اور ان میں پوری مٹھاس نہیں ہوتی۔ اس کے برخلاف وہ درخت جن کو بانجھان لگانا ہے اور ان کی پرورش کرتا ہے وہ بظاہر زیادہ موٹے اور لمبے نہیں ہوتے مگر ان کے میوے وافر اور لذیذ ہوتے ہیں۔ اسی قاعدہ کے تحت عنایتِ ایزدی آپ کی شامل حال ہو گئی کہ آپ کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت سید جمال الدین بخاری کو بھیجا لہذا ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کیجئے۔ ان کو رسول اللہؐ تک پورا تسلسل اور اتصال ہے۔

حضرت محبوب العالم نے دوسرے دن سویرے حضرت سید جمال الدین کے ساتھ ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ آپ کی محفل زائرین سے کھپا کھچ بھری ہوئی تھی اس لئے دروازہ کے پاس کچھ دیر قرار کر کے واپس تشریف لے آتے ہیں۔ دوسرے دن پھر تشریف لے جلتے ہیں جوں ہی خانقاہ میں قدم جمائے تو ادھر سے حضرت سید جمال الدین بخاری نے آپ پر نظر عنایت فرما کر آپ کو اپنے قریب لایا اور فرمایا کہ میں آج رات تمہارے تمام حالات پر آگاہ ہوا۔ درحقیقت میں تمہاری تربیت اور صفائی قلب کے لئے آیا ہوں اس لئے آج سے آپ میری تحویل میں کر دئے گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے حضرت محبوب العالم کو اذکار و اوراد کے ذریعہ رفتہ رفتہ تدریجی طور پر ایک حال سے دوسرے حال اور ایک مقام و کیفیت سے دوسرے مقام و کیفیت کی طرف پھیر کر وہ روحانی مقام عطا فرمایا جو ارباب باطن اور اہل دل پر پوشیدہ نہیں ہے۔ سید صاحب نے چھ ماہ تک آپ کی روحانی تربیت فرمائی پھر ذات نامہ عطا فرمایا۔ جب سید صاحب ہندوستان واپس ہوئے تو حضرت محبوب العالم نے بھی اپنے پیر کامل کے ساتھ جانے کی خواہش کی مگر آپ نے فرمایا کہ اللہ آپ کے ذریعہ ہتیار مخلوق کو ہدایت فرمائے گا لہذا آپ کا کشمیر میں ہی رہنا ضروری ہے اور پھر سفر کی مشکلات و صعوبتیں آپ کی صحت کے لئے سازگار نہیں ہیں اور فرمایا ظاہری فراق و دوری کے باوجود ہم قلبی اور باطنی طور پر آپ کے ساتھ ہیں۔

گر در مینی جو بامنی پیش مینی

در پیش مینی جو بے مینی در مینی

یہ ہے اس اجمالی تفصیل کا خلاصہ جو اس مقام پر حضرت شارح نے دستور السالکین میں بیان فرمایا ہے۔ اب ہم پھر اسل شعر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

قولہ ارشاد۔ رَشَادٌ وَأَرْشَادٌ اِلٰی كَذَا وَعِنْدِهِ وَلِذٰلِكَ نَدْعُو رَشَادًا



القاضی قاضی نے اُسے سیدھے راستے پر چلایا۔ اس کا مادہ مُشَدِّد ہے جس کا معنی راہِ راست پانے کے ہے۔ الرَّشْدُ وَالرَّشْدَةُ حلال زادہ۔

قطب لغت میں فرقدین اور جدی کے درمیان ایک ستارہ کا نام ہے جس سے قبل کی تعیین کرتے ہیں۔ قطب کا اطلاق مدار پر بھی کرتے ہیں۔ هُوَ قُطْبُ ذَلِكَ الامر وہ اس کام کا مدار ہے۔ اسی طرح اس کا اطلاق سردار قوم پر بھی کیا جاتا ہے۔ فلان قُطْبُ بنی فلان کہ فلانی فلان قوم کا سردار ہے۔ اس کی جمع اقطاب، قطب، قطبۃ آتی ہے۔ اہل جغرافیہ زمین کے محور کے کنارہ پر لفظ قطب اطلاق کرتے ہیں اور وہ دو ہیں قطب شمالی اور قطب جنوبی ۛ

وی ہم از ارشاد قطب عالم و نواب او  
 در میان مرشدان سلسلہ مفرشد است  
 قد ہدیٰ ہذا بقطب عالم و نایبہ  
 ہذہ سلسلہ اُضحّت لَدیہم مفرّا

ترجمہ: حضرت سید جمال الدین بخاریؒ نے قطب عالم حضرت سید  
 جلال الدین بخاریؒ اور آپ کے نامدار خلفا کی تربیت و رہنمائی سے مسند  
 ارشاد حاصل کیا اور ان حضرات کا یہ مبارک سلسلہ مشائخ طریقت یا سلسلہ  
 چشتیہ کے بزرگان کرام کے ہاں باعث صد فخر و مباہات ہے۔

تحقیق: حضرت سید جمال الدین بخاری اور حضرت سید جلال الدین  
 بخاری رحمۃ اللہ علیہما کے درمیان سات واسطے اور تقریباً زمانہ کے لحاظ سے  
 دو سو برس کا فاصلہ ہے تو پھر اس شعر کا کیا مطلب ہے کہ حضرت محبوب العالم  
 رحمۃ اللہ کے پیروشنظیم حضرت سید جمال الدین بخاری نے قطب عالمؒ سے  
 براہ راست فیض حاصل کیا؟ حضرت علامہ خاکی رحمۃ اللہ نے اس سوال کا  
 جواب یوں دیا ہے کہ: حضرت سید جلال الدین بخاریؒ کے نامدار خلفاء میں  
 سے کسی ایک سے جس آدمی نے بھی فیوض و برکات حاصل کئے اس نے حکماً براہ  
 راست حضرت سید جلال الدین بخاری سے استفادہ کیا ہے۔ کیونکہ آپ کے  
 برگزیدہ خلفاء نے وہی فرمایا جس کی تعلیم و تلقین حضرت سید جلال الدین بخاری  
 نے فرمائی تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ گاہ گاہ واقعات و مکاشفات میں  
 بھی حضرت سید جلال الدین بخاریؒ کی روح معلّے اپنے مریدوں کو براہ  
 راست رہنمائی فرماتی تھی۔

بہر حال حضرت سید جلال الدین بخاری کی ولادت باسعادت بمقام اچھ  
 شہرہ اور وفات شہرہ میں ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کا اسم گرامی

حُسن اور کُنیت ابو عبد اللہ تھی۔ (آپ کے مزید حالات ہماری کتاب سلطان العارفين  
حصہ اول میں مطالعہ فرمائیے)

حضرت سید جمال الدین بخاریؒ کے پیرانِ طریقت کے اسماء گرامی یہ ہیں :-  
۱۔ سید جمال الدین بخاریؒ ۲۔ سید عبد الوہاب دہلویؒ ۳۔ مخدوم شیخ سید محمدؒ  
۴۔ شیخ سید حامد اچھ بخاریؒ ۵۔ مخدوم شیخ سید ابوالقاسمؒ ۶۔ شیخ سید حامد کبیرؒ  
۷۔ سید محمود ناصر الدینؒ ۸۔ مخدوم جہانیاں قطب عالم حضرت سید جلال الدین بخاریؒ

اِنَّ بَخَارِي نَسَبْتُ وَسَيِّدِ جَلَالِ الدِّينِ لَقَبُ  
قُطْبِ عَالِمِ بُوْدُنٍ وَمَخْدُومِشِ اَشْرَشْدِ اسْت  
كَانَ نِسْبَةً بَخَارِي لِقَبِّ سَيِّدِ جَلَالِ  
كَوْنُهُ قُطْبًا وَمَخْدُومًا لِدُنْيَا حُرَّرًا

ترجمہ: آپؒ (مخدوم جہانیاں) نسبت کے لحاظ سے بخاری ہیں، لقب سید  
جلال الدین ہے، آنجناب کا قطب عالم اور مخدوم جہانیاں ہونا دنیا بھر میں مشہور ہے۔  
تحقیق: حضرت علامہ خاکسار نے اپنی شرح میں آپکا شجرہ نسب یوں دیا ہے:  
سید جلال الدین بخاری ابن سید علی ابن سید جعفر ابن سید محمد ابن سید محمود۔  
ابن سید احمد ابن سید عبد اللہ ابن سید علی اشقر ابن سید جعفر ثانی ابن سید علی الہادی  
النقی ابن الامام الجواد محمد النقی ابن الامام علی موسیٰ ابن الامام رضا ابن الامام علی موسیٰ  
ابن کاظم ابن الامام جعفر الصادق الخ

(متعلق صفحہ گذشتہ) قولہ بقطب عالم، المضاف محذوف واصلہ بامر شاد  
او بدلالة قطب عالم. وخذ المضافی الفران وكلام الفصحاء شایع قال الله تعالیٰ  
واسئل القرية ای اهل القرية. وقوله لیدیهم فان قلت ما هو مرجع ضمیرہ  
فهذا الضمیر يرجع الی اهل السلسلۃ المفہومین من التائبین. واما  
قولہ مفخرًا فنصبہ علی انة خیر لاصحتہ

حضرت شارح نے بحوالہ خلاصۃ المناقب قطب کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہر زمانہ میں اہل اللہ میں سے کوئی صاحب ولایت و روحانیت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوتا ہے جس کے ساتھ باطنی نظام بامر اللہ وابستہ ہوتا ہے۔ اس کا نام قطب اور غوث ہے۔ قطب کا وظیفہ ذکرِ مجرّد اللہ بسکون کا ہوتا ہے۔ قطب تمام صفاتِ کمالیہ ممکنہ کے ساتھ آراستہ ہوتا ہے۔ صرف وجودِ ذاتی کے ساتھ وہ موصوف نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ وجودِ ذاتی خاصہ حضرت باری تعالیٰ ہے۔ اس کے سوا جتنے بھی مخلوق ہیں سب کے سب ممکن ہیں۔ تمام اولیاء اللہ قطب ہی سے اکتسابِ فیض کرتے ہیں۔ ہاں اولیاء اللہ کی وہ قسم جو افراد کے نام سے موسوم ہے وہ قطب کے تابع نہیں ہے۔ کیونکہ قطب عالمِ جبروت، ناموت اور لاموت کا خلیفہ ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اقطاب افراد وہ اولیاء اللہ ہیں جو ولایت کی سرحد تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں، ان کا مرتبہ صدیقیوں سے کمتر ہوتا ہے۔ نیز اقطاب کا علم محیط ہوتا ہے مگر محیط بالذات نہیں کہ وہ خاصہ سبحانی تعالیٰ ہے۔ باقی اولیاء اللہ کا علم ان سے کمتر اور غیر محیط ہوتا ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ حضرت حق کا علم شہودی ہوتا ہے جبکہ اقطاب افراد کا علم غیر شہودی یعنی بنا بر علم و ادراک من جانب اللہ ہوتا ہے۔ اقطاب افراد میں تمام علمی صورتیں قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے۔ دستور السالکین، فتوح الغیب اور اسکی شرح مؤلفہ حضرت مولینا الشیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اقطاب، اغواث اور ابدال قریب قریب ہم معنی ہیں۔ فتوح الغیب کے مطالعہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے ولایت کے تین درجے ہیں: ۱) ابتدائی درجہ جو عام صلحاء مومنین کو حاصل ہے۔ ۲) ابدال و اغواث (۳) صدیقین۔ اگر ابدال اور اقطاب میں کوئی فرق ہوتا تو آپ اقطاب کا ذکر بھی فرماتے مگر پیشتر عبارت سے معلوم ہوا کہ افراد کا درجہ اقطاب سے بالا اور برتر ہے تو پھر وہ بھی نلیجہ قسم ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ افراد بھی اقطاب

ہی قسم کے اعلیٰ و افضل ترین قسم ہیں پس وہ مستقل قسم نہیں ہیں۔  
واضح رہے کہ غوثیت، ولایت کی آخری کڑی ہے۔ اس کے بعد صرف ایک  
مرتبہ ہے جسے نبوت اور رسالت کہتے ہیں جس کا دروازہ حق تعالیٰ نے تاجدار  
عرب و عجم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بند فرمایا ہے۔ آپ کے بعد کسی قسم  
کی نبوت و رسالت حقیقی، مجازی، بروزی، ٹروزی کا کوئی امکان ہی نہیں جیسا کہ  
فرمایا: وَخَتَمْتُ بِهِ الرِّسَالَةَ وَالذَّلَالَاتِ وَالْبَشَائِطَ وَالنَّدَائِقَ  
وَالنَّبُوَّةَ جِس نے اس مقدس امانت کو آپ کے بعد اپنی طرف کسی بھی قسم کی  
نسبت کی صورتاً غلام احمد قادیانی اور اس کے ہم خیال و مددگاروں کی  
طرح فَقَدْ ضَلَّ سِوَاءَ السَّبِيلِ وَحُرِّمَ ابْدَالُهَا مِنْ دَارِ النِّعِيمِ۔

بہر حال ہمیں یہ بتانا مقصود ہے کہ قطب، غوث، ابدال، افراد اور باقی  
اولیاء و صدیقین کا مرتبہ جلیبہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی  
اتباع و پیروی ہی سے حاصل ہوتا ہے اور یہ سب کے سب آپ ہی کی عنایت و  
ہر بانی کی طرف محتج ہیں۔ ان کا کمال چاند کی طرح ہے کہ جس کا نور ذاتی نہیں بلکہ  
اس پر آفتاب عالمیاب کا پرتو ہے۔ اسی طرح آفتاب نبوت ہی کا پرتو ان حضرات  
پر پڑتا ہے لہذا یہ نبوت و رسالت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے بلکہ یہ بھی شرعیات  
میں ہماری طرح اور باقی امتیوں کی طرح مکلف اور پابند ہیں۔

اسی طرح ص ۲۸۹ نص حکمت رحمانیہ کے ذیل میں حضرت شیخ محی الدین اکبر فرماتے  
ہیں بے شک قطب زمانہ حاکم علی الاطلاق ہوتا ہے، اسی میں تجلی اعظم رہتی ہے۔  
حضرت سلیمان علیہ السلام کی مراد ملک سے ظاہری و عالم شہادت کی حکومت اور  
نصرف عام ہے۔ فرماتے ہیں دیکھو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے سب کچھ دے  
رکھا تھا۔ آپ کی باطنی حکومت اس سے زیادہ ہی تھی مگر آپ نے عالم شہادت میں اس کی  
ظاہر نہیں کیا۔



## رفعُ الاشتباه

چونکہ ملک کشمیر میں بہت سے خاندان بخاری کہلاتے ہیں اس لئے رفعِ اشتباه کے طور پر چند سطریں سپردِ قلم کرتا ہوں۔ یہیں حضرت مخدوم جہانیاں سید جمال الدین بخاری رحمہ اللہ سے سلسلہٴ انتساب نہیں صرف انکی مقدس عظمت کا یقین و اتقان ہے۔ نیاز مند کا سلسلہٴ انتساب حضرت قاضی سید عبدالغفار بخاری فرزندِ ارجمند حضرت سید محمد بخاری تک تو اترا پہنچتا ہے۔ ان جناب نے بخارا سے ہجرت کر کے کشمیر میں نزولِ اجلال فرمایا اور ان جناب کا سلسلہٴ انتساب حضرت سید عبداللہ ابن شیخ الجین والانس الشیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ فتح البین مطبوعہ مصر میں مرقوم ہے **كَانَ مِنْ أَوْلَادِهِ** اور ہمارے خاندان کا مطبوعہ شجرہ جو **مُصَدَّقٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ الْكِبَارِ وَالْأَوْلِيَاءِ الْعِظَامِ وَالسَّادَاتِ ذَوِي الْإِحْتِرَامِ** ہے۔ اس خاندان کی دو مشہور شاخیں ہیں ایک کشمیر میں دوسری پنجابِ ملتان میں۔ اور اسی شاخ سے حضرت امیر شریعت مولانا مفتدانا سید عطار اللہ شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ ہیں چنانچہ حضرت شاہ صاحب کے اس گرامی نامہ کا عکس جو آپ نے ۱۳۶۵ھ میں ہمارے بڑے برادر محترم، اُستادِ مکرم اور زاہدِ وقت جناب سید غلام حسن شاہ صاحب بخاری کے نام پنجاب سے تحریر فرمایا ہے اور اس کے ساتھ سابقہ زمانہ کے پوسٹ لفافہ و پوسٹ کارڈ کی ہیئت و ضخامت کا بھی اندازہ ہوگا۔

عکس مکتوبِ گرامی، پوسٹ لفافہ و پوسٹ کارڈ  
انگلے صفحہ پر دیکھیے

نوٹ: میں نے یہ چند سطریں اس لئے لکھی ہیں کہ بعض بزرگ خود تاریخوں والوں کے مطالعہ کا اندازہ ہو جائے گا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ "بندگی باید پیہمیزادگی در کار نیست" اور **اِنَّ ابْنَ مَنْ سَلَّمَ وَكُنْ مُؤَدَّبًا** پر ہمارا ایمان ہے۔

ملاحظہ ہو کہ پوسٹ کارڈ جو ڈسٹریکٹ آفیس کے نمبر پر لکھا گیا ہے۔  
۱۹۵۵ء کو حضرت شیخ الحدیث کے نام لکھا ہے۔

EAST INDIA  
THE ADDRESS ONLY

مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند  
بیمار خانہ لاہور  
نور محمد صاحب  
مطابق سہ ماہی

۱۹۵۵ء

مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام  
مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند  
بیمار خانہ لاہور  
نور محمد صاحب  
مطابق سہ ماہی  
۱۹۵۵ء

ملاحظہ ہو عکس گواہی نامہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاری

ذی ۱۳۰۶ھ

الہر راجہ درویش خان

بگوالپور

بسم اللہ

واللہ

برادر محترم الکفاح عوفیہ

گرامین شرف صدور لایا یاد فرمایا گا شکر گزار ہوں  
اور ان فریب جواب کیلئے معافی کا خود شکریہ - عزیز مولانا محمد عوفیہ

کی دفتر کے انتقال کی خبر پڑھی انا اللہ اعلم ان اللہ راجہ درویش خان  
لعم البیدل کا حواشی اور اس کا مذاق تو وراثت ہم و ہمیل کے لئے

پیر بردار اسید خیرین سے اللہ اللہ نے انتقال کے وقت عرض کیا  
شہر بڑھا تھا جو بردار پیرین سے معہ و مفید کی زبانی لکھا تھا کہ اعلان  
دریوں نظم و غیرہ لکھی نہ دیکھی شہر بڑھا سے

شہر علم درویش خان لایا بر جان ما

داد فوراً ثبات اللہ جان ما

یہی وہ خبر ہے - ایسی کہ اس وقت کی خبریں کے لئے الامان الحفظ  
جو ان کے ہینہ کے لئے اس وقت تک نہیں فارش میں پہلا کو از پیر درویش خان  
دیر صدقہ اکرہ روز جمعہ کو اور اللہ اللہ اور فوراً ثبات اللہ کے ثبات کی  
لکھی نہ آئی اللہ اللہ لفظ اللہ اللہ لکھی نہ آئی اور وہی کو وہی لکھی

اسے نام لرا اللہ رکھتا ہے سرے سے جو کسی طرف آپ نام خود  
 کہہ دے میں خود مانہ نہیں کہتا۔ قبول ہو میرے خود لاکھا طرف  
 آجے نام اہل بیت کو اللہ کے جو خود وائیں اور دیکھ لو سب  
 میں امیر ماکہ کو ملو گوں کیے اور دعا فرماتے رہتے ہیں اب لو گوں  
 دعا گو ہیں۔ عزیز مولانا محمد سعید صاحب دہراد اور محترم جناب مولانا  
 وزیر مولانا محمد سعید صاحب کیمیا میں اللہ کے اور لوگ پر انحال  
 خود لاکھی اللہ کے۔ در اللہ مع اللہ کریم دعا خود اللہ

اللہ کے

میں  
 دعا  
 در

میں دعوت ہے میرے جناب مولانا محمد سعید صاحب



سرینگر شہر  
 دار فانیہ بہار بیچ

صدقہ نوائی محمد سکندر خیر دوکان

بلا صمد و برسد

نوٹ: اسی قسم کا ایک اور تاریخی پوسٹ کارڈ صفحہ نمبر ۳۰۳ پر ملاحظہ کیجئے

در تصرف کردن اندر اولیاءِ حق تمام و دستش زانو بردار و اخذ مشہر است

فِي تَصَرُّفِ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ كَانَ مَاهِرًا

اِنَّ فِيْ جُرُوْدِ وَ سَلْبِ الْوَرَى اسْتَشْهَرًا

ترجمہ :- آپ یعنی جناب مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاریؒ اولیاءِ اللہ کے روحانی کمالات پر تصرف کرنے میں بہت ماہر اور بید طولی رکھتے تھے چنانچہ روحانی عطیات کی داد و دہش اور لوگوں کے دلوں سے ان کے سلب کرنے اور چھیننے میں دنیا بھر میں مشہور و معروف ہیں۔

تشریح :- حضرت شارح رحمہ اللہ اس شعر کی تفصیل اس طرح فرماتے ہیں کہ حضرت جلال الدین بخاری رحمہ اللہ ولایت اور تصرفات میں اتنے کامل تھے کہ آپ کی عادت تھی کہ جس وقت کسی صاحبِ کمال فضائل و شگاہ ولی خدا سے ملاقات فرماتے تھے اور نور ولایت سے معلوم کر لیتے کہ اس مردِ خدا میں یہ کمال اور پاک جوہر ہے تو اس کو اس سے خالی کر کے اپنی ذاتِ عالی میں جذب فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ ایسی پاک اور مقدس امانت کے لئے پاک و پاکیزہ ہونا چاہیے تو وہ بعون اللہ



مجھ میں بطریقِ اتم و اکمل موجود ہے۔ اس طرح اس فقیر کو حاصل کردہ محنت سے خالی ہاتھ فرماتے تھے چنانچہ اثنائے سفر میں اس قسم کے واقعات آپ سے بکثرت صادر ہوئے یہاں تک کہ حضرت شیخ نصر الدین چرخ دلبوی کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ نصیر الدین صاحب سلسلہ چشتیہ سے وابستہ تھے۔ ابھی آپ کی ملاقات حضرت شاہ چرخ صاحب سے نہ ہونے پائی تھی بلکہ آپ کے ایک خلیفہ سے ملاقات ہوئی اور انہیں بہت بڑا صاحب کمال پایا اور حسبِ عادت دل مبارک میں خیال آیا اس خلیفہ سے بھی ایسا ہی معاملہ کریں کہ انہیں جو کمال حاصل تھا اُس کو ان سے چھین لیں۔ مگر اس دفعہ آپ کو یہ کامیابی نہ ہوئی بلکہ بجائے لینے کے دینے پڑے یعنی خود حضرت تید کے کمالات پر تصرف کیا گیا یا چھاپہ مارا گیا۔ آخر کار جب آپ کی براہِ راست حضرت نصیر الدین صاحب سے ملاقات ہوئی تو آپ نے حضرت تید کی بڑی تعظیم فرمائی اور ساتھ ہی نصیحت کی اور معذرت فرمائی کہ جو کچھ ہم نے آپ کے کمالات پر تصرف اور چھاپا مارا ہے اس میں معذور فرمائیے حقیقت میں یہ من جانب اللہ جناب کو امتحان و آزمائش ہے کہ آپ جیسے بند پایہ شخص کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ فقیروں اور درویشوں نے محنت و مشقت کر کے جو کمالات حاصل کر لئے ہیں وہ آپ ان سے غصب اور سلب کریں اور ان بیچاروں کو خالی ہاتھ چھوڑ دیں۔ آپ یہ نصیحت سُن کر بہت متاثر ہوئے اور جواب میں فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے بڑی دستگاہ عطا فرمائی ہے جس کسی دوست خدا سے میں نے کچھ سلب کر لیا ہے دعا کر کے انہیں وہ امانتیں اور جو اسرواپس کروں گا۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی خدا روں کو ان کے لئے حقوق اور روحانی فیوضات واپس فرمائے بلکہ اس سے زیادہ سے اسی طرح حضرت شاہ نصیر الدین نے بھی آپ کے حق میں دعا فرمائی تو آپ کو اپنی امانت سے بڑھ کر روحانی برکات و ہدایات سے نوازا۔ حضرت تید نے اس انعام و اکرام کے عوض شاہ نصیر الدین صاحب کی خلافت منظور فرمائی اور

شکرانِ نعمت بجالانے کی غرض سے اس واقعہ کے بعد آپ کے جو مرید ہوئے ان کو سلسلہ چشتیہ کے طریقہ ہی سے تربیت فرماتے تھے اور اس واقعہ سے پہلے اپنے مریدوں کو سلسلہ سہروردیہ کے مشائخِ عظام کی ہدایات و ارشادات کے مطابق تربیت و رہنمائی فرمایا کرتے تھے۔ اس طرح حضرت سید جمال الدین رحمہ اللہ متعدد سلسلوں کی نسبتوں کے حامل اور منبع قرار پائے اور نیا سلسلہ مزوجہ وجود میں آگیا۔ اس سلسلہ عالیہ کو سلسلہ خدوم جہانیاں کہتے ہیں۔ یہ دونوں سلسلے خصوصیت کے ساتھ حضرت سید کی اولاد و اہل خانہ میں مسلسل اور معنن تا بیتہ جمال الدین بخاری جاری و ساری تھے جس کا مکمل فیض برکت اور جوہر و خلاصہ حضرت محبوب العالم سلطان العارفين شیخ حمزہ مخدومی و محبوبی تک پہنچا۔

یہ ہے خلاصہ اس تحقیق کا جو حضرت پیر خاکی رحمہ اللہ نے اس مقام پر تحریر کی۔ باقی رہا تصرف کرنا، داد و دہش اور اخذ و سلب کرنا عقلاً و نقلاً ممکن ہے کہ نہیں؟ اس علمی بحث کو ہم اور کسی مقام پر تفصیلاً عرض کریں گے۔ البتہ اس جگہ صرف یہ بات عرض کریں گے کہ روحانی فیوض و برکات اساتذہ اور مشائخِ طریقت سے حاصل کرنا باتفاق جمہور اہل سنت و جماعت درست اور ممکن ہی نہیں بلکہ تمام باخدا انسانوں کا معمول رہا ہے۔ پس جو شخص دینے پر قادر ہوگا اگر واقعی وہ کامل ہوگا تو وہ لینے پر بھی طاقت رکھتا ہوگا ورنہ اس کا ناقص ہونا ظاہر ہے۔ بہترین کہار وہ ہے کہ جو برتن بنانے کے بعد ان کے توڑنے اور ان کی سیات و صورت بگاڑنے پر بھی دستگاہ رکھتا ہو جیسا کہ مشنوی معنوی میں اسکی تفصیل ہے۔

تصرف اور اخذ کی لغوی تحقیق :-

قولہ فی تصرف قال فی المصباح تصرف فی الامر کسی معاملہ میں تصرف کرنا۔ تصرفت بہ الاحوال۔ معائب و آفات کا نائب آجانا۔ ومنہ تصرف اللہ

قُلُوبَهُمْ اللهُ تَعَالَى نَعَى ان كے دل پھیر لئے یعنی گمراہ كئے۔ صَرَفَ الدَّانِيَةَ

در اہم یاد دوسرے دانیر سے بدلنا

قَوْلًا أَخَذَ۔ أَخَذَ أَخَذًا وَأَخَذًا لَنَا أَخَذَ بِهِ كِبْرًا۔ أَخَذَهُ

بِذَنْبِهِ سزا دینا و موافقہ کرنا۔ أَخَذَ عَلَى يَدِهِ كَرَنے سے روک دینا۔ أَخَذَ

عَنْهُ نَقَلَ كَرْنَا، سِكْهُنَا۔ أَخَذَ عَلَى نَفْسِهِ، نِگْرَانِي كَرْنَا۔ أَخَذَ فِيهِ الْخَمْرُ شَرَابِ

نے اس میں اثر کیا۔ أَخَذَ يَفْعَلُ شروع کرنے لگا۔

مُتَشَهَّرٌ بِرُوزِنٍ هُتَفَعَلُ اسْمٌ مَفْعُولٌ مِّنْ بَابِ اسْتِفْعَالٍ۔ بمعنی مشہور

بہر اثبات از روضہ پاک نبیؐ از جواب یا ولد مخصوص در محضر شد

إِنَّهُ مِنْ رَوْضَةِ طَهٍ لِإِثْبَاتِ النَّسَبِ  
ذَالَ فَضْلٍ يَا بُنَيَّ فِي الْجَوَابِ مُحَضَّرًا

ترجمہ :- حضرت سید جلال الدین بخاری نے اپنا نسب ثابت کرنے کے لئے آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدس سے یا جدی! کے جواب میں برکلا یا بُنَيَّ لے میرے بیٹے کے جواب سے فضیلت اور خصوصیت پائی۔

منقصر شرح :-

ایک مرتبہ حضرت سید جلال الدین بخاری مدینہ شریف میں تشریف فرما تھے تو وہاں کے سادات سے سیادت کے ثبوت پر کچھ بحث چھڑ گئی۔ آپ نے فرمایا بحث و مباحثہ کی ضرورت نہیں بلکہ متعین سیادت یکے بعد دیگرے روضہ اقدس پر حاضری دیکر السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا جَدِّي "اے دادا جان آپ پر سلام ہو" کہیں اور جس کو برکلا اور کملے طور پر اُدھر سے واپس آئے السَّلَامُ يَا وَلَدِي کا جواب ملے تو سید وہی متمسک ہو گا۔ ہو یا کہ جب سب سادات نے سلام کیا تو جناب سید جلال الدین کے سوا کسی کو وُعِيْلِكَ السَّلَامُ

یا ولدی کا بر ملا جواب نہیں ملا۔ اس واقعہ سے حضرت سید کی زیادت کا طنطنہ اور نقارہ تمام عالم میں بجنے لگا۔ اس تاریخی واقعہ اور، مجھو قسم جیسے تاریخی واقعات سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ پاک میں زندہ ہونا واضح ہوتا ہے۔

قوله إِنَّهُ الضَّيْرُ رَاجِعٌ إِلَى حَضْرَةِ الشَّيْخِ جَلَالِ الدِّينِ بُخَارِي۔  
 قوله طه اُرد به المترجم غفر الله ذنوبه سيدنا ومولينا النبي الاُمِّي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا خَاطَبَهُ اللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فِي الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ " طه مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى " قال في الخزان معناه يا رجل والرد به النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وكذلك يا إنسان۔ ثم قال بعد أسطر معناه طأ الأرض بِقَدَمَيْكَ يُرِيدُ بِهِ فِي التَّهَجُّدِ وَذَلِكَ لِما نَزَلَ الوحي عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَلَكَةٍ اجْتَهَتْ فِي الْعِبَادَةِ حَتَّى كَانَ يُرَاحُ بَيْنَ قَدَمَيْهِ فِي الصَّلَاةِ لَطْوًا قِيَامِهِ وَكَانَ يُصَلِّي اللَّيْلَ كُلَّهُ فَاَنْزَلَ اللهُ هَذِهِ الْآيَةَ وَأَمْرًا أَنْ يُخَفِّفَ عَلَى نَفْسِهِ۔ انتهى ما في الخزان وغيره۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ میں طرح المذقل، المدثر یسین آپ کے اسم مبارک اور القاب شریفیہ میں سے ہیں۔ اسی طرح طه بھی آپ کا اسم مبارک اور لقب شریف ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ چنانچہ صاحب دلائل الخیرات وغیرہ نے آپ کے اسم مبارک شریفیہ کی جو فہرست دی ہے ان میں طه بھی شامل ہے۔ اسی وجہ سے شیخنا الجبلی رضی اللہ عنہ نے کبریتِ احمر میں آپ کی توصیف طه، یسین المذقل، المدثر، سید المرسلین سے کی ہے۔ اس لئے نبی کا ترجمہ طه سے کرنا بالکل درست اور صحیح ہے۔

قوله فضل۔ منصوبٌ عَلَى أَنَّهُ مفعولٌ لِتَأْتِ وَفَاعِلُهُ هُوَ مَقْدَرٌ عَائِدٌ إِلَى الشَّيْخِ رَحِمَهُ اللهُ ثُمَّ إِنَّهُ فَضِّلَ مُضَافٌ إِلَى يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ وَذِي آخِ هَذَا النَّظْمِ عَلَى الْخَصْرِ حَيْثُ أَيْضًا۔

پس از انجام بہر ارشاد و ہداسوی ہند، ہم مخصران سول اطیب و اطہر شدت

ثُمَّ مِنْ ثَمَّةٍ لِتَبْلِيغِ وَرُشْدِ أَهْلِ هِنْدِ  
بِنَاكَ إِذْنَا مِنْ رَسُولٍ قَبْرُهُ قَدْ عَطَّلَا

ترجمہ :- پھر آپ نے وہاں سے اہل ہند کی تبلیغ و ہدایت کے لئے پاک  
ترین پیغمبر حضرت تیداہر سلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اذن و اجازت حاصل  
کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو، قبر اطہر کو اور بھی زیادہ لمعطر اور منور کرے۔

خلاصہ بیت یہ ہے کہ عالم مکاشفہ میں حضرت آن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم نے حضرت شیخ کو ہندوستان میں دینی دعوت اور دین اسلام پھیلانے  
کے لئے حکم دیا۔ جس پر آپ نے عمل کیا اور ہندوستان تشریف لے آئے۔ یہاں  
آکر آپ نے دین قیم کی جو خدمت فرمائی وہ اظہر من الشمس اور تارخیوں  
میں مذکور و مزبور ہے۔ اذنی یہ کہ حضرت شیخ ہی کی ذریت سے حضرت سید  
جمال الدین بخاری پیدا ہوئے اور ہمارے محبوب العالم حضرت شیخ حمزہ مخدومی  
کی خصوصیت کے ساتھ رہنمائی فرمائی۔ کفی بہ فضلاً۔

قَوْلُهُ مِنْ ثَمَّةٍ إِشَارَةٌ إِلَى مَدِينَةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَتَعَلِّقٌ بِبِنَاكَ وَهُوَ أَنْ كَانَ مَقْدَمًا لِمَا لَفِظًا لَكِنَّهُ مُؤَخَّرٌ مَعْنَى.

قَوْلُهُ إِذْنَا مَفْعُولٌ بِبِنَاكَ. قَوْلُهُ قَبْرُهُ قَدْ عَطَّلَا جُمْلَةٌ دُعَائِيَّةٌ  
تَمِيماً لِلشَّعْرِ وَتَوْضِيحًا لِلسَّائِلِ بِهِ النَّاطِلُ الْعَلَامُ إِفَانَحْمَدُ اللَّهُ بِبَرَكَاتِهِ  
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامِ



کی بیا کر دن مقامش مجال من بود ۶۹ خود زبان لال و عباریں بیا اقصردا  
 كَيَّ اطِيقَ اَنْ اَبِيْنَ مَقَامَاتِ لَهٗ  
 لِّلْسَانِي وَ بَيَانِي مِنْ بَيَانِ اَقْصَرَا

ترجمہ :- میری مجال کیا کہ میں آپ کے مقامات اور مراتب عالیہ بیان کر سکو  
 بے شک میری زبان اور میرا بیان اُن کے اظہار سے قاصر اور عاجز ہے۔  
 تشریح :- حضرت خاکی رح حضرت تید کے حالات طیبات میں اختصار کر کے  
 فرماتے ہیں کہ میری طاقت نہیں کہ میں آں جناب کے حالات اور کشف و کرامت  
 کی تفصیل کر لوں کیونکہ اولیاء اللہ کی شان ایسی ہے کہ جیسا کہ حدیث قدسی میں  
 آیا ہے اولیائی تحت قبائی لا یعرفہم سوائی کہ اولیاء میری قدرت کے  
 علم و احاطہ کے چوغہ میں روپوش ہیں، انہیں میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔  
 قولہ اقصرا، من الاقصار، صیغۃ التثنیۃ للمذکور و ضمیر

التثنیۃ یرجع الی اللسان و البیان و معنی الاقصار کما فی المفتاح  
 اقصرہ چھوٹا کرنا، طول کم کرنا۔ نہان، شام کے وقت داخل ہونا۔ اقصرت  
 المرأۃ چھوٹے چھوٹے بنے بننا۔ اقصرت المطر بارش رک جانا۔ الکلام مختصر  
 کلام کرنا۔ من الصلوة بجای چار کے دو رکعت پڑھنا

خِطَّةِ پَاکِ زَمِيْنِ اُچھ درہندستان ۶۰ از صفائی مرقد شہن با زینت با فرشتہ  
 قِطْعَةً مِّنْ اَرْضِ قُدْسٍ اُجَّةٌ فِيْ مُلْكِ هِنْدِ  
 قَد تَنَاهَتْ لِاجْلِ جَدُّثِهِ حَبْرَةٌ وَمَنْظَرًا

ترجمہ :- جب آپ ہندوستان تشریف لائے تو اچھ میں فروکش ہوئے اور اسی

جگہ آپ ہمیشہ کے لئے آرام فرما ہیں۔ یہ شہر اچھ آچی تشریف آوری اور پھر آپ کے روضہ شریف کی وجہ سے معنوی اعتبار سے اونچے اور انتہائی مرتبہ میں پہنچ گیا اور جو روحانی انوار و برکات اور روحانی شادمانیاں اچھ میں دکھائی دیتی ہیں بھلا وہ دوسرے مقامات میں کہاں۔ گو تمام اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ انوار و برکات سے معمور ہیں۔

تشریح :- مرقہ خواجگاہ سونے کی جگہ مجازاً قبر کو کہتے ہیں کیونکہ اولیاء اللہ کی موت نیند کے مشابہ ہے اس لئے اس کا ترجمہ ہم نے جدت سے کیا ہے۔ اس کی جمع اجدات ہے۔ ارشادِ ربانی ہے **فَاِذَا هُمْ مِنَ الْاَجْدَاتِ اِلٰی رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ**۔ قولہ **حَبْرَةٌ**۔ وهو كساقال علماء اللغة العربية خوشی، نعمت، ہر نمہ راگ اور **حَبْرُ الشَّيْءِ** کے معنی مزین کرنا، منقش کرنا۔

قولہ **مَنْظَرًا**۔ **الْمَنْظَرُ** دیکھنے کی جگہ چاہے خوشنا ہو یا بدنا اور کہا جاتا ہے **فَلَانٌ فِي مَنْظَرِي وَمُسْتَمَعِي** فلاں ایسی جگہ ہے کہ میں اسکو دیکھ سکتا اور اسکی باتیں سن سکتا ہوں۔ یہاں پر قرینہ حالیہ و مقالیہ کی بنا پر خوشنا جگہ ظاہراً و معنی مراد ہے اچھ غیر منقسم تہ و تان کا ایک مخصوص اور مردم خیز علاقہ ہے اور اس وقت اچھ ریاست بہاولپور پاکستان کے اکل قریب واقع ہے۔

بودازہر خانوارہ مستفیدانے سے :- سہروردی روپتی **مَنْظَرُ مَنْظَرِ شَدَا**

**كَانَ مِنْ كُلِّ السَّلَاسِلِ مُسْتَفِيدًا بِيَدِ اَنَّ  
لِلشَّهَابِيِّ وَالنَّعِيْبِيِّ مَظْهَرًا وَمَظْهَرًا**

ترجمہ :- آپ (حضرت سید جلال الدین بخاری) کثر لیکہ تمام سلسلوں او پیران طریقت کے خانوادوں سے مستفید و مستفیض تھے لیکن سلسلہ مقدسہ سہروردیہ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے بہت زیادہ ظاہر کرنے والے اور انہیں دو سلسلوں کے مظهر و منبع

قرار پائے کہ اپنے مریدوں کو ان ہی دو سلسلوں کے مطابق روحانی تربیت فرماتے تھے۔

۱۔ یہ منسوب ہے حضرت شیخ الشیوخ مرشد ربانی شہاب الدین ابو عبد اللہ عمر البکری سہروردی کی طرف۔ یہ ان روحانی پیشواؤں اور اربابِ سلاسل میں سے ایسے اونچے پایہ کے بزرگ ہیں جو تعارف سے بے نیاز اور تعریف و تلقیب سے مستغنی ہیں۔ سلسلہ سہروردیہ آپ ہی کی طرف منسوب ہے چونکہ عربی نظم میں سہروردی کا لفظ وزن شعر سے بالاتر تھا اس لئے براہِ رارت اس صاحبِ کالقب ظاہر کیا کہ جن کے وجودِ گرامی سے سہروردی شہرہ آفاق ہوا۔

۲۔ المعینی سے سلسلہ چشتیہ مراد ہے کیونکہ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کی اشاعت حضرت معین الحق والدین ہی سے ہوئی ہے پس گویا کہ آپ ہی اس سلسلہ کے موجد ہیں ورنہ از روئے حقیقت اس سلسلہ کے موجد آپ کے ساتویں پیر مرشد حضرت خواجہ ابوسعحاق شامی سالارِ چشتیاں ہیں۔ حضرت خواجہ ابوسعحاق شامی قصبہ چت کے رہنے والے تھے اسی لئے چستی کہلائے اور ان کا سلسلہ بھی چستی سے موسوم ہوا ورنہ حضرت خواجہ اجمیری کے مولد شریف کا نام دارانجان یا بلدہ سجستان تھا

سراج الہدایہ کی روایت کے مطابق حضرت تید والا جاہ نے شجرہ سلسلہ سہروردیہ اس طرح بیان فرمایا ہے :-

الہی بحرمتہ شیخ زکریا الدین، الہی بحرمتہ شیخ صدر الدین، الہی بحرمتہ شیخ بہاؤ الدین زکریا، الہی بحرمتہ شیخ شہاب الدین سہروردی، الہی بحرمتہ شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقادر، الہی بحرمتہ شیخ وجمیہ الدین ابوالمفص، الہی بحرمتہ شیخ محمد عبد اللہ سہروردی، الہی بحرمتہ شیخ احمد اسود دیوری، الہی بحرمتہ شیخ ہمشاد دیوری، الہی بحرمتہ شیخ جنید بغدادی، الہی بحرمتہ شیخ سری سقطی، الہی بحرمتہ شیخ معزود کرخی، الہی بحرمتہ شیخ داؤد طائی، الہی بحرمتہ خواجہ جمیب عجمی

الہی بحرمتہ شیخ حسن بصری۔ الہی بحرمتہ امیر المؤمنین علی کریم اللہ وجہہ۔ الہی بحرمتہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نوٹ: اس طرح اگر کوئی نسبت کا یہ شجرہ پڑھ کر بارگاہ الہی میں دست بدعا ہو جائے تو امید قوی ہے کہ ان پاکبازوں کی برکت اور وسالت سے اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائیں گے۔

اس اعتبار سے حضرت سید جلال الدین اوداں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان سولہ واسطے ہیں اور حضرت والا جاہ کا سلسلہ چستیہ ورد المریدین کے مطابق یہ ہے :-

الہی بحرمتہ شیخ نصر الدین محمود۔ الہی بحرمتہ شیخ نظام الدین داوانی۔ الہی بحرمتہ شیخ قطب الدین بختیار ساکی۔ الہی بحرمتہ شیخ معین الدین سنجری۔ الہی بحرمتہ خواجہ عثمان ہارونی۔ الہی بحرمتہ حاجی شریف زندانی۔ الہی بحرمتہ شیخ مودود چستی۔ الہی بحرمتہ شیخ ابو یوسف چستی۔ الہی بحرمتہ ابو محمد چستی۔ الہی بحرمتہ شیخ ابو چستی۔ الہی بحرمتہ شیخ ابواسحاق شامی۔ الہی بحرمتہ شیخ علی دینوری۔ الہی بحرمتہ شیخ ابو ہبیرہ بصری۔ الہی بحرمتہ شیخ ابو خدیفہ حبشی۔ الہی بحرمتہ شیخ ابراہیم ادہم۔ الہی بحرمتہ خواجہ فضیل بن عیاض۔ الہی بحرمتہ خواجہ عبدالواحد بن زید۔ الہی بحرمتہ خواجہ حسن بصری۔ الہی بحرمتہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کریم اللہ وجہہ۔ الہی بحرمتہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس سلسلہ میں حضرت سید اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ۱۹

واسطے ہیں۔ اللّٰهُمَّ احْشُرْنَا مَعَهُمْ وَانْفَعْنَا بِمَحَبَّتِهِمْ اَجْمَعِينَ۔

قَوْلُهُ مَظْهَرٌ عَلَى وَزْنِ مُفْعَلٍ مِنَ الْاَظْهَارِ وَهُوَ كَمَا فِي النَّجْدِ  
مِنْ اَظْهَرَ الشَّيْءِ - بَيْتُهُ - جَعَلَهُ وَاِظْهَرَهُ - اَلْاَظْهَارُ قِرَاءَةٌ عَلَى اَظْهَرَ سَائِرِ  
اَظْهَرَهُ عَلَى عَدْوَةٍ - جَعَلَهُ اِظْهَرَهُ - اَظْهَرَهُ عَلَى السُّدِّ اَظْهَرَهُ بِهِ رَفَعَهُ قَدْرَهُ  
وَمَا مَظْهَرًا ثَانِيًا فَهُوَ مَصْدَرٌ مِثْلُ اَوْظَرْتُ مَعْنَاهُ وَاَفْخَمْتُ كَمَا لَا يَخْفَى۔

قوله للشهابي المدد المترجم غفر الله له شيخ الشيوخ المرشد الرباني  
 شهاب الدين ابا عبد الله عمر البكري السهروردي واليه ينتهي سلسلة مشائخ  
 سهروردتيلين۔

رشد آثارہٴ اذین مبارک سلسلہ : این مان درہر وقت و لا تا ازل و منشردت  
 فَبَيْضُ هَذِهِ السَّلَاسِلِ الْكَرِيمَةِ اِنْفَا  
 فِي بِلَادِ اللَّهِ كُلِّهَا لِأَصْحَى مَنْشَرًا

ترجمہ :- اس زمانہ میں ان مبارک سلسلوں کے فیوض و برکات اللہ تعالیٰ کے  
 تمام ملکوں اور مقامات میں پھیلے ہوئے ہیں۔

تشریح :- فرماتے ہیں سلسلہ سهروردیہ اور سلسلہ چشتیہ کے فیوض و برکات  
 ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ کوئی قطعہ زمین ان سے محروم یا خالی نہیں ہے  
 ہاں ہمارا ملک کشمیر خصوصیت کے ساتھ بواسطہ حضرت سلطان العارفين جناب  
 شیخ حمزہ مخدومی رحمۃ اللہ علیہ ان مقدس سلسلوں کا حامی اور علمبردار ہے۔ جن بزرگوں  
 نے خرقہ خلافت حضرت سید جلال الدین بخاریؒ کو عطا فرمایا ہے ان کے اسماء گرامی  
 حسب بیان بزم صوفیہ ترتیب وار یہ ہیں :-

(۱) والد بزرگوار سید کبیر الدین (۲) والد ماجد نے حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا کابلی  
 خرقہ پہنایا (۳) حضرت شیخ رکن الدین (خواب میں) (۴) حضرت شیخ نظام الدین  
 اولیاء (خواب میں) (۵) حضرت شیخ قوام الدین خلیفہ حضرت شیخ رکن الدین (خط کے  
 ذریعہ) (۶) حضرت شیخ قطب الدین منور (خط کے ذریعہ) (۷) حضرت شیخ نصیر الدین  
 چراغ دہلوی (۸) شیخ مکہ عبد اللہ یافعی (۹) شیخ مدینہ عبد اللہ المطری (۱۰) حضرت  
 شیخ قطب عدن فقیہ (۱۱) شیخ مرشد ابو اسحاق کازرونی (۱۲) شیخ امام الدین برادر  
 شیخ امین الدین (۱۳) حضرت سید جہد حمید حسینی (۱۴) حضرت شیخ معمر شرف الدین محمود  
 شادانستری خلیفہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سهروردی (۱۵) سید احمد کبیر



رفاعی کبیر (۱۶) حضرت شیخ نجم الدین صنغانی (۱۷) حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ (فخرا  
 میں) (۱۸) حضرت خضر علیہ السلام (۱۹) حضرت ابو الحداد حینی (۲۰) حضرت شیخ نور الدین  
 انتہی مافیہ زم الصوفیہ۔ باقی سلسلہ مشائخ ہروردیہ و چستہ از حضرت محبوب العالم  
 - حضرت سید جلال الدین بخاری اور آپ سے تاحضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ  
 سلم اصل کتاب میں مذکور و مزبور ہے و هو المعتدل عندنا کیف لا و شیخنا  
 الخاکی الاعلم الاقدم۔

چشم فیض از لطف و دارم کہ فیض عام او: تادم منشریے اتباع مستنشد است  
 وَ لَا رَجُوبَ مِنْ فَيُوضِ مَنْ لَهُ فَيَضٌ عَسِيمٌ  
 لَا يَزَالُ فَيَضُهُ لِذَوِيهِ مُطَدًّا

ترجمہ :- حضرت خاکی فرماتے ہیں کہ مجھے آپ کے فیض عام اور لطف و کرم  
 کی پوری امید ہے کیونکہ آپ کے فریڈوں اور پیروؤں کے لئے ہمیشہ آپ کی عام  
 فیض و برکت سدا بہار ثابت ہوگی۔

تشریح :- از لطف او، فیض عام او کا مرجع حضرت سید جلال الدین بخاری  
 ہیں۔ تادم منشر سے قیامت کا دن مراد ہے۔ اس لئے شعر میں صنعت تعلق بالدوام  
 ہے۔ چشم فیض سے فیض و برکت کی امید مراد ہے۔ یہ ایک تاریخی واقعہ کی طرف  
 اشارہ ہے کہ حضرت سید نے ایک دن کعبہ شریف میں دعائی کہ بار الہا! میں نے کوئی  
 عبادت آپ کے دربار کے لائق نہیں کی بلکہ ساری عمر گناہوں اور معصیت میں گزاری  
 فرماتے ہیں اس عاجزی و درخواست کے جواب میں ایک آواز آئی کہ خوش رہو کہ ہم نے  
 تمہاری سب عبادتیں اور نیکیاں قبول کیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جو لوگ تمہاری اتباع اور  
 پیروی کریں گے ان کی عبادتیں اور نیکیاں بھی قبول فرمائیں۔ مصرع ثانی میں اسی  
 واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس لئے اس شعر میں از روی علم بدیع صنعت تلمیح ہے۔  
 پوری شرح دیکھنی ہو تو اصل کتاب دیکھئے۔

اوست یک صاحب قرآن یک قرن مشہور لیکہ ۵۰ زین مشائخ ہر یکے ارشاد را محور شد

كَوْنُهُ صَاحِبَ قُرْآنٍ لِقَرْنٍ أَشْهَرُ  
كَانَ لِلْإِشَادِ مِنْهُمْ كُلِّ شَيْخٍ مَحْوَرًا

ترجمہ :- آپ کا اپنے قرن اور اپنے زمانہ کا صاحب قرآن، ہر گاہ ربانی کا انتہائی سعادتمند اور فیروز بخت ہونا تو زبان زدِ خلائق ہے اور آپ کے طفیل سے آپ کے سلسلہ کے مشائخ میں سے ہر ایک بزرگ تلقین و ارشاد کا محور اور مرکز بنا ہوا ہے۔ ذَلِكْ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔

ہر کی زین مقتدیان ابرساں فیاض بود ۶ فیض شان بر مخلصان صفت ممتطرت  
كُلُّ شَيْخٍ مِنْ أَوْلَادِ كَالسَّحَابِ مَا طُرُقُ  
فِيضُهُمْ فِي مُخْلِصِيهِمْ مِثْلُ غَيْثِ امْطَرًا

ترجمہ :- اس سلسلہ کے پیرانِ طریقت ہر ایک پیر طریقت ابر بہاری کی طرح فیض بخش تھا، مڑوہ دلوں کو زندہ کرتا تھا اور ان کے مخلصوں اور ارادتمندوں

متعلق صفحہ گذشتہ - ۱۰ امم فاعل من الامطار افطرت السماء نزل مطرها۔  
امطر السماء القوم اصابتهم بالمطر۔

۱۰ قولہ قرن۔ قال فی المنجد القرن فی الانسان موضعه من ثلثه۔ قرن الشمس اول ما ید و فیہا۔ القرن من المطر الدفعة یقال هو علی قرنی ای علی سنتی و عمری۔ القرن ایضاً مائة سنة۔ اهل زمان واحد۔ امة بعد امة۔ الوقت هو الزمان وهو المرد ههنا۔ لکنما منعم بعض المترجمین۔ ۱۱ قال فی المنجد المحور فی الهندسة الخط المستقیم الموصل بین نقطی الکره۔ القطعة التي یدور علیها الشئ اکن جمع محاور آتی ہے

پر بھی اُن کا فیض بارش کی طرح برس رہا ہے۔

تشریح : حضرت ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح میں اپنے قلم گوہر رقم سے خوب تشریح فرمائی ہے لہذا آپ وہاں مطالعہ فرما سکتے ہیں۔ البتہ ہم اتنا عرض کریں گے کہ مشائخ کی طرف سے اپنے مریدوں پر فیوض و برکات کا نازل ہونا امر اتفاقی ہے۔ مولینا رومی فرماتے ہیں :

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق : گر ملک باشد سیاہ گرد و ورق

پیرِ طریقتِ حقیقت میں اصلی مُربی ہوتا ہے۔ اس کے مخلصین خواہ وہ ذاتی ہوں یا بالواسطہ اپنے بزرگوں کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے مشائخِ طریقت کے ہاں پیرانِ طریقت کا شجرہ پڑھنا معبود اور مروج ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ حضرت خاکیؒ کی کلامِ شریفی کی تشریح اس سے کہیں زیادہ ہے جو آپ نے فرمائی۔ چنانچہ نگاہ گاہ ہم ان خصوصی نکات و مباحث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اصلی مباحث کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے۔ مگر جب شعر تفصیل کا مقتضی ہو۔ مثال کے طور پر اس شعر میں حضرت خاکیؒ نے فرمایا : ”ہریکے زین مقتدایاں ابرساں فیاض بود“ کہ آپ نے مشائخِ طریقت کے فیوض و برکات کو بادل سے تشبیہ دی کیونکہ بادل کی بارش خشک زمین کو تر اور سیراب کرتی ہے۔ اسی طرح حضراتِ صوفیہ کے فیوضات و ارشادات بھی مردہ دلوں اور قلوبِ قاسیہ کو زندہ کرتے ہیں اور دوسرا نکتہ اس تشبیہ میں یہ ہے کہ اب ہر جگہ اپنے حکم سے نہیں بلکہ ربانی حکم کے تحت خاص جگہ برتا ہے۔ اسی طرح مشائخ بھی صرف ان لوگوں کی تربیت فرماتے ہیں جن کے متعلق انہیں پہلے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو ہماری تربیت سے فائدہ ہوگا۔

سند گذشتہ بقال قلیقت عاوداً ای اضطرب امرہ۔ ۳۰ قولہ ہاطل۔ الھطل الھطل  
یقال مطرہطلی و سحاب عطل یقال دیمۃ ہطلای ہاطلہ و لا یقال سحاب الھطل ۴

اِس مَشَاحِ رَامِسْلَس اِنْدِر اِرْشَاد وَاَدَب  
 تَا نَبِيَّ اَللّٰهُ وَاَسِيْلَهٗ مَرْتَضٰى حِيْدَر شَدَا سَت  
 تَتَوَالِي لِلشَّيُوْخِ فِي السُّلُوْكِ سِلْسِلَهٗ  
 وَاِلَى النَّبِيِّ الْوَسِيْلَهٗ مَنْ لَكَانَ حَيِّدًا

ترجمہ: مذکور الذکر مشائخ کرام کو علم سلوک کے آداب میں مسلسل سلسلہ  
 حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے اور آپ تک پہنچنے  
 کے لئے ایک بڑا وسیلہ شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں کیونکہ  
 سلوک و تصوف کی تعلیم کے منبع اور سرچشمہ آپ ہی کی ذات گرامی ہے  
 خلاصہ: واضح رہے کہ بعض مشائخ کرام کا سلسلہ سلوک و  
 ارشاد میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر جا لگتا ہے۔ یہ وہ صاحب  
 ہیں جن کے متعلق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:  
 سَلَمَانٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَيْتِ "سلمان ہمارے اہل بیت میں داخل  
 ہیں۔" اور بعض مشائخ کرام کا سلسلہ انتساب حضرت صدیق اکبر  
 رضی اللہ عنہ پر منتهی ہوتا ہے جیسے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند  
 بخاری رضی اللہ عنہ کا سلسلہ روحانیت خلیفہ اول سے مل جاتا ہے لہذا  
 اب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت حضرت صدیق اکبر پر ثابت  
 نہیں ہوتی اور بالفرض اگر سلسلہ روحانیت میں آپ کی فوقیت بھی مان لی  
 جائے تو یہ فضیلت حُزنی ہے جو فضیلت کُلی کی متعارض اور مقابل نہیں  
 ہو سکتی۔ جب بعض اہل شیعہ نے یہی سوال شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ  
 سے کیا تو آپ نے جواباً فرمایا کہ شیخین میں نبوت کی جھلک ختنین کے مقابلہ  
 میں زیادہ نمایاں تھی اور ختنین میں شان و لاہیت غالب تھی۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ہم تمام صحابہ کرام کی عظمت کے

قابل ہیں اور ان سب کا احترام اپنا دین و ایمان جانتے ہیں اور کسی صحابی پر نقد و تبصرہ کرنا گناہ کبیرہ اور ناقابل معافی جرم سمجھتے ہیں اور خود حضرت خاکیؒ فرماتے ہیں :

مَاسْتِيَانِ اُمَّتِ پيغمبرِ ميم نيز : ماہستيم ز سلسله مرتضیٰ علی رض  
خاکی دریں لقب کہ تو داری اشارت \* با بو تراب رض نسبت صحیحی کنی جلی  
التحقیق :

۱۔ تَسْوَالِي : از باب مفاعله، پے در پے کرتا ، اِسْتَوَالِي : اس نے غلبہ پایا  
مادہ وَلِي ہے جس کے بہت سے معانی ہیں . ۲۔ التَّلَوُّكُ : وہ علم جس سے  
تَرْكِيَةُ اخلاق اور منازلِ عالمِ قدس کے طریقے سکھائے جاتے ہیں۔

مَسَلِكُ : راستہ۔ جَمْعُ مَسَالِكِ - ۳۔ اَلْوَسِيْلَةُ : وَسَلٌ ، يَسِيْلُ  
وَسِيْلَةً وَوَسَلٌ وَتَوَسَّلَ اِلَى اِلٰهٍ بِعَمَلٍ اَوْ وَسِيْلَةٍ اَللّٰهُ تَعَالٰى  
تک نزدیکی حاصل کرنا۔ جَمْعُ وُسُلٍ اور وُسَائِلُ اور وُسَلِ آتی ہے۔

غم نباید خور و مارا روزِ حشر از تشنگی \* منبعِ این سلسلہ چوں ساقی کوثر شد

مَا لَنَا مِنْ اِعْتِمَامٍ يَوْمَ حَشْرِ لِلْاَوَامِ  
سَاقِي الْكُوْثْرِ اَضْحَى لِلشَّهَابِي مَعْدَمًا

ترجمہ : قیامت کے دن ہمیں پیاس کا کوئی خوف نہیں ہوگا کیونکہ اس سلسلے  
یعنی سلسلہ سہروردیہ کے مرشدِ اعظم حضرت علی مرتضیٰ رض ہیں۔ وہی حوضِ کوثر کا پانی  
پلانے والے ہیں۔

مفہومِ شعریہ ہے کہ سلسلہ سہروردیہ تاہ ولایت حضرت علی مرتضیٰ کریم اللہ وجہہ  
پر منتہی ہوئے ہے اس لئے وہ اپنے مریدوں کو قیامت کے دن ضرور یاد فرما کر شفقت  
فرمائیں گے کہ جس کو دنیا میں آپکی سچی محبت ہو اور دل میں احترام ہو پھر عملِ آپکی  
پیروی کرے تو آپ اس کو ضرور یاد کریں گے کہ آپکی اقتدار اور محبت نہایت مفید



اور ٹمرا اور ہے۔ واضح رہے کہ حقیقت میں ساقی کوثر صرف حضرت سید المرسلین  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور حضرت علیؑ کے لئے ساقی کوثر کا وصف ثابت کرنا نیابت  
اور بالشیعہ ہے۔ اس سے سلسلہ سہروردیہ کی عظمت بیان کرنا مقصود ہے کہ اس سلسلہ  
رفیعہ کے منبع حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

عُرْوَةُ الْوُثْقَى وَحَبْلُ الْبِیَازِینِ سِلْسِلَةٌ بِهَرِّکَ زَوْجِکَ بِعَصْمَتِ تَابِ مَقْبَرِ شَدَاةِ

عُرْوَةُ الْوُثْقَى وَحَبْلُ الْبِیَازِینِ سِلْسِلَةٌ بِهَرِّکَ زَوْجِکَ بِعَصْمَتِ تَابِ مَقْبَرِ شَدَاةِ  
قَدْ نَجَى مَنْ عَصَاهَا حَتَّى آتَى مَا أَقْبَرَا

ترجمہ :- یہی سلسلہ سہروردیہ عُرْوَةُ الْوُثْقَى اور حَبْلُ الْبِیَازِینِ کی بہترین تفسیر ہے جس  
کسی نے مضبوطی سے اس سلسلہ کو پکڑا وہ مرتے دم تک آفات و خطرات سے محفوظ ہو گیا۔  
یہ شعر اپنے ما قبل کی تاکید ہے یہ سب اور علت ہے کہ حضرت ماتن رحمۃ اللہ علیہ

لہ قولہ لِلْأَوَامِ۔ قَالَ فِي الْمَجْدِ الْأَوَامِ الْعَطَشُ دَوَاءُ الرَّأْسِ وَالْإِيَامُ الْإِخَاءُ، جَمْعُ  
أَيْمٍ ۖ لہ قولہ للشَّهَابِیُّ الرَّدْمَةُ الْمَتْرَجِمِ سِلْسِلَةُ الشَّهَابِيَّةِ أَيْ السَّهْرُورِيَّةِ  
فَحَذَفَ الْمَضَافَ عَلَى الْقَرِيْبَةِ الْحَايَةِ وَالْمَقَالِيَّةِ كَمَا حَذَفَ مِنْ قَوْلِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ  
أَيْ حَسْبُ الْعَاقِبَةِ لِلْمُتَّقِيْنَ. وَكَمَا حَذَفَ مِنْ قَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ وَأَسْئَلُ الْقَرِيْبَةَ أَيْ  
أَهْلَ الْقَرِيْبَةِ. ثُمَّ لَا يَخْفَى عَلَيْكَ أَنَّ الْمَرَامَ مِنْ هَذِهِ السِّلْسِلَةِ الْوَاقِعَةَ فِي السَّمْتِ  
سِلْسِلَةُ الْإِمَامِ شَهَابِ الدِّينِ عَمْرِاءِ سَهْرُورِيٍّ صَاحِبِ هَذِهِ السِّلْسِلَةِ الْكُرْمِيَّةِ.  
قَوْلُهُ الْكَوْثَرُ فِي الْخَازِنِ الْكَوْثَرُ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ أَعْطَاهُ اللَّهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ وَقِيلَ الْكَوْثَرُ الْقُدْرَانُ الْعَظِيمُ وَقِيلَ هُوَ الشَّبْوَةُ وَالْكَتَابُ وَالْحِكْمَةُ وَقِيلَ  
هُوَ كَثْرَةُ أَتْبَاعِهِ وَأَقْمَتِهِ وَقِيلَ هُوَ الْخَيْرُ الْكَثِيرُ وَأَدْوَى الْإِقْبَادِ فِي الْكَوْثَرِ هُوَ الْمَعْنَى  
الْأَوَّلُ ثُمَّ أَعْلَمَ أَنَّ الْكَوْثَرَ مَعْنَى وَزْنِ فَوْعَلٍ مِنَ الْكَثْرَةِ وَالْعَرَبُ تَسْتَعِيضُ بِكُلِّ شَيْءٍ  
كَثِيرٍ فِي الدَّدِ وَكَثِيرِ الْقُدْرَةِ وَالْحِظِّ كَوْثَرًا. وَقِيلَ الْكَوْثَرُ الْفَضَائِلُ الْكَثِيرَةُ الَّتِي تُفْضَلُ  
بِهَا مَعْنَى جَمِيعِ الْخَلْقِ نَسَبِيٌّ بِمَا فِي الْخَازِنِ

اس شعر میں سلسلہ بہر و رویہ کے دوسرے سلاسل پر راجح ہونے کی وجہ بتاتے ہیں کہ یہ طریقہ عروۃ الوثقیٰ اور حبل اللہ کی بہترین تفسیر و توضیح ہے کیونکہ سلسلہ ہذا کے پیرانِ طریقت کا پہلا درس کلمۃ نفی و اثبات کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔ جو توحیدِ الہی کا عطر اور سچوڑ ہے۔

تشریح :- یہاں ارشاد ہے کہ دینِ اسلام قبول کرنے کے لئے کسی طرح کا جبر و اکراہ درست نہیں بلکہ یہ غافل و بالغ، صاحبِ عقل و فراست کی مرضی ہے کہ تمام تعقیبات اور ضد نفرت چھوڑ کر حق و صداقت اختیار کرے کیونکہ اب کفر و ظلمت اور حق و باطل میں امتیاز ہو گیا ہے اور اسلام کی سچائی پر دلیلیں قائم ہو گئی ہیں تو پھر نہ بردستی اور جبر و اکراہ سے کیا فائدہ؛ اس کے بعد اقدس تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جس نے طواغیت یعنی شیطانوں کا، جاوگروں اور معبودانِ باطل کا انکار کیا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لیا کہ اس وہی حقیقی کارساز اور معبودِ برحق ہے تو ایسے شخص نے اس نفی و اثبات سے مضبوط دستاویز حاصل کیا جو کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ جب تک وہ اسے جنت کے دروازہ تک نہ پہنچائے گا۔ بعض منسخرین نے اس سے دینِ حق مراد لیا ہے۔

طاغوت پر وزن فاعول طغیان سے مشتق ہے اس میں ات لاہ فاعل ہے ہاں ہو کر آتی ہے جیسا کہ حانوت اور تابوت کی تائید اثابیت کی غرض ہے۔ اتقی ذمیرہ ساکن راہ حقیقت اور ذائقین باوۃ معرفت طاغوت برائے چیز کو قرار دیتے ہیں جو شمار الہی حاصل کرنے میں آہ اور حائل ہو جائے۔ چنانچہ سرتاج اولیاء نقشبندیہ حضرت خواجہ

من بعد هذه الاقاويل الشريفة المأثور من كتاب المحدثين والمنسوي  
تتفان ان صاحب الكوثر بالذات والادعائه هو سيدنا محمد صلى الله عليه وآله  
سيدنا علي المرتضى في التبع والنيابة كما لا ينفي عن ذوى الرواية والدراسة  
يقال ان المراد في المتن من سائى كوثر حول رتب العلمين محمد صلى الله عليه وآله  
على انه و صحابه اجمعين. وهو لا قوى وائسب. فيكون في الشعرا اشارته الى ان اتايسه  
النهودية اشد مصابغة لتعليماته الشريفة وانعزابه الالهية كلاً ومبرءاً فاجرو  
بقى

بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے مقامات میں مذکور ہے۔ تصوف و سلوک میں ہر وہ چیز طاغوت میں داخل ہے جسے ربُّ الأرباب سے کوئی تعلق نہ ہو۔

ہر کہ اندر کشتی۔ ایں سلسلہ شریفیافت : بے مشقت سیراوسوی خدا منجر شد است

مَنْ آتَى مُسْتَجِيًّا فِي فُلِكَ بِتِلْكَ السِّلْسِلَةِ

سِيرَةً مِنْ غَيْرِ صَعْبٍ لِإِلَى اللَّهِ يُتَسِّرًا

ترجمہ :- جو شخص اس سلسلہ عالیہ کی کشتی میں سوار ہوا تو اس کی سیر خدا تعالیٰ کی طرف نہایت آسانی سے جاری ہوگی۔

تشریح :- اس شعر میں آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارک کی طرف اشارہ ہے کہ آپ نے فرمایا :- انا واصحابی کسفینۃ نوح من ربک فیہا الخی و من تخلف عنہا هلك و هو ی۔ و فی سوا یتۃ انا و اهل البیت کسفینۃ نوح۔ کہ میں اور میرے صحابہ کرام یہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہیں کہ جو شخص اس میں سوار ہوا تو اس نے نجات پائی اور جو کوئی اس سے علیحدہ اور پیچھے رہا وہ ہلاک اور گمراہ ہو گیا۔ دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے کہ میں اور میرے اہلبیت نوح کی کشتی کی طرح ہیں۔

حضرت خواجہ حافظ اسی کشتی نوح کے متعلق فرماتے ہیں :-

حافظ از دست مدہ صحبت کشتی نوح

وزن طوفان حوادث بسرد بنیادت

ان طرح کتاب لبُّ اللباب میں مرقوم ہے۔ سلوک (تزکیۃ باطن) مرشد کامل کے بغیر طے کرنا ناممکن ہے کیونکہ اس راستہ میں بہت سے خطرات اور غول بیابان سامنے آتے ہیں۔ اس لئے تمام بزرگان دین کا دستور ہے کہ وہ کسی سپر روشن نمبر کے ہاتھوں پر بیعت کرتے ہیں اور ان کی ہدایات و احکام پر عمل پیرا

بوتے ہیں۔ کسی سچے کارِ عالم نے اس سے انکار نہیں کیا اور نہ خود بخود کوئی شخص بغیر کسی اُستاد اور شیخ کے واصلِ باندہ ہوا ہے۔ اور اگر ایسی صورت کہیں پائی بھی جائے تو وہ شاذ اور عنایتِ الہی ہے۔ ورنہ ظاہر یہی ہے کہ فیوض و برکات کا حصول اور اصلاحِ باطن شیخِ طریقت کی رہنمائی پر موقوف ہے جیسا کہ حضرت پیرومی فرماتے ہیں۔

اندریں رہ ترک کن طاق و طرب  
تا قلاوزی نجنب تو مجنب

اے عارف خود نمائی اور خود سری چھوڑ دے جب تک پیرِ طریقت اور رہبرِ کامل میسر نہ ہو تو اس وقت تک اس راہ میں اپنے قدم آگے نہ بڑھاؤ۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث ہوتے ہوئے پیرِ کامل کی کوئی ضرورت نہیں۔ دولتِ ایمان اس کے بغیر بھی بدست آتی ہے۔ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ بے شک ایمان کی دولت قرآن و سنت کی اتباع و پیروی ہی سے حاصل ہوتی ہے پیرِ کامل کی طرف اس لئے حاجت پڑتی ہے کہ وہ نورِ باطن سے کھرے کھوٹے، سچے اور جھوٹے عالموں اور راہبروں کے مابین فرق کر کے سلیک گو حقیقت کی راہ پر لگاتا ہے۔ ورنہ قرآنِ کریم کی یہ شان ہے یُضِلُّ بِهَا كَثِيرًا فَيَهْدِي بِهَا كَثِيرًا اِنَّ تَعَالَى فِرْقَانِ حَمِيدٍ سے بہت سے لوگوں کو گمراہی میں ڈالتا ہے اور اس سے بہتوں کو ہدایت بھی کرتا ہے۔ اسی طرح خود سرکارِ دو عالم کا فرمانا ہے کہ میری اُمت بہت فرقوں میں بٹ جائیگی صرف وہ جماعت نجات و سعادت سے ہمکنار ہوگی جس نے انکار کیا۔ صحابہ کرام نے اس کا مطلب دریافت کیا تو فرمایا مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي کہ ایمان اور نجات کی دولت صرف ان لوگوں کے حصہ میں آئے گی جو میری اور میرے صحابہ کی پیروی کریں گے۔ وہ اہل سنت و الجماعت میں اور اہل سنت و الجماعت کے نزدیک پیرِ طریقت سے استفادہ کرنا اور انکی ہدایات و صحیح تعلیمات پر عمل کرنا ہمیشہ سے معبود اور مسلوک ہے۔

یا علی صحبت بہ پیران بہتر از ہر طاقت ۸۳۰ ایں وصیت از نبی بااں شہر خیبر شد است

صُحْبَةُ الْأَبْرَارِ خَيْرٌ يَا عَلِيُّ مِنْ طَاعَةِ  
هَكَذَا أَوْصَى النَّبِيُّ مَنْ لَأَبْلَى خَيْرًا

ترجمہ :- نیکو کاروں اور پیرانِ کامل کی صحبت تمام عباداتِ نافلہ سے بہتر اور مفید تر ہے۔ یہی وصیت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاتحِ خیبر حضرت علی مرتضیٰ سے فرمائی تھی کہ جو اللہ کی بندگی میں لگے گا وہ اللہ سے بہتر اور مفید تر ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے فسخ فرمایا تھا۔ حضرت پیررومی رحمۃ اللہ علیہ مشنوی شریف کے دفترِ اول میں فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو اس بات کی وصیت فرمائی ہے کہ جب لوگ قربِ الہی کسی عبادت کے ذریعہ حاصل کرنے لگیں گے تو تم اے علی عاقل اور خاصانِ الہی کی محبت تلاش کرنا۔ اس سے عبادت کرنے والوں پر تم کو سبقت حاصل ہوگی۔ فرماتے ہیں یہ

حاشیہ متعلق شعریات :- قوله مستنجباً من الاستنجاء نجات طلب کرنا۔ قال فی المنجد واستنجی من کذا اخلص الشجرة قطعها۔ الشبی من فلان استخلصه وهو منصوب لانه حال من الضمیر المستعین فی انی۔ الفلک السفینة۔ لوت و تذکر۔ کذا فی المنجد۔ قوله یسرا من التیسیر وهو التھیل والالف فیہ للاشباع والباقی اظهر من ان یرقم و یدکر۔

اے الابراہیم۔ بتو والدہ اطاعت۔ احسن معاملتہ یعنی اس نے اپنے باپ کی فرمانبرداری کی، اس کے ساتھ بہترین معاملہ کیا۔ بسر کی جمع انبراس، باسنا، بوساة آتی ہے۔ اے قولہ ابلی۔ قال فی المنجد ابلی فی الحرب بلاءً حسناً۔ اظہر فیہا باسنا حتی بلاء الناس وامتنوه یعنی اس نے جنگ میں بڑی بہادری دکھائی یہاں تک کہ لوگوں نے اس کو آزمایا اور اس کا امتحان لیا۔ یہ لفظ بلحاظ مفہوم شعر بہت مناسب ہے۔ اس کے شروع میں لام تاکید کے لئے ہے۔ یہ باب افعال سے ہے۔ اس کا مادہ مختلف معنوں پر بولا جاتا ہے۔ خیبراً



گفت پیغمبر علی را کائے علی ۛ شیر حقی پہلوان پر ولی  
 کائے علی تم شیر خدا اور قوی دل پہلوان ہو مگر اس پہلوانی پر اعتماد نہ کرنا۔ بلکہ  
 درخت امید کے سایہ میں آنا۔ وہ یہ ہے کہ اس عقلمند با خدا آدمی کے سایہ میں آنا  
 جو تم کو غفلت سے نکال کر راہِ خدا پر لگائے۔ وہ اس شان اور اس صفت کا  
 ہونا ہے کہ اس کا سایہ کوہِ قاف کی طرح زمین پر ہے اور اس کی روح سیرغ  
 کی طرح بلند پرواز ہوتی ہے۔

اندر آسایہ آن عاقلے ۛ کش بداندر برد از رہ غافلے  
 نطل او اندر زمین چوں کوہِ قاف ۛ روح او سیرغ عالمی طواف  
 گر جویم تا قیامت نعت او ۛ ہیج اور امقطع و نہایت محو  
 در بشر روپوش کردست آفتاب ۛ فہم کمن و ائمہ العلم بالذمواب  
 کہ وہ عاقل و با خدا ایسا ہے کہ اگر میں قیامت تک اس کے روحانی سزاوار  
 بیان کروں تو پھر بھی اس کا پورا حق ادا نہیں ہوگا۔ کیونکہ روحانیت کے سزاوار  
 سے نہیں بلکہ حال سے طے ہوتے ہیں۔ مختصر یوں سمجھ لیجئے کہ حضرت ائمہ نے انسان  
 کے اندر دل کا ایک ایسا آفتاب و رعیت اور پوشیدہ کر رکھا ہے جو معنوی اصلاحیت  
 کا ایسا عظیم بادشاہ ہے کہ جس طرح ظاہری آفتاب ہے کہ زمین سے نو کروڑ میل  
 دور ہونے کے باوجود اس کو اپنے نور سے منور کرتا ہے۔ اسی طرح آدمی کا دل  
 بھی جب شریعت، حقیقت اور معرفت کے جام سے صاف و شفاف ہوتا ہے تو  
 وہ بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرح ہزاروں میل دور ہونے کے  
 باوجود یاسامیۃ الجبل کا نعرہ بلند کرتا ہے کہ سایہ پہاڑ کی طرف لپک  
 جاؤ اور اسی پر اپنی پوزیشن سنبھالو۔ پوری شرح دیکھنی ہو تو دستور التالکین کی طرف  
 رجوع کیجئے۔

منصوب بنوع خافض ہے۔ دراصل فی خیبر تھا۔ اس میں الف اشباعی ہے ۛ

گفتن ذکر است ہی حتی ہے نزدیک است ۸۵ ہر طریقے کز نبی تلقین آن صدف شد است

أَقْرَبُ الطَّرِيقِ إِلَى رَبِّ دَوَامًا ذِكْرُهُ  
بِطَرِيقِ خَيْرِ خَلْقٍ لِلْعَلِيِّ قَدْ أَظْهَرَ

ترجمہ۔۔ قرب خدا حاصل کرنیکا نزدیک ترین راستہ وہ ہے جس میں ذکر و فکر اس طریقہ سے ہو جس کی تلقین و رہنمائی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ ولایت حضرت علی مرتضیٰ کو فرمائی ہے۔

مختصر تشریح۔۔ رسالہ لطیفہ نبیہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ ایک دن شاہ ولایت کرم اللہ وجہہ نے آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب خدا حاصل کرنیکا نزدیک اور آسان ترین راستہ دریافت کیا تو آپ نے عليك بمداومة الذكور في الخلوات فرمایا کہ پوری پابندی کے ساتھ تخلیہ و تنہائی میں یاد خدا کرتے رہو۔ حضرت علی نے یہ ارشاد من کر اس کا طریقہ اور کیفیت دریافت کی اور عرض کیا كَيْفَ اذْكُرُ اللّٰهَ يَادِ خِدا كُنْى كى كَيْفِيَّتْ بىان فرمائيے۔ نے در جواب فرمایا، اَغْبِضْ عَيْنَيْكَ وَاسْمِعْ مَتَى ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَعَلَى يُسْمَعُ ثُمَّ قَالَ عَلِيُّ لَإِلَهِ إِلَّا اللّٰهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَالنَّبِيُّ يُسْمَعُ ثُمَّ لَقِّنْ عَلِيُّ لِلْحَسَنِ الْبَصْرِيَّ وَهُوَ لَقِّنَ حَبِيبَ الْأَعْرَابِيِّ وَهَكَذَا وَصَلَ إِلَى الْمَشَائِخِ۔

اپنی دونوں آنکھیں بند کرو اور مجھ سے کلمہ لا الہ الا اللہ تین بار سنو۔ آپ نے کلمہ توحید (یعنی کلمہ نفی و اثبات) خاص کیفیت اور خاص حال کے ساتھ پڑھا۔ حضرت علی سنتے رہے۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تین بار کلمہ شریف دہرایا۔ آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنتے رہے۔ پھر اپنے وقت میں شاہ ولایت نے حضرت خواجہ حسن بصری اور انہوں نے حبیب اعجمی کو اسکی اجازت دی۔ آخر اللہ نے اپنے شاگردوں اور طالبینِ آخرت کو اس مقدس کلمہ کی تلقین کی۔ یہاں تک تمام مسلم الثبوت ارباب سلاسل اور پیرانِ طریقت نے اس تہیہ و تلقین کو اپنا شعار

خلوات و جلوات میں بنا لیا۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حدیث بالاکو کم و بیش الفاظ و کلمات کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو قول الجلیل) مختصر یہ ہے کہ اس کلمہ توحید کو خاص قواعد و ضوابط کے ساتھ پڑھا جائے اور اس کا ورد رکھنا چہاں ضرب کہلاتا ہے۔

سُنِّيَا نِيْمٍ وَمَوَالِي هَسْمِ بَرِغْمِ رَا ضِي ۝ مَا وَشِي خَالِ اِچُو مَوَالِي خَوَاجَه قَنْبَرِ شَدَا سْتِ

اهْلُ سُنَّةٍ وَالْمَوَالِي نَحْنُ رَغْمَ اَهْلِ رَفِضٍ  
اِذَا ضَحِي خَوَاجَه قَنْبَرِ لِّلشُّيُوخِ نَا صِرَا

ترجمہ ۱۔ ہم رض کرنے والوں کی مرضی کے برخلاف سنی مسلمانوں اور حضرت علیؑ کے دوستدار ہیں۔ اس لئے ہمارے اور ہمارے مشائخ کرام کے مولیٰ اور پناہ دینے والے حضرت علیؑ کو اللہ وجہ قرار پائے۔

بعض الفاظ کی تشریح ۱۔ سُنِّي وہ مسلمان ہیں جن کے عقائد قرآن و سنت کے موافق ہوں اور تمام اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و احترام کرتے ہوئے عام طور پر سنی مسلمان احناف، شوافع، موالک اور خنابلہ پر اطلاق کیا جاتا ہے کیونکہ یہی حضرات تمام اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محب اور ان کے فضائل و مناقب کے علمبردار ہیں۔

مَوَالِي، مولیٰ کی جمع ہے۔ مِفْصَاح میں الموالیٰ کے یہ معنی بتائے گئے ہیں: ۱۔ سردار غلام آزاد کرنے والا۔ آزاد شدہ، انعام دینے والا، جس کو انعام دیا جائے۔ محبت کرنے والا۔ ساتھی، رشتہ دار، حلیف، پڑوسی، مہمان، شریک، بیٹا، چچا کا بیٹا، بھانجا، چچا، داماد، ولی، تابع۔ اور کہا جاتا ہے فہو یتمولیٰ علینا وہ ہمارا سردار بننا چاہتا ہے۔ الموالیا ایک قسم کے اشعار جن کو نایا کرتے تھے۔ الموالیٰ بچہ جس پر ولی مقرر کیا گیا ہو۔ المولوی مولیٰ کی طرف منسوب ہے۔ زاہد، عالم دین، المولویہ ایک قسم کی لمبی ٹوپی جس کو فرقہ مولویہ پہنا کرتے تھے۔ اور کہا جاتا ہے

فیه مولودیه کہ اسمیں سرداروں کی مشابہت ہے۔ اس کا مادہ اور اصل وُلی۔ یَلِیٰ  
وَلِیٌّ لِّہٖ جَس کے معنی قرب اور متصل ہونے کے ہیں۔ یہ معنی اس کے تمام مواقع  
استعمال میں پایا جاتا ہے۔

مَا أَفْضَى اسْم فاعِل ہے۔ اس میں ہی نسبت کے لئے ہے۔ الرَّافِضِہ وہ  
جماعت ہے جو جنگ وغیرہ میں اپنے قائد و رہنما کو چھوڑ دے۔ اسکی جمع روافِض ہے۔  
اسی لئے اہل عرب لاخلاق فی الروافِض کہتے ہیں۔ کہ رافضوں میں کوئی خوبی نہیں  
جو قوت آنے پر اپنے آقا سے غداری کرے۔ الرَّافِضِہ پریشان راستے کو کہتے ہیں۔  
قبر حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ایک غلام تھا۔ خواجہ قبر بمعنی صاحب و  
مالک کے ہیں۔ القنبوۃ کے اصلی معنی سر پر کچھ زاید پر اور کلغی کے ہیں۔ دَجَاجَۃُ  
قبرانیہ کلغی دار مرغی کو کہتے ہیں۔

خلاصہً شعریہ ہے۔ حضرت خاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم بیک وقت اہل  
سنت اور محتبان حضرت شاہ ولایت کرم اللہ وجہہ ہیں کیونکہ حقیقی سنیت یہ ہے کہ تمام  
اصحاب نبیؐ کی تعظیم و تکریم کی جائے۔ اور فرماتے ہیں کہ ہم رفض کرنے والے نہیں ہیں۔  
جس طرح وہ کچھ لوگ ہیں جو ایک وقت حضرت شاہ ولایت کی محبت کا دم بھرتے  
ہیں اور عظیم المرتبت صحابوں کا کینہ ان کے سینوں میں موجود ہے۔ اور فرماتے ہیں ہم  
کو اور ہمارے بزرگوں کو جو روحانی فیوض برکات عنایت ہوئے ہیں وہ اسی سلسلہ عالیہ  
کے منبع حضرت علی مرتضیٰ خواجہ قبر سے عنایت ہوئے ہیں۔ پھر آپ کی اطاعت و  
محبت کا عملی ثبوت نہ دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ عربی شعر کی ترکیب اس طرح ہے :-  
نَحْنُ مُبْتَدَا اَہْلِ سُنَّةِ اس کی خبر ہے۔ رافض مع اپنے منساف الیہ  
کے مفعول لہ ہے۔ کمالا یخفی اور ناصیراً منصوب ہے کیونکہ یہ اضحیٰ کی خبر

ہے

شیعہ و سنی یکے ہستند اما ز اهلِ ارض  
ادعایِ شیعگی و سب و بغض انکر شد است  
اهلِ سُنَّةِ وَ شِیعَةِ غَیْرِ فُضِّ مُسْتَوِ  
وَ التَّشِیْعِ مَعَ حَقِّی مِنْهُمُ قَدْ اُنْکَرَا

ترجمہ : شیعہ و سنی ایک اور برابر ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ شیعہ ہونے کا دعویٰ کرنا اور پھر صحابہ کرام کا بغض و عداوت رکھنا اور معاذ اللہ سرکردہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام صراحتاً یا کانیۃً سب و شتم کرنا نہایت منکر، ناپسندیدہ اور موجب رسوائی داریں ہے۔

خلاصہ :- جو شخص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اور سچا امتی ہوگا وہ آپ کے تمام صحابہ اہلبیت اور ازواج طاہرات سے نہ صرف محبت رکھیںگا

(صفحہ نمبر ۸۰ کا بقیہ)

و باطناً و لائف فی قولہ مصدر اللاشباع. و المناسبة بینہ و بین المنبع اشہر.  
قال فی لباب التفسیر فی تفسیر العروۃ الوثقی المذکور فی قول اللہ عزوجل  
فَمَنْ تَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ  
سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ ای فقد استمسک و اعتصم بالعقد الوثق المحکم فی الدین و الوثقی تانیث  
الوثق و قیل العروۃ الوثقی السبب الذی یوصل الی رضاء اللہ تعالیٰ و ہدین الاسلام،



بلکہ ان کا احترام اپنے اوپر لازم جانے گا۔ اور جو بے راہ اور بد نصیب ہوگا وہ ان حضرات کی محبت و احترام بجالانے سے ہزاروں جیلے بہانے تراشتہے۔ ایسا شخص ہرگز آل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی نہیں ہے افسوس ہے کہ ایک گروہ محبت اہلبیت میں اتنا گرویدہ ہو گیا کہ باقی صحابہ کرام کا نام لینا بھی پسند نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ سے افراط و تفریط میں گرفتار رہا۔ وہ اپنے آپ کو اہلبیت کے محبتوں میں شمار کرتا ہے مگر وَلَيْسَ مِنْهُمْ بِعَصْرٍ حَاضِرٍ میں بھی سنتوں میں سے کچھ بہترین انشا پر داز پیدا ہوئے انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر وار کیا جسکی وجہ سے جمہور اہل اسلام نے ان کو خوارج کی صف میں داخل کیا۔ یہ گستاخی اور بے ادبی کا نتیجہ ہے۔ حضرت مولانا رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

از خدا جو نیکم توفیق ادب : بے ادب محروم ماند از فضل رب  
اہلسنت کی مخصوص علامتیں یہ ہیں :

- ۱۔ شیخین حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو تمام صحابہ پر فوقیت و فضیلت دینا۔ ۲۔ ختنین حضرت عثمان اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا۔ ۳۔ باقی اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عادل جاننا۔ ۴۔ قبلتین کعبہ شریف اور مسجد اقصیٰ کو اپنا قبلہ تسلیم کرنا۔ گو اب ہمارا قبلہ تاقیبا کعبہ شریف ہے گا مگر مسجد اقصیٰ کا احترام کرنا بدستور فرض ہے۔
- ۵۔ مسلمان میت نیکر ہو یا بد اس پر نماز جنازہ پڑھنا۔ نیکو کار اور بدکار کے پیچھے اقتدا کرنا درست ہے۔ ۶۔ کسی آدمی کے بارے میں قطعی طور پر جنتی یا جہنمی ہونے کا حکم نہ لگانا۔

یہ ہیں مسیحی مسلمانوں کی مخصوص علامتیں۔ اہل رفض اس کے برعکس ہیں۔

سوی حق ان کو سو دہائی سلوک اندر رست پر گور عایت کے دن این ہشتاد و ہشت

الَّذِي فِي رَأْسِهِ طَيْفُ السُّلُوكِ قَدْ سَرَى  
قَتْلٌ لِيَحْفَظَ الثَّمَانَ مِنْ شُرُوطِ صَابِلٍ

ترجمہ :- جس شخص کے دل و دماغ میں علم سلوک کے قواعد مطابق زندگی گزارنے کا خیال آجائے اسکو نصیحت کے طور پر اس بات کی تاکید کرو کہ وہ نہایت صبر و ضبط کے ساتھ آٹھ شرطوں کی پابندی کرے۔ وہ آٹھ ادب یہ ہیں :-

وَحَدُّ ذِكْرٍ وَضَوْفِي خَوَاطِرٍ بِطِ قَلْبٍ  
وَقَلْبِي رِضَا كَانْدِرْ سَلُوكِ الْفَرْشِدَا

وَحَدَّةُ ذِكْرٍ وَضَوْفِي خَوَاطِرٍ بِطِ قَلْبٍ  
صِمَّةُ وَالْقَلْبُ وَالرِّضْوَانُ فِيهِ أَنْصَادَا

ترجمہ :- وہ آٹھ چیزیں یہ ہیں :- ۱۔ تنہائی اختیار کرنا (۱) ذکر کا سلسلہ جاری رکھنا (۲) با وضو رہنا (۳) بقدر امکان خطرات نفسانی کا علاج کرنا (۴) اپنے مرشد کا ریل اور مرتبی مجازی کے ساتھ دلی تعلق پیدا کرنا (۵) خاموشی اختیار کر کے دوران کار باتوں سے بچنا (۶) قلتِ غذا یعنی کم خوری اختیار کرنا (۷) خدا تعلق کے حکم و مشیت اور اس کے قضا اور فیصلہ پر راضی رہنا۔

مختصر تشریح نمبر وار ملاحظہ فرمائیے :-

ولایت کی دو قسمیں ہیں ایک ولایت عامہ جو تمام با ایمانوں میں مشترک ہے۔ قرآن مجید کی یہ آیت وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ اسی ولایت عامہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

ولایت کی دوسری قسم ولایت خاصہ ہے۔ یہ مقرر بان بارگاہِ الہی کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ آيَاتُ الْاَوْلِيَاءِ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ اس پر گواہ اور شاہدِ عدل ہے۔ پس مذکورہ بالا آٹھ شرائط ان لوگوں کے لئے فری اور

واجب التعمیل ہیں جن کے دل و دماغ میں علم سلوک کے عمل کرنے کی کشش اور خواہش ہے اور اگر عوام مسلمین بھی مذکورہ آداب پر عمل کریں گے تو بڑے سعادت مند و وحدت و تنہائی میں رہنا اور جلوت و بازار سے کنارہ کشی اختیار کرنا۔ اس میں یہ فائدہ ہے کہ سالک راہِ طریقت کی پوری توجہ حضرت اللہ کی طرف رہتی ہے اور جلوت و بازار میں رہنے سے مفسد و موانع لاحق ہوتے ہیں ان کا امکان بہت کم رہتا ہے۔ اس پر بہترین شرعی دلیل نیاز مند کے نزدیک یہ ہے کہ خود حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے غار حرا میں تخیلیہ اور تنہائی اختیار فرماتے تھے۔ اور بعد عطاۃ نبوت مسجد نبوی میں اعتکاف فرماتے تھے جس کے فوائد بے شمار ہیں مزید وضاحت کے لئے صحیح بخاری اور اسکی شرح ملاحظہ فرمائیے۔

(۲) خیال کر۔ زبان کو دل کا ترجمان کہا جاتا ہے۔ یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت و عنایت ہے اس کو بیکار رکھنا ناپاسی ہے اس لئے اس کو اس بادشاہ کے شکر و ثنا میں استعمال کرنا جس نے خصوصی طور پر انسان کو اس احسان سے نوازا عین شکر ہے اس لئے ربانی ارشاد ہے **الْأَلْبَابُ كَرَامَاتُ اللَّهِ تَطْمِئِنُّ الْقُلُوبُ** اچھی طرح سن لو کہ خدا تعالیٰ کے ذکر و فکر سے ہی دلوں کو حقیقی چین اور سکون نصیب ہوتا ہے۔

(۳) با وضو رہنے سے یہ فائدہ ہے کہ ظاہر کی صفائی و پاکی سے قلب و دماغ بھی پاک و صاف رہتا ہے اور کراماتیں جو انسان کے ہمراہ رہتے ہیں انہیں بھی کوئی اذیت اور تکلیف نہیں پہنچتی اور ارواحِ مقدسہ کے فیوض و برکات کا فیضان کا سلسلہ بھی پاکی کی حالت میں رہتا ہے۔ مومن کا دل بہت بڑا سرِ الہی ہے اس لئے اس کو پاک و صاف رہنا چاہیے۔ اور پھر با وضو رہنا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے تو اس پر اگر اپنی جان بھی نثار ہو جائے تو کیا غم۔ تذکرہ اولیاء میں مرقوم ہے کہ آخری مرتبہ جب سرتاج فقہاء و محدثین حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو وعدہ کی شکایت میں مبتلا ہوئے، ایک ہی رات میں ساٹھ مرتبہ بیت الخلا جانے کی ضرورت ہوئی۔ برابر وضو فرماتے تھے۔ خادموں نے عرض کیا کہ آپ

تتم یا صرف استنجا پر ہی اکتفا کریں تاکہ زیادہ کمزوری لاحق نہ ہو جائے۔ جواب میں فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ بارگاہِ الہی میں کس طرح حاضر ہو جاؤں۔

(۴) خواطرِ خطرہ کی جمع ہے حرکتِ قلبی۔ خواہ وہ نیکی کی طرف ہو یا بدی اور گناہ کی طرف کشش کرے۔ عوارفُ المعارف میں ہے معرفۃ الخواطر و تفصیلہا فرضیۃ ان الخواطر ہی اصلُ الفعل فلا یصح الفعل الا بصحتها فنصار علم ذلك فرضاً وهو ما یزداد به الصدر یقیناً۔ یعنی خطراتِ قلبی کی شناخت کرنا اور انکی تفصیل سے واقف ہونا اہم فرضیہ ہے کیونکہ انسان سے جو افعال و حرکات سرزد ہوتی ہیں ان کا اصل سبب خواطرِ قلبی ہی ہیں۔ ان کے بغیر کوئی عمل درست نہیں ہوگا اور جو مجموعہ قسم کی اشیاء سے بحث کرتا ہے اسکا نام علم سلوک کہ اس سے مومن کا یقین و ایمان مضبوط سے مضبوط تر ہو جاتا ہے۔

۵) رَبِطِ قَلْبٍ۔ مرید کا اپنے مُرشد کے ساتھ اپنا دل باندھنا اور اس بات کا یقین رکھنا کہ وہ اپنے نورِ باطن اور قوتِ ایمان سے میری جان پر آگاہ کئے جلتے ہیں۔ اس قسم کے تصور سے مرید پر بہت سی عنایتیں اور فائدے مُرتب ہوتے ہیں جن کی یہاں پر بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔ قولُ الجلیل اور خاصکر شرح ملاحظہ فرمائیے۔ دستور التاکیمن میں کیا خوب فرمایا کہ مِنَ الْقُلُوبِ إِلَى الْقُلُوبِ سَوْنَةٌ دُورٌ سے دُور کی طرف حصولِ فیضان و برکات و معارف کا ایک قوی اور غیر محسوس راستہ ہے خاصکر سالک اور مرید کو چاہیے کہ وہ مرشد پر اعتراض نہ کرے اور انکی کاموں پر ناقدانہ نگاہیں نہ ڈالے بلکہ صبر و سکون سے کام لیکر انکی اتباع کی جائے۔ ان کے کامِ ذمہ دار ساداتِ صوفیہ کے ارشادات و تعلیمات کے مطابق ہوں اس طریق کار سے دلِ خطرات سے محفوظ رہے گا۔ جیسا کہ اس میدان کے ایک شہسوار نے فرمایا۔

دل از انبیاء خالی کن چو عزمِ کوی ماداری

قلہ بر غیر مانگن چو قصدِ روی ماداری

۶) خواہشیں اختیار کرنا۔ مشائخِ کرام نے فرمایا: المومن فی التکوت

در ضياء الرتب في التكويت مومن کی تکمیل سکوت اور خاموشی سے میسر ہوتی ہے اور  
 پروردگار کریم کی رضا مندی بھی اسی سکوت سے حاصل ہوتی ہے۔ سکوت سے یہ مطلب  
 ہے کہ کلام کم کرنا چاہیے خواہ کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو۔ حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ نے  
 کیا خوب فرمایا ہے

دل ز پر گفتن بیرون بدن  
 گر چه گفتاش بود در عدن

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ  
 عنہ کی تعریف میں لکھا ہے کہ آپ بہت بولتے تھے۔ پھر فرماتے وَمِن اَوْتَى الصِّمْتِ  
 فَقَدْ اَوْتَى خَيْرًا كَثِيرًا کہ جس شخص کو قدرت کی طرف سے خاموشی اور قنوت کلام  
 کی نعمت و دولت ودیبت ہوئی اس کو بڑی عنایت و سعادت نصیب ہوئی۔ علماء اسلام  
 نے لکھا ہے۔ العافیۃ عشرۃ اجزاء تسعة منها فی التکویت وواحدها منها فی الوحده  
 آفات وخطرات سے بچنے کے دس اجزاء ہیں۔ نو جز خاموشی اختیار کرنے سے حاصل  
 ہوتے ہیں اور ایک جز تنہائی اور تخلیہ سے حاصل ہوتا ہے۔

باز اخضر گلشن ارشاد و رشد شیخ ما پو ہم ز سقانی لطف خضر پیغمبر شاد است  
 شَيْخُنَا فِي سَافِرَةِ الْاِرْشَادِ بَلَدُ اَخْضَرِ  
 نَشْمُ مِنْ اَفْضَالِ خَضِرٍ نَالَ حَظًّا اَوْفَرَ

ترجمہ :- ہمارے پیر طریقت (حضرت محبوب العالم) باغِ رشد و ہدایت کے ہرزنگ  
 کے باز اور متصرف ہیں۔ مزید برآں حضرت خضرؑ کی عنایت و مہربانی نے بھی آپ کے رشد  
 و رہبری کے باغ کی سیرابی کی ہے جو آپ کی روحانی تربیت و ترقی کے لئے سولے پر  
 ہمارا گنا ثابت ہوگی۔

التحقیق :- البانہ ایک شکاری پرندہ ہے۔ اس کی جمع جیزاں اور ابوان  
 آتی ہے۔ البونہ والبونہ : دودھ اور شکر کی جمانی ہونی برونہ (آئس کریم)  
 اخضر :- صیغہ اسم تفضیل بہت زیادہ سرسبز۔ سیرابی کا نباتات کو سبز و شاداب کرنا۔



باب سَمِعَ يَسْمَعُ عَمُومًا مُسْتَعْمَلٌ هُوَ تَابَهُ . خَضِرَ الشَّيْءُ كَسَى شَيْءًا كَوَسْرَ كَرْنَا .  
سَقَانِي : سَقَانِي كَالْمَعْنَى سَقَانِي دِينِي كَالْمَعْنَى سَقَانِي دِينِي كَرْنَا ،  
جِس كَالْتَرْجُمَانِ هَمَّ نِي اِفْضَالَ سَمِعَ كَيْفَ هُوَ . كَيْفَ نَكَمُ اَلْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ فِي اَفْضَلِ عَلَيْهِ كَالْمَعْنَى  
بَهْلَانِي كَرْنَا اَوْرَهْرَبَانِي كَرْنَا وَغَيْرَهُ لَكَمَا كَانُوا هُوَ .

بانا اخضر کی ترکیب تو عینی ہے انسانی نہیں یعنی اخضر باز کی صفت ہے۔ پھر یہ صفت ہونے کی صورت میں صفتِ مختصہ اور صفتِ موصحہ دونوں ہو سکتی ہے کیونکہ باز کا رنگ عام طور پر سبزی ہوتا ہے۔ اور صفتِ مختصہ ہونے کی صورت میں یہ توجیہ کی جا سکتی ہے کہ بعض قسم کے وہ باز جو سبز رنگ کے نہیں ہوتے ہیں تو ان کی شکاری قوت اور متصرفانہ طاقت کمزور ہوتی ہے۔ پس باز کی صفتِ اخضر لہذا سے حضرت ناظم رحمہ اللہ اس لطیف مقصد کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ حضرت محبوب العالیہ العالم رحمہ اللہ اپنے مریدوں اور طالبین سعادت کو شکار کرنے اور تصرف کرنے میں پوری دستگاہ اور کماں و جلال رکھتے ہیں جیسا کہ آنجناب نے حضرت خالکی اور اجلہ علماء و مشائخ کو تحتِ طریقت پر متمکن بنایا

خلاصہ شعر :- حضرت ناظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ کا سلسلہ رشد و ارشاد پورے اتنا سال و تسلسل کے ساتھ حضرت مجدد مہم جہانیاں رحمہ اللہ تک پہنچتا ہے جس کے آثار و برکات اور نتائج و ثمرات آفتاب تابان سے بھما زیادہ روشن ہیں۔ بایں ہمہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کو روحانی فیوض و برکات اور اوراد و اذکار کی اجازت حضرت خواجہ حنفیہ السلام سے بھی حاصل ہے جس سے آپ کے رشد و بہرہ کی بارگاہ کو اور بھی پار چاند آگے۔ چنانچہ حضرت محبوب العالم قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ مجھے شروع ہی سے بزرگوں کی صحبت اور انکی بند و نصح سے سننے کا اہتمام شوق تھا اور اس مطلب کے حصول کے لئے بارگاہِ الہی میں دعائیں بھی کرتا تھا کہ بار خدایا! مجھے اپنے نیک بندوں کی ملاقات سے بہرہ اندوز بنائے اور فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھی تو نماز کے بعد ایک سبز پوش سفید پیش

نورانی رنگ بزرگ نے میرے ساتھ مصافحہ کیا۔ اس کے مبارک ہاتھ نہایت ٹھنڈے اور خنک تھے اور اس بزرگ نے میرے ہاتھ پکڑ کر مجھے زالد گرتک پہنچایا۔ یہاں قبلہ کی طرف روی مبارک فرما کر دیر تک دُعا و مناجات میں مصروف ہوئے پھر وہاں سے براستہ لوکھری یار مجھے خندہ بھون پہنچایا۔ وہاں بید کے درخت کے نیچے پانی کے کنارہ پر دونوں بیٹھے۔ پھر اس بزرگ نے مجھے بہت سی نصیحتیں کیں کہ میری زبان ان کے بیان اور ادا کرنے سے قاصر و عاجز ہے جس سے بہت سخت اثر ہوا اور مجھ پر اس قدر رعب پڑا کہ اُن سے اُن کا اسم مبارک تک دریافت نہ کر سکا۔ پھر بھی انکی عظمت و بزرگی دیکھ کر اُن سے عرض کیا کہ مجھے کچھ مخصوص دُعاؤں اور خاص قسم کے اذکار سے بہرہ ور فرمائیے تاکہ میں انکی برکت سے جلدی کسی بہتر نتیجہ اور کشف حقائق تک پہنچ جاؤں۔ آپ نے یہ سن کر میری طرف نگاہ ڈال کر فرمایا کہ جو اذکار و اُوراد آپ پڑھتے ہیں اُن سب کی اجازت آپ کو دیتا ہوں اور آئندہ بھی ان شاء اللہ ہم آپ کی روحانی امداد فرماتے رہیں گے۔

حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت اس بزرگ نے بہت سے خوارقِ عادت امور مجھ کو دکھلائے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ مجھے بذریعہ طے مکان ملک لدوہٹ کے مکان تک پہنچا کر فرمایا کہ اس نے سخت بے ادبیاں اور گستاخیاں کیں اور پھر توبہ تک نہیں کی اسلئے یہ خود بخود جلد ہی اندھا ہو جائے گا۔ پھر ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپ نے پیشین گوئی کی تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے ایک ساتھ نمازِ عصر پڑھی اور وہ بزرگ یکایک غائب ہوئے اور میں حیرانی کے عالم میں خانقاہ پہنچا۔ رات کو خواب میں ایک بزرگ نے فرمایا کہ یہ خواجہ خضر علیہ السلام تھے۔ اس تحقیق کے اعتبار سے اس شعر میں صنعتِ تلمیح ہے

واضح ہے کہ اس کتاب میں ہمارا وظیفہ صرف اتنا ہے کہ ہم فارسی نظم کو عربی نظم کے لباس کی صورت میں پیش کریں۔ مزید تحقیق سے ہمارا سروکار نہیں مگر بعض حالات کی بناء پر ہم عوامِ مسلمین کے فائدہ کی خاطر ناظرین کتاب کو متوجہ کرتے ہیں تاکہ

ہمارا نیک مقصد بار آور ہو جائے اور ہماری اس محنت و کد و کاوش سے دونوں قسم (عوام و خواص) بھرپور فائدہ اٹھا سکیں گے۔

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل چند سطروں میں حضرت خواجہ خضر علیہ السلام پر ہم مختصر نوٹ سپرد قلم کرتے ہیں :-

بعض علماء اسلام حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کو ملک اور فرشتہ مانتے ہیں۔ لیکن صحیح روایات کی بنا پر آپ آدمی اور بشر ہیں۔ آپ کا اصلی نام مبارک بلیا والد ماجد کا نام مکان ہے، آپ کی کنیت ابو العباس ہے اور آپ بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک آپ ان علماء میں سے ہیں جو شاہزادے تھے پھر دنیا سے بے رغبت ہوئے۔ خضر آپ کا لقب ہے۔ اس لقب سے لقب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ ایک مرتبہ خشک گھاس پر بیٹھ گئے تو وہ سرسبز ہوئی۔ کچھ علماء اسلام فرماتے ہیں کہ آپ خضر کے لقب سے اس لئے لقب ہوئے کہ جب آپ نماز پڑھتے تھے تو اس جگہ کا گرد و پیش اور اس کا ماحول سرسبز و شاداب ہوتا تھا۔ حضرت خواجہ خضر اور حضرت موسیٰ کا تفصیلی مذاکرہ سورہ کہف کی آیات میں مذکور ہے اور خود حضرت خاکی رحمہ اللہ نے شرح و بسط سے یہ واقعہ لکھا ہے۔ لہذا ہمیں اس واقعہ کے متعلق کوئی بحث نہیں۔ البتہ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ حضرت خواجہ خضر علیہما السلام سے علیحدہ ہوئے تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا اَوْصِنِي كَمَا مَجَّهِيَ كَيْ اُحْتَمِي بَاتِ كِي وَصِيَّتِ فَرَمِيْنِي۔ خواجہ خضر علیہ السلام نے فرمایا لَا تَطْلُبُ الْعِلْمَ لِتُعَدِّتَ بِهِ النَّاسَ وَاطْلُبِ الْعِلْمَ لِتَعْمَلَ بِهِ كَمَا كُنْتَ تَعْمَلُ لَوْ كُنْتَ تَطْلُبُ الْعِلْمَ لَتَعْدَيْتَ بِهِ النَّاسَ اس لئے دیکھئے کہ آپ اس کے موافق عمل کریں۔

علماء اسلام اس امر میں مختلف ہیں کہ حضرت خواجہ خضر زندہ ہیں یا وفات یافتہ؟ تو اکثر علماء اسلام، مشائخ صوفیہ، اہل صلاح اور ارباب معرفت کے نزدیک حضرت خواجہ خضر زندہ ہیں کہ آپ حیاتِ پنی چکے ہیں، چنانچہ مشہور محدث شیخ ابو عمر و بن الصلاح فرماتے ہیں وَهُوَ حَيٌّ عِنْدَ جَمَاهِيْرِ الْعُلَمَاءِ وَالْعَامَّةِ كَحَضْرَتِ خَضِرٍ جَبُوْرٍ عُلَمَاءِ وَصُلَحَاءِ

امت اور عوامِ مسلمین کے نزدیک زندہ ہیں۔ (تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر کی دوسری کتابوں میں اسکی تفصیل ملے گی۔) کچھ علماء حضرت خواجہ خضر کی وفات کے قائل ہیں۔ وہ اپنے دعوے پر اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں وَمَا جَعَلْنَا الْبَشَرِ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ۔ کہ بے نبی ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر اور آدمی کے لئے دوام اور دنیا میں ہمیشہ رہنا مقرر نہیں کیا تو پھر کیا اگر آپ وفات پائیں گے تو یہ لوگ ہمیشہ رہنے کے لئے آتے ہیں۔؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ مزید برآں آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کہ آپ سے پہلے تمام پیغمبر گزرے ہیں۔ اسی طرح حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے ایک دن فرمایا کہ آج رات مجھے دکھائی دیا کہ اسوقت جتنے لوگ سطح زمین پر زندہ ہیں وہ سو برس کے بعد مردہ ہونگے۔ ان دلیلوں سے معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ خضر زندہ نہیں ہیں۔ ہم ان تینوں دلیلوں کا جواب دیتے ہیں۔

۱۔ آیت وَمَا جَعَلْنَا فِي خُلُودِ رُءُوسِ كَيْفِيَّةٍ نَفْسِيَّةٍ اور حضرت خضر کے زندہ ہونے کی نفی نہیں ہے۔ ہم بھی اس کے خلود اور دوام کے قائل نہیں ہیں کہ آخر الامر وہ بھی وفات پائیں گے۔ لہذا اس آیت سے آپکی وفات پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

(۲) قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ سے وفاتِ عیسیٰ یا وفاتِ خضر سمجھ میں نہیں آتی۔ کیونکہ خلی کے بعد جب مِنْ صَلَوةٍ آجائے تو اس کے معنی قطعاً مرنے کے نہیں آتے ہیں اس پر ہمارے بعض اساتذہ کرام کے قادیانیوں سے بڑے معرکہ آرا مباحث ہوئے ہیں۔ لیکن مخالفین حق کی اُن کے سامنے ایک نہ چلی بلکہ دم دبا کر بھاگ گئے۔

(۳) جس حدیث میں یہ آیا ہے کہ موجودہ وقت کے لوگوں میں سے سو برس کے بعد ایک متنفس بھی روی زمین پر زندہ نہیں رہے گا۔ اس سے امتِ مرحومہ کے لوگ مراد ہیں بدلیل مَا مِنْ عَامٍ إِلَّا خُصَّ عَنْهُ الْبَعْضُ کہ کوئی نام ایسا نہیں جس سے کوئی نہ کوئی فرد مستثنیٰ نہ ہو۔ پس حق وہی ہے جو محدث ابن صلاح رحمہ اللہ نے فرمایا

دیکھو مزید مطالعہ کے لئے تفسیر معالم التنزیل وغیرہ۔

اسی طرح علماء اسلام حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کے نبی ہونے میں مختلف نظر آتے ہیں۔ بعض علماء اسلام کے نزدیک آپ نبی تھے اور یہ حضرات اس دعوے پر آیت وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ذَلِكَ مَالِمَ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا کہیں۔ یہ تینوں کام اپنے حکم سے نہیں کئے بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم سے انجام دئے جن پر آپ صبر و ضبط نہ کر سکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انہیں (حضرت خضر کو) من جانب اللہ وحی آتی تھی جو نبیوں اور پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عَنْ أَمْرِي سے وحی مراد نہیں ہے بلکہ اس سے الہام مراد ہے۔ وحی اور الہام میں زمین و آسمان کا فرق ہے کہ وحی دوسروں کے لئے دلیل ہوتی ہے اور منکر وحی کافر ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف الہام دوسروں کے لئے دلیل و برہان نہیں ہوتا ہے۔ اسی بنا پر حضرت مولیٰ علیہ السلام حضرت خضر کے کاموں پر اعتراف فرماتے تھے اور خضر علیہ السلام جواب دینے پر مجبور ہوتے۔ اس تاویل کی بنا پر دونوں حضرات کا سوال و جواب بجای خود بجا اور درست ہے۔ بعض لوگ ناواقفیت اور کم علمی سے حضرت خواجہ خضر کا درجہ حضرت مولیٰ علیہما السلام کے درجہ اور مرتبہ پر فوقیت دیتے ہیں جو سراسر حقائق اور نص قرآنی کے برخلاف ہے کیونکہ حضرت خواجہ میں دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو وہ اسرائیلی قوم سے تعلق رکھتے ہوں یا غیر اسرائیلی ہوں تو اگر حضرت خواجہ بنی اسرائیل میں سے ہونگے تو وہ اس صورت میں حضرت مولیٰ علیہ السلام کے امتی ہوتے ہیں۔ اور مسلم ہے کہ کوئی بھی امتی اپنے پیغمبر سے مرتبہ میں اعلیٰ و اشرف نہیں ہو سکتا جیسا کہ یہ مسئلہ عقل و نقل سے ثابت اور مبرہن ہے اور اگر دوسری صورت مانی جائے کہ حضرت خواجہ علیہ السلام غیر اسرائیلی ہوں تو اس صورت میں بھی حضرت خواجہ حضرت مولیٰ سے افضل و ارفع نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارے میں قرآن پاک میں فرمایا ہے وَإِنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ کہ لے بنی اسرائیل میں نے تم کو سارے جہاں کے لوگوں پر فوقیت اور فضیلت دی ہے (یعنی اپنے زمانے کے سارے لوگوں پر)



واقعہ مولے و حضرت علیہ السلام سے استدلال کر کے کچھ لوگ طریقت کو شریعت سے الگ اور جدا گنا مانتے ہیں، یہ بھی نہایت فاسد اعتقاد ہے کیونکہ شریعت و طریقت باہم متلازم اور ایک دوسرے کے لئے چلنے والے دامن کا تعلق رکھتی ہیں۔ شریعت کے احکام پر عمل کرنے سے ہی طریقت حاصل ہوتی ہے۔ اس کی تشریح ہم مقدمہ کتاب اور بصیرۃ السلوک حصہ سوم میں کر چکے ہیں۔

دعا یہ امر کہ پھر حضرت مولے علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر نے حضرت خواجہ علیہ السلام کے سامنے اتنا ادب و احترام کیوں کیا اور بات بات پر معذرت کیوں فرمائی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت مولے علیہ السلام کی علم نوازی اور خواجہ بھنگوڑے کے علم و معرفت کی قدر شناسی ہے اور ان کا مقام و مرتبہ سمجھ کر اس کا اعتراف کرنے کی بہترین علامت و دلیل ہے کہ "قدر گل بلب شناسد قدر دلدل شاہ علی رض" ورنہ حضرت مولے علیہ السلام کسی ایسے علم کے حاصل کرنے کی طرف محتاج نہ تھے کہ جس کا بڑھنا اور سیکھنا ان کے مذہب و شریعت میں ضروری ہو جس پر واضح دلیل یہ ہے کہ جب مولے علیہ السلام نے حضرت خواجہ بھنگوڑے سے فرمایا "هَلْ أَتَبِعُكَ عَلَيَّ أَنْ تُعَلِّمَنِي مَتَاعِلِمَتٍ مُّشَدِّدًا" کہ کیا میں آپ کے پیچھے اس غرض سے چلوں کہ آپ مجھے ان رُشد و ہدایت کی باتوں میں سے کچھ تھوڑا سا سیکھائیں جن کی تعلیم آپکو قدرت کی طرف سے کی گئی ہے تو حضرت خواجہ بھنگوڑے نے حضرت مولے کو ان لفظوں میں جواب دیا "كُنْفِي بِكَ يَا تَوَّابًا عِلْمًا وَبَنِي إِسْرَائِيلَ شُغْلًا" کہ تو ریت آپ کے علم کے لئے کافی اور بنی اسرائیل کی تعلیم و تلقین کے لئے بہت زیادہ ہے تو اب مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں (بحوالہ معالم التنزیل) حضرت مولے علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے حکم خدا ایسا ہی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مولے علیہ السلام کو بحیثیت پیغمبر کسی بات کی کمی نہیں تھی اس لئے وہ پیغمبرانہ اصول کے تحت حضرت خضر کے تینوں کاموں پر اعتراض فرماتے رہے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے محض تنبیہ کے لئے حضرت خواجہ کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ علم کی وسعت کو اچھی طرح سمجھیں۔ بایں ہمہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت خواجہ خضر شریعت کے علوم سے بھی بہراند و

تھے جس طرح تکوین اشیاء اور حکمتِ خلق سے آراستہ تھے مگر نبوت و رسالت کی شان اور عظمتِ علمِ تکوین اشیاء سے بہت بلند اور اونچی ہے۔

قصہ مولیٰ و خضر علیہما السلام سے یہ بھی سمجھ میں آ گیا کہ شریعت کا پہلو غالب ہے کہ ہر خد مولیٰ خواجہ خضر کے مقام و مرتبہ سے واقف تھے اس لئے جوں ہی یہ دیکھا کہ حضرت خواجہ ایسے کام کرتے ہیں کہ جو موصوف کی شریعت میں نادرست تھے تو فوراً اعتراض فرماتے تھے جس میں وہ بالکل حق بجانب ہیں۔ اسی سے سمجھ میں آتا ہے کہ شریعت کا پہلو غالب اور راجح ہے اور بعد میں حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے جواب دیتے ہوئے اس جملہ سے معذرت فرمائی و ما فعلت عن آفری کہ میں نے یہ کام اپنی مرضی سے نہیں کئے بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم سے انجام دئے۔ پس جو لوگ اس واقعہ سے شریعت و طریقت میں تضاد و مباہرت ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ کھلی غلطی اور شریعت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ منکرات و فواحش کو طریقت کا نام دے رہے ہیں تو وہ بھی طریقت کے اصول کو پاش پاش کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کی باتوں اور مصاحبت سے مسلمان کو دور رہنا چاہیئے۔ شعورے خلاف پیغمبر کسی رہ گزید کہ ہرگز بمنزل خواہد رسید

اور حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

ای بسا البیس آدم روی ہست ✽ پس بہر دستے نباید داد دست

اور اگر حضرت خواجہ خضر علیہ السلام پیغمبر تسلیم کئے جائیں تو تب کوئی اعتراض ہی وارد نہیں ہوتا کیونکہ تب تو یہ دو پیغمبروں کے درمیان ایک مکالمہ اور بات چیت ہے جیسا کہ مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کی رائے ہے۔

ہاں اس مقام پر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ علمِ تکوین اشیاء یا حکمتِ خلق عالمِ طریقت میں داخل ہے یا نہیں؟ تو ہمارے جواب ظاہری طور پر یہ ہے کہ ہرگز نہیں۔ اصطلاحی طریقت اور ہے اور علمِ تکوین عالمِ دوسری چیز ہے۔

بہر حال اربابِ معرفت اور تقریباً جمہورِ علماء اسلام کے اعتقاد میں حضرت خواجہ

خضر زندہ ہیں۔ سعادت مندوں اور نیچو کاروں کو روحانی تربیت فرماتے ہیں۔ ان کو ازکار و اورد کی تعلیم و تلقین فرماتے ہیں اور عام طور پر نہروں کے کناروں، آبشاروں پر قیام فرماتے ہیں جیسا کہ عن قریب متن میں آئے گا۔ اَللّٰهُمَّ مَتَعْنَا بِلِقَائِكَ۔

اوست چون خضریٰ و حکمتها افعالش ازاں ؛ از قیاس مردم موسیٰ صفت بزر شد است

وَهُوَ خَضْرِيٌّ مَزَايَا فِعْلٍ مَّا قَدْ يَعْمَلُ

قَدْ تَنَاهَتْ عَنْ قِيَاسٍ مِثْلِ مُوسَىٰ مَفْكَرًا

چونکہ آپ (حضرت محبوب العالم) حضرت خواجہ خضر کی طرح علم لدنی احکمتِ خلقِ اشیاء سے بہرہ یاب ہیں اس لئے آپ کے افعال کے اسرار اور حکمتیں واقفین احکام شریعت کے علم و انداز سے بھی باہر اور بہت زیادہ بالاتر ہیں۔

التَّحْقِيقُ ۛ مَزَايَا. الْمَزْوُ وَالْمَزِيَّةُ ج مَزَايَا وَالْمَا نِيَّةُ علمِ دَرَمِ وِشَجَاعَتِ. فَضِيْلَتِ وِ بَرْتَرِي، خُوْبِي وِعَدْمِ كِي جِسْ مِ اِنْسَانِ دُوْسَرِ مِ سِ مَتَاذِ هُوْتَا هِيْ۔  
مزید تحقیق کے لئے المنجد دیکھیے، قَدْ تَنَاهَتْ صِيغَةً وَاحِدَةً مَوْثِقَةً غَايِبَةً اَزْ بَابِ تَفَاعُلِ اس کا فاعل ضمیر مستتر ہی ہے جو مَزَايَا کی طرف راجع ہے۔ قَالَ فِي الْمُنْجَدِ تَنَاهَى، تَنَاهَى عَنِ الشَّيْءِ۔ رُكْنَا۔ الْقَوْمُ. بَعْضُ كَا بَعْضٍ كُوْرُو كُنَا۔ الشَّيْءُ. اَنْتَ هَا كُوْ بَيْحِنَا۔ اَلْمَاءُ. پَانِي كَا تَالَابِ مِيْنِ تُهْرِنَا۔

قیاس، اس جگہ قیاس مثل کی طرف مضاف ہے۔ مثل ہونے سے مجازاً یا کنایہ اہل شرع مراد ہیں جو صرف شریعت مقدسہ کے اصول کے تابع ہوتے ہیں۔  
قَائِيں مَّقَائِمَةٌ بَلِيْنِ الْاَمْرِيْنِ دُوْ حِيْرُوں كِ دَرْمِيَانِ مَوَا زِرُ كُرْنَا. قَائِيں الشَّيْءِ بِكَذَا وَ اِلَى كِسِي حِيْرِي كِي مِثَالِ سِ اَنْدَزُو كُرْنَا. قَائِيْنِ اِلَى كَذَا كِسِي حِيْرِي مِي سَبْقَتِ لِي بَانَا۔

خلاصہ شعر۔ حضرت محبوب العالمؒ کا قلب مبارک حکمت و معرفت سے معمور

وَمُنَوَّرَ هِيَ اس لئے آل جناب کے بعض افعال کی حکمتِ نامضہ اہل شرع کے علم و اندازہ سے بہت بلند و بالا ہے کیونکہ آپ کی مثال حضرت خضر جیسی ہے اور باقی لوگوں کی مثال حضرت موسیٰ جیسی ہے جو کسی کو شریعت کے مرکزی نقطہ تکلف سے ذرہ برابر آگے پیچھے ہونا نہیں دیتے جس کی ہزاروں مثالیں ہیں مگر ہمارے وظیفہ اور بیان سے الگ ہیں

گر تو عجزِ صحبتش خواہی بہ لا تَسَلْ بِسَاپِ اَز كَفَشِ بَرِيْدِيْطَلِيْ رَا كَر خَنْجَر شُدَا سَت

عِذَّ اسْتِصْحَابِهِ اِنْ كُنْتَ تَتَّبِعِيْ، لَا تَسَلْ  
بَلْ تَصْبِرْ اِنْ تَوَلِيْ قَتْلَ طِفْلِ خَنْجَرًا

ترجمہ ۱۔ ای طالبِ سعادت! اگر تم آل جناب کی صحبتِ فیض کی عزت و سعادت حاصل کرنا چاہتے ہو تو آپ کے افعال و حرکات دیکھ کر سوالات و اعتراضات کرنے کی عادت چھوڑ دے اور اگر آپ اپنے دستِ مبارک سے بے گناہ بچے کو بھی چھری مار کر ہلاک فرمائیں گے پھر بھی زبانِ اعتراض دراز نہ کر۔

التحقیق ۱۔ اَعِزَّ: عزت، محنت بارش۔ سَجَلٌ عِزٌّ (توسی) بولتے ہیں۔  
جی بہ عِزًّا بِنَا۔ جس طرح ہو بے آؤ۔ یہاں پر پہلا معنی مراد ہے۔

صِحْبَةٌ۔ صَحْبَةٌ صُحْبَةٌ وَصَحَابَةٌ وَصَحَابَةٌ وَصَاحِبَةٌ مَمَّاحِبَةٌ  
ساتھی ہونا، دوستی کرنا۔ ساتھ زندگی گزارنا۔ اسی طرح اسْتِصْحَابٌ ساتھی بنا۔ ساتھی بننے کے لئے  
کہنا۔ ساتھی بنا۔

تَتَّبِعِيْ۔۔۔ بَعْنِيْ بَعَاءٌ وَبَعِيًّا وَبَعِيٌّ وَبَعِيَّةٌ وَبَعِيَّةٌ۔۔۔ الشَّيْءُ، طلب کرنا۔  
ڈھونڈنا جو خواہی کا ترجمہ ہے۔

لَا تَسَلْ۔۔۔ صِفَةٌ وَاحِدَةٌ كَرْنِيْ حَاضِرٌ مَعْرُوفٌ هُوَ۔ نہ وقتِ شعریہ کی بنا پر اس سے عجز و  
خوف کیا گیا جس کے معنی سوال نہ کر کے آتے ہیں۔ قرآن مجید میں آیات یا اِيْتِهَآ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبَدِّلَهَا تَسْأَلُوا عَنْهَا -

تَوَلَّى تَوَلَّى - الْأَمْرُ : کسی امر کی ذمہ داری لینا۔ کام کے لئے مستعد ہونا۔ اس بنا پر تَوَلَّى کا فاعل ضمیر مُسْتَرْتَبٌ ہُوَ ہے جو حضرت محبوب العالم کی طرف راجع ہے۔

قَتَلَ طِفْلٍ مضاف مضاف الیہ سے مل کر تَوَلَّى کا مفعول بہ ہے۔ خَنْجَرًا منصوب بمنزوعِ خَائِضٍ ہے ای بِالْخَنْجَرِ۔ خَنْجَرٌ چھری یا بڑی چھر کڈا کہتے ہیں۔ یہ اسی طرح منصوب بمنزوعِ خَائِضٍ ہے جس طرح امری القیس کے اس شعر میں تَعَرَّضَ مَنْصُوبٌ بِمَنْزُوعِ خَائِضٍ ہے

إِذَا مَا الشَّرِيفِ السَّمَاءِ تَعَرَّضَتْ

تَعَرَّضَ أَشْنَاءِ الْوَشَاحِ الْمَفْصَلِ

اس لفظی تحقیق کے بعد شعر کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ناظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب مُرید بچے دل سے اپنے پیرِ طریقت کے دستِ بابرکت پر بیعت کرے اور یہ سمجھے کہ میرا پیر و رہبر حقائق آگاہ، عارف باللہ اور داعی الی رب الارباب ہے اور پیر رہبر ایسا ہے کہ خود بھی نفسِ امارہ کی پیروی سے دور اور اپنے مُریدوں کو بھی شریعتِ حقہ کے مقدس اوصاف کے تحت رہبری فرماتے ہیں تو اسوقت مُرید کو پیرِ طریقت کے افعال و حرکات پر سوال اور اعتراض نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ایسا رہبر جو بھی کام کریں وہ خالی از حکمت نہیں ہوں گے۔ گو بعض اوقات مبتدعی کو اپنے پیر کے بعض افعال و احوال مخالف شرع دکھائی دینگے پھر بھی مُرید کو زبانِ اعتراض دراز نہیں کرنی چاہیے کیونکہ مُریدِ متشرع اپنی ذمہ داری اور طریقیہ تربیت سے خود آگاہ ہیں۔

وَلِنَعْمَ مَا قِيلَ بِهِ  
بِی سِتْجَادِهِ رَنْجِیْنِ كُنْ گرت پیرِ معان گوید  
کہ ساکبے خبر نمود ز راہ و رسم منزل ہائے

لَعَنَّاكَ لِأَجْلِ، أَمْثَالَ هَذِهِ الْمُرَشِدِينَ وَالْمُدَاتِي فِي هَذَا الزَّمَانِ ؛



۱۰۴  
اورت حضرتی وازان رو خاطرش واد قرار پڑ جا رہی ہر کجا آوازہ جز خبر شد اوست

وَهُوَ خَضِرِيٌّ لِّذَلِكَ يَطْمَئِنُّ قَلْبُهُ  
مِنْ مَجَارِي الْمَاءِ أَيَّنَ مَا يَرَاهُ جَرَجًا

ترجمہ :- چونکہ آپ (حضرت محبوب العالم) کو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ بے واسطہ نسبت و تعلق ہے اس لئے ان مقامات سے جن میں تیز رفتاری کے ساتھ پانی بہتا ہے اور آبشاروں کی تیز آواز سے بھی آپ کا قلب مبارک قرار اور اطمینان پذیر ہوتا ہے۔

التحقیق :-

جَزَجْرًا - قال فی المنجد جَزَجَرُ الْجَصَلُ، او نط في بلبايا - الماء عرف خلقه : پانی کا حلق میں گرہ گرنا جس کا لازمی معنی اونچی آواز سے کسی چیز کا سرزد ہونا۔ ائین کے بعد جو صا ہے وہ زیادہ ہے۔ صرف ضرورتِ شریعہ کے لئے لایا گیا جس کے امثال و نظائر بے شمار فصیح و بلیغ عربی آیات میں آپ نے دیکھے ہونگے۔ یَتَّبِدِي بِعَيْنِي يَطْهَرُ۔

خلاصہ شعر :- چونکہ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے نہایت قوی اور مضبوط ہے اس لئے آبشاروں، ندی نالوں کے تیز رفتاری سے آپ کا دل مبارک آرام اور چین پکڑتا ہے جس کے دو سبب ہو سکتے ہیں اولاً حضرت خواجہ خضر علیہ السلام جیسا کہ مشہور ہے ایسے مقامات پر فرود کش ہوتے ہیں۔ گویا آنجناب اپنے مرشدِ کامل اور پیر روشن ضمیر حضرت خواجہ کی بوی خوش ان مقامات پر پاتے ہیں یا اُجیاناً اور بعض اوقات بذاتِ خود حضرت خواجہ کو ان مواضع میں دیکھ لیتے ہیں تو پھر آپ کا ان جگہوں کی طرف رغبت کرنا اور ایسے مقامات کے حُسنِ منظر سے چین پانا قدرتی اور فطری امر ہے۔

ثانیاً :- پانی عموماً اپنے مرکز کی طرف حرکت کرتا رہتا ہے، یہ ہزاروں ندیاں اور نالے اپنی حرکت و تیز رفتاری سے تیار کرتا ہے پھر بھی چین اور سکون نہیں پاتا بلکہ اپنے مرکز کی طرف اپنی حرکت روانہ دوان دوان رکھتا ہے اور اگر پانی کی حرکت کہیں رُک جائے تو یہ

فاسد اور گندہ ہو جائے گا اس لئے پانی کی یہ حرکت بزبانِ حال اپنے دیکھنے والوں اور نظارہ کرنے والوں سے نصیحت کرتی ہے کہ میری طرح تم بھی اپنی حرکت اپنے مرکزِ مبدیٰ فیاض ربِّ کریم کی طرف جاری رکھو اور ذکر و شکر اور یادِ خدا کرتے رہو ورنہ تم بھی بگڑ جاؤ گے اور اشرافِ المخلوقات ہونے کے باوجود اسفلِ سافلین میں بہ سبب جاؤ گے۔ اس تقریر کی بنا پر اس شعر میں علمِ بدیع کے قواعد کی رو سے حسنِ تعلیل ہے۔

ہر سحر کہ بود غسّے لازم در سالہا ۛ قلب و روح و سر اوزین رومی مظهر شد است

كَانَ يَعْتَادُ لِيَغْسِلَ كُلَّ سَحْرِ فِي سِنِينَ  
مِنْهُ قَلْبُهُ وَرُوحُهُ وَسِرُّهُ طَهَّرَا

آپ نے برسوں تک ہر صبح کو غسل کرنا اور نہانا اپنے اوپر لازم قرار دیا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے عادی ہو گئے۔ اسی وجہ سے آپ کا قلب مبارک، روح اقدس اور آپ کا سر و باطن بہت پاکیزہ ہوئے۔

التحقیق :-

المنجرجہ میں تصریح ہے کہ اعتاد اعتیاداً۔ الشئی: عادی ہونا چونکہ اس مقام پر فعل سے پہلے کان آیا ہے جو استمرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے تو اس سے لازم کا ترجمہ بھی اسی ضمن میں سمجھ میں آتا ہے۔

تَسَحَّرُ: صبح سے کچھ پہلے۔ التَّحَرُّرُ: صبح کا ذب۔ التَّحَرُّرُ الْآخِرُ: صبح صادق ہر چیز کا کنارہ۔ ج۔ اَنَسَحَّرَا

اِسْتَنِينَ جمع سنۃ۔ اس کی جمع سنون، سنون، سنون، سنون آتی ہے۔  
مِنْدُ بمعنى لاجلہ کے ہے۔ یعنی اپنے ما قبل کی غلت بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے  
طَبَّرَ صیغہ دو عدد مذکر نائب فعل۔ ضعی مجہول ہے۔ ان باب تفعیل اس میں ہو ضمیر مستتر پوشیدہ ہے جو باعتبار کل و بعد قلب و روح دوسری طرف آئی ہے۔ والقاعدۃ التَّحَوُّتِ

فِي ذَلِكَ مَعْدُوفَةٌ ۚ

خلاصہ شعر :- حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ سالہا سال سے صبح نماز سے پہلے غسل فرماتے تھے جس کی وجہ سے آپ کا قلب مبارک، روح انور اور باطن اقدس بہت صاف اور کشف حقائق کے درجہ تک پہنچے ہیں۔  
 واضح رہے کہ صبح سویرے نہانا جس طرح ظاہری بدن کی سلامتی کے لئے مفید ہے اسی طرح صفایہ قلبی اور باطنی پاکیزگی کے لئے بھی بہت زیادہ مُد و مُعَادِل ہے اس لئے بڑے بڑے علماء ربانیین اور اولیاء اللہ صبح سویرے پابندی سے نہاتے تھے کیونکہ اس سے سُستی و کھالت دور ہوتی ہے اور عبادت و ریاضت میں سرور حاصل ہوتا ہے اور اگر ہم اس سلسلہ میں بزرگان دین کی فہرت پیش کریں تو ایک اچھا خاصہ رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔

گرمسادی در حضورش خلوت و خلوت بازار شد ۛ لیک میں خاطرش اکثر بکود و در شد است

التَّخَلِّي وَالتَّجَلِّي فِي حَضُورِهِ اسْتَوَى  
 بَيْدَ أَنْ مَيْلَ قَلْبِهِ إِلَى الْبَيْدِ اعْتَرَى

ترجمہ :- آپ کے نزدیک خلوت و خلوت اور بازار و تنہائی یکساں اور برابر ہے  
 بایں ہمہ آپ کا قلب مبارک پہاڑوں اور جنگلوں کی طرف زیادہ راغب و مائل ہے۔  
 التَّحْقِيقُ :- التَّخَلِّي. قال في المنجد تخلَّى: کسی کے ساتھ خلوت میں  
 ہونا۔ مِنْهُ وَعَنْهُ: چھوڑنا۔ لَمْ: کسی کام کے لئے فارغ ہونا۔ التَّجَلِّي: تجلی تجلیاً  
 - الشَّيْءُ: چیز کا اچھی طرح ظاہر ہونا۔ الْمَكَانُ: گھر پر چڑھنا۔ اسْتَوَى: اسْتَوَى  
 سے برابر ہونا۔ اس میں ضمیر فاعل ہو پوشیدہ در باعتبار کل واحد دونوں مصدروں التَّخَلِّي  
 و التَّجَلِّي کی طرف راجع ہے۔ بَيْدَ: یہ ہمیشہ آق اور اس کے معمول جملہ کی طرف مضاف  
 ہو کر آتا ہے اور سوائے اور مگر یعنی - تشبہ کا معنی دیتا ہے۔ جیسے اہل زبان اپنے محاورہ میں کہتے

ہیں فَلَانٌ كَثِيرُ الْمَالِ بِنْدًا اِنَّهُ بَخِيْلٌ کہ فلاں آدمی بہت مالدار ہے مگر بے بخش۔  
 مِنَ الْمُنْجِدَاتِ - الْبَيْدَاءُ : بیابان، جنگل۔ اکی جمع بِنْدٌ اور بید اوات آتی ہے۔  
 الْبَيْدَاءَةُ : پیدل فوج کو کہتے ہیں۔ اصل میں یہ بَادٌ ، يَبِيدُ ، بِيَادًا ہلاک ہونے کے  
 معنی میں آتا ہے۔ چونکہ بڑے بیابان اور جنگل عموماً ہائمتِ ہلاکت ہوتے ہیں اس لئے وہ اس نام  
 سے موسوم ہوئے۔ اعتری۔ یہ اعترَاءُ اَمْرٌ سے نکلا ہے جس کے معنی لاحق ہونے کے  
 آتے ہیں اس میں هُوْمُوتَرٌ اور قلب کی طرف راجع ہے۔ اَلْمَيْلُ ، قَالَ فِي الْمُنْجِدِ  
 مَالٌ يَمِيْلُ مَيْلًا وَتَمِيْلًا وَمَيْلَانًا وَمَيْلَوَةً وَمَمَالًا وَمَمِيْلًا۔  
 اِلَى الْمَكَانِ لَوْثًا۔ اِلَى الشَّيْءِ اَوِ الشَّخْصِ رَغْبَةً كَرْنًا، مَحَبَّتٌ كَرْنًا۔ عَنِ الطَّرِيقِ :  
 تجاوز کرنا، چھوڑنا۔

خلاصہ شعر، حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خلوت و جلوت، بازار  
 و تنہائی برابر ہے کہ جس جگہ بھی اور جس حال میں بھی ہوں آپ کا دل مبارک ہمیشہ ذکر و  
 فکر اور یادِ خدا میں رہتا ہے اور بازاروں اور مجلسوں میں ہونے اور رہنے سے  
 آپ کے روحانی اشغال و اذکار میں فرق نہیں آتا۔ کیونکہ دست باکار اور دل بایا  
 پر پورے طور پر عمل پیرا ہیں۔ یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا انتہائی فضل و کرم ہے کہ ذکر  
 لسانی اور ذکر قلبی ہمیشہ جاری رکھتے ہیں پھر بھی آپ کا قلب مبارک تنہائی اور  
 بیابانوں کی طرف زیادہ راغب مائل رہتا ہے کہ یہاں پر سالک راہِ طریقت اور کیفیت  
 پالیا ہے اور جلوت میں جو خدشات پیدا ہونے کا امکان ہے وہ بیابانوں اور تنہائیوں  
 میں نہیں رہتے۔ اس لئے احادیث میں آیا ہے کہ آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نزول  
 وحی اور اعلانِ نبوت سے پہلے تنہائی اور بیابانوں میں رہنا زیادہ پسند فرماتے تھے جیسا  
 صحیح بخاری کی حدیث میں آیا ہے وَكَانَ يُحِبُّ الْخَلَاءَ۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی  
 پسند فرماتے تھے۔)

۱۰۸  
ہمدی گردشِ مُشرَفِ ہمدی رُوحِ حَقِّ ہمدم اوزاں شفا بخشا و جا پروردِ شدا

وَكَذَٰلِكَ أَصْحَابَةُ عِيسَىٰ شَرَّفَتْهُ بَعْضَ حِينٍ  
فَدَعَاؤُهُ لِأَصْحَابِي شَافِيًا وَمُنْشِرًا

ترجمہ :- بعض اوقات ان جناب کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح مقدس نے بھی اپنی صحبت و رفاقت سے مُشرَف اور مُعزَّز بنایا۔ اسی بنا پر آپ کی دُعا اور چھونک بیماریوں کو بہت شفا بخشنے والی اور مردہ دلوں کو زندگی عطا کرنے والی ثابت ہو گئی ہے۔  
التحقیق :- قولہ ہمدی - یہ ہم اور دمی سے مُرکب ہے کہ ہم کے معنی نیز اور دمی کے معنی بعض اوقات کے آتے ہیں۔ دوسری جگہ ہمدی سے ہم دم ہم صحبت اور ہم نفس کے آتے ہیں۔ تیسرا ہم دم ہم معنی اور دیگر کے ہے اور دم سے مطلب سانس اور کلمات دُعائیہ ہیں۔ اس اعتبار سے شعر میں صنعتِ بجنیس ہے۔ روح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حق سے مُراد اللہ تعالیٰ ہے۔ روح کی اِصافِ حق کی طرف اِصافِ تشریفی اور تعظیمی ہے کہ محض کلمہ کُن اور حکمِ خدا سے وہ پیدا ہوئے ہیں۔ یعنی حضرت عیسیٰ حضرت مریم علیہا السلام سے بے پدر پیدا ہوئے جس طرح حضرت آدمؑ بے پدر و مادر پیدا ہوئے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں حضرت عیسیٰؑ کو حضرت آدمؑ کے ساتھ پیدا ہونے میں تشبیہ دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ۔ اس میں تشبیہ الغریب بالاغرب ہے لہذا جب حضرت آدمؑ کی پیدائش پر بے پدر و مادر ہونے کے باوجود کوئی اعتراض نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صرف بے پدر ہونے پر کیوں اعتراض کیا جائے اور جو فلسفہ ڈارون سے متاثر ہو کر خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ کو علق بجز عین پڑھ کر ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو ایک کیڑے سے پیدا کیا ہے ایسے لوگ فلسفہ ڈارون سے اثر پذیر ہو کر قرآن اور ڈارون کے بے بنیاد فلسفہ میں تطبیق دیتے ہیں تو یہ لوگ حقیقت



میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت سے بے خبر محض ہیں اور جن قانونِ فطرت کی آڑ لیکر یہ لوگ اس قسم کی غلط تاویلیں کرتے ہیں یہ بات ان کی سمجھ سے بالاتر ہے کہ آخر یہ قانونِ فطرت جس نے بنایا وہ اپنی طاقت دکھانے کی غرض سے طبایع کے آثار و خواص بھی زائل اور دور کرنے پر طاقت رکھتا ہے کہ نہیں اور پھر یہ بھی نہیں سوچتے ہیں کہ خود صاحبِ وحی روحی لہ الفدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کیا سمجھا اور سمجھایا۔ بہر حال یہ اشارہ صمنا آگیا ہے خدا تعالیٰ نے چاہا تو ہم اپنی تفسیر میں اسکی تفصیل کریں گے۔

شفا بخشا میں الف مبالغہ کا فائدہ دیتا ہے۔ بعض جین بمعنی بعض اوقات کے ہے۔ اضحیٰ پر لام تاکید داخل کیا گیا ہے۔ مُنْشَدًا منصوب ہے کہ اَضْحَىٰ کی خبر ہے۔ یہ اَنْشَرَ اللّٰهُ الْمَيِّتَ اللّٰهُ كَامُرِّءٍ كُو زِنْدَه كَرْنَا۔ اَنْشَرَ اللّٰهُ الْاَرْضَ اللّٰهُ تَعَالَى كَا زَمِيْن كُو سِيْرَاب كَر كُو زِنْدَه كَرْنَا سے مشتق ہے اور اسی سے قیامت کے دِن كُو يَوْمُ النُّشُوْر كَهْتَه ہيں۔

خلاصہ شر ۱۔ اربابِ حال اور نفوسِ قدسیہ کے نزدیک انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام کی ارواحِ مقدسہ سے استفادہ کرنا اور ان کے اسرار و معارف سے بہرہ اندوز ہونا مسلم اور ناقابل انکار حقیقت ہے اور صحیح بخاری کی حدیث مَن سَاہِنِ فَقَدْ سَاہِنِ قَاتَ الشَّيْطَانَ لَا يَمْتَلِكُ بِئِ اس پر گواہ اور بُرْہَانِ قاطع ہے۔ نیز بعض اولیاء اللہ موسوی نسبت، بعض عیسوی نسبت اور بعض ابراہیمی نسبت ہوتے ہیں اُسوقت اُن اولیاء اللہ پر اپنے منسوب الیہم کا حال غالب ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تَجْرُد کا غلبہ اور اپنے اَنْفَاسِ مُقَدَّسَہ سے بیماروں کو شفا بخشنے اور مُرَدُوں كُو بَاذِنِ اللّٰهُ زِنْدَه فرماتے تھے تو بنا بر نسبت قویۃ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اسی قسم کے کمالات سے بہرہ اندوز فرمایا تھا۔ چونکہ یہ سب کمالات اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی سے حاصل ہوئے ہیں اس لئے شفا اور جان پرور کی نسبت آپ کی طرف کرنا نسبت مجازی ہے۔ کما

لَا يَخْفَى - پھر میں عرض کرتا ہوں کہ میرا وظیفہ شعر کی تحقیق کرنا نہیں بلکہ میرے ذمہ  
اس وقت صرف فارسی اشعار کو عربیت کا جامہ پہنانا ہے جس کی صورت حضرت ناظم  
رحمہ اللہ نے اپنے ابیات میں رکھ دی ہے اور پھر آپ نے شرح بھی خود لکھی ہے مگر  
کافی زمانہ گزرنے کے باوجود ہم وقتی سوالات اور اعتراضات کا بھی ساتھ ساتھ  
جواب دینا چاہتے ہیں وہ بھی نہایت اختصار کے ساتھ۔

نسبِ صِحَّتِ قَوْمِيْ اَوْرِ الْعَيْسِيِّ شَدَّ اَزَالٍ ۚ كَوْبِعِصْمَتِ بَيْحُو عَلِيٍّ زَادَهُ اَزَادَ رُشْدًا

قَدْ تَقَوَّى نِسْبَةَ بِيْرُوْحٍ حَقٍّ لِأَجْلِهِ  
نَالَ عِصْمَةَ كَعَيْسِيٍّ مَدُّوْا وَلَا إِطْأَاهِرًا

ترجمہ :- آن جناب کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نسبت و تعلق نہایت  
قوی اور مضبوط ہے۔ اس لئے آپ نے اس کو تیا میں عصمت و عفت اور پاکی پاکدامنی اپنی  
والدہ ماجدہ سے پیدا ہونے کے وقت سے آخری دم تک حاصل کی۔

التَّحْقِيْقُ :-

روحِ حَقِّ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ یہ آں حضور صلی اللہ علیہ و  
سلم کی بعثت سے پہلے تقریباً چھ سو سال کچھ اوپر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر انجیل  
نامی کتاب نازل کی۔ آپ کے دشمن خصوصیت کے ساتھ یہود تھے۔ یہ لوگ حضرت عیسیٰ  
علیہ السلام کے درپے ایذا ہونے حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو قتل کر نیکا ایک منصوبہ بھی  
تیار کیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے ناکام بنایا جیسا کہ آیت وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلْبُوْهُ وَ  
لَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ كِي صَحِيْحٍ تَفْسِيْرٍ اس پر گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم پیغمبر کو بروح  
وَجَدَ اَسْمَانَ چارم پر بلایا۔ وہ اسی طرح زندہ اور باسلامت ہیں۔ قیامت سے  
پہلے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان سے سرزمینِ فلسطین پر اتریں گے اور آں حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کے دینِ حَقِّ کی طرف دعوت دیں گے۔ مخالفینِ اسلام کے ساتھ

جنگ کریں گے اور اسی زلزلے میں دجال کا ظہور ہوا ہوگا تو اس کو بھی قتل کریں گے  
 حضرت عیسیٰ، امام ہدی علیہا السلام اور دجال بد بخت کا زمانہ ایک ہی ہوگا۔ یہ  
 مضمون بہت سی آیتوں، سینکڑوں صحیح حدیثوں اور اجماع امت سے ثابت ہے  
 اس کا منکر کافر ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان چہارم  
 پر کیا کھاتے ہیں اور بول و براز کہاں کرتے ہیں ان پر مادیت اور لادینیت غالب  
 ہے۔ اس عالم کو زندگی کے لوازم و خواص عالم برزخ کے لوازم و خصائص سے  
 علیحدہ اور جداگانہ ہیں اور پھر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو الصادق المصدق  
 تسلیم کرنے کے بعد چون و چرا کی کوئی گنجائش نہیں رہتی اور پھر یہ کیا ضروری ہے کہ  
 تمام باتیں ہمیں سمجھ میں آئیں۔ اور ابھی زمانہ حال کے محققین بھی یہ تسلیم کرتے ہیں  
 کہ وہ ابھی علم و تحقیق کی پہلی سیڑھی پر قدم جما رہے ہیں اور جو لوگ حضرت عیسیٰ  
 علیہ السلام کی وفات معاذ اللہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ جادو حقی سے  
 بہت دور ہیں اور کچھ لوگ اپنا اُلوسیدھا کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ کی قبر خانیار میں  
 ثابت کرنے کی بے بنیاد کوشش کرتے ہیں وہ اصل میں کشمیریوں کی خوش اعتقادی  
 سے نا جائز فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔

اور پھر کچھ وہ لوگ جو کشمیریوں کو مالی اور اقتصادی اعتبار سے خوش حال  
 دیکھنا چاہتے ہیں وہ بھی اندر ہی اندر سے اس قسم کے بے بنیاد مدعیوں کا اس غرض  
 سے ساتھ دے رہے ہیں کہ سر زمین کشمیر عیسائیوں کا مرکز بن جائے اور وہ حضرت  
 عیسیٰ علیہ السلام کے اس فرضی اور مصنوعی روضہ کی زیارت کے لئے آیا جایا کریں  
 افسوس ہے کہ ایسے لوگوں کے نزدیک دین اور دینی اصول کی کوئی قدر و قیمت ہی  
 نہیں ہے۔ ان کے ہاں جو کچھ ہے وہ بھی مادی جاہ و جلال ہے جو آخر کار زیر زمین  
 دفن ہو کر رہیگا۔ اس لئے ایسے ارباب سیاست سے ہمیں کسی بھلائی کی امید ہی نہیں  
 یہ تو اپنے مقاصد کے لئے اصل کو فرع، فرع کو اصل، کھرے کو کھوٹا اور  
 کھوٹے کو کھرا بنانے میں پورے ماہر اور شاطر ہیں مگر مسلمان ان سے ہتھیار رہیں۔

یہ ظاہر بات ہے کہ اگر فی الواقع حضرت عیسیٰ کا مقبرہ کشمیر میں ہوتا تو خود انگریزوں اور حضرت عیسیٰ کے پیروؤں کو اس کی کچھ علمیت ضرور ہوتی اور ان کی کتابوں میں اس کا کچھ تذکرہ ہوتا یا کشمیر کی تاریخ میں اس کی طرف کوئی اشارہ ہوتا حالانکہ اسکا وجود نہ ان کی کتابوں میں ہے اور نہ ہماری کتابوں میں اور نہ ملکی تاریخ میں۔ دراصل جو لوگ اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں یہ اسی شخص کے مرید ہیں جس نے انگریزوں کی مدد سے پنجاب میں نبوت کا دعویٰ کیا اور انگریزوں سے کہا میں آپکا خود کاشتہ پودا ہوں۔ اسی طرح وہ پھر رفتہ رفتہ شعوری یا غیر شعوری طور سے مادی اور سیاسی لالچ سے اس غریب ریاست کو اغیاس کے پنجے استبداد کے حوالہ کرنا چاہتے ہیں ورنہ خود اہل زمانہ جانتے ہیں کہ مشہور و معروف آدمی محمد عبد اللہ قادیانی ثم بہائی نے قادیانیت سے رجوع کرنے کے بعد ایک رسالہ شُعْلَةُ النَّاسِ فِي خَالِيَارِ لِكْهَا ہے جس میں مولف نے صفائی کے ساتھ لکھا ہے کہ وہی اس فتنہ کا موجد اور مخترع ہے اور اس نے غیر مبہم الفاظ میں لکھا ہے کہ کشمیر میں قبر عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی حقیقت نہیں۔ مولوی نور الدین صاحب الحدیث اور حضرت مولانا مسعودی اور دوسرے اہل علم بھی اس سے باخبر ہیں اور اب بھی یہ رسالہ تحقیق کرنے سے بدست آسکتا ہے۔

نوٹ ۱۔ ہم نے یہ چند سطر میں یہاں اس غرض سے قلم بند کیں کہ حضرت خاکی جاجا ورو المریدین میں حضرت محبوب العالمؒ کو حضرت عیسیٰ کے ساتھ قوی النسبت قرار دیتے ہیں۔ اب کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں زریغ اور حجاب ہے وہ اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اہل اعتقاد حضرات سے مذہبی، سماجی اور اقتصادی فائدہ حاصل کرنے کی کوشش اور نامبارک سعی کریں گے۔ فافهم افة اہم لمن خلفنا ان کان من المؤمنین۔

ہمچو عیسیٰ زلیت زن لیک بے فرزندیت ۛ ہر مرید اور پسر ہر مخلصہ دختر شداست

مِثْلَ عِيسَى زَلِيَّتْ زَنْ لِيكَ بِيْ فَرْزَنْدِيْتِ ۛ  
 اِنَّمَا مُسْتَرْشِدُوْهُ خَيْرٌ وَّلَدٍ مَّحْجَرًا

ترجمہ :- آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بغیر شادی کے زندگی گزاری  
 پھر بھی (ماشاء اللہ) آپ بائچھ اور بے اولاد نہیں، میں کیونکہ آپ کے تمام مریدین و  
 معتقدین مرد کیا اور عورتیں کیا (باغیچہ زندگی اور حُسنِ منظر) کے لحاظ سے بہترین اولاد میں  
 تو پھر غم کس بات کا؟  
 التحقیق :-

عقیم۔ التجلُّ العقیم بے اولاد مرد کو کہتے ہیں۔ اسکی جمع عَقَمَاءُ، عِقَام  
 بروزن کِوَام آتی ہے۔ عَقْلٌ عَقِيمٌ جس میں کوئی مہلائی نہ ہو۔ مِحْجَرٌ ،  
 باغیچہ، مجازاً رونق کو کہتے ہیں۔ الْوَلَدُ وَالْوَالِدَانِ وَالْوَالِدَةُ بچہ نذر  
 مؤنث تثنیہ جمع سب کو شامل ہے۔ کبھی جمع لاکر اولاد و وَلَدَةٌ کہتے ہیں۔  
 عَزْبٌ، مصدر ہے بے نکاح رہنے کو کہتے ہیں۔ صِنْفٌ صِفَتٌ اَنْزَبُ  
 آتی ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں بروایت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ لفظ آیا  
 ہے۔ تفصیل شرح میں ہے۔

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بے نکاح رہنا رہبانیت کی  
 علامت ہے جس سے قرآن نے منع کیا ہے اور اسی طرح تہجد یعنی بے نکاح  
 زندگی گزارنا حدیثِ الْنِكَاحِ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ مَرَّ بِعَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ  
 مِنْتِي کے خلاف ہے کہ نکاح کرنا میری سنت ہے اور جو کوئی میری سنت  
 سے اعراض کرے اور منہ پھیرے وہ میرے طریقہ پر نہیں۔ تو اس کا جواب  
 یہ ہے کہ رہبانیت یعنی دُنْیَا سے بَالِکَلِیۃ الگ تھلگ رہنے اور نکاح نہ کرنے میں  
 زمین و آسمان کا فرق ہے کہ حضرت محبوب العالم رضی اللہ عنہ نے بے نکاح ہونے  
 کے باوجود اِحْبَابِ سُنَّتِ اور دَفْعِ بَدْعَتِ کے لئے اتنی کوشش فرمائی کہ جس کی مثال  
 ملنی مشکل ہے۔ آپ نے حق و صداقت کو زندہ کرنے کے لئے وقت کے بادشاہوں  
 سے ٹکرتی، جگہ جگہ دورے کئے، جلسے فرمائے، سنتِ خُلفاءِ راشدین کو آفتاب  
 کی طرح چمکایا، پھر رہبانیت کہاں۔ آپ بلاشبہ مجاہدِ اعظم تھے فَرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَضَاعْنَا۔



اور نکاح شدتِ شہوت کے وقت واجب ہے جیسا کہ صاحب کنز الدقائق نے لکھا،  
وَعِنْدَ التَّوَقَّانِ وَاجِبٌ كَمَا شَدَّتْ شَهْوَتُ كَمَا وَاجِبٌ  
اور مجبوروں اور دینی مصالح کی بنا پر نکاح نہ کرنے میں رخصت ہے۔ اور  
حدیثِ فَمَنْ مَآغِبَ سَعِيٍّ كَمَا شَدَّتْ شَهْوَتُ كَمَا وَاجِبٌ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ  
جو شخص فعلِ نکاح کو بنظرِ استحقاق و اعراض دیکھے تو وہ میرے طریقہ پر نہیں۔  
پس حدیث سے مذکورہ دعویٰ پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

در مقامِ توبہ فرماید کہ تائب آن بود چو کشنِ بریگانہ همچون خواہر و مادرِ شداست

إِنَّمَا التَّائِبُ حَقًّا حَسْبَمَا يُبْدِي لَنَا  
مَنْ إِلَى الْبُعْدَى كَأُخْتٍ وَكَأُمِّ أَبْصَرَ

ترجمہ: توبہ کے وقت (نسیحت کرتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ سچا اور حقیقی توبہ کرنے  
والا وہی ہے جو اجنبی اور غیر محرم عورت کی طرف اسی طرح دیکھے جس طرح وہ اپنی  
بہن اور ماں کی طرف دیکھتا ہے۔

التحقیق :-

عربی شعر کے مصرعہ ثانی میں عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے اور اسکی اصلی عبارت  
اس طرح ہے کہ مَنْ أَبْصَرَ إِلَى الْبُعْدَى كَمَا يُبْصَرُ إِلَى أُخْتٍ وَأُمِّ -  
اور أَبْصَرَ کے بعد جو الف ہے وہ اثباتی ہے۔ يُبْدِي بمعنى يُظْهِرُ ہے۔ جو  
بُدَى يُبْدُو سے نکلا ہے جس کے معنی ظاہر ہونے کے آتے ہیں یہ معتل اللام  
وادہ ہے۔

خلاصہً شریعہ ہے کہ حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ توبہ کرنے والوں سے نسیحت فرماتے  
تھے کہ زبانی توبہ سے کہیں زیادہ دلی اور معنوی توبہ قبولِ بارگاہِ الہی ہو تلبے کہ آدمی  
توبہ کرنے کے بعد اپنا کردار اتنا بلند کرے کہ اس کے نزدیک ماں، بہن، بیگانہ اور پرانی

عورتوں میں امتیاز باقی نہ رہے جس طرح عفت و پارسائی سے اپنی ماں اور بہن کی طرف دیکھتا ہے وہی عفت و پاک دامنی اس کے دل و دماغ پر اسوقت بھی غالب آجائے جبکہ وہ اجنبی اور غیر محرم عورتوں پر نظر ڈالے مگر گناہ اور خیالِ بد کا تصور تک نہ آئے۔ چنانچہ خود حضرت قدس سرہ شاملُ الاثقیاء کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آنکھوں کی نیکی و پارسائی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف و شوق سے آہ و بکا میں رہیں۔ اسی طرح آنکھوں کی نیکی قرآن مجید کی طرف دیکھنا، ذکر و فکر کے ساتھ راتوں کو بیدار رہنا، بندگانِ خدا کے چہروں کی طرف دیکھنا، اللہ تعالیٰ کی حکمت و کاریگری پر غور و فکر کرنا، نماز میں سجدہ کی طرف دیکھنا تاکہ دائیں بائیں نظر نہ پڑے اور یہ کہ مناسب وقت میں ان کو راحت و آرام اور سونے کا موقع فراہم کرنا وغیرہ وغیرہ۔ افسوس! اب تو ہمارے شہر میں آنکھوں کا زنا اور بے شرمی و بے حیائی آئی عام ہے کہ الامان و الحفیظ۔

او ملکِ خموی است اندر چشمِ عبرت بین او مردِ بالِ حییہ صفت مستورہ منجر شد است

مَلِكٌ خُلِقَ فِي مَقَلَّتِهِ الْعَبْرَى تَرَى  
صَاحِبَ الْعُشُونِ مِثْلَ مَنْ تَشَدُّ الْعَجْرَا

ترجمہ:- آپ فرشتہ صفت ہیں اور آپ کی عبرت بھری آنکھوں میں داڑھی والا مرد بھی نقاب پوش عورت کی طرح ہے کہ کمالِ حیا کی بنا پر اس کی طرف بھی آنکھیں جما کر نہیں دیکھتے۔

التحقیق:- عَبْرَى صِنَعٌ وَاحِدٌ مَوْثٌ اسْمٌ تَفْصِيلٌ اور مذکر کے لئے اَعْبَرٌ بہت زیادہ عبرت پکڑنے والا آتا ہے۔ عَبْرَى اس لئے مَوْثٌ لایا گیا کہ یہ مقلة کی صفت ہے۔ اسی جمع مَقَلٌّ آتا ہے۔ بمعنی آنکھیں۔ العشون داڑھی اسی طرح بارش یا ہوا کی ابتداء کو بھی کہتے ہیں۔ الْعَجْرَا عورت کے سر پر باندھنے

کا کپڑا۔ اَلْمُعْجَرُ بِنْدَهَا هُوَ عَامِرٌ۔

خلاصہ شرعیہ ہے کہ آنجناب عبرت پذیر ہی نہیں بلکہ بہت زیادہ پاک  
دامن اور عقیف بھی ہیں حتیٰ کہ آپ کے نزدیک داڑھی والا مرد اور عورت  
کے درمیان اس نقطہ میں کوئی فرق نہیں کہ آپ ہمیشہ غَضُّ بَصَرٍ اور اپنی  
چشمان مبارکہ کو جھکائے رکھتے ہیں اور بالغ مردوں کی طرف بھی نظریں  
جما کر نہیں دیکھتے۔ یہ بھی آفاتِ نفس سے بچنے کا ایک طریقہ ہے کہ آنکھوں  
کے اثرات و نتائج بھی نہایت خطرناک ہیں اس لئے قرآنِ پاک میں مطلقاً  
غَضُّ بَصَرٍ کا حکم دیا گیا ہے۔ وَهَذَا كَمَا قَالُوا يَشَاهِدُونَ بِالْبَصَرَةِ الْجَمَالَ  
الْمُطْلَقَ الْمَعْنَوِيَّ بِالْبَصَرِ الْحُسْنِ الْمُقْتِدَّ الْمَعْنَوِيَّ۔

غرض شعر کا مفہوم سامنے رکھ کر بے ریش مرد کی طرف دیکھنے سے بھی پرہیز  
کرنا چاہیے کیونکہ سالک بہت بڑی عبادت و ریاضت کے بعد ترقی کرتے ہوئے  
فرشتوں کی صف میں داخل ہوتا ہے اور اسکی شہوت کی نظر عبرت کی نظر  
میں تبدیل ہو جاتی ہے اس لئے وہ مقامِ رخصت میں بھی سوچ سمجھ کر قدم  
رکھتا ہے کہ بسا اوقات ایک بگاہ بھی عمر بھر کی عبادت ضائع ہونے کے لئے  
سبب بن جاتی ہے ۛ

چیت عبرت بلکہ اندر دُرِّ حَقِّ بِنِ اُو ۛ ہرچہ آید نورِ حَقِّ رَا مُطَّلِعٌ وَمَنْ بَرَشَدًا

لَيْسَ عَابِرًا قَطُّ بَلْ بَعَيْنِ الْحَقِّ بَيْرِي  
كُلَّ شَيْءٍ فَوْسَ سَبِّ مُطَّلِعًا وَمَنْ بَرَشَدًا

ترجمہ: آپ عبرت پر ہی اکتفا نہیں فرماتے بلکہ آپ کی خدا شہود منظور  
میں تمام چیزیں انوارِ الہیہ میں شروع میں بھی آخر میں بھی یعنی تمام اشیاء  
بابت و نہایت کے اعتبار سے انوارِ ربانی ہیں۔

التحقیق - کُلَّ شَيْءٍ ، فَوَسَّيَتْ ، یوسی کے دو مفعول ہیں اسلئے منسوب  
 ہیں۔ مَطْلَعًا وَمَزْهَرًا تیز ہے دونوں مفعولوں سے۔ مَطْلَعًا طُلُوع سے  
 نکلا ہے۔ یہ طَلَعَ (ن)، طُلُوعًا وَمَطْلَعًا. الْكُوكِبُ وَغَيْرُهُ  
 ستارہ وغیرہ کا طلوع ہونا۔ عَلِيهِمْ مَتَوَجَّهٌ ہونا، آنا۔ عَنْهُمْ غَائِبٌ ہونا،  
 دور ہونا۔ اس مقام پر متوجہ ہونے کے معنی زیادہ اقرب الی الصواب ہیں۔  
 مَزْهَرٌ: مصدر مہمی ہے، زہور سے نکلا ہے۔ کہا جاتا ہے مَزْهَرٌ مَزْهَرٌ  
 التَّجَاجُ أَوْ الْقَمَرُ أَوْ الْوَجْهُ رُشْنٌ ہونا، صاف رنگ ہونا۔ اسی طرح یہ  
 دونوں لفظ اسم مکان بھی ہو سکتے ہیں۔ کما تقریباً عندہ۔

خلاصہً شرعیہ ہے کہ آپ بعبرت پذیر ہی نہیں ہیں بلکہ آپ تمام اشیاء میں  
 انوار الہیہ مشاہدہ فرماتے ہیں جب کہ آپ ان کو غائرانہ، پوری توجہ اور روشن  
 ضمیری سے ان کا مطالعہ فرماتے ہیں۔ یہ مسئلہ وحدت الوجود کی طرف اشارہ  
 ہے کہ فرماتے ہیں کہ بحمد اللہ ہمارے پیر و مضمیر حضرت محبوب العالم قدس اللہ سرہ  
 الاکرم وحدت الوجود کے اونچے مقام پر فائز ہو چکے ہیں کہ یہ عرفانہ کاملین کی  
 شان رفیع ہے کہ وہ تمام ذرات میں انوار الہیہ اور اسرارِ رحمانیہ کا مشاہدہ  
 فرماتے ہیں۔ یعنی شعرے  
 ایں است کمالِ مردِ دانا بیقین  
 در ہر چہ نظر کند خدا را بیند

بووصالیم، ہمجو عیسیٰ سالہا وہم کنوں پڑھت معنی صومش ارچہ صورتہ مفطر شد است

كَانَ صَوًّا مَا كَعَيْسَى سَنَوَاتٍ ظَاهِرًا  
 وَتَصُومُ الْآنَ فِي السِّرِّ وَعَلْنَا أَفْطَرًا

ترجمہ :- آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح سالہا سال تک پیہم روزہ رکھتے  
 تھے اور اب بھی باطنی طور پر روزہ تو رکھتے ہیں اور ظاہری طریقے سے افطار فرماتے ہیں۔

التحقیق : صَوَامًا بہت روزہ رکھنے والا۔ روزہ شریعت میں صُبح صادق کے پُو پھٹنے سے سورج ڈوبنے تک قصداً کھلنے پینے اور جنسی مباشرت سے پرہیز کرنے کا نام ہے۔ روزہ وہ عبادت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے ہمارے پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک ہمیشہ مشروع رہی اور تا قیامت مشروع رہے گی۔ یہ نفسانی شہوات و خواہشات سے بچنے کے لئے اکسیر اعظم اور تریاق اکبر ہے۔ مزید برآں روزہ سے مسکینوں اور ناداروں کی حالت کا خوب اندازہ ہوتا ہے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ روزہ سے عفت و پارسائی اور معرفت الہی حاصل ہوتی ہے۔ اس کی مزید تحقیق ہماری کتاب بصیرۃ السلوک شرح ذخیرۃ الملوک کے باب دوم میں ملاحظہ فرمائیے۔ چونکہ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کو سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قوسی اور مضبوط نسبت ہے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ بھی کثرت سے روزہ رکھتے تھے۔ معنوی روزوں سے یہ مطلب ہے کہ جس طرح روزوں کا جوہر یہ ہے کہ روزہ دار کا نفس و روح اور باطن پاک ہو جائے تو یہ مقدس مقصد آپکو افطار سے بھی حاصل ہوتا تھا کہ کثرتِ صوم ہی سے آپ اس عظیم مقصد تک پہنچ گئے۔ اور یہ جو فرمایا کہ اب معنوی طور پر روزہ رکھنے پر اکتفا فرماتے ہیں تو اس سے رمضان المبارک مستثنیٰ ہے کہ رمضان المبارک میں براہِ ظاہر و باطن کے اعتبار سے آپ روزہ رکھتے تھے۔

خلاصہً شعریہ ہے کہ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح پیہم روزہ رکھتے تھے اور آخری ایام میں گو بظاہر افطار فرماتے تھے مگر معنی و مقصد کے لحاظ سے اس وقت بھی روزہ دار ہوتے تھے۔



از صفائی روزه شد و راستہ از نار فراق : زانکہ روزه بہر دفع نار چوں سپر شد است

بِتَتَابِعِ صَوْمِهِ مِنْ نَارِ فُرْقَةٍ نَجَى  
إِنَّ صَوْمًا مِنْ شَرِّ النَّارِ أَضْحَى مُحْضَرًا

ترجمہ :- روزہ کی برکت اور مسلسل رکھنے سے آپ نار فراق سے نجات پا گئے۔ کیونکہ روزہ جہنم کی چنگاریوں سے بچنے کے لئے ڈھال اور اکسیر ہے۔  
التحقیق : قولہ مُحْضَرًا۔ یہ اَحْصَرَةُ عَنِ السَّفَرِ سے لیا گیا ہے جس کے معنی سفر سے روکنا۔ اَحْصَرَةُ الْمَرِضُ او الْبَوْلُ مرض یا پیشاب کا کسی کو روکنا۔ اَحْصَرَ قَبْضُ هَوْنًا۔ اِنْ اَحْصَرَ تَنَگ هَوْنًا، مشکل میں ہونا محصور ہونا۔ مُحْضَرًا اس جگہ اس لئے منصوب ہے کہ یہ اَضْحَى کی خبر ہے۔ پھر جملہ بن کر اِنْ کی خبر ہے یعنی پورا جملہ اِنْ کی خبر ہونے کی وجہ سے محل رفع میں ہے۔ شَرِّ النَّاسِ میں مضاف محذوف ہے۔ یعنی لِدَفْعِ شَرِّ النَّاسِ۔ جیسے وَاسْتَسْلَى الْقَرْيَةَ فِي مِصْرٍ نَابِئِ اِي وَاسْتَسْلَى اَهْلَ الْقَرْيَةِ۔ فِرَاقِ سے اُس مقام پر وہ حجابات اور پردے مراد ہیں جو بندہ اور خدا تعالیٰ کے درمیان حائل اور آڑے آتے ہیں۔ قولہ اِسْتَسْلَى۔ اس میں الف زاید ہے کہ اصل میں سپر ڈھال مقصد ہے۔ یہ ایک حدیث کا ترجمہ ہے۔

خلاصہ شعر یہ ہے کہ حضرت ماتن رحمہ اللہ صوفیانہ طریقہ پر فرماتے ہیں کہ روزہ وہ عبادت ہے کہ جس کی برکت سے روزہ دار فراق اور حجابات سے چھٹکارا پاتا ہے اور حجابات عاشق صادق کو اسی طرح بے قرار بناتے ہیں کہ جس طرح آگ آدمی کو بے قرار بنا دیتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ قیامت کے دن فرشتوں سے فرمائیں گے کہ صوم کے بغیر میرے بندے کو تمام عبادات کا بدلہ دو، یہی اسکی روز داری تو میں خود اس کا بدلہ اور عوض اس کو دوں گا۔ وَأَنَا أَجْزَى بِهِ ۝

مصطفیٰ راہم مع الاصحاح دید بار بار ۷ زان سبب مذہب سنیہ راسخ تر شد است

رَبِّمَا زَامَ النَّبِيَّ الْمُصْطَفَىٰ مَعَ صُحْبِهِ  
فَبِذَا مَسَّكَ أَهْلُ السُّنَّةِ قَدًّا اشْتَرَا

ترجمہ۔ بسا اوقات آنجناب نے آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی زیارت سے باریابی حاصل کی اسی بنا پر آپ نے تمام باقی مسلکوں پر اہلسنت و الجماعہ کے مسلک کو ترجیح دی۔ اور اس میں بہت زیادہ راسخ اور مضبوط ثبوت ہوتے۔

التحقیق۔ فَبِذَا کا فاء تعلیل کے لئے ہے۔ اہلسنت و الجماعہ ان مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ جو تمام صحابہ کرام کی عزت کرتے ہیں اور سب کو حق پر سمجھتے ہیں۔ خاصکر خلفاء راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی رضوان اللہ عنہم کی افضلیت کے علی الترتیب قائل اور معتقد ہیں اور اسی طرح ائمہ اربعہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم میں سے کسی ایک صاحب کے مسائل مستنبطہ فرعیہ میں مقلد ہوں۔ باقی فرقوں کو غیر سنی کہتے ہیں۔ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب سنیہ میں راسخ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے طالب علمی کے زمانہ میں ایک صاحب حج کر کے آئے تو انہوں نے دوران ملاقات پوچھا کہ آپ کون سی کتابیں پڑھتے ہیں؛ آپ نے حنفی کتابوں کا نام لیا تو اس نے امامیہ کتابوں کے پڑھنے کی ترغیب دی۔ آپ کی نازک طبیعت اور روشن ضمیری نے اس ترغیب کو پسند نہیں فرمایا۔ البتہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے تھے کہ مذہب حق کی اتباع کی سعادت نصیب ہو جائے۔ ایک دن آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کو یکے بعد دیگرے خواب میں دیکھا تو ان حضرات نے آپ کو بیش بہا نصیحتوں سے سرفراز فرمایا۔ انہی مقدس نصیحتوں سے آپ کو یقین کامل

ہوا کہ اہلسنت والجماعہ ہی کا مذہب حق اور صحیح ہے اور اسکے علاوہ جو کچھ ہے تو اسکی حیثیت کسّابِ یحسبہ الظلمان ماءً سے زیادہ نہیں۔ تو یہ شر اسی خواب کی طرف اشارہ ہے ۛ

چون مشرف شد بصحبتہ اور واقعا ۛ پس لباس صحابی او ہمیش در برداشت

حِينَمَا مِنْهُ أَحَظَّ فِي الْمَنَامِ صُحْبَةً  
فَلِبَاسُ الصَّاحِبِيَّةِ لَهُ قَدْ جَاوَزَ

ترجمہ :- جبکہ آپ واقعات اور خوابوں میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدّم صحت سے بار بار مشرف ہوئے تو صحابی ہونے کا لباس آپ کے بدن مبارک پر اچھی طرح موزون اور چپان ہوا۔

التحقيق : قوله أَحَظَّ، قال في المنجد أَحَظَّ (س) حَظًّا وَحَظًّا وَ أَحَظَّ نَصِيبٌ وَالْأَهْوَنُ. مِنْهُ، اس کا مرجع یہ المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فِي الْمَنَامِ، یہاں پر خواب مراد ہے جو واقعات کا ترجمہ ہے۔ اولیاء اللہ کے خواب بھی کشف سے کم نہیں ہوتے۔ اور جو شخص آحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہو جائے تو زہے سعادت۔ البتہ محدثین کی اصطلاح میں اصطلاحی صحابی اس پر اطلاق نہیں کیا جاتا ہے۔ البتہ حدیث مَنْ سَأَلَ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ سَأَلَ فِي فِئَةِ الشَّيْطَانِ كَمَا يَتَمَثَّلُ بِنُورِ كَيْفِ نَظَرِ حَضْرَاتِ صُوفِيَةٍ قَدِ اسْرَأْرَهُمْ أَنْ سَعَادَتِمْ دُونَ كَوْبِهِ مَجَازًا اور معنی صحابی کہتے ہیں جو خواب میں آپکی زیارت سے فیضیاب ہونگے صلی اللہ علیہ وسلم۔

صُحْبَةً، أَحَظَّ سے تمیز ہے اس لئے منصوب ہے۔ جَاوَزَ بَابُ مُفَاعَلَةٍ سے ہے۔ مضمون کی اہمیت کی بنا پر نہایت احتیاط سے یہ لفظ انتخاب

کیا گیا ہے۔ اہل لغت نے تَجَاوَرَ وَاجْتَوَسَا۔ القوم کے معنی ایک دوسرے کے پڑوس رہنا کیا ہے۔

شعر کا خلاصہ یہ ہے کہ محبوب العالم جناب رحمۃ للعالمین کی زیارت سے خوابوں میں بار بار مشرف ہوئے اور آپ سے استفادہ فرمایا اس لئے معنی و مجازاً صحابی کا لباس آپ کے بدن مبارک پر زیبا ہوا۔

چوں رسول اللہ کفایتی آل من است  
پشکر کز باغ نبی پیدا کی نو بر شد است

أَلْ خَيْرِ الْمُرْسَلِينَ كُلُّ تَقِيٍّ ثَابِتٌ  
شُكْرًا لِلَّهِ سَوْضٌ طَهَّ جَادٌ ثَمْرًا أَدْنُورًا

ترجمہ یہ چونکہ آل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر پرہیزگار اور متقی میری آل و اولاد میں اُحکماً داخل ہے اور یہ حدیث محدثین کے نزدیک درجہ ثبوت سے پیوستہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ باغ نبوت سے اور ایک تر و تازہ میوہ (حضرت محبوب العالم) پیدا ہوئے ہیں جس سے دین اسلام اور بھی زیادہ معطر اور منور ہوگا۔

التحقیق: کُلُّ تَقِيٍّ مُبْتَدَأٌ مَوْخِرٌ أَلْ خَيْرِ الْمُرْسَلِينَ،  
اسکی خبر مقدم ہے۔ اور ثَابِتٌ دوسری خبر ہے کہ علماء نحو کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ ایک مُبْتَدَأٌ کے لئے متعدد خبریں ہو سکتی ہیں۔ شُكْرًا یہ فعل محذوف کا منقول مطلق ہے۔ اِیْ اَشْكُرُ شُكْرًا۔ طَهَّ سے حضرت ید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جیسا کہ معالم التنزیل میں ہے قیلَ هُوَ مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ فَالطَّاءُ اِفْتِتَاحُ اِسْمِهِ طَاهِرٌ وَالْهَاءُ اِفْتِتَاحُ اِسْمِهِ هَادٍ وَقیلَ مَعْنَاهُ وَالْمُرَادُ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذَلِكَ يَا اِنْسَانُ. وَقَالَ الْبَغَوِيُّ كَانَ يَرَاوِحُ بَيْنَ قَدَمَيْهِ فِي الصَّلَاةِ لَطَوَّلَ قِيَامَهُ وَكَانَ

يُصَلِّي اللَّيْلَ كُلَّهُ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ هَذِهِ الْآيَةَ. غرض اب ظہ اس حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارکہ میں سے ایک مبارک اسم گرامی ہے۔ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

قَوْلُهُ جَادًا (ن) جَوْدًا، بخشش میں غالب آنا۔ (اس مادہ کی مزید تحقیق لغت  
کی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیے۔ أَنْضَرَ: یہ اسم تفضیل ہے۔ یہ فَضْرًا (ن) فَضْرًا  
وَنَضْرًا اللَّهُ. تروتازہ بنانا۔ انضُر، تروتازہ ہونا۔ الشَّجَرُ درخت کا بنزپتے  
والا ہونا۔ وَالْبَاقِي أَشْهَرُ مِنْ أَنْ يُذَكَّرَ۔

خلاصہ شعر:- حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر پرہیزگار میری آل و اولاد  
معنوی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارخ  
نبوت سے ایک اور ہرا بھرا اور تروتازہ میوہ نمودار ہوا جس سے اسلام کے  
درخت میں تروتازگی آئے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ماشاء اللہ رہتی دنیا تک آپ  
کے دینی کارنامے اور خدمات زندہ رہیں گی۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق  
ثبت است بر حبس ریدۃ عالم دوم ما

عالمانِ آخرت مرا نبیاد در رہبری: وارثانِ او نیز اس میرا در خورشادت

عُلَمَاءُ الْحَقِّ وَرِثَاتُ رُسُلٍ فِي لَهْدِي  
وَهُوَ فِي هَذَا الثَّرَاثِ صَارَ جِدًّا أَجْدَرًا

ترجمہ:- علماءِ حق ہدایت در رہبری میں انبیاءِ کرام اور رُسُلینِ عظام کے  
وارث اور جانشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ (حضرت محبوب العالم) بھی  
اس مقدس وراثت کے اہل اور لائق قرار پاتے۔

التَّحْقِيقُ: رَسُولٌ كِي جَمْعُ رُسُلٍ، اَوْر الرُّسُلَاءُ آتِي هِيَ۔



الْوَرَاثَةُ وَارِثُ كِي جَمْعُ هِيَ۔ اسی طرح واریث کی جمع وَرَثَةٌ بھی آتی ہے۔ الْبَرَائِثُ مِیت کے ترکہ کو کہتے ہیں۔ خواہ وہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ۔ پھر وراثت اور ترکہ کی دو قسمیں ہیں، ایک مال و دولت اور مکانات و جاہداد، دوسری وراثت معنوی ہے کہ جس کا مطلب اس مقام پر علم دین و اخلاق طیبہ و طاہرہ اور روحانیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کے دل و دماغ پر خوفِ حضرت اللہ غالب آجائے اور حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق انجام دینے کے لئے سرکف ہو جائے۔ میراث کی جمع موارِث آتی ہے۔ اسی طرح الْاِیْرَاثُ ، و الْوَرِثِ و الْوَرِثَةُ و الْتَرَاثُ مِیت کے چھوٹے ہوئے مال و جاہداد کو کہتے ہیں۔ اور بعض مشائخ طریقت کا اپنے مریدوں کو جلبِ مال اور استحصالِ زر کی غرض سے وراثت میں داخل کرنا اس میں خاکسار کو تامل ہے گو بعض اہل فتویٰ کا بھی فتویٰ ہمارے برخلاف ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے لیکر تمام ائمہ فقہاء درس و تدریس کے منصب پر فائز تھے۔ مدرسین و فقہاء کرام کے ہاں نکتہ آفرینی اور مسئلہ کی تہہ تک پہنچنے کا جو تسلسلِ مقدمات ہوتا ہے ہمارے زمانہ حاکم ہماری ریاست کے اکثر منقیان کرام اس سے عاری اور تہی دست ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ آسان فتاویٰ میں بھی شغریٰ بفر بن جاتے ہیں۔ کمالاً ینحی علی من قائل فیما یفتون بہر حال خلاصہ شرعیہ ہے کہ علماء آخرت کی دو علامتیں ہیں (۱) علم الباطن جس کا مطلب یہ ہے کہ جب مومن اپنے دل و دماغ کو صفات مذمومہ اور احوال ناپسندیدہ سے پاک و صاف کرتا ہے تو اس وقت قدرت کی طرف سے اس کے قلب و روح میں نور ربانی جڑ پکڑتا ہے کہ جس سے حقائق اشیاء اپنی اصلی صورتوں میں مومن صادق کے سامنے منکشف اور ظاہر ہو جاتی ہیں اور ہر اچھی اور بُری چیز کو اسکی اصلی اور واقعی صورت میں اُسے دکھائی دیتی ہے

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ علماءِ آخرت وہ ہیں جو دین کو دنیا پر ترجیح دیں اور اُن کا اصلی مقصود رضاِ الہی کا حصول ہو۔

(۲) علمِ احوالِ قلب، کسبِ وِثَاق، خوفِ رَجَاء، امید و بیم، رضا و زہد، تقویٰ و پرہیزگاری، قناعت و سخاوت اور اللہ تعالیٰ کی معرفت سے اُن کا دل سرشار اور معمور ہو۔ اسی طرح دلِ حُسنِ خُلُق، حُسنِ معاشرہ، صدق و اخلاص سے وابستہ ہو۔ نیز کینہ، حُسد، فریب، کبر و ریا، اپنی برتری، بیجا مدح و ستائش، غصہ، غیظ و غضب، طمع و بخل، حرص و لالچ اور دوسرے مذموم اور قابلِ نفرت اوصاف سے پاک ہو۔

غرض سب کچھ آسان ہے مگر علماءِ آخرت اور علماءِ حق کا مصداق بننا نہایت مشکل ہے۔ ہم لوگ امامت کا معاوضہ مقرر کریں۔ مریدوں کے گھروں میں جا کر اُن سے پیشہ کے طور پر نذر و نیاز حاصل کریں، وعظ خوانی کے قلم سے لاکھوں روپیہ لیکر اونچے اونچے بھگلے اور بالاخلانے بنوائیں اور دین و مذہب کو کاروبار اور سیاسی اقتدار حاصل کرنے کا ذریعہ بنائیں اتنا ہی نہیں بلکہ مظلوموں کے قتلِ ناحق کرانے کے محرک بنیں اور پھر علماءِ آخرت کی ہرست میں داخل ہونے کی فکر دامن گیر ہو تو اس کا صحیح فیصلہ انصاف پسند اور حق شناس قارئینِ کرام ہی کر سکتے ہیں۔

مختصر یہ کہ علماءِ آخرت اور جانشینِ نبوت بننا بہت کم حضرات کو نصیب ہے جن میں سے ایک صاحبِ ہمارے حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ لہذا آپ کے سچے اور مخلص مریدوں کو چاہیے کہ وہ آپ کے حالاتِ طیبات اور آپ کی تعلیماتِ شریفہ پر پورے طور پر عمل پیرا ہو جائیں تاکہ نسبتِ مضبوط سے مضبوط تر ہو جائے اور دین و دنیا کی سعادت میسر آجائے۔

چون بمعنی صنادقِ آلِ رسولِ لُدُّدِہٖ خَصْمٌ و رَفِضٌ و شَرٌّ خَارِجٌ صِفَتٌ مَكْفُرَةٌ

حِينَ مِنْ صُحْبٍ وَآلٍ صَارَ حَكْمًا لِلنَّبِيِّ  
خَصْمُهُ كَالرَّافِضِيِّ وَالْخَارِجِيِّ قَدْ أَكْفَرَا

ترجمہ: جب کہ آپ (حضرت محبوب العالم) معنوی اور حکمی طور پر حضرت تید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور آپ کے اہل بیت میں سے ہوتے ہیں، تو آپ کے دینی دشمن حکماً و معنی رافضی اور خارجی قرار پاتے ہیں۔

التحقیق:

الصحاب، ساتھی، ایک ساتھ زندگی بسر کرنے والا۔ مالک۔ وزیر۔ گورنر۔ کہا جاتا ہے صَاحِبٌ حِمَاةٌ یعنی حُمَاةٌ کا حاکم۔ اور يَا صَاحِبُ یا صاحب کی ترجمیم ہے اسکی جمع صُحْبٌ و اصْحَابٌ. صُحْبَةٌ. صِحَابٌ. صِحَابٌ. صِحَابَةٌ. صَحَابَةٌ اور اصْحَابٌ کی جمع اصْحَابِیٌّ آتی ہے۔

شریعت میں الصحابة وہ حضرات ہیں جو حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے ہوں اور ایمان لائے ہوں اور ایمان ہی پر انتقال ہوا ہو۔ اور حکمی صحابی وہ ہے جو خواب میں آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے سرفراز ہوا ہو۔ یہ معمولی سعادت نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ سَأَانِي فَقَدْ سَأَانِي فَيَاكَ الشَّيْطَانُ لَا يَتَمَثَّلُ بَنِي كَرَجَسٍ نِي فِي خَوَابٍ مِي دِيكَا اس نے یقیناً مجھ کو دیکھا کیونکہ ابلیس لعین میری صورتِ متقدسہ کے نقل اتارنے پر دستگاہ نہیں رکھتا۔

آل اصل میں سراب یا وہ سرابی کیفیت جو چلچلاتی دھوپ میں زوال سے پہلے محسوس ہوتی ہے۔ آل الرجل اہل و عیال اس کا استعمال صرف اشرافیہ میں ہوتا ہے۔ خواہ شرافت دینی ہو یا دنیوی جیسے آل النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آل فرعون اور آل الحجاج و آل الاسکاف نہیں کہا جاتا۔ آل الجبل پہاڑ کے

اطراف کو کہا جاتا ہے۔ اب مسلمانوں کے عرف میں آلِ نبی حضرت فاطمہ الزہراء کی اولاد کو کہتے ہیں۔ پھر ان کی متعدد قسمیں ہیں۔ ہر چند کہ اسلام نے نسب کی برتری مٹا دی ہے مگر بالکل اس کو رد بھی نہیں کیا جبکہ نسب کے ساتھ حسب یعنی اعمال صالحہ اور پاکیزہ کردار ہو۔ کچھ لوگ بزرگانِ دین کی طرف اپنی نسبت ظاہر کرتے ہیں مگر اہل علم جانتے ہیں کہ ان کی نسبتیں فرضِ فارض اور اعتبارِ معتبر سے زیادہ درجہ نہیں رکھتیں۔ اس سے بہتر یہی ہے حدیث کُلُّ تَقِيٍّ اِلَىٰ كُوَيْلِ نَصْبِ الْعَيْنِ بِنَاكِرِ حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ سے سبقِ حاصل کیا جائے کہ حضرت خاکی رحمہ اللہ آپ کو اسی ورع و تقویٰ کی وجہ سے حکماً آلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیتے ہیں۔ اس سے اُن لوگوں کو عبرت و نصیحت حاصل کر لینی چاہیے کہ جو اپنی نسبت آپ کے ساتھ حقیقی قرار دیکر آپ کی مقدس تعلیمات سے بہت دور جا گرے ہیں۔ ایسے حضرات کے متعلق کہا گیا ہے

اِنَّ تَفْتَحِرُ بِاَبَاءٍ مَّضُوًّا سَلْفُوًّا  
قَلْنَا صَدَقْتَ وَلٰكِنْ بَسَّ مَا خَلَفُوًّا

لہذا خلوت و جلوت میں عملِ صالحہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ یہ وہ احسانِ الہی ہے جس سے دنیا و آخرت دونوں میں فائدہ جلیلہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔  
الترافضی: یہ رافضی (ن) رافضیا و سرافضیا ہے۔ رافضی الشئی، پھینکنا، چھوڑنا۔ صفت رافض جمع سرافضون و سرافضۃ و سرافض آتی ہے۔ امارفص الابل، چراگاہ میں متفرق کر دینا۔ رافض و ارافض الوادی کشادہ ہونا۔ ترفض، بچھرنا، متفرق ہونا۔ لوطنا، الذمع آنسو بہانا۔ الترافضۃ، جنگ و غیرہ میں اپنے قائد و رہنما کو چھوڑ دینے والی جماعت۔  
جمع سرافض سبت کے لئے رافضی بولتے ہیں۔ یہ سب مفتح سے لیا گیا ہے۔  
الینحارجی، بیرونی، وہ شخص جو بذاتِ خود سزا ہی حاصل کرنے بغیر اس کے کہ پہلے سے اس کے خاندان میں سزائی ہو یا ایسا شخص جو دلیر ہو اور باپ اسکا

بُزدل ہو اور اسی طرح اس گھوڑے کو بھی کہا جاتا ہے جو سابق ہو جائے اور اس کے ماں باپ ایسے نہ ہوں۔ اسی طرح خارجی سے مُطلب بادشاہ کا باغی، جماعت کا مُخالف، مذہب خوارج کا معتقد ہے۔ وہ جماعت جو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے خلاف مسئلہ حکم تسلیم کرنے پر باغی ہو گئی جن کے ساتھ علی مرتضیٰ نے جنگ کی۔

شعر کا مغز اور جوہر یہ ہے کہ حضرت محبوبُ العالم کثرتِ ریاضت و عبادت اور صفایہ ذہنی اور پربہیزگاری کی وجہ سے حکماً آلِ نبی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے سرفراز ہونے کی وجہ سے معنوی صحابی ہوئے۔ اس لئے آپ کے مخالفین بھی حکماً و معنی روافض و خوارج کے حکم میں داخل ہو جاتے ہیں اور کفر سے کفر علی الاطلاق مراد نہیں بلکہ مراد کفر کے قریب ہونے کے ہے۔ یعنی جس طرح ایمان کے بہت سے مراتب ہیں چونکہ کفر اس کی ضد ہے اس لئے اس کے بھی مختلف مدارج ہیں اسی لئے حضرت امام بخاریؒ نے الجامع الصحیح میں باب کُفْرٍ دُونَ کُفْرٍ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ وَالتَّفْصِيلُ هُنَاكَ۔ یعنی جو شخص اولیاء اللہ اور دوستانِ خدا کا مخالف ہو، اُن کی تعلیمات و ارشادات کو اسلام کے خلاف قرار دے یا ان کے تاثرِ حسنہ مٹانے کے لئے درپے ہو جائے اور سابقین اولین اور ائمہ دین پر جرح و قدح کر کے اپنے آپ کو اُن کا ہم پلہ قرار دے جیسا کہ ہمارے زمانہ کے ایک فرقہ کا طریق کار رہا ہے۔ اولیاء اللہ کیا بلکہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھی نہایت تحقیر کے ساتھ قوم کے سامنے پیش کیا نہ صرف اس پر بس کیا بلکہ اپنے ملک کے واجب الاحرام مجاہدوں اور صفِ اول کے اربابِ سیاست کو قتل کرایا اسلام کے نام پر اسلامی روح اور اسلامی عظمت مٹا ڈالی، ایسا زہریلا لٹریچر پیش کیا جس کا نقصان فائدہ پر بہت غالب ہے۔ ایسے لوگ بھی حضرت بابا داؤد خاکی رحمہ



اللہ کے مذکورہ شعر کے مصداق ہیں۔ لہذا ایسے لوگوں سے بہت پرہیز کرنا چاہیے اور عوام کو ان کے لٹریچر کے مطالعہ سے دور رہنا چاہیے۔ علماءِ آخرت میں نرمی، تواضع، ذکر و خشیتِ الہی، خاموشی جیسی اہم صفتیں ہونی چاہئیں۔ علماءِ آخرت اس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک پابندِ شریعت نہ ہوں۔ ہائے افسوس ایسے پاکباز اور باخدا علماء اب کہاں سے میسر ہونگے۔ علماءِ آخرت اور واقفانِ اسرارِ شریعت ان اشعار کے مصداق ہونے چاہئیں۔

آں کس تراشناخت جاں را چہ کند ؟ فرزند و عزیز و خانماں را چہ کند  
دیوانہ کن ہر دو جہانش بخششی ؟ دیوانہ ہر دو جہاں را چہ کند  
دوسرا کہتا ہے :-

امتیاز شرف آدمیاں را حسب است ؟ بہر تحقیق نسب آدم و حوا کافی است  
بہر حال سب کچھ آسان مگر عالمِ آخرت اور عالمِ دین بننا بہت مشکل  
ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عنایت و سعادت سے بھی حضرت محبوب العالم  
رحمہ اللہ کو نوازا ہے۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔

رہنموش شیخ نجم الدین کبریٰ نیربوز ؟ زان راسر حقیقت عالم اکبر شداست

كَانَ نَجْمُ الدِّينِ كَبْرِي مُرْشِدًا اَيْضًا لَهُ  
وَبِهِ فِى بَحْرِ اَسْرَارِ الْحَقِيقَةِ اَسْبَرًا

ترجمہ: حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ نے بھی عالمِ مکاشفہ میں  
آپ کی رہنمائی فرمائی ہے۔ اس لئے آنجناب (محبوب العالم) معرفت و  
حقیقت کی اسرار کی تہہ اور گہرائی تک بہت زیادہ غواص اور واصل  
ہوتے ہیں۔

## التَّحْقِيقُ

أَسْبَرُ. اسْمُ تَفْضِيلٍ. الْمَجْدُ فِي مَسْبَرٍ (ن) سَبْرًا وَ أَسْبَرًا وَ اسْتَبْرَ  
الْجُرْحُ أَوِ الْبَيْرُ أَوِ الْمَاءُ زَحْمٌ يَأْكُنُونِ يَأْپَانِي كِي گھرائی کا پتہ لگانا، جانچ  
کرنا. الْأَمْرُ، تَجْرِبَةٌ كَرْنَا لَكَمَا كَانَتْ لِكَمَا كَانَتْ لِكَمَا كَانَتْ لِكَمَا كَانَتْ لِكَمَا كَانَتْ

خلاصہً شرعیہ ہے کہ حضرت خاکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ  
نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ نے بھی عالم مکاشفہ اور خواب میں حضرت محبوب العالمؒ  
کی رہبری و رہنمائی فرمائی ہے اور طریقت کے رموز و اسرار و معارف سے آپکو  
رؤناس اور آگاہ کیا۔ اس لئے آنجناب (حضرت محبوب العالمؒ) آپ کی اس  
روحانی رہنمائی و رہبری سے بہت بڑے عالم اور علم طریقت کے غواص  
بن گئے اور معرفت کے سمندر کی گہرائی کی تہ تک پہنچ گئے۔ ذللاً، فَضْلُ  
اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی ہے، جسے  
چاہتے ہیں اس کو عطا فرماتے ہیں۔

واضح رہے کہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ سلسلہ عالیہ گبرویہ کے  
بانی یا اس برگزیدہ سلسلہ کے بڑے بزرگوار ہیں۔ حضرت یثنا میر سید  
علی ہمدانی رحمہ اللہ اسی برگزیدہ سلسلہ سے وابستہ اور خاص تعلق رکھتے  
ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ اور حضرت محبوب العالم رحمہما اللہ  
کے درمیان تین سو سال سے زیادہ زمانہ کا فاصلہ ہے تو پھر حضرت خاکی  
رحمہ اللہ کے اس شعر کا کیا مقصد ہے کہ آپ کو حضرت نجم الدین کبریٰ نے  
تربیت فرمائی ہے؛ اس سوال کا جواب نہایت آسان ہے کہ جس کی طرف  
ہم نے ترجمہ میں اشارہ کیا ہے کہ آپ کی تربیت و رہنمائی روحانی اور عالم  
مکاشفہ میں تھی جیسا کہ خود حضرت محبوب العالمؒ فرماتے ہیں کہ جب میں  
عنقوان شباب اور بے ریش تھا حالت مکاشفہ میں بزرگوں کی ایک  
جماعت دیکھی جن میں سے ایک صاحب سفید ریش اور پرشکوہ و پر جلال

تھے۔ وہ میرے پاس آئے اور بات چیت علیک سلیک ہوئی۔ حاضرین میں سے ایک صاحب نے فرمایا کہ یہ حضرت نجم الدین گبری رحمہ اللہ ہیں ان کی ملاقات آپ کے لئے باعث شرف و عزت ہے۔ لہذا آپ کی نصیحتیں پورے غور و فکر سے سُنئے۔ چنانچہ آپ نے حضرت نجم الدین گبری کی نصائح پر عمل پیرا ہو کر بہت بڑا روحانی حظ اور فائدہ اٹھایا۔

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خواب اور کشف سے کسی بزرگ سے فائدہ حاصل کرنا ممکن اور شرعاً ثابت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اُن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ صرف نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز منامات یعنی خواب ہیں۔ یہ قیامت تک باقی رہے گا۔ بزرگان دین کا روحانی طریقہ پر ایک دوسرے کی رہنمائی و رہبری کرنا از قبیلہ متواترات ہے۔ اصل یہ ہے کہ روح مرتی نہیں، نہ فنا ہوتی ہے یہ جسم سے علیحدہ ہونے کے بعد بھی ان کمالات سے آراستہ اور موصوف رہتی ہے جو کمالات اس کو اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب کہ اسکا تعلق جسم کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی بناء پر امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا: کُلُّ مَنْ يُتَمَدُّ فِي حَيَاتِهِ يُسْتَمَدُّ بَعْدَ مَمَاتِهِ كَمَا جَسَدُهُ فِي مَمَاتِهِ وَ بَرَكَاتُهَا كَمَا اس کی ظاہری حیات میں استمداد کیا جاسکتا ہے اس کی وفات کے بعد بھی اس سے استمداد کی جاسکتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ روح جسم سے علیحدہ ہونے کے بعد باقی رہتی ہے۔ صاحب کمال ہونے کی صورت میں اپنے دوستوں کی مدد بھی کر سکتی ہے جیسا کہ تفسیر منظرہی میں اسکی تصریح ہے۔ غرض ادوارِ طیبہ سے استفادہ اور استفاضہ کرنا ایسا مسلم امر ہے کہ جس کے منکر خوارج اور معتزلین ہی ہو سکتے ہیں۔ غالباً مسئلہ شیئا بلکہ اسی اصل پر مبنی ہے۔ واللہ اعلم۔

## حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے مختصر حالات :

آپ کی کنیت ابو الجتّاب ہے۔ نجم الدین اسم مبارک، والد ماجد کا اسم مبارک احمد بن عمر الخیوفی ہے، لقب کبریٰ ہے۔ کیونکہ زمانہ جوانی میں جس کسی سے آپ عالمانہ بحث فرماتے تھے اس پر غالب آکر اس کو لاجواب بنا دیتے تھے۔ اسی بنا پر آپ کو الطامۃ الکبریٰ کے لقب سے ملقب کرتے تھے۔ پھر کثرت استعمال سے الطامۃ حذف کیا گیا۔ آپ کا لقب ولی تراش بھی ہے کیونکہ وجد کے غلبہ کے وقت جس پر آپ کی نظر مبارک پڑتی اور جس پر توجہ ڈالتے تھے وہ ولایت کے درجہ سے سرفراز ہوتا تھا چنانچہ وامعہ تاچر اس سلسلہ میں مشہور ہے۔ آپ ولی اور صوفی صافی ہی نہیں تھے بلکہ بہت بڑے مجاہد اور جام شہادت نوش کرنے کے لئے آرزو مند رہتے تھے چنانچہ آپ تاتاریوں کے حملہ ۶۲۷ھ میں درجہ شہادت پر فائز اور کامیاب ہوئے ہیں۔ شہادت کے وقت بھی ایک خونخوار کافر کے سر کے بالوں کا گچھا آپ کے دست مبارک میں بند ہو گیا۔ ہر چند کہ لوگوں نے اس کے بال چھڑانے چاہے مگر وہ چھوٹ نہ سکے بعد میں وہ مینچی سے کلٹے گئے اور جام شہادت نوش فرماتے وقت یہ رباعی ارشاد فرمائی : ع  
ما ازاں محتشانیم کہ ساغر گیرند \* نئے ازاں مفلسگاں کش بز لاغر گیرند  
بیکی دست مئے جام شہادت نوشند \* بدگر دست سر پر چم کافر گیرند  
ترجمہ : ہم اُن جاہ و حمت والے لوگوں میں سے ہیں جو ایک ہاتھ میں  
مٹی معرفت کا جام پکڑتے ہیں۔ اُن ناداروں اور مفلسوں میں سے نہیں، میں جو

لہ الطامۃ الکبریٰ : بڑی مصیبت، قیامت۔ اصل میں یہ طم (ض ن) الماء  
السیور برتن بھرنا سے مشتق ہے۔ یعنی حضرت نجم الدین کبریٰ اپنے بد مقابل کے لئے بحث میں مصیبت  
وقیامت ثابت ہوتے تھے اس لئے آپ اس لقب سے ملقب ہیں۔ مطالب شیدی نے الطامات کی یہ  
تعریف کی ہے "معارنی را گویند کہ در آوان سلوک بزبان سالک گذر کند" یعنی طامات ان معارف کو کہتے  
ہیں جو ابتدائی سلوک میں سالک کی زبان پر خود بخود آجائیں۔

کمزور بکریاں پالتے ہیں بلکہ ہم ایک ہاتھ سے جامِ شہادت نوش کرتے ہیں اور دوسرے ہاتھ سے کافر کے سر کے بالوں کا گچھا مضبوطی سے پکڑتے ہیں۔

یہ ہیں ہمارے بگڑی حضرات کے سرخین کاروان، صوفی صافی، بھی اور مجاہدِ عظیم بھی دوسرے ہیں ہم کہ اپنے بزدلانہ اعمال و حرکات سے بزرگانِ دین کو بدنام کرتے ہیں اور بندگانِ خدا کو ان سے بدظن و بدگمان بنا دیتے ہیں۔

محکم شہر عمارت کر دینِ قصر سلوک : ایں قواعد وہ کہ در دین وضع آں عمر شد است

لَا حَيْكَمَ وَقَصْرٍ آذِيَابِ السُّلُوكِ صَوْرًا  
الْأَصُولَ الْعَشْرَةَ مِنْهَا لِالدِّينِ أَعْمَرًا

ترجمہ : حضرت شیخ نجم الدین بگڑی رحمہ اللہ نے علمِ سلوک کی عمارت مضبوط کرنے کے لئے جن دس اصول کو مرتب فرمایا حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ نے ان دس قواعد پر پابندی سے عمل کیا اس لئے آپ دینِ حق کے بہت زیادہ آباد کرنے والے واقع ہوئے ہیں۔

التحقیق :

الاحتکام، اِحتمک ثلاث منظور کرنا۔ اِحتمک الناس الی الحاکم لوگوں نے اپنا مقدمہ حاکم کے پاس لے لیا۔ علی فلان، ارادہ کے موافق طلب کرنا۔ فی الشئی : اپنی خواہش کے مطابق کسی چیز میں تصرف کرنا۔ الامر : مضبوط ہونا صَوْرًا : تصویر کھینچنا، شکل بنانا (المجدد) اَعْمَرًا اسم تفضیل من اَعْمَرَ المنزل اس نے مکان کو آباد کیا۔ الدین کالام زاید ہے کیونکہ اَعْمَرَ بِنَفْسٍ متعدی ہے۔ الدین سے آخرت اور قیامت مقصود ہے کہ علماءِ حق کے سائے کامِ ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے ہوتے ہیں۔

خلاصہً شرعیہ ہے کہ دینِ اسلام اور تصوف کی عمارت مضبوط کرنے کے لئے



حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ نے آنے والے دو شعروں میں جو دس اصول و قواعد مرتب فرماتے اور عمل کے لئے اُن کی تصویر کشی کی، حضرت محبوب العالم نے اُن دس اصول پر پوری پابندی سے عمل کیا اس لئے آپ دین پرور اور قصر اسلامی آباد کرنے والے قرار پائے۔

اس ترجمہ اور اس خلاصہ کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے شعریں کسی قسم کی تعقید اور اشکال نہیں ورنہ اگر دوسری صورت اختیار کی جائے کہ دین پرور کا فاعل حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قرار دئے جائیں اور وضع و اضع کے معنی میں لیا جائے تو انتشارِ ضماائر وغیرہ لازم آجائے گا جو فصاحت کے قواعد کے برخلاف ہے۔ حضرت نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ کے مرتب کردہ دس اصول کی تفصیل آئندہ دو شعروں میں مذکور ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

تُوبَةٌ زِدُّهُ وَتَوَكَّلْ لِمَ قَنَاعَةٌ خُلِقَ خَوْشٍ بِكَرْمِهِ وَدُرٌّ عَزَلَتْ لَوْ فِيقَ حَقِّ أَذْكَرْ شَارَتْ

تُوبَةٌ زِدُّهُ وَتَوَكَّلْ لِمَ قَنَاعَةٌ خُلِقَ خَوْشٍ بِكَرْمِهِ وَدُرٌّ عَزَلَتْ لَوْ فِيقَ حَقِّ أَذْكَرْ شَارَتْ  
تُوبَةٌ زِدُّهُ وَتَوَكَّلْ لِمَ قَنَاعَةٌ خُلِقَ خَوْشٍ بِكَرْمِهِ وَدُرٌّ عَزَلَتْ لَوْ فِيقَ حَقِّ أَذْكَرْ شَارَتْ  
قَا عَظِيمًا وَانْزَوَاءً وَفَوْقَ حَقِّ أَذْكَرًا

ترجمہ: وہ دس اصول یہ ہیں: (۱) توبہ کرنا (۲) دنیا سے بے رغبت ہونا (۳) خدا تعالیٰ پر مکتل اور پورا بھروسہ کرنا (۴) قناعت کرنا (۵) خوش خلقی اختیار کرنا (۶) خلوت نشینی کو پسند کرنا خدا تعالیٰ کی بہترین توفیق سے ان چھ اصول پر عمل کرنے کے سبب آپ بہت زیادہ اللہ والے ہو گئے ہیں۔

اصول مذکورہ کی کچھ تفصیلی وضاحت:

(۱) توبہ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا جس کا مطلب یہ ہے کہ مومن ایسی باتوں اور ایسے کاموں سے دور رہے جو بندہ اور خدا تعالیٰ کے درمیان آڑے اور حائل آجاتے ہیں اور گذشتہ گناہوں پر نایم و پشیمان ہی نہ ہو بلکہ ماہی بے آب

کی طرح تڑپ رہا ہو اور اسی طرح اگر کسی شخص کا حق غصب کیا ہو تو وہ بھی اُس کو واپس کرے۔

(۲) سُنْ هُدًى سے یہ مراد ہے کہ دُنیا کی ہوس و اقتدار اور غلط نفسانی خواہشات کو اپنے اختیار و ارادہ سے چھوڑ دینا اور دُنوی امور کو اس طرح رخصت کرنا جس طرح موت و فات سے مرنے والا یہ چیزیں چھوڑ دیتا ہے۔ اسی کی طرف حدیث شریف میں لَامُوتُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا مرنے سے پہلے مرو یعنی مرنے سے پہلے اپنے ارادہ و اختیار سے فانی چیزوں سے دست بردار ہو جاؤ (اشارہ ہے۔ اور وہ شخص ہرگز زاہد نہیں جس کا دل نفسانی خواہشات اور فانی چیزوں کی محبت سے آلودہ اور گندہ ہو۔

(۳) تَوَكَّلْ : ظاہری اَسباب اور دُنوی وسائل کو رو بہ عمل لانے کے باوجود خدا تعالیٰ ہی کو ان کا ظاہری خالق اور مالک جلنے کہ اَسباب مقصود تک پہنچانے کا ایک ذریعہ میں اور اَصْلِي عِلَّتُ الْعِلَلُ اور مُسَبَّبُ الْاَسْبَابِ صرف حضرت اللہ ہے (۴) قِنَاعَتٌ : نفسانی خواہشات اور حیوانی لذتوں سے اسی طرح جُدا اور الگ ہونا جس طرح مُردہ ان چیزوں سے مجبوراً و مقہوراً جُدا ہو جاتا ہے۔ یا ضروریاتِ زندگی میں سے کم سے کم چیزوں پر کفایت شعاری اور میانہ روی اختیار کرنا۔ قِنَاعَتٌ وہ صفت ہے جس کے بارے میں کیا خوب کہا گیا ہے کہ  
گرترا نامی و خرقانی بود ہر سر مونی تو سلطان بود  
کہ اگر تو درمیانی قسم کی روٹی اور متوسط درجہ کے لباس پر قِنَاعَت کرے تو تیرا ہر بال بادشاہ ہوگا۔

(۵) خوش خلقی سے مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ نرم گفتار سچا خدمتگار ہمدرد و بھی خواہ بن جائے۔

(۶) عُزْلَتٌ : اس کا معنی اہل دُنیا سے ترکِ علائق کرنے کا ہے اور دُنیا میں غوطہ زنی نہ کرنا بلکہ کاروبار کرنے کے باوجود یادِ خدا میں پیوست رہنا۔ اور

ماسوی اللہ کو فراموش کرنا۔ اسی طرح ماسوی اللہ سے قلبی طور پر دور رہنا جس طرح موت سے آدمی ماسوی اللہ کو رخصت کرتا اور چھوڑ دیتا ہے۔ یہی صفات عالیہ آدمی کو ذکر و فکر اور یادِ آخرت کے باعث اور سبب ہوتے ہیں۔

در توجہ رو نہادہ صبر صابر شدت : در مراقبہ ثابِت اندر رضا مشکر شد است

وَانْقِطَاعًا إِلَى الْحَقِّ وَصَبْرًا فِي الْبَحْنِ  
وَتُبَاتًا فِي الْمُرَاقَبَةِ وَرِضَاءً شَاكِرًا

ترجمہ :- ۱۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف ہمہ تن متوجہ ہونا (۸) مصیبتوں اور محنتوں پر صبر کرنا (۹) مراقبہ میں ثابت قدم رہنا (۱۰) حکم اور قضا پر الہی پر شکر و سپاس کے ساتھ خوش اور راضی رہنا۔

یعنی ساتواں اصل یہ ہے کہ بارگاہِ الہی کی طرف ہمہ تن متوجہ رہنا اور غیر اللہ سے بالکل اسی طرح منقطع اور الگ ہونا جس طرح مرنے والا مرتے وقت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف توجہ اور رخ کرتا ہے۔

(۸) آٹھواں اصل صبر ہے۔ صبر سے مراد نفسانی لذتوں کو ترک کرنا اور نفس کو ایسے اوقات میں عبادت و ریاضت پر ثابت قدم رہنے پر آمادہ اور مستعد بنانا۔

(۹) مراقبہ ہے محبوبِ حقیقی کی طرف نظر رکھنا اور دل و نفس کو پاکیزہ بنانے کے بعد باری تعالیٰ کی بخششوں اور اس کی عنایتوں کے دروازے کھل جانے کے انتظار میں سکون حاصل کرنا۔

(۱۰) ریاضا، سواں اصل یہ ہے کہ اپنی چاہت اور اپنی پسند کو چھوڑ کر رب العالمین کی رضامندی کو ترجیح دینا اور محبوبِ حقیقی رب العالمین کی مرضی پر خوش اور شاد رہنا۔

یہ ہیں وہ دس اصول جیسی ترتیب حضرت نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ نے دی ہے۔ ان دس اصول کو اپنا کر حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ نے وہ مقام حاصل کیا جو بہت کم اہل زمانہ کو حاصل ہوا اور حضرت نجم الدین کبریٰ کے اصول مذکورہ قرآن و سنت سے ماخوذ اور مستنبط ہیں۔ اور واضح رہے کہ متن کے شعر میں مشکر اسم مکان اور اسم فاعل دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے اور ہم نے مشکر بمعنی اسم فاعل لیا ہے یعنی شاکر بر وزن فاعل لیا ہے۔ یعنی حضرت محبوب العالم نے اصول مذکورہ پر عمل کر کے **وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ** کے طور پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم ہی سے ان مقدس اصول پر عمل پیرا ہوئے۔

ہمچنین واقعہ ہر لحظہ از فضل خدا پ صحبتش با اولیای اعظم او قرشداست

هَكَذَا مِنْ فَضْلِ رَدٍّ كَأَحْيَيْنِ فِي الْمَنَامِ  
بِصَحَابَةِ عُظَمَاءِ الْاَوْلِيَاءِ وَوَشِيْرَا

ترجمہ: اسی طرح آپ (حضرت محبوب العالم) اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی مہربانی سے واقعات اور خوابوں میں ہر لحظہ اور ہر وقت بڑے بڑے اولیاء کرام کی صحبت و رفاقت سے بھی کامیاب اور محترم و بزرگ بنائے گئے ہیں۔  
التحقیق :-

وَقِرًا يَهْ وَقَر الشَّيْخَ مِنْ مَشْتَقٍ هِيَ جَسْ كَمَعْنَى تَعْلِيمٍ وَتَوْقِيرٍ كَرَسْنَكِ  
آتے ہیں اور الف اس میں اشیائی ہے۔

خلاصہ شعریہ ہے کہ جیسا کہ حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ نے اپنے فریڈ پر تخصیص حضرت بابا داؤد خاکی رحمہ اللہ سے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا مجھ پر اس بات کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنے فیض نامتناہی سے مجھے بہت سے اولیاء

سابقین اور مستقبل میں آنے والے اولیاء کرام کی زیارت سے خوابوں اور مکاشفات میں بہرہ ور فرمایا اور ان اولیاء کرام نے مجھے سلوک کی منزلوں اور اذکار و اوراد سے نوازا اور میں بھی ان برگزیدہ حضرات کی تعلیمات و ارشادات پر عمل کرتا تھا۔ یہ وہ عنایت و سعادت ہے جو بہت کم حضرات کو نصیب ہوئی۔

گاہے کہ قدس بجانب خود نظم : تا ظن نہ بری کہ من ز خود بہرہ درم  
یعنی جب میں اپنی طرف نظر ڈالتا ہوں تو پھر میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ (یہ کمال نیستی اور تواضع ہے) ہاں جب اسکی عنایت اور بے انتہا فضل پر نظریں ڈالتا ہوں تو نازاں رہتا ہوں کہ اس رب جلیل کا کتنا بڑا احسان میرے حال پر ہے۔

واضح رہے کہ واقعہ کا اطلاق صوفیاء کرام کی اصطلاح میں خوابوں اور مکاشفات دونوں پر ہوتا ہے اور ہم نے واقعہ کا ترجمہ منام یعنی خواب سے کیا ہے کہ یہی زیادہ بہتر ہے کیونکہ احادیث صحیحہ کی رو سے خواب نبوت کا چھیا لیسواں حصہ ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ یہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ اور ماشاء اللہ اولیاء اللہ کے خواب معمولی حیثیت نہیں رکھتے ہیں۔

سرکہ ازہر کے کیفیت ذکر و دعا : در روز رہبری زیں رو دانشور شد است

نَالَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ مَغْرَ ذِكْرِ وَالِدَعَا  
فِيهِ فِي سِرِّ إِشَادٍ لِأَضْحَى أَمَهْرًا

ترجمہ : آں جناب نے سرکہ اولیاء کرام سے ذکر الہی اور یاد خدا کرنیکی کیفیت اور طریقہ حاصل کیا جسکی وجہ سے آپ سلسلہ ارشاد و رہبری میں بے نظیر رہبر اور ماہر اعظم واقع ہوئے ہیں۔

التحقیق :

ہم نے دانشور کا ترجمہ امہر سے کیا ہے۔ امہر صیغہ اسم تفضیل ہے



یہ مہر (ض.ن) مہراً مہوراً مہاراً سے نکلا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں مہر الشیء وفیہ وہ ماہر ہونا، تجربہ کار ہونا، واقف کار ہونا۔ صبغہ صفت ماہر ہے۔ اس کا دوسرا معنی مہر المرأة عورت کو مہر دینا یا مہر مقرر کرنا اور اَمَّهَرَهَا مہر کے عوض کسی سے نکاح کر دینا۔ اس سے معلوم ہوا کہ از روئے لغت تمھان نکاح مہر میں داخل ہے اور کہ تمھان ہی حقیقت میں قائم مقام مہر معجل قرار دینا اصل و شرع کے قریب تر ہے مگر انسوس ہے کہ ہمارے مروجہ نکاح، نکاح ناموں کی طرح بے وزن اور بے اعتبار ہیں اور تمھان عروس کا علاحدہ طور پر شرعاً کوئی مستقل وجود باہی بیثبت معروضہ نہیں ہے لہذا ہمارے نکاح نلے قابل غور و اصلاح ہیں۔ اس مسئلہ کا یہاں دور کا بھی تعلق نہیں لیکن بقول ابوالعباس مبرو الشیء یدکر بالشیء کے طور پر دماغ اس مسئلہ کی طرف متوجہ ہوا۔

شعر کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت محبوب العالم نے خوابوں اور واقعات میں بڑے بڑے اولیاء اللہ سے آداب ذکر، طریقہ دعاء اور مشائخ کرام سے سلوک و معارف کے فیوض و برکات حاصل کئے ہیں جن کی بنا پر آپ تصوف اور ولایت کے مقامات کے بہت بڑے تجربہ کار اور نیک آگاہ ہوئے ہیں۔

وَرِدِ اعْظَمِ رَاكِهِ دَعْوَاتِي اسْتِ بَالِيسِينَ مِمَّ  
پگشتہ ملہم کاسم اعظم جملہ تاسر سرد است

وَبِوَسَادِ اعْظَمِ عَطْرِ الدُّعَا قَدْ اَلْهَمَا  
مَعَ لَيْسِينَ كَاسِمِ اعْظَمِ كَانِ يَتَلَوُ ذَاكِرَا

ترجمہ :- آں جناب کو دعایِ وِردِ اعظم وِرسورہ بیسح بطور وِرد اور وظیفہ پڑھنے کا بھی الہام ہوا ہے۔ آپ ان ہر دو مقدس وظیفوں کو اسم اعظم کی طرح ازیر پڑھتے تھے۔

## التحقیق :

ذَٰكِرًا، ذَكَرَ دَانَ، ذَكَرًا وَتَدَانًا كَمَا سَأَلَ اللَّهُ اللَّهُ تَعَالَىٰ كِي يَادِ اَوْر  
بزرگی بیان کرنا۔ وَالذُّكُورُ وَالذِّكْرُ بَہْتِ یَادِ كَرْنِ وَاَلَا۔ اچھے حافظہ  
وَالَا، عَمْدَ یَادِ وَاثْتِ وَاَلَا۔

قَوْلُهُ مُلْهَمٌ. اَلْهَمُّ الشَّيْءُ بِكُلِّ جَانَا. اَلْهَمُّ اللّٰهُ فَلَانَا خَيْرًا  
وحی کرنا، توفیق دینا، سکھانا۔ فَتَلْهَمُ وَالتَّهَمُ، اَبِکِ هِیَ بَارِ بِکُلِّ جَانَا۔  
اَلِلْهَامُ: دِلِّ مِیْنِ ڈَالِیِ هُوَیْ بَاتِ۔ وَیُوْرِدِ مِیْنِ بَا زَائِدِ هِیَ۔ وَالنَّظَائِرُ  
کَثِیْرَةٌ۔

خلاصہ شعر یہ ہے کہ حضرت محبوب العالم قدس سرہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے  
وردِ اعظم کا بھی الہام ہوا ہے جیسا کہ من جانب اللہ آنجناب کو اسم اعظم کا  
الہام ہوا ہے۔ واضح رہے کہ آپ کے وظیفوں میں سے ایک تیر بہدف وظیفہ  
دُعَاءِ وِسَادِ اعْظَمِ ہے۔ یہ چند مخصوص دُعَاؤں کا نام ہے جن میں سے ایک  
وظیفہ سورہ لیسین مخصوص طریقہ سے پڑھی جاتی اور اس کے ساتھ ساتھ اسماء  
حسنا بھی ہیں۔ ان کی خاصیتوں میں سے ایک یہ ہے ان کے پڑھنے کے بعد  
جب ان کی توہل سے کسی مقصد کے حصول کے لئے بارگاہِ الہی میں دُعَا  
کی جاتی ہے تو وہ دُعَا قبول ہوتی ہے۔ یہ مخصوص دُعَاؤں کا مجموعہ پڑھتے  
وقت ایک دن آپ کے قلب مبارک میں یہ خیال آیا کہ یہ مخصوص وظیفہ  
اسم اعظم پر شامل ہوگا تو غیبی آواز آئی کہ شامل ہی نہیں بلکہ برکت و تاثیر  
کے لحاظ سے یہ سارا وظیفہ اول سے لیکر آخر تک اسم اعظم ہے۔

مترجم کترین زمان نے اسی لئے اس وظیفہ کو عطر الدعاری سے تعبیر کیا ہے  
تاکہ خواہشمند اور باخدا حضرات ایسے مقدس وظیفوں کی تلاش و تجسس متاخر  
کرام سے کریں اور ایسی دُعَاؤں کو پڑھ کر اپنے دل و دماغ اور ظاہر و باطن  
کو معطر و منور بنائیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو ہم اس وظیفہ کو اپنی تالیف

کتاب الوظائف میں پوری کیفیت و استیعاب کے ساتھ نقل کریں گے۔  
والتوفیق من عند اللہ العلی الاعلیٰ

قاری این رو بود و دید بابا حیدر شش پوزدہانش ہر نفس پراں یکے کبتر شد است

كَانَ هَذَا الْوَيْدُ يَشْلُوُ بِأَبَا حَيْدَرٍ قَدْ رَأَاهُ  
كُلَّ نَفْسٍ مِنْ لِسَانِهِ حِمَامًا صَبِيرًا

ترجمہ: جس وقت آپ پورے حضور و خشوع سے یہ مبارک وظیفہ پڑھتے تھے تو بابا حیدر تولہ مولیٰ رحمہ اللہ نے آپ کی طرف دیکھا کہ آپ کی ہر سانس ایک خوبصورت اڑنے والے کبوتر کی صورت کے ساتھ متبدل ہو جاتی تھی۔

التحقیق،

کبتر، کبوتر کی مخفف ہے۔ ضرورتِ شریعہ کی وجہ سے واو حذف ہوا ہے۔  
الْحِمَامُ، کبوتر، اس کا اطلاق مذکر پر کرتے ہیں، حمامہ مذکر و مؤنث دونوں پر بولتے ہیں کیونکہ اس کی تائینیت کے لئے نہیں بلکہ وحدت کے لئے ہے۔  
لِسَانُ: زبان۔ اسکی جمع أَلْسِنَةٌ اور لُسُنٌ بھی آتی ہے اسکی جگہ بطریقِ ذکر  
جَمْرٍ ارَادَهُ كُلُّ آتٍ كَا پورا دہان مبارک مراد ہے۔

صَبِيرٌ کا نائبِ فاعل نَفْسٌ ہے اور حِمَامًا اس کا مفعول بہ ہے۔ مِنْ  
لِسَانِهِ، کُلَّ نَفْسٍ کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی کُلَّ نَفْسٍ  
صَادَتْ عَنْ لِسَانِهِ وَمَا غَيْرَ فَهُوَ أَظْهَرَ مِنْ أَنْ يُرْقَمَ وَيُظْهَرَ۔  
نَفْسٌ، جھونکا، سانس، وسوت، نہلت پر اطلاق کرتے ہیں۔

خلاصہ شریعہ ہے کہ حضرت محبوب العالم قدس اللہ سرہ کے باختصاص  
مُریدوں میں سے حضرت بابا حیدر تولہ مولیٰ (تحصیل گاندربل) ہیں۔ آپ اپنے ہمیر  
طریقیت، حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ آنجناب وظیفہ

وردِ اعظم پورے خشوع اور حضور سے پڑھتے جاتے تھے۔ بابا جید رحمہ اللہ آپ کی طرف دیکھتے تھے کہ آنجناب کی ہر سانس سے ایک ایک خوبصورت کبوتر بن جاتا اور مبتدل ہو جاتا۔ اُس کا تذکرہ حضرت خاکی رحمہ اللہ نے اپنے پیر کاہل محبوب العالم رحمہ اللہ سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ ہر ایک کلمہ خاص کلماتِ طیبات علیحدہ اور جُداگانہ اپنا اثر اور اپنی خاصیتیں رکھتے ہیں اور آیتِ الشیرِ یصعدُ الکلمُ الطیبُ اس پر گواہ ہے۔ اسی وجہ سے صحیح احادیث سے بعض سورتوں اور بعض آیات الہیہ کی تاثیر اور متشکل بشکل خاص ہونا ثابت اور مُبرہن ہے۔

۱۔ ہماری انجمن تبلیغ الاسلام کے قدیم رکنِ رکنین جناب مولانا سیف الدین صاحب آپ کے عرسِ مبارک پر شبِ خوانی اور تولیت کے مراسم انجام دیتے تھے، وہ بھی داخلِ سخی ہوئے۔ غفر اللہ لہ۔

ہست و بروش ہم دعائی حرزِ مونسِ اولیاء ہر نبی و ہر ولی از خواندش موزد شد است

وَمُدَّةٌ اَيْضًا دُعَاءُ حِرْزِ مُؤْنِسٍ بِهٖ  
صَارَ كُلُّ مَنْ نَبِيٍّ وَوَلِيٍّ مُؤْنِسًا

ترجمہ - اسی طرح آنجناب کا وظیفہ دعائی حرزِ مونسِ اولیاء بھی ہے۔ یہ وہ دُعا ہے کہ جسکی برکت سے ہر نبی اور ہر ولی نے مزید قوت و طاقت حاصل کی۔

خلاصہً شعریہ ہے کہ حضرت خاکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آنجناب کے وظائف میں سے دعائی حرزِ مونسِ اولیاء بھی ہے کہ اُس کے فضائل و خواص مشہور و معروف ہیں حتیٰ کہ انبیاءِ کرام و اولیاءِ عظام نے اُس کے پڑھنے سے بڑے بڑے مطالب و مقاصد حاصل کئے۔ شعر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ نبوت و رسالت میں کسی قسم کی کمی ہے جسکی تلافی انبیاء و اولیاء نے اس مقدس وظیفہ کی برکت سے کی ہے بلکہ شعر کا مطلب یہ ہے کہ دعائی حرزِ مونس کا تعلق امورِ تعبیدیہ کے ساتھ ہے اور پیغمبران و اولیاء اللہ اس قسم کے وظائف اور ادعیہ ان کا مرتبہ ظاہر کرنے اور بندگانِ الہی کو تعلیم دینے کے لئے پڑھتے تھے۔ اور روحانیات سے کثرتِ تعلق ہونے کی بنا پر وہ خود بھی ان دعاؤں کو پڑھتے تھے۔ اس دُعا کی اجازت حضرت محبوب العالمؐ کو باقاعدہ حاصل تھی۔ ضرورت کے وقت ہر فرض نماز اور چاشت کی نماز ادا کر کے پڑھتے تھے۔ حضرت خاکیؒ نے اس قسم کے وظائف کو شہرت کی وجہ سے ذکر نہیں فرمایا۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ وظائف اور یہ دعائیں مخدومی حضرات کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ مگر افسوس ہمارے زمانہ میں عوام کیا بلکہ خواص بھی ان مقدس دعاؤں اور روحانی تیروں اور تلواروں سے پورے طور پر رہتے ہو چکے ہیں۔ البتہ کلماتِ افتخار اور پدمِ سلطنت کی بود کی مفروضہ اور نسبِ منقطعہ غیر متصلہ سے اپنا گذر اوقات کرتے ہیں اور حضرت پیرِ رومی رحمہ اللہ کا یہ شعر ہے



قال را بگذار مرد حال شو و پیش مرد کالمے پامال شو  
بائکل بھول چکے اور فراموش کر چکے ہیں۔ اللہم اھدنا الی الطریق الاقوم۔

التحقیق ،

مُؤْتَرٌ، یہ باب افعال کا اسم مفعول ہے۔ اِنْسَاةٌ مُوَانَسَاةٌ، مدد دینا  
غمخواری کرنا۔ تَأَسَّرَ وَاثْتَسَرَ وَاثْتَسَرَ اِذَا رَپَهِنَا، تہ بند باندھنا۔  
الانسا، قوت، پیٹھ۔ کہا جاتا ہے شَدَّ بِہِ اِنَارَةُ اس کو اس کے ذریعہ  
قوت حاصل ہوئی۔ اسی سے قرآن میں ہے اَشْدُّ بِہِ اِنَارِیْ یعنی اس  
کے ذریعہ مجھے قوت دے۔

گشتہ ورد ملک اور جزر جزب البحریم : گرمی تاثیر اس مشہور ہر مشہر شد است

حَدَّثَنَا حَزْبُ الْبَحْرِ وَالْمَلِكِ كَذَا وَرَدُّهُ  
إِنَّ جَدَّوَاهُ وَسِرُّهُ عِنْدَ شَيْخَانِ شَهْرًا

ترجمہ : آنجناب کے وطنیوں میں سے حزب البحر کا پڑھنا آپ کا اختیاری امر  
بن گیا ہے۔ یہ وہ دعا ہے کہ جس کا فوری نفع و تاثیر تمام مشاہیر صوفیہ کے  
نزدیک مشہور و معروف ہے۔

التحقیق ،

مَلِكٌ بَكُونِ لَامٍ۔ علم لغت نے لکھا ہے مَلِكٌ (ض) مَلِكًا و مَلِكًا و  
مَلِكًا و مَلِكَةً و مَمْلَكَةً و مَمْلَكَةَ الشَّيْءِ مَالِكٌ هُوَانَا۔ علی القوم، غالب  
ہونا۔ علی فُلَانٍ اَمْرًا کسی کے کام پر حاوی ہونا۔ نَفْسُهُ قَابِلٌ رَكْنًا۔ المِرَاةُ  
نِكَاحٌ كَرْنَا۔ مَلِكًا۔ العَجَبِينَ اِتْمَى طَرِحٌ سَے گوندھنا۔ سورہ طہ میں بھی یہ لفظ مذکور  
ہے۔ جیسا کہ فرمایا قَالُوا مَا اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلِكِنَا انہوں نے کہا کہ ہم نے  
یہ کام اپنی طاقت و اختیار سے نہیں کیا۔ حازن نے اس کی تفسیر اس طرح کی اُی

بِمَلِكٍ أَمْرِنَا وَقِيلَ بِاخْتِيَارِنَا وَذَلِكَ أَنَّ الْمَرْءَ إِذَا وَقَعَ فِي الْفِتْنَةِ لَمْ يَمْلِكْ نَفْسَهُ. بعض قرآنِ قرآن نے اس لفظ کو بفتح میم، بعض نے بضم میم اور بعض نے بکسر میم پڑھا ہے۔ پہلی قرأت نافع، ابو جعفر اور عاصم کی ہے دوسری قرأت حمزہ کی، تیسری قرأت اور قرآنِ قرآن کی ہے۔ سب کا حاصل بملک امرینا وقیل باختیارنا وقیل بقدمائنا۔

بہر حال دعایِ حزبِ البحر کو دعایِ ملک سے تعبیر کرنے کی یہ حکمت ہے کہ اس وظیفہ کا پڑھنے والا ایک گونہ اپنے مقصد کے حصول میں با اختیار ہو جاتا ہے اور اس کی برکت سے اپنے دشمنوں پر غالب آجاتا ہے۔

الجَدْوَى، عَطِيَّةُ. الْأَجْدَى، زِيَادَةٌ نَفْعِ نَجْش. الْجَادِي، عَطِيَّةٌ مَانِغَةٌ وَاللَّاءُ، عَطِيَّةٌ دِينَ وَاللَّاءُ شَيْخَانُ: شَيْخٌ كِي جَمْعٌ هُوَ. شَيْخٌ كِي جَمْعٌ شَيْوُخٌ، إِشِيَاخٌ، شَخْمٌ وَغَيْرُهُ آتِي هُوَ. شَيْخٌ عَامٌ طُورٌ پَرُ اسْتَادٌ، عَالِمٌ، قَوْمٌ كِي سَرْدَارٌ اَوْدُ هَرُ اسْ شَخْمٌ كُو كِهْتِي هِيں جُو لُو كُوں كِي نَظَرُوں مِيں عِلْمٌ، فَضِيلَتٌ، مَرْتَبَةٌ اَوْدُ رَجَبُ كِي لِحَاطِظٌ سِي بَرَا هُو شَيْخُ الْمَرْأَةِ عَوْرَتُ كِي خَاوَنَدُ كُو كِهْتِي هِيں. شَهْرًا كَالْفِ اَشْبَاعِي هُو۔

خلاصہ شعر یہ ہے کہ آنجناب شرفنا اللہ بزیارتہ وشفاعتہ کے وظائف میں سے حزبِ البحر کا وظیفہ بھی شامل ہے۔ یعنی حقیقی سمندر کے تلامذہ یا افکار و مشکلات کے سمندر سے بچنے اور نجات پانے کا وظیفہ۔

اس وظیفہ کے اس نام سے موسوم ہونے کی یہ وجہ ہے کہ حضرت شیخ ابوالحسن علی الشریف الحسنی المغربي الشاذلی قدس سرہ دریای مغرب (بحیرہ روم) میں کشتی پر سوار تھے تو اچانک کشتی خطرہ اور بھنور میں پڑ گئی۔ اسوقت حضرت حق کی طرف سے آپ کے قلب مبارک پر ایک مخصوص دعا کا الہام ہوا جسکے پڑھنے اور حاضرین کو پڑھانے سے کشتی خطرہ سے نکل گئی اسی لئے یہ دعا اس نام سے موسوم ہوئی ہے۔

حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ کو اس وظیفہ کی اجازت حقیقی سلسلہ کے بعض

بزرگوں سے ملی ہے۔ پھر سلسلہ شطاریہ کے مشہور بزرگ حضرت الحاج بہار الدین یزدی رحمہ اللہ سے ملی ہے۔ بزرگان دین نے بڑی محنت اور کدوکاوش سے یہ بزرگی حاصل کی مگر افسوس اب ہم لوگ ان کی عبادت و بزرگی کو کاروبار کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ ماں اگر ہم سچے مخدومی، گیلانی اور شطاری بنا چاہتے ہیں تب ہم پر فرض ہے کہ ان بزرگان دین کے نقش پر چلیں اور یہ وہ سعادت ہے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی۔

چونکہ بامرثاخ ہست ہفت آیات ان ۛ در حصار آہنیں حفظ حق محضر شاد است

حِينَ يَتْلُو سَبْعَ آيَاتِ بِيَاذِنِ الْمُرْتَدِينَ  
فِي حِصَارٍ مِنْ حَدِيدٍ حِفْظٌ حَقٌّ أُخْصِرًا

ترجمہ :- چونکہ آپ قرآن کریم کی مخصوص سات آیتیں اپنے مشرخی کراہم کی اجازت سے پڑھتے تھے تو ان کی برکت سے آپ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کی آہنیں حصار میں آئے اور دشمنوں کے شر اور انکی عداوت سے نجات پائی۔

التحقیق :-

المحصرون :- یہ غالباً حاصروا حصاراً - محاصروۃ - العدو دشمن کو گھیر لینا۔ گھیرا ڈالنا، گنگ کو بند کرنا، سے مشتق ہے۔ چونکہ حضرات صوفیہ سنا قنا اللہ اتباعہم اپنے ارد گرد دائرہ کھینچ کر مخصوص وظائف پڑھتے ہیں اور روحانی طور پر اس خاص طریقہ علاج سے اپنے دشمن کو گھیر لیتے ہیں یا دشمنوں کے شر سے بچ کر حصار میں پناہ لیتے ہیں تو اس اعتبار سے بجائے محصر محاصر ہونا چاہیے تھا۔ لیکن حضرت ناظم رحمہ اللہ نے قافیہ کی رعایت سے الف حذف کیا۔ یہ تاویل ہم نے اس لئے کی کہ محصر باب افعال کا مفعول اور اخصرۃ عن السفر سفر سے روکنا۔ ۛ المرصۃ او البول مرض یا پیشاب کا کسی کو

رُكْنَے کا نام ہے اور یہ معنی یہاں پر چپان نہیں ہوتے۔ غرض مُحصِر اسمِ فاعل و اہم مفعول دونوں ہو سکتا ہے اور اس کا بمعنی مفعول ہونا اقرب الی الصواب ہے۔ اور یاد رکھئے قرآنِ کریم میں جو حضرت یحییٰ پیغمبر علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جو یہ وصف بیان کیا گیا ہے وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ تو اس آیت میں حَصُورٌ حَصِيرٌ مِنَ الشَّيْءِ سے مشتق ہے جس کے معنی شرم کر کے کہی چیز کو چھوڑنے کے ہیں۔ اُس کے معنی نامردی کے نہیں ہیں۔ خوب سمجھ لیجئے کہ یہ اہم سوال کا جواب ہے فَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ۔

الْمُرْتَدِّينَ، مِنَ الْإِسْلَامِ سَشَدَّ رُشْدًا أَوْ رَشَادًا وَمَشَدَّ (ص)

سَشَدَّ ا ہدایت پانا، راہِ راست پر چلنا، سَشَدَّ ا اہل کذا و علیہ و لہ، ہدایت کرنا۔ اَسْتَرَشَدَّ ل ا مِرَّةً راہِ راست پر ہونا۔ ا ہدایت طلب کرنا۔ اصطلاحِ معنیہ میں مرشد کا اصلاحِ قلب کرنے والے کو کہتے ہیں جب کہ اس کا مطربقِ اصلاحِ مطابقِ قانونِ محمدی ہوگا۔

خلاصہً شعر یہ ہے کہ حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ قرآنِ کریم کی سات مخصوص آیتیں مشائخِ کرام کی اذن و اجازت سے حصار و بکر پڑھتے تھے تو آپ ان کی برکت سے دشمنوں کے حملوں سے اس طرح خلاصی پا گئے جس طرح کوئی نولادی دیوار میں رہ کر دشمنوں کے شر اور حملہ سے خلاصی پاتا ہے۔ واقعی آیاتِ قرآنیہ کی عجیب و غریب تاثیر ہے جس سے شاذ و نادر ہی کسی کو اختلاف ہوگا۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمان صحیح اور متفق علیہا و ظائف و اذکار سے عملاً دور اور راہِ قرار اختیار کرتے ہیں اور وظائف مختلف فیہا میں الجھنا اپنے لئے باعثِ نجات جلتے ہیں۔

نوٹ : قرآنِ کریم ہر چند وظیفہ کی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ بنی نوع انسان کے لئے ایک بہترین قسم کا ہدایت نامہ ہے جس پر عمل کرنے سے دین و دنیا کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ بایں ہمہ کہ یہ ربانی کتاب ہے اس لئے اس میں بڑے گھر کی طرح تمام چھوٹی بڑی چیزیں پائی جاتی ہیں اور اسیں ہر درد مند کے

لئے درمان موجود ہے مگر وہ درمان اکلِ حلال، تقویٰ و پرہیزگاری کے ساتھ  
مشروط ہے۔ کبھی ناکامی محض شرط پوری نہ پائے جانے کی وجہ سے ہوتی ہے۔  
دید جمعی اولیاءِ حزرِ میانی خوانِ شبی، ہمہ ایشانِ خاندانِ خواندش از بر شدت

قَدْ رَأَى الزُّمَادَ لَيْلًا حِرْنًا مِثْنِي يَقْرُونَ  
فِيَاذِنِهِمْ تَمَنِّي وَاعِيًا مَا أُجْهَرًا

ترجمہ: آنجناب رحمہ اللہ نے ایک رات اولیاءِ اللہ کی ایک جماعت کو حزرِ مینی (ایک  
مخصوص دُعا) پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے بھی اُن سے پڑھا اور اُن کے  
پڑھنے سے آپ کو وہ وظیفہ یاد اور حفظ ہوا۔

التحقیق :-

تَمَنِّي بِمَعْنَى قَسْرًا۔ کما سبق فی اَوَّلِ الْكِتَابِ۔ أُجْهَرًا: مِنْ أَجْهَرَ الْأَمْرِ  
وَبِهِ كَسَى أَمْرًا اِعْلَانًا كَرْنَا۔ بِالْقِدَاةِ۔ پڑھنے میں آواز کو اٹھانا، بلند کرنا (منجہ)  
خلاصہً شعریہ ہے کہ آں جناب نے ایک رات اولیاءِ اللہ کی ایک جماعت  
کو ایک وظیفہ حزرِ میانی خواب میں پڑھتے ہوئے دیکھا اور اُن حضرات نے حضرت  
محبوب العالمؑ سے فرمایا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ یہ دُعا اور وظیفہ پڑھئے تو آپ  
کو بھی یہ وظیفہ یاد ہو جائے گا اور آپ اس کے عجیب و غریب فوائد پائیں گے۔ اور  
انہوں نے فرمایا ہمارے اس دعویٰ کی سچائی کی نشانی یہ ہے کہ آپ کے پاس اس  
دُعا اور وظیفہ کی ایک کاپی ایک شخص لیکر آئے گا اور آپ اس میں ہمارے  
پڑھنے کے برخلاف کچھ کلمات پائیں گے مگر وہ صحیح ہے کہ جس طرح ہم نے  
ابھی آپ کے سامنے پڑھا ہے۔ پھر کل یعنی دوسرے دن حضرات اولیاءِ اللہ کی  
شانہ باتیں ہو بہو سچی ثابت ہوئیں۔ چنانچہ آپ یہ وظیفہ اور یہ نسخہ کیمیا اثر اس وقت  
تک برابر پڑھتے اور عمل میں لاتے تھے جب تک کہ آپ نے حضرت سید



جمال الدین بخاری رحمہ اللہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ جب آپ نے حضرت سید کی بیعت کا شرف حاصل کیا تو آپ باطنی طور پر حضرت محبوب العالم کے اس وظیفہ پر آگاہ ہوئے تو آپ نے اس کے پڑھنے سے حضرت محبوب العالم کو روکا اور فرمایا ایسے وظیفوں سے کہیں زیادہ ذکر و فکر میں رہنا ہی افضل و بہتر ہے کیونکہ ذکر و فکر ہی سے سعادت و ارین حاصل ہوتی ہے۔ گو بعض وظائف کے پڑھنے سے پڑھنے والے کو دنیا میں ترقی اور عروج مل جاتا ہے وہ اور بات ہے مگر اس عروج و عزت سے کیا فائدہ جس سے آخرت کی فلاح و رستگاری نصیب نہ ہو۔ ہذا ما ذکرہ الذاکر فی الشرح۔ اس سے وقت کے اُن رہبرانِ طریقت کو بھی نصیحت حاصل کرنی چاہیے جو دنیا کی جاہ و جلال کے لئے وظائف پڑھتے ہیں اور آخرت کا خیال ہی نہیں رکھتے۔

اولئک لا حظ لہم فی الآخرۃ۔

مُلَقَّہُ کَرۡوۃِ قَارِئِیْ اَوْرَادِ فَتَحِیۃِ شَوۡقِ ۛ اَوْلِیَا بَسِیۡرِ مَشۡہُوۡدِشِ بَشِیۡرِ شَدِیۡقِ

قَدْ تَلَا فِی شِیۡرِ سُرِّ اَوْرَادِ فَتَحِیۡ حَلَقَہٗ  
خَاشِعًا فِیہَا رِجَالُ الْغِیۡبِ صَاوِرًا حَضَرًا

ترجمہ: آنجناب مکرمت پناہ نے شیرِ سر کے گاؤں میں حلقہ باندھ کر پورے شوق و ذوق اور خشوع و حضور سے اورادِ فتحیہ کا ورد فرمایا تو اس مجلس میں بہت سے اولیاء اللہ رجال الغیب کو حاضر دیکھا۔

التَّحْقِیۡقُ ۔

شِیۡرِ سُرِّ شِیۡرِ سُرِّ کَا مَعْرَبٌ ہُوَ ۔ یَا اَیۡکَ گَاؤُلِ کَا نَامُ ہُوَ جُو کُو یہَا مِیۡنِ وَا تَع ہُوَ ۔ اَوْرَادِ فَتَحِیۃِ وَہِ وَظَلِیۡفَہُ ہُوَ جِسِّ کِی تَرْتِیۡبِ حَضَرَتِ مِیۡرِ سَیۡدِ عَلِیِّ مِلَاقِ رَحِمَہُ اللہُ نَیۡ دَیۡ ہُوَ جُو اَسۡوَلِ تَوَحِیۡدِ اَوْرَادِ مِہۡفَاتِ بَارِیۡ تَعَالٰی عَزَّ اَسْمَہُ پَر مُشْتَمَلِ ہُوَ ۔

یہ اُہبات الوظائف بلکہ وظائف کا عطر و جوہر ہے۔ حلقۃ: الباب او القوم دروازہ کا حلقہ یا قوم کا دائرہ۔ اس جگہ رجال الغیب سے اولیاء اللہ کی ارواح مقدسہ مراد ہیں۔ شیراسر: کو بہامہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے جس کے اوپر ایک جھیل واقع ہے۔ اُسکا پانی بہت زیادہ شفاف اور دودھ کی طرح دکھائی دیتا ہے اور اس کے ارد گرد رنگارنگ اور گوناگون پھول ہوتے ہیں۔

حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ آپ شیراسر کی جھیل کے نزدیک پہنچے تو اتفاق سے وہاں رجال الغیب یعنی سلج زمین پر رہنے والے فرشتے ایک دائرہ میں بیٹھ کر پورے شوق سے اورادِ فتحیہ پڑھتے تھے پھر وہ حضرت محبوب العالم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ بنی آدم کو کیا ہوا کہ وہ ایسے کلماتِ طیبات اور اذکارِ عالیہ کے پڑھنے سے سستی اور غفلت برت رہے ہیں اور کہا کہ جب تک آپ نے اورادِ فتحیہ ایک مرتبہ پڑھا تو ہم نے اتنی دیر میں کئی سو مرتبہ پڑھا ہے۔ رجال الغیب کا مقصد اس بیان سے اس وظیفہ مقدسہ کے پڑھنے کی طرف رغبت اور توجہ دلانا تھا۔ افسوس عصر حاضر کے کچھ بد قسمت مسلمان اس کے پڑھنے سے منع کرتے اور اس کے پڑھنے والوں پر آوازیں کتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

بعد خفتن ہم بخوان اورادِ فتحیہ لبشوق : بامریدان زولیاش این امر ہم کمر شد است

أُنْتَلُ بِالسُّرِّ شِدِّينَ أُوْرَادِ فَتْحِيَّةِ بِحَقِّ  
بَعْدَ عَتَمِ مَرَّةً مِّنْ أَوْلِيَاءِ قَدِ أُوْمِرَا

ترجمہ: آنجناب کو ایک مرتبہ اولیاء ربانی کی طرف سے اس بات کا حکم ملا ہے کہ آپ اپنے مریدوں کے ساتھ بیٹھ کر عشاء کی نماز کے بعد اورادِ فتحیہ پڑھا کیجئے۔

## التحقیق :

عَتَمٌ : عَتَمَ (ض) عَتَمًا - اللَّيْلُ رات کا ایک حصہ گذر جانا. عَنِ الْأَمْرِ کام کرتے کرتے رُک جانا. قِرَى الضَّيْفِ مہمانی کے کھانے میں دیر کرنا۔ یہاں عِشاء کا وقت مُراد ہے۔ یہ لفظ احادیث میں آیا ہے۔ محدثین کے استعمال میں بہت کم۔ عِشاء کے وقت کے لئے اسلام سے پہلے کثرت سے عَتَم کا لفظ استعمال کرتے تھے۔

أَوْصِرَ : صِيغَةٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ نَائِبٌ، فِعْلٌ مَاضِي مُبْتَدٍ مَجْهُولٌ۔ اس میں هُوَ مُسْتَبْرٌ اور پوشیدہ ہے۔ راجع بجانب حضرت محبوب العالمؑ۔ اہل عرب کہتے ہیں أَمْرَةٌ إِمَارًا، حَمٌّ دِينًا۔ ۵۔ اللَّهُ، اللَّهُ تَعَالَى نے اس کے مال یا اس کی نسل کو بڑھایا۔ اِمْتَصَرَمِنَ الْمَجْدِ مَغْزَا الشَّعْرِ فِي الْعَرَبِيَّةِ :

ان الشيخ رحمه الله أمر منة من الاولياء بقراءة اورادِ الفتحية المباركة بعد صلوة العشاء مع المرید الصادقين والمسترشدين الكابليين۔ یعنی شعر کا حاصلِ مطلب یہ ہے :

آنجناب نے ایک مرتبہ نادى ہل کی مسجد میں عشاء نماز پڑھ کر اپنے مُريدوں سے فرمایا کہ آؤ ہل کر اورادِ فتحیہ پڑھیں تاکہ ساری رات اس کو برکت شامل رہے۔ اور بعض بزرگانِ دین نے بھی عشاء نماز کے بعد اورادِ شریف پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی چنانچہ آپ نے اپنے ساتھ والوں کے ہمراہ اورادِ فتحیہ پڑھی۔ پھر صبح کے وقت اپنے خدام سے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا؟ علی صوفی نے سامنے آکر عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ عُمَدہ قسم کے حلوہ کا ایک خوان آنجناب کے سامنے رکھ دیا گیا، آپ نے وہ خوانِ کرم حاضرینِ مجلس میں تقسیم فرمایا۔ آپ نے اسکی تعبیر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اورادِ فتحیہ

کی اصلی صورت تھی جو حاضرین پر نمودار ہوئی۔  
 واقعی کلمات اللہ کی اپنی اصلی صورتیں اور شکلیں ہیں جو اہل اللہ کو  
 دکھائی دیتی ہیں۔ یہی حال کلماتِ نجیثہ اور افعالِ سیئہ کا ہے کہ ان کی  
 بھی اصلی صورتیں ہیں۔ قیامت کے روز دونوں قسم کے عمل ثواب و عقاب  
 جزا و سزا کی صورت میں نمودار ہونگی اور آیت **وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا**  
**وَلَا يظِلُّ رَبُّكَ أَحَدًا** اس پر گواہ ہے اور یہ کہنا کہ اعمال از قبیلہ  
 اعراض ہیں جن کا وجود خارجی نہیں ہے۔ یہ فلاسفہ قدیم کی ڈھکوسلہ بازی  
 ہے۔ جدید تحقیق نے یہ اوہام ختم کئے۔ بہر حال منکرینِ حق اور غافلین  
**عَنِ الذِّكْرِ** کو ایک دن پشیمان ہونا پڑے گا اور ان سے کہہ دیا جائے گا  
**لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ**  
**الْيَوْمَ حَدِيدٌ**

بعد ہر فرضے بخوان ختم معین القرآن پ: از مشائخ بارہا این امر را ما مرشد است

**أَتْلُ بَعْدَ كُلِّ فَرَضٍ مِّنْ كِتَابٍ نَّبَذَتْهُ**  
**غَيْرَ مَرَّةٍ بِهَذَا مِنْ شَيْءٍ خَيْرًا**

ترجمہ، مشائخ کرام نے بارہا آنجناب کو ہر فرض نماز کے بعد قرآن مجید میں  
 سے ایک معین حصہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

التحقیق :-

**نَبَذَتْهُ** : صِفَتُهَا مَحذُوفَةٌ اِیْ نَبَذَتْهُ مُعَيَّنَةٌ . وَالتَّنْوِينُ فِي نَبَذَتْهُ  
 لِلتَّعْظِيمِ . وَاسْتَعْمِلَ أَخْبَرَ مَكَانَ اَوْ مَرَّ لِیَدُلَّ عَلٰی اَنَّ هَذَا اَلْاَمْرَ لَیْسَ  
 لِلوَجُوبِ بَلْ هُوَ لِاِسْتِحْبَابِ .

النَّبذ، تھوری سی چیز۔ اکی جمع آنباخہ۔ اُنْبَاذُ النَّاسِ : اوباش لوگ۔

## النَّبَذَةُ وَالْمُتَبَذَةُ : گوشہ قلعه ج نَبَذُ .

خلاصہ شریعہ ہے کہ آنجناب متعنا اللہ بفیوضہم کو بسا اوقات اولیاء اللہ کی طرف سے ہر نماز کے بعد چند مخصوص آیات اور معین سورتوں کے پڑھنے کا حکم ملا ہے۔ جیسا کہ سورۃ فاتحہ ایک بار سورۃ تبارک الذی، سورۃ مزمل، سورۃ عَمَّ يَسْأَلُونَ ایک ایک بار مزید برآں سورۃ اخلاص تین بار، قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّي الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ایک ایک بار اور وہ سورتیں جو وردِ اعظم میں پڑھی جاتی ہیں، سورۃ والفجر تین بار نماز ظہر کے بعد، سورۃ والفتح، مغرب نماز کے بعد سورۃ واقعه، سورۃ فجر اور نماز فجر و نماز عصر کے بعد مستحبات عشرہ کا پڑھنا مشائخ کرام کا معمول تھا۔ مذکورہ سورتوں کی تفصیلتیں اور محاسن حدیث کی کتابوں اور فقہائے قرآن میں مطالعہ کی جاسکتی ہیں۔

اولیاء اللہ کی اسی عبادت و معرفت نے کشمیر جیسے دارُ الشِّرک کو دارُ الاسلام میں تبدیل کر دیا تھا۔ افسوس ہے کہ آج کثرتِ یادِ الہی اور ذکر و فکر کو رہبانیت اور روح اسلام کے منافی و مخالف قرار دیا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک اصلی اسلام یہ ہے کہ مسلمانوں پر کوڑوں کی بارش اور قتل و غارتگری کی بوچھاڑ کی جائے اور اس قسم کے لوگ اتنی سی بات سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ جو لوگ نمازوں اور اُوراد و اذکار سے جی چرائیں اور اُکتا جائیں وہ لوگ کس طرح راہِ خدا میں اپنی جانیں نثار کرنے کے لئے تیار ہونگے۔ جوشِ جہاد اور ولولہٴ حدود و قیاس اپنی جگہ درست اور صحیح مگر تزکیہٴ قلب اور صنایِ باطنی کے بغیر ناممکن ہے اور جہاد و حکومتِ ربانی کے قیام کا مقصد عبادت و ریاضت ہی ہے۔ حکومت اسکے لئے آلہ اور وسیلہ ہے۔ الَّذِينَ اِنْ تَمَكَّنْهُمْ اِقَامُوا الصَّلَاةَ وَاَتَوْا الزَّكَاةَ وَاَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَاَقْبَبَهُ الْاُمُورَ۔



ہمارے دعویٰ پر شاہدِ عدل ہے۔ پس اولیاء اللہ کی عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر کی طرف رغبت رکھنا اور متوجہ ہونا عینِ ایمان ہے اور رہبانیت و جوگیت چیزے دیگر است۔ سخن شناس نیستی خطا این جا است ۛ

فیض از چندین نسب ہم مخلصانش ازاں ۛ بشیر فیض ترقی گر عمل اندر شد است

مِنْ كَثِيرِ أَهْلِ نِسْبٍ فَيْضُهُ لَتَا جَرِي  
نَالَ مُخْلِصُوهُ رِفْعَةً بِعَمَلٍ آتِسْرًا

ترجمہ: چونکہ آنجناب بہت سے اہل نسبت کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوئے ہیں اس لئے آپ کے مریدین و متوسلین بہت زیادہ فیض و برکت سے لطف اندوز ہوئے ہیں۔ گو کہ نسبتاً ان کے اعمال صالحہ بہت کم ہیں۔ یہ بطریق تواضع و نرمی کے فرمایا۔

التحقیق :-

قوله آتِسْرًا۔ یَسْرٌ یُسْرٌ یُسْرًا کم ہونا صفت یسیر ہے۔ آتِسْرًا وَالْيُسْرُ وَالْيَسَارَةُ سہولت و نرمی، آسودگی اور خوش حالی۔ اس سے صیغہ صفت آتِسْرًا آتی ہے یہ عمل کی صفت ہے۔ اور بجای آتِسْرًا، أَنْدَرًا بھی شعر میں ہو سکتا ہے۔ اسوقت یہ افعال تفضیل ندرۃ سے ہوگا جس کے معنی قلیل اور تھوڑے ہونے کے ہیں۔

خلاصہ شعر :- چونکہ حضرت محبوب العالمؐ نے بہت سے پیرانِ طرفیت اور مشائخِ معرفت و حقیقت سے روحانی افادات اور وظائف حاصل فرمائے ہیں اس لئے آپ کے مبارک سلسلہ اور بہترین واسطہ سے آپ کے مخلصوں اور آپ کے اراد مندوں کو بھی وہ فیوض و برکات نصیب ہوئے ہیں۔ اسلئے آپ کے مریدوں اور اخلاص مندوں کو ریاضاتِ شاقہ اور مشکل عبادتوں کی ضرورت

نہیں پڑی بلکہ تھوڑے عمل کے باوجود انہوں نے آپ کے طفیل سے بہت بڑا حظ اور فیض نامتناہی حاصل کیا کیونکہ بہت سی نسبتوں کے حصول کی وجہ سے فیضان بھی اسی قدر زیادہ حاصل ہوتا ہے چنانچہ اسی کے متعلق حضرت سمنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

نورِ شیخان بیشتر ہر چند رہ روشن است بہ صادق اینجا شیخ سمنانی بالبشر شد است

كَثْرَةُ الْأَشْيَاخِ نُورٌ فِي الطَّرِيقَةِ فَوْقَ نُورِ  
قَوْلِ سَمْنَانِي هُنَا حَقٌّ بِمَا قَدْ بَشَّرَا

ترجمہ: بہت سے شیخوں اور مرشدانِ طریقت کا ہونا نورِ علی نور ہے۔ اگرچہ بحسب ذاتہم راہِ حق بہت روشن تر ہے اس لئے خصوصیت کے ساتھ حضرت سمنانی رحمہ اللہ کا یہ نکتہ بالکل سچ اور راست ہے کہ شیوخ جس قدر زیادہ ہوں اسی قدر راستہ روشن تر ہوگا جیسا کہ موصوف نے ہم کو اس کی بشارت و خوش خبری سنانی ہے۔

خلاصہً شعر یہ ہے کہ مریدِ صادق کے جس قدر مرشدین کا ملیں اور رہبرانِ طریقت زیادہ ہونگے اسی قدر اُس مرید کے لئے راہِ حق زیادہ آشکارا ہوگا اور خطرات سے خالی کیونکہ جتنے چراغ ہوں اسی قدر نور بھی زیادہ ہوگا۔ شیخ سمنانی سے حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی ہیں۔ آپ نے انہی علی مصری رحمہ اللہ کو فرمایا کہ پیرِ طریقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جس قدر بھی زیادہ واسطے ہوں تو اسی قدر راستہ زیادہ روشن اور واضح ہوگا کیونکہ کثرتِ مشائخ سے کثرتِ علم اور تیقن کا درجہ حاصل ہوگا۔ مگر واضح رہے کہ یہ اربابِ طریقت کے نزدیک ہے اس کے برخلاف سندِ حدیث نید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ ہے کہ جس قدر رواۃ

حدیث کم ہوں اور سند عالی اور متصل ہو تو اسی قدر وہ حدیث زیادہ صحیح ہوگی کیونکہ ایسی حدیث میں مخالف احتمالات کم ہوتے ہیں۔ محدثین کا منشا کچھ اور ہے اور اربابِ طریقت کا مقصد کچھ اور۔ لہذا دونوں گروہوں میں کسی قسم کا تضاد نہیں ویکلی وجہتہ ہو مولیہا فاستبقوا الخیرا پر غور کیجئے۔

لفظِ بشر ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل شرح کتاب میں ہے فطالع ہناک۔

مغزِ سر از آتش گرمی ذکر چار ضرب : سوختش زان مبتلا اکثر بدر و مشرقات

مَغْزًا أَسْمًا بِنَارِ حَرِّ ذِكْرِ جَارِ ضَرْبِ  
ذَابَ وَاشْتَدَّ الْبَلَاءُ فِي صُدَاعِ أَكْثَرًا

ترجمہ: آپ کے سر مبارک کا مغز ذکر چار ضرب کے جوش و حرور کی گرمی سے پگھل گیا ہے اس لئے آپ کے سر مبارک میں اکثر تکلیف ہوتی ہے۔  
التحقیق:

جار ضرب: یہ چار ضرب کا معرب ہے چونکہ یہ خاص قسم کا ذکر ہے، عجمی صوفیاء کرام نے خصوصیت کے ساتھ اس کی تلقین کی ہے اس لئے اسلی عربی کچھ نہیں کہ لفظ اسی بحم سے عربی زبان میں منتقل ہو کر آیا ہے۔

اسم ذات کی کیفیت پر بحث کرتے ہوئے حضرت شافعی قوال الجلیل میں فرماتے ہیں :-

وَأَمَّا بَابُ ضَرْبَاتٍ وَصَفْتُهُ أَنَّ يَجْلِسُ مَتْرِبِجًا وَيَضْرِبُ  
مِرَّةً فِي الرِّكْبَةِ الْيُمْنَى وَمِرَّةً فِي الرِّكْبَةِ الْيُسْرَى وَمِرَّةً فِي الْقَلْبِ

وَمَرَّةً أَمَامَهُ وَلَكِن التَّابِعَ أَشَدُّ وَأَجْمَرُ. ذکر چار ضربی کا طریقہ یہ ہے کہ چار زانو بیٹھے اور ایک بار دلہنے زانو میں، دوسری بار بائیں بازو میں، تیسری بار دل میں اور چوتھی بار اپنے سامنے اللہ کا ضرب سے اور آخری بار سخت تر اور بلند تر ہو۔ باقی مشائخ سے پوری تفصیل دریافت کریں۔

اوست سلطان تاج ذکرِ پاسِ انفاسِ شدہ چار ضربی، چار ترک و ہر نفس گوہر شدہ

هُوَ مَلِكٌ حِفْظُ أَنْفَاسٍ بِذِكْرِ تَاجِهِ  
جَارِ ضَرْبِهِ، طَاقِيهِ صَارًا وَنَفْسُهُ جَوْهَرًا

ترجمہ، آنجناب روحانیت کے شانہ نشاہ ہیں اور پاسِ انفاس کا حقیقی احترام (ذکرِ ربانی) آپ کے لئے تاجِ شاہی ہے۔ نیز آپ کا ذکر چار ضرب، چہار گوشہ والی کلاہ مبارک اور آپکی ہر سانس قدر و قیمت میں مولیٰ سے بھی بڑھ کر ہے۔

التحقیق :-

جَوْهَرًا، گوہر کا معرب ہے۔ نَفْسُهُ کا عطف جَارِ ضَرْبِ اور طَاقِيهِ پر ہے اور ضرورتِ شعریہ کی بناء پر طَاقِيهِ سے حرفِ عطف حذف کیا گیا ہے جوہرًا صَارًا کی خبر ہونے کے سبب منصوب ہے۔ وَالْبَاقِي أَنزَهُرٌ مِّنْ أَنْ يُشَارَ إِلَيْهِ وَيَذَكَرَ۔

خلاصہ شعر، پاسِ انفاس اور ہوش و مردم ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ یعنی تنفسِ سانسوں کے نکلنے اور داخل ہوتے وقت غافل نہ ہونا بلکہ پورے تحفظ و توجہ سے اُن کی طرف دھیان رکھ کر اللہ رب العالمین کی عظمت و برتری کا خیال رکھنا۔

حضرت اُتاذ الاساتذہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تو انجیل

میں پاسِ انفاس کی تعریف اس طرح کی ہے :-

وَإِذَا أَمَدَّتْ بِأَسِ انْفَاسٍ فَكُنْ مُسْتَيْقِظًا وَاقْفَا عَلَى انْفَاسِكَ  
فَكُلَّمَا خَرَجَ النَّفْسُ فَقُلْ مَعَ خُرُوجِهِ لَا إِلَهَ كَأَنَّكَ تَخْرُجُ  
مَحَبَّةَ كُلِّ شَيْءٍ سِوَى اللَّهِ مِنْ بَاطِنِكَ وَادْخِلِ النَّفْسَ فَقُلْ  
مَعَ دُخُولِهِ إِلَّا اللَّهَ كَأَنَّكَ تَدْخُلُ وَتَثْبُتُ مَحَبَّةَ اللَّهِ فِي قَلْبِكَ.  
ترجمہ: نور جبکہ تو اے سائلبِ طریقت پاسِ انفاس کا راوہ کرے تو  
اپنی سانسوں پر اس طرح واقف اور بیدار ہو کہ جب تیری سانس باہر آنے  
لگے تو اُس کے نکلنے کے ساتھ کا اِلَہَ کہا کرو کہ اُس کا مطلب یہ ہے  
کہ گویا تم اللہ کے سوا ہر چیز کی محبت اپنے دل اور باطن سے نکالتے  
ہو اور جب سانس اندر کی طرف آنے لگے تو اُس کے داخل ہونے کے  
ساتھ اپنے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کی محبت داخل کرتے ہو اور اِسکو  
مضبوط سے مضبوط تر بٹالتے ہو۔

یہ ہے حضرت شاہ صاحبؒ کے الفاظِ گرامیہ میں پاسِ انفاس کا ماحصل  
اور لُبِّ بَابِ ۔

وَرَزَّحَ مَآءُ الْقَدْرِ دَارُكَ زَاغَا زِعِشَاءُ بِتَا زَمَانِ صُبْحِ اَوْ زَكْرَشِ بَكِيمِ وَرَشَارَتِ

شَانُهُ فِي حَبْسِ نَفْسٍ مَدُ عِشَاءِ اِلٰلٰهِي اَل  
فَجْرِي فِي نَفْسِي وَجِيدٍ لَا يَزَالُ ذَاكِرًا

ترجمہ: پیرِ طریقت واقفِ اسرارِ شریعت جسِ نفسِ یعنی سانس روکنے میں

لہ ولم یعب الشیخ رحمہ اللہ پاسِ انفاس وچار ضرب لآن ہذہ الاصطلاحات  
اخترعها المشائخ الناداة الصوفیة فی لسانہم الملکی والوطنی فاتبعنا طریقہ  
فی الترجمة فی ابیاتنا رحمہ اللہ تعالیٰ



اتنا کمال اور تجربہ رکھتے ہیں کہ عشاء کے شروع سے صبح تک ایک ہی سانس میں ذکر و فکر اور یادِ الہی میں سرگرم عمل رہتے ہیں۔

خلاصہ شعر، حضرت ناظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت محبوبی العالم قدس سرہ جس نفس، سانس روکنے میں اس قدر کمال اور دستگاہ رکھتے ہیں کہ عشاء کے وقت سے صبح کے وقت تک ایک ہی سانس میں ذکرِ الہی میں رہتے ہیں۔

ایک سانس میں یادِ خدا کرنے سے سالک راہِ طریقت کو بہت فائدہ ہوتا ہے کہ باطن کی گرمی، ارادہ میں پختگی، عشقِ الہی میں کمال حاصل ہوتا ہے اور وساوس سے نجات و خلاصی مل جاتی ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ قول الجلیل میں جس نفس کے فوائد اسی طرح لکھتے ہیں۔ حضرت موصوف رحمہ اللہ کی عبارت ملاحظہ ہو :-

قَالُوا لِحَبْسِ النَّفْسِ خَاصِيَّةٌ عَجِيْبَةٌ فِي تَسْوِيْنِ الْبَاطِنِ وَ  
جَمْعِ الْعَزِيْمَةِ وَهِيْجَانِ الْعِشْقِ وَقَطْعِ اِحَادِيْثِ النَّفْسِ وَتِيْدَتِجُ  
فِي الْحَبْسِ لِثَلَاثٍ اَشْخَالٍ عَلَيْهِ وَالْمُرَادُ بِالْحَبْسِ غَيْرَ الْمَقْرُوْبِ فَبَيِّنْهُ وَ  
بَيِّنْ مَا يَامُرُ بِهِ الْجَوْكِيَّةُ بَوْنُ بَاوْنُ -

ترجمہ: جس نفس، سانس روکنے کی عجیب و غریب خاصیت ہے کہ باطن کے گردینے، دل جمعیت، عشقِ الہی اُبھارنے، وساوس نفس قطع اور دور کرنے میں بہت بڑا دخل اور عجیب و غریب تاثیر ہے، البتہ سالک راہِ طریقت کو چاہیے کہ تدریجی اور آہستہ آہستہ جس نفس کی مشق کرے تاکہ اُس پر گران اور بھاری نہ ہو جائے اور اس کو نکلنے کی بیماری پیدا نہ ہو جائے اور یہ امر بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ سانس بند کرنا اسی وقت تک محمود اور زیبا ہے جب تک وہ درجہ افراط اور حصر نفس کی حد تک نہ پہنچ جائے۔ پس مشائخ نقشبندیہ جس جس نفس کے قابل ہیں اور

جوگی سادھو لوگ جس حصر نفس کے مجوز ہیں ان دونوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے کیونکہ جوگیوں کا مجوزہ حصر نفس افراط سے خالی نہیں اور ظاہر ہے کہ شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی عمل میں افراط و تفریط کی قائل نہیں اور افراط و تفریط کی بحث آپ میری شرح بصیرۃ السلوک حصہ سوم میں تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ پس خدا کی پناہ کہ مشائخِ طریقت اور جوگی جس نفس میں ہم آہنگ اور متشاکل ہو جائیں ۛ

انچہ دے شد خورہ نالائق بذکران سو ختم ۛ ایں خطا ازوے بمن در قریہ بینر شد است

نَحْنُ أَحْرَقْنَا بِذِكْرِ مَا أَكَلْنَا شُبَهَةً  
أَمْسٍ فِي قَرْيَةٍ بَيْنَ هَكَذَا إِلَى أَظْهَرَا

ترجمہ: حضرت خاکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ کل رات جو مشتبہ غذا ہم نے بینر کے گاؤں میں کھائی تھی میں نے اُس کو ذکر و فکر کی گرمی اور سوز و گداز کی تیزی سے جلا دیا اس لئے اس غذا سے مجھے کوئی نقصان اور تکلیف نہیں ہوئی۔

خلاصہ شعور: بینر، بوتیار کا مخفف ہے۔ ضلع بارہ مولہ کا تاریخی گاؤں ہے۔ ایک دن آنجنابؐ اپنے مریدوں کے ہمراہ اسی بوتیار کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو راستہ میں قصبہ بارہ مولہ کی ایک سرائے میں قیام فرمایا وہاں داروغہ نے اس بات کی منت سماجت کی کہ اُسکی دعوت قبول کیجائے آنجنابؐ نے اس شرط پر اُسکی دعوت قبول فرمائی کہ اس میں کسی قسم کی مشتبہ اور شک آور چیز استعمال نہ کی جائے یعنی دعوت اور کھانے پینے میں کوئی بات خلافِ شرع نہ ہو۔ مگر ہوا یہ کہ داعی نے دعوت میں اتنی احتیاط نہ

کی جتنی احتیاط حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ کے خاطرِ خاطر کو ملحوظ اور مرغوب تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دعوت کا کھانا کھلتے ہی سب حضرات کی طبیعتوں میں گرانی اور اعضاءِ بدنی میں سُستی پائی گئی پھر آنجناب نے دوسری دفعہ اس کی اصرار کے باوجود کھانا نہیں کھایا اور رفتہ رفتہ بونیار پہنچے وہاں کے میزبان نے چند حلالِ طیب کی روٹیاں پیش خدمت ہمایوں کیں جو آپ نے اور آنجناب کے رفقاء کرام نے تناول کیں۔ حضرت خاکی رحمہ اللہ نے ثقل و گرانی کے سبب کچھ تناول نہ فرمایا تو اس پر حضرت محبوب العالم نے اُن کی گرانی طبیعت اور مزاج کی سُستی کی اصلی وجہ اس طرح بیان کی کہ داروغہ بارہمولہ کی دعوت ماں مُشتبہ سے تھی جس نے اُن میں ثقل و گرانی پیدا کی اور فرمایا مجھ پر اس کا اثر اس لئے نہیں ہوا کہ میں نے رات بھر بیدار رہ کر ذکرِ الہی کے جوش و خروش اور اسکی معنوی گرمی و تیزی سے اس غذا کو جلایا اس لئے اس کی تکلیف سے محفوظ رہا۔ اس کے برخلاف تم لوگوں نے وہ دعوت کھا کر اس قدر قوت و طاقت سے عبادت نہیں کی اس لئے آپ پر اثر غالب آیا اور پھر فرمایا کہ خاکی صاحب! آئیے ہمارے ساتھ یہ روٹیاں تناول کیجئے تو تمام سُستی اور گرانی دور ہو جائے گی کیونکہ یہ حلالِ طیب ہیں۔ حضرت خاکی فرماتے ہیں کہ وہ روٹیاں کھاتے ہی میری سُستی اور طبعی کلفت دور ہوئی۔ لہذا اس شعر میں اسی تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس لئے اس میں صنعتِ تلمیح ہے۔ اس لئے علماء نے فرمایا کہ غلٹے حلال سے نفس میں نور اور دل کو سرور پیدا ہوتا ہے جیسا کہ حرام اور مُشتبہات سے نفس میں ظلمت و تاریکی اور قلب میں قساوت پیدا ہوتی ہے۔

خاصیت دیدہ ہم از ذکر بسیارِ ذکر باز اندر ذکرِ جہری حال او اجہر شد است

وَكَذَلِكَ اِثَارَ ذِكْرِ مِنْ كَثِيرٍ شَاهِدًا  
شَمَّ اَضْحَىٰ حَالُهُ فِي ذِكْرِ جَهْرًا جَهْرًا

ترجمہ: اور اسی طرح آپ نے بہت سے ذکروں اور اولاد کے آثار و خواص بھی مشاہدہ فرمائے ہیں۔ پھر خصوصیت کے ساتھ ذکرِ جہری کے ساتھ آنجناب کا شغف و مشغلہ رہا ہے۔

خلاصہ شعر: حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ نے ذکرِ خفی کے خواص و لوازم اور آثار مرتبہ مشاہدہ فرمائے ہیں پھر آپ کا حال اور مشاہدہ ذکرِ جہری کے ساتھ نمایاں درجہ پر رہا۔

مطلب یہ ہے کہ آپ بہت سے مکتبِ خیال صوفیہ حضرات کے طرز پر ذکرِ خفی یا مطلق ذکر فرماتے تھے اور آخر الامر تک اپنے سلسلہ کے مرشدین کا ملین کے نقش قدم پر چل کر ذکرِ جہری کے خوگر اور عادی ہوئے کیونکہ ذکرِ جہری کے ساتھ طبیعت گرماتی اور سستی جاتی رہتی ہے اور سوز و گداز اور حضور قلبی پیدا ہو جاتا ہے اور دوسرے لوگ بھی ذکر کے ذکرِ جہری سے لطف اندوز اور بہرہ ور ہوتے ہیں اسی بنا پر ذکرِ جہری کی فضیلت میں اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے: لَا يَجِبُ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ الخ کہ اللہ تعالیٰ بری اور ناپسند باتوں کا پکارنا اور علانیہ کہنا پسند نہیں کرتا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ وہ پاک باتوں اور مقدس ذکروں کو جہراً پڑھنا پسند فرماتا ہے بشرطیکہ جہر افراط کے درجہ تک نہ پہنچے اور پھر غفلت کے زمانہ میں کلمات اللہ کوئی اونچی آواز سے پڑھے تو غنیمت جانا چاہیے باقی جو از کارِ جہر اثبات ہیں وہ ہر صورت میں جہراً پڑھنا مستحب ہیں اور جو کلمات سراً اور پست آواز سے پڑھے مناسبت ہیں وہاں پر انخفاء اور اسرارِ زیادہ موجبِ اجر و ثواب ہیں۔ طرفین کی دلیلیں مطولات میں مذکور ہیں۔

سَالِ عُمْرُشْ بَدَنَهُ خِذَا لِي اَزْ دَرِّ عِشْقٍ بِمُوشِ كَا فُورِي دُرِّ دَنْدَانِشْ بِرِيں بَرَشْدَا

لَيْسَ عُمُرُهُ طَوِيلًا بَيَدَ اَنْ مِنْ حَرِّ عِشْقٍ  
شَعْرُهُ اَبْيَضٌ وَاَصْحَى عِقْدُ دُرِّهِ هَا اِنْرَا

ترجمہ: آنجناب کی عمر مبارک بظاہر اتنی زیادہ لمبی اور زیادہ نہیں ہے۔ مگر سوزِ عشق اور محبتِ الہی کی گرمی سے آپ کے دندانِ مبارک کی خوشنما لڑی اپنی جگہ سے بالکل باہر آئی ہے یعنی آپ کے دندانِ مبارک نکل آئے ہیں۔

خلاصہ شعر:- حضرت خاکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر چند حضرت پیرِ روشن ضمیر قدس سرہ کی عمر مبارک بہت زیادہ نہیں ہے مگر پھر بھی عشقِ حقیقی اور ربانی محبت کی وجہ سے آپ کے موی مبارک سفید ہوئے ہیں اور موی نما ابدار دانتوں کی لڑی دہان مبارک سے باہر نکل آئی ہے کیونکہ عام طور و اڑھی شدتِ غم اور دانت سوزش گرمی سے جلدی متاثر ہو جاتے ہیں جیسا کہ آں صوفی صافی اور وافر البرکات نے حضرت خاکی سے اپنے متعلق فرمایا کہ میری عمر چالیس چاس کے درمیان ہے اسی عمر میں میرے بال سفید ہوئے اور میرے دانت گر گئے۔ یہ سب درِ عشق اور کثرتِ فکرِ آخرت کا نتیجہ ہے اور یَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا اَلْسَاءُ مَنْقَطِرًا كَانَ وَعَدَاكَ مَفْعُولًا اور حدیثِ شَيْبَتِنِي هُوْدُ وَالْمُرْسَلَاتُ عُرْفًا وَعَمَّ يَتَسَاءُ لُونِ اور اَللّٰهُمَّ اِنِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اِمْرَاةٍ تُشَيِّبُنِي قَبْلَ الْمَشِيْبِ سے یہ مضمون ثابت ہے۔

گوید اکثر سوختم از کثرتِ داغِ درونِ پے سینہ ام گویا پر ز آتش کی مجر شدرت

قَابِلًا اِنِّي اَحْتَرَقْتُ بِوَقُورِ حَرِّ عِشْقٍ  
وَكَانَ كَلْكَلِي اَصْحَى بِنَارِ مِجْمَرَا

ترجمہ: آں حقائق آگاہ اکثر فرمایا کرتے تھے داغِ عشق اور سوزِ نہانی سے



جل گیا ہوں اور مجھے ایسا دکھانی دیتا ہے کہ میرا سینہ آگ کی انگلی بن گیا ہے۔  
 التحقیق: ہجر بر وزن مفعول اسکی جمع مجامیر آتی ہے۔ انگلی کو کہتے  
 ہیں کلکل، سینہ جمع کلاکل۔ کلکال، سینہ، نسلی کی ہڈیوں کا درمیانی حصہ  
 مجمرانجہ ہے اضمحی کی اور پھر پورا جملہ کائن کی خبر محل رفع میں ہے۔  
 خلاصہ شعر: اس شعر میں اس کیفیت عشق کو بیان کرنا مقصود ہے جو آپ انس  
 بھری آہو نما چشمان مبارکہ سے اپنی حالت کا اظہار فرماتے تھے اور گاہے اس حالت  
 میں یہ شعر بھی پڑھتے جاتے تھے۔

سو ختم چنداں کہ بر من نیست دگیر جای داغ  
 بعد ازین خواہم نہادان داغ بر بالائے داغ

آری آری سینہ اش پر آتش عشقت از رنگ آں روی مبارک بچو خاکستری شد آ

نعم ای والله صدک امتلی من حر عشق  
 ولذا امد وجهه المنیر ظاہراً

ترجمہ: ہاں ہاں آپ کا سینہ پر گنجینہ عشق الہی کی آگ سے بھرا ہوا ہے اسلئے  
 آپ کے روی اقدس کا رنگ ظاہری طور پر خاکستری دکھانی دیتا ہے۔

التحقیق: قالوا امد الشیء: خاکستری رنگ کا ہونا۔ امد  
 العین: آنکھ دکھنا۔ امد فلان: شتر مرغ کی طرح ہونا۔ امد  
 آشوب چشم، آنکھ کا دکھنا۔ ہر وہ چیز جو آنکھ کے لئے تکلیف دہ ہو۔ التاماد۔ راکھ  
 التامادہ: بلاکت۔ التامادہ: تموری سی چیز۔

خلاصہ شعر: آپ عشق الہی میں کامل طور پر سرشار ہیں لہذا الظاہر عنوان  
 الباطن کے طور پر باطن کا اثر آپ کے ظاہر پر پڑا ہے جسکی وجہ سے اچھا روی مبارک  
 خاکستری رنگ کا دکھانی دیتا ہے۔ ولنعیم ما قیل۔

عاشقاں راسہ نشان است لے سپر ۛ روی زرد و آہ سرد و چشم تر

دوسرے پاکبانے فرمایا ہے

گر گئے پرسد کہہ سہ چیزے دیگر ۛ حسرت و جان کنن ست و در دوسر  
احیاء علوم الدین میں امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں محبت اور عشق الہی کی آگ  
بہت بڑی ہے اور عاشقوں کا دل آتش کدہ ہوتا ہے اور عاشق صادق ہمیشہ  
بے قرار رہتا ہے۔

میر سید احمد کرمان کہ اہل کشف بود پر عشق و درد و سوز اور اید و حیرت شد

شیخ کرمان الذی من اهل کشف حینما  
عشقہ و کربہ شاہداً اضحیٰ اَحْیَا

ترجمہ : حضرت میر سید احمد کرمانی رحمہ اللہ جو اپنے زمانہ میں مشہور  
اہل کشف میں سے تھے جب آپ نے حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ کا  
عشق و درد اور سوز و گداز دیکھا تو آپ بہت حیران ہوئے کہ اس ملک  
میں بھی ایسے اہل حال اور عشق الہی کے سرفروش و دلدادہ ہیں کہ جن  
کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

خلاصہ شعر :-

حضرت میر سید احمد کرمانی مشہور اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ آپ نے  
حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ کو جب چشم عبرت بین سے دیکھا تو حیران  
ہوئے اور پھر شفقت و خیر خواہی کے طور پر آپ سے فرمایا کہ آپ کا دل  
مبارک عشق الہی اور سوز و گداز سے بھرا ہوا ہے اور پھر آپ نے تنہائی  
اور خلوت نشینی اختیار کر رکھی ہے جس سے اور زیادہ آپ کو تکلیف ہوگی  
لہذا آپ جنگلوں اور میدانوں میں پھرا کریں اور لمبی لمبی سانس لیا کریں تاکہ  
آپ کے قلب و دماغ کو قوت و فرحت پہنچے اور آپ بار عشق کے  
متحمل ہو سکیں گے چنانچہ حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ نے اس نصیحت  
پر عمل فرمایا اور اسی سواری فرماتے تھے اور سیر و سیاحت بھی کرتے تھے  
تاکہ عشق الہی کا بوجھ کچھ ہلکا سا ہو جائے کیونکہ عشق الہی کا متحمل  
ہونا معمولی بات نہیں ہے اس کے شیدا ہی اس کی قدر جانتے ہیں۔ وہ

کہتے ہیں : ذرۃ دردم وہ اے دربان من  
زانکہ بے دردت بمر و جان من

اے میرے طبیب اپنے عشق و مستی میں سے مجھے ایک ذرہ سے بہرہ مند کر لے  
کیونکہ تیرے عشق و معرفت کے بغیر میری جان مُردہ اور بے اعتبار ہے۔

بعض حضرات نے عشق و درد میں فرق کر کے فرمایا :

قدسیاں را عشق و درد و سوز نیست بہ درد را جز آدمی در خورد نیست  
کہ فرشتوں کو نہ عشق ہے نہ گداز۔ گداز کے لائق صرف حضرت انسان ہے۔  
التحقیق :

قوله اهل کشف : اس سے مراد وہ اربابِ حال ہیں جو دوسرے  
لوگوں کے اندرونی حالات پر اپنے قلبی معرفت اور روشن ضمیری کے سبب  
آگاہ ہونے پر طاقت رکھتے ہیں۔

عربی زبان میں کشف مصدر باب ضروب سے مستعمل ہے چنانچہ کشف  
کشفاً و کاشفةً۔ الشیء عن الشیء۔ ظاہر کرنے اور  
کھولنے کے معنی میں آتا ہے۔ اسی طرح علماء عروض کے نزدیک کشف  
کسی لفظ سے ساتویں متحرک کو گرا دینے کا نام ہے۔

الاكتشافات : وہی تحقیقات جو امور طبعیہ صناعیہ میں ظاہر ہوں۔  
عشق عربی زبان کا لفظ ہے۔ عَشِقَ، عَشِقَهُ، عَشِقُوا وَعَشِقُوا  
بہت محبت کرنا، محبت میں حد سے بڑھ جانا۔ صیغہ بصفت عاشق۔ اس کی  
جمع عَشَاق آتی ہے۔ مؤنث کے لئے صیغہ بصفت عاشقہ جمع عَوَاشِق  
آتی ہے۔ عَشِقَ بالشیء کسی چیز سے چمٹنا۔ الْعَشَقَةُ عشق پہچان۔  
پیلو کو کہتے ہیں۔ اُس کی جمع عَشَاق آتی ہے۔

چونکہ عشق میں افراط و تفریط اور کمی و زیادتی پائی جاتی ہے اسلئے  
قرآن مجید نے اس لفظ کو خاسانِ الہی کے ساتھ پیوست نہیں کیا بلکہ ایسی جگہ  
و اذین، اموا شد، حباً لله، جیسے کلمات استعمال فرمائے۔

قوله كُوب كُوب رنج وغم ہونا۔ الكُوب اس کی جمع كُوبٌ اور الكُوبَةُ (رنج وغم) اس کی جمع كُوبٌ آتی ہے۔ الكُوبُوبِیون و الكُوبِیةُ فرشتوں کے سردار، مقرب فرشتے۔ كُوبٌ بصیغہ فعل ماضی فعل مقارب بھی ہے جیسے كُوبٌ یفعلُ وہ کرنے لگا۔ والیباقی اظہر من ان یدنکر

چون شوقِ حق کشد آہِ جگر سوزِ زرد رو چہ چشمِ اہل کشف را مشہود از آن انگر شد است

وَقَتْمًا مِنْ عَشْقٍ حَقِّ آهٍ مَحْرِقِ يَوْمَةٍ  
أَهْلُ كَشْفٍ يَشْهَدُونَ مِنْهُ شَيْئًا أَجْمَلًا

ترجمہ: جب آپ (حضرت محبوب العالم) اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت میں اپنے قلب مبارک سے آہِ جگر سوز نکالتے ہیں تو اہل کشف اور اربابِ شہود اس سے تیز انکارہ مشاہدہ کرتے ہیں۔

خلاصہً شعر یہ ہے کہ آپؐ عشقِ الہی میں ڈوبے ہوئے اور مستغرق تھے حتیٰ کہ جب آنجناب آہ بھرتے تھے تو اہل کشف کو اُس سے انکارہ نظر آتا تھا۔ یہ آپؐ کے کمالِ درد و کرب، سوز و گداز اور محبوبِ حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی محبت میں سرشار ہونے کی دلیل ہے۔

اس شعر میں صنعتِ تلمیح ہے کہ آپؐ کے مشہور واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ ایک دن آپؐ کے مرید یا تخصیصِ مخدوم علی صوفی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب آنجناب سوز و گداز سے بھرا ہوا آہ نکالتے ہیں تو مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ گویا آپؐ کے دہان مبارک سے چنگاریوں کا ایک بھاپ نکلتا ہے۔ حضرت خاکیؒ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا کہ تم درست کہتے ہو کیونکہ بعض اوقات آپؐ فرماتے ہیں "سو ختم" میں نارِ عشق سے جل گیا ہوں۔ اور کبھی



فرماتے ہیں کہ جگرم می سوزد“ میرا جگر جل رہا ہے، اور آپ کی یہ حالت اہل کشف اور اصحابِ معارف پر ہی منکشف ہو جاتی ہے۔

یہ عشق و محبت الہی اور حقیقی دوستی و ولایت کی آخری نشانی ہے جس سے بہت کم لوگ بہرہ مند ہوتے ہیں۔

حضرت عطار رحمہ اللہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعریف میں فرماتے

ہیں۔

سرفرو بردی ہمہ شب تا روز ۛ نیم شب ہوئے برآمدی بسوز  
کہ آپ پوری رات مراقبہ اور ذکر و فکر میں رہتے تھے اور آدھی رات میں  
ایسی آہ نکالتے تھے جو درد و عشق سے بھری ہوئی ہوتی تھی۔ آگے فرماتے  
ہیں کہ اُس آہ کی خوشبو اور معنوی اثر اس قوت کا تھا کہ چین جیسے اقصائی  
عالم تک اس کی دہک۔ اور بو پہنچ جاتی تھی جس سے چین گوئے سبقت  
لے گیا جس پر یہ ثبوت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحصیلِ علم کے  
لئے چین جانے کا حکم فرمایا جیسا کہ کہتے ہیں۔

زیر سبب گفت آفتاب شرع و دین ۛ علم باید حُبت از نیجا تا بہ چین  
کہ چین کی مذکورہ خوبی کی بنا پر آپ نے وہاں علم ڈھونڈنے کا حکم فرمایا۔  
اس شعر میں حُسنِ تعلیل ہے اور حضراتِ محدثین اس حُسنِ تعلیل کو کس حد تک  
قبول کریں گے تو وہ اہلِ علم پر پوشیدہ نہیں مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ  
کے مذکورہ واقعہ سے انکار کرنے کی کسی صاحبِ کوہمت اور خیرات نہیں  
ہو سکتی کہ بخاری شریف میں اس کی طرف اشارات و تصریحات ملتے ہیں۔

حضرت خاکیؒ اور دوسرے علماء اسلام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ  
کے اس آہِ جگر سوز کا واقعہ اس طرح لکھتے ہیں۔

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت  
فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپؓ کی بیوہ سے نکاح کیا۔ جب رات کو

آپ اُن کے کمرہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ پناہ بخدا  
 کہ میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بستر پر لیٹ جاؤں اور  
 میرا مدعا اس نکاح سے عیش پرستی اور مہبستری نہیں ہے بلکہ میں اس نکاح  
 کے ذریعہ آپ سے صرف یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ امیر المؤمنین صدیق  
 اکبر رضی اللہ عنہ شبانہ کیا عمل کرتے تھے کیونکہ یہ وہ لازم ہے جس کا علم آپ کے  
 سوا کسی کو نہیں ہو سکتا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی اس بیوہ نے فرمایا کہ آپ رات  
 کو زیادہ نمازیں نہیں پڑھتے تھے بلکہ ذکر و فکر میں رہتے تھے اور آدھی  
 رات ایک ایسی آہ نکالتے تھے کہ جس سے بچھنے ہوئے گوشت کی بو آتی  
 تھی۔ یہ بے عشق کی حقیقت کہ جس کے دل میں یہ پیوست ہو جائے تو اس کو  
 عشق پیمان کی طرح لپٹ کر زرد اور خشک بنا دیتا ہے۔ یہی مطلب  
 ہے اس شعر کا۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو  
 ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروباں  
 یہ مقام بہت کم حضرات کو نصیب ہوتا ہے۔ ہذا عطرُ ما فی الشرح  
 التحقیق :-

يُوهُ ، قَالَ فِي الْمَنجِدِ آهَ يُوهُ أَوْهًا وَاقَةً وَتَأَوُّةَ . آه  
 نکانا ، درد مند ہونا۔ آلاؤاۃ ؛ بہت آہیں بھرنے والا۔ اس مقام پر  
 يُوهُ فعل مضارع کا آخری حرف "ہ" کو ضرورت شعری اور رعایت  
 وزن کی وجہ سے ساکن کیا گیا۔ وهو مما یجوز، فی الشعر كما صرح به فی  
 مقامہ۔ وفي القرآن ان ابراهيم لاقوا حليمة۔

قوله، اَجْمَرَ بِعَنِّيْزِ چلنے کے آتا ہے۔ اَجْمَرَ بَيْنَ يَدَيْهِ وہ اس  
 کے ساتھ تیز چلا۔ الثوب۔ کپڑے کو دھونی دی۔ النَّاسَ۔ آگ تیار کی۔

یہی آخری معنی اس جگہ مراد ہے اور شیئاً اس کا مفعول مقدم ہے۔ الْجَمْرَةُ  
جَمْرٌ کا واحد ہے۔ اَنگارہ کو کہتے ہیں اور اَجْمَرًا کے آخر میں الف  
اشبائی ہے۔

از گلستان ہائے شوق و عشق او گل ہائے وصل  
برو میداز نو بہارِ فضل چون اخضر شد است  
مِنْ رِيَاضِ عَشِقِهِ اَزْهَارُ وَصَلٍ اِنْبَتَتْ  
شَمَّ مِنْ فَضْلِ الرَّبِّيعِ صَارِحِدًا اَخْضَرًا

ترجمہ، آپ کے عشق اور محبتِ الہی کے باغ سے قرب و وصل کے پھول اُگ گئے  
پھر وہ موسمِ نو بہار کی ہر بانی یعنی ربانی فضل و عنایت سے بہت زیادہ  
سرسبز و شاداب ہوئے۔

خلاصہ شعر: واضح ہے کہ فضل سے اللہ تعالیٰ کی ہر بانی اور عنایت مراد  
ہے اور ربیع سے مجازاً ذاتِ باری تعالیٰ۔ اس قسم کی نسبت کو عام طور پر  
مجازی نسبت کہا جاتا ہے اس لئے ہم نے جو ترجمہ کیا ہے وہ اسی اصل پر  
موقوف ہے۔ اور پھر معلوم ہونا چاہیے کہ بندگانِ الہی کو جو اس کا قرب اور  
مقاماتِ علیہ تعالیٰ ہوتے ہیں اس کے متعدد اسباب ہوتے ہیں۔ ایک سبب  
تو طالبانہ ہوتا ہے کہ بندہ طالب بن کر رضایِ الہی کے حصول کے لئے کوشش  
کرے۔ دوسرا سبب مطلوبانہ ہوتا ہے کہ بندہ دربارِ الہی میں مطلوب و محبوب  
مقصود ہوتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت کلیمؑ اور حضرت حبیب اللہؑ کے  
معراج میں فرق ہے کہ اولُ الذکر طالب تھے اور ثانیُ الذکر صلی اللہ علیہ وسلم مطلوب  
مغض تھے۔ ظاہر ہے کہ طالب و مطلوب میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔

پس شعر کا حاصل یہ ہے کہ حضرت محبوبِ العالمِ رحمہ اللہ شروع میں بظاہر

طالب کا درجہ رکھتے تھے لہذا تصفیہ اور تزکیہ باطن میں پوری جدوجہد کی۔ یہاں تک کہ آپ کی ریاضت تے وصل و قرب کے گل کھلائے اور رفتہ رفتہ اتنے مقبول ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و عنایت نے آپ کا استقبال کیا اور خود رہنمائی فرمائی اور وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کا مقام پُر کرامت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ یہ ہے شرح کا خلاصہ۔

اسی سلسلہ میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اس راہ میں فضل والے یعنی ہم راہ حق میں مطلوب ہیں کہ ہم کو فضل و عنایت الہی کے دروازے سے داخل کیا گیا لہذا ہماری ابتدا و انتہا یکساں ہے اور فرماتے ہیں دو سر عرفا کی انتہا ہماری ابتدائی منزل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کا صحیح مطلب وہی ہے جو ہم تے اوپر عرض کیا اور مطلوب مقصود ہونا اور وصل یار سے سرفراز ہونا کوئی معمولی سعادت نہیں جیسا کہ کہا گیا ہے۔

گنجے است وصل دورت جہانے است مہمظر پڑایں کار دولت است کنوں تا کرارےد  
محبوب حقیقی سے ہمکنار ہونا اور اس کے وصل سے بہرہ مند ہونا ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ دنیا اس کے لئے انتظار میں ہے۔ یہ از خود ملتا نہیں بلکہ ربانی فضل و عنایت ہی سے نصیب ہوتا ہے۔

بہر حال متبن کے شعر سے حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ کے روحانی مدارج اور منازل سمجھ میں آتے ہیں کہ ظاہری طور پر شروع میں طالب، مرتاض اور مجاہد تھے آخر الامر مطلوب، مقصود اور محبوبیت کے درجہ پر پہنچ گئے اس لئے آپ کو محبوب العالم رحمہ اللہ کہا جاتا ہے۔

### التحقیق :-

قوله اَنْبَتَتْ : یہ صیغہ واحد مؤنث فعل باضی مثبت معروف از باب افعال ہے۔ یہ لازم اور متعدی دونوں آتا ہے جیسا کہ المنجد میں لکھا ہے۔ اَنْبَتَتْ

المكان جگہ نے سبزہ اُگایا۔ البقل سبزی نے اُگایا یا اُگ گئی۔ اور اسی طرح مصباح اللغات میں انبت البقل سبزی کا اُگنا۔ الغلام لڑکے کا جوان ہونا بکھ ہے۔ نباتی ماہر علم نباتات کو کہتے ہیں۔ النبیات بہت روئیدگی والی زمین۔ قرآن کریم میں انبات بالعموم متعدی ہی لایا گیا ہے جیسا کہ حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق فرماتے ہیں فتقبلہا ربہا بقبول حسن وانبتہا نباتا حسنا۔

قوله الفضل مصدر بمعنى احسان۔ زیادتی۔ بقیہ۔ کہا جاتا ہے فلان لا یملك درهما فضلا عن دينار۔ فلان درہم کا مالک نہیں ہے چہ جائیکہ دینار کا۔ گویا یوں کہا گیا کہ لا یملك درهما فكيف یملك ديناراً یعنی وہ درہم کا مالک نہیں تو دینار کا مالک کیسے ہو سکتا ہے اور کہا جاتا ہے فی بداه فضل الزمام اس کے ہاتھ میں لگام کا کنارہ ہے۔ اُس کی جمع فضول آتی ہے۔ الفضول حاجت سے زاید مال۔ فضول البدن جو طبعی طور پر بدن کے منافذ سے نکلیں۔ جیسے پسینہ، تھوک (درفتاح)

ہو سکتا ہے کہ شعر میں بجائے فضل فصل ہو اور اضافت مقلوبی ہے کہ از فصل نو بہار اور فصل سال کے چار موسموں میں سے ایک موسم پر بولا جاتا ہے وہ چار موسم یہ ہیں: بہار، گرمی، خریف، سردی۔ عام طور پر لفظ بہار عرب کی تقلید میں فارسی ولے چیزوں کی عمدگی کا سبب موسم بہار قرار دیتے تھے مجازاً۔ یعنی موسم بہار ہی کو مجازاً فاعل قرار دیتے تھے جیسے انبت الربیع البقل موسم بہار نے سبزی کو اُگایا۔

ويمكن ان يكون انبتت في شعرنا متعدياً ومفعول محذوف  
ای انبتت ما انبتت۔ فیه من المبالغة ما لا یخفى علی من له ذوق  
سلیم وطبع مستقیم۔ وقد فرغنا من تحقیق بقیة الکلمات من قبل۔  
والانها جمع زهرة كما في قوله ۛ



وَلَنْ يَفْقُوتَ الْغِنَى مِنْهُ يَدًا تَوَبَّتْ  
إِنَّ الْحَيَايَةَ الْأَنْهَاءَ فِي الْأَكْم

ہم تجلیات ذاتی و صفاتی خدا : حاصلش از رافت و برزوف برداشت  
مِن تَجَلِيَاتِ ذَاتِي وَنَعْوَتِ رَأَيْنَا  
نَالَ رَافَةً وَبَرًّا وَرُفًا مَنْظَرًا

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کی تجلیات ذاتیہ و صفاتیہ کا ظہور اور پر تو آنجناب یعنی  
محبوب العالم کی ذات مقدسہ اور قلب مبارک پر اس انداز سے پڑا کہ آپ سر ایا  
اور مجسمہ منظر الہی بن کر رافت و رحمت نیکو کار و مہربان عامہ خلایق کے لئے  
بن گئے ہیں۔

خلاصہ شعر : اللہ تعالیٰ کبھی کبھی اپنے نیک بندوں پر اپنی ذات مبارکہ کا پر تو  
ڈالتا ہے اور کبھی اپنی صفات کا اور کبھی اپنی ذات اور صفات دونوں کے پر تو  
اور تجلی سے ان کو سرفراز فرماتا ہے۔

تجلی ذات سے یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اسماء اور صفات دکھائے بغیر  
مِنْ حَيْثُ هُوَ هُوَ اپنا پر تو کسی پر ڈالے۔ یہ وہ پر تو اور تجلی ہے جس کی کمیت  
و کیفیت اور حد و تفصیل کے بیان سے قلم قاصر اور عاجز ہے۔

تجلی صفات سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفاتوں میں سے کسی ایک  
صفت یا متعدد اوقات میں متعدد اور متنوع مظاہر سے کسی بندہ کو سرفراز فرمائے۔  
پھر تجلی ذات اور تجلی صفات کے علاوہ علاوہ خواص اور آثار مترتب  
ہوتے ہیں۔ تجلی ذات وحدت محض کے درجہ میں ہوتی ہے اور تجلی صفات خالص  
وحدت کے درجہ میں نہیں ہوتی۔ اللہ زیادہ کرو تو تجلی ذاتی حاصل  
ہونے کی امید رکھئے اور یَا رَحْمٰنُ، یَا قَوَّابُ، یَا قَهَّارُ کا زیادہ ورد

کیجئے تو اسی قسم کی تجلی صفات کے امیدوار رہئے۔ یہ راز اور اُسکی حقیقت اُن لوگوں پر زیادہ عیان ہے جو اسمِ اقدس کے ورد و وظائف سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔ وہ تجلیات جو سالکین اور طالبین راہِ ہدایت پر پڑتی ہیں تین قسم پر ہیں۔

(۱) تجلیاتِ صَویری : یہ تمام مخلوقات پر یکساں پڑتی ہیں۔

(۲) تجلیاتِ ذوقی : یہ علوم و ذوق و عرفان سے حاصل ہوتی ہیں۔

(۳) ایک خصوصی تجلی جو سالک کو انتہائی سلوک پر منکشف ہوتی ہے۔

اصل میں اسمِ حسنیٰ میں سے ہر ایک اسم و صفت کی خاصیت جداگانہ ہے اور جو شخص جس اسم اور جس صفت کو زیادہ اپنے دل میں منقش کرے اسی قسم کا اثر اس کے دل پر پڑتا ہے۔ یہ مستقل بحث ہے جس کو گیارہ اولیاء نے تفصیل سے لکھا ہے۔

تجلی صفاتی کی طرف حدیثِ سائیتِ مابقی فی احسنِ صوفیہ ذکر میں نے

اپنے پروردگار کو سب سے بہتر صورت میں دیکھا، اشارہ ہے مگر اُسکا مطلب سمجھنا اور ٹھیک طرح سمجھنا ہمارے امکان میں نہیں۔

تجلی ذوقی علوم اور ذوق و عرفان سے حاصل ہوتی ہے۔ صِرَاطِ

الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ الخ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

تجلی ذاتی آیتِ فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ الخ سے ثابت ہے۔ اس سے

بہت کم حضرات پورے طور پر فائز ہوتے ہیں۔ پھر اس میں درجات و منازل ہیں۔ بہر حال جب سالک تجلیاتِ الہیہ میں سے کسی تجلی سے بہرہ اندوز ہوتا ہے تو اس میں حضور، عاجزی، نیستی پیدا ہوتی ہے کیونکہ اُس کے سامنے

ربانی جلال و جمال و عظمت و کبریائی ملحوظ نظر ہوتی ہے۔ وہ دعاوی باللہ کذب و بہتان تراشی، ایذا رسانی، مخدومیت، آقا نیت سے نکل کر خالص عبدیت و بندگی اور استکانت و نیستی میں سب کچھ پالیتا ہے۔ جیسے

حدیث شریف میں آیا ہے اِذَا تَجَلَّى اللَّهُ بِشَيْءٍ خَضَعَ لَهُ كَرَجِبُ اللَّهِ  
تعالیٰ کسی چیز میں اپنی تجلی اور اپنا پر تو ڈالتا ہے تو پھر اس میں خضوع  
فرمان برداری اور تسلیم و رضا پیدا ہو جاتا ہے۔

شراح رحمہ اللہ نے اس مقام پر جو حقائق و معارف لکھے ہیں۔ ہمارا  
قلم ان کے بیان سے ٹھہرتھرتا ہے۔ ہم نے صرف چند ایک لفظوں میں  
شراح رحمہ اللہ کی تحقیق ایتنی کی طرف اشارہ کیا ہے اور پھر ہمارا وظیفہ  
شعر کی تشریح و تفصیل نہیں بلکہ ہمارا مقصد تو شعر کا ترجمہ عربی شعر میں کرنا  
ہے اور جو کچھ خلاصہ شعر میں ہم اپنے قلم کو جنبش دیتے ہیں وہ صرف طوراً  
لباب و تسمیماً لیا منتظرۃ اولوالالباب کے طور پر ہے۔

التحقیق :-

قوله تجلیات، تجلی کی جمع جس کے اصل معنی اچھی طرح ظاہر ہوتے  
کے ہے۔ کہا جاتا ہے تجلی الشیئ۔ اچھی طرح ظاہر ہوئی۔ المکان مکان  
پر چڑھا۔ الشیئ۔ گردن بلند کر کے دیکھا۔

چوں شود نار تجلیات و عشقش شد کش  
از مزاج و خندہ تسکین بخش آن از شد است  
وَقَمَّا حَرُّ التَّجَلِّي فِيهِ يُبْدِي شُعْلَهُ  
فَعَلَى النَّارِ بِبِسْمِ وَمِزَاجِ النَّارِ

ترجمہ، جب کہ آپ کے قلب مبارک پر تجلیات الہی کی آگ اور ربانی عشق و  
محبت شعلہ مارتی ہے تو اس وقت آپ اضطراب و بے قراری دور کرنے  
اور اپنے قلب مبارک کو سکون و راحت پہنچانے کے لئے خندہ پیشانی اور

ظرافتِ عالیہ سے مدد حاصل کر کے اُس آگ اور گرمیِ عشق پر قابو پالیتے ہیں۔  
خلاصہ شعر:

جب حضرت محبوب العالم پر تجلیاتِ ربانی کی گرمی اور خدائی محبت و عشق کی آگ شعلہ فگن اور پیر تو افزونہ ہوتی ہے تو اُس وقت یک گونہ آپ میں بے قراری و بے آرامی پائی جاتی ہے تو آپ یہ بے قراری دور کرنے اور تجلیاتِ الہی جذب کرنے کے لئے ظرافت و خوش طبعی اور مسکراہٹ و خندہ پیشانی سے کام لیتے ہیں کیونکہ احادیث میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹ و خندہ پیشانی یا ظرافتِ عالیہ اور خوش طبعی کے واقعات ملتے ہیں۔ اُن سے بھی عشق و محبتِ الہی پر غالب آنا مقصود تھا تو اسی سنتِ سننیہ سے آپ کام لیتے ہیں۔ چنانچہ آنے والے شعر کو اس دعویٰ پر بطور سند و دلیل کے پیش کرتے ہیں۔ اور واضح رہے کہ ظرافت و خوش طبعی اُسی وقت تک محمود و مسنون ہے جو خلاف واقعہ نہ ہو اور اس سے مقصد قریب قریب وہی ہو جو شعر میں مذکور ہے یعنی اپنا یاد و سر کا غم و اندوہ اور اضطراب و پریشانی دور کرنا۔ والامر اوضہم من ان یوضہم۔

### التحقیق

فعلى النار۔ قلت مضاف اليها محذوف ای فعلى نار العشق  
ومثله كثير في كلام الفصحاء والبلاء ولا سيما في كتاب صبين  
وَأَسْئَلُ الْقَرِيْبَةَ أَي اهل القرية۔

قوله بِبَسْمٍ۔ الباء الاول حروف الجوز للالصاق وهو من بَسَمَ  
(ض) بَسَمًا وَتَبَسَّمَ وَابْتَسَمَ بمعنى مكابا وهو المراد من المتن  
من كلمة خذ البتامة و البتامة بهت مسكرانے والا۔

قوله مزاج۔ قال في المنجد مَزَجَ (ن) مَزَجًا مذاق کرنا۔ مخول  
کرنا۔ مَزَجَ السَّنْبِلُ او العنبُ بالی یا انکور کارنگ کرنا۔ مازحه

مَمَازِحَةً - خوش طبعی کرنا۔ تَمَانَا حَا، باہم منہسی کرنا۔ تَمَسَّحَ بِهِ، فخر کرنا  
شعر کا ترجمہ عربی میں بطریق لَف و نَشْر غیر مُرْتَب ہے۔ یعنی تَمَن میں پہلے مزاح  
اور پھر خندہ کے الفاظ آئے ہیں۔ عربی میں اس کا عکس ہے۔

قَوْلُ النَّاسِ - از باب مُفَاعَلَة صِيغَةً وَاحِدَةً كَرَفَاتِبُ، فَعْلٌ ماضٍ مُثَبَّتٌ مَعْرُوفٌ  
ہے۔ وَفِي الْمَفْتاحِ اِنْتَرَاكَ مَوَانِسَةً مَدُو دِيْنَا، غَمَّ خَوَارِي كَرْنَا۔ اِنْتَرَاكَ فُلَانًا.  
قَوِي كَرْنَا۔ اَلْاِنْتَرَا: قُوْتٌ، يَمِيْهُ۔ كَہَا جَانِبٌ مَشَدَّ بِهٖ اِنْتَرَاكَ اُس كُو اُس كِ  
ذَرِيْعَةُ قُوْتٍ حَاصِلٌ هُوَتِي۔ قُرْآنِ كَرِيْمٍ مِيْ هِيَ اَمْتَدُّ ذَبِيْهٖ اِنْتَرَاكَ يَعْنِي اِرْوَن  
عَلَيْهِ السَّلَامُ كِ ذَرِيْعَةُ مَحْمُودٍ قُوْتٌ دِيْدِي۔ اَلْاَلْفُ فِيْهِ لِّلْاَشْبَاعِ۔

جَمْعُ النَّارِ نِيْرَانٌ۔ قَالَ الْبُوصَيْرِيُّ رَحِمَهُ اللهُ هـ

كَانَ بِالنَّارِ مَا بِالمَاءِ مِنْ بَلَلٍ

حُزْنًا وَبِالمَاءِ مَا بِالنَّارِ مِنْ ضَرَمٍ

فَان قِيلَ فِي هَذَا الشَّعْرِ كَيْفَ يُوَعَّدُ مَعَ النَّارِ مَا هُوَ ضِدُّهَا وَبِالعَكْسِ  
قُلْنَا اللهُ بِمَحَانِهِ وَتَعَالَى قَادِرٌ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكُلُّ مِنَ الْحَيَوَانِ وَالنَّبَاتِ  
وَالْجَمَادِ تَحْتَ قَدَمَيْهِ وَمَشِيَّتِهِ وَحَكْمِهِ كَمَا قَالَ الشَّيْخُ الْعَارِضُ الرَّوْحِيُّ  
فِي الْمَثْنَوِيِّ الْمَعْنَوِيِّ هـ

حَاكُ آبِ بَادٍ وَآتَشِ بِنْدَةٍ اَنْدِ بِ: بَا مِّنْ وَتَو مُرْدَةٍ وَبَا حَقِّ زِنْدَةٍ اَنْدِ

كَلِمَتِي يَا حَمِيْرًا سَوِي بِي بِي عَايِشَةً

وَرَبِّنِيْنَ حَالَاتٍ وَارِدَاتٍ زَفَقْرًا فخر شَدَّاسْتِ

كَلِمَتِي يَا حَمِيْرًا لِمِثْلِهِ يَقُوْلُ

بِنْتُ صِدِيْقِ النَّبِيِّ بِالْفَقْرِ جَدًّا اَفْحَرًا

ترجمہ: اسی قسم کے حالات و کیفیات اور وارداتِ عالیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ



وسلم صدیقہ بنت صدیق رضا کو محبت اور پیار سے فرماتے تھے کہ اے صدیق اکبرؓ کی بیٹی اے گلاب نما رنگ والی! کوئی دل بہلانے والی بات تو کہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ عالیہ کے کیا کہنے کہ آپ فرماتے تھے کہ فقر اختیار ہی اور مسکنت اختیار یہ میرا سرمایہ افتخار ہے اور پھر اس قول کو اپنے مبارک عمل سے واقعاتی رنگ میں دکھاتے تھے جس کی مثال پیش کرنے سے دنیا دنگ رہ گئی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

خلاصہً شرعیہ ہے کہ حضرت محبوب العالم اپنے تمام روحانی مدارج اور واردات و تطورات میں بہت زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے متبع اور پیرو ہیں کہ جس طرح آپ واردات و کیفیات میں گاہے حضرت بلاں رضی اللہ عنہ کو فرماتے تھے اَبَا حُنَايَا بِلَالُ كَلَّ لِي بِلَالُ اِذْ اَن كَبِه كَرِهَائِي دَلَّ كُو رَا حْتِ پُهْنِجَاوْ، کبھی ظرافت عالیہ سے کام لیتے تھے اور کبھی اُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف مخاطب ہو کر خوش کن کلام فرمانے کی ہدایت فرماتے تھے۔ یہی حال اپنی شان اور طاقت کے مطابق حضرت محبوب العالم اور دوسرے اولیاء اللہ رحمہم اللہ کا ہے کہ وہ عالم استغراق سے واپس آنے اور خلق اللہ کی رہنمائی کے لئے یہ تدابیر اختیار فرماتے تھے۔ جیسا کہ رازدانِ طریقت اور واقفِ معانی شریعت حضرت عطار رحمہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بائے میں رقمطراز ہیں۔

چوں دلش بے خود شدے در بحرِ راز      جوش او میلے برفتی در نواز  
چوں دل او بود دریائے شگرف      جوش بسیارے دریائے ژرف  
در شدن گفتی اَبَا حُنَايَا بِلَالُ      تا بروں آیم ازین ضیق محال  
باز در باز آدن آشفته او      کَلِمَتِي يَا حَبِيْبُ اَكْفَتَا او

ترجمہ اشعار

جب آپ کا مقدس دل مبارک رازہائے سربستہ میں مستغرق ہو جاتا تو آپ

نماز شروع فرماتے ، چونکہ آپ کا قلب اظہر ایسا گہرا دریا تھا جس کی انتہا بالکل نہ تھی اس لئے وہ اسی کے مطابق موجیں بھی زیادہ مارتا تھا کیونکہ حصہ بقدر جثہ مسلم ہے، لہذا آپ ایسے مواقع پر حضرت بلالؓ کو فرماتے تھے کہ اذان کہہ کر ہابے دل کو تسکین دے۔ کہ قُوْرَةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ مِثْرِي اَنْكُحُوْنَ كِي تُهْنَكُ نَمَازِيْنَ هِيَ۔ اس سے طبی گرائی اور بدنی تھکاوٹ دور ہوگی۔ پھر عالم لاہوت سے عالم ناسوت میں آنے کے لئے اُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کَلِمَتِيْ يٰ اَحْبِيَاءُ فرماتے تھے صلِّ اللہ علیہ وسلم۔

اسی طرح حضرت کمال نجدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

اِيْنَ يَتَكَلَّفُ هَاؤُةٌ مِّنْ دَرِّ شَعْرٍ مِّنْ ۞ كَلِمَتِيْ يٰ اَحْبِيَاءُ مَن اسْت  
کہ جس طرح ربانی تجلیات سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
”اے سرخ رو عورت باتیں کر“ فرماتے تھے اسی طرح میں بھی جوش  
تجلی دہانے کے لئے شاعرانہ روش اختیار کرتا ہوں اور اگر اہل اللہ ایک  
ہی حال پر رہتے تو ہزار ہا خطرات پیش آتے کا امکان تھا مگر ہمارے  
نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی اپنی امت کے عرفاء کے لئے  
اس کا علاج اور مداوا کر رکھا تھا صلی اللہ علیہ وسلم۔

ملتحقیق :

حَبِيْرًا : یہ اصل میں حَبِيْرًا ہے۔ حَمْرًا کی تصغیر اور حَمْرًا  
أَحْمَرًا کا مؤنث ہے اور فارسی والوں نے عام طور پر اس لفظ میں یہ  
تصغیر کیا ہے کہ اس کے آخر سے ہمزہ کو ہٹایا ہے۔ لہذا ہم نے اس  
لفظ کو اپنی اصلی صورت میں پیش کیا اور وزن بھی باقی رکھا۔ فَالْحَمْدُ  
لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

واضح رہے کہ تصغیر ہمیشہ تحقیر کے لئے نہیں بلکہ کبھی محبت و احترام

کے لئے بھی آتی ہے۔ یہاں پر آخری صورت مراد ہے۔  
 ضرورتِ شعری کی وجہ سے یقول کا آخری حرف ساکن بنا یا گیا۔  
 یقول کا فاعل النبی ہے اور بِنْتِ صِدِّیقِ اس کا مفعول مقدم ہے اور  
 بالفقر افتخر سے متعلق ہے اور اس کا الف اشباعی ہے۔ قولہ اَفْخَرُ  
 قال فی المفتاح وغیرہ فَخَرَ (ن) فَخَرًا وَفَخَّرَهُ وَ اَفْخَرَهُ عَلٰی  
 فلا ین فخر کرنے میں فضیلت دینا۔ فَاخْرَهُ فِخَارًا وَمُفَاخْرَةً فخر  
 کرنے میں غالب ہونا۔ اَلْفَاخِرُ ہر چیز میں عمدہ۔ اَلْفَخَّارِی :  
 ٹھیکری بیچنے والا یعنی کھار۔

از فقیران حقیقی زین جہت ضحک و مزاح  
 بہت تسبیح و عبادت قول آنسرو رش است  
 اِنْ ضَحْكًا وَ مِزَاحًا مِنْ فَقِيرٍ كَامِلٍ  
 صَارَ تَسْبِيحًا وَ طَرِيقًا لِلنَّبِيِّ بِهٖ بَشْرًا

ترجمہ: حقیقی فقیروں (عارفین کا ملین) کی اس قسم کی مسکراہٹ و ظرافت بھی  
 آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق تسبیح و عبادت الہی  
 سے کچھ کم نہیں بلکہ بہت بڑی عبادت و ذکر الہی ہے۔

خلاصہ:

فقراء کا ملین اور باخدا حضرات کا ہنسنا، مسکرانا اور گلے گلے  
 معتدل اور صحیح ظرافت آمیز کلام کرنا بھی تسبیح و عبادت اور تسلیم و  
 فرمانبرداری میں داخل ہے کیونکہ ان حضرات کے مسکرانے اور ظرافت  
 آمیز کلام کرنے میں نفسانی لذت کا حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ  
 وہ محض ایک حال سے دوسرے حال کی طرف یا ایک کیفیت سے دوسری

کیفیت کی طرف رجوع کرنے کے لئے ہوتا تھا۔ اس سے ربانی منشا اور مقصد پورا کرنا ہوتا ہے اور پھر جو چیز حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ فعلی یا قولی سے ثابت ہو خواہ وہ ظرافت و خوش طبعی کی صورت ہو یا وہ مزاح و مسکراہٹ کے مشابہ ہو وہ ہزار عبادتوں سے بہتر ہے۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

يَا اِبَاذِبْرَةَ الْفُقَرَاءِ ضَحَّكُهُمْ عِبَادَةٌ وَمَزَاحُهُمْ تَسْبِيحٌ وَنَوْمُهُمْ  
صَدَقَةٌ يُنْظَرُ اللهُ اِلَيْهِمْ كُلَّ يَوْمٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

کر لے ابوذر! حقیقی فقیروں کی ہنسی مذاق بھی عبادت میں داخل ہے ان کی خوش طبعی و ظرافت تسبیح اور یادِ خدا ہے اور ان کا آرام اور سونا بھی خیرات ہے۔ کمزور اور کھتر نہیں اللہ تعالیٰ ان حضرات کی طرف ہر دن تین بار رحمت کی نظروں سے دیکھتا ہے۔

سچی ظرافت و خوش طبعی پر خدا تعالیٰ مواخذہ نہیں فرمائے گا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُؤَاخِذُ الْمَزَاحَ الصّٰدِقَ فِيْ مَزَاحِهِۦ كَمَا اللّٰهُ تَعَالٰی سَجَّ مَزَاحَ كَرْنِ وَاَلِے اور واقعاتی رنگ کے ظرافت نگار کی گرفت نہیں فرمائے گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مازحت کرنے میں عجیب و غریب فائدے ہیں۔ کم سے کم فائدہ یہ ہے کہ آپ کی ظرافت عالیہ سے خوش خلقی، مساوات و برابری محبت و اخوت، بھائی چارہ اور ترمی مترشح ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے جاں نثار اور گرویدہ ہو جاتے تھے۔

آپ کی حقیقی ظرافت عالیہ کا نمونہ ملاحظہ فرمائیے:

حضرت صنیبہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا یعنی آپ کی پو پھی بڑھاپے میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا میرے

لئے دعا فرمائیے کہ مجھے جنت نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا بڑھیا قسم کی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہونگی۔ حضرت صفیہؓ اس پر رونے لگیں تب آپ نے فرمایا کہ تم کو مطلب سمجھ میں نہیں آیا، میرا مقصد یہ ہے کہ جنت میں پہنچکر سب بوڑھے اور بوڑھی عورتیں جوان ہو جائیںگی اور استشہاد کے طور پر یہ آیت پڑھی :

اِنَّا اَنْشَاْنَاهُنَّ اِنْشَاءً اَجْعَلْنَاهُنَّ اَبْكَارًا (ہم نے ان عورتوں کی خلقت میں جدت پیدا کی اور انہیں کنواریاں بنا دیا۔ (یعنی قیامت کے دن) التحقیق۔

فقہوں سے وہ حقیقی فقیر مراد ہیں جو دنیا سے بے رغبت اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی ہوں اور عصر حاضر میں جو لوگ فقر و مستی کا دعویٰ کر کے سنت کی مخالفت اور دینی احکام کی بجا آوری سے بے پروا ہو جاتے ہیں وہ فقیر نہیں بلکہ زندقہ ہیں اور ان کے پیرو تعذیر اور زجر و توبیخ کے مستحق ہیں اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔

قَوْلُهُ اِنَّ ضِحْكًَا. ضِحْكَ (س) ضِحْكًَا وَضِحْكًَا هِنْسًا۔  
ضِحْكَتِ الْاَرْضُ عَنِ النَّبَاتِ زَمِيْنًا نَبَاتًا اُكْلًا۔ اصطلاح فقہاء اسلام میں تبسم ضحک اور تہقہہ میں فرق ہے اور احکام بھی ان کے جداگانہ ہیں۔ مختصر یہ کہ اس طرح مسکرانا کہ اس کی آواز نہ خود سنے اور نہ دوسرا سنے تبسم کہلاتا ہے اور اس طرح مسکرانا کہ اپنے ہنسنے کی آواز خود سنے اور اس پاس کے لوگ نہ سنیں ضحک کہلاتا ہے اور اس طرح ہنسنے کہ خود بھی اس کی آواز سنے اور اس پاس والے بھی تہقہہ کہلاتا ہے۔ نماز میں مسکرانے اور تبسم کرنے سے وضو اور نماز پر کوئی مخالف اثر نہیں پڑتا اور ضحک سے صرف نماز ٹوٹ جاتی ہے اور نماز میں تہقہہ کرنے سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے اور



نماز بھی جاتی رہتی ہے بشرطیکہ وہ نماز جس میں یہ واقعہ پیش آئے رکوع  
والی اور سجدہ والی ہو۔ احادیث سے یہی حکم ثابت ہے۔

قوله طوعاً، قال فی المنجد طاع یطوع، یطاع طوعاً، یطاعین۔  
تابعہ داری کرنا، فرمانبرداری کرنا۔ صفت طاع، جمع طوع و طاعون۔  
طاع له المتع۔ اس کے لئے چراگاہ وسیع ہوئی۔ طوعاً، تابعہ بنا۔  
اطاعه، اطاعة و طاعة فرمانبرداری کرنا۔

بہر حال عبادت کا ترجمہ کرنا طوع کے ساتھ ترجمہ بلازم اشیی ہے۔  
کما لا یخفی علی من یتفکر فی قول اللہ عز وجل "وَاطِيعُوا اللّٰهَ  
وَرَسُوْلَهُ" فمطیعة عابدلہ اور صماز کا مرجع ضمیر واحد مذکر غائب  
بتاویں مذکور راجع بجانب ضحک و مزاح ہے۔ وهو عندہم شہور۔

ظاہراً جہتہاں پندارندشاں را اغنیاء  
ہم بایں عنوان بقراں وصف ایں معشر شداست  
بِعَافِهِمْ يُظَنُّ الْجَاهِلُونَ اَغْنِيَاءَ  
فِي كِتَابِ اللّٰهِ سِيْمَاهُمْ بِهَذَا عِبْرًا

ترجمہ: ایسے خدا رسیدہ فقیروں کو ان کے حال سے بے خبر لوگ  
دولتمند اور مالدار گمان کرتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں بھی اسی عفاف و غنا  
سے ان کا حال بیان کیا گیا ہے۔

خلاصہ شعر یہ ہے کہ حضرت خاکی رحمہ اللہ نے سابقہ ایک شعر میں فرمایا  
تھا کہ جب آنجناب پر تجلیات الہی کا غلبہ ہو جاتا ہے اور عشق ربانی کی حرارت  
و گرمی آپ کے قلب مبارک پر غالب آجاتی ہے تو اس وقت آپ حرارت  
و گرمی کو فرو کرنے کے لئے خندہ و مزاح سے کام لیتے ہیں اور پھر

خندہ و مزاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قرار دیکر فرماتے ہیں فقراء کا لین اور غنابہ بالغین کا خندہ و مزاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق تیسرے و عبادت میں داخل ہے کیونکہ ان حضرات کو اس قسم کی مسکراہٹ اور ظرافت عالیہ سے سکون قلبی حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے تاکہ غلبہٴ حال میں ان کے اسرار و معارف پر عوام واقف نہ ہو جائیں اس کی پوری بحث تاویلاتِ نجیہ میں ملیں گی۔ میں نے سورہ نور کی تفسیر قسط ۲۴ میں اجمالاً اس کا ذکر کیا ہے۔ اسی لفظ فقراء کا مناسبت سے شارح رحمہ اللہ فقراء حقیقی کی علامتوں اور نشانیوں میں سے ایک علامت و نشانی فرماتے ہیں کہ حقیقی فقیر تو وہ ہے کہ جسے حاجت و ضرورت بھی ہو مگر پھر بھی ہر کس و ناکس کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتا۔ اپنی عبادت فروخت نہیں کرتا، اپنا قیمتی وعظ چند ٹکوں میں بیچتا نہیں، بلکہ ظاہری ضرورتیں اور حاجتیں ہونے کے باوجود سوال و گد اگری نہیں کرتا بلکہ عقیف و پارسا صفت رہنے کی وجہ سے عوام و بے خبر لوگ ان کو مالدار سمجھتے ہیں۔ اور شرح میں فرماتے ہیں کہ بحمد اللہ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ تعفف اور پارسا صفت ہیں کسی انسان کے سامنے اپنی ظاہری ضرورتیں اور حاجتیں پیش نہیں کرتے بلکہ آپ خدا تعالیٰ پر پورا بھروسہ اور اعتماد رکھتے ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں بھی فقراء حقیقی کی صفت کی صفت بیان کی گئی ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے۔

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أَحْصَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا  
فِي الْأَرْضِ يَحْتَسِبُهُمُ الْجَاهِلُ الْأَغْنِيَاءُ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ  
بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا ۖ

ترجمہ: خیرات و مبرات اور صدقات و احسانات کے حقدار وہ نیکوکار

مسلمان ہیں جو جہاد فی سبیل اللہ یا مولای کریم کی عبادت و بندگی میں روکے گئے اور ان کو جہاد و عبادت کے علاوہ کسی اور ذیوی کام کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ زمین پر چلنے پھرنے اور تجارت و کاروبار کی طاقت نہیں رکھتے۔ مسکنت و حاجتمند ہونے کے باوجود ان کے حال سے بے خبر لوگ ان کے سوال اور بھیک نہ مانگنے کی وجہ سے ان کو مالدار اور دولت مند گمان کرتے ہیں۔ اس شعر میں ضمناً یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اس آیت کا مطلب اور ظاہری و باطنی غنا سامنے رکھ کر آپ حقیقی فقیروں کی فہرست میں شامل ہیں۔ اسی سے اس شعر کی اپنے ماقبل شعر سے مناسبت واضح ہو گئی کہ مثل مشہور ہے الشیئی یذکر بالشیئی۔ اسی بنا پر حضرت میر تید علی ہمدانی رحمہ اللہ نے ذخیرہ شریف میں فرمایا کہ اس قسم کے فقراء کا ملین، ذاکرین اور دینی خدمت کرنے والوں پر ایک درہم صرف کرنا ایک لاکھ روپیہ کے صدقہ کرنے سے بہتر اور زیادہ ثواب کا موجب ہے جو بددیانت بھکاریوں پر صرف کیا جائے جو اس زمانہ میں آپ کے سامنے مختلف روپوں میں نظر آتے ہیں۔ ہائے افسوس کہ جس زکوٰۃ کو اسلام نے مسکینوں، محتاجوں کے لئے اور دینی و ملی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے فرض قرار دیا تھا آج مالدار وہ زکوٰۃ ان لوگوں پر صرف کر رہے ہیں جو اس زکوٰۃ کی رقم سے اونچے اونچے بالاخلنے بنا کر اسلام کے اصل مقصد ہی کو غارت کرتے ہیں اور دینے اور لینے والے ضلوا فاضلوا کے مصداق بن جلتے ہیں۔ ہاں علماء ربانیین اور اولیاء الرحمن کسی شخص کے پاس دست سوال دراز نہیں کرتے بلکہ وہ فقر اختیار ہی اختیار کر کے آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نبیہ پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ ان ہی باخدا حضرات میں سے محبوب العالم

قدس سرہ بھی اپنے زلمے اور اپنے ملک میں سرفہرست تھے اور آپ کے سامنے علامہ بوسیری رحمہ اللہ کا یہ شعر ہر وقت پیش نظر رہتا تھا۔

وَشَدَّ مِنْ سَعْبِ أَحْشَانُهُ وَطَوَى  
تَحْتَ الْجَمَاسَةِ كَشْحًا مُتَوِّفَ الْأَدَمِ

بہر حال یہ ماننا پڑے گا کہ اب عوام و خواص مسلمان اور خاصکر مذہبی طبقہ کو اپنے افعال و حرکات پر پھر سے غور کرنا ہوگا۔ اگر واقعی انہیں اسلام سے کوئی ہمدردی ہے میرا مطلب یہ ہے کہ اب اسلامی قیادت ان لوگوں کے ہاتھوں میں آنی چاہیے کہ جو فقہرِ اختیاری اختیار کر کے اپنے شکموں پر پتھر باندھیں اور بجای آخذ کے اعطاء کی عادت ڈالیں۔ بھلا یہ بھی کوئی دینداری ہے کہ غریب اور نادار مسلمانوں سے مختلف طریقوں سے استحصال زر کیا جائے۔ یہ دین میں پسندیدہ اور محمود طریقہ نہیں نہ ہی اس طریقہ سے ہم حضرت سلطان العارفينؒ کے سچے مرید اور معتقد کہلانے کے حقدار ہیں۔ چاہیے کہ ہم اپنے میں عفاف، خودداری اور غنا و تونگری کی صورت اختیار کر لیں۔

افسوس ہے کہ بعض لوگ بزرگوں سے فرضی، مصنوعی اور منقطع نسبتیں کر کے بے خبروں سے استحصال زر کر کے اس سے اپنی اولاد کی پرورش کرتے ہیں کہ ماشاء اللہ ان کی صاحبزادیوں کو دیکھ کر ایک دیندار کی گردن مابے شرم کے جھک جاتی ہے۔ وہ ایسے بلند و بالا دعویٰ کرنے والے "تہی ہے مبلہ تہ رہن کم؟" کے پوئے مصداق ہیں۔

التحقیق :-

بِعَافِيهِمْ : قَالَ فِي الْمُنَجِدِ . عَفَّ . ض : عَفَا وَعِفَّةٌ وَعَفَافًا  
وَعَفَافَةٌ وَتَعَفَّفَ : حَرَامٌ يَأْخِذُ بِمُسْتَحْسِنِ كَامٍ مِنْ رُكْنٍ ، بِأَكْدَامِنِ هُونَا  
صِفَتِ عَفِيفٌ وَعِفَّةٌ وَاعْفَاءٌ : جَمْعُ أَعْفَاءٍ وَعِيفُونَ . صِفَتِ

مَوْتٌ عَنِيْفَةٌ وَعِيفَةٌ. ج عَفِيفَاتٌ وَعَفَائِفٌ وَعِيفَاتٌ.  
عَفَّ عَنِ كَذَا بَارِدًا. تَعَفَّفَ بِتَكْلُفٍ بِأَكْدَامِنَ بِنَا. تَعَفَّنَ كَعَفَّنَ  
بَقِيَّةَ دُودِهِ كَوَيْبِنَا.

قوله نَظَنُّ نَظَنٌ (ن) ظَنًّا - الشَّيْءُ بَانَا، يَقِينُ كَرْنَا - ظَنُّوا أَنْ  
لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ - انہوں نے یقین سے جان لیا کہ اللہ  
تعالیٰ کے عذاب سے کہیں پناہ نہیں مگر اسی کے پاس اور گمان کے  
معنی بھی دیتا ہے جیسے ظَنَنْتُ زَيْدًا صَاحِبِكَ میں نے زید کو  
تمہارا ساتھی گمان کیا۔ بالعموم دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے۔  
یہاں پر مفعول (ہُمْ) ضمیر جمع مذکر غایب محذوف ہے ای یظنُّہمُ  
الْجَاهِلُونَ۔ الجاهلون جمع جاہل فی حالة الرفع وتارة یكون  
فی حالة النصب كما قال ۛ

إِلَّا لَا يَجْهَلُونَ أَحَدًا عَلَيْنَا ۛ فَتَجْهَلُ نَوْقَ جَهْلِ الْجَاهِلِينَ  
قوله أَغْنِيَاءُ بِرَغْنِيٍّ كِي جمع ہے۔ دولت مند، مالدار، مکنتی۔

الغانية مؤنث غانی۔ حُسن و جمال کی وجہ سے زینت و آرائش سے  
بے نیاز۔ شادی شدہ عورت۔ جمع غاميات و غواين۔ لاغنی عنہ ضرور  
ہے۔ اس سے چارہ نہیں۔ الْغِنَاءُ مِنَ الصَّوْتِ گیت، سُر، راگ۔

قوله عُنْوَانٌ - عنوانُ الْكِتَابِ وَعُنْوَانُهُ عُنْيَانُهُ وَعُنْيَانُهُ

کتاب کا دیا چہ۔ عُنْوَانٌ کُلُّ شَيْءٍ جِسِّ كَيْ تَظَاهِرُ بَاطِنَ كَالْحَالِ  
معلوم ہو کہتے ہیں۔ الظاهرُ عنوانُ الباطنِ ظاہر باطن کا آئینہ ہوتا  
ہے۔ عَنَى يَعْنِي عُنْيًا الْأَمْرُ بِفُلَانٍ واقع ہونا نازل ہونا۔

قوله معشر، جماعت۔ ج. معاشر. عُشَارِيٌّ، دس گز لمبا۔ غلام

عُشَارِيٌّ دس سال کا لڑکا۔ مؤنث کے لئے عُشَارِيَّةٌ آتا ہے۔ یعنی

دس سال کی لڑکی۔ عَشْرٌ (ض) عَشْرًا۔ دس میں سے ایک لیا۔



قوله سَيِّمَاهُمْ - السَّيِّمَةُ، السَّوْمَةُ وَالسَّيْمَاءُ. وَالسَّيْمِيُّ  
 نشان، علامت، شکل اور ہیئت۔ کہتے ہیں فِيهِ سَوْمَةٌ الْمَتْلَاحُ  
 وَ سَيِّمَتُهُ اُس میں صلاحیت کی علامت ہے۔ السَّيْمِيُّ، خود سری چلنے والا  
 چرواہا۔ وَلَا سَيِّمًا خاص کر۔ امرًا القیس کہتا ہے ۷

أَلَا مَاتَ يَوْمٍ كَانَ مِنْهُمْ صَبَاحٌ  
 وَلَا سَيِّمًا يَوْمَ بَدَا أَمَةٌ جُلُجُلٌ  
 قوله عَبْرٌ - عَبْرٌ التَّوْبِيَا. خواب کی تعبیر بیان کرنا۔ - عَمَّا فِي  
 نَفْسِهِ، وِل کی بات ظاہر کرنا۔ - عَن كَذَابٍ، اُس کے بارے میں کہنا۔  
 عَبْرٌ (ن) عَبْرًا، غم زدہ ہونا، آنسو بہانا۔ عَبْرٌ الْكِتَابِ خاموش مطالعہ  
 کرنا۔ الالف للاشباع۔

محض خیر است این گروہ از بہر خیر و شر و لے  
 خصم این منشر برای خوشین مع شر شد است

خَيْرٌ مَّحْضٌ هُوَ لِأَوْلَادٍ لِلْإِخْلَاءِ وَالْعِدَى  
 خَصْمٌ هَذَا الْمَعْشَرِ مَعَ شَرِّ نَفْسٍ سَائِرًا

ترجمہ: ایسے ہی خدا رسیدہ بزرگ تمام نیکیوں اور بُرے لوگوں کے  
 لئے خیر و شر کے مواقع میں خالص خیر و برکت اور سرتاپا رحمت، میں۔  
 اور اس پاک اور پارسا گروہ کے دشمن اپنے لئے شر و قباحت کا سامان  
 ساتھ لئے پھرتے ہیں۔ معاذ اللہ من ذلک۔

خلاصہ شعریہ ہے کہ فقراء کا ملین یعنی دوستانِ خدا دوستوں،  
 دشمنوں، اپنوں اور بیگانوں کے لئے خالص خیر و برکت ہیں کیونکہ یہ  
 حضرات اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کو سونپتے ہیں اور ہر وقت اور ہر

حال میں صرف حضرت حق پر بھروسہ کرتے ہوئے حسبنا اللہ لمن بغی  
علینا، حسبنا اللہ لمن حسدنا، حسبنا اللہ لمن کادنا بالسوء  
اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں سے کافی ہے جو ہمارے خلاف علم بغاوت بلند  
کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے ان لوگوں کے خلاف جو ہمارے  
زوالِ نعمت کے درپے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے ان  
لوگوں کے لئے جو ہمارے خلاف خفیہ تدبیریں کرتے ہیں۔

عارفین اور باخدا لوگ اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ سے وابستہ  
رکھتے ہیں انہیں اپنے دوستوں اور دشمنوں سے غرض نہیں ہوتی بلکہ  
ان کا اصلی مقصد ربّ السّموات کی رضا مندی حاصل کرنے کے سوا کچھ  
بھی نہیں اس لئے ان کے دشمن ہمیشہ ناکام اور ذلیل ہوتے۔ چنانچہ حضرت  
محبوب العالم رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے ایک دشمن شیر علی کے متعلق فرماتے  
ہیں کہ وہ خواہ مخواہ مجھ سے ٹھننی کرنے لگا حتیٰ کہ میرے قتل کا درپے  
بھی رہا۔ مجھے انسانی فطرت کے تقاضا کے مطابق اُس کا تردد اور خطرہ  
نظر آیا تو خواب میں اپنے پیر روشن ضمیر حضرت سید جمال الدین بخاری نے  
جلوہ گر ہو کر یہ دو شعر پڑھے اور میں نے خواب میں ہی یہ دو شعر پڑھے  
اور میں نے خواب میں ہی یہ دو شعر آپ کی زبان ولایت ترجمان سے  
یاد کئے۔ وہ دو شعر یہ ہیں :-

چراغے را کہ ایزد بر فروزد • ہر انکہ تَف زَنَد ریش بسوزد  
ہر آنکس کہتر کہ باہتر ستیزد • چہاں اُفتد کہ ہرگز بر نچرد  
ترجمہ : جس چراغ کو حضرت حق خود روشن فرمائے گا جو اُسے بجھانے  
کی کوشش کرے گا اُسکی داڑھی جل جائے گی اور اُس کی عزت خاک  
میں مل جائے گی۔ اور جو شخص کہ اپنے دشمن کے باوجود بڑے لوگوں اور  
باخدا انسانوں کے ساتھ جبراً بدل اور کج بختی کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ

اس طرح زور سے گرائے گا کہ پھر اس کے لئے دوبارہ اٹھنا ناممکن ہو جائے گا۔

اور فرماتے ہیں کہ بعد میں ایسا ہی ہوا کہ حاکم وقت نے ایک جرم میں اس کو گرفتار کیا اور پھر میرزا علی مرحوم کے آدمیوں نے اُسے صفحہ ہستی سے نابود کیا۔

اسی لئے احادیث میں آیا ہے کہ باخدا حضرات کی محبت کرنا پیغمبروں کے اخلاق میں داخل ہے اور اُن سے بغض و عداوت رکھنا فرعونوں کی عادت اور خصلت ہے۔

التحقیق : قوله خصم دشمن۔ خصمہ (ض) خصماً جھگڑنے میں غالب آنا۔ اخصمہ : دلیل سمجھانا۔ کسی کے خلاف دلیل مہیا کرنا۔ الخصم۔ مصدر مخالفت۔ جھگڑا کرنے والا۔ تشنیہ، جمع اور مؤنث کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے هُما و هُم و هي خصمي اُس کی جمع خصوم، خصام و اخصام آتی ہے۔ الخصيم جھگڑنے والا۔ اُس کی جمع اخصام، خصماء اور خصمان آتی ہے۔

قوله الاخلاء : خلیل کی جمع۔ دوست کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع اخلاء اور خلان آتی ہے۔ خلیل لاغر بدن والے کو بھی کہتے ہیں۔ مؤنث کے لئے خلیلة۔ جمع خلیلات اور خلائل آتی ہے۔ الخلال سرکہ فروش برکہ بنانے والا۔ الاخل : محتج، دوسرے سے زیادہ محتاج۔

قوله العدى والعدى دور ہونے والے مسافرین۔ وادی کا کنارہ عدا يعدو عدوان سے مشتق ہے و جمع العدو ايضاً کافی قولہ ہے

ساعت قلوب العدى انباء بعثته  
كناية اغفلت غفلاً على عنم

قوله سائر۔ وفي المفتاح سائرة ساتھ چلنا۔ یہ اصل میں سار

(ض) سَيِّرًا وَتَسْيَاً اَوْ سَيِّرًا وَصَيْرَةً وَ سَيْرًا وَتَكْرًا سَيْرًا سَيْرًا  
معنی جانا، ساتھ چلنا سفر کرنا۔ ومنه ما قال العلامة البوصیریُّ

مِثْلُ الْغِمَامَةِ أَنْ سَارَ سَائِرَةٌ  
تَقِيَهُ حَدًّا وَطَيَّبَ لِلْهَجِيرِ حَصِي

۔ وہ چلانا۔ الذابۃ جانور پر سوار ہونا۔ معشرُ گروہ، جماعت،  
جمع معاشر۔ وقال الشاعر

يَا مَعْشَرَ الْعُشَّاقِ لِلَّهِ خَصِيْرُوا  
إِذَا حَلَّ عِشْقٌ لَلْفَتَى كَيْفَ يَصْنَعُ

مَعْشَرَ اور معشر میں صنعتِ تجنیسِ خلی ہے اور اَخِلًّا اور عدلیٰ  
میں صنعتِ تضاد ہے۔

مختصر یہ کہ آدمی کی ثقافت و بدبختی کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے  
کہ آدمی اللہ والوں اور باخدا انسانوں کے خلاف ہو جائے اور انکی مخالفت  
میں جان توڑ کوشش کرے جیسا کہ عصرِ حاضر کے بہت سے اہل قلم اکابر اُمت  
اور سلفِ صالحین کے خلاف ہر جگہ صفتِ کبریمت باندھ کر نظر آتے  
ہیں جیسا کہ حال ہی میں "توحیدِ خالص" ایک کتاب نام نہاد ڈاکٹر مسعود الدین  
عثمانی کی ہے۔ جسے ادارہ توحید محلہ شیخاں بالائے قلعہ علی گڑھ یو پی  
نے شایع کیا ہے۔ ہائے سامنے بابت تبصرہ پہنچی ہے۔ اس کتاب میں ڈاکٹر  
صاحب نے اُمتِ مرحومہ کے مُسَلِّم الثبوت اولیاء اللہ اور اکابر اُمت  
کے بعض عقائد و افکار کو اس طرح دکھایا ہے کہ جس سے ہر عامی شخص کا  
ان بزرگوں سے بدگمان ہونا قدرتی امر ہے۔ افسوس ہے کہ جن بزرگانِ دین  
کی قربانیوں اور محنتِ ثاقہ سے مسعود صاحب اور ان کے آباہ ملان ہوئے  
آج مسعود صاحب ان کو حقیقی اسلام سے بیگانہ قرار دیکر ان کی عظمت کو گرانا  
چاہتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ کتاب دراصل اولیاء اللہ اور علمائے احنافہ کے

زبردست واسطے۔ مگر ہم مسعودی صاحب سے عرض کریں گے۔  
 نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونچوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جلے گا۔  
 ملاحظہ ہو کہ اس کتاب میں بزرگانِ دین پر کڑی نکتہ چینی اور تحقیر کی گئی  
 ہے۔ آئیے آپ ان بزرگوں کے اسماء مبارکہ کی فہرست ملاحظہ فرمائیے تاکہ  
 معلوم ہو جائے کہ اس صدی نے کتنے یا وہ گو اور بے جیا و بے شرم سورا  
 پیدائے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ملاحظہ ہو :-

(۱) حضرت ابراہیم ادہمؒ (۲) حضرت بایزید بسطامیؒ (۳) حضرت  
 جنید بغدادیؒ اور (۴) حضرت سری سقطی۔ اتحادِ ثلاثہ، حلول، وحدۃ الوجود  
 کا ان پر الزام۔ ابن عربیؒ اور حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانیؒ اور  
 مجدد الف ثانی۔ حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانیؒ کا دعویٰ۔ شیخ سید  
 عبد القادر جیلانیؒ اور عبید اللہ بن یونس الوزير بغدادی۔ حضرت علی، سجوریؒ  
 المعروف بداتا گنج بخش اور مذہبِ اتحاد۔ امام غزالیؒ کا معراج کے موقعہ  
 پر تشریف لے جانا۔ خاندانِ ولی اللہی وحدت الوجود کے علمبردار کی حیثیت  
 سے۔ شاہ عبد الرحیم والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ و مولانا  
 ابوالکلام آزاد، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، خواجہ عثمان مارونی،  
 خواجہ معین الدین چستی، خواجہ فرید الدین گنج شکر، شیخ عبدالحق محدث  
 دہلویؒ۔

اس لکھنے والے پر خدا تعالیٰ رحم فرمائے کہ اس نے ان اکابرِ امت میں  
 سے کسی کو بھی تنقیص اور کڑی نکتہ چینی کے بغیر نہیں چھوڑا اور ان کے  
 اسلام کو اصلی اسلام سے کوئی واسطہ نہیں بتاتے معاذ اللہ من ذلک۔ اور  
 صفحہ ۱۶۱ کے اخیر میں لکھتے ہیں۔ آج ہر طرف سے یہی آوازیں آرہی ہیں  
 کہ مسلمانوں کو جمع کرو، مسلمانوں کو جمع کرو، سوال یہ ہے کہ آخر ان کو  
 کس چیز پر جمع کیا جائے اگر موجودہ دین پر جو اتحادی دین ہے تو اس



اجتماع سے کیا فائدہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کبھی اس دین کی طرف متوجہ نہ ہوگی بلکہ ہر آن اس پر عذاب کے ڈونگرے برستے رہیں گے۔ ہاں اگر موجودہ دین سے برات کا اعلان خالص قرآن و سنت کے قصد سے کیا جائے تو یہ اجتماع مبارک۔

دیکھا آپ نے زمانہ کی ستم ظریفی کتنی ہے کہ نام اُمتِ مرحومہ جن بزرگوں کے فضل و کرم اور ایمان و اسلام پر فخر کر رہی ہے آج چودھویں صدی کے کمیونٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ان کے دین سے برات کا اعلان کر کے، ہی اسلام زندہ ہو سکتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ مٰ رٰجِعُوْنَ۔ بات اصل میں وہی ہے جو پیرِ رومیؒ نے فرمائی ہے۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ۛ میلش اندر طعنہ پا کاں زند

بلاشبہ ڈاکٹر مسعودی اس شعر کے پڑے مصداق نظر آتے ہیں۔

لہذا بہتر یہی ہے کہ ایسے مصنف کے باطل و خرافات کا بالکل ذکر نہ کیا جائے اور ان کے جواب کی طرف سامعین کے اذہان کو بھی متوجہ نہ کیا جائے۔ مگر یہ بات ماننا پڑے گی کہ اُمتِ مرحومہ کو اس قسم کے لکھنے والوں سے بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے اور ڈاکٹر صاحب کو صرف اس بات کی یقین دہانی کی جائے کہ جن اُعلامِ اُمت اور پیشوایانِ شریعت و طہارت کے خلاف آپ نے قلم اُٹھایا ہے اس سے اللہ تعالیٰ تمہارے نام کو بے ادبوں اور بے لگاموں کی نہرست میں داخل فرمائے گا۔

از خدا جو نیم توفیق ادب

بے ادب محروم ماند از فضل رب

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد

بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

نِست چوں فقرِ حقیقی را تنافی با حشم  
 قائلُ الْفَقْرِ فخری شاهِ ہر عسکرِ شداست  
 لَا تَصَادَ بَيْنَ فَقْرِ الْكَامِلِينَ وَالْغِنَى  
 كَيْفَ أَنَّ الْمُصْطَفَى بِالْفَقْرِ فخری أَجْهَرًا

ترجمہ: فقرِ حقیقی اور مسکنتِ اختیاری کو ظاہری بجاہ و حشمت اور مال و دولت کے ساتھ کسی قسم کا تضاد اور تعارض و ٹکراؤ نہیں ہے۔ بھلا ان دونوں چیزوں کے درمیان تضاد و مخالفت کیسے ہو گا جبکہ بڑے بڑے لشکروں اور بلند ہمت مجاہدوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم باہیں عظمت و جلالت فرماتے ہیں کہ فقرِ اختیاری میرا فخر اور میرا مایہ امتیاز ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم تو معلوم ہوا کہ فقرِ حقیقی اور غنا و ظاہری میں کسی قسم کی منافات اور مخالفت نہیں ہے۔

خلاصہ شعر: حضرت مصنف رحمہ اللہ نے تین شعر پہلے لکھے  
 "از فقیرانِ حقیقی زین جہتِ فصیح و مزاج" الخ۔ میں ضمناً اپنے پیرِ صداقت  
 تومیر حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ کو حقیقی فقیروں میں سے قرار دیا ہے۔  
 تو اس پر کوئی ظاہر بین اور ناواقف یہ سوال کر سکتا تھا کہ آنجناب تو بعض  
 اوقات اپنے مُریدوں اور مخلصوں سے بھی زیادہ جاہ و حشمت میں فائق و  
 برتر ہوتے ہیں۔ ایسے حالات میں آپ کو حقیقی فقیروں میں کیونکر شمار اور  
 محسوب کیا جائے؟

تو حضرت خاکی رحمہ اللہ اس اشکال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حقیقی  
 فقیر سے ہماری مراد گداگر اور مال و دولت سے محروم ہونا نہیں ہے بلکہ  
 حقیقی فقیر سے ہماری مراد ایسا صاحبِ معرفت اور یگانہ روزگار ہے کہ  
 مال و دولت اور جاہ و حشمت بالفعل یا بالقوۃ ہوتے ہوئے بھی دنیا و مافیہا

سے مستغنی ہو اور بے نیاز ہو اور توحیدِ ربّانی میں اس قدر مُستغرق اور پُر  
کیف ہو کہ ربّانی معرفت کے مقابلہ میں تمام دُنیا کو بیچ اور ذرّہ بے مقدار  
قرار دے جیسا کہ کہا گیا ہے ۔

مراد از فقر آل میدان کہ کردہ فخر پیغمبر  
کہ مستغرق شود در حق و ہم مستغنی از کونین

وہ فقر جس پر حضرت نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے فخر کیا اس سے مراد یہ ہے  
کہ مومنِ کامل ربّانی صفات میں فانی اور دو جہاں سے مستغنی اور بے نیاز  
ہو جائے۔ معاذ اللہ آپ کے فقر سے اضطراب اور مال کے حاصل کرنے  
پر طاقت اور استطاعت نہ ہونے کا نام نہیں ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ  
آپ کے باپے میں مُسلم ہے جیسا کہ علامہ ابو صیری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے

وَسَاوَدَتْهُ الْجِبَالُ الشَّمَمُ مِنْ ذَهَبٍ  
عَنْ نَفْسِهِ فَأَسَاوَاهَا أَيَّمَا شَمَمٍ

ترجمہ :- آپ کے پاس سونے کے بڑے بڑے پہاڑ آئے کہ ہمیں قبول  
کیجئے مگر آنجناب کی شانِ استغنا کے کیا کہنے کہ آپ نے ان میں سے  
کسی کی طرف نظر التفات تک نہ فرمائی۔

اس مختصر تشریح سے حضرت شیخ حمزہ مخدومی رحمہ اللہ کا فقرِ حقیقی  
میں داخل ہونا عیان اور واضح ہے۔ اس تشریح سے یہ بھی معلوم ہوا کہ  
حضرات صوفیہ رحمہم اللہ جس فقر کی طرف دعوت دیتے ہیں اس سے مراد  
گداگری، محتاجی اور دوسروں پر بوجھ اور وزن بننا نہیں بلکہ یہ حضرات  
فقرِ حقیقی سے یہ مراد لیتے ہیں کہ مال و دولت، عزت و ارجمندی حکومت  
و بادشاہی کے باوجود اخلاق و آداب، زہد و ورع، نیکی و پارسائی، فکر  
آخرت و رضا جوئی مولائی کریم دل و دماغ پر غالب ہونی چاہیے اور  
معاذ اللہ یہ مال و دولت و حکمرانی کو بُرا نہیں مانتے جیسے واقعہ سلیمان

علیہ السلام اور آیت مَرَقْنَا التَّنَافِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ  
 حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ سے اس کی تائید ہوتی ہے اور جو  
 لوگ تَصَوُّف اور ارباب تَصَوُّف کے خلاف اس غرض سے مکروہ پر دستگیر  
 کرتے ہیں کہ تَصَوُّف کی تعلیم سے آدمی دُنیا کا نہیں رہتا اور صوفیا رہبانیت  
 کی طرف دعوت دیتے ہیں تو سمجھنا چاہیے کہ ایسے لوگ اولیاء الرحمن کے  
 دشمن ہیں لہذا ان کی یادہ گوئی کی طرف کسی قسم کی توجہ نہیں دینی چاہیے۔  
 مزید اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث الفقرف خوری اور حدیث  
 الْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ فِي الدَّارَيْنِ میں بھی کوئی تعارض اور تضاد نہیں  
 ہے کیونکہ سواد سے مراد اس حدیث میں تنافی صفات اللہ ہے۔ فَافْهَمُوا۔  
 اور یہ بھی یاد رکھئے کہ میں نے اس کتاب میں زیر بحث احادیث کی اسناد  
 سے قطعاً بحث نہیں کی اور آئندہ بھی اس کا ارادہ نہیں ہے کیونکہ وہ اس  
 حقیر بے بضاعت و بے سرمایہ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ میرا کام تو بس اتنا  
 ہے کہ فارسی شعر کو عربیت کا لباس زیب تن کروں اور بس۔  
 التَّحْقِيقُ ۔

قوله لَا تَضَادَّ۔ لا نفی جنس کے لئے۔ تَضَادَّ اس کا اسم مابعد  
 اس کی خبر ہے۔ كَيْفَ اپنے مابعد کے حکم کی علت ہے۔ تَضَادَّ ایک  
 دوسرے کی مخالفت کرنا۔ الضِّدُّ۔ مخالف، دشمن، مثل، نظیر۔ اس کی  
 جمع اضداد آتی ہے۔ الْأَضْدَادُ وہ کلمات جن کے معنی متضاد  
 ہوں۔ الضِّدُّ يَدُ۔ ضِدُّ، نظیر۔ الْغِنَى غِنَى، غِنَاءٌ وَغُنْيَانًا  
 مالدار ہونا۔ بِالشَّيْءِ عَنِ غَيْرِهِ کفایت کرنا، بس کرنا۔ الْغِنَى  
 میں الف لام عوض از مضاف الیہ ہے۔ یعنی غِنَاهُمْ۔ هُمْ کا مرجع  
 الکاملین ہے۔ یہ فقر کی ضِدُّ ہے لہذا شعر میں صنعتِ تقابل تضاد ہے۔  
 قوله أَجْهَرُ۔ أَجْهَرُ الْأَمْرُ وَبِهِ کسی امر کا اعلان کرنا۔

- بالقراءة، پڑھنے میں آواز کو اٹھانا، بلند کرنا۔ الف تن میں اثناعشر ہے۔  
شاہِ ہر عسکر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ اس لئے اس  
کتاب سے عربی میں آپ کے نام مبارک کی تصریح کی ہے۔

منتہی را مانع از حق کثرت اسباب نیست  
بیچ مانع مرخیل اللہ بن آذر شد است

وَقَدْ أَدَامَ اللَّهُ مَعَ مَالِ الْخَلِيلِ ذَاكِرًا  
وَقَدْ أَدَامَ اللَّهُ مَعَ مَالِ الْخَلِيلِ ذَاكِرًا

ترجمہ: بالغ نظر ولی کامل کو دنیوی جاہ و حشمت اور مال و دولت کی  
کثرت ذکر حق اور یادِ الہی سے نہیں روکتی جیسا کہ حضرت ابراہیم بن  
آذر علیہ السلام کو دنیوی جاہ و حشمت اور مال و دولت کی بہتات و فراوانی  
نے تبلیغ دین اور یادِ الہی سے نہیں روکا بلکہ آپ اسبابِ جاہ و حشم کے ہوتے  
ہوئے بھی برابر عبادتِ الہی اور ذکرِ ربّانی میں مشغول اور مستغرق رہتے  
تھے۔

خلاصہ شعر: کثرتِ اسباب اور مال و دولت کی فراوانی سالکِ راہِ حقیقی  
کو ذکر و فکر اور عبادت و عرفان کی لذت حاصل کرنے سے مانع نہیں بن جاتی  
بلکہ سالک سلوک کے مقامات طے کر چکا ہو۔ البتہ اگر تصوف و سلوک میں قدم  
رکھتے ہی مال و دولت کے پیچھے پڑ جائے تو اس کے لئے قربِ الہی اور سلوک  
کے منازل طے کرنا مشکل اور دشوار ہو جائے گا۔

حضرت خاکی فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک طرف دنیوی مال  
و دولت اور جاہ و حشمت کے بھی مالک تھے بائیں ہمہ تبلیغ دین، اعلاء کلمۃ اللہ  
عبادت اور اذکار میں اپنی مثال آپ تھے تو معلوم ہوا مال و دولت اور معرفتِ خدا



حاصل کرنے میں کسی قسم کا تضاد و تخالف نہیں ہے۔ شارح رحمہ اللہ اس شعر میں  
 فَمِنَّا ان لوگوں کی وضاحت کے ساتھ تردید فرماتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ علم تصوف  
 کے سیکھنے اور اس کے پڑھنے پڑھانے سے آدمی دُنیا سے بالکل بے بہرہ رہتا ہے۔  
 اور فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ایسے کم علم جانتے ہی نہیں کہ  
 تصوف کا مقصد نفس کو گندے اخلاق سے پاک کرنے اور تزکیہ باطن کے  
 سوا کچھ بھی نہیں ہے اور یہی اکثر عباداتِ شرعیہ کا بھی مقصود ہے۔ اسلئے  
 علماء حق کہتے ہیں کہ شریعت، طریقت اور حقیقت و معرفت میں کوئی تضاد اور  
 اختلاف نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت شارح رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم  
 علیہ السلام کی ایک مثال پیش کی ہے جو یہ ہے۔

نقد النصوص میں لکھا ہے کہ جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا  
 عشق اور محبتِ الہی دیکھی تو انہوں نے کہا کہ اس عشق و محبت اور ذکر و عبادت  
 کی اصلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مال و دولت اور  
 کتاب و نبوت سے سرفراز فرمایا۔ لہذا موصوف کی یہ والہانہ محبت چنداں  
 تعجب خیز نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ  
 السلام کے عشق و محبت کی یہ وجہ نہیں ہے کہ جو تم خیال کر بیٹھے ہو۔ جاؤ اور ان کو  
 آزماؤ۔ چنانچہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس انسانی صورت میں نمودار  
 ہوئے اور خدا تعالیٰ کی تسبیح کرنے لگے اور یہ کلمات تسبیح پڑھے تَسْبُوحٌ  
 قُدُّوسٌ دَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ دَک اللہ تعالیٰ ہر عیب سے منزہ اور وہ  
 بہت پاک ہے اور وہی فرشتوں اور روح الامین کا پروردگار ہے۔ حضرت  
 ابراہیم علیہ السلام یہ کلمات طیبات سن کر وجد و مستی میں آئے اور اس تسبیح کے  
 سامنے ہر دو جہاں بیچ ہو گئے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُن سے کہا  
 کہ پھر تسبیح کے یہ پاکیزہ کلمات کہئے۔ فرشتوں نے کہا ہمیں اپنے ماں میں سے کچھ  
 دیجئے تب ہم یہ تسبیح آپ کے سامنے کہیں گے تو اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

ان کو اپنے کل مال کی ایک تہائی دی تو فرشتوں نے پھر کہا سُبُوْحٌ قُدُّوسٌ  
مَاتُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر وجد و مستی کے عالم میں آئے اور ان سے یہ  
کلمات دوبارہ پڑھنے کی استدعا کی انہوں نے پھر مالی معاوضہ طلب کیا تو حضرت  
ابراہیم علیہ السلام نے اپنے کل مال کی دوسری تہائی عطا کی تو فرشتوں نے پھر  
سُبُوْحٌ قُدُّوسٌ مَاتُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ کہا۔ پھر حضرت ابراہیم اس  
ذکر اور نامِ ربُّن کر ذوق اور عالم استغراق میں آگئے۔ پھر ذکرِ الہی سے کب  
سیری اور تسلی ہوتی ہے؛ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے تیسری مرتبہ  
یسبح پڑھنے کی استدعا کی۔ انہوں نے مال کا تیسرا حصہ بھی مانگا۔ وہ حضرت ابراہیم  
علیہ السلام نے پیش کیا تو فرشتے سُبُوْحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ  
پڑھنے لگے۔ الغرض جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا سارا مال ذکرِ الہی سننے  
کے لئے نثار کیا تو فرشتوں کو یقین ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رہائی  
عشق و محبت مال و دولت کے سبب سے نہیں ہے بلکہ ان کے قلب مبارک کی یہ  
کیفیت ہی ایسی ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت پر سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار  
ہیں تو اب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اپنا ماجری کا جری بیان کیا  
خاقانی کہتا ہے۔

پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی

کہ یک دم با خدا بودن بر از ملک سلیمانی

التحقیق:

قوله لا یعوق: صیغۃ واحد مذکر غائب، فعل مضارع منفی معروف۔ اُس کا

فاعل ہو ضمیر مذکر غائب راجع بجانب وفُرُمَالٍ یعنی مال کی کثرت منازل

معرفت طے کئے ہوئے اصحاب کو یادِ خدا سے نہیں روکتی۔ یہ عاقۃ عوقاً عوقۃ

اعاقۃ اعاقۃ۔ اعْتِاقًا عَنِ كَذَا۔ روکنا، باز رکھنا۔ ہادی نے

کہتے ہیں۔ اَعْوَقِي الزَادُ وَالذَّابِبَةُ اِعْوَاقًا مجھے توشہ یا سواری سے سفر سے باز رکھا۔ عَائِقٌ : ہر روکنے والی چیز۔ اَلْعَوَاقُ وَالْعَوِيقُ۔ جانور کے پیٹ کی آواز جو چلنے میں نکلتی ہے۔ الخلیل۔ لقب حضرت ابراہیم علیہ السلام جیل کے مادہ کی تحقیق اس سے پہلے آچکی ہے۔

الخليل مفعول اول، ذاك اذا مفعول دوم ادا م کے لئے ہیں اس لئے منسوب ہیں۔ اسی لقب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو ملقب کیا جیسا کہ فرمایا  
وَاتَّخَذَ اللَّهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو دوست بنایا۔  
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب حبیب ہے۔

نیت اندر چشمِ کاملِ سیم و زر را اعتبار  
کاں کے سنگِ سفید و آلِ دیگر آخر شد است  
لَا اَعْتَبَارَ فِي عِيُونِ الْكُمْتَلِ لِلصَّغِيرِ  
وَهُوَ مَا يَسِي صَفَاةً اَوْ لَذَهَبًا اَحْمَرًا

ترجمہ :- اولیاءِ کاملین کی نظروں میں ذمیوی مال و دولت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی کیونکہ وہ مال و دولت کو مقصود نہیں سمجھتے جس کا سبب یہ ہے کہ وہ غائر اور دُور بین نگاہوں سے دیکھ کر چاندی کو چٹان اور سنگِ سفید اور سونے کو سُرخ پتھر سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ پھر وہ کس لئے اس قسم کی فانی چیزوں پر عمر گراں مایہ صرف کریں گے؟

خلاصہ شعر، شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں سلطنت و بادشاہی اور عشقِ الہی اور محبتِ یزدانی میں کوئی تضاد و مخالفت نہیں ہے۔ موصوف اس سلسلہ میں علاوہ الدولہ سمنانی رحمہ اللہ کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں کہ ان مریدوں کے بھی عجیب و غریب اعتقادات ہوتے ہیں۔ مثلاً ان کی نظروں میں وہ فقیر بہت

زیادہ درجہ رکھتا ہے جو معاذ اللہ بھکاری اور محتاج دگداگر ہو حالانکہ یہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے مخلوق کی طرف ہاتھ پھیلانے سے شرماتے ہیں اور کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں حضرت شیخ مجد الدین بغدادیؒ کی خانقاہ کے لنگر خانہ پر سالانہ دو لاکھ اشرفیاں خرچ ہوتی تھیں اور خود میں نے پانچ لاکھ اشرفیاں اپنے ہم مسک صوفیوں اور سنتِ سنیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے والوں کے لئے وقف کر دی ہیں۔ اور حضرت مجد الدینؒ کا یہ کلام خواجہ خان محمود نقشبندیؒ نے اپنے رسالہ میں قلم بند کیا ہے اور خواجہ عبید اللہ احرار کی دولت مندی پر جو اعتراض کیا جاتا تھا وہ بھی اس تقریر سے رفع اور دور ہوا اور آپ کی دولت مندی کی تعریف میں یہ شعر لکھا گیا ہے۔

چوں فقر اندر لباسِ شاہی آمد ۛ بہ زتد بسیر عبید اللہی آمد  
حضرت عبید اللہ کے حسن تدبیر سے بادشاہی کے لباس میں فقر حقیقی جلوہ افروز ہوا۔

مغز کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمتِ محض ہے کہ کچھ اولیاء کو دین و دنیا ظاہری دولت مندی اور باطنی کمالات سے نوازتا ہے اور اپنے کچھ مخصوص بندوں کو فقر کا مزہ چکھا کر اخروی درجات سے انہیں بہرہ ور بناتا ہے۔ ذَلِكْ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَن يَّشَاءُ۔ نظیری نے کیا خوب کہا ہے۔

دادند ہر چہ دادند بر قدرِ ظرف دادند  
حق راست بر توجہت تہمت مکن قضا را

۶۶۔ ستر عازم دنی تحت جگر عزیزم مولی سید محمد عبدالکبیر حبیب خانہ الہ و شقیہ من حوادث الزمان -  
 معلوم شد و فتحہ ہم و برکتہ علی عبادہ و الصالحین - روز ۲۸ محرم الحرام ۱۲۸۰ قمری از نماز صبح قریب طلوع آفتاب یک زلزله عظیم  
 شبانہ نزلت قیامت پدیدار گشت - بمبئی بمقدور در وقت درخشش پدید شد - در ویسات قریب چند پیدایی شد با حزن و نقصان  
 گردید - لیکن خرابی و متواترہ نقصان عظیم زلزله بود و امر تسخیر فائز گردید - از خبری از سرخانچین معلوم شد که پدید آمدن آتشش بکوتا  
 دو روز متواتر مانده - اما نقصان در اول محل ساخت آفرید ساخت - کسی در مکان پور میں یا غیر او بود نقصان و شقاق سالم  
 نماند - اکثر مردم لاہور و امر تسخیر بود اتقان عبادت جہاں بحق گشتند - تندرستان یعنی کرم معلوم نیست - گر نقصان بد بود  
 گردید - این موجب طیبت نبات شوش و پستان گردید - گویا قیامت بر پا گشت - از آن وقت خیال لطف آن عزیز و  
 تسلطش شد فرود است - نہ تلمی نودہ شود - کہ بجز ملاحظہ نماز ہزار سال اول ذاتی و دو حقین و بیع بود کہ شیر و زرد بود  
 انجیل نام مدعی مانده کہ آیا این حادثہ عظیم ہمچون دوران خطر بر پا گردیدہ - یا او را خداوند کریم دریم نقص و رحمت خود مانون  
 در توان و تہتہ و ہم نیا باد عبرت اسون و الصار - از بیع و حقین اینجائی کہ لوف لوف و طوات عایت و غنہ لوف  
 اور حیات رفاییت اجد لوف و بہت بدت بیع و حقین از جای معلوم شد کہ در ہر تہتہ از ہر تہتہ لوف و غنہ لوف



مکات کشمیر - خاص شہر شہری محمد علی صاحب - برزدگان بجان جو رسدہ

بیت مولی سید محمد عبدالکبیر صاحب موصول ہو

Sari Nagar  
 Mantallah  
 Sak Jafar

۴ - مسکن سید محمد علی صاحب  
 ۱۱ AP 05  
 خاص ناظرین بہت بدت  
 ضلع بوجرات پنجاب



## التحقیق:

قوله: الصَّامِتُ مِنَ الْمَالِ سونا چاندی۔ مالِ ناطق حیوان کو کہتے ہیں۔ الصَّامِتُ وَالصَّمُوتُ: بہت چپ رہنے والا۔ چپ چاپ رہنے والا۔ قوله: صَفَاءٌ، اس کی جمع الصَّفَا آتی ہے، پتھر۔ نطرس کا لفظ۔ سربانی کلن۔ قوله: لَذَهَبًا۔ وَاللَّمْفِيہِ لِلتَّكْيِدِ اور اسمِ ذہب کی صفت موصوفہ ہے۔

مست دُنیا آنچہ مشغولت کند از ذکرِ حق  
گر متاعِ پُر بہار یا چیز کے احقر شد است

إِنَّمَا الدُّنْيَاءُ مَا قُلَّهِكَ عَنْ ذِكْرِ الرَّحِيمِ  
لَوْ مَتَاعًا ذَا بَهَاءٍ أَوْ شَيْئًا صَاغِرًا

ترجمہ:- حقیقت میں دُنیا ہر وہ چیز ہے جو تجھے اے سالک! یادِ خدا اور ذکرِ حق سے باز رکھے۔ خواہ ظاہر میں وہ چیز بہت قیمتی ہو یا معمولی قسم کا مال و زر ہو۔ خلاصہ شفرہ:- فرماتے ہیں کہ اے سالک! راہِ طریقت دنیا در حقیقت ہر وہ چیز ہے جو تجھے یادِ خدا اور ذکرِ مولیٰ سے باز رکھے۔ خواہ باز رکھنے والی چیز قیمتی اور گراں مایہ ہو یا حقیر و بے اعتبار۔ باقی کاروبار تجارت اور دُنویسی مال و جاہِ ادا میں جہاد فی سبیل اللہ سے برکت ہوتی ہے تو پھر مُطلق دُنیا کی مذمت کرنا عقل و نقل اور روایت و درایت سے بہت بعید ہے۔

## التحقیق:-

قوله: تُلَّهِيكَ، مِنَ الْهَى يُلْهِى الْهَاءُ (باب افعال) غفلت میں ڈالنا۔

الْهَاءُ اللَّعْبُ عَنْ كَذَا. غَائِلٌ كَرْنَا. فَلَانُ الشَّيْءِ. اس نے عاجز ہو کر اسکو  
 چھوڑ دیا۔ الْمَانِي، كَيْل، كَيْلُ كَازِمَانَةٍ، كَيْلُ كِي جَكَّة. الْمَانِي، كَيْلُ كِي چيز  
 قَوْلُهُ شَيْئًا تَغْيِيرُ شَيْئًا. چيز جو چيز پہچانی جائے اور اس کی خبر دی جائے اسکی  
 جَمْعُ أَشْيَاءٌ آتی ہے اور جَمْعُ الْجَمْعِ أَشْيَاءُ و اشاویات و اشاویات و اشاویات  
 و التَّصْغِيرُ شَيْئِيٌّ وَ شَيْئِيٌّ وَهُوَ كَيْتَمَلُ مِنْ بَابِ تَمَلَّ شَيْئًا  
 وَقَوْلُهُ صَاغِرًا. وَهُوَ مِنْ صَغَرَ (ك) صَغَرًا وَ صَغَرًا وَصَغَارًا  
 وَصَغَامَةً وَصَغْرَانًا. ذَلِيلٌ وَخَوَارٌ هُونًا.

قَوْلُهُ مَتَاعًا. الْمَتَاعُ: چاندی سونے کے علاوہ زندگی کا سامان۔ پہننے،  
 بچھلنے کی چیزیں۔ ہر وہ فانی چیز جس سے فائدہ اٹھایا جائے پھر وہ فنا پذیر  
 ہو۔ چنانچہ کہتے ہیں إِنَّمَا الدُّنْيَا مَتَاعٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَمْتِعَةٌ،  
 جَمْعُ الْجَمْعِ اَمَاتِعٌ اور اَمَاتِيْعٌ آتی ہے۔ (ملخص من المنجد)

گر بود شاغل ز ذکرت و بود از بہر جاہ  
 ہم ز دنیا درس و حفظ و خرقہ و مپہر شد است

إِنَّمَا دَرَسٌ وَحِفْظٌ خِرْقَةٌ أَوْ مِطْهَرٌ  
 مِنْ دُنْيَاكَ رُمْتَ جَاهًا أَوْ نَيْتَ الْفَاطِرَا

ترجمہ: ہر وہ چیز جو تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے روکے یا وہ ظاہری عزت و شان  
 و شوکت کے لئے ہو وہ سب دنیا طلبی اور جاہ و حشمت میں داخل ہے۔ خواہ  
 درس و تدریس، حفظ قرآن، بزرگوں کا دیا ہوا اور عطا کیا ہوا خرقہ مبارک اور  
 پانی اور وضو کا لوٹا ہی کیوں نہ ہو کہ ان چیزوں کے تقدس کے باوجود اگر ان کے  
 استعمال سے نیت بخیر اور اخلاص نہ ہو تو یہ چیزیں بھی حکماً دنیا طلبی میں داخل  
 ہونگی۔ واضح رہے کہ ترجمہ بتقدیم مصرعین ہے۔

خلافتہ شعراء حضرت شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صوفیائی کرام کا روبرو، تجارت، حرفت و صنعت اور دستکاری و کاریگری سے منع نہیں کرتے بلکہ کسب و ہنر اور صنعت و تجارت کو اچھی نیت سے رو بہ عمل لانا موجب سعادت سمجھتے ہیں اور جس دنیا طلبی سے وہ ممانعت کرتے ہیں اُس دنیا طلبی سے مراد وہ ہے جو تم کو ذکرِ الہی سے روکے یا ذکر و عبادت کرو گے مگر خدا کے لئے نہیں بلکہ حصولِ جہاں و عزت کے لئے۔ پھر اس صورت میں اگر اپنا مشغلہ درس و تدریس، حفظِ قرآن مجید، خرقہ، مشائخِ کرام و خلافت سے نا سمجھی حاصل کرو گے پھر اپنی پاکی اور وضو کے لئے لوٹا بھی ساتھ لئے پھر و گے تو اگر ان مقدس چیزوں کے حصول سے نیتِ بخیر اور اخلاص نہ ہو تو یہ چیزیں بھی دنیا طلبی میں داخل اور آخرت میں تمہارے لئے غیر مفید ہو گی۔ کیونکہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ تمام نیک اعمال کا ثواب اور ان کا دار و مدار حسن نیت پر ہے۔ شارح فرماتے ہیں کہ مشائخِ کرام اور صوفیائے عظام رہبانیت اور ترکِ دنیا کی تعلیم نہیں دیتے بلکہ وہ اس بات کی تعلیم دیتے ہیں کہ مسلمان دنیا میں باعزت زندگی بھی گزارے اور ربانی ہدایت و تعلیم کے سامنے سر تسلیم خم کرے۔ اس طرح صوفیوں، جوگیوں اور راہبوں کے طریقِ کار اور خدا طلبی میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور جو لوگ ان تمام چیزوں کو ایک سانچے میں ڈالتے ہیں وہ اہل حق اور اولیاء الرحمن پر معاذ اللہ ظلمِ عظیم کرتے ہیں۔ اسی بنا پر آنے والے شعر میں دُنیا سے فائدہ حاصل کرنے کی تلقین و تاکید کرتے ہیں۔ فَتَفَكَّرُوا لَوْلَا تَكُنْ غَيْرًا مَّتَجَاهِلًا۔

حضرت شارح رحمہ اللہ نے اس شعر میں اخلاص پیدا کرنے کی طرف ہم سب کو متوجہ کیا کہ فرمایا مومنین درس و حفظِ کلام اللہ، خرقہ پوشی اور آلاتِ طہارت سے حقیقی طہارتِ رضایِ الہی مقصود ہونا چاہیے ورنہ بے اخلاص علمِ دین اور عبادت سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ آنے والے اشعار میں اسی اخلاص اور حقیقی توجید

کی طرف ہماری توجہ مبذول فرماتے ہوئے نصیحت فرماتے ہیں۔

۱۔ لے در طلب کمال در مدرسہ چند

تکمیل اصول و حکمت و ہندسہ چند

(ترجمہ) لے مدعی اور لے مضموعی واعظ کتب تک مدرسہ میں رہ کر اصول علم، حکمت و ریاضی کے پیچھے پڑ کر اپنی عمر عزیز ضایع کر دے کیونکہ اس سے تم فکرِ آخرت سے محروم ہو جاؤ گے اور بس۔

۲۔ ہر فکر کہ جز ذکرِ خدا و سوسہ است

شرعی ز خدا بدار این و سوسہ چند

(ترجمہ) ہر وہ فکر و خیال جو خدا تعالیٰ کے ذکر کے سوا ہو وہ فکر و خیال درحقیقت شیطانی و سوسہ ہے لہذا خدا تعالیٰ سے کچھ جانتو کرو اور اس و سوسہ میں کب تک مُبتلا رہو گے۔ یہی مضمون قریب قریب حضرت سعدی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں۔

جز ذکرِ دوست ہر چہ کئی عمر ضایع است

جز بسترِ عشق ہر چہ بخوانی بطلالت است

سعدی بستی لوحِ دل از نقشِ غیرِ حق

علمی کہ بہ حق راہ نہ نماید جہالت است

اور حضرت شارح رحمہ اللہ اصل علم کس چیز کو قرار دیتے ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

فرماتے ہیں

۳۔ در رفعِ حُجُبِ کوش نہ در جمعِ کُتُب

کہ جمعِ کُتُب نہ می شود رفعِ حُجُب

(ترجمہ) علم حقیقی یہ ہے کہ قلبی حجابات دور کرنے اور موانع واصل دفع کرنے کی کوشش کرو گے اور صرف کتابیں جمع کرنے سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔ کیونکہ صرف کتابیں جمع کرنے اور بڑے بڑے کتب خانے رکھنے سے حجابات دور نہیں ہونگے بلکہ کتابیں رکھ کر ان سے کام نہ لینے سے حجابِ رہی پیدا

ہو جائے گا جس کا کوئی علاج نہیں جیسا کہ فرمایا کَلَّا بَلَّ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَا  
كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ کا مصداق بنو گے۔

در خطے کتب کجا بود نشہ حب  
طے کن ہمہ را وعدہ الی اللہ و تبت

”کتابوں کے خالص بے عمل مطالعہ سے محبت الہی پیدا نہیں ہوگی  
بلکہ ایسی کتابوں کو بند کرو اور رب الارباب کی طرف لوٹ جاؤ اور رجوع کرو۔“  
عابد اور سالک میں اخلاص ہونا چاہیے ایسا اخلاص کہ قرآن کریم کو لہجہ  
اور آواز بنا کر بھی نہ پڑھے تاکہ ریاکی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائے۔ چنانچہ  
فرماتے ہیں کہ سے لعنت است آن کہ بہر لہجہ و صوت

شود از تو حضورِ خاطر فوت

جس قرآن خوانی سے پڑھنے والے کا مقصد اپنی صوت و آواز کا اظہار ہو وہ  
قرآن خوانی اس کے لئے باعث لعنت بن جاتی ہے۔ اور حضور قلب اس سے فوت ہو  
جانا ہے تو پھر اس قرآن خوانی سے کیا فائدہ؟ اور ملاحظہ ہو سے

۵۱۔ بادہ نوشی مدام با اوباش چہ تا شود صاف خلق تو ز خراس

۶۱۔ مجلس ناکتاں بیارانی چہ تا بدار یک دو خردہ برمانی

تم قماشوں اور بد معاشوں کے ساتھ شراب پیتے ہو تاکہ تمہارا خلق خوب بکے  
اور بچے اور نا اہلوں کی مجلس کو رونق بخشتے ہو تاکہ تم کو کچھ ٹکڑے مل جائیں۔  
ہائے یہ کتنی کم بختی اور کم نصیبی ہے۔

غالباً حضرت شارح رحمہ اللہ بطور پیش گوئی اس رسمی اور بناوٹی قادیانی خان  
صاحب کو نصیحت کرتے ہیں کہ توجوانی میں سٹیشنوں پر بے ادب بن کر نوجوان عورتوں  
کو گانا بجانا سکھاتے تھے اور اب شیخ بنے، مؤرخ بنے اور کیا کیا بنے۔ کب تک  
تو اور تیرا فتویٰ دہندہ تمہاری نفسِ عاطفہ کی تھپکی دیتے رہیں گے۔ یہاں ایسی  
عیاریاں اور مٹکاریاں تو کر سکتے ہو مگر آخر تم کو مرنا ہے اور رب العالمین کے سامنے



کھڑا ہونا ہے۔ لہذا اب بہت گئی اور تھوڑی رہ گئی " کے مصداق بنے۔ لہذا توہ کر کے  
 فنکر آخرت کرو۔ کیا ہمارے بناوٹی خان صاحب ہماری گزارش پر کچھ غور فرمائیں گے  
 یعنی زمانہ اتنا بے حیا ہو گیا ہے کہ نابینا کو بینا کہنے لگے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةٌ  
 لِّمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ۔  
 التحقیق ،

قوله مطہرُ بر وزنِ مِسْطَرُ، وضو وغیرہ کا لوٹا۔ اَلْمَطْهَرُ، قیامت  
 کے دن عذاب دینے کے بعد پاک کرنے کی جگہ۔ اسی سے فقہائی کرام کی کتابوں  
 میں کتاب الطہارۃ بفتح طاء بجر طاء اور بضم طاء پڑھنے کی اجازت ہے  
 اور ہر صورت میں معنی جداگانہ ہے۔

قوله دُفَا: یہ دنیا کی جمع ہے۔ متنبی ایک جگہ کہتا ہے ۷

لِحِ اللّٰهِ ذِي الدُّنْيَا مَنَاخًا لِّرَاكِبٍ  
 فَكُلٌّ بَعِيدٌ اَلِهَمِّ فِيْهَا مَعَذِبٌ

اور دوسری جگہ کہتا ہے۔

اَعَزُّ مَكَانٍ فِي الدُّنْيَا سَرَجٌ سَابِحٌ  
 وَخَيْرٌ جَلِيْسٍ فِي الزَّمَانِ كِتَابٌ

اور السجد میں لکھا ہے کہ اَلْدُّنْيَا۔ دُنْيٌ کا اسم تفضیل۔ اس کی  
 جمع اَدَانٌ اور اَدُنُوْنَ مؤنث دُنْيَا اور اس کی جمع دُنْيٌ آتی ہے۔ یہ لفظ  
 اصل میں دَنَا يَدُوْ دُنُوًّا و دَنَاوَةٌ لِلْبَشِيْ و مِنْهُ و اِلَيْهِ۔ قریب ہونا  
 صفت دان جمع دَفَاة ہے۔ دوسرا دُنْيٌ يَدُنِيْ (س) دَنَا و دَنَايَةٌ  
 گھٹیا اور ردی ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ اس کی صفت دُنْيٌ اور جمع اَدُنْيَا  
 آتی ہے۔ دنیا کے ساتھ یہ دونوں معنی چسپان ہوتے ہیں۔ کما لا يخفى۔

قوله خِرْقَةٌ اَكْرَطُے کا چیتھڑا، دھجی۔ اُس کی جمع خِرَقٌ ہے۔ اس جگہ  
 زیب تن کیا ہوا وہ لباس یا چادر یا عمامہ ٹرا ہے جو حضرات مشائخ اپنے خلیفوں

کو عنایت کرتے ہیں۔ غالباً اس عنایت کو اس نام سے مراد سوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اصل میں خَدَقَ (ن) خَدَقًا فِي الْبَيْتِ لگاتار قیام رکھنا۔ چونکہ مشائخ بھی اپنے مریدوں کو اپنے ہاں عموماً طویل مدت میں رہنے کے بعد یہ خرقہ عطا کرتے تھے اس لئے اس کو خرقہ کہتے ہیں۔ نَوْمَةُ الْخَدَقِ چاشت کے وقت کی نیند یہ اس لئے کہ اس وقت کا سونا بے وقوفی کی نشانی ہے۔ (من المنجد)  
 قَوْلُهُ نَامَتْ۔ نام بیروم موماً اجوفِ وادى۔ قصد و ارادہ کرنے کو کہتے ہیں۔ قَوْلُهُ نَسِيتَ مِنَ النِّسْيَانِ بھولنے اور غافل ہونے کو کہتے ہیں۔ قَوْلُهُ الْفَاطِرُ۔ پروردگارِ عالم، پیدا کرنے والا۔ اسی سے ہے فَاطِرُ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ۔ یہ نسبت کا مفعول بہ اس لئے منصوب ہے او الف اشباعی ہے۔  
 قَوْلُهُ جَاهًا۔ قَالَ فِي الْمَنْجِدِ الْجَاهُ وَالْجَاهَةُ قَدْرٌ وَشَرَفٌ اور بلندی مرتبہ

ور بدان قیدے نباشد راویاں کر و ند نقل  
 با وجود سلطنت از اولیاء سخر شدہ است  
 فَزِيهَا اِنْ شِئْتَ اَمْ اَلَا تَكُنْ عَبْدًا لَهَا  
 مَعَ دَوْلَةٍ تَشْرِي مِنْ اَوْلِيَاءِ سَجْدًا

ترجمہ۔ ہاں اگر تو مال و دولت ہوتے ہوئے بھی دنیا کے قیدی اور غلام نہ بن جاؤ گے اور تمہارا دل اس پر فریفتہ نہ ہو تو پھر اس مال و دولت سے کوئی نقصان اور کسی قسم کا ضرر تم کو نہیں پہنچے گا کیونکہ تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ سلطنت و پادشاہی کے باوجود حضرت سخر ملک شاہ اولیاء کا ملین میں سے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ تقویٰ و پارسائی کے ساتھ مال و دولت کو کسی قسم کا تضاد اور شکر و نہیں جبکہ مال و دولت کو وصولِ حق کے لئے ایک وسیلہ اور ذریعہ قرار دیا جائے۔

خلاصہ، ظاہری حکومت اگر عدل و انصاف سے چلائی جائے تو وہ باطنی بادشاہت حاصل ہونے کے لئے بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے اور اگر تجارت، و کاروبار کو صحیح ڈھنگ اور ذاتی اور پبلک مفاد کی خاطر کیا جائے تو یہی تجارت اور یہی کاروبار نجات و سعادت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اور مذہبی پیشواؤں نے جو کاروبار چھوڑ کر عوام الناس کے نذر و کرم پر چلنے کی عادت ڈالی ہے تو درحقیقت اسی چیز نے خدائی دین اور مقدس مذہب کی جڑیں کھوکھلی کی ہیں۔ مسلمانوں کے سامنے حضرت محی الدین عالمگیرؒ اورنگ زیبؒ، سلطان صلاح الدین ایوبیؒ، سلطان شمس الدین التمشؒ اور خاص کر جن کی حضرت شاریح رحمہ اللہ نے مثال دی یعنی سلطان سنجر معزی ملک شاہ۔ کہ یہ حضرات جس طرح ظاہری سلطنت و حکومت کے مالک تھے اس سے کہیں زیادہ اپنے تقویٰ و طہارت اور عدل و انصاف کی بدولت معنوی حکومت کے بھی مالک تھے۔ لہذا دنیا داری اور دینداری، اقتدار و فقر حقیقی اور ظاہری حکمرانی و خدا پرستی کے درمیان کوئی تضاد نہیں۔ ان اتنا ضرور ہے کہ ظاہری شان و شوکت تزکیہ باطن، رضائے ربانی کے لئے ایک وسیلہ اور ذریعہ قرار دینا چاہیے اور مقصود مقصود ہی بنانا چاہیے سلطان سنجر معزی کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے ایک خاص نوکر کو اس غرض کے لئے رکھا تھا جو دربار عام کی مجلس میں بولتا تھا یعنی کھڑے ہو کر بولتا تھا۔ آپ کے ملک میں مظالم اور زیادتیاں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ اگر جناب عزت مآب بادشاہ کو ان زیادتیوں کا علم ہے اور پھر ان کی تلافی نہیں فرمائیں گے تو اس صورت میں بادشاہ مسلمان نہیں ہو سکتے اور اگر بادشاہ اپنے ملک کے نظلمات رشوت ستانی، بدکاری، عیاشیوں کی عیش پرستی، مسکینوں اور محتاجوں کی مسکنت و حاجت اور ان کی آہ و بکا و نالہ و زاری سے واقف نہیں ہیں تو تب ملک شاہ بادشاہی کے قابل اور اس کے حقدار و سزاوار نہیں ہیں۔“

یہ آواز سن کر بادشاہ عدل و قانون استعمال کر کے نظلمات کا ٹھیک ٹھیک

فیصلہ فرماتے تھے۔ اسی راستی اور خدا ترسی کی بنا پر سلطان سخر کا شمار بڑے بڑے اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ اسی بنا پر مشہور صوفی حضرت سہل بن عبد اللہ القسری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر حاکم و بادشاہ یا کوئی شخصی حکمران حدود شریعت اور انسانی حقوق کی پاسبانی اور حفاظت کرے تو وہ اس کے سبب صدیقیوں کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔

حضرت خواجہ محمد پارا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک انسان کے لئے سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ اسے ظاہری بادشاہت یا عالیں عزت و رفعت مل جائے مگر وہ اس کو فانی اور عارضی سمجھ کر عدل و انصاف، برابری و مساوات دین کی خدمت اور قوم و وطن کے حقوق بحال کرے۔

یہ شارح رحمہ اللہ کے چند کلمات کا خلاصہ اور شعر کا مطلب ہے۔ اس قسم کی تشریح سے راقم کا مقصد یہ ہے کہ عصر حاضر کے لوگوں کو جو تصوف اور ارباب تصوف سے نفرت اور دوری پیدا ہوتی ہے وہ ان حضرات کے کلام بلند نظام پر غور نہ کرنے کی وجہ سے ہوئی ہے یا یہ منقرض ان سے اس لئے پیدا ہوا کہ واقعی ہمارے زمانہ کے کچھ مذہبی طبقوں نے صحیح علم و صلاحیت سے محروم ہونے کی وجہ سے خرافاتِ امّ عمر و کو اسلام قرار دیا ہے۔ بھلا اسلام کو ذاتِ رنگ و نسل، جغرافیائی حدود اور وطنیت سے کیا تعلق ہے۔ اگر اسلام کا تعلق ہے تو بس اس سے ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق بنی نوع انسان کس طرح محفوظ رہیں گے۔ اے اللہ! ہم سب کو اپنی حقیقی معرفت سے منور اور مالا مال فرمائیے۔ اے اللہ! یہ کتنی بد قسمتی ہے کہ میں داعیانِ دین کو حضرت رومی رحمہ اللہ کے اس شعر کی طرف دعوت دیتا ہوں۔

چند خوانی حکمتِ یونانیوں

حکمتِ ایسائیاں را ہم بخوان

مگر یہ لوگ ہمیں برا مانتے ہیں اور مغلظات سے نوازتے ہیں۔ ہم عوام

مسلمین کو خالصتہً اللہ حضرت علامہ اقبالؒ کے اس شعر کی طرف دعوت دیتے ہیں۔  
 سینہ با از گرمی قرآن تہی : زین چنین مرداں چہ امید بہی  
 مگر یہ لوگ اور ان کے بعض عدیم الحیاہ ہلکے خلاف سوقیانہ الفاظ استعمال  
 کرتے ہیں اللہم اھدھم فیانہم قوم معتدون۔

التحقیق :

قولہ فَنَزَّ۔ یہ صیغہ واحد مذکر امر حاضر معروف ہے۔ یہ فَاذ بِنون  
 فَوَذا۔ بالامر کامیاب ہونا۔ مِنَ الْمَكْرُوۃِ نَجَاتٍ پانا۔ الرَّجُلُ ہلاک  
 ہو جانا، مرجانا۔ اَفَاذَ فَلَانًا بكذا کامیاب کرانا۔ کبریتِ احمر میں عام  
 طور پر وَفَاذَ الْخَلَّاقِ بِرُمَّتِهَا پڑھتے ہیں جو از روئے نحو و لغت  
 غلط ہے کیونکہ فَاذَ فعلِ لازم ہے۔ فاعل اس میں هُوَ راجع بجانب  
 آنحضرت وافر النور صلی اللہ علیہ وآلہ و صحابہ وسلم ہے۔ بِرُمَّتِهَا کی  
 بتعدیہ کے لئے نہیں ہے۔ یا تو اس لفظ کو اَفَاذَ پڑھنا چاہیے یا اس سے  
 بہتر صورت وہ ہے جو اس کے شارح حضرت خواجہ اعظم دیدہ مری رحمہ اللہ نے  
 پیش کی۔ یعنی مرحوم خواجہ صاحب نے اس کو وَفَاذَ الْخَلَّاقِ بِرُمَّتِهَا  
 پڑھا ہے جیسا کہ ان کے ترجمہ سے ظاہر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ  
 ازمنہ سابقہ میں ہمارے ماں علم و ادب کا خوب ذوق تھا مگر اب مصنوعی صدائے  
 و شرافت اور کبر محض نے ہمارے حضرات کو کبریتِ احمر کے کلمات طہیات پر  
 غور و فکر کرنے سے بھی حق تعالیٰ نے محروم بنا دیا ہے۔

رہا یہ سوال کہ فَاذَ متعدی آتا ہے تو اس کا جواب اثبات میں ہے۔  
 متنبی نے کئی جگہ اس کو بصورت تعدیہ بھی لایا ہے۔ اور جس نے فَاذَ کو ہمیشہ  
 کے لئے صرف فعلِ لازم قرار دیا ضلّ و هوى و اضلّ قومہ و ماھدی  
 جیسا ہو گیا۔ غرض فَاذَ لازم اور متعدی دونوں آتا ہے۔ جیسے فَاذَ یفوق  
 فَوْقًا و فَوْقًا۔ الشَّيْءُ بِنَدْوٰی ہونا۔ فَاذَ فَوْقًا۔ السَّہْمُ تیر کو تُوڑنا۔ مَنبَدُ



دَوْلَةٌ۔ ہم نے سلطنت کا ترجمہ دولت سے کیا ہے، یہ درست ہے کیونکہ  
اہل لغت نے الدولة کا معنی یہ بھی لکھا ہے کہ ارباب سیاست کے نزدیک بادشاہ  
ووزراء، حکومت، گورنمنٹ، ریاست کو کہتے ہیں۔ اس صورت میں اس کی جمع  
دَوْل و دَوْل آتی ہے۔ اور قرآن کریم میں جو دَوْلَةٌ کا لفظ آیا ہے  
اس کے معنی اس شے کے ہیں جو لوگوں پر بدل بدل کر آتی ہے۔ آج کسی کے  
لئے ہو اور کل کسی کے لئے۔

حَقُّ تَجَلَّىٰ بَادُو وَصَفِ السَّمِيعِ وَالْبَصِيرِ  
كَرْدُ رَفَعِ دَرْمَغِيْبَاتِ اَسْمَعٍ وَابْصَرُ شُدَّ اَسْت  
قَدْ تَجَلَّىٰ رَأْيُهُ لَهٗ بِالسَّمِيعِ وَالْبَصِيرِ  
مِنْهُ اَضْحَىٰ فِي الْغُيُوْبِ اَسْمَعًا وَابْصِرًا

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ نے اپنے دو خالص وصفوں سمیع و بصیر سے آپ پر خاص  
تجلی فرمائی ہے اس لئے آپ اسرار الہی اور راز مئے کبریائی کے بہت سے زیادہ  
سننے والے اور بہت زیادہ چشمِ عبرت میں سے دیکھنے والے ثابت ہوئے  
فوجہ اللہ رحمة واسعة و رزقنا منه حظا وافرا۔ امین۔

خلاصہ شعر یہ ہے کہ اصل میں بعض صفات خواہ وہ از قسم جمال ہوں یا  
از قبیلہ جلال، اس قسم کی تمام صفات بالذات اور بالاصالہ ذات باری تعالیٰ  
کے ساتھ مخصوص ہیں اور اللہ تعالیٰ انبیاء و اولیاء پر اپنی مخصوص صفات کا  
بعض اوقات ایسا جلوہ اور پرتو ڈالتا ہے جیسا کہ منظور باری تعالیٰ ہوتا ہے  
علم کلام، شرح عقاید اور شرح مقاصد میں ان صفات کی تفصیل و تسمیہ  
مذکور و مزبور ہے۔ چونکہ عوام کے لئے علوم الیہ منطوق و فلسفہ قدیم کے  
بغیر ان کا سمجھنا دشوار ہے اس لئے شارح علیہ الرحمہ نے بھی اس نازک

مسئلہ پر بحث نہیں کی تو لازماً نظوی علیٰ منوالہ کہ ہم بھی آپ کے پسندیدہ طریقہ پر گامزن ہو رہے ہیں اور کَلِمَاتِ النَّاسِ بِقَدْرِ عَقُولِهِمْ پر کفایت کرتے ہیں۔

البتہ اتنا ضرور عرض کرینگے کہ حقائق اشیاء کی معرفت و شناخت بالذات و بالاصالہ خاصۃً ربانی ہے اور بندگانِ خدا کا حقائقِ اشیاء کا علم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے عطا ہوتا ہے اس لئے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دُعا فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ۔ یہ دُعا رِقَاب میں بھی حضرت قَدْوَةُ السَّالِكِيْنَ میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لے آئے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ ہم کو اشیاء اور مخلوقات کی حقائق اور اصلیت اسی شکل و صورت اور اسی ہویت و ماہریت میں دکھائیے جیسا کہ وہ واقع اور نفس الامر میں موجود ہیں۔ کیونکہ اشیاء اور مخلوقات کی تہ اور اصلیت تک پہنچنا ہی اربابِ کمال کا حدِ کمال ہے۔ اس حدیث اور اس دُعا پر اگر آپ غور فرمائیں گے تو آپ تمام علومِ رسمیت سے بڑھ کر سائنس کو اسلام سے قریب تر پائیں گے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفات میں سے دُور سے سُننا اور دُور سے دیکھنا اور حقائق و اسرار پر واقف ہونا ہے تو ان دو صفتوں کی تجلّی اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذاتِ بایرکات پر بھی ڈالی ہے اس لئے خلافِ عادت آنجناب بعض اوقات تجلّی الہی کی بنا پر دُور سے سنتے اور معنوی انداز میں دُور سے دیکھتے بھی ہیں مگر یہ سب عنایتِ ربانی ہے کیفِ شاء و متیٰ ماشاء یعنی اس کے کم و کیف وغیرہ کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں۔

شارحِ رحمۃ اللہ نے قصداً یہاں اُن چند اشعار کی تشریح نہیں کی کیونکہ جہاں آں جناب کی کرامات آپ اپنے آیات میں بیان کرینگے تو اس وقت ان اشعار سے خود بخود پردہ اٹھ جائے گا۔ فانتظروا ایہا المنتظرون۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنے کسی ولیٰ کامل اور اپنے

اپنے مقرب پر اپی صفاتِ مخصوصہ سے تجلی ڈالتا ہے۔ اور حقائق و اسرار سے اس کو محفوظ بناتا ہے جن میں سے حضرت سلطان العارفين شيخ حمزہ کشمیری قدس سرہ خاص مقام اور خاص مرتبہ رکھتے ہیں۔  
التحقیق۔

قوله، مغیبات۔ وفي العرب في الغيوب۔ من الغیب۔ مصدر شك غاب و پوشیدہ ہونا، راز، بھید، پست زین۔ اس کی جمع غیاب و غیوب۔  
الغیبة و الغیابة پست زمین، قبر۔ الغیابة من كل شیء۔ پر وہ۔  
الغیبة۔ بدگونی، غیبت۔ اصل میں یہ مادہ غاب یغیب غیباً و غیبة و غیاباً و غیوباً و مغیباً۔ عنہ دور ہونا، جدا ہونا۔ اسی سے آپ کو یومنون بالغیب کا صحیح مفہوم و معنی بھی سمجھ میں آیا ہوگا۔

قوله اسمعاً و ابصراً۔ یہ دونوں لفظ غیر منصرف ہیں کیونکہ ان میں وزن فعل اور وصفتِ اصلیہ یعنی دو سبب پائے جاتے ہیں اس لئے ان دونوں لفظوں پر تنوین نہیں آنی چاہیے تھی مگر ضرورتِ شعریہ میں غیر منصرف کو منوّن (باتنویں) پڑھنا درست اور جائز ہے۔ کہانی قول فاطمة الزهراء رضی اللہ عنہا

مَآذًا عَلٰی مَنْ شِئْتُمْ تُرْبَةً اَحْمَدًا  
اَنْ لَا يَشْتُمُ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا  
صَبَّتْ عَلَيَّ مَصَابِيْبُ لَوْ اَنْتَهَا  
صَبَّتْ عَلَيَّ الْاَيَّامُ صِرْنَ لِيَالِيَا

۲۱۴  
ہم تجلی حیات و قدرت و علم و کلام  
شد برو تاثير اک بسیار مستبصر شد است

و كذا بالحي والقدرة وعلم وكلام  
قد تجلى له و اضحى في كثير مبصرا

ترجمہ، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیات معنوی، طاقت و قدرت، علم و دانش اور کلام و گویائی کی صفت سے تجلی فرمائی جن کے آثار اور مبارک علامات آپ سے بارہا دیکھے اور مشاہدہ کئے گئے ہیں۔  
خلاصہ شعر،

اللہ تعالیٰ کی صفات حقیقیہ میں سے سخی، قادم، علیم اور متکلم وغیرہ ہیں۔ شرح عقائد نسفی میں ہے :-

وله صفات انالیه قائمۃ بذاتہ وہی لاہو ولا غیرۃ .  
وہی العلم والقدسۃ والحیوۃ والقوۃ والسمع والبصر والارادۃ  
والمشیۃ والفعل والتخلیق والتزین والکلام۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے یہ اوصاف ازلی اور ابدی ہیں اور یہ صفات اس کی ذات قدسی صفات کے نہ عین ہیں اور نہ غیر۔ وہ اصول و صفات یہ یہ ہیں علم، جاننا، ہر چیز پر قدرت و طاقت رکھنا، حقیقی زندگی، ہر چیز پر قوت، سنا، دیکھنا، ارادہ کرنا، چاہنا جو بھی چاہے۔ بندوں سے افعال پیدا کرنا۔ خلق یعنی عدم سے وجود میں لانا، رزق رسانی اور یہ کہ وہ متکلم حقیقی ہے۔ یہ تمام صفات مخصوص ہیں ذات باری تعالیٰ کے لئے اور بالذات او بالاصالہ۔ یہ صفات یا ان میں سے کوئی صفت کسی مخلوق کے لئے قرار دیا شرک ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ ہی جب چاہے اور جس قدر چاہے تو اپنے مقرب

بندوں، انبیاء، اولیاء اور صلحاء پر اپنی صفتوں کی تجلی اور پرتو ڈالتا ہے۔ جن میں سے حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ اس لئے ان نازک مراحل پر آپ نے تجلی کا لفظ استعمال فرمایا تاکہ کوئی ان آیات کا غلط مطلب نہ سمجھے اور پھر وہ کہیں افراط و تفریط میں گرفتار نہ ہو جائے۔

اور یہ بھی واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم، سُننا، دیکھنا اور کلام آلات و اسباب کی طرف محتاج نہیں اور کمیت و کیفیت کی کوئی انتہا نہیں جیسا کہ کہا گیا "قول اور الحن نے آواز نے"

ہست تاثیر تجلی جمال المرید

ایں کہ در غالب مرادش حال محض شداست

فیه اثار تجلی المرید غیر عدی

ولذا فیما یروم فائزاً و محضراً

ترجمہ: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آنجناب پر المرید کے جمال کی تجلی اور پرتو بھی ڈالا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اوقات آپ اپنے مراد اور مطلب میں کامیاب ہوتے ہیں اور آپ کا مدعی و مقصود حاصل ہوتا ہے۔

خلاصہ:

مرید سے اس جگہ یہ مطلب ہے کہ جب آنجناب کسی چیز کے ہونے میں ارادہ اور ارزو فرماتے ہیں کہ وہ اس طرح ہو جائے تو اس وقت برابر ایسا ہی ہوتا ہے کیونکہ فعال "لما یرید رب العالمین نے اس صفت جمال کی تجلی آپ پر بھی ڈالی ہے۔ یعنی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی اذن و اجازت اور اس کے علم و طاقت ہی سے آپ سے صدور اور سرزد ہوتا ہے۔ اسی بنا پر کہ آپ المرید کی تجلی سے بہرہ ور اور لطف اندوز ہوتے ہیں۔



بہت سی مشکلیں آپ کے ذریعہ آسان ہو جاتی ہیں کیونکہ آپ مؤیدِ مین  
عند اللہ العزیز الحکیم ہیں۔ ہاں ارادت اور عقیدت ہونی چاہیے۔  
”اِنَّ نَافِثَةَ خَاكٍ لَا يَنْظُرُ كَيْفَا كُنْدُ“

ہم تجلیات و صفِ محیی و صفِ ممیت  
شُدور و تاثیرِ آں بسیار جا مُبہر شد است  
و تجلیاتِ مَحْيِي و مَزَايَا الْمَيِّتِ  
لَكثِيرًا مَا بَتِكَ صَارَ جِدًّا مُبَهَّرًا

ترجمہ: اور محیی اور ممیت کی اونچی صفتوں کی تجلے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ پر  
ڈالی ہے اس لئے بہت سے مقامات پر آں والا قدسی صفات سے ان دو وصفوں  
کا ظہور ہوا ہے۔

خلاصہ:-

اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں سے جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا محیی زندہ کرنے والا  
اور ممیت مارنے والا ہیں۔ زندہ کرنا اور مارنا یا یوں کہئے حیاتِ حقیقی اور موت  
حقیقی کا مالک اور قابض صرف حضرت اللہ ہے۔ سب کائنات کی حیات و ممات  
صرف ایک قادر مطلق کے دستِ قدرت میں ہے۔ یحیی و ممیت بیدہ الخیر  
وہی خدا زندگی اور موت بخشتا ہے اور اسی کے دستِ فضل میں ہمہ قسم کی خیر و  
برکت ہے۔ البتہ اسماءِ حسنیٰ میں سے ہر ایک اسم مبارک کی علیحدہ خاصیت ہے  
سالکِ راہِ سعادت جب اندر قواعد ان اسماءِ مبارکہ کا ورود و وظیفہ کرتا ہے تو ہر  
ایک اسم کے آثار و برکات اور فیوض و ثمرات کا جلوہ اس پر من عند اللہ پڑتا ہے  
چنانچہ آنجناب نے یا محیی اور یا ممیت کثرت کے ساتھ ورود و وظیفہ پڑھا ہے  
جس کا ثمرہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دکھایا کہ زندگی اور مارنے کی تجلی آپ پر ڈالی۔

یعنی اِحیاء و اِمانت کا راز عیانا آپ پر انکشاف فرمایا ہے اور سالک کو بعض اوقات دوبارہ زندہ کرنے اور مانے پر جو شکوک یا تعجبات لاحق ہوتے ہیں تو اِن جناب ان شکوک و شبہات سے بچل کر علم الیقین سے حق الیقین اور حق الیقین سے عین الیقین کے درجہ میں پہنچ گئے ہیں۔ یہ معمولی فضیلت و فوقیت نہیں ہے۔ زہے سعادت اور زہے خدائی عنایت کہ جب آپ کسی چیز کی خواہش اور ارادہ فرماتے ہیں تو آپ فوراً اپنا مطلوب و مقصود حاضر پلتے ہیں۔

اَوْجُوْ مَجْلَاةٍ جَمَالٍ اَمْدٍ جَلَالِ ذَاتِ رَا  
نُوْرٍ وَاثَارِ جَلَالِيْتِ اَزْوَ اَزْهَرِ شُدَا سْتِ  
وَهُوَ مَجْلَاةُ الْجَمَالِ وَجَلَالِ ذَاتِهِ  
وَاثُوْرًا لِحَبْلِيْهِ وَنُوْرًا اَمْرًا هَرَا

ترجمہ: آنجناب (محبوب العالم) ذات باری تعالیٰ کے صفات جلالیہ کے اظہار کے وقت بھی صفات جمالیہ الہیہ کے آئینہ اور صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں اسلئے آنجناب سے جلالی آثار اور انوار کثرت سے سرزد ہوتے ہیں۔

خلاصہ:

حضرت سلطان العارفين جلال و قہر میں بھی سر تا پا جمال و رحمت ہوتے ہیں اسلئے آپ سے صفات جلالیہ الہیہ کا صدور اور سرزد ہونا اور قہارت سے ضرورتاً کام لینا اس میں بھی جمالی شان اور انوار و برکات ان لوگوں کے لئے ہوتے ہیں جن پر آپ کبیدہ، رنجیدہ اور آثار قہر و غضب کا اظہار فرماتے ہیں۔

اس شعر میں حضرت خاکی رحمہ اللہ دفع دخل فرماتے ہیں یعنی ایک سوال مقدر کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ سوال مقدر اور اس کے جواب سے پہلے ایک بات کی طرف مختصر لفظوں میں آپ کی توجہ مبذول کرونگا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

کی بہت سی صفات ہیں بعض ایسی ہیں جو از قسم رحم و کرم اور فضل و عنایت ہیں۔ ایسی صفات کہ حضرات صوفیہ قدس اللہ اسرارہم صفاتِ جمالیہ کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفتیں از قسم قہر و غضب اور تعذیب و اِعلاک ہیں۔ ایسی صفات کو یہ حضرات صفاتِ جلالیہ کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے صفاتِ جمال و جلال از قبیلہ اَضداد و باہم تقابلیں ہیں اور کبار اولیاء اللہ ان دونوں قسم کی صفتوں سے موصوف ہوتے ہیں لیکن بالذات نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ پس حضرت سلطان العارفین حضرت شیخ حمزہ محدومی قدس سرہ بعض اوقات صفاتِ جلالیہ قہار سے بھی ان لوگوں کے خلاف کام لیتے تھے جو ان صفات کے مستحق اور حقدار ہوتے تھے چنانچہ یہ لوگ اس وقت قہر الہی اور عذاب الہی میں مبتلا ہوتے تھے۔ تو اس پر بعض لوگوں نے حضرت خاکی رحمہ اللہ سے اعتراض کیا کہ آپ کے پیر روشن ضمیر ایسا جلال اور قہر و عتاب بندگانِ خدا پر کیونکر کرتے ہیں جبکہ اولیاء اللہ کی بلند شان سے اس قسم کے عتاب و سزا اور قہر و غضب کا صادر کرنا نہایت بعید اور خلافِ انصاف ہے۔

یہ ہے سوالِ مقدر حضرت خاکی رحمہ اللہ نے زیر بحث شعر میں اس کا جواب فرمایا کہ میں نے معترض کو وہی جواب دیا جو مجھ سے پیشتر حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلیفہ مولانا نور الدین جعفر المرحوم کو دیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے حضرت خواجہ عبداللہ بدخشان میں مولانا نور الدین جعفر کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ آپ اپنے پیر و رہبر حضرت میر سید علی ہمدانی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیجئے کہ آپ تو اولیاءِ کاملین میں سے ہیں تو پھر کیوں قہر و غضب اور عتاب فرماتے ہیں۔ یہ تو آپ کی شانِ ولایت کے مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ ایک دن حضرت میر سید علی ہمدانی نے حسبِ عادت مجھے (مولانا نور الدین جعفر) کو اپنے پاس بلایا۔ اس وقت مولانا نور الدین جعفر کے دل میں آیا کہ میں آج ضرور اپنے پیر برحق حضرت خواجہ کا سوال ضرور پیش کروں گا اور دیکھوں گا کہ جناب مرشدِ کامل حضرت میر سید علی ہمدانی رحمہ اللہ کیا جواب دیں گے۔ جو نبی مولانا نور الدین جعفر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے

ان کو از خود مولینا نور الدین کے پوچھے اور استفسار کے بغیر مسکراتے ہوئے خواجہ عبد اقد کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا غصہ و غضب باعثِ رحمت و عنایت ہوتا ہے یعنی قہارت میں بھی ہم جمالیّت کے آئینہ اور پتہ تو ہوتے ہیں۔ لہذا یہ سوال ہی دل میں نہ لانا چاہیے کہ اولیاء اللہ ضرورت کے وقت غیظ و غضب میں کیوں ہوتے ہیں۔ پھر حضرت میر نے اسکی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر سو مواعظ کے دن میں ان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ جہاں آرا سے مشرف ہوتا تھا اور اپنے غصہ و غضب پر ایک دن افسوس ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ غصہ ذاتی مفاد کی خاطر نہیں ہوتا بلکہ یہ **المحبت لله والبغض لله** پر موقوف ہونے کی وجہ سے باعثِ رحمت ہے۔

حضرت خاکی نے حضرت میرؒ کا یہی جواب اپنے اس اعتراض کرنے والے کو دیا ہے جس نے کہا تھا کہ حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ قہر و غضب سے کیوں کام لیتے ہیں حضرت خاکی نے ان کو فرمایا یہ مصلحت سے خالی نہیں۔ اس میں رحمت و رافت کا فرما ہوتی ہے۔ اس صورت میں بھی جمالی شان کا فرما ہوتی ہے۔ اور حضرت میرؒ نے اپنے جواب کی تائید اس حدیث سے کی کہ آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **خيارُ امتي احداؤها الذين اذا غضبوا رججوا**۔ میرؒ بہترین امتی وہ تیز و تند لوگ ہیں کہ جب انہیں غصہ آجائے تو جلدی غصہ کی حالت سے واپس آکر رافت و رحمت بن جائیں گے۔ الی آخر۔ اس سے زیادہ وضاحت شرح میں مذکور و مرقوم ہے مراجع الیہ۔

### التحقيق والتدقيق :

تولہ بجلاء: ظاہر اور واضح ہونے کا آلہ یعنی آئینہ کہ اس سے اپنی صورت کا حسن و قبح ظاہر ہوتا ہے۔ فارسی والوں نے تصرف کر کے اس کے ہمزہ کو یا سے بدل دیا ہے۔ یہ اسل میں جلا ان، جلوا و جلاء سے نکلا ہے۔ جلا الامر۔ کسی امر کو واضح کرنا، ظاہر و آشکارا کرنا۔ جلا الرجل عن بلدہ کسی کو اس کے

شہر و ملک سے نکلنا جلا وطن کرنا۔ جلاعنه الشہم کسی کا غم زائل کرنا۔ جلا السیف۔ تلوار کو صیقل دینا۔ جلاعن ضمیراً۔ دل کی بات کی ترجمانی کرنا، اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کرنا۔ آجلوہ۔ شب زفاف میں شوہر کا اپنی دلہن کو دیا ہوا ہدیہ۔ قولہ جمال۔ جمل (ن) جبالاً خوش صورت، خوش سیرت ہونا۔

صیغہ صفت جمیل مؤنث جمیلۃ۔

قولہ جلالیۃ۔ جلّ (ض) جلالاً و جلالۃً۔ بڑی شان والا ہونا۔ حم میں بڑا ہونا۔ عمر میں بڑا ہونا۔ جلّ و تجالّ عن کذا۔ نفرت کرنا۔ بیزار و بیری ہونا اپنے کو کسی نقص سے بالا و برتر سمجھنا۔ ومنہ ہنا۔

اُتوس و اُتار جمع اُتوس کذا فی المجد۔ علم الاُتار۔ اگلی قوموں کی چھوٹی ہوئی یادگاروں کی معرفت مثلاً ان کے مکانات، مجسمے اور سیکے وغیرہ کی معرفت الاُتاری: آثارِ قدیمہ کا ماہر۔ الاُتیر: قدام، نویں آسمان کو بھی اُتیر کہتے ہیں۔ اور باصطلاح علماء طبیعیات اُتیر "ایٹھر" کو کہا جاتا ہے۔ یہ اصل میں وہ مادہ ہے جس کے تموج سے گرمی بڑھتی ہے اور آواز دؤر تک جاتی ہے۔

أَمْ هُوَ صَيْغَةُ اسْمٍ تَفْصِيلٍ مُشْتَقٌّ هُوَ۔ أَزْهَرَ النَّبَاتِ يُوَدُّهُ كَالشُّكُوفِ وَارِهُنَا وَ

بہت روشن ہونا۔

کبر اوشد محوظا ہر کبریاتے حق ازو

ایں شعار آل امام الصادقین جعفر شداست

قَدْ فَنِي كِبْرُهُ وَكِبْرِيَاءُ رَبِّ أَظْهَرَ  
ذَا الشُّعَارِ لِإِمَامِ الصَّادِقِينَ جَعْفَرًا

ترجمہ: آنجناب کا ذاتی کبر و نخوت اور غرور و پندار مٹ چکا ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و سطوت اور اسکی بلندی و برتری آپ کی جبین مبارک سے عیان اور



سیرت مبارکہ سے ظاہر و باہر ہے۔ اس قسم کا طریقہ سچ بولنے والوں اور راہِ حق پر چلنے والوں کے امام و پیشوا حضرت جعفر صادق کا تھا کہ آپ اپنی ذاتی اور شخصی عظمت مٹا چکے تھے اور خدائے بزرگ کی عظمت و کبریا آپ کے جبینِ عنبر آگین سے ظاہر ہوتی تھی۔ یہی حال حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ کا ہے۔

### خلاصہ شعر:

حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ نے ذاتی کبر و غرور فنا کر لیا ہے کیونکہ ذاتی کبر و غرور احمق ہونے کی دلیل ہے اور جس کی پیدائش و آفرینش مابعد مہین بدبودار پانی سے ہو اور پھر اس کا انجام زیر زمین دفن ہونا ہو اور مٹی سے پیوست ہونا ہو بھلا اس کا غرور اور اپنی بڑھائی کا اظہار اور بندگانِ الہی پر اپنی فوقیت دکھانے سے کیا فائدہ؟ ایسے لوگ حقائقِ اشیا اور خدائی معرفت سے بالکل کوئے اور لاعلم محض ہیں۔ روح جسم سے پرواز کرنے کے بعد تمام دعاؤں خواہ وہ خاندانی ہوں یا شاہانہ اور علم و دولت کے متعلق ہوں۔ وہ سب ایک ایک کر کے رب جلیل کے نزدیک ساقط و بے اعتبار اور دھڑام کر کے گر جاتے ہیں کیونکہ تیر میں یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تو کس خاندان سے تھا؟ اور کیا تو علامہ دہر تھا یا بادشاہ و حکمران تھا یا کچھ اور؟ وہاں تو صرف اتنا سوال ہو گا کہ تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے۔ اور اس صاحب (حضرت آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا جانتے ہو؟ اگر مسئول ٹھیک ٹھیک جواب دیکتا تو کامیاب ورنہ اس کے برابر کوئی محروم و مردود نہیں۔ صرف عملِ صالح اور درستی کردار کی کوشش کرنی چاہیے کہ یہی باخدا انسانوں کا طریقہ اور و تیر ہے۔ سلسلے مشہور ہے کہ آخر میں مقربینِ الہی کے دلوں سے زمیوی جاہ و جلال کی حسمت نکل آتی ہے اور وہ اپنے نفوس اور ذوات کو اللہ کی معرفت میں فنا کر کے دوام اور بقا حاصل کرتے ہیں اور ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۃ عالم دوام ما

کے پوتے مصداق بن جلتے ہیں۔

غرض شعر کا مقصد یہ ہے کہ حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ نے معرفتِ الہی میں اپنی ذات فنا کی جس کی برکت سے ربانی عظمت و کبریائی نے آپ کی ذات بابرکات میں اپنے آثار ڈالدے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ الہی عظمت و کبریائی کے خواص آپ سے بجزرت سرزد ہوتے ہیں۔ اور شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بد قسمتی ہے کہ عوام الناس یا اولیاء اللہ کے دشمنوں کو کبر و غرور اور کبریا و عظمتِ الہی میں فرق کرنے کا سلیقہ نہیں پایا جاتا اس لئے وہ دشمن اپنی نادانی سے اولیاء اللہ کی طرف متکبر ہونے کی نسبت کرتے ہیں معاذ اللہ اور ان کے ذہنوں سے یہ بات اوجھل ہو گئی ہے یہ تکبر نہیں بلکہ ذاتِ باری تعالیٰ کی عظمت و کبریائی نے ان پر اپنا جلوہ ڈال دیا ہے۔ کبر و غرور اور کبریا و عظمت میں سب سے پہلے جو فرق ہے وہ سچوں کے پیشوا اور امامُ الاولیاء حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کیا ہے کہ انہوں نے سمجھایا کہ ہم متکبر نہیں ہیں بلکہ متکبر حقیقی رب العالمین کی تجلی اور پر تو ہم پر پڑا ہے اور حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ کے بعد عوام اور بے ادبوں نے اسی قسم کا اعتراض حضرت سلطان ابوسعید ابو ظہیر حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری اور حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمہم اللہ پر جب کر لیا تو ان حضرات نے عالمانہ انداز میں جواب دیکر کبر و غرور اور کبریا و عظمت میں فرق کر کے کبر و غرور سے براءت و بیزاری کی اور حضرت میر سید علی ہمدانی رحمہ اللہ ذخیرۃ الملوک میں

ساصرف عن ایاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق سے استدلال کیا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم بصیرۃ السلوک شرح ذخیرۃ الملوک میں اپنے موقع پر حسبِ عادت اس کی شرح و ترجمہ کر کے ہدیہ قارئین کرام کریں گے۔ وَاللّٰهُ

یہدی من یشاء الی صراطِ مستقیم۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دو لہندوں، پیشہ وروں اور مذہب سے استحصال کرنے والوں کا تکبر نفسانی اغراض و ذاتی وقار قائم رکھنے کے لئے ہوتا ہے جو عبادت

عیب ہے اور اولیاء ایسے کبر و غرور اور نفس پروری قائم رکھنے کے حق میں نہیں ہوتے بلکہ وہ پہلے اس کبر کو مٹاتے ہیں تب سلوک میں قدم رکھتے ہیں۔ جیسے خود حضرت خاکی رحمہ اللہ نے حضرت میر رحمہ اللہ سے نقل فرمایا: ہاں اولیاء اللہ میں مولای کریم کی شان کبریائی اور عظمت و برتری پائی جاتی ہے اسلئے انکے سامنے بادشاہ و گدا، امیر و مامور اور فقیر و غنی یکساں درجہ رکھتے ہیں۔ مجال کیا کہ وہ جاہلوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ امیروں کے گھروں میں جا کر ان کی خوشامدی کر لیں بلکہ شاہان وقت ان کے پاس آ کر عاجزی کرتے ہیں کہ ہمارا ہدیہ قبول کیجئے مگر وہ رب العالمین پر بھروسہ کر کے شاہ سلیم رحمہ اللہ کی طرح مستانہ وار نعرہ مار کر یہ جواب دیتے ہیں کہ

شاہ مارانان دہد منت نہد : رازقِ مازق بے منت دہد  
 کہ بادشاہ رولی وے تو احسان بھی جتائے جو ہمیں پسند نہیں ہے اور ہمارا  
 حقیقی رزاق رزق بے منت عطا کر کے ہماری عزت بچا کر ہماری لاج رکھتا ہے۔  
 اللہ اکبر! کہ زمانہ میں کتنی تبدیلی آگئی۔ اِنَّ الْعَصَا قَرِيعَتٌ لِّذِي الْعَقْلِ۔  
 حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ  
 باز تکبر اگر دسراست : ہم زدم اورت کہ درمن دمید  
 التحقیق،

قوله کبر۔ الکبر تکبر، بڑا گناہ۔ الکبر۔ کفر و شرک۔ استکبر تکبر کیا۔  
 الامر۔ کام کو بڑا سمجھا۔ الکبریاء بزرگی، عظمت۔ الکبیر۔ بڑا۔ اسکی جمع کبار  
 و کبراء۔ معلم، رئیس، کبیر۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔  
 کبر تکبر اور کتارا اللہ اکبر کہنا۔ الشیئی کسی چیز کو بڑا بنانا۔ تکبر و تکابر  
 تکبر کرنا، مغرور ہونا۔

قوله الشعار۔ خاص لفظ جو فوج میں مقرر ہوتا ہے اور جس سے اپنے  
 آدمیوں کو پہچانا جاتا ہے اور لڑائی کے وقت اس لفظ سے ایک دوسرے کو

پکارتے ہیں۔ اس کو سِرُّ اللَّیْلِ بھی کہتے ہیں۔ لڑائی یا سفر میں مقررہ علامت  
جسم سے لگنے والا کپڑا۔ گھوڑے کی جھول۔ شَعَاءُ الْمَمْلُکَةِ حکومت کی  
علامت۔ اس کی واحد شِعَارَةٌ۔ یہاں پر علامت مُرَادٌ ہے اور شِعَارٌ بفتح شین  
درختوں کی جگہ۔ شِعَارٌ لِحْجٌ حج کے احکام و رسوم۔ واحد شِعَارَةٌ۔

شیخ مہنہ در بیان این صفت در سفتہ است  
از وقارش سید صوری چو مستکبر شد است

شَيْخٌ مِهْنَةٌ قَدْ أَجَادَ مَا أَنَادَ فِي الْجَوَابِ  
مِنْ وَقَارِهِ مَتَى مَا سَيِّدٌ كَسَتْ كِبَرًا

ترجمہ: شیخ مہنہ نے اپنے جواب میں کیا خوب کمال کر دکھایا جبکہ ایک سید  
صوری آپ کا حلم و وقار دیکھ کر متکبر کرنے لگا۔

” آدمی کو مرتبہ عالیہ دین و دنیا میں اتباع سنت سے ہی ملتا ہے اور محبوبیت  
کی شان صرف اپنے نسب سے میسر نہیں ہوتی۔ ورنہ ابولہب بھی جناب حضرت  
سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم نسب اور خاندان میں شریک تھا مگر بد عمل  
ہونے کی وجہ سے اس کے لئے سیصلی نارا ذات لمہب (وہ غنقریب بڑھکتی  
آگ میں داخل ہوگا) وارد ہے اور حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں  
إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ہم ضرور آپ کو دین و دنیا میں ہر قسم کی خیر و برکت  
اور عزت و رفعت عطا فرمائیں گے) نازل ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ حسن کردار اور عمل  
صالح کے سامنے خالص نسب کی کوئی حیثیت اور کوئی مقام ہی نہیں۔

چونکہ اس سوال و جواب کو اصل میں حضرت مولانا عبد الرحمان جامی رحمہ اللہ نے  
اپنی تصنیف سلسلۃ الذهب میں نظم کی صورت میں پڑھے ولولہ اور عاشقانہ انداز  
میں بیان کیا ہے اور شرح رحمہ اللہ نے عامۃ الناس کے قائدہ کے پیش نظر اس سوال

و جواب کو نقل کیا ہے۔ لہذا حسبہ اللہ اور بندگانِ خدا کو بیدار کرنے کے لئے اس سوال و جواب کو کما ہو اس مقام پر ہم بھی درج کرتے ہیں۔ گو یہ ضرور ہے کہ یہ ہمارے وظیفہ اور ذمہ داری سے بالاتر ہے مگر خطرہ ہے کہ قادیانی طبایع ہم پر وار نہ کر بیٹھیں۔ فاقول اعوذ باللہ من کلِّ جاہلٍ جبارٍ متکبرٍ اصل واقعہ جس میں زیر بحث شعریں تلمیح ہے یوں ہے :-

تشریح :- شیخ ہند سے سلطان ابو سعید ابو الخیر مراد ہیں۔ آپ کا نام نامی و اسم گرامی فضل الدین بن ابو الخیر ہے۔ مہنہ خراسان کا ایک شہر ہے۔ موصوف اپنے زمانے میں طرقت کے امام، بڑے بڑے اولیاء اللہ و دوستانِ خدا آپ کے فرمانبردار اور ارادت مند ہیں اور خود حضرت موصوف ابتداءً ابو سعیدؒ شخص کے مرید یا تخلص تھے اور انکی وفات کے بعد شیخ ابو العباس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے ماں ایک سال قرار کرنے کے بعد آپ کے حکم سے مہنہ کے شہر میں جلوہ افروز ہوئے وہاں بڑی مقبولیت ہوئی جیسا کہ ان کو اپنے پیر روشن ضمیر نے پہلے ہی اس سے آگاہ کیا تھا کہ کچھ مدت کے لئے تمہارے دروازہ پر عزت و رفعت کا ڈنکا بجتا رہے گا۔ مختصر یہ کہ آپ پر بھی کبریا بربانی کی بجلی ہوئی تھی اور سرتا پا حلم و وقار بن گئے تھے۔ بد قسمتی سے ایک ظاہری بید صاحب نے اس حلم و وقار اور کبریا و عظمت کو کبر و غرور سمجھ لیا اور دل میں یہ خیال آیا کہ اس کبر و غرور یا اس قبولیت و بے نیازی کا حق دار تو میں تھا مگر بید ضوری ہوتے ہوئے بھی مجھے یہ نصیب نہیں ہوا اور پھر شیخ ابو سعید ابو الخیر رحمہ اللہ اس کے حقدار کیسے ٹھہرے ہیں۔ اس لئے بید صاحب نے آپکی محفل میں آنے کا ارادہ کیا تاکہ اہل مجلس کے سامنے اس اعتراض کو دہرائیں مگر حضرت شیخ اپنی روشن ضمیری سے پہلے ہی ان کے اعتراض سے آگاہ ہوئے تھے چنانچہ اس واقعہ کے متعلق حضرت جامیؒ فرماتے ہیں :-

پادشاہانہ مجلسی ساخت ۶ نرد صحبت بہر کسے باخت



بُرد روزِ ای ز ذوقِ راہِ روی : رہِ بیاں جمعِ سیدِ علوی  
 شوکتِ جاہِ شیخِ راچوں دید : شوکِ آں شوکتش بسینہ خلیل  
 گفت ہستم من آلِ پیغمبر : این بزرگی بود مرا در خور  
 باچنین رفعتِ نسب کہ مرست : این بزرگی نصیبِ شیخِ چرا

حضرت ابو سعید رحمہ اللہ اپنی مجلس بادشاہانِ عالم کی طرح بجاتے ہیں اور اپنی صحبت و رفاقت کو ہر ایک کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ اسی حال میں پوسے ذوق و مستی میں ایک سیدِ علوی کا اس مبارک مجلس میں گذر ہوا تو جوں ہی انہوں نے جنابِ شیخ کی شان و شوکت اور جاہ و جلال کو دیکھا تو ان کے مبارک سینہ میں شیخ کے حسد و رقابت کا کانٹا چھیننے لگا اور ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ میں تو پیغمبر زادہ ہوں لہذا یہ شرف و برتری مجھے ہونی چاہیے تھی مگر باہیں رفعتِ نسبی جو کہ مجھے حاصل ہے میں اس شان و شوکت اور جاہ و جلال سے محروم ہوں اور سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ اونچا مقام شیخ کے حصہ میں کیونکر آیا۔ اور تو سید صاحب کے دل میں یہ خیال آیا اور حضرت ابو سعید رحمہ اللہ کے سینہ بے کینہ میں اس کا عکس پڑا کیونکہ شیخ اور ہر طرفت کی مثال ایک صاف و شفاف آئینہ کی طرح ہوتی ہے۔ آئینہ بھی کیسا ہو جو پردہ اور کھافی سے بہت پاک و صاف ہو۔ اور رہبرِ کامل کا قلبِ مبارک ایسا آئینہ تصور کیجئے جو مرکزِ عالم میں تمام دنیا والوں کے سامنے ہمہ وقت رہتا ہے اور جو جیسی صورت اس کے سامنے پیش کرتا ہے تو اس کا عکس اس آفتابِ تابان پر پڑنا ضروری اور فطری امر ہے لہذا پیر سے پردہ نہیں۔ اسی مضمون کو حضرت جامی تسلسل کے ساتھ فرماتے ہیں کہ

پر خیالے کہ در مقابلِ شیخ : کہو اندیشہ تافت بر دلِ شیخ  
 شیخ آئینہ ایت لیک کری : دلش از رنگِ احتجابِ بری  
 گشت در مرکزِ جہاں مرکز : رو بروئے جہانیاں شبِ روز  
 ہر چہ ظاہر شود جملہ جہات : منعکس گردد اندر آں مرآت  
 کاچہ باشد بیاں دل تو گرو : بر دلِ شیخ انگسند پیر تو

اور جو خیال تمہارے دل میں گزریگا تو تمہارے شیخ پر اس کا عکس و پرتو ضرور پڑیگا  
خواہ تیرے اور تیرے شیخ کے درمیان ہزاروں میل کا فاصلہ ہو۔

اسلئے مولینا آگے فرماتے ہیں :-

گر بود زشت آہ و ایلا : و بود خوب سادہ اولی

سادہ نہ لوح خویش پیش دبیر : تا شود از دبیر نقوش پذیر

تا بود لوح تو حریفِ حروف : کے بہ تحریر وے شود موصوف

یعنی اگر تمہارے دل میں مُرشدِ کامل کے متعلق بُرا خیال آجائے، تو وہ تمہارے لئے  
موجبِ یاس و عبرت ہے اور اگر اُن کے متعلق تمہارے دل میں بہترین گمان اور  
حسنِ ظن پیدا ہو جائے تو پھر تمہاری سعادت و نجات کے کیا کہنے۔ اس لئے اے  
طالبِ سعادت تو اپنے رہبرِ کامل اور نقاشِ ازل کے سامنے اپنے دل کی تختی صاف و  
پاک رکھ تاکہ منشیِ زمان اور نقاشِ دوران اس پر ٹھیک نقوش کشتی کر سکے اور اگر تیرے  
دل کی تختی پہلے ہی مُرشدِ کامل کی حریف ہو تو بتاؤ اس پر حروفِ سعادت کیونکر منقش  
ہونگے ؟

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیخ نے اپنے نورِ ایمان سے بھانپ لیا کہ سید صاحب

کے دل میں کون سا خطرہ رونما ہوا تو سید صاحب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا

گفت القصہ شیخ باعلوی : کائے فروغ چراغ مصطفوی

نر نسب یافت آنچه جد تو یافت : از نسب کس بقرب حق نشاوت

گر نسب ساختے سرفرازش : بولہب نیز بوسے انبازش

من ہمیں از نسب نیافتہ ام : بیک در پیروی شتافتہ ام

مصطفیٰ راز فضل ربانی : گشتہ ام در متابعت فانی

برہ شنتش فرو شد ام : تا بجدے کہ جملہ او شدہ ام

بستیم در وجود او چو رسید : حق بمحبوبے خودم بگوید

سید صاحب ! اے چراغِ نبوی اور اے آلِ رسول ! آپ کیا بلکہ آپ کے جدِ امجد

صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سب اونچا مقام اور سب بڑا شرف حاصل کیا وہ نسبِ عالی کی وجہ سے نہیں کیا ہے۔ اور خالص نسب سے کسی نے قربِ خدا نہیں پایا اور نہ محبوبیت کا درجہ حاصل کیا۔ اور اگر نسب ہی سے یہ مقام و مرتبہ کسی کو ملتا تو ابوہب بھی خاندانیت میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک تھا تو نتیجہ سب پر واضح ہے۔ اور یاد رکھئے میں نے بھی یہ مرتبہ نہیں پایا مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور پیروی کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور سچ جانئے تو میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنے آپ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرتے کرتے مقامِ فنا میں قدم رکھا اور میں نے آپ کے طریقہِ عالیہ کی اس قدر افتدا کی کہ میں سرِ پائے متابعت اور پیروی بن گیا اور جب متابعت کی برکت سے آپ کے وجودِ ذی جود صلی اللہ علیہ وسلم سے واصل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسی متابعت کی برکت سے مجھے اپنا محبوب بنایا۔ لہذا آپ بھی عملِ صالح اور اتباعِ سنت کی پیروی کی دعوت دیجئے تب ایمان نصیب ہوگا۔

غرض متن کے زیرِ بحث شعر میں صنعتِ تلمیح ہے کہ اہم تاریخی عبرت انگیز واقعہ کی طرف اس میں اشارہ ہے۔ اور حضرت شارح کا کمال تو دیکھئے کہ کس لطافت و حلاوت سے اتنا طویل قصہ اپنے مذکورہ بالا شعر میں سمویا فرحہ اللہ رحمۃً واسعۃً میں نے اس قسم کی عجیب تلمیحات علماء اسلام کے اشعار میں بہت کم دیکھی ہیں البتہ حضرت الأستاذ سید الفقہاء جامع الروایۃ والدرایۃ علامہ دوران مفتی محمد کفایت اللہ رحمۃ اللہ سابق صدر بیعت علماء ہند و مفتی اعظم ہند کے ایک قصیدہ کے ایک شعر میں اسی قسم کی تلمیح ہے۔ فرماتے ہیں قدس اللہ سرہ۔

ولولا اللہ انزل فی الكتاب  
الم تدر انہم کثرت قصیدی  
کفانا قول مولینا الہمام  
محمّد بن ادریس العمید  
ولولا الشعر بالعلماء نیری  
لکنت الیوم اشعر من لیلید

(ماخوذ من مروض لریاحین)

واضح رہے کہ ہمارے شہر کے ایک بدو خان نے حال ہی میں ایک تقریر میں کہا کہ تید کچھ بھی عمل کرے تو اس کی توبہ قبول ہوگی اور ایسے تید کو پھر حضرت سلطان العارفینؒ پر وہ بے لفظوں میں معاذ اللہ فضیلت دی۔ اِنَا لِدُو اِنَا لِیہ راجعون۔ کاش اُس سے کوئی کہتا کہ بیتارہ پیر! بندگانِ خدا کو کب تک اپنی تارتخ دانی سے فریب دیکر بد عمل بناؤ گے۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب! شرم تم کو ذرا نہیں آتی

التَّحْقِيقُ :

دُرُسْتَقِنُ ، مَوْتِی بِنْدَهِنَا۔ مراد کمال کرنا ، اچھی بات کہنا ۔

قَوْلُهُ اِجَادًا اِجْتِهَابًا نَا۔ اِجَادَةُ النِّقْدُ كَهْرٌ كَهْرٌ سَكَّ دِيْنَا۔

مَا بَرَاي مَوْصُولُهُ بِمَعْنَى الَّذِي۔ اِنْفَادٌ۔ اِنْفَادُ فُلَانٍ الْمَالُ سَعِ۔ مَالٌ اَوْ عِلْمٌ عَطَا كَرْنَا۔

قَوْلُهُ مِنْ وَقَامِرَةٍ۔ وَفِي الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ مَا لَمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا (مَوْضِعُ الْقُرْآنِ

مِنْ اِسْ كَا تَرْجَمُ يَوْمٌ كَيْفَا هِيَ ، كَيْفَا هُوَ اَمِيْدٌ نِهِيْ رَكْتُهُ يَعْني نِهِيْ پِهِيَانْتَهُ خَدَا

تَعَالَى كَعِ بَزْرُغُوْنَ كُوْ" وَقَرُوْ قَارَةٌ وَقَارًا الرَّجُلُ۔ بِاَوْقَارٍ هُوْنَا ، ثَابِتٌ رَهْنَا۔

وَقَرَفِيْ بَيْتِهِمْ كَهْرِيْمْ وَقَارُ كَعِ سَاتَهْ بِيْطُنَا۔ وَقَرُوْ الشَّيْخُ تَعْظِيْمٌ كَرْنَا۔ عَزْرَتٌ كَرْنَا۔

مَصْرَعٌ ثَانِيٌّ فِيْ مَتْنِيْ كَعِ بَعْدُ جَوْ مَا هِيَ وَهَ زَايِدَةٌ هِيَ اَوْ رُوْزِنٌ شَعْرٌ كَعِ لَمْبَةٌ هِيَ۔

لَا تَقْوَمُوا مِصْطَفَا كَرُوْ اَمْرِيْمْ فَعِ اِيْسَ زَمَانِ

مَلْحِيْ الْبِدْعَةَ مَقِيْمِ اَمْرَا اَوْ مَرْشُدُهُ اِسْتِ

نَهْمِيْ مَوْلِيْنَا النَّبِيَّ لَا تَقْوَمُوا قَدْ ثَبَتُ

فَهُوَ يُمِحِيْ اِلَانِ بَدْعَا وَتَقْوَلِيْهُ اَوْ مَرَا

ترجمہ: آں حضرت صلئے اللہ علیہ وسلم نے ہر کس و ناکس کے سامنے کھڑے ہونے سے ممانعت فرمائی ہے۔ آپ کے اس حکم گرامی قدر کی وجہ سے آنجناب اس زمانہ میں

لوگوں کے سامنے کھڑے ہونے کی بدعت کو مٹاتے اور اس حکمِ گرامی کی بہت زیادہ تاکید فرماتے ہیں کہ اہل دنیا کو دیکھ کر تعظیم کے طور پر کھڑے نہ ہوا کرو۔

خلاصہ شعر،

عام لوگ دنیا داروں اور ظاہری حاکموں کو دیکھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا کیونکہ اس سے دونوں (کھڑے ہونے والے اور جس کے لئے کھڑا ہو جاتے) کے لئے مفاسد پیدا ہونے کا امکان ہے کہ اول الذکر کے لئے پست ہمتی اور ثانی الذکر کے لئے کبر و غرور پیدا کرتے ہیں البتہ اگر کھڑے ہونے سے آنے والے کی دلجوئی اور اس پر اپنے اعتماد کا اظہار مقصود ہو تو اس صورت میں جواز کی صورت نکل سکتی ہے۔ کیونکہ قَوْمًا اِلٰی سَيِّدِكُمْ سے یہی مطلب ہے۔ اور پھر اس مختصر تقریر سے ابوداؤد کی حدیث قال خرج رسولُ الله صلّى الله عليه وسلم مُتَكِبًا عَلٰى عَصَاٍ فَقُنَالَهُ فَقَالَ لَا تَقَوْمُوا كَمَا تَقَوْمُ الْاَعَاجِمُ يُعْظَمُ بَعْضُهَا بَعْضًا۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصای مبارک ٹیکتے ہوئے اپنے حجرہ مبارکہ سے باہر آئے اور ہم (صحابہ کرام) احتراماً کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا عجیوں کی طرح ایک دوسرے کے لئے کھڑے نہ ہوا کرو۔ اور حدیث قَوْمًا اِلٰی سَيِّدِكُمْ کہ اپنے سردار و امیر کو دیکھ کر کھڑے ہو جاؤ“ کے درمیان کسی قسم کا تعارض نہیں رہا۔

بہر حال حضرت شارح رحمہ اللہ حنفی مسلک اور صوفی مشرب ہیں۔

انہوں نے کسی کے سامنے مطلق کھڑے ہونے کو بدعت قرار دیا ہے۔ اور اس بدعت کو دور کرنے کے سبب اپنے پیرِ کامل حضرت محبوب العالم کو ماجی البدعة یعنی بدعت مٹانے والا قرار دیا۔

اور شارح نے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کی تحقیق بھی اپنی شرح میں نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ دا، وہ



جو سنتِ مامورہ کے مزاحم اور مقابل ہو۔ (۲) وہ بدعت جو سنتِ مامورہ کے  
 مُزاحم و مُقابل نہ ہو۔ بدعت کی پہلی قسم سے ہر صورت میں اجتناب و احتراز  
 کرنا چاہیے یعنی دُور رہنا چاہیے اور دوسری قسم کی بدعت کے ارتکاب میں  
 کوئی قباحت و شناعیت نہیں جب کہ اس سے مبارک مقصد ہو جیسے آنے  
 والے کی دلجوئی اور مدارات کرنا کیونکہ یہ بدعت بھی درحقیقت سنت جیسے  
 حُسنِ معاشرہ اور حُسنِ رفاقت میں داخل ہے۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم تکلفات سے بہت دُور تھے اس لئے صحابہ کرام کو اپنی تشریف آوری پر  
 کھڑے ہونے سے منع فرمایا۔ کیونکہ آپ کا ارشاد ہے اَنَا وَآقِبَاءُ أُمَّتِي  
 بُرَاءٌ مِنَ التَّكْلِيفِ " میں اور میرے پرہیزگار اُمتی تکلف اور دکھاوٹ  
 سے بہت دُور ہیں۔ لہذا یہ بھی استرحام کے لئے ہے جو اگر علماء پر مخفی رہی  
 رہا مولودِ شریف میں قیام اور اس کے احکام تو وہ متنوع اور جُداگانہ ہیں۔  
 ہمارے نزدیک اس کے مستحسن ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ آیت ہے۔  
 الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا ۖ إِذَا خَلَا النَّاسَ مِنْ حُرُومَاتِهِ  
 اور بیٹھ کر یا وُخدا کرتے ہیں۔" اور اس کی بہت سی دلیلیں علماء اسلام نے  
 نفياً و اثباتاً دی ہیں تو اس جگہ اس رسالہ میں اس تحقیق سے کوئی تعلق نہیں۔  
 اور اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو ہم بصیرۃ السلوک شرح ذخیرۃ الملوک کے حتمۃ  
 اول کے دوسرے ایڈیشن میں بدعت کی پوری تحقیق قلم بند کرینگے۔ یہاں صرف  
 انشاء عرض کرینگے کہ ہم لوگ تو فرائض و واجبات اور سنن مؤکدہ و دیدہ و دانستہ  
 چھوڑ کر اپنی نادانی کا ثبوت دیتے ہیں اور ہم جو قسم کے امور مستحبہ کی  
 مباحث میں آگے آگے اور پیش پیش ہوتے ہیں۔ حالانکہ ایسے لوگ جانتے تک  
 نہیں کہ خدا تعالیٰ ہمارے اعمال اور ہمارے خیالات و واردات سے خوب آگاہ  
 اور واقف ہیں۔

التحقیق بقولہ نہی نہا۔ ینہو نہوا و نہا ینہا نہیا۔

روکن، منع کرنا۔ نہی یُنہو نہاؤۃ عقل اللام واوی۔ بہت ذہین ہونا۔  
 کامل العقل ہونا۔ اولی النهی۔ عقل مند اور ذہین لوگ۔ اسی سے سورہ طہ  
 میں ان فی ذلک لآیات لاوی النهی۔ یعنی امور مذکورہ میں عقلمندوں اور  
 ذہین لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے پر کھلی نشانیاں ہیں۔ یہی  
 کے معنی نحو یوں کے نزدیک ترک فعل طلب کرنا جس کا حاصل ممانعت کرنے کے  
 آتا ہے۔ ضرورت شعری نے لام کلمہ کو ساکن بنایا۔ یہ لفظ تخصیص کے ساتھ لانے  
 میں یہ فائدہ ہے کہ اس بات کی طرف اشارہ ہو جائے کہ حدیث لا تقوہوا واقعی  
 علی الاطلاق ثابت ہے لہذا ان تاویلوں کی کوئی ضرورت نہیں جو کچھ حضرات مترجمین  
 کثر اللہ امثالہم نے فرمائی ہیں۔

قولہ البدعۃ، وہ چیز جو بغیر کسی سابق مثال کے بنائی جائے اس لئے  
 اللہ تعالیٰ کے اسم حسنیٰ میں سے البدیع آیا ہے کہ اس نے بغیر کسی سابق مثال  
 کے آسمان وزمین، ستارے، تیارے، پہاڑ اور آبشارے بنائے اور پیدا کئے۔ مذہب  
 میں نئی رسم کو کہتے ہیں۔ رہا یہ امر کہ حضرت شارح نے قیام کس بدعت میں داخل کیا  
 تو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کی تحقیق سے اس کا جواب آچکا ہے۔  
 علم البدیع وہ علم ہے جس سے کلام کی لفظی و معنوی خوبیاں معلوم ہوں۔  
 البدعون: بدعتی لوگ۔ بدعۃ: کسی کو بدعتی ٹھہرانا۔  
 قولہ: اءامر۔ صیغۃ اسم تفضیل، بہت زیادہ حکم دینے والا۔ یہاں یہ  
 مفہوم لا تقوہوا کی تاکید کے لئے ہے۔

گفت پیغمبر تکبر بر تکبر صدقہ است  
 در وقارش ستر این اخبار ہم مضمشر شد است  
 ان کبرا بدوہ بالحدیث صدقہ  
 سر هذا القول اضحی فی وقایہ مضمر

ترجمہ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا متکبروں اور مغزوروں کے ساتھ تکبر کرنا ایک قسم کا صدقہ اور خیرات ہے اور اس حدیث مبارک کا ناز اور حکمت آن جناب کے وقار میں مضمین اور پنہان ہے۔

خلاصہ شعر:

غالباً متکبر کے ساتھ تکبر کرنا اس بنا پر صدقہ قرار دیا گیا ہے کہ اس سے متکبر کو نصیحت لگتی ہے کہ اس کی تحقیر ہوتی ہے جس سے وہ رفتہ رفتہ اپنے کبر و غرور سے باز آتا ہے۔ چونکہ اس قسم کے طریق کار سے متکبر کی اصلاح ہوتی ہے اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صدقہ قرار دیا ہے۔

مروی کا ہے کہ آپ نے فرمایا التواضع مع المتواضع صدقۃ والتکبر مع المتکبر صدقۃ۔ نرم مزاج کے ساتھ نرمی کرنا اور اچھے اخلاق سے پیش آنا بھی ایک قسم کا صدقہ اور خیرات ہے اور اسی طرح متکبر کے ساتھ حلم اور وقار سے پیش آنا صدقات کے مترادف ہے۔ غالباً عارین کرام ہلکے اس ترجمہ سے حدیث مبارک کا صحیح مفہوم سمجھ گئے ہونگے۔ یعنی زیر بحث حدیث میں جو تکبر کا لفظ آیا ہے اس سے حقیقی تکبر مراد نہیں کیونکہ وہ ہر حال میں قابل مذمت ہے۔ تو پھر وہ صدقہ کیسا بن سکتا ہے بلکہ اس تکبر سے وقار مراد ہے۔ چونکہ دونوں میں صوری مشابہت ہے اس لئے آپ نے وقار کی جگہ تکبر کا لفظ استعمال فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

وقد خفي هذا المعنى على كثير من المترجمين، رحمهم الله اجمعين.

فقالوا ما قالوا لكن البيب يعلمه.

قولہ ذویہ۔ ذوون حالت رُفعی اور ذوین حالت نصبی میں ذو کی جمع سے بمعنی صاحب مالک۔ یہ اسم بسترہ مکبرہ میں سے ہے۔ تشبیہ ذوان آتا ہے۔ ذویہ کی ضمیر کا مرجع کبر ہے۔ تو جس کا حاصل یہ ہوا وہ لوگ جو لائق تکبر یا کبر والے ہوں۔ غرض اسی ذو کے متعلق فقہاء اسلام کا قول ہے۔ ذو الید احق یعنی قابض زیادہ حق رکھتا ہے۔ وكان ذلك من ذي قبل۔

یہ گزشتہ زمانہ میں تھا۔ الذَّوْنِ وَالْأَذْوَانِ شَامَانِ مین۔ ان کے ناموں کا آغاز لفظ ذُو سے آتا ہے۔ مثلاً ذَوِيزِن۔ ذُو نُواس۔ ذُو رِیَاس وغیرہ۔  
 اَضْمَلِ یں الف اثباتی ہے۔ اَضْمَرَ الْأَمْرَ عَلَى نَفْسِهِ اسنے اپنے دل میں عزم کیا۔  
 اَضْمَرَ الْأَمْرَ چُطَانَا۔ الْأَضْمَارُ۔ علم عروض میں دو سکر حرف کے اسکان کو کہتے ہیں۔ متقدراتنا۔ اسی سے علماء نحو کا قاعدہ مُسَلَّمٌ مَا اَضْمَرَ عَامِلُهُ عَلَى شَرْطِیَّةِ التَّفْصِیْرِ ہے۔ وقد حققنا هذا اللفظ من قبل۔

آں وقارِ کوہ سانش گرچہ بر حاسدِ گراں  
 لیکِ حِفْظِ کشتی ارشادِ لنگرِ شداست  
 ذُو وقارِ کالجبالِ و ثقیلِ الحَسَدِ  
 وَ لِحِفْظِ سَفْنِ ارشادِ لَا ضَحیٰ مَعْبَرًا

ترجمہ: آں پیرِ روشن ضمیرِ علم و وقار میں پہاڑ کی طرح محکم و مضبوط ہیں  
 گو آپ کا وقار آپ کے حاسدوں اور دشمنوں پر گراں گذرتا ہے (تو گذرنے دو)  
 لیکن ارشاد و تلقین اور اصلاحِ قلوب کی کشتی کی حفاظت کے لئے آپ کا وقار پُل  
 اور لنگر ڈالنے کی جگہ (مقام امن) بنا ہوا ہے۔

خلاصہً شریعہ ہے کہ آپ صاحبِ وقار ہیں اور اپنے وقار میں پہاڑ کی طرح  
 محکم اور مضبوط ہیں مگر بد قسمتی سے آپ کے حاسدوں اور دشمنوں پر آپ کا صاحبِ وقار  
 اور خود دار ہونا گراں اور ناگوار گذرتا ہے تو اس سے آپ کا کچھ نہیں بگڑتا اور ارشاد  
 اور اپنے مریدوں کی تعلیم و تلقین اور ذکر و فکر کے وقت ان کے دلوں میں پیش  
 آنے والے خطرات سے حفاظت اور بچانے کے لئے پُل اور لنگر سامانِ حفاظت  
 بنے ہوئے ہیں۔

بہرِ کامل اسی طرح امام مسجدِ مفتی دواعظ اور دوسرے قسم کے خدامِ دین

کے لئے صاحبِ وقار، خود دار اور صاحبِ عزت ہونا نہایت ضروری ہے۔ تاکہ مریدوں کی اصلاح کرنے اور تہذیبِ نفوس میں یہ حضرات کامیاب ہو سکیں گے۔ ورنہ اگر خدامانِ دین خاصکے پیرانِ طریقت مریدوں کے چند ٹکوں کی طرف ہاتھ پھیلانے لگیں گے تو اس کا اثر مرید اور طالب کے دل پر ٹھیک نہیں پڑے گا۔ اس لئے خدامانِ دین متین کو چاہیے کہ وہ کسب و کمائی، محنت و جفاکشی کر کے خود بھی کھائیں اور مریدوں کو بھی کھلائیں تو ان شاء اللہ اس وقت پیرانِ طریقت ائمہ، مجتہدین، محدثین اور صوفیائے کرام خود محنت و جفاکشی کے عادی تھے خود حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا حضرت شیخ سید عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہما علی الترتیب ٹوپیاں بناتے اور تجارت فرماتے تھے۔ اور یہی طریقہ مرفیہ تمام انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا اس لئے ان حضرات کے مواعظ، تہذیب و تربیتِ نفوس میں بے حد نفوذ و اثر تھا لیکن جب سے فتوح کا دروازہ کھل گیا اور رہبرانِ طریقت نے اپنے پیشرووں کا طریق کار چھوڑ دیا تو افسوس اب پیری مریدی، درس و افتاء اور قضا و امامت کا مسلمانوں کے دلوں میں کوئی احترام نہیں۔ لہذا اس زمانہ میں مذہبی خدمت کرنا نوبت کے چتے چبانے سے کچھ کم نہیں ہے۔ غرض کہ حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ رہبرِ کامل کے فرائض و ذمہ داریاں خوب سمجھتے تھے اس لئے آپ سے ایسی کوئی حرکت کبھی صادر نہیں ہوئی جو آنجناب کے وقار و عزتِ نفس کے مخالف ہو مَآجَمَہُ اللہِ رَحْمَۃً وَّاسَعَةً۔ اور آپ کا یہ وقار آپ کے حاسدوں پر سخت گران گذرتا تھا مگر اس سے کیا ہوتا؟ ہے نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ نخذہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

یہ تو آپ کے وقار کا عالم تھا مگر اپنے مریدوں کی حفاظت کرنے میں اپنی عزتِ نفس کا اتنا خیال نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کو پوسے پیار و محبت سے خطرات و وساوس سے حفاظت کا بیڑا اٹھاتے تھے اور ان کے لئے بمنزلہ پل اور لنگر کے مامن اور



جائے حفاظت تھے۔ اَللّٰهُمَّ احْشُرْنَا مَعَهُمْ۔

حضرت خاکی رحمۃ اللہ نے مرصاد العباد سے نقل کر کے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ مرشدِ کامل کی ستر، بویں شرط یہ ہے کہ وہ صاحبِ وقار ہونا چاہیے تاکہ مرید کے دل میں اپنے شیخ اور اپنے پیر کے احترام میں کمی نہ آجائے جس سے پھر معاذ اللہ اس کے اعتقاد میں خلل پیدا ہونے کا امکان بنے۔ تو اس صورت میں مرید کی ناکامی اور نامرادی لازمی امر ہے۔ نعوذ باللہ من شرورِ انفسنا ومن سئیاتِ اعمالنا۔

قولہ کالجبال۔ جبل کی جمع ہے اور اَجِبَال و اَجْبُل بھی اس کی جمع آتی ہے۔ اصل میں یہ جبلُ التراب سے نکلا ہے۔ مٹی میں پانی ڈال کر اس کا گارا بنانا۔ اَجْبَلٌ کسی کو بخیل بنانا۔ اَلْجَبَلِیُّ۔ فطری، طبعی۔

اَلْحُسَدِ وَالْحُسَادِ وَالْحُسَدَةُ وَالْحُسَدُ جمع حاسد۔ الحساد، بہت حسد کرنے والا۔ الحسود (مذکر و مؤنث) وہ شخص جس کی طبیعت میں حسد ہے۔ اس کی جمع حُسُدٌ ہے۔ حسد کے معنی ہیں کسی کی نعمت کے زوال اور خود اپنے لئے تمنا کرنا یا آرزو کرنا۔ یہ شرعاً و عقلاً قابلِ مذمت ہے۔ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ مشہور آیت ہے۔ باب نَصَرَ سے مجرور میں مستعمل ہے۔ ثقیل کی اضافت حُسَد کی طرف از قبیلہ غلام زید ای غلام لزید ہے۔

قولہ الحِفظ۔ حِفْظ (س) حِفْظًا۔ الشَّيْءُ ضَايِعٌ ہونے اور تلف ہونے سے بچانا، خراب ہونے سے محفوظ رکھنا۔ الْکِتَابُ کِتَابٌ کُوْزِبَانِیٌّ یَاوُکْرُنَا۔ اَلْسِتْرُ بِحِیْدٍ چھپانا۔ الْمَالُ مَالٌ کِیْ بَانِیٌّ کُرْنَا۔ تَحْفَظُ عَنْهُ وَهْنٌ بَیِّنٌ۔ کسی کی یاد کرنے کی تکلیف دینا۔ الْحَافِظُ کسی شے کا ذمہ دار۔ رَجُلٌ حَافِظٌ الْعَیْنِ وہ آدمی جس پر نیند کا غلبہ نہ تھے۔ حِفَاطٌ وَحِفْظٌ وَحَافِظُونَ الْحَافِظُ وَالْحَفِیْظُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ اعمال نامہ لکھنے والے فرشتے اور الحفیظ یعنی محفوظ۔

بِسْمِ الْغَنِيِّ دُرُودِ تَجَلِّي كَرُوهُ حَقِّ  
 زِيَّ جِبْتِ مُسْتَغْنِي اِزْهَرِ اَمِيْرُوْهُرِ دَاوْرِ شَدَاوْتِ  
 وَكَذٰلِكَ تَجَلِّي رَاثِبُهُ بِاسْمِ الْغَنِيِّ  
 وَبِهٖ اسْتَغْنِي اُوْلٰى اَمْرٍ وَحُكْمٍ ذَا فِرَا

ترجمہ: اسی طرح اللہ تعالیٰ نے الغنی (بے نیازی) کی تجلی آپ پر ڈالی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ امیروں اور حاکموں سے بے نیاز اور بے رغبت ہوتے ہیں۔  
 خلاصہ شعر: اصل میں بے نیازی کی شان صرف رب العالمین کے ساتھ مخصوص ہے۔ تمام کائنات اسی کی بے نیازی کی طرف محتاج ہے۔ قاعدہ ہے کہ اسماء حسنیٰ کے درود و وظائف بار بار پڑھنے سے سالک میں وہ اوصاف اثر کرتے ہیں یعنی رب العالمین ان صفیوں کے ساتھ سالک میں اپنا تجلی اور اپنا پرتو ڈالتا ہے تو اس وقت سالک کی کچھ اور ہی شان ہوتی ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ (اچھے نام) میں سے غنی (بے نیاز) بھی ایک نام ہے۔ اس کی کثرت کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اسی وصفِ عالی سے آپ پر تجلی اور ظہور فرمایا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ میں استغنا اور بے نیازی کی شان اتنی بڑھ گئی کہ آپ امیروں اور مالداروں کی طرف کسی قسم کی رغبت نہیں رکھتے بلکہ ہی آپ کی چو کھٹ پر سر نیاز خم کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ پیر و شفیق پر فرض ہے کہ وہ مریدوں کے دروازوں پر نہ پھرا کرے بلکہ مریدوں اور طالبوں کو چاہیے کہ وہ پیرانِ طریقت کے دروازوں پر مستانہ وار پھر کر اس شعر کا ورد کریں۔

آنرا کہ خاک را بنظر کیمیا کنند : آیا بود با چشم التفات کنند

### التحقیق :

قولہ: مستغنی: بے نیاز ہونے والا۔ مصدر استغناء۔ اس کا صلبہ کبھی بہ اور کبھی عنہ آتا ہے۔ اس وقت اس کا معنی اکتفا کرنا۔ شعر میں استغنی کے بعد

عن مقدر ما ناجلے تو کوئی قباحت نہیں۔ الغنی۔ دولتمند، بالدار، مکتفی۔ اسکی جمع اغنیاء آتی ہے۔ حضرت تعالیٰ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں ہم نے جو کچھ پایا تو وہ روزانہ یا مغنی (لے بے نیاز بنانے والے) اور نوبیا گیارہ بار سورہ مزمل کے پڑھنے سے پایا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ کام کاج اور محنت و مشقت اور کسب و تجارت چھوڑ دے کیونکہ یہ سنتہ اللہ کے سراسر خلاف ہے۔

قوله نافرًا۔ اسم فاعل۔ یہ اس مقام پر نفونفوا (ض) میں کذا لغت کرنا، ناپسند کرنا۔ عن کذا۔ اعراض کرنا۔ اور نفوا القوم متفرق ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ التفرج جمع النافر۔ نفرة الرجل آدمی کا خاندان۔

یٰ بلیش آل سلطان دین است از گدا بے قدر تر  
 آل کہ در دنیا شہنشاہ چوں جم و نو در شد است  
 دون شحاذ لادیہ الملیک القرم الذی  
 غالب الذنی و ساج جمشدا اوقیصر ا  
 یوذنا

ترجمہ: اس پادشاہ دین پناہ کے سامنے دنیا کے وہ عظیم الشان بادشاہ جیسے جمشید و نوذر فیروں اور بھیک مانگوں سے بھی کمتر و کہتر ہیں۔

خلاصہ شعر: اس شعر کا مفہوم سابق شعر کے مفہوم کی تائید ہے کہ پہلے شعر میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے صفت کریم کی تجلی آپ پر ڈالی ہے۔ ظاہری حاکموں سے مستغنی اور بے نیاز ہیں۔ اس شعر میں بھی اسی مفہوم کی اور زیادہ تاکید فرماتے ہیں کہ آپ کے نزدیک جمشید و قیصر جیسے عظیم بادشاہ بھی ظاہری گداگروں سے بھی کمتر و کہتر ہیں۔ چنانچہ اگر حاکم یا امیر لوگ آپ کے پاس آتے تھے تو آپ ان کے لئے کھلانے پلانے کا کوئی خاص اہتمام نہ فرماتے تھے۔ بلکہ ان کے ساتھ بھی عام لوگوں جیسا سلوک روا رکھتے تھے۔

حضرت خاکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات میں نے عرض کیا کہ حضور  
یہ امیر لوگ اور حضرات علماء و فقراء کے پاس جاتے ہیں تو وہ ان کی خصوصی  
قدر و منزلت کرتے ہیں مگر آپ انکی طرف کوئی خاص نگاہ التفات نہیں فرماتے  
یہ تو ان کے لئے دوری اور دل پریشانی کا موجب ہوگا۔

اللہ اکبر! اس ولی کامل محبوب ربانی نے فرمایا کہ یہ لوگ میرے پاس  
نہ آئیں تو زیادہ اچھا رہے گا۔ میں جو معاملہ ان کے ساتھ کرتا ہوں یہ میرے  
اختیار میں نہیں کیونکہ یہ جب میرے پاس حاضر ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ  
مجھے ان کے باطنی حال پر آگاہ فرماتا ہے کہ وہ قیامت کے دن اعمالِ صالحہ  
نہ ہونے کے باعث پھٹے پیرانے کپڑے پہن کر بھکیاریوں کی صورت میں نظر  
آتے ہیں تو پھر میں ایسے لوگوں کی کیونکر عزت کروں جو بے زادِ آخرت عریان  
محض ہونگے۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس فلان امیر اور فلان حاکم بن  
ٹھن کر آئے تھے، چونکہ شام تر تو چہ ڈنیوی آرائش اور ڈنیوی جاہ و حشمت کی  
طرف مبذول ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو میری آنکھوں کے سامنے عورتوں کی  
صورتوں میں رونما کیا۔

یہ مضمون شرح میں مفصل موجود ہے۔ اس میں حضرت محبوب العالم کے  
ان مریدوں کے لئے درسِ عبرت ہے جو اپنا دین اہل دنیا پر بنا کر لیتے ہیں۔ اور  
مالداروں اور بے دنیوں کی ہمت افزائی کرتے ہیں اور فدا بیانِ اسلام کو ٹوٹے ہیں  
ہائے افسوس! بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا کہ وہ شیرینی، روٹیاں، حلوہ جیسے برکات  
بانٹتے وقت خانقاہوں میں امیروں کو چن چن کر نوازتے ہیں اور مسکینوں کی طرف  
پہنچے پھرتے ہیں۔ ہائے افسوس! پیرانِ طرقت اور ان کے معتقدوں کے درمیان  
زمین و آسمان کا فرق ہے مگر افسوس ہے کہ اس قسم کی ریاکارانہ حرکات پر ان لوگوں  
کو شرم بھی نہیں آتی اور درحقیقت ان ہی حضرات نے عوام کو اولیاء اللہ سے بدظن  
کیا۔ یہیں چاہیے کہ غلط طریقوں کی اصلاح کر کے اولیاء اللہ کی سچی تعلیمت بندگان

خدا کو آگاہ کرنا۔

اس بحث کو ختم کرتے ہوئے شارح رحمہ اللہ نے زاد المسافرین کی ایک حکایت نظم کی صورت میں لکھی ہے۔ آپ بھی اس کے چند ابیات ملاحظہ فرمائیے۔

- ۱- این طرفہ حکایتے است بنگر روزے مگر از قضا سکندر
- ۲- میرفت ہمہ سپاہ با او آن حسمت و ملک و جاہ با او
- ۳- ناگہ بخرابہ گذر کرد ! پیرے ز خرابہ سر بدر کرد
- ۴- پیرے نہ کہ آفتاب پور نور در چشم سکندر آمد از دور
- ۵- پز سید کہ اینچہ باشد باخر و اں کسیت کہ می نماید آخر
- ۶- دیوانہ بود و گرنہ عاقل اینجا نکند مقام و منزل
- ۷- آمد سحئے او آن مفاک چوں کور پیر از سر کار خود نشد دور
- ۸- خود باز نہ کرد سوی او چشم پرسید سکندرش بصد چشم
- ۹- گفت لے شدہ غول این گذر گاہ غافل چہ نشستہ دریں راہ
- ۱۰- پیر از سر وقت بانگ برزد گفتا نیمچہ نیم جو قدر
- ۱۱- یا خلق مرا چہ آشنائی است چوں آخر کار با جدائی است
- ۱۲- چوں عاقبت ز جہاں فنا است ملک ازل و ابد خدا را راست
- ۱۳- یا من چو بر ابری کن تو چوں بندہ بندہ منی تو
- ۱۴- دو بندہ من کہ حرص و آزند با تو ہمہ غم سرفرازند !
- ۱۵- تو بندہ ایں دونی بمعنی بشکن سر کبر و پلئے دعوی
- ۱۶- حیران شد ازین سخن سکندر آنگند کلاہ شاہی از سر
- ۱۷- از خجالت خود نفس برزد سر بر کھن پائے پر میزد
- ۱۸- موجد کہ چو بر پائے یزی زرش دگر تیغ بندی نہی بر سرش
- ۱۹- امید و ہر اش باشد ز کس بر ایں امرت بنیاد و جید بس

خلاصہ ابیات صد ۱۷۰۔ یہ عجیب و غریب کہانی ہے کہ ایک روز سکندر



ایک راستے سے اپنی فوج اور پوری شان و شوکت کے ساتھ گزر رہا تھا۔ اتفاق سے اُسکا گزر ایک غیر آباد علاقہ سے ہوا جہاں ایک سن رسیدہ اور بوڑھا شخص تھا تو اسنے اس کو دیکھ کر اپنا سراونچا کیا۔ سکندر کو بھی اس بزرگ پر نظر پڑی تو اُسے یوں دکھائی دیا کہ وہ بوڑھا نہیں بلکہ وہ آفتاب تابان ہے۔ سکندر کے دل میں وہ دیکھ کر ایک ولولہ سا پیدا ہوا اور اپنے ساتھ والوں سے کہا اس ویرانہ اور غیر آباد علاقہ میں یہ کونسا بوڑھا ہے اور ایسی جگہ کو اس نے کیوں اختیار کیا ہے۔ غالباً یہ بوڑھا کوئی دیوانہ ہوگا ورنہ عقلمند ایسے نازک اور غار دار مقام میں کس واسطے ٹھہریگا۔ ذرا میرے ساتھ تو اُو اس کو دیکھ لیں کہ وہ کس مطلب سے اس جگہ ٹھہر رہے اور اُس کا خیال و مطلب کیا ہے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا یہاں ٹھہرنا خالی از حکمت نہیں ہوگا۔ چنانچہ سکندر کو کورانہ دوڑتے ہوئے اس کے غارتنگ آ پہنچا مگر اُس بوڑھے نے اپنے طبعی وقار و قرار سے کام لیا سکندر کی طرف کوئی توجہ نہ کی بلکہ اپنے کام سے مست و مدہوش اُسکندر نے پوسے غیظ و غضب سے اس بوڑھے سے کہا ارے تو راستہ کا غول بیابان کیوں بنا ہوا ہے اور آخر اس غفلت کے ساتھ اس جگہ ٹھہرنے سے تمہارا مدعا کیا ہے؟ تو اتنا بے خبر بنا ہے کہ میری تعظیم بھی بجا نہیں لاسکے۔ کیا میرا نام سکندر نہیں؟ کیا تجھے اس بات کی علمیت نہیں کہ میں اس زمانہ میں اپنے بخت بلند اور شاد کامی سے سارے عالم کا سہارا اور امید گاہ بنا ہوا ہوں اور میں اپنے بیدار بخت کی بدولت سخاوت اور داد و بخشش میں دریا دل، عقل و کیاست میں عالم افروز آفتاب اور آسمان میرے پاؤں کے تلووے چوم رہا ہے۔ یہ سن کر بوڑھا جوش میں آیا اور کہا کہ سکندر! ان میں سے کسی چیز کی قدر و قیمت میرے نزدیک نہیں ہے۔ اچھی طرح سمجھ لو میں اس ویرانہ میں ٹھہر کر غفلت کی زندگی بسر نہیں کرتا اور غول بیابان بھی نہیں۔ ہاں سب دانا اور سب بے ہشیار ہوں۔ میں تو اس جگہ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں کیونکہ دنیا کے انجام سے خوب واقف ہوں۔ آپ ہی بتائیے مجھے لوگوں سے کیوں سروکار ہے گا جبکہ ایک دن ان سے ضرور لگ اور جدا ہونے ہے۔ دنیا و مافیہا

زوال اور فنا کے لئے ہے اور دای اور ابدی بادشاہت و تاجداری رب العالمین کے لئے زیبا اور سزاواہ ہے۔ چونکہ مجھے دُنیا کے پھلے بُرے سے کسی قسم کا واسطہ نہیں ملنے سے الگ تھلگ ہو کر دیرانہ زمین اختیار کی۔ غور کرو گے سکندر! تو معلوم ہو جائے گا کہ اصل دیوانہ تو ہی ہے کہ کچھ ریور اور بھیر بکریوں کے پیچھے پڑ کر تو نے اپنی عمر عزیز ضلج کا۔ مجھے یقین ہے کہ تیری اصلیت بس اتنی ہے کہ دو قطرہ کے بدبو دار پانی سے بنے ہو جو اس دیرانہ زمین میں گوندے گئے ہیں۔ تجھے دُنیا کا سہارا کس نے بنایا؟ اور تجھے دُنیا کی شکل و صورت کس نے قرار دیا جبکہ آسمان کی گردشوں میں لاکھوں انقلابات آتے رہتے ہیں۔ ہر لمحہ میں تجھ جیسے لاکھوں آدمی پیدا ہوتے ہیں۔ اس چند روزہ راحت و سرور کی طرف نہ دیکھ۔ یہ سارے سعادت و شقاوت کا ایک اثر ہے۔ باقی تو وہی ہے جو میں کہا اور اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہوں۔ اے سکندر! تو میرے ساتھ کیا برابری کر سکتا ہے جبکہ تم میرے نوکر کے نوکر ہو۔ میرے دونوں نوکر حرص و آز! طمع و لالچ تمہارے آغا اور مالک ہیں اور یہی دو میرے اور غلام ہیں جو تمہارے نزدیک بڑی چیز ہیں وہی میرے نزدیک گھٹیا اور بے قیمت و بے اعتبار ہیں۔

سکندر اس بوڑھے کی ان پاکیزہ باتوں سے شرمندہ ہوا اور سمجھ گیا کہ بوڑھا ٹھیک کہتا ہے کہ سے یار ناپید اور دورت مدار ۶ دوستی را نشاید این خدار  
مسافر نامہ کی یہ کہانی نقل کرنے سے حضرت شارح رحمہ اللہ ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں کہ کوئی کہہ سکتا تھا کہ فقر اہل امت اور صلحاء روزگار کا اتنا بلند اور اونچے وقار میں رہنے سے دنیا والے ان سے دینی فائدہ نہیں اٹھا سکتے بلکہ خطرہ ہے کہ ان پر اصلاح اور رہبری کا دروازہ ہی بند نہ ہونے پائے۔

حضرت شارح مسافر نامہ کی حکایت پیش کر کے جواب دے رہے ہیں کہ سارے اہل اللہ حضرت پیر روشن ضمیر سے پہلے وقار کا لباس پہننے ہوئے تھے۔ ان کے وقار کے سامنے ہزاروں مغزروں اور مشکروں کے مغزور سر ذلیل و رسوا ہوئے اور باخدا انسانوں نے اسی وقار سے انکو پایاں کر کے سعادت و نیک بختی کے دروازہ پر

لاکھڑا کیا ہے۔ اور اگر فقرا، اسلام سودا بازی کرتے تو اسلام میں ابراہیم ادم جیسے حضرات پیدا نہ ہوتے۔ لہذا عصر حاضر کے مشائخ کرام کو چاہیے کہ عزت و خودداری اور وقار و فاعیت کی زندگی گزار کر خلق اللہ کی دینی خدمت کریں۔ وَإِنْ شِئْتَ آتِ تَطَّلِعَ عَلَىٰ جَمِيعِ الْقَصَصِ فِرَاجِعِ إِلَى الشَّرْحِ۔

### التَّحْقِيقُ وَالتَّدْقِيقُ -

قَوْلُهُ دُونَ - یہ 'هُودُونَ' کے محاورہ سے مشتق ہے جس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس سے درجہ میں پرت ہے۔ الدُّونُ، خیس، حقیر، گھٹیا۔ حَالُ الْقَوْمِ دُونَ فُلَانٍ قوم اس کے اور اس کے مطلب کے درمیان حائل ہو گئی۔ دَانَ يَدُونَ دُونًَا خیس ہونا، کمزور ہونا۔ دُونَكَ : اسم فعل بمعنى خُذْ دَلْ، پکڑ دُونَكَ زُبْدًا زید کو پکڑ۔ دُونٌ، دُونٌ کی تصغیر۔ تَدْوَانٌ : مالدار ہونا۔

قَوْلُهُ شَخَانٌ : سوالی، گدگر، سائل۔ جمع شَخَانَةٌ وَالشَّحَاذَةُ - گدگری کا پیشہ۔ یہ اصل میں تَشَخَّدَ لِّلسَّكِينِ سے نکلا ہے جس کا معنی چھری وغیرہ تیز کرنے کے ہے۔ تَشَخَّدَ الرَّجُلُ - سوال میں پھڑپھڑنا اختیار کرنا۔

قَوْلُهُ الْمَلِكُ بِسِرِّ الْأَمْرِ - جمع ملوک، بادشاہ۔ الْمَلِكَةُ : قابلیت، عادت، مہارت مالک کی جمع مَلَكٌ وَمَلَاكٌ آتی ہے۔ الْمَلَكُ : فرشتہ۔ مَمْلُوكٌ : ج۔ مَلَاكَةٌ وَمَلَاكِيكٌ - مَلَاكُ الْأَمْرِ - سہارا، سرمایہ، بقا۔ بَابُ ضَرْبٍ سے بمعنی مالک ہونا۔ الْقَوْمُ، الْمَلِكُ کے لئے تاکید ہے اس کا معنی ملک معظم کی جگہ پر بولتے ہیں۔ جیسے کہ دیوانِ حماسہ میں مشہور شعر ہے

إِلَى الْمَلِكِ الْقَرْمِ وَابْنِ الْهَمَامِ ۖ وَوَلِيَّتِ الْكُتَيْبَةِ فِي الْمَزْدَحِمِ  
جَمَشْدُ جَمَشِدٍ كَأَمْخَنَفٍ وَأَوْ نَوْسٍ بِمَعْنَى قَبِيصٍ بَعَثَ كَمَا كَانَتْ هِيَ - یہ منسوب ہیں اس کی خبر ہونے کے سبب۔

۲۴۷

تم تجلی کردہ بروے حق بہ اسم الکریم  
 زین سبب مُشْفِق بحالِ مُخْلِصٍ چاکر شد است  
 وَكَذَا الْحَقُّ تَجَلَّى بِاسْمِ الْكَرِيمِ لَهُ  
 فِيهِ لِلْمُخْلِصِينَ صَامًا جَدًّا فَاصِرًا

ترجمہ: اللہ ربُّ العزت نے آپ کو (حضرت محبوب العالمؐ) پر  
 اپنی صفتِ کریمی کی تجلی فرمائی ہے۔ اس لئے آپ اپنے مخلصوں اور نوکروں  
 چاکروں کے ساتھ کرم و شفقت سے پیش آتے ہیں۔

خلاصہً شعریہ ہے کہ آپ میں کرم اور مہربانی کی صفت بھی پائی جاتی ہے۔  
 اصل میں اللہ تعالیٰ نے اس صفت کا پرتو بھی آنجناب پر ڈالا ہے اسلئے آپ  
 معمولی آدمیوں کے ساتھ اس صفتِ کرم و احسان سے پیش آتے ہیں۔ چنانچہ  
 سرکردہ مشائخ حضرت ابو القاسم گرگانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے  
 زنا نوے اوصاف و اسماء ہیں۔ یہ اسماء سالک کے لئے ابتدائے سلوک میں آگے  
 بڑھنے اور سبقت کرنے کے سبب بن جاتے ہیں۔ یعنی سالک کو چاہیے کہ  
 وہ سلوک کی منزل میں قدم رکھ کر اسماءِ حسنیٰ کا مطابق ارشادِ حضراتِ مشائخ  
 کثر اللہ مثالہم کثرت کے ساتھ ذکر و فکر کیا کرے کیونکہ اسماءِ حسنیٰ کے ذکر و  
 فکر سے ان اسماءِ مبارکہ کے خواص کی تجلی و پرتو اس پر پڑ جائے گا۔ پھر زہے  
 سعادت اور زہے عنایت والا معاملہ ہو جاتا ہے۔ سرکردہ مشائخ نے اسماءِ حسنیٰ  
 کے خواص و تاثیرات پر مستقل رسالے لکھے ہیں اور یہ سوال کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے  
 اسماءِ حسنیٰ نساوے ہیں کہ ان اسماءِ معدودہ کی حصرِ حقیقی ہے یا حصرِ اضافی  
 تو یہ بحث اس رسالہ کے لئے شایان نہیں ہے اور اسی طرح یہ بحث کرنا کہ اسماءِ  
 حسنیٰ کے علاوہ اور کس نام سے اللہ تعالیٰ کو پکارنا درست ہے کہ نہیں تو یہ بھی  
 درحقیقت اس تحقیق پر مبنی ہے کہ اسماءِ اللہ توفیقیہ ہیں۔ بہر حال قاری صاحب

رحمہ اللہ و دیگر محدثین کرام کے نزدیک حصر حقیقی ان اسماء سے مراد نہیں ہے بلکہ یہ اسماء کلیات کا درجہ رکھتے ہیں البتہ اُس ذاتِ قدیمہ ازلیہ ابدیہ پر وہی اسماء اور وہی نام اطلاق کر سکتے ہیں جو شارح سے مسموع اور ثابت ہوں۔

التحقیق ،

قولہ الکریم۔ بخشش کرنے والا، درگذر کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے نیک ناموں میں سے ہے بخشش کرنا، جود و سخاوت بے انتہا کرنا اور پھر گناہوں اور گستاخیوں سے درگذر کرنا خاصہ الہی ہے۔ حضرت سعدی فرماتے ہیں کہ  
 کرم بین لطفِ خداوند کار : گنہ بندہ کردہ است او شرمسار  
 اس شعر میں شرمسار سے قوتِ انفعالیہ مراد نہیں بلکہ اس کی غایت و لازم یعنی عنایت و درگذر کرنا۔ کرمۃ (ن) کو مآ کرم میں غالب آنا۔ پس کریم اس کو کہیں گے جو کرم کی صفت میں سب پر غالب اور فائق ہو وہ صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔  
 قولہ فیہ۔ فا اس میں اسی طرح تعلیل کے لئے ہے جس طرح متنبی کے

اس شعر میں فا تعلیل کے لئے ہے۔

أَسْفَى عَلَى أَسْفَى الَّذِي دَلَّهْتَنِي

عَنْ عَلِمَ فِيهِ عَلَى خَفَاءُ

قولہ المخلصین۔ قال فی المنجد اخلص الشیء۔ خلاصہ نکالنا۔  
 چُن لینا۔ اخلصہ اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو عیوب سے خالی کیا۔ الطاعة  
 و فی الطاعة طاعت میں ریاکاری نہ کرنا۔ اخلص له الحب او القول۔  
 محبت یا بات کو کھوٹ سے خالی کرنا۔ کلمۃ الاخلاص لا الہ الا اللہ کہ اس  
 میں کوئی کھوٹ نہیں۔ سورۃ اخلاص کہ اس میں صرف ذکرِ حضرت اللہ ہے  
 شعر میں مخلص سے وہ مریدین و معتقدین مراد ہیں جن کو اپنے پیر روشن ضمیر  
 یزدنا محبوب العالم حضرت سلطان العارفين قدس اللہ اسرارہ کی ذاتِ گرامی قدر  
 کے ساتھ خاص لگاؤ اور عقیدت ہو۔ اللهم احشرنی معهم یوم القیامۃ۔



سخت و تلخ از بہر اہل کبر و عجب و بدعتت  
 اہل درد و شوق را شیریں تر از شکر است  
 وَهُوَ مُرٌّ لِذَوِي كِبَرٍ وَعَجْبٍ وَبَدَعٍ  
 وَلَا هَمُّ لِلْعَشِقِ وَالْحَبِيبِ لِأَخْلَى شُكْرًا

ترجمہ: آنجناب متکبروں، خود پسندوں اور بدعتیوں کے لئے بہت تلخ اور کڑوے ہیں اور عاشقوں اور اپنے محبوبوں کے لئے کھانڈ اور شہدِ مصفا سے زیادہ میٹھے اور لذیذ ترین ہیں۔ رحمہ اللہ۔

شعر کا خلاصہ نہایت واضح ہے کہ آنجناب عاشقوں اور محبوبوں اور مخلصوں کے لئے ہلکے العذب اور اخلاقی حیثیت سے، چینی سے زیادہ میٹھے اور متکبروں جاہ پسندوں اور بدعتیوں کے لئے نہایت سخت اور کڑوے ہیں کیونکہ اسی طریق کار سے ان لوگوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ یعنی آپ کی تلخی و سختی میں بھی اصلاح عباد اللہ ملحوظ اور مقصود ہے۔ وَهَذَا كَمَا قِيلَ فِي تَابِطُ شَرًّا هـ  
 وَلَهُ طَعْمَانِ أَمْشَى وَشَرِيٌّ ۝ وَكَلَامِ الطَّعْمِينِ قَدْ ذَاقَ كَلًّا

حضرت شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس شعر میں آپ کی صفاتِ جمالیہ و جلالیہ کی طرف ایماں اور اشارہ ہے کہ آپ صفاتِ جمالیہ و جلالیہ میں جامع ہیں اور دونوں کا صدور آپ سے اپنے مقام اور اپنے محل میں ہوتا ہے۔ یہ آپ کی عالمیت و جامعیت کی دلیل ہے۔ جیسا کہ آیت وَالَّذِينَ مَعَهُمْ  
 أَنْشَدَاءٌ عَلَى الْكُفَّارِ مَحْصَاءٌ بَيْنَهُمْ کہ صحابہ کرام منکرینِ دین پر سخت و گران اور باہم یعنی ایمان والوں کے لئے رحیم و ہربان ہیں سے یہی درس ملتا ہے اور پھر صاحبِ مرتبہ عالیہ کل اپنے ماتحتوں اور اپنے سے کم درجہ والوں کے ساتھ شفقت سے پیش آنا اس کی برتری و عظمت کی اور بھی عیان و بین دلیل ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس

بات کی تعلیم دی وَأَخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ  
 اُن اہل ایمان کے لئے اپنے رحم و کرم اور شفقت و عنایت کے پر پھیلے۔  
 جنہوں نے آپ کی اتباع و پیروی کی۔

اس آیت سے آدابِ مرشد و رہبر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ مرشد  
 و رہبر کے آداب و اخلاق کیسے ہونے چاہئیں۔ آپ ایک طرف مذکورہ سطور  
 پر غور کیجئے تو دوسری طرف عصرِ حاضر کے مبلغینِ دین، مرشدینِ کاملین،  
 مدرسین اور واعظین کے وہ اخلاق و عادات بھی ملحوظ نظر رکھیں کہ ان کا  
 مریدوں، ماتحتوں اور نوکر چاکروں سے کیسا متکبرانہ اور فسطائی طریقہ کار ہے۔  
 التحقیق :

فارسی اور عربی شعر کی لغوی اور ادبی تحقیق پیشتر اشعار میں آئی ہے۔  
 البتہ عجب کا لغوی معنی تحقیق طلب ہے۔ منجد میں ہے العجب۔ ہر چیز کا پھپھلا  
 حصہ۔ دم کی جڑ جمع عجوب۔ اور العجب۔ فخر، تکبر، خود بینی اور پیش آنی والی  
 چیز سے انکار کرنا۔ الأعبوبة جس پر تعجب کیا جائے۔ رَجُلٌ تَعْبَابَةٌ  
 عجیب باتوں والا۔ عَجَبٌ (س) عَجَبًا مِنَ الْأَمْرِ لَمَّا تَعَجَّبَ كَرْنَا۔ اليه  
 پسند کرنا۔ اور سورہ نجم میں ارشاد ہے أَفَمِنَ هَذَا الْحَدِيثِ تَعَجِبُونَ وَ  
 تَضْحَكُونَ وَلَا تَتَكَبَّرُونَ وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ۔

قوله شكراً: شكر، چینی، مٹھاس، کدانی، منجد وغیرہ۔

حاصل آنکہ گشت فانی از خود و اوصافِ خود  
 باقی باللہ شد اوصافش از و مظهر شد است  
 مَعْزُهُذَ اِحْيَا مَا اَفْنَى وَجُودَهُ لَهْ  
 صَارَ بِاللّٰهِ بَاقِيًا وَعِلَاةً مَّظْهَرًا

ترجمہ: اس کا معز اور خلاصہ یہ ہے کہ جب آپ نے اپنے علم و وقار اور

غمده اخلاق اختیار فرما کر اپنے وجود و ہستی کو ذاتِ حق میں فنا کیا تو اسکے عوض  
آنجانے رب العالمین کے ساتھ تعلق قائم کر کے اُس کے اوصافِ عالیہ کے  
منظر اور منبع بن گئے اور ربانی صفاتِ جلالیہ و جلالیہ کے سرچشمہ بنے۔

خلاصہ شعر:

چونکہ بیشتر اشعار میں ہم نے صفاتِ الہیہ اور صفاتِ جلالیہ و جلالیہ کے  
معنوں سے قارئین کتاب کو خبردار کیا ہے اسلئے ہم یہاں تفصیلی بحث سے گریز  
کرتے ہیں۔ مزید واقفیت حاصل کرنے والوں کو چاہیے کہ اس مقام پر خود  
شراح رحمہ اللہ کی تحقیق بحوالہ مرصاۃ العباد مطالعہ کریں۔ تاہم اختصاراً ہم بھی  
یہاں اس کا نچوڑ پیش کرتے ہیں :-

اللہ جل شانہ کی تجلی جس سے خیارِ عباد اللہ لذت اندوز ہوتے ہیں، دو  
قسم پر ہے، ۱) تجلی ذات (۲) تجلی صفات۔ صاحبِ مرصاۃ العباد کی تحقیق کے  
مطابق تجلی ذات کی بھی دو قسمیں ہیں :- ۱) تجلی ربوبیت۔ یعنی اس بات کی تجلی  
سے متجلی کہ پر اللہ تعالیٰ کے پلنے اور بندہ کو تدریجی ترقی سے سرفراز ہونے  
کا اس پر ظہور و انکشاف کیا جائے۔ اسی تجلی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سرفراز ہوئے  
قرآن کریم میں اسکی تصریح موجود ہے۔ ۲) تجلی الوہیت و خدائیت کی ذاتِ یکتا من حیث  
ہیٰ ہی کا بندہ پر تجلی اور انکشاف کیا جائے۔ اسی قسم کی تجلی سے حضرت سید المرسلین  
خاتم النبیین صلئے اللہ علیہ وسلم شبِ معراج میں نوازے گئے اور یہ تجلی وجودِ ظاہری کو  
موجودِ حقیقی میں فنا کرنے کے بعد نصیب ہوتا ہے اور پھر موجودِ حقیقی رب العالمین کے  
وجود کا اثر متجلی کہ وجودِ صوری میں نفوذ کرتا ہے جس کی خاصیت بقا باللہ ہے  
لیکن صاحبِ مرصاۃ العباد پر یہاں یہ سوال ضرور پیدا ہو گا کہ تجلی ربوبیت کو تجلی ذات  
قرار دینا انتہائی سینہ زوری ہے کیونکہ ربوبیت بھی ربانی صفتوں میں سے ایک ممتاز  
صفت ہے۔ کفلاً الحمد للہ رب العالمین پھر تجلی ربوبیت کو تجلی ذات قرار دینا  
کیونکہ ذررت ہو گا۔ غالباً حضرت شراح جمعہ اللہ خود بھی اس اعتراض سے نیک آگاہ

ہیں اس لئے محل و مقام سخت ہونے کی بنا پر نقل پر اکتفا فرمایا اور خود تصریح کی کہ یہ مقام مشکل ہے۔

میرے نزدیک اس سوال کا جواب نہایت آسان ہے کہ صاحب مرصاد العباد نے تجلی ذات کی جو دو قسمیں کی ہیں اس سے تقسیم حقیقی مراد نہیں ہے بلکہ اُن کا مقصد یہ بتانا ہے کہ متجلی لہ یعنی جس پر تجلی ذات پڑے وہ تجلی ذات کبھی مطلق نہیں بلکہ کسی صفت کے ساتھ متعین ہوتی ہے جیسا کہ تجلی ربوبیت درحقیقت تجلی ذات ہی ہے مگر ربوبیت کے ساتھ متعین ہے اور دوسری تجلی ذات میں صفات کا قطعاً سوال نہیں ہوتا بلکہ وہ من حیث الذات تجلی ہوتی ہے۔ یہ تجلی سب سے اعلیٰ و اتم ہوتی ہے۔ اس لئے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے محفوظ و مکرم فرمائے گئے۔ اس لئے آپ کے بارے میں سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى جیسے الفاظ استعمال فرمائے گئے جس سے اس بات کی طرف قطعی اشارہ ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفات باری سے آگے ذات باری کے لغو و تجلی سے بہرہ اندوز ہوئے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم اسی لئے منظمی نے لفظ خدا کی تصریح کی کہ فرماتے ہیں:

وید محمد خدا را نہ بچشم دیگر : بلکه باین چشم کہ دارو بسر

صاحب مرصاد العباد آگے فرماتے ہیں کہ تجلی صفات بھی دو قسم کی ہے : جمالی و جلالی۔ پھر جمالی صفات کی بھی دو قسمیں ہیں : ذاتی صفات کی تجلی اور فعلی صفات کی۔ پھر تقسیم و تقسیم تجلی ذاتی صفات نفسی، صفات معنوی کی طرف راجع ہیں پس ان تجلیات یا ان کی جزئیات میں سے جس پر جزئی تجلی پڑ جائے اس پر وہی اثر اور وہی وصف غالب آکر اپنے اقران و ہم عصروں سے ممتاز ہوتا ہے۔ کما تروی۔

صفات نفسی کے تجلی سے ذات الہی کی طرف رہبری ہوتی ہے صرف اور صفات معنوی میں ذات کے علاوہ حقیقت کی تجلی ہوتی ہے۔ مثلاً اگر موجود حقیقی بحیثیت اصلیت کی تجلی کسی پر ہو جائے تو اسے اس میں اسی کا اثر نمایاں ہوگا جیسے حضرت جنتید فرماتے تھے مافی وجودی سوی اللہ میرے پہلو میں اللہ کے سوا کچھ بھی نہیں

یعنے وہ اپنے وجود کو موجودِ حقیقی کی تجلی پڑنے کے بعد کسی قطار میں شمار نہ کرتے تھے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ پر صفاتِ نفسی کی تجلی ہوئی تھی تو سبحانی ما اعظم شانی اے میرے پاکیزہ وجود میری شان کتنی بلند و بالا ہے فرمایا اور انہوں نے ظاہری وجود کے بائے میں نہیں فرمایا اور نہ اس کو اس کا خطاب کیا۔ چونکہ آپ کا وجود تجلی وجودِ باری سے سرفراز ہو چکا تھا تو اس اعتبار سے وہ اپنی عظمت کے قائل ہو گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام پر خدائے قدوس کے علم سے تجلی ہوئی تو وَعَلَّمَ الْاَدَمَ الْاَسْمَاءَ كَ شَرَفٍ مِّنْ شَرَفٍ مَّوْتَى۔ یہی حال حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کا سمجھ لیجئے۔ وَعَلَّمَنَا مَنْ لَدُنَّا عَلِمًا۔ ہم نے ان کو بلا واسطہ علم سے آراستہ کیا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر الہی قدرت سے تجلی ہوئی تو چاند کو وقتی طور پر دو حقوں میں منقسم کیا۔ مٹھی بھر مٹی تمام مقابلہ کرنے والوں کی آنکھوں میں آن واحد میں جھونک دی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس قسم کے اوصاف و افعال جیسے احیاء و اِمامت کا بندوں سے صادر ہونا اسی خاص خاص تجلی ذاتی و صفاتی و فعلی کا نتیجہ ہے جسے اکثر سمجھتے نہیں تو انکار کر بیٹھتے ہیں حالانکہ انہیں یقین ہے کہ ظاہری عطار کی صحبت و رفاقت سے کپڑے معطر تو ہوتے ہیں مگر افسوس ہے کہ وہ اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ عطار حقیقی رب کریم کے عشق و محبت میں جو اپنی ذات فنا کرے وہ کسی طرح عطار حقیقی سے ناامید اور خالی ہاتھ نہیں آئے گا۔ اس سے بڑھ کر حیرانی اور بد قسمتی کیا ہو سکتی ہے۔ اسی سے سمجھ میں آیا ہو گا کہ فنا سے اِعدامِ نفس مراد نہیں ہے بلکہ خدائی ذات و صفات میں غوطہ زنی اور غواصی کرنے کا نام ہے۔ جدھر دکھتا ہوں ادھر تو ہی تہ ہے“ کے مقام پر پہنچنے کا نام ہے۔

انبیاء میں سے حضرت سلیمانؑ پر سمیع بصیر کی خصوصی تجلی ہوئی تھی تو بعد

مساوت کے باوجود چیونٹیوں کو دیکھا اور ان کے باہمی کلام کو سنا۔

اولیاء میں سے حضرت عثمان حریری رحمہ اللہ پر السورید کی تجلی ہوئی تھی فرمایا

تیس سال سے وہی ہوتا ہے جو ہائے دل پر خدا تعالیٰ ڈالتا ہے۔ حضرت فاروق



اعظم رضی اللہ عنہ کا واقعہ یاسامیۃ الجبل اسی قبیل سے تھا۔  
 آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا اِنِّیْ اُمّیْ مِنْ خَلْفِیْ کَمَا اُمّیْ  
 مِنْ اُمّیْ اِسی صفتِ بصیر کی تجلی سے ہوا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ ہے مرصاۃ العباد کی عبارت کا مغز اور خلاصہ جو ہم نے تقدیم و تاخیر کا  
 خیال رکھے بغیر آسان لفظوں میں پیش خدمت کیا۔ ہاں حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰؑ  
 حضرت سلیمان اور حضرت آن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص تجلیوں کی شارح  
 رحمہ اللہ نے نشان دہی فرمائی ہے تو اس پر یہ شبہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت شارحؒ نے  
 حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ کے بارے میں زیر بحث شعر "حاصل آنکہ گشت فانی از  
 خود و اوصاف خود" الخ اور اس کے بعد مرصاۃ العباد کی تحقیق سے مجموعی طور پر ثابت  
 کیا ہے کہ عارفوں اور پیغمبروں پر جو تجلیات ہوتی ہیں وہ انکی عبادت و ریاضت کا نتیجہ  
 ہے جس کا مطلب کثرتِ ریاضت و عبادت سے اپنے وجودِ ظاہری اور اپنے اوصاف  
 کو ذاتِ باری میں فنا کر کے بقا و دوامی کی منزلوں میں قدم رکھنا ہے۔ اس تحقیق سے  
 یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ولایت کی طرح معاذ اللہ نبوت بھی کسبی ہے جیسی تو ولایت  
 و نبوت میں شارحؒ نے ضم فرمایا ہے حالانکہ علمِ کلام میں یہ بات متحقق ہو چکی ہے کہ نبوت  
 محض وہی ہے اور عنایتِ ربانی سے ملتی ہے۔ کثرتِ عبادت اور انفار وجود کو اس  
 میں کوئی دخل نہیں ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ شارح رحمہ اللہ نے نبوت اور ولایت کو ایک صف  
 اور ایک دائرہ میں جمع نہیں فرمایا بلکہ مرصاۃ العباد کی عبارت زیر تحقیق شعر کے لئے نظیر  
 ہے اور مثال نہیں۔ اور نظیر اور مثال میں از روئے قواعد علمِ معانی بہت بڑا فرق ہے کہ  
 مثال کے لئے مثل لڑکے افراد و جزئیات میں سے ہونا چاہیے اور نظیر کے لئے یہ شرط  
 نہیں بلکہ نظیر صرف وضاحت کے لئے لایا جاتا ہے وہی یہاں پر مقصود ہے اور بس۔

التحقیق :-

قولہ باقی، باللہ۔ اسم فاعل بقی، ان، بقادۃً وبقی (رض) بقیا۔ فلاناً

بعینہ کسی کی طرف دیکھنا۔ کسی کا انتظار کرنا۔ بَقِيَ (س) بَقَاءً وَبَقِيَ (ض) بَقِيَا  
ہمیشہ رہنا، ثابت رہنا۔ الْبَاقِي۔ خُذُتَ الْبَاقِي۔ خُذُتَ الْبَاقِي۔ خُذُتَ الْبَاقِي۔ خُذُتَ الْبَاقِي۔  
وَالْبَقِيَّةُ وَالْبَقِيَّةُ بَاقِي رَاحًا، بَاقِي مَانِدًا. ج بَقِيَا. فَلَانُ بَقِيَّةُ  
قوم فلان اپنی قوم کا چیدہ شخص ہے۔ الْمَبْقَى بَقَاءً زَنْدَجِي ج الْمَبْقَى۔

قَوْلُهُ مَظْهَرٌ، اسْمٌ ظَنَرٌ اور اسْمٌ فَاعِلٌ مِنَ الْاِظْمَارِ دونوں ہو سکتے ہیں  
عَلَا جَمْعٌ عَلِيًّا اَعْلَىٰ كِي مَوْنِثٌ. بلند چیز۔ اس سے مراد صفات باری ہیں کہ وہ از روئے  
مرتبہ بلند ہیں کیونکہ وہ ذات باری کی طرح قدیم ہیں۔ لِهَذَا صِفَاتُ كُوْعُلَىٰ سَعْتَبِيرِ  
کرنا مناسب ہی نہیں بلکہ اَنَسَبِي۔

سایہ حق است در عالم پناہ عالمین  
نور بخش مخلصاں، بچوں شہر خاور شد است  
وَهُوَ ظِلُّ اللَّهِ فِي الدُّنْيَا وَمَا فِي الْعَالَمِينَ  
مِثْلُ شَمْسٍ فِي السَّمَاءِ بِالْمُرِيدِينَ نَوْرًا

حضرت سلطان العارفين دُنْيَا میں حق تعالیٰ کے سایہ اور مخلوق الہی کے  
لئے دین پناہ ہیں اور آفتابِ عالمات کی طرح اپنے مخلصوں اور ارادت مندوں کے  
دلوں کو منور فرماتے اور فیض رسانی کرتے ہیں۔

مُخَلَّصَةٌ شَعْرِيَّةٌ هِيَ كَمَا أَنَّجَابُ اللَّهِ تَعَالَىٰ كَيْ سَايَةِ عَاطِفَتِ اور مخلوق کے  
لئے روحانی پناہ گاہ ہیں اور آفتاب کی طرح اپنے مخلصوں کے دلوں کو ایمان و  
انقان کے نور کے ساتھ منور فرماتے ہیں۔

حضرت شارح نے اپنے مرشدِ کامل کو ظِلُّ اللَّهِ (سایہ خدا) قرار دینا ہی بات  
نہیں ہے کہ آپ سے پیشتر حضرت رومی رحمہ اللہ نے بھی اولیاء اللہ کے متعلق  
ایسا ہی فرمایا۔ فرماتے ہیں

كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ نَقْشَ اُولِيَا سَتِ ۝ كُو دِيْلِي نُوْرٍ خُوْرٍ شِيْدٍ اِلٰهِيَا سَتِ

پھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شعر کہنے کے وقت حضرت شارح رُوْحِ اَلدُّرُوْعَةِ فَنَا  
فِي الشَّيْخِ كِي مَنْزِلِ طِي كِرْجِي تَمِي۔ كَمَا لَخِيْفَا۔

التَّحْقِيْقُ :-

قَوْلُهُ مَاوِي۔ اِسْمٌ طَرَفٌ بِمَعْنَى جَلْبِي پَنَاه۔ اِبْنُ اَوِي۔ كِيْدُرٌ۔ بَعْضُ اَكْبِي كَنِيْتِ  
اِبْنِ مِرْوِي تَاتِي مِي اِح، بِنَاتُ اَوِي۔ قَلْتُ هَذَا عَجِيْبٌ جِدًّا فَاَحْفَظُهُ۔

اصول میں اَوِي (ض)، اَوِيَا و اَوِيَاءُ۔ اَلْبَيْتِ و اَلْحِي اَلْبَيْتِ۔ گھر میں اُتَرْنَا۔ گھر  
میں ٹھکانا لینا۔ یعنی یہ لُفِيْفٌ مقرون ہے کہ عین اور لام کلمہ کے مقابلہ میں دو حروف

عِلْتِ اِكِي سَاتَرُ و اِقَعِ مِي۔ اِي حَرْفِ نِدَا بِمَعْنَى يَا جِي سِي اِي نَبِيْدُ۔ اِي بِمَعْنَى  
هَان۔ قَسْمِ سِي پَهْلِي آتَا سِي جِي سِي مَأْيْتِ غَضَبًا اِي اَسَدًا

قَوْلُهُ بِالْمُرِيْدِيْنَ نَوْمًا۔ جَارٌ و مَجْرُورٌ نَوْمًا سِي مَتَلَقٌ هِي۔ لِلْمُرِيْدِيْنَ  
نَهِي سِي كِهَا كِيونَكِي اِس كَا صِلَةُ حَرْفِ بَا آتَا هِي اِدْر لَام نَهِي سِي جِي سَا كِه نَوْمًا بِنَالَانِ  
كِي مَعْنَى اِهْلِ لَعْنَتِ نِي يِر لَكْهِي مِي كِه اِس نِي اِس كُو رُوشَنِي و كِهَانِي۔

تِيْنِر بِيْنِ بَاشِ و مَشُو اِنْدِر غَلْطِ زِي رَا كِه اُو

كِرُو رُو پُوشِ اِز بَشَرِ رُو حِي مِثَالِ خُور شُدِه اِسْتِ

كُنْ اَجَدَّ النَّظْرِ لَكِنْ لَا تَمْتَعْ فِي سَائِبَةٍ

مِثْلَ شَمْسٍ اخْتَفَا عَنْ مَنْ اِلَيْهِ اَبْصَرَا

ترجمہ: اے دیکھنے والے! اگر تم آنجناب کی طرف دیکھنا چاہتے ہو تو ہوش  
مندی سے اپنی طرف دیکھو اور کسی قسم کے مغالطہ اور بدگمانی میں گرفتار نہ ہو جاؤ  
کیونکہ آپ کی روح مبارکہ کی حقیقت اور معنوی قوت اکثر دیکھنے والوں پر اسی  
طرح پوشیدہ ہے جس طرح اُن پر آفتاب کی طرح دیکھنے کے باوجود اُس کی  
حقیقت و اصلیت پوشیدہ ہے۔

خلاصہ شعر: مریہ و مسترشد کو اپنے پیر کامل اور رہبر طریقت کے

جسم و جمال، قہ و جُبہ اور زبان دانی و چالاکی کی طرف نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ مُرید اپنے پیرِ طریقت کے روحانی کمالات، اسکی نیک سیرت و نیک عادات اور اس بات کی طرف دیکھے کہ پیرِ طریقت میں میری روحانی کثافت اور میری اخلاقی گندگی دُور کرنے کی صلاحیت و استعداد ہے کہ نہیں کیونکہ عموماً آدمی اپنی روحانی بیماری اور بد اخلاقی محسوس نہیں کرتا خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ احسن القصص میں حضرت یوسف صدیق علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کا قول بزبانِ قدرت بیان فرماتا ہے: وَمَا أَتَىٰ نَفْسِي إِلَّا النَّفْسَ لَا مَأْسَاةَ بِالسُّوءِ إِلَّا مَنْ رَجِمَ سَابِقُ إِلَّا سَابِقُ غَفُورًا رَّحِيمًا۔

لہذا نفسِ آمارہ آدمی کو خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو نقصان و خسارہ میں ڈالتا ہے اسلئے اُسے پیرِ روشن ضمیر صاحبِ صدق و صفا، حقائق آگاہ اور متبعِ شریعت و سلفِ صالحین کی سخت ضرورت ہے اسلئے حضرت عارفِ رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سایۂ یزدان بود بندہ خدا، مُردہ این عالم و زبندہ خدا۔

سیرِ طریقت اللہ تعالیٰ کا سایہ ہوتا ہے اور بظاہر حلیم و بردبار اور با اخلاق و باوقار ہونے کی وجہ سے وہ عام نظروں میں مُردہ دکھائی دیتا ہے لیکن وہ اپنے باطنی اور قلبی کمالات کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک معنوی زندگانی کا حامل ہوتا ہے۔ لہذا

دامن او گیر ز تو بیگیاں : تارسی در دامنِ آخر زمان  
 لہذا پیرِ روشن ضمیر کو اچھی طرح تلاش کرو اور جب اس میں پیرانہ شیطیں دیکھو گے تو اُن کا دامنِ مقدس تمام لو اور خوب سمجھو کہ تمہارے لئے یہی ایک صورت ہے جو تجھ کو حضرت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا بنائے گی۔

مگر افسوس ہے کہ پیر کی شناخت بھی بہت مشکل ہے۔ مثل مشہور ہے: ”قد زرزگر بداند قدر جوہر جوہری“۔ تاہم اُس کی کوشش میں رہنا چاہیے۔ فَمَنْ دَقَّ بَابَ كَيْفِمْ فَتَحَّ۔

ہاں پیر کیا ہونا چاہیے؟ تو سن لیجئے۔ فرماتے ہیں۔  
 در پناہ پیر صاحب رائے باش : سر سخاوی گشت رو تو پای باش  
 صاحب شریعت پیر رہبر کی پناہ میں رہ تو اس صورت میں اگر اعلیٰ اور سردار  
 نہ بنو گے تو کم از کم ادنیٰ اور ماتحت بن جاؤ تب کچھ نتیجہ حاصل ہوگا۔ یعنی پیر  
 طرفیت کی شرطوں میں سے سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ وہ صاحب شریعت ہو کہ اسکو  
 احکام شرعیہ کا پاس اور احترام ہی نہ ہو بلکہ وہ احکام شرعیہ پر کار بند اور عامل  
 بھی ہو۔ اسی قسم کے پیر سے تم زیادہ یا کم مستفید و مستفیض ہو سکتے ہو۔ نہ ان  
 جاہل اور گمراہ پیروں سے جو احکام شرعیہ سے تابلہ اور اسرار و معارف سے  
 بے بہرہ ہوتے ہیں۔ ان سے تم فائدہ کیا بلکہ نقصان ہی نقصان اٹھاؤ گے۔  
 رہبر سے کیا فائدہ ملتا ہے؟

سایہ رہبر بہ است از ذکر حقہ :

(کوہ کورانہ) یادِ خدا سے مرشدِ کامل کا سایہ اور نظرِ کرم بہت بہتر ہے۔ ہاں  
 اس کے سایہٴ فضیلت کا اندازہ اس طرح کر سکتے ہو جیسے جو کے ایک بیانی  
 شرابِ توت کی ایک سو رکابوں پر فوقیت و فضیلت رکھتی ہے کیونکہ بغیر استاد  
 کے ذکرِ ذکر بے لذت ہوتی ہے اور نفس کے بتوں کو توڑتی نہیں اور پیرِ کامل  
 کی رہنمائی سے پہلے سالک اور مرید کا نفس پاک ہوتا ہے۔ اس کو استاد حاصل  
 کرنے کے بعد ذکر و فکر اور یادِ خدا سے کیف و سرور نصیب ہوتا ہے۔

اور فرماتے ہیں۔

چشمِ بنیا بہتر از سی صد عصا : چشمِ شناسد گہرا از حصا  
 کہ دیکھنے والوں کی آنکھ تین سو لاکھوں سے بہتر ہے حالانکہ لاکھوں کی مدد سے  
 بھی نابینا ستہ عبور کرتا ہے۔ پھر چشمِ بنیا کو تین سو لاکھوں پر اتنی فوقیت  
 کیوں ہے؟ تو اسکی وجہ یہ ہے کہ آنکھ ہی تو موتیوں اور کنگریوں میں فرق کرنے  
 کا سلیقہ رکھتی ہے۔ یہ سلیقہ اور یہ طاقت ہزار لاکھوں میں بھی نہیں ہو سکتی۔



ہو سکتا ہے کہ تین سو لاکھوں سے ایسے تین سو خشک زاہد مراد ہوں  
جو نور بصیرت اور اسرار و معارف سے بے بہرہ ہوں۔

اندریں وادی مروا میں بے دلیل  
لَا أُحِبُّ الْأَفْلِينَ كَوْجُونِ خَلِيلِ

اے عزیز! اس ہوا و خطر کے جنگل اور وادی میں ایسے رہبر کامل کی  
رہنمائی اور دید بانی کے بغیر قدم نہ رکھ کہ غول بیابانی (چرواہے) کہیں تم کو  
پدمے لٹے سے نہ بہکائے بلکہ حضرت خلیل الرحمان علی نبینا وعلیہ السلام کی  
طرح کہہ دے کہ میں ڈوبنے والوں اور فنا ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا۔  
بلکہ میں صرف اُس ہستی سے پیار کرتا ہوں جس کی صفت و یقیناً وَجْهٌ  
مَتَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ہے اور ضمناً اُن لوگوں سے وابستگی رکھتا ہوں  
جو مجھے اس رب لایزال تک رہنمائی کرتے رہیں گے۔

بہر حال باقی تفصیل شارح کی شرح میں ملاحظہ فرمائیے اور رہبر طریقت  
کی ضرورت پر میں نے بصیرۃ السلوک شرح ذخیرۃ الملوک باب سوم میں  
مفصل اور مدلل روشنی ڈالی ہے۔

التحقیق

قَوْلًا أَحَدًا النَّظْرَ۔ اہل عرب کے اس محاورہ سے لیا گیا ہے أَحَدًا  
إِلَيْهِ النَّظْرَ۔ اس نے اسکی طرف تیز نظر سے دیکھا، گھور سے دیکھا۔ اہل عرب  
کہتے ہیں اسْتَحَدَّ اس نے دھاڑ تیز کیا۔ حَدَّ حَدًّا وَاحِدًا و أَحَدًا  
السَّكِينِ اس نے چھری کو تیز کیا۔ وَلَهُ مَعَانٍ أُخْرَى۔ اصل فارسی شعر میں  
کردہ کا فاعل حضرت محبوب العالم ہیں۔ رُوپوش مفعولِ اول۔ رُوْحے مفعولِ  
دوم اور از بشر جار مجرور کردہ سے متعلق۔ اسی طرح عربی شعر میں اِخْتَفَى كَا فاعل  
مَنْ إِلَيْهِ أَبْصَرَ ا ہے۔

نیک نخت است آنکہ سر روز از سر اخلاص و صدق  
 ناظر روئے بخوئے آن نگو منظر شد است  
 لَسَعِيدٌ مَنْ بِإِخْلَاصٍ وَصِدْقٍ كُلَّ يَوْمٍ  
 وَجَهَهُ الْأَنْوَارُ كَرِيمًا وَاسْتَفَاضَ مَنْظَرًا

ترجمہ، جو کوئی صدق و اخلاص اور توجہ سے آپ کا روئے مبارک ہر روز

دیکھے تو وہ نہایت نیک بخت اور سعادت مند ہے۔

خلاصہ شعر، آدمی کی اس سے بڑھ کر کوئی سعادت مندی نہیں ہے کہ وہ  
 نیکیوں اور باخدا انسانوں سے اپنے تعلقات اور نشست و برخاست قائم رکھے  
 کیونکہ باخدا انسانوں کی مثال عطاروں سے ہزار ہا درجہ بڑھ کر ہے اور جبکہ  
 عطر فروش کے پاس بیٹھ کر بیٹھنے والوں کے کپڑے مہک جاتے اور معطر ہو  
 جاتے ہیں تو حقیقی عطر فروشوں، اولیاء کاملین کی صحبت و زیارت سے بھی دل،  
 دماغ، روح، باطن، سینہ، اخلاق، عادات و اطوار معطر و منور ہو جاتے  
 ہیں۔ اسلئے حدیث شریف میں الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ آيَاہے کہ آدمی قیامت  
 کے دن ان لوگوں سے اٹھے گا جن سے وہ دنیا میں دوستی اور محبت لگائے ہو گا۔  
 اگر اس زمانہ میں تم کو اولیاء اللہ اور علماء ربانیین نظر نہیں آتے تو او اولیاء اللہ  
 سابقین کے حالات و واردات کا کتابوں کے ذریعہ مطالعہ کر کے اپنی اصلاح کر سکتے  
 ہو اور آدمی کی سب سے بڑی شقاوت یہ ہے کہ اُس کا دل باخدا انسانوں کی  
 محبت سے خالی ہو یا انکی کتابوں اور ان کے دینی کارنامے پڑھنے پڑھانے  
 سے اڑے آجئے۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا  
 حضرت تید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم باری عظمت و جلالت یہ دعا  
 فرماتے تھے، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَ  
 حُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنَا اِلَى حُبِّكَ۔

اس سلسلہ میں حضرت شارح رحمہ اللہ شیخ مجد الدین خوارزمی کا واقعہ لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت شیخ عطار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ خوارزمی کو روتے ہوئے دیکھا۔ جب میں نے رونے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا ان سپہ سالاروں کو شاباش ہو جن کے بائے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے عَلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ کہ میری امت کے بہت سے علماء ارشاد و تبلیغ میں بنی اسرائیل کے پیغمبر جیسے ہونگے۔ پھر کی اصل وجہ یہ بیان کی کہ کل میں نے یہ دعا کی اے خدا! آپ کے کام ظاہری اسباب و تدابیر کے محتاج نہیں ہیں تو مجھے ایسے ہی علماء رحمت میں سے بنا دیا کم از کم ان لوگوں میں سے مجھے بنا دے جو ان علماء رحمت کی طرف دیکھتے اور ان سے اپنی وابستگی رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ مجھے اور کسی قسم کی طاقت نہیں۔ اب روتا ہوں کہ میری یہ دعا قبول ہوئی کہ نہیں۔ اس واقعہ سے حضرت شارح نے بتانا چاہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی صحبت و رفاقت اختیار کرنا بجای خود عبادت و ریاضت ہے۔ حضرت رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں سے یک زمانہ صحبت با اولیاء: بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا۔

اللَّهُمَّ احْشُرْنِي مَعَهُمْ

حضرت شارح نے اپنے پیر روشن ضمیر حضرت محبوب العالم قدس اللہ سرہ کو بکو نظر قرار دینے میں یہ نکتہ ہے کہ اس میں مفہوم و معنی میں جانب مخالف کا ایہام جاتا رہا کیونکہ منظر دیکھنے کی جگہ کو کہتے ہیں خواہ اچھا ہو یا اور کچھ اسلئے شارح نے منظر سے پہلے بکو کا لفظ اضافہ کیا اور اس بات پر تنبیہ کی کہ آنجناب ہر اعتبار سے اسرار الہی کے منظر اور عجائب قدرت دیکھنے کے لائق ہیں۔

التحقیق:

قوله ناظر اسم فاعل من نظر (ن) نظراً في الامر سوچنا

فکر کرنا، اندازہ کرنا۔ الشئ انتظر کرنا۔ بین الناس حکم کرنا، فیصلہ کرنا

للقوم۔ جمع کرنا، مدد کرنا۔ قوله منظرًا منصوب بنزع خافض یعنی فی منظرًا

ای فی مَنظَرِ الشَّيخِ رَحْمَةُ اللهِ. والقاعدةُ معروفةٌ ذَكَرْتُ فِي شَرْحِ مُلَا  
جَامِي شَرْحِ الكَافِيَةِ لِابْنِ الحَاجِبِ. قولُهُ يَرْتَوِ صَيغَةً وَاحِدَةً ذَكَرَ غَائِبَ  
فَعْلٌ مُضَارِعٌ مُثَبَّتٌ مَعْرُوفٌ. اس میں ہو مُسْتَتِرٌ ہے۔ وہ یَرْتَوِ کا فاعل اور  
وَجْهٌ الَانْتِوَسُ موصوفِ صفت سے مل کر مفعولِ مقدم اور وَاسْتَفَاضَ مَنظَرًا  
کا عطف یَرْتَوِ پر از قبیلہ عطفِ جملہ علی الجمکہ ہر دو معطوف علیہ و معطوف مبتدا  
لَسَعِيدٌ کی خبر۔ اور لَسَعِيدٌ پر لامِ تاکید داخل ہے جیسے وَ لَعَبِدٌ مَوْمِنٌ خَيْرٌ  
میں ہے۔ المنجد میں لکھا ہے سَنَا دَن سَانُوا و سَنَا إِلَيْهِ کسی کی طرف ٹکٹکی باندھ کر  
دیکھنا۔ الرِّئَاءُ (مص) وہ خوبصورت چیز جس کو دُور تک دیکھا جائے۔ الرِّئَاءُ خوبصورتی  
الرِّئَاءُ اچھی آواز طرب۔

شُدُّ شَكْفَةِ جَانِ مَا از ویدن دیدارِ او  
آچنان کہ دیدنِ خورشیدِ نیلوفرِ شُدُّ است  
وَصَدُورٌ نَاتُونٌ بِلِقَاءِ وَجْهِهِ  
مِثْلَ مَا تَرْنُونٌ بِالذِّكْرِ كَالنَّيْلُونِ

ترجمہ: ہمارے سینے اور دل آپ کے دیدار سے اس طرح کھل گئے اور  
روشن ہوئے جیسے سورج کی کرنوں سے نیلوفر کھل جاتا ہے۔

خلاصہ شعر: نیلوفر یا کنوں کا پھول پانی میں ہوتا ہے لیکن اس کی  
فرحت و شگفتگی آفتاب کے نور اور شعاعوں ہی سے ہوتی ہے۔ اسی طرح مشائخ  
اور باخدا انسانوں کی صحبت کو غنیمت سمجھنا چاہیے کیونکہ ان حضرات کی رویت و  
ملاقات سے بے شمار فیوض و برکات اور ثمرات و اچھے نتائج پیدا ہوتے ہیں یہی وجہ  
ہے کہ صحابہ کرام، تابعین و محدثین ایک حدیث کی خاطر ہزاروں میلوں کی مسافت  
نطے کرتے تھے۔ اس سے دو فائدے حاصل کرتے تھے ایک تو اس صاحب کی ملاقات  
سے حُظ وافر حاصل فرماتے تھے دوسرا یہ فائدہ لیکر لوٹتے تھے کہ وہ اُشْرَ کلام میں

اپنے مخاطبین کو بیش بہا نصیحتوں سے نوازتے تھے اور اُنکے دیکھنے سے ہی اللہ تعالیٰ انہیں یار کرتا تھا مگر افسوس ہے کہ عصر حاضر کے کچھ پیشہ ورانہ مذہبی تاجروں کو یہ سعادت و یہ سلیقہ کہاں نصیب ہوگا بلکہ اُن کے کچھ سائقین اپنے آقاؤں کے ذریعہ علماءِ حق اور مشائخِ طریقت کی خوب مرمت کرتے تھے۔ اس قسم کی بُری عادت سگیت اور سخت دل کی نشانی ہے۔ مگر اللہ ولے باخدا انسانوں کے دیدار کو شرفات قرار دیتے تھے کہ اُن کے فوت ہونے سے جیسا کہ حج کی تلافی نہیں ہوتی اسی طرح اللہ والوں کی ملاقات و دیدار فوت ہونے سے ساری عمر میں اس کی تلافی نہیں ہوتی لہذا جہاں تک ہو سکے اپنے آپ کو لپٹ سمجھ کر اہل اللہ اور علماءِ حق کی زیارت سے ضرور لطف اندوز ہونا چاہیے۔ حضرت شارح نے اس سلسلہ میں جامع صغیر کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا اپنے مومن بھائی کی طرف استیاق و محبت کی نظروں سے دیکھنا ہی سال بھر کے اعتکاف سے بہتر ہے۔ والتفصیل فی الشرح۔

### التحقیق،

قوله تَنَوَّرَ - مِنْ نَارٍ وَبَيَّارًا - روشن ہونا۔ کذا فی المنجد۔  
 قولہ التیلوفر۔ معرب۔ نیلوفر۔ کذا فی المنجد۔ معرب التیلوفر۔ نیلوفر۔ التیلوفر  
 میں تنازع فعلان کی صورت ہے۔ ایک صورت میں تَنَوَّرَ کا فاعل ضمیر مخاطب  
 اور اس کا مفعول بہ التیلوفر ہے۔ اس صورت میں اصلی عبارت یوں ہوگی مَثَلُ  
 مَا تَنَوَّرَ التیلوفر تَنَوَّرَ بِالذُّكَا - الذُّكَا - الشَّمْسِ - کما هو مشہور عند  
 اهل العامة۔ او۔ لفظ مَا زائد ہے۔

دوسری صورت میں التیلوفر تَنَوَّرَ کا فاعل ہے تو اس صورت میں اصل  
 عبارت اس طرح ہے مَثَلُ مَا تَنَوَّرَ التیلوفر بِالذُّكَا - البتہ اس صورت  
 میں شعر میں یک گوئے اقوا پیدا ہوگا جو تانیہ کے خوب میں سے ہے۔

وَالْبَاقِي أَشْهَدُ مِنْ أَنْ يَنْظُرَ -



کر دمارے جانِ فدائی دولت دیدارِ او  
چوں مشرف ز قدومش قریہ کنیر شد است  
ضَعَّتِ الْحَيَّةُ نَفْسَهَا لِلرُّمَّانِ لَهُ  
بِقُدُومِهِ مَتَى مَا قَرِيَهُ كَثِيرٌ وَقَرَا

ترجمہ: آنجناب کے دیدار کی خاطر سائپ نے اسوقت اپنی جان قربان کر ڈالی جب کہ آنجناب نے کنیر کے گاؤں کو اپنی تشریف آوری سے عزت افزائی فرمائی۔ خلاصہ شعر: ایک دن آں پیر حقائق آگاہ کنیر کے گاؤں میں اپنے مُردین کے ساتھ تشریف آور ہوئے تو وہاں کے استقبال کرنے والوں میں سے ایک جن بھی سائپ کی صورت میں آیا تھا۔ ملا نوروز پیش امام مسجد نے اسکو اصل سائپ سمجھ کر پتھر مار کر ہلاک کیا۔ یہ جن خود بھی جانتا تھا کہ میرا آپ کی خدمت میں حاضر ہونا خالی از خطرہ نہیں ہے مگر آپ کے اشتیاق دیدار نے اپنی جان آپکی ملاقات و دیدار پر قربان کرنا اسکو آسان بنایا تھا۔ اسی واقعہ کی طرف یہ شعر مُشرح ہے۔ واضح رہے کہ کنیر کا مراج کے علاقہ میں ایک گاؤں کا نام ہے جو پہاڑ کے دامن میں واقع ہے اسی گاؤں میں یہ واقعہ پیش آیا۔ رہا یہ امر کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ سائپ حقیقت میں جن تھا؟ تو اس کے متعلق شرح کی طرف رجوع فرمائیے جسکا حاصل یہ ہے کہ واپسی پر نادھی ہل آئے تو آپ کے مُرد باخصیص جناب علی صوفی نادھی ہل کی مسجد میں تشریف فرما تھے تو اس مسجد میں انہیں ایک غیبی آدمی کی آواز آئی کہ یہ تو اچھی بات ہے کہ آپ اپنے زہرِ برحق کے گرویدہ اور خدمت گار ہیں لیکن موضع کنیر میں ایک نیوکار جن آپ کے مُرشد کے دیدار کے لئے بعد شوق و اخلاص حاضر ہوا۔ تو تم لوگوں نے اس کو جان سے مار ڈالا۔ کیا یہ بھی کوئی انسانیت ہے؛ اعلیٰ صوفی نے یہ ماجری کما جری اپنے پیر کا بل کو بتایا۔ آنجناب نے یہ سن کر بہت بخیدہ اور کبیدہ خاطر خاطر ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تم کو بار بار بتایا کہ عالمِ غیب

کی مخلوق خواہ وہ فرشتہ ہو یا جن یا اور کچھ تو ان کو خاصانِ خدا کی زیارت اور دیدار کا شوق ہوتا ہے۔ اور فرمایا اسکی تائید صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غارِ ثور کے اُس واقعہ سے ہوتی ہے جو حضرت صدیقؓ کو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غارِ ثور میں روپوش ہونے کے وقت پیش آیا تھا کہ سائپ نے آپ کے پای مبارک کو ڈس دیا تھا۔

حضرت صوفی رحمہ اللہ نے جنوں کی تین قسمیں کی ہیں ان میں مومن بھی ہیں اور کافر بھی۔ ان میں سے کچھ اچھی صورتوں میں اور کچھ کیشف صورتوں میں نمودار ہوتے ہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی گھر میں سائپ ظاہر ہو جائے تو اس کو حضرت نوح اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے عہد کا واسطہ دیکر اس بات کی استدعا کرے کہ ہمیں کوئی تکلیف نہ دے تو پھر اگر وہ نکلے تو تب اس کو مار سکتے ہو۔

بہر حال قرآنی آیات، احادیث اور عہد صحابہؓ کے بعض واقعات سے جنوں کا وجود ثابت ہے۔ اور جنوں کے وجود کے انکار سے کفر صریح لازم آتا ہے۔ عصر حاضر کے کچھ سائپ دان جنوں کو نہیں مانتے کیونکہ ان کے ہاں یہ اصول مسلم ہے کہ صرف وہی چیزیں قابل تسلیم ہیں جو مرنی ہوں اور آنکھوں سے دکھائی دیں۔ مگر یہ اصول بجای خود بہت کمزور ہے کیونکہ تمام یا اکثر سائپدان روح کو تسلیم کرتے ہیں مگر طرفہ یہ ہے کہ روح بھی دکھائی نہیں دیتی تو پھر کیا رکھے دکھائی نہ دینے سے روح کا وجود ہی نہیں؛ مطلب یہ ہے کہ اس عالم میں بہت سے مخلوقات عقل و شعور والے ہیں مگر اپنی شدتِ لطافت کی وجہ سے عام انسانوں کو نظر نہیں آتے۔ اور آیت وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ نَارٍ کہ اللہ تعالیٰ نے

لے غالباً اس کے ڈھسنے کی یہ وجہ تھی کہ وہ سائپ بھی بے قراری کی حالت میں حضرت تیسیر المسلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کے لئے حاضر ہوا تھا اور جو چیز اسے اس مقصد کے حصول کے لئے آئے تھی تو اس کو دوزخ کرنے کی کوشش کی۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَعَلِمَةُ اٰتَمُ ۝

جنتوں کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا ہے۔ انکی اسی طبعی لطافت کی طرف اشارہ ہے اسی طرح مثلاً کڑواہ آرض کا کوئی حصہ ہوا سے خالی نہیں اور کوئی مکان اور کوئی مکہ ایسا نہیں جو قدرتی ہوا سے پر اور معمور نہ ہو مگر یہ ہوا عام انسانوں کو شدت لطافت سے دکھائی نہیں دیتی تو کیا پھر ہوا کے وجود سے انکار کرنا کسی صاحب عقل کی طاقت ہے؛ اور بدن کے عروق میں جو خون متحرک رہتا ہے اسے روح قرار دینا بھی خلاف عقل ہے کہ بہت سارے چھوٹے بڑے خشکی اور آبی حیوانوں میں خون جاری ہوتا ہی نہیں مگر بایں ہوا ان میں حس و ادراک ہے۔ تو معلوم ہوا خون کے علاوہ روح علیحدہ چیز ہے۔ بہر حال جنتوں اور فرشتوں کے وجود سے محض اسلئے انکار کرنا کہ وہ مادی آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتے ہیں ناقابل تسلیم ہے ایسے مواقع پر صرف قرآن اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تعلیمات قابل تسلیم اور مبنی بر حقیقت ہیں۔

### التَّحْقِيقُ

قَوْلُهُ ضَحَّتْ - مِنْ ضَحِيٍّ تَضْحِيَةٌ - كَسَى كَوِىَّ شَتَّ كَ وَوَقْتُ مِىن كَمَا نَا  
كَلِّدَانَا - بِالشَّيْءِ كَبْرَى كَوِىَّ شَتَّ كَ وَوَقْتُ مِىن ذَنْج كَرْنَا - الْعَنَمَ چاشت  
كَ وَوَقْتُ چَرَانَا - ضَحَّ الرَّجُلُ - فِدِيَهُ هُوَ جَانَا، قَرْبَان كَرْنَا - يِهَاں پَر يِهَى آخِرَى  
مَعْنَا مُرَاد هُوَ : يَوْمُ الْاَضْحَى قَرْبَانَى كَا وَنَا -

الْحَيَّةُ - سَانِب - جَمْعُ حَيَاتٍ - رَأْيَان - مَصْدَرٌ هُوَ رُؤْيَا كَا طَرَحُ چنانچہ  
كَهْتِ هِيں سَاى - نَبْرَى - سَاىَا وَرُؤْيَا وَ سَاَاةٌ وَ رَأْيَانَا آنكھ سے ديكھنا -  
اس كَا امر "سَا" هُوَ - شَعْرِيں مَفْعُولٌ لَهْ وَاقِعٌ هُوَ - مَا زَائِدَةٌ هُوَ جَيَا كَه  
نظيرى نيشاپورى رحمه الله كَهْتَا هُوَ هُوَ

اِذَا مَا شَتَّتْ اَنْ تَحْيَى حَيْوَةٌ حَلْوَةٌ الْحَيَا

برسوانى بر آورست ز مستورى برون نر پا

مصرغ اول میں ما زایدہ ہے۔ کمالاً بخینے ۛ

اسی طرح حافظ شیرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ  
 حضوری گرہی خواہی ازوغایب مشر حافظ

فتی ما تلق من قہوی دمع الذنیافامہلہا

اس شعر میں بھی ما زائدہ ہے کما هو الاظہر عندی۔

قولہ قریہ . مطلق آبادی کو کہتے ہیں خواہ شہر میں ہو یا گاؤں میں پس  
 حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے باب الجمعۃ فی القری سے چھوٹے گاؤں میں نماز  
 جمعہ کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا۔ پھر امام موصوف نے باب کی حدیث میں جو جوائی  
 کا لفظ لایا ہے اور جوائی گاؤں نہیں تھا بلکہ وہاں مسلمانوں نے باضابطہ اس کو  
 قلعہ بنایا تھا اور یہ آبادی فوجی چھاؤنی بن چکی تھی اسلئے اگر وہاں جمعہ پڑھنے  
 کی اجازت دی گئی ہے تو اس میں شہریت و مصریت پیدا ہو گئی تھی اور پھر  
 بقول واقدی جوائی ۹۷ میں فتح ہو چکا تھا اور خود امام موصوف رحمہ اللہ  
 نے فرمایا اَوَّلُ جُمُعَةٍ جُمِعَتْ بَعْدَ فَسَادِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
 سَلَّمَ جَوَائِي جُوہا کے خیالات کی عکاسی کرتا ہے۔ بہر حال ان باتوں سے صاف  
 معلوم ہوا کہ ۹۷ ہجری تک جمعہ نماز پڑھنے کا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے سوا کہیں صحابہ کا معمول نہیں تھا۔ تو اب ان مختصر الفاظ سے صاف معلوم ہوا  
 کہ آیت اِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ عَامٍ  
 نہیں خاص ہے یا مطلق نہیں بلکہ مقید ہے۔ فافہم اذہ عسر جِدًا۔

اب آپ المنجد سے قریہ کی تحقیق ملاحظہ فرمائیے:

القریہ و القریہ . جاہداد، بڑی بستی، جماعت و گروہ۔ اسکی جمع قری و  
 قری۔ اسکی طرف نسبت قروی و قرئی ہے۔ قریۃ النمل چیونٹیوں کا  
 بڑا گھر۔ قریۃ الانصار مدینہ منورہ۔ القریتان مکہ معظمہ اور طائف  
 افسوس ہے کہ اب تبلیغ کے بہانے یا اپنے خیالات پہنچانے کے لئے یار دوست چھوٹے  
 چھوٹے گاؤں میں بھی اقامت جمعہ کی بدعت قائم کرنے لگے ہیں۔

وَقَرَّ كِي تَحْقِيقِ سَابِقِ اشْعَارِ مِیْنِ اَكْتَى هِیْ . قَرَّاجِعِ النَّهْا . قَرَبِہ كُنْبِیْر  
 وَقَرَّ كَا مَفْعُولٍ بِہ مَقْدَمٌ هِیْ اَوْرِ بَقْدُومِہٖ ، وَقَرَّعَ مَتَعَلَقٌ هِیْ .  
 مَتْنِ كِ شَعْرٍ كَا مَعْرُزِہٖ یَہٗ كَہْ كَہْ حَضْرَتِ مَحْبُوبِ الْعَالَمِ رَحْمَہُ اللّٰہِ كِ وِیْدَارِ كِ  
 مَشْتَاقِ صِرْفِ بِنِی نَوْعِ الْاِنْسَانِ هِیْ نَہْ تَحْہِیْ بَلْكَہٗ جَنْبِیَاتِہٖ . بَہِیْ نَہْ صِرْفِ اَكْبِیْ پُرْفِیضِ وِ  
 مُبَارَكِ زِیَارَتِ كِ لَئِہٗ بَہٗ اَبْ وِ تَابِ تَحْہِیْ بَلْكَہٗ اَكْہِ لَئِہٗ اِپْنِیْ جَانِ تِكْ قَرْبَانِ  
 كَرْتِہٖ تَحْہِیْ .

چند تاثیر نثری نوشتہ میں تجلیات  
 گرچہ جزئیات ہر یک فوق مائیسٹر شداست  
 بَعْضُ اَثَارِ رَقْمَتِہٖ مِنْ تَجَلِیَاتِہٖ  
 حَضْرَہٗ جُزْئِیَاتِہَا مِنْ حَدِّ قَلَمِ عَاسِرَا

ترجمہ: میں نے آنجناب کی تجلیاتِ کلمیہ میں سے چند ایک تجلیات کی نشاندہی  
 تو کی ہے اور ان تجلیاتِ کلمیہ سے جو تجلیاتِ جزئیہ متفرع اور شاخ و درشاخ  
 ہو رہی ہیں، وہ تحریر کی حد سے بالاتر اور اُکھو حیزِ تحریر میں لانا مشکل ہے۔  
 خلاصہ شعر، حضرت محبوبِ العالم پر خدا تعالیٰ کی طرف سے بہت سی تجلیات  
 ذاتیہ و صفاتیہ کا ظہور ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی تجلی اور اسکی صفات  
 کے پرتو سے بہرہ ور ہونا بہت بڑی سعادت و خوش نصیبی ہے۔ فرماتے ہیں کہ  
 میں نے تجلیاتِ کلمیہ میں سے چند تجلیات جیسے تجلی السَّمِیْعِ، البَصِیْرِ، تجلی  
 حیات، تجلی قُدْرَتِ، تجلی عِلْمِ، تجلی کَلَامِ، تجلی المُرْیَدِ، تجلی مِیثِ، تجلی مِیثِ  
 تجلی جمالِ ذَاتِ بَارِی، تجلی جلالِ حقِ تَعَالٰی، تجلی حِلْمِ وِوَقَارِ، تجلی کِبْرِیَاہِیِّ  
 تجلی اِتْبَاعِ سُنَّتِہٖ اَوْرِ اسکی عَاصِیَّتِہٖ تجلی نَفَرَتِ عَنِ الْبِدْعَةِ، تجلی اِرْشَادِ، تجلی  
 اِسْمِ الْغَنِیِّ، تجلی مَسَاوَاتِ شَاہِ وِگَدَا، تجلی اِسْمِ الْاِکْرِیْمِ اَوْرِ اس کے آثار جیسے  
 اخلاص، سخت و تلخ اور اہل درد و سوز کے لئے شکر سے زیادہ شیرین تر ہونا



تجلی بقا باللہ اور تجلی فنا فی الذات، تجلی افاضۃ انوار و برکات، تجلی حسن منظر،  
تجلی پھر و محبت۔ یہاں تک کہ آپؐ پر جن نے سانپ کی شکل میں نمودار ہو کر  
اپنی جان فدا کر دی۔

پس اس زیر بحث شعر میں تجلیات کے لفظ سے یہ تمام تجلیات مراد ہیں  
اور یہ کلیات کا درجہ رکھتی ہیں اور ان سے جو ہزاروں جزئی تجلیات متعلقین  
و متعلقات اور مخلصین و مخلصات پر آں جنابؐ کے ذریعہ ظہور ہوا ہے،  
شارح فرماتے ہیں وہ جزئیات کے درجہ میں ہیں اور احاطہ تحریر سے بہت  
بالا اور غیر محدود ہیں۔

اگر آپ ہماری اس تحقیق کو تسلیم کریں گے تو حق تجلی کردہ باد و وصف  
السمیع و البصیر سے زیر بحث شعر کے تمام درمیانی ابیات میں ربط و ضبط اور پورا  
تسلل قائم رہے گا اور حق تجلی کردہ کے شعر سے پہلے چند اشعار ان تجلیات کلیہ  
کے لئے تہیہ ہیں۔ اور اگر آپ تجلیات کو صرف چار شعروں میں محدود کریں گے  
جیسے ذکر کیا گیا تو ابیات مذکورہ میں ترتیب تسلل قائم نہیں رہے گا۔ یا پہلے یہ  
طے کرنا پڑیگا کہ ورد المریدین کے ابیات کی وہی ترتیب ہے جو ہائے سامنے  
ہے اور جو حضرت شارح رُوح اللہ رُوحہ الشریفیہ نے اپنے قلم گوہر رقم  
سے انجام دی ہے۔ چنانچہ آنجنابؐ نے آخری کتاب میں ابیات شریفیہ کی جو تعداد  
خود بیان فرمائی ہے وہ ابیات اس کتاب میں بتماہما نہیں پائے جاتے اور یہ کہنا  
کہ وہ ابیات مستقل رسالہ میں علیحدہ ہیں، طفلانہ جو اب سے زیادہ وقعت نہیں  
ہیں رکھتا کہ ان ابیات کے موضوع اور اس رسالہ کے ابیات کے موضوع کے  
کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پھر یہ حضرات ذرا دونوں کتابوں کے  
ابیات کو گن کر تو دیکھیں کبھی وہ تعداد بہم نہیں ہوتی جس کی تحدید ناظم علیہ الرحمۃ  
نے فرمائی ہے۔ ہم اس کا صحیح جواب ان شاء اللہ اپنی جگہ پر دیں گے۔ اور یہاں پر  
یہ سوال بھی کہہ سکتا ہے کہ تجلیات و کرامات دو چیزیں ہیں یا ایک ہی چیز کے دو نام

ہیں تو ہمارے نزدیک ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ البتہ تجلیاتِ الہی ہی صدورِ کرامات کے لئے سبب بن جاتی ہیں۔ کیونکہ ارباخص، معجزاتِ کرامات، استدراج کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ چاروں امور خارقہ

للعادت ہیں۔ تجلیات کو ان سے ضم کرنا بحث طلب ہے۔ بہر حال حضرت شارح ان علمی ابحاث سے خود خوب آگاہ ہیں اس لئے نہایت خداقت سے تشریح نہیں فرماتے ہیں اسلئے ہم بھی اس بحث کو یوں ہی رہنے دیتے ہیں اور پھر طرفہ یہ ہے کہ خود شارح تجلیات کے بعد کراماتِ شیخ کو اگلے اشعار میں سلسلہ وار لکھتے ہیں۔ یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ آنجناب پر حقیقت واقف یہ مستور نہیں ہے۔ بہر حال لَعَلَّ اللّٰهَ یَحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۔

قولہ: جُزئیات، جُزئی کی جمع۔ اسکی فہم کُلی ہے۔ علماء منطق کے نزدیک کُلی اس مفہوم کو کہتے ہیں جو بہت ساری چیزوں پر صادق آجائے اور جُزئی وہ مفہوم ہے جو خاص ایک معین چیز پر صادق آئے اور پھر جُزئی کی دو قسمیں ہیں جُزئی حقیقی اور جُزئی اضافی۔ اور کُلی کی پانچ قسمیں ہیں جنس نوع، فصل، خاصہ اور عرض عام۔ اول الذکر میں قسموں کو کُلی ذاتی اور ثانی الذکر دو قسموں کو کُلی عرضی کہتے ہیں۔ یعنی عالم امکان میں جو چیز بھی پائی جائے گی وہ دو حال سے خالی نہیں یا وہ کُلی ہوگی یا جُزئی۔ اگر کُلی ہوگی تو ان ہی پانچ کُلیات سے کسی قسم میں داخل ہوگی۔ اور اگر جُزئی ہوگی تو یا حقیقی ہوگی یا اضافی اور کوئی صورت نہیں ہے۔ اس بحث کی مزید تحقیق منطق کی کتابوں میں ملے گی۔

قولہ مَا یَسْطُرُ شَدْرَت. مَا مَوْصُولٌ بِمَعْنَى الَّذِیْ ہُوَ. یَسْطُرُ فَعْلٌ مَضَارِعٌ مُّثَبَّتٌ مَجْہُولٌ ہُوَ. مِنْ سَطَرَ اَنْ سَطَرًا. لَکِنَّا. سَطَرًا بِالسَّیْفِ نَمُوَارٌ سَاثِنًا. سَطَرَ الرَّجُلُ. کَسَى کُوْیُومًا. سَطَرَ بَابٌ تَفْعِیلٌ سَطَرًا مَعْنَى بَنَانًا بے اصل باتیں جمع کرنا۔ وَمِنْہٗ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ. اَسَطَرَ پڑھنے میں غلطی

کرنا۔ اِسْتَطَرَ۔ لکنا۔ اَلطَّر۔ نکیر، قطار، تحریر کی سطر۔ جمع اِسْطَر،  
سُطُور وَاَسْطَار۔ جمع اِجْماع اَسَاطِير۔ السُّطُور۔ آرزو، امید، خواہش  
الاسیطورہ بے اصل و بے بنیاد بات۔ اَلتَّاطِرُ وَاَلسُّطَارُ۔ قصاب۔  
فوق مائِطِر کا معنی فوق الذی یکتب و یُرقم کے ہے۔ یعنی  
تجلیاتِ کلمیہ کی جزئیات باعتبار متعلقات تحریر کی حد سے باہر ہے۔  
قوله عَاسِر۔ قال فی المنجد وغیرہ عَاسِرَةٌ مُعَاسِرَةٌ تَشْجُ کَامِلَةٌ  
کرنا اصلہ من قَان مَعَ العَسْرِ سِرًّا۔ والالف فی عَاسِرٍ لاشباع  
وَسَكَن اللّام فی قَلِمٍ للضرورة الشعریة۔

أول این أفقر مریش از مبارک ذات او  
دیدہ انواع کرامت داما شکر شد است  
من فضیلتہ رای هذا الفقیر اولاً  
من کرامات صنوف اصیرتہنی اشکراً

ترجمہ،  
سب سے پہلے آنجناب کے اس فقیر مزید نے آپ کے متنوع کرامتوں کی ایسی قسمیں دیکھی ہیں  
جنہوں نے مجھے بہت زیادہ شکر گزار بنایا ہے

خلاصہ شعر، شارح نے اس شعر میں اس بات پر تنبیہ کرنا چاہتے ہیں  
کہ میں نے ان پیر حقیقت آگاہ کی تجلیات و کمالات کا جو ذکر کیا ہے وہ صرف  
سماع اور نقل و روایت پر مبنی نہیں کہ ان کے ثبوت میں احتمالات پیدا کئے  
جائیں بلکہ میں نے آپ کا ادنیٰ فرید ہونے کی بنا پر آپ کی کرامات و تجلیات کا  
پچشمہ خود ملاحظہ کیا ہے لہذا جو کچھ میں نے آپ کے بارے میں ذکر کیا یا آئندہ  
ذکر کروں گا وہ بلا واسطہ اور بطریق تواتر پیش کرتا ہوں لہذا اس میں احتمالات،  
شکوہ و شبہات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

لفحات الانس میں کرامتوں کو چار قسموں میں منحصر کیا گیا ہے۔ پھر ہر ایک قسم کی ہزاروں جزئیات ہیں جو حد و شمار سے بہت بالا ہیں۔

(۱) کوئی چیز عدم سے وجود میں لانا۔ اور اس کا عکس کہ ہست و بود کو نیست و نابود کرنا۔ (۲) کسی امر مخفی کا اظہار اور اس کا عکس کہ ظاہری چیز کو مخفی بنانا۔ (۳) دعا کی قبولیت جس کے نتیجہ میں طبعی مکان، امور مخفیہ پر مطلع ہونا، وقت واحد میں مختلف امکانہ میں حاضر ہونا وغیرہ وغیرہ۔

(۴) احیاء و امانت، مردوں کو زندہ کرنا اور زندوں کو مارنا۔ حیوانات و جمادات کا کلام و تسبیح سننا اور اسباب ظاہرہ کے بغیر اشیاء خورد و نوش ہتیا کرنا۔

واضح رہے کہ کرامتوں کے یہ اصول اربعہ یا کلیات اربعہ خاصان الہی اور مقربان بارگاہ یزدانی کے لئے قرآن کریم، احادیث صحیحہ اور اجماع متکلمین اسلام سے ثابت اور مبہن ہیں اور جس نے کرامتوں کے ماننے سے انکار کیا فَقَدْ ضَلَّ وَهْوً وَخَابَ وَغَوَى وَخَسِرَ وَطَغَى کا مصداق بنا۔

البتہ یہ ضرور یاد رکھنا چاہیے جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ کرامات کا اصل خالق اللہ تعالیٰ ہے اور اسی کے اقدار و تمکین سے تصدیق کتاب و سنت کی خاطر اولیاء اللہ سے ان کرامات کا صدور و ظہور ہوتا ہے لہذا شرک کا کیا ایہام شرک کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

چونکہ اس جگہ کرامات کا ذکر آیا ہے اسلئے حضرت شارح رحمۃ اللہ نے اس مقام پر کرامت اور اس کے مشکلات کی خوب تحقیق کی ہے۔ شوقین حضرات اس کے لئے حضرت شارح کی شرح کی طرف رجوع کریں کیونکہ دراصل ہمارا وظیفہ صرف یہ ہے کہ فارسی شعر کو عربی کا لباس پہنایا جائے۔ پھر بھی اگر ممکن ہو سکا تو نمبرہ میں اس کا خلاصہ پیش کریں گے۔

زُكْرَامَاتٍ اَزْ فَتَبِيلِ كَشْفِ قَلْبٍ وَكَشْفِ قَبْرِ  
 دَرْمِيَانِ مُخْلِصَاانِ بِرَلْحِظَةِ مُسْتَضْهِرِ شُدَّ اسْت  
 قِيْلَكَ كَا نَتُ كَشَفَ قَلْبٍ ثَمَّ مِنْهَا كَشَفَ قَبْرَ  
 لِلْمُرِيْدِيْنَ بُرْهَةً مِنْ بَعْدِ بُرْهَةِ اَظْهَرَ

ترجمہ: آنجناب سے وقتاً فوقتاً اپنے مریدوں کے درمیان جو کرامتیں صادر ہوئیں  
 ان میں سے کچھ کرامتوں کا تعلق کشفِ قلوب اور اہل قبور کے انکشافِ حالات کے  
 ساتھ تھا۔

خُلاصَةُ شَعْرٍ : اس شعر سے حضرت خاکی رحمۃ اللہ اپنے پیر روشن ضمیر  
 حضرت محبوب العالمؒ کی کرامتوں کی تفصیل فرماتے ہیں کہ آپچو اللہ تعالیٰ نے  
 اس بات کی قوت عطا فرمائی تھی کہ جب کسی کاراز درون اور خیالاتِ قلبی معلوم  
 کرنا چاہتے تھے تو اللہ تعالیٰ کی صفتِ تجلی علم کی قوت سے اندرونِ حالات پر  
 آگاہ ہوتے تھے اور اسی طرح اہل قبور کے حالات، درجات و درجات اور  
 ان کے مراتب پر واقف ہوتے تھے۔ فرماتے ہیں آپ سے ان دو کرامتوں کا ظہور  
 کبھی کبھار نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً اور کثرت کے ساتھ ایسی کرامتیں آپ سے صادر ہوئیں۔  
 التحقيق :

قَوْلُهُ كَشَفَ قَلْبَ تَرْكِيْبِ اِضْطِافِي كَسْفٍ (ض) كَشْفًا و  
 كَشْفَةً - الشَّيْءِ وَعَنِ الشَّيْءِ ظَاهِرٌ كَرْنًا، كَهَوْلًا. كَمَا جَاءَ هِيَ كَشْفَ اللّٰهُ  
 غَمَّهُ اللّٰهُ اس كَ غَم كَوْر اَل كَر - كَشْفَتُهُ الْكُوْشِفُ يَعْنِي اَسَ رَسُو ا كَر دِيَا.  
 كَشْفَ (س) كَشْفًا تَكْت كَهَانًا. كَشْفَةً بَكْدًا كَسِي بَاتٍ پَر بَاخْبَر كَرْنَا.  
 بِالْعَدَاوَةِ. كَلْم كَهْلَا دُ شَمْنِي كَا اِظْهَار كَرْنَا.

قَوْلُهُ قَلْبَ قَلْبًا (ض) الشَّيْءِ رُخ يَا حَالَتِ كُو پَلْطَنًا. اُو پَر كَ  
 حِصَّة كُو نِيچِي كَرْنَا. اِنْدَر كَ حِصَّة كُو بَاہِر كَر دِيَا. الْقَوْمَ. وَاپْس كَرْنَا، پھیرنا۔



قَلْبَ الْمُعَلِّمِ الصُّبْيَانِ - اُساد نے بچوں کو واپس بھیجا۔ قَلْبَ قَلْبًا دُنْ ضَمٌّ  
 دِل کو لاحق کرنا۔ الْقَلْبُ مصدر۔ دِل، عَقْل، جَمِي۔ قَلْبُ الْجَمِي شُكْرًا وَطَرًا  
 قَلْبُ كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کا مغز اور خلاصہ۔ قَلْبُ الْأَقْرَبِ چاند کی منزلوں  
 میں سے ایک منزل۔ جمع قلوب آتی ہے۔ اسی سے نحوی افعالِ قلوب بولتے  
 ہیں۔ جیسے نَطَقَ، حَسِبَ، عَلِمَ وغیرہا۔

اب کشفِ قلبِ حضراتِ صوفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک مستقل علم ہے جس  
 سے دوسرے کے باطنی خیالات اور قلبی حالات پر آگاہی ہوتی ہے۔ یہ بہت  
 عمیق اور گہرا علم ہے جو خاص ریاضت و عبادت سے حاصل ہوتا ہے اور جبکہ  
 ربانی عنایت شامل حال ہو۔

قَوْلُهُ كَشَفَ قَبْرَ يَهَاں پر منہاف محذوف ہے۔ اسی کشفِ اہلِ قبر۔  
 الْقَبْرُ۔ آدمی کے دفن کا مقام۔ اسکی جمع قبور ہے۔ قَبْرٌ قَبْرًا وَمَقَابِرًا دُنْ ضَمٌّ  
 الْبَيْتِ مِيتَ كُو دَفْنِ كَرْنَا۔ واضح رہے کہ کشفِ قبور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 کے لئے معجزہ تھا جیسا کہ حدیث انہما یعدیان وما یعدیان فی کبیر الہ  
 سے ثابت ہے اور دوستانِ خدا کے لئے کشفِ قبور کرامت ہے۔  
 قَوْلُهُ بُرْهَةٌ۔ الْبُرْهَةُ وَالْبُرْهَةُ عُرْصَةٌ زَمَانَةٌ كَأَنَّ حِصَّةً۔ اس کی جمع  
 بُرْهَةٌ وَبُرْهَاتٌ۔ الْبُرْهَانَةُ ہندوؤں کی ایک ذات۔ یہ برہمن کا مفرد ہے  
 باقی الفاظ کی تحقیق پیشتر آچکی ہے۔

اکثر الاوقات ناظم راز روی کشفِ قلب  
 کاشف و مخبر ز ما فی قلبہ و بر شد است  
 و لا حیانا بکشف و قلبہ للتاظم  
 قد احاط ما اراد فی فوادہ مخبرا

ترجمہ: آنجناب نے اکثر اوقات اس ناظم یعنی حضرت خاکیؒ کو اپنے کشفِ قلب کے

ذریعہ ان خیالات پر خبردار کیا جو آپ نے اپنے قلب مبارک میں چھپائے تھے۔  
 خلاصہ شعر شاعر رحمہ اللہ اپنی شرح میں فرماتے ہیں کہ آں پیر حقائق آگاہ  
 کو ضبطِ تحریر میں لانا اور انکو شمار کرنا ممکن نہیں۔ تاہم میرا خیال تھا کہ آپ کی چند  
 جزوی کرامتوں کا ذکر کروں مگر حیرت و ترحیح بلا مرجح نے اس سے بھی باز رکھا۔  
 ناچار اپنا حال بیان کرتا ہوں کہ جب میرے دل میں کوئی خیال یا کسی کام کے  
 کرنے کا داعیہ پیدا ہوتا تھا یا میری گستاخیوں اور بے ادبیوں پر آں پیر روشن  
 تنویر کشفِ قلب کے ذریعہ آگاہ ہوتے تو مجھے بلا کر نصیحت اور مفید ہدایات سے  
 نوازتے تھے چنانچہ اس سلسلہ میں جو حالات اولیاء سابقین کے کتابوں میں پڑھتے  
 اور بزرگوں سے سنتے تھے وہ حالات آپ کی بارگاہ میں مشاہدہ اور دیکھنے میں  
 آئے اور مسموعات بمنزلہ مشاہدات کے ہو گئے۔ اولیاء اللہ رحمہم اللہ کا مقصد  
 کشفِ قلب کی کرامتوں سے صرف اصلاحِ احوال مریدین صادقین ہوا کرتا،  
 کیونکہ یہ حضرات اپنے مریدوں کے لئے اسی طرح شفیق اور مہربان ہوتے  
 ہیں جس طرح حضرت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رؤف و رحیم تھے۔ ان  
 حضرات کی اس طرح اصلاح کرنا یوں سمجھو۔

اگر بلینی کہ نابینا و چاہ است ؟ اگر خاموش بنشینی گناہ است  
 کہ اگر کسی جگہ کسی اندھے کو آتے ہوئے دیکھو گے اور وہاں پر کتوں بھی ہو جو رکو  
 دکھائی نہیں دیتا تو اگر اس وقت خاموشی اختیار کرو گے تو سخت گناہ ہے کیونکہ تمہارا  
 خاموشی سے اسکو تکلیف پہنچے گی۔ اسی طرح اولیاء اپنے فوری بصیرت اور قلبی فراست  
 سے اپنے مریدین و مخلصین کی کوتاہیوں، کمزوریوں، ضرورتوں اور انکی حاجتوں  
 پر اطلاع تو پتے میں تو وہ پھر کیونکر خاموش رہ سکتے ہیں۔ پس آدمی کا نفس  
 شریر بھی ابلیس سے کمتر نہیں کہ وہ آدمی کو اس کے بسے بدترین گناہوں کو  
 نیکیوں اور محاسن کی صورت میں دکھاتا ہے خواہ آدمی کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو  
 اسلئے پیرانِ طریقت قلب کے ذریعہ بھی انکی اصلاح فرماتے ہیں۔ اس لئے

پیر طریقت کی ضرورت ہے۔

حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ سلسلۃ الذہب میں فرماتے ہیں :-

ہست در نفس دار و گیر سے کہ نداند بغیر پیر کسے

نفس افعلی پیر خضر شمار کور میسازدش زہر و وار

نفس دیو است پیر نجم ہدی رجم دیو است کار نجم اولی

کیست پیر آنکہ نیست بحیر موی سیر از ظلمت وجود برو

یعنی نفس انسانی ہوا و ہوا جس اور خطرات و ظلمات کی منزل گاہ ہے جن کو رہبر طریقت کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اپنے نفس کو بدترین اور زہریلا سائپ سمجھو اور اس کے زہر و جراثیم سے پیر کامل کے ذریعہ نچ جاؤ اور نجات حاصل کرو کیونکہ سلیم کی طرح پیر ہی اس سائپ کو ناپنا بنا سکتا ہے۔

نفس دیو صفت شیطان ہے اس کا علاج رجم و سنگسار کرنے کے سوا کچھ

بھی نہیں۔ وہ پیر طریقت اور خضر راہ صواب ہے۔ پیر رہبر وہی ہے جس کا

وجود ظلمت و تاریکی سے ایک بال بھی بیکانہ ہوا ہو۔ بہر حال اس شعر میں

کشف قلب کی حقیقت و افادیت سے بحث ہے۔ اور تفصیل شرح میں ملاحظہ

فرمائیے۔ وَقَدْ أَخَذْنَا مَعْرَةَ

الَّتِي حَقِيقٌ وَمَعْنَى الشَّعْرِ :

رُبَّمَا احاطَ بِكشْفِ قَلْبِهِ مَا خَطَرَ فِي قَلْبِ هَذَا النَّاظِمِ فَاخْبَرَنِي

بِهِ وَنَصَحَنِي كَمَا هُوَ دَائِبٌ هُوَ اَلْكَرْمَاءُ

وَفَاعِلٌ احاطَ هُوَ راجِعٌ اِلَى الشَّيْخِ رَحِمَهُ اللهُ وَفَاعِلٌ مَا ارَادَ هُوَ

اَيْضًا يَرْجِعُ اِلَى فَضِيلَةِ الْخَانِ الْنَّاظِمِ قَدْسِ سُرُكْ. وَمَا لِلْمَوْصُولِ وَمَخْبَرًا

حَالٌ مِنْ فَاعِلٍ ارَادَ. وَمَا ارَادَ فِي حَيْثُ الْمَفْعُولِ فَلَيْسَ فِيهِ اَنْتِشَارُ الضَّمَاثِرِ

كَمَا يُوْهَمُ مِنْ ظَاهِرِ الْكَلِمَاتِ وَالْعِبَارَاتِ.

ہم میان نعمت اللہ صاحب کشف و کمال

بار ہا مومی زما فی قلبہ صَوْرَتُهُ اسْت

لَهْكَذَا لِئِنَّمَا لِيُذَكِّرَ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضْلَ  
رَبِّهِمْ أُوْحَىٰ لَهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ وَلَا يَأْتِيهِمْ

ترجمہ : آل پیر صداقت تنویر تے میاں نعمت اللہ ہندوستانی کو ان کے  
مافی الضمیر اور ان کے پوشیدہ خیالات پر آگاہ فرمایا۔ باوجودیکہ جناب  
نعمت اللہ صاحب خود صاحب کشف و کرامات اور صاحب فضل و کمال تھے۔

خلاصہ شعر : حضرت خاکیؒ اپنے رہبر طریقت کے کشف قلب کے واقعات پر  
روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میاں نعمت اللہ غلام حسن خان کے ہم پیر اور  
شیخ اسماعیل حسینیؒ کے مرید یا تخصیص تھے اور مزید برآں بہت سے اولیاء  
اللہ سے ہم صحبت اور شرف یافتہ، کشف قلب اور روحانی کمالات اور  
مدارج میں یگانہ وقت اور فرزانہ دہر تھے۔ بایں فضل و کمال آل جناب بھی  
حضرت محبوب العالم قدس اللہ سرہ کے کشف قلب کے قائل اور معترف تھے  
گاہ گاہ میاں نعمت اللہ صاحب ہندی آپ کی خدمت ہمایون میں اپنے  
قلبی خیالات لے کر جوں ہی حاضر ہوتے تو حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ  
ان کے قلبی خیالات پر آگاہی پا کر ان کو ان تمام باتوں کی خبر  
دیتے تھے۔

ایک دن میاں صاحب آپ کی خدمت اقدس میں بھوکے حاضر ہوئے  
غالباً ان کو یہ آزمانا تھا کہ حضرت محبوب العالمؒ میری بھوک کی حالت پر آگاہ ہوتے  
ہیں یا نہیں؟ جوں ہی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپؒ ان کے راز درون پر آگاہ ہوئے  
غیر وقت ہونے کے باوجود خادم سے فرمایا کہ میاں صاحب کے لئے کھانا لاؤ۔ پھر کھانا کھاتے  
ہوئے میاں صاحب کے دل میں کوہ ماران کی سیر کرنے کا خیال آیا تو حضرت محبوب العالمؒ اپنے

نورِ باطن اور اپنے کشفِ قلب سے اُن کے اس خیال پر آگاہ ہوئے اور ابھی کھانے کے کچھ لقمے باقی تھے تو فرمایا کھاؤ اور کوہِ ماران کی سیر کرو۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کے اس کمال کو دیکھ کر میں شرمندہ ہوتا تھا کہ آنجناب کی خدمتِ اقدس میں کس طرح حاضر ہو جاؤں کیونکہ دل کے خیالات قابو میں نہیں رہتے اور پھر اچھے اور بُرے دونوں قسم کے خیالات دل میں آتے اور جاتے ہیں۔ حالانکہ بزرگوں کے پاس پوئے ادب و احترام سے جانا چاہیے۔ (نُبذۃ ممانی الشرح)

گشت ملا احمد از چاگل روال چوں سوی او  
واقف احوال او از قریہ ایجر شد است  
سار منلا احمد من چاگل مرید اشیخہ  
فاجلی لہ حالہ من قریہ ایجر مظہرا

ترجمہ : ملا احمد صاحب اپنے پیرِ حق پرست حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ کی طرف چاگل سے روانہ ہوئے تو موضع ایجر میں جن حالات کا ملا صاحب کو سامنا کرنا پڑا تو حضرت محبوب العالم نے اپنے کشفِ قلب سے اُن پر واقف ہوئے اور ملا احمد صاحب پر اُن حالات کا انکشاف کیا۔

خلاصہ شعر : حضرت خاکی رحمۃ اللہ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کے کشفِ قلب کی جزئیات تفصیل وار بیان فرماتے ہیں جن میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ آنجناب کے مرید ملا احمد صاحب چاگل سے آپ کی ملاقات کے لئے روانہ ہوئے اتفاق سے موضع ایجر میں انہیں کچھ واقعات پیش آئے جن پر حضرت شیخ آگاہ ہوئے اور ملا احمد کو پہنچتے ہی از خود اُن حالات کی خبر دی۔

رہا یہ امر کہ ملا احمد کو ایجر میں کیا حالات پیش آئے تو اُن کا خلاصہ یہ ہے :-

ملا احمد چاگل سے حضرت محبوب العالم کی زیارت کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔

راستہ میں کچھ مقامات پر بیہوش ہوئے۔ بے ہوشی کی حالت میں سواروں کو آتے اور



چلتے ہوئے دیکھا اور وہ چلنے میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ نے بے ہوشی کی حالت میں ان سواروں سے دریافت کیا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم روحانی طور پر اس پہاڑ پر فروکش ہوئے ہیں اور ظاہری صورت میں ایجر گاؤں سے نکلتے اور چل رہے ہیں۔ ملا احمد صاحب اشارہ غیبی سے ایجر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ اسی روز ایجر سے بارہ مولہ کے ایک گوشہ میں تشریف فرما ہوئے ہیں جوں ہی ملا احمد آنجناب کے قریب پہنچے تو آپ کے پاؤں پر روتے روتے گرے اور بے ہوشی طاری ہوئی اور جب ہوش میں آئے تو حضرت خاکیؒ نے رونے اور بے ہوش ہونے کی وجہ دریافت کی۔ تو حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اپنی زبان کرامت بیان سے فرمایا کہ جب یہ ایجر سے نکلے اُس وقت سے اُن کے حالات میرے پیشِ نظر ہیں اور اگر یہ چاہیں تو خود بھی بتا سکتے ہیں مگر ملا احمد نے جلوت اور عوام میں بیان کرنا مناسب نہیں سمجھا البتہ خلوت میں فرمایا کہ میں نے روحانی طور ایجر میں ہی آپکو شان و شوکت اور عزت و رفعت کے ساتھ دیکھا ہے۔ اسی طرح ملا احمد کے دونوں بھائی ملا ابراہیم اور ملا عزیز بھی آپ کے فرید اور آپ کی بے شمار کرامتوں کے راوی اور واقف ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ حضرت شیخ ابوسعید البخیری اور ہم چوقسم کے اکابر اولیاء کی طرح منبعِ عرفان اور اپنے زمانہ کے روحانی سلطان ہیں۔ اسی لئے آپ سلطان کے لقب سے ملقب ہیں

التحقیق :

قولہ چاگل : بندہ وارہ کے نزدیک ایک گاؤں کا نام ہے اور اب ضلع کپورہ میں شامل ہے۔

قولہ شیخہ : شیخ سے مراد حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ ہیں کیونکہ آغاز کتاب ہی میں آپ کو شیخ شینخاں سے حضرت ناظمؒ نے یاد فرمایا ہے اور شیخہ بخت الیہ کے واقع ہے۔ اس کو علم معانی کی اصطلاح میں وضع

الظاہر موضع المضمحل کتے ہیں۔ مُریداً منصوب ہے۔ کیونکہ یہ سَامَا کے فاعل منلا احمد سے حال واقع ہے۔ اِيجْر بارہ مولد کے قریب ایک بستی ہے۔ مظہراً منصوب ہے کہ یہ حالہ سے حال ہے اور حالہ ترکیب میں اِنجلی کا فاعل ہے۔

در اوایل از پئے اصلاح باخواجہ شریف  
مانع از اندر نہانی شرب ما اسکر شد است  
قد نفی حواجہ الشریف عن شرب مصلحاً  
کان یعتاد بہ فی السر ما قد اسکراً

ترجمہ: آنجناب نے خواجہ محمد شریف کو نشہ آور بھنگ کے پوشیدہ طور پینے سے منع فرمایا کہ شروع میں خواجہ صاحب کو اس کا چسکا پڑ چکا تھا۔ خلاصہ: خواجہ محمد شریف آپ کا ایک مُرید تھا اور آپ کی بیعت سے سرفراز ہو چکا تھا۔ اسے بھنگ پینے کی عادت پڑ چکی تھی۔ اس خیال سے کہ شاید حضرت پیر کو اس کی خبر نہیں ہوگی پوشیدہ طور سے بھنگ کا استعمال کرنے لگے مگر پیر حق شناس اپنے کشفِ قلب سے اس پر آگاہ ہوئے اور انہیں اس کے پینے سے باز رکھا۔

### التحقیق

قوله مُصلحاً اسم فاعل من الاصلاح. اَصْلُهُ الشَّيْءُ دُرَّتْ كَرْنَا. بَيْنَهُمْ صَلَاحٌ كَرْنَا. اِلَيْهِ نَبِيٌّ كَرْنَا. الصَّلَاحُ سَلَامَةٌ. رِضَا مَنَدِي. دَرَسْتِي. قَوْمٌ صَلَاحٌ اَپْسِ فِي مَوَافَقَتِ رَكْنِي وَالِي لُوك. الصَّلَاحِيَّةُ وَوَرَاتِ جِسْ عَظِيْر كِي دَرَسْتِي هُو. اِلِصْطِلَاحُ كَسِي خَاصٌ تَوَمَّ بِاِجْمَاعَتِ كَا كَسِي لَفْظٌ اَوْر كَلْمَ كِ مَعْنَى پَر اِنْفَاقِ كَرْنَا جُو اِس مَعْنَى كِ عِلَاوَهُ هُو. اِكْتِ جَمْعُ اِصْطِلَاحَاتِ اَتِي هُو. قَوْلُهُ مَا اَسْكُرَا. مَا بَيْنَ الَّذِي كِ هُو. يَبَابُ اَفْعَالِ كَا فَعْلٍ مَاضِي

ہے اور اسکوۃ الشراب سے مشتق ہے کہ شراب نے اس کو مست و مدوش کیا اور عربی شعر میں ضمیر مفعول محذوف ہے ای ما اسکوۃ کیونکہ صلہ میں ایک ایسی ضمیر کی ضرورت ہے جو موصول کی طرف راجح ہو۔

السُّكُورُ. شراب اور ہر نشہ آور چیز. سکرہ. سَكْرَةُ المَوْتِ اَو الھَمِّ مَوْتٌ یَا غَمَّ کِی سَخْتِ. لیل "ساکو" وہ رات جس میں ہوا ٹھہری ہوئی ہو۔ الشُّكْرُ. شکر سَكْرَةُ اس سے خاص ہے. سَكْرًا اِلَی نَاءِ بَرْتَن بھردیا۔ النہرُ دریا کے لئے بند بنایا۔ البَابُ دروازہ بند کیا۔

ثب دل خواجہ علی طاس ہر یاسی ازو  
خوارت زودی مُرسل او حین اذ اسفر شدانت  
طاف فی قلب علی طاس بالہرئسیہ لیلۃ  
فجباہ الشایخ منہا الکاس لمتا اسفرا

ترجمہ: ایک رات آپ کے مرید علی طاس صاحب کے دل میں ہر یاسی کھانے کا خیال آیا تو حضرت شیخ رحمہ اللہ کو بندریہ کشف قلب فوراً علی طاس کے خیال پر اطلاع ہوئی پھر صبح ہوتے ہی ان کو ہر یاسی کا بڑا پیٹ بھجوا کر عطا کیا۔

خلاصہ شعر: یہ شعر حضرت محبوب العالم کے کشف قلب کے ایک واقعہ

کی طرف اشارہ ہے کہ آنجناب کے مریدوں میں سے ایک صاحب علی طاس تھے جو مسکین اور پھر علیل بھی ہوئے۔ ایک رات ان کے دل میں ہر یاسی کھانے کا خیال آیا مگر مسکین ہونے کی وجہ سے اس کے خریدنے سے قاصر تھے لہذا ان کے دل میں اپنے پیر کا دل کے متعلق خیال آیا کہ وہی از روئے نوازش غایت فرما سکتے ہیں۔ ادھر ان کے یہ سب طریقیت قدس سرہ کو کشف قلب سے انکی اس آرزو کا علم ہوا چنانچہ صبح روشن ہوتے ہی آنجناب نے علی طاس کو ہر یاسی بھجوا دیا۔ خود علی طاس نے اس واقعہ کو استعجاب کی نظروں سے دیکھا اور حقیقت میں یہ آپ کی کرامت ہے، قدس سرہ۔

قوله طَافَ طَافٌ يَطُوفُ طَوْفًا وَطَوَافًا وَطَوْفَانًا بِالْمَكَانِ وَحَوْلِهِ  
چاروں طرف گھومنا، چکر لگانا۔ فی البلاد ملک میں پھرنا۔ رات کے وقت خیالات  
دل میں گھومنا۔ التَّسَكُّ الطَّائِفِ پانی پر تیرنے والی مچھلی۔

قوله الْهَرْنِيَّةُ۔ یہ اصل میں عربی لفظ ہے۔ کشمیری اور فارسی زبان دان  
کچھ تھوڑے سے تغیر کے ساتھ اس کو اپنے اصل موضوع لہ میں بولتے ہیں۔  
چنانچہ المنجد میں لکھا ہے: هَرَسٌ (ن) هَرَسًا۔ الشَّيْءُ خُوبٌ كُوثًا۔  
الطَّعَامُ بَهِتٌ كَهَانًا۔ الْهَرَسُ شِيرٌ الْهَرَسِ بَنِي۔ الْهَرْنِيَّةُ اِكْبَاقُ قَسْمِ كَا  
کھانا جو گوشت اور گندم کو کوٹ کر پکایا جاتا ہے۔ کشمیری ہر سیہ بھی موسم زمستان  
میں اسی انداز سے بنایا جاتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ کشمیری زبان و ادب پر  
عربی کا کتنا گہرا اثر پڑا تھا جس کو کشمیر کے عصر حاضر کے ادباء، نکال باہر کرتے ہیں  
مجھے خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ اگر ان فضلاءِ زمانہ کو ہر سیہ کے عربی الاصل ہونے  
کا علم ہو جائے تو وہ ہر سیہ کھانا ہی بند فرمائیں گے۔ معاذ اللہ ہم یہ نہیں کہتے ہیں  
کہ ان حضرات کو عربی ادب سے دشمنی ہے بلکہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان کے ادیبانہ  
انداز کس قدر بلند و بالا ہیں۔

ابو العباس مبرد کا قول ہے الشَّيْءُ يَذْكَرُ بِالشَّيْءِ اِكْبَاقُ قَسْمِ  
چیز کے ساتھ مناسبت رکھنے کی بنا پر ذکر کی جاتی ہے۔ تو اسی اصل کے تحت عرض ہے کہ  
کشمیر کے ادب پر قدیم کی ادبی نزاکت ملاحظہ فرمائیے کہ اصل میں ہر سیہ کا معنی آپ سمجھ گئے  
کہ اسکی اصلیت کیا ہے۔ اب یہ حضرات استعارہ کے طور پر ہر سیہ سخت زد و کوب  
کرنے پر استعمال کرتے ہیں چنانچہ کشمیری میں کہتے ہیں "ہڑیہ کڑے ماڈس"۔  
یعنی تمہیں اتنا پیٹوں گا کہ ہر سیہ کی طرح بن جاؤ گے۔ یعنی اس کے اصل معنی  
"کوٹنا" یہاں بھی ملحوظ رکھا ہے۔ بعض حضرات اس کشمیری محاورہ ہڑیہ کو  
ہڑیہ صداد سے پڑھتے ہیں غالباً عربی سے بچنے کے لئے وہ ایسا کرتے ہیں تو  
واقعہ رہے کہ حرقل کا لفظ عربی الاصل ہے اور اس کے متعدد معنی آتے ہیں۔

چنانچہ اس کا معنی لایح ہے۔ المحرصة۔ والحارصة والحريصة اس زخم کو کہتے ہیں جو چمڑے کو پھاڑ دے۔ اس لئے پھر بھی اس سے مفر اور گریز نہیں ہو سکتا۔  
 قولہ: فحباہ۔ قال فی المنجد۔ حباہ (ن) حَبَوًا نزدیک ہونا۔ کہتے ہیں حَبَوْتُ إِلَى الْخَمِيْسِ میں پچاس سال کے قریب ہو گیا۔ اور حباہ کذا ویکذا بغیر بدلہ کے دینا۔ حباہ عن کذا اس نے اس کو اس سے منع کیا۔ چونکہ اس کا ایک معنی بغیر بدلہ دینے کے آتا ہے اسلئے اسی کے ساتھ ہم نے ترجمہ کیا کہ یہ حضرت شیخ حمزہ رحمہ اللہ کی شان عالی کے مناسب ہے۔ الشیخ سے حضرت شیخ حمزہ رحمہ اللہ مراد ہیں۔

قولہ: الكاس۔ پیالہ۔ چھوٹا بڑا ہونے کی کوئی قید نہیں ہے۔ اس کی جمع کؤس، اکؤس، کاسات و کئاس آتی ہے۔  
 قولہ: أسفر باب افعال کا واحد نکر غائب۔ اسفار مصدر ہے جس کے معنی خوب روشنی ہونے اور نماز صبح کو روشنی میں پڑھنے کے آتے ہیں اور اس باب میں حدیث أسفروا بالفجر فانه اعظم للاخیر مشہور ہے۔ یہ معنی أفجر بھی پورا کرتا ہے مگر اس لفظ کے بعض معانی ایسے ہیں جن کی نسبت آل پیر پیر تو منیر کی طرف کرنے میں سوی ادبی کا ایہام ہے اس لئے اس کے استعمال سے اجتناب کیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ کشمیری ہر ایسے کھانے کا وقت صبح سویرے ہوتا ہے اسلئے حضرت خاکی نے علی طاس کو ہر ایسے کھلانے کا وقت معین کیا ہے تاکہ واقعات کے مطابق ظہور کرامت ہو جائے۔

باخبر باشد ز حال مخلصان بحر و بر  
 زانکہ ظاہر باطنش را جملہ خشک و تر شد است



# عَالِمٌ مِّنْ خَافِيَاتِ مُخْلِصِي بَحْرِ وَبَرِّ إِنَّ قَلْبَهُ لِكُلِّ شَيْءٍ لَّا ضَعْفَى مَظْهَرًا

ترجمہ :

اں پیر پر تو منیرۃ سمندروں اور خشکی میں رہنے والے مخلصوں کے پوشیدہ حالات اور واقعات سے باخبر اور واقف رہتے ہیں کیونکہ آپ کا قلب مبارک خشک و تر کی تمام اشیاء کے لئے منظر اور مقام ظہور بن چکا ہے۔

خلاصہ : چونکہ آپ رہبر کامل ہیں اور رہبر کامل کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے مریدوں کے واردات اور انکو پیش آنی والے خطرات سے آگاہ ہو اور یہ صفت بھی ان میں پائی جاتی ہے کہ ان کا قلب مبارک جام جہاں سما کی طرح خدا نما آئینہ بنا ہوا ہے اور العوین سیری بنویر اللہ کے پورے مصداق اور منظر اتم بنے ہوئے ہیں درحقیقت یہ بھی آپ کی کرامتوں میں سے ایک کرامت ہے جس کی تفسیر سابقہ بعض ابیات شریفہ میں آچھی ہے۔ لہذا اب چون چرا اور بحث و مباحثہ کرنے کی اس پر ضرورت نہیں ہے کیونکہ امور خارقہ للعادت عادت توڑا مورم والی چھیوں تمہیں تسلیم شدہ ہیں فافہم ولا تک من الغافلین۔ خلاصہ شعریہ ہے کہ پیر کامل اپنے مرید کے حق میں اس شفیق اور اور عدل گستر بادشاہ کی طرح ہے جو اپنی رعیت کے حالات پر اچھی طرح واقف ہوتا ہے۔ لہذا اب علم غیب اور دیگر باریکیوں کی طرف رُخ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ظاہری بادشاہ معلومات حاصل کرنے کے لئے ظاہری اباب اور رہبر کامل اپنے مرید کے قلبی حالات معلوم کرنے کے لئے باطنی اباب سے کام لیتا ہے۔

التحقیق :

الخافیات۔ جمع خافیۃ۔ پوشیدہ چیزیں اور امور مخفیہ۔  
قوله، مُخْلِصِي۔ اصل میں مُخْلِصِيْن تھا۔ چونکہ یہ بحر و بر کی طرف مضاف ہے اس لئے نون جمع بنا بر اضافت حذف کیا گیا اور اِخْلَاص کا

معنی پیشتر تحریر میں آچکا ہے۔

قولہ شئی اصل میں شئیٰ تھا۔ ہمزہ ضرورتِ شریعہ کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے۔ اَضْمَحٰی کے شروع میں جولا م ہے وہ تاکید کا معنی دیتا ہے جیسے لِأَلَىٰ اللّٰهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ اور دوسری آیات میں اسی قسم کا لام تاکید کا فائدہ بخشتا ہے۔

در سفر رفتہ ز اؤلش خواجہ زین الدین انخی  
واقف احوالش اکثر حین ما سا فر شداست  
ان زین الدین انخی باذنبه قد سافرا  
وهو یدری حاله ثمه كما قد اخبرا

ترجمہ: میرے بھائی زین الدین نے ان آفتابِ ہدایت کی اجازت سے سفر اختیار کیا تو آپ اپنے ہاں اس کے حال سے واقف اور باخبر تھے۔  
خلاصہ :- شعر میں آنجناب کی تجلی بصری کی طرف اشارہ ہے کہ بعد مسافت کے باوجود اپنے دور و نزدیک مخلص مریدوں کے حالات سے واقف ہیں جیسا کہ آنجناب حضرت زین الدین رحمہ اللہ کے پیش آنے والے واقعات سفر سے آگاہ تھے۔ وہو كما قبلہ

گر درلمنی چو بامنی پیش منی ۛ در پیش منی چو بے منی درلمنی  
مزید حضرت خاکی رحمہ اللہ خود اپنا واقعہ لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت جلال الدین بخاری رحمہ اللہ کے روضہ مبارک اچہ کے مقام پر حاضری دینے کا ارادہ کیا چنانچہ اس سفر میں مجھے بڑی تکلیفیں پہنچیں لیکن آپ کے طفیل اور رسالت سے اللہ تعالیٰ نے میری مشکلات کو آسان فرمایا اور یہاں حضرت محبوب العائدہ کو حضرت خاکیؒ کی تکلیفوں کا بطریق کشفِ قلب علم ہو چکا تھا مگر معذرت ظاہر فرماتے تھے اس سے اہل حق کو

ہمیشہ دشمنوں کا پیچھا ہوتا ہے چنانچہ آپ کے دشمن آپ کی وفات کی آواز میں پھیلا رہے تھے لیکن حضرت محبوب العالمؒ ان کے متعلقین سے فرماتے تھے کہ یہ آواز میں بے بنیاد ہیں وہ میرے سامنے ہیں اور عنقریب بصحبت سلامت و کرامت واپس تشریف لائیں گے۔ پھر جب حضرت خاکیؒ کو واپس پہنچے تو حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ نے اپنی زبان کرامت بیان سے وہ تمام حالات اور خود حضرت خاکیؒ کو بتائے جو آپ کو اس سفر میں پیش آئے تھے۔

کسی کے انکار سے کیا ہوگا۔ مردہ دل کا زندہ دل پر اعتراض کرنا ایسا ہے جیسا کہ کوئی اندھا جنگلات میں ایک بیٹا اور دیدہ و در کو راستہ دکھانے کی کوشش کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایسی رہبری ہے جو صاحب بصیرت و بینا کو خطرناک کنویں میں ڈال دے گی۔ جیسا کہ کہا گیا ہے ۵

اِذَا كَانَ الْغُرَابُ دَلِيلَ قَوْمٍ ۖ سِيَهْدِيهِمْ إِلَى الْقَوْمِ الْهَالِكِينَ

التحقیق :

قوله، ثَمَّةٌ. ثُمَّ وَثَمَّةٌ. وہاں اور کا اشارہ، اَلثَّمُّ مصدر۔ شَمَّ بمعنی درست کرنا اور اسی سے یہ کلام ہے کُنَّا اَهْلًا ثَمَّةً وَرَمَمَهُ۔ ہم اصلاح و مرمت کے اہل تھے۔ اور شَمَّ حرفِ عطف ہے۔ ترتیب و تراخی کے لئے آئے ہے۔ اَلثَّمُّ سوکھی گھاس کا مٹھا۔ ایسب منجہ سے لیا گیا ہے

باربا مکشوفش احوال قبور ریشیاں

در مزار چہار ہم در عیش و در لشکر شد است

كَشَفُ اَحْوَالِ قُبُورِ رِيشِيَا لِهٖ حَصَلَا

فِي قُبُورِ جَارِ وَالْعَيْشِ شَمُّ اِبْتِكْرِ جَهْوَا

ترجمہ : آنجناب کو بہت دفعہ چہارہ عیش مقام اور پوشکر کے ریشی حضرات حضرت شیخ نور الدین، شیخ زین الدین اور بابا لطیف الدین کی قبروں کے حالات

اور ان کے برزخی مقامات کا انکشاف ہوا ہے ۔

خلاصہ : کشمیر کے ریشیوں میں مشہور اور سرتاج ریشیاں حضرت شیخ نورالدین کشمیریؒ، حضرت زین الدینؒ اور حضرت بابا لطیف الدینؒ ہیں۔ ان ہر سہ بزرگوں کے مشاہد و مراقبہ علی الترتیب چرار شریف، عیش مقام اور پوشکر میں واقع ہیں اس لئے حضرت محبوب العالمؒ مشائخ کے طریقہ پر کبھی ان حضرات کے آستانوں پر زیارت قبور اور فاتحہ خوانی فرماتے تھے اور آپکو معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ان بزرگوں کی روہیں فاتحہ خوانی سے سیر نہیں ہوئیں تو آپؒ کئی بار فاتحہ بر فاتحہ پڑھتے تھے، کبھی مُڑ کر سر نو فاتحہ خوانی کرتے تھے اور آپؒ پر ان بزرگوں کی روحانی کیفیت کا بھی اندازہ ہوتا تھا۔ جس کی خاص وجہ یہ ہے کہ بیعت و سلسلہ میں ان کے اصحاب سلاسل کے درمیان بہت بڑا فرق ہے جس کو عالم برزخ میں حضرت محبوب العالمؒ دیکھ کر محسوس فرماتے تھے اس لئے انکی شان و ارجندی دیکھ کر ان حضرات کی ارواح مقدسہ تعجب کرتی تھیں۔ بہر حال اس شعر میں آپ کے کشف قبور اور سر کردہ ریشیاں کشمیر کے روحانی مراتب کی طرف اشارہ ہے۔ اور حضرت خاکسار کے ”باربا“ کا لفظ استعمال کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ کشف قبور کی حالت دوامی نہیں ہوتی بلکہ وقتی طور اور آداب زیارت قبور کے وقت اولیاء اللہ اس سے ضرورتاً فائدہ اٹھاتے ہیں۔

التحقیق :

جامر مخفف چرار۔ العیش عیش مقام کامرٹ اور بشکر پوشکر کامرٹ ہے۔ تینوں متبرک مقامات عوام و خواص کی مشہور و معروف زیارت گاہیں ہیں۔ چرار شریف ضلع بڈگام سری نگر کے جنوب میں واقع ہے۔ پوشکر تحصیل بیروہ سری نگر کے جنوب مغرب میں ہے اور عیش مقام ضلع اسلام آباد میں واقع ہے۔ باقی تینوں بزرگوں کے حالات اور کشمیری ریشیوں پر مستقل ریویو کتاب کی جلد دوم میں آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

قوله جهور کلم کعلا اظہار کرنا، آواز بلند کرنا۔ اسی سے جہوری الصوت بلند آواز والے کو کہتے ہیں اور الف اس میں ایشباعی ہے۔

ریشیاں۔ جمع ریشی حزب من عباد اللہ الصالحین۔ تَرَکُوا اللذاتِ النَّفسانیةَ وَالْعَلَاقَ الدُّنویةَ وَرَتَحُوا الْخَلَوَاتِ عَلَی الْجَلَوَاتِ وَتَعَلَّقُوا بِرَبِّ الْأَرْضِیْنَ وَالسَّمَاوَاتِ وَیُقَالُ لَهُمْ اِیضًا الْأَوِیْسِیُونَ۔

کشفش از قبر پدرش کوز شریف قدم  
فاخر اہل مزار قریہ تیجربش است  
قد دمری لسا اخی قبر ابيه انہ  
لعلی اجدات اهل قریہ تیجرب فخر

ترجمہ: جب آنجناب اپنے والد بزرگوار کے مرقد شریف پر زیارت کے لئے تشریف فرما ہوئے تو آپکو بطریق کشف معلوم ہوا کہ آپ کے والد بزرگوار توجہ کے اہل مقبرہ (اموات) پر اس بات کا فخر فرماتے ہیں کہ دیکھو میرا بیٹا کس روحانی عظمت اور شان و شوکت کا مالک ہے۔

کشف مہورت ہائے مسخ معنوی رافضیاں  
زومعاین ہر ہاں را بے حد بے مرشد است  
مسخ صور اهل فیض المعنوی قد دمری  
فلصخبہ آری ہذا مراما اکثر

ترجمہ: آنجناب نے اکثر مرتبہ اپنے ساتھیوں کو روافض کا معنوی مسخ اور ان کے باطن کی تبدیلی اپنے کشف سے دکھائی  
خلاصہ: آنجناب اپنی لطافت طبع اور قلب مبارک سے معلوم کرتے تھے کہ آنے



والوں اور ملنے والوں میں سے کس کا دل، تبدیل کیا گیا اور ان میں سے کون مسخ کا شکار ہوا ہے۔ تو آپ یقین فرماتے تھے کہ ایسے لوگ اہلِ رخصی ہو سکتے ہیں کیونکہ سب اور بعض اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے اور سخت جرم ہے جس کی کم سے کم سزا دنیا میں یہی ہے کہ ایسے لوگوں کے دل مسخ ہو جاتے ہیں۔ مَعَاذَ اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔ یہ سب کچھ آپ اپنے کشف اور نورِ باطن سے معلوم فرماتے تھے اور بعض اوقات اپنے ساتھ بول پر بھی ہنس بکا اظہار و انکشاف فرماتے تھے یعنی ایسے اعتقاد والوں سے پوچھے، بغیر ان کی سیما و علامت سے ان کے رازدروں پر واقف ہوتے تھے کہ الظَّاهِرُ عَنَّا الْبَاطِلُ مشہور ہے

التحقیق،

تَارُجُ الْمَصَادِرِ مِیْنِ لِكْحَابِ الْمَسْخِ تَحْوِيلُ صُوْرَةٍ اِلَى مَا اَقْبَمَ مِنْهَا كَرِصْلِ عَمُوْتِ كَابَدْرِيْنِ صُوْرَتِ كَسَا تَهْدِيْدِ لِنَا كَامِ مَسْخِ هِي۔ اور واضح رہے کہ اس اُمت کی خصوصیات میں سے ہے کہ مجموعی حیثیت سے اس اُمت کو تبدیلِ صورت نہیں ہوگی۔ اور تبدیلِ معنوی اور مسخِ باطنی باقی ہے جس کے اُبابِ اَعْمَالِ خَبِيْثَةٍ اور اِرْتِكَابِ جَرَاْمِہِے اور یہی اَعْمَالِ خَبِيْثَةٍ خَفِیْفِ مَعْنَوِيْ كَسَلِ سَبَبِ بِنِ جَاتِے ہيں اور اہل اللہ ان کے خبثتِ باطن پر اطلاع پاتے ہيں جيسَا كِهْ حَضْرَتِ مَحْبُوْبِ الْعَالَمِ ظَاہِرِيْ مَعْرِفَتِ اور جان پہچان کے بغیر ان پر اطلاع پاتے تھے۔ یہ آپ کے کمالِ کشف اور معرفتِ تامہ کی دلیل ہے۔ شَوَاحِدُ النُّبُوْتِ مِیْنِ بَحْوَالِ نَوَاحِیْ كَلْبِيَّةِ كَلْعَابِے كِهْ اُولِيَا اللّٰهِ مِیْنِ سِے اِيْكِ كِرُوْدِے حِنِ كُوْمِ جَبِيْتُوْنِ كَقْتِے، مِیْنِ اِنْكِي تَعْدَادِ كِي بِيْشِيْ كِے بَغِيْرِ جَالِسِے ہے كِهْ كِبِ مَاهِ رَجَبِ كَا پَهْلَاوِنِ ہُوْتِہے اِن كِے اَجْسَامِ مُبَارَكِ اتِنِ بَعَارِيْ ہُو جَاتِے ہيں كِهْ حَرَكْتِ بَعْثِيْ نَهِيْے كِر سَكْتِے۔ رَفْتِے رَفْتِے اور تَدْرِيْجِيْ طَوْرًا مَاهِ شَعْبَانَ كِے آخِرِ تَكِے ہَلْكِے ہُو جَاتِے ہيں۔ غَرَضُ يِهْ حَضْرَاتِ رَجَبِ الْمُرْتَجِبِ مِیْنِ تَجَلِيَاتِ الْہِيْے اور كَثْرَتِ مَفِيْئَاتِ كِے عِلْمِے بَهْرِدَانْدُوْزِ ہُوْتِے ہيں پھر كَشْفِ وَ تَجَلِيْ كِي حَالَتِ اِن سِے زَاہِلِے اور دَوْرِ بُوْتِيْے۔ اور بعض حضراتِ رَجَبِ كِے نَكْلِنِے كِے بَاوْجُوْدِے اِن رُوْحَانِيْ كَمَالَاتِ و

معارف سے لطف اندوز رہتے ہیں۔ اصل میں ان کا یہ کمال حدیث الرَّحْبِ شَهْرُ  
اللہ سے حاصل ہوتا ہے کہ یہ اسی شہرِ معظم کی نور افشانی کی برکت ہے۔

صاحبِ فتوحاتِ مکیہ یعنی حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں  
کہ میں نے اولیاءِ مرجبتین میں سے ایسے صاحب کو دیکھا ہے جنہوں نے بحالتِ  
کشف بعض رَوَافِض کو سور کی شکل و صورت میں دیکھا تھا۔ آپ کے زمانہ میں ایک  
شخص اپنا مذہب و اعتقاد چھپاتا تھا مگر آپ اُس کو رَفِض اور قسوتِ قلبی کی وجہ  
سے سور کی صورت میں دیکھتے تھے جس سے جانتے پہچانتے تھے کہ اِنَّهٗ سَاَفِضٌ۔

ربا یہ امر کہ سرفض کے لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہیں تو منجد میں لکھا ہے رَفِضٌ  
مَافِضًا، اَضٌ وَّرَفِضًا۔ الشَّيْءُ پھینکنا، چھوڑنا۔ صفت رَفِضٌ (ج)  
مَافِضُونَ وَّرَفِضُهُ وَّرَفِضٌ۔ تَرَفِضُ بَجْرًا، مُنْتَشِرٌ هُوَ، تُؤْتِنَا۔ الرَّافِضَةُ  
لِزَانِي وَغَيْرِهِ فِي اٰنِيءِ اَوْ a

اصطلاحِ شریعت میں رَوَافِضُ اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو بعض صحابہ  
کرام سے بہت تعصب رکھتے ہیں اور بعض صحابہ کرام کی محبت میں انتہائی  
غلو اور مبالغہ کرتے ہیں۔ یا بعض صحابہ کرام کی شان میں سب و تشتم اور بعض  
حضراتِ صحابہ نے محبت و عقیدت میں افراط اور زیادتی کرتے ہیں۔ یہ بہت بڑا  
گنہ ہے کیونکہ تمام صحابہ کرام خیر الخلائق بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور  
ہیں اُن سب کا احترام کرنا اور اُن کی تعلیمات پر عمل کرنا فرض ہے۔ اُنکی شان میں  
بے ادبی اور گستاخی کرنے والے خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین  
دشمن ہیں۔ ایسے لوگوں کی صورتیں اور دلِ مقلوب اور بدترین حیوانوں کی  
منکلوں کے مشابہ ہوتے ہیں جن کو اولیاءِ کاملین اپنے کشف اور نورِ باطن سے  
پہچانتے ہیں اور پھر ان سے پرہیز و حراز فرماتے ہیں۔

اسی جماعت کے حکم میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے صحابہ کرام کے لئے تنقید کا دروازہ کھول دیا ہے اور خاص کر حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شان میں حد درجہ قلمی گستاخی کی جس پر تمام ذمہ دار علماء اہل اسلام نے احتجاج کیا۔ لہذا ہمارا مشورہ ہے کہ قضیوں اور لڑائیوں سے کام نہیں لینا چاہیے بلکہ اپنے اور بیگانوں سے حسن اخلاق اور مہر و محبت سے پیش آنا چاہیے البتہ اگر نماز پڑھانے اور امام بنانے کا سوال ہو تو پہلے اُس کا اعتقاد دریافت کرنا چاہیے تاکہ ہماری نمازیں رُود اور ضایع نہ ہو جائیں۔ یہ بھی یاد رکھے کہ سرکردہ صحابہ کرام چار ہیں، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطاب حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب اسد اللہ الغالب رضوان اللہ علیہم اجمعین

اور سُنّی پاک اندر مشامِ پاکِ او  
از نجاست بوی اہلِ رِفضِ مستقدر شد است  
وہوشی عظیم مغزِ اسہ عنبر  
من مقادیرِ اہلِ رِفضِ لتراہ انفرا

ترجمہ : چونکہ آپ ظاہراً و باطناً بہت بڑے سُنّی ہیں اور آپ کا دماغ فیضِ مشامِ عنبر ہے اسلئے جلدی ہی اہلِ رِفض کی ناپاکی کی بدبو محسوس فرماتے ہیں۔ اور اُنکی معنوی پلیدی سے بہت زیادہ نفرت فرماتے ہیں۔

خلاصہ : آں پیر سنتِ تنویرِ مقدسِ سُنّی ہیں۔ تمام اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واجبِ احترام رکھتے ہیں اور سنت پر خود بھی عمل کر رہے ہیں اور سنت ہی کی طرف دعوت بھی دیتے ہیں۔ اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے آپ کے دماغ کو عطر و عنبر کی طرح مہکنے اور خوشبو دینے والا بنایا ہے اس لئے آپ کا نازک اور مقدس دماغ بجائزِ صوری و معنوی کا متحمل ہی نہیں ہو سکتا ایسے بدعتیوں اور بد اعتقادوں سے بدبو محسوس کرتے اور سمجھتے ہیں کہ اُنکی معنوی

بدبو اُنکی علامتِ رفق ہے لہذا آپ سے کوئی بھی اپنا عقیدہ چھپا نہیں سکتا  
تھا جیسا کہ شارح رحمہ اللہ نے اسکی کئی مثالیں پیش کیں۔  
بہر حال یہ تو دین و دیانت کا سوال ہے کہ کسی کو خواہ مخواہ متہم نہیں  
بنانا چاہیے اور اگر واقعی کوئی بدعقیدہ اور متجاسر علی الصواب ہو تو وہاں پر  
خاموشی اختیار کرنا مداخلت فی الدین کی علامت ہے۔ نعوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ  
أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا۔

قوله: مَقَادِمُ۔ قال في المنجد. المقادير گدگیاں یعنی معنوی و باطنی  
یا اخلاقی و اعتقادی گدگیاں ہوں یا ظاہری مگر یاد رکھئے قلبی اور اعتقادی  
گدگیاں ظاہری گدگیوں سے بہت نقصان دہ ہیں۔ اسی قلبی نجاست (شرک)  
کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو نجس اور ناپاک قرار دیا ہے اور فرمایا  
إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ نَجِسٌ لَمْ يَسْجُدُوا لِلَّهِ لِيَسْتَعْتَابَ اللَّهُ فِئْتَانًا مِمَّنْ لَمْ  
يَكُنْ فِي قُلُوبِهِمْ حَسْرَةٌ لِّمَا كَفَرُوا وَكَانُوا مُجْرِمِينَ۔ اس سے زیادہ اپنے قلبِ باطن  
کو بدعت، کفر و شرک، خد و بغض اور رشوت و لالچ سے پاک و صاف  
بنائیں تب ہی ظاہری سجاوٹ فائدہ دہ ثابت ہو سکتی ہے۔

بہر حال اصل میں قَدَمًا قَدَمًا وَقَدِيرًا (ن، ك، م) قَدَمًا وَ  
قَدَامًا گندہ ہونا اور میلا ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ اور مستقدر متین میں  
بعینۃ اسم فاعل از باب استفعال ہے۔ گدگی محسوس کرنے والا۔ کہتے ہیں  
استقدر الشیء گندہ سمجھا۔ میل کچیل کی وجہ سے برا جانا۔ وھذا هو  
الانسیب للمقام۔

قوله: أَنْفَرًا۔ اسم تفضیل یعنی بہت زیادہ نفرت کرنا۔ نَفَرًا (ن)  
نَفْرًا۔ من کذا نفرت کرنا اور اغراض کرنا۔ نَفْرًا عَلٰی فُلَانٍ کسی پر غالب  
ہونے کا فیصلہ دینا۔ أَنْفَرًا اس لئے منصوب ہے کہ وہ توری کا مفعول دوم ہے  
اور توری پر لام تاکید کی داخل ہے۔

کہ و چندے را بہوی و صورت دل حکمِ رفض  
 معترف ہر یک از ایشان بعد ما انکر شد اسرت  
 بعضہم بالناتن و المنسخ و قلب نَفذًا  
 حکم مَرفض فاعترف من کان منہم انکرا

ترجمہ : آل پیر سنت تنویر نے ان میں سے بعض لوگوں کو ان کی بدبو اور  
 ان کے مسخ معنوی اور ان کے ناپاک دل کے سبب اس بات کا حکم چسپاں  
 اور نافذ فرمایا کہ یہ رافضی ہیں چنانچہ جن کے متعلق رفض کا حکم دے دیا ،  
 انہوں نے بھی انکار کرنے کے بعد اپنی رافضیت کا اعتراف و اقرار کر لیا کہ  
 آپ کے ارشاد کے صادر ہونے کے بعد انہوں نے انکار کی کوئی گنجائش  
 اپنے لئے نہیں جانی۔

خلاصہ : یہ آنجناب کے کمال کشف اور انتہائی فضل و کمال کی نشانی ہے  
 کہ الْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ اَرْغِيَارٌ حَقِيقِي فَضْلٍ وَهُوَ جَسْمٌ كُوَاهِرِي  
 اِيغَار اور دشمن دیں۔ اسی طرح حضرت محبوب العالم کے حکمِ رفض کے نفاذ سے وہ  
 لوگ جو موصوف بالرفض تھے ناٹ گئے کہ بے شک آنجناب محبوب ربانی اور مقبول  
 بارگاہِ بزدان ہیں۔

التحقيق ، قوله عَنبَرٌ۔ العنبرُ ابي قسم کی خوشبو ، زعفران۔ ایک بڑی  
 قسم کی مچھلی۔ وہ ڈھاں جو عنبر مچھلی کی جلد سے بنائی جائے۔ اسکی جمع عنابِر  
 آتی ہے۔ عَنبَرَةُ الشِّتَاءِ وَ عَنبَرَةُ سَرْدِي كِ سَخِي۔

اس جگہ عنبر کا آپ کے مقدس دماغ پر حمل کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے  
 کہ آنجناب کا دماغ مبارک خوشبو ہی خوشبو ہے لہذا وہ گندگیوں کے متحمل اور گندہ  
 انسانوں کے پردہ پوش نہیں بن سکتے ہیں۔ وَلَا يَخْفَى لَطْفُهُ ۞





## ضمیمہ شعد نمبر ۱

واضح رہے کہ حضرت خاکی رحمہ اللہ نے اپنی شرح میں اس شعر کی خوب وضاحت کی ہے۔ چونکہ ہمارا اصل مقصد فارسی شعر کو عربی کا لباس پہنانے کے سوا کچھ بھی نہیں اس لئے ہم اس تفصیل میں نہیں جاتے البتہ عوام مسلمین کے فائدہ کے لئے ہر شعر کا اردو ترجمہ اور ضروری تشریح مختصر لفظوں میں کرتے رہیں گے۔ اس سلسلہ میں حضرت مصنف رحمہ اللہ نے پیر کاہل کی ضرورت پر آیت **هَلْ أَتَبِعَكَ عَلَىٰ أَنْ تَعْلَمَ مِمَّا سَأَلْتَهُ رُشْدًا** (کہف) سے استدلال فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خواجہ خضر سے فرمایا کہ کیا میں اس غرض سے آپ کے ساتھ چل سکتا ہوں کہ جو رُشد و ہدایت کی باتیں آپ من جانب اللہ سکھائے گئے ہیں تو آپ ان میں سے مجھے بھی کچھ سکھائیں گے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آدمی کتنا ہی عالم کیوں نہ ہو اس کو دوسرے عالم و رہبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس آیت سے حضرت موسیٰ کے علم و نبوت کی کمی سمجھ میں نہیں آتی بلکہ آپکا علوم و معارف اور علوم شرعیہ کے علاوہ علم تکوین کا اشتیاق و رغبت بھی سمجھ میں آتا ہے جو حضرت موسیٰ کے کمال عظمت کی دلیل و علامت ہے کہ علم وہ نعمت ہے جسکی کوئی انتہا نہیں۔ پس جو لوگ غیر نبی ہوں خواہ وہ کتنے ہی صاحب کمال اور صاحب علم کیوں نہ ہوں، وہ تو بطریق اولیٰ اپنے نفس کو زیر کرنے، اسکی قہرمانی توڑنے اور اسے جادہ حق پر پہنچانے کے لئے اور بھی زیادہ محتاج ہیں۔ اس قسم کے معالجبین امراضِ نفسانی کو پیرانِ طریقت و رہبرانِ دین کہا جاتا ہے۔ ان ہی حضرات کی شان میں حضرت امیر

سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

ہر چہ از گردون گرداں میرسد : از طفیل جان مرداں می رسد

جو کچھ روحانی فیوض و برکات عالم لاہوت اور ملکِ قدس سے پہنچتے ہیں وہ صرف ان ہی خدا شناس حضرات سے پہنچتے ہیں کیونکہ یہ حضرات حق کی طرف طرقتیہ حق استعمال کے داعی بن جاتے ہیں اس لئے ان کا مقصود حق اور اسکی خاطر حق ہی استعمال کرتے ہیں یہ کامیاب و کامران ہوتے ہیں۔ اور عصر حاضر میں اگرچہ بعض افسر سے حق کی طرف دعوت بلند ہوتی ہے مگر طائفہ دعوتِ حق سے کوسوں دور ہوتی ہے اس لئے یہ دعوت ناکام ہو جاتی ہے۔

چونکہ شیخ اور رہبر کا مل کی ضرورت نفسانی امراض دور کرنے کی دو احوال حاصل کرنے اور معارف میں ترقی کرنے کے لئے ہوتی ہے اس لئے مشائخ کرام اس بارے میں یہ حدیث بھی نقل کرتے ہیں کہ الشیخ فی قومہ کالتبی فی امتہ رہبر کامل اپنی قوم میں نبی اور پیغمبر کی طرح ہے بشرطیکہ علاج کر نیوالا رہبر کامل ظاہر اور باطن میں شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع اور پیرو ہو۔ بہر حال آپ ضرورتِ شیخ پر دستورالتاکیں کی طرف رجوع فرمائیے۔ مگر ضرورتِ شیخ پر حضرت شیخ الشیخ شیخ شہاب الدین بہروردی رحمہ اللہ کی وہ جامع اور مفید ترین وصیت اس جگہ ضرور ملاحظہ فرمائیے جو حضرت موصوف نے اپنے مرید باتمکین نصیر الدین بغدادی رحمہ اللہ کو خرقہ خلافت پہناتے وقت فرمائی ہے۔ وہ وصیت من وعن یہ ہے اور اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

وصیت نصیر الدین بغدادی کو جبکہ انہیں خرقہ پہنایا۔

وَلَا تَطْرُدِ الدِّينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ  
وَجْهَهُ. (آپ نہ ہٹائیں اپنے پاس سے ان لوگوں کو جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے  
ہیں اور انکا حال یہ ہے کہ بس اپنے رب کی رضا چاہتے ہیں)

لفظ ارادت جو خاص اصطلاح کے طور پر مشائخ صوفیہ کے یہاں مستعمل ہے اسکی اصل و بنیاد یہی آیت ہے (يُرِيدُونَ وَجْهَهُ) مرید مشائخ صوفیہ کے نزدیک ہے

جس کی ہمت اللہ تعالیٰ سے طلبِ مزید کرتی رہے جو مزید کو برابر طلب کرتا رہے گا وہ مُرید ہے۔ جب وہ طلبِ مزید سے شہوت پڑ جائے گا تو اس کو (سمتِ ترقی میں آگے بڑھنے کے بجائے) رجعت (واپسی) سے دوچار ہونا پڑیگا اور ارادت کے باب میں اسکی ہمت زائل ہو جائے گی۔ اکابر صوفیاء کے نزدیک ایسے شخص کی موت اسکی حیات سے بہتر ہوتی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جب کوئی مُرید مزید حاصل نہیں کر رہا ہے تو وہ نقصان میں ہے اور نقصان عین خسران ہے۔ جب خسارہ دائمی طور پر کسی بندے کے شامل حال ہو جائے تو پھر اسکی موت اسکی حیات سے بہتر ہوتی ہے۔ مُرید کو اپنی ارادت میں ایک شیخ کی ضرورت ہے جو صاحبِ بصیرت ہو، وہ راہِ سلوک طے کرائے اور اسکو طُرُقِ ہواجید اور ابابِ مزید بتائے۔ نیز صفاتِ نفس، اخلاقِ نفس اور مخفی شہواتِ نفس سے آگاہ کرے۔

اسلئے کہ معرفتِ نفس، طریقہ صوفیاء کی جڑ اور بنیاد ہے۔ معرفتِ نفس کا معرفتِ رب سے گہرا تعلق ہے۔ جیسا کہ ایک بزرگ کا مقولہ ہے "جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اب رب کو پہچانا" معارف کے مراتب و منازل ہیں۔ اہل معرفت کی دو قسمیں ہیں ایک ابرار و دوسرے مقربین۔ ابرار کو نفس کی بعض حرکات اور شہوات کی معرفت ہوتی ہے مگر مقربین کی معرفتِ نفس اس سے اعلیٰ ہوتی ہے۔ بہت سے عمل ابرار کی نظر میں، ان کے مبلغِ علم کی رُو سے عینِ طاعت ہوتے ہیں اور وہ مقربین کے نزدیک معصیت ہوتے ہیں کیونکہ مقربین کی نظرِ نفس کی حالت معلوم کرنے میں دقیق ہوتی ہے اور انکو علمِ النفس میں کمال حاصل ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے بزرگوں نے کہا ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ یعنی ابرار کے نزدیک جو (بعض) حسانت ہیں وہ مقربین کے نزدیک سیئات کا درجہ رکھتے ہیں۔

درحقیقت مشائخ صوفیاء میں جو ابابِ بصیرت ہیں ان کے علاوہ کسی کو مقامات و احوال کی تفصیل اور ان آفات کی معرفت حاصل نہیں ہوتی جو فسادِ اعمال کا

باعث ہیں یہاں تک کہ وہ علماء جو احکام شرع اور علم مسائل و فتویٰ سے تواقف میں لیکن زہد فی الدُنیا، تقویٰ اور علم القلوب سے بہرہ مند نہیں ہیں، وہ بھی مشائخ صوفیاء کے اُس بلند مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔ اسلئے کہ صوفیاء کا علم میراث التقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ۔ اس آیت میں علم کو تقویٰ سے متصل کیا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈہنے والے علم والے ہی ہیں) اس آیت میں غیر مشقی سے علم کی نفی ہے۔ جب کوئی شخص زہد فی الدُنیا اور تقویٰ کے بغیر علم کو جمع کرے گا تو وہ فقط علم کا ایک برتن ہوگا۔ حقیقی عالم وہی ہوگا جو تقویٰ کا اختیار کر لے گا۔ پس جب یہ بات واضح ہوگئی کہ مُرید صادق اللہ کے راستے میں چلنے کے لئے ایک ہی بصیرت شیخ کی صحبت کا محتاج ہے جو اس کو مقامات قرب اور حقیقت عبودیت تک پہنچا دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ هَذَا سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي۔ اے رسول آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے۔ میں اور میرے مُتبعین اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتے ہیں) تو اب شیخ کامل کا متابعت رسول کی بنا پر بادل اللہ داعی الی اللہ ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تعلیم کے لئے اور اپنے خاص بندوں کی تدریجی ترقی کو ظاہر کرنے کے لئے فرماتا ہے :-

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ سَابَقَنَا هُبُّ لَنَا مِنْ آزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا۔

(وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہماری بیویوں اور ہماری ذریعات و اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے اور ہم کو تقویٰ شعار لوگوں کا امام بنا دے)۔ اس آیت سے پتہ چلا کہ ایک گروہ ایسا ہوتا ہے جو قدوۃ المتقین کہلاتے جانے کا مستحق ہوتا ہے۔ ہر وقت اور ہر زمانے میں ہر علاقے میں ایسے افراد ہوتے ہیں اگرچہ وہ عدد میں قلیل ہوں۔ چونکہ یہ حضرات ایک بلند مقام پر فائز ہوتے ہیں لہذا انکی اقتدا، بھی وہی مُریدین صادقین کرتے ہیں جو طریقِ باحق کے سالک ہوتے ہیں

اور وہی ان سے علم الوراثت اس طرح حاصل کرتے ہیں جس طرح علماء لسانِ علم  
درامت حاصل کرتے ہیں۔

مُرید (مجازی طور پر) ولد ہوتا ہے اور شیخ بمنزلۃ والد ہوتا ہے اس لئے کہ ولادت  
دو قسم کی ہے ایک ولادتِ طبعیہ اور دوسری ولادتِ حقیقیہ۔ پس ولادتِ طبعیہ روم  
ملک اور رومِ عالم شہادت و حکمت کی اقامت کے لئے واقع ہوتی ہے اور ولادتِ معنویہ  
اجزائے ملکوت اور عالم الغیب والقدرة کے مطالعے کے لئے ہوتی ہے۔ سرکار رسالت  
مآب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام اُمت کے معنوی والد ہیں اور شیخِ حُسن متابعتِ رسول  
کی وجہ سے مُریدین کا روحانی باپ ہوتا ہے جس طرح ولادتِ طبعیہ میں بچے کے دودھ  
پینے کا ایک زمانہ اور دودھ چھوٹنے کا ایک وقت ہوتا ہے اسی طرح اولادِ معنویہ میں  
بچے کو پس مُرید ملازمتِ شیخ اور اسکی دوامِ صحبت کا اسی وقت تک محتاج رہتا ہے جب تک  
استفادہ کرنے کی قوت پیدا ہو اور اسکے لفظ اور اشارہ چشم سے نفع حاصل کرنے لگے۔ اور  
شیخ کے اشارہ چشم سے نفع حاصل کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ شیخ کو اور اس  
کے اعمال کو دیکھے کہ وہ کس طرح خلوت اور خلوت میں مع الحق اور مع المخلوق رہتا ہے  
شیخ کے اخلاق و آداب کو دیکھے کہ یہ سب باتیں سیکھے اور اس طور طریقے کا پابند ہے۔  
دوسری صورت یہ ہے کہ کمالِ صدق و محبت کی بنا پر جب یہ شیخ کی طرف نظر محبت سے  
دیکھے اور شیخ بھی اسکی طرف نظر محبت سے دیکھے تو شیخ کی جگہ سے اسکے باطن میں  
نور اور برکت پیدا ہونے لگے۔ اس طرح اسکے باطن میں خیر جاگزین ہو جائے جس طرح  
سیپی کے اندر موتی متمکن ہوتا ہے۔ بعض سانپوں میں یہ تاثیر ہے کہ وہ جب کسی  
انسان پر نظر ڈالیں یا کوئی انسان انکی طرف دیکھے تو انسان ہلاک ہو جائے۔ پھر کیا بعید  
کہ بعض بندوں میں (من جانب اللہ) دلوں کے زندہ کرنے کی قوت پیدا ہو جائے۔  
جب مُرید صادق شیخ کی خدمت میں ہے تو اس کا ادب یہ ہے کہ وہ اپنے ارادے  
اور اختیار سے بخل جائے اور (حتی الامکان) ماکولات و طبوسات اور تمام معاملات میں



شیخ کا تابع ہو۔ بالکل اس طرح جس طرح بچہ اپنے والد کا تابع ہوتا ہے۔ مرید کے لئے حق تک پہنچنے کا راستہ سوائے شیخ کے ذریعہ کے اور کوئی نہیں ہے پس شیخ ابوابِ حق میں سے ایک کھلا ہوا دروازہ ہے، اسکی طرف رجوع کر کے اپنے اختیار و ارادہ سے دست بردار ہو جائے۔ مرید شیخ سے ناقص حالت میں جدا ہوگا تو اس صورت میں ایسی آفات کا اندیشہ ہے جو امراضِ قلبیہ تک پہنچانے والی ہوں اور مزاجِ توبہ و استقامت کو ختم کرنے والی ہوں، بوجہ انحراف کے۔ ایسے شخص کا زہد کے بعد دنیا کی طرف اور عبادت سے عادت کی طرف رجوع ہونا بہت جلد ہوتا ہے اور یہ مرض اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنے شیخ سے قبل از وقت جدا ہو گیا جس طرح دودھ پینے والے بچے کا جب اپنے وقت سے پہلے دودھ چھوٹ جاتا ہے تو اُسے (بعض اوقات) کوئی نہ کوئی مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ یہ دوامِ ملازمت و صحبت اُن مریدین کے لئے ضروری ہیں جو صادقین ہیں نہ کہ اُنکے لئے جو شیخ کے صرف محبت ہیں اور اس سے تھوڑی سی برکت حاصل کرنے والے اور اُسکی صحبت سے ادنیٰ درجہ پر قناعت کر نیوالے ہیں۔ اُن کا مرید نام پڑ جانا محض سہمی ہے حقیقی نہیں۔ پس مریدِ حقیقی کو شیخِ خرقہ ارادت اس وقت پہناتا ہے جب پہلے اس کے باطن کو ارادے اور اختیار سے انخلاع کا خرقہ پہنا دیتا ہے اور وہ مرید جو مجتہدین میں سے ہے، اسکو شیخ فقط خرقہ تبرک پہناتا ہے اور خرقہ تبرک میں دوامِ صحبت اور ملازمت شرط نہیں ہے، اس کے پہننے سے مریدین بس شیخ سے اُدرے) مشابہت حاصل کر لیتے ہیں اور شیخ کے ساتھ رابطہٴ محبت بھی (کچھ محفوظ ہو جاتا ہے اور بقدرِ صحبت برکت و خیر حاصل کر لیتے ہیں۔ پس خرقہ تبرک تو ہر اُس محب کو دیا جاسکتا ہے جو اچھا گمان رکھتا ہو اور اس خرقے کو طلب کرے۔ مگر خرقہ ارادت اُس شخص کو ہی پہنایا جاتا ہے جو مستحقِ جہد کرے اور طریقے میں اس طرح داخل ہو کہ اپنی خواہشات ترک کر دے، عادتِ تقویٰ اختیار کر کے اپنے ارادے

سے نکل جائے۔ امر حق کی غایت و نظر رکھے، اپنی نظر کو مخلوق سے ہٹائے۔ مخلوق کی نہ اقتداء کرے نہ اپنے استخوان اور پسندیدگی کی، نہ اپنے استقیاح اور ناپسندیدگی کی۔ اسے نزدیک تسبیح و ناپسندیدہ وہ ہو جس کو شریعت نے قبیح قرار دیا ہے اور حسن و پسندیدہ وہ ہو جس کو شریعت نے حسن بتایا ہے۔ وہ ہر تکلف سے بری ہو۔

مُریدین کو اپنے مشائخ کے ساتھ کیا طریقہ برتنا چاہیے؛ اس کے لئے آل حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا طرز عمل بہترین نمونہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے کہ ہم نے بیعت کی آل حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے، مع و طاعت پر خوش حالی میں اور تنگدستی و پریشانی کے عالم میں، جی چاہے یا نہ چاہے ہر حال میں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے کلام پاک میں غایت ادب رسول کی تشبیہ فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے:-

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔

خدا کی قسم لوگ ایماندار نہیں ہونگے جب تک وہ اپنے آپسی جھگڑوں میں آپ کو حکم نہ بنائیں، پھر جو فیصلہ آپ صادر فرمائیں اُس سے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور آپ کے فیصلے کو تسلیم کر لیں۔

اللہ تعالیٰ اُمت کو حکیم رسول کا حکم فرماتا ہے اُن تمام معاملات میں جو اس کو پیش آئیں۔ اگرچہ اس آیت کا سبب نزول حضرت زبیر ابن عوام وغیرہ کا مقدمہ ہے، زمین کے بانی میں۔ لیکن اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص واقعہ کا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے حکیم ثالث بنانے کا حکم فرمایا، اس کے بعد تنگی قلب زائل کرنے کا۔ اس لئے کہ حکیم وظیفہ ظاہر اور ادب ظاہر ہے اور زوال تنگی قلب وظیفہ باطن اور ادب باطن ہے۔ بعض لوگ حکم بنانے پر تو قادر ہوتے ہیں مگر خلاف مزاج فیصلے کی صورت میں تنگی قلب کے ازالے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ ممکن ہے وہ مُرید رسمی جس نے خرقہ تبرک پہنا ہے، فقط صاحبِ تحکیم کی حیثیت میں داخل ہو جائے اور جس نے خرقہ

ازدات پہنلے وہ ازالہ حرج والا ہو۔ ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے مرید کے اپنے شیخ کے مقابلے میں اپنے اختیار سے باہر آجانے کے متعلق وہ اس آیت کریمہ کے مفہوم میں داخل ہے۔ جب مرید شیخ کے ساتھ ادب کا راستہ اختیار کرنے کا ارادہ کرے تو وہ قرآن مجید کے ذریعہ ادب سیکھے اور متنبہ ہو اس ہدایت سے جو اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمائی ہے۔ چنانچہ سورہ حجرات میں ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ بِالْقَوْلِ  
وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ  
رَحِيمٌ ۝

پس مرید غور کرے اور سیکھے اس ادب کو جو کلام اللہ میں ہے۔ سورہ نور میں ہے :-  
إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى  
أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ ۝

(حقیقت یہ ہے کہ ایمان لانے والے بندے بس وہی ہیں جو ایمان لائے اللہ اور اس کے رسول پر اور (جن کا عمل یہ ہے کہ) جب وہ کسی اجتماع میں رسول کے ساتھ ہوں تو اس سے اجازت لئے بغیر کہیں نہ جائیں۔)

اس آیت سے دلالت ہو رہی ہے اس بات پر جس کو ہم نے ذکر کیا ہے، یعنی شیخ کی صحبت اور اس سے مفارقت، بصیرت کے ساتھ ہو، بہت سی آیات میں یہ معنی موجود ہیں جو تلاش کر لیا وہ کلام اللہ میں پائے گا۔ مریدین کو جن باتوں کا حکم دیا جائے اس میں بڑی تفصیل ہے۔ لیکن جس بات کی تاکید پہلے کی جائے گی وہ یہ ہے کہ تجدیدِ توبہ کرے اسلئے کہ توبہ ہی کام کی جڑ اور بنیاد ہے۔ بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ مرید، مرید نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے بائیں طرف کا نرشتہ بیسٹ سال تک کچھ نہ لکھ پائے جتنا توبہ پر مرید قادر نہیں ہو سکتا۔

سوائے دوامِ محاسبہ کی مدد کے۔ جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے محاسبہ کرو (دنیا میں) اپنے نفسوں کا اس سے پہلے کہ محاسبہ کئے جاؤ (یعنی قیامت میں) اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے نفس کا محاسبہ ہر فرض نماز کے بعد کرے۔ جب سچائی کے ساتھ محاسبے پر مداومت کریگا تو اسکی لغزشیں کم ہوتی جائیں گی یہاں تک کہ معدوم ہو جائیں گی۔ جب محاسبے کا حق ادا ہوگا تو قول و فعل میں جو لا یعنی باتیں ہوتی ہیں ان سے باز رہے گا۔ اگرچہ وہ مباح ہی کیوں نہ ہوں۔ اسوقت اسکی فضولیات کم ہونگی اور اس کا ظہر "سیاست علم" کے قبضے میں ہوگا۔ پس اس بات کی توقع ہوگی کہ وہ مقام مراقبہ تک ترقی کرے اور اس کا باطن بھی ظاہر کی طرح سیاست علم کے ماتحت ہو جائے۔ مراقبہ اصطلاح صوفیاء میں یہ ہے کہ اپنے قلب کو اس بات کی طرف متوجہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہے ہیں، اُس وقت وہ اللہ تعالیٰ سے پوری طرح شرمائے گا اور ضمیر کے خطرات سے بھی اس طرح پرہیز کریگا جس طرح حرکاتِ جوارح سے پرہیز کرتا ہے پھر اس مقام سے ترقی کر کے مقامِ مشاہدہ تک پہنچے گا اور اس کا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ میرے قلب نے رب کو دیکھا۔ یہی مقام احسان ہے جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول مبارک میں اشارہ فرمایا ہے اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ (یعنی احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے گویا کہ اُسے دیکھ رہا ہے) اربابِ مشاہدہ کے مواجد مختلف ہوتے ہیں مگر اصول میں سب متفق ہیں فقط فروع میں اختلاف ہوتا ہے۔ وہ اسباب جو موثر ہیں اور مُریدین کے لئے خیر کثیر کو کھینچنے والے ہیں چار ہیں۔ تمام مشائخ صوفیاء ان چار چیزوں اور ان کے حسنِ تاثیر پر متفق ہیں اور وہ یہ ہیں: قَلَّتْ کَلَامٌ، قَلَّتْ طَعَامٌ، قَلَّتْ مَنَامٌ، قَلَّتْ اَخْطَاطٌ مَعَ الْاِنَامِ (یعنی لوگوں سے بلا ضرورت بُلنے بُلنے سے بچنا)۔۔۔۔۔ مُرید کو چاہیے کہ ان چار باتوں کا خیال رکھے اس کے بعد وہ ثمرات و برکات کا مشاہدہ کریگا۔ اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے یہ احوالِ مشائخ ہیں

اور ان کے ہدایات اور نہایات ہیں اور یہ سب باتیں میراثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مشائخ کو یہ میراث، حَسْبُ مَا تَابَعْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور اپنے شیوخ کے ساتھ صدقِ صحبت کی برکت سے ملی ہے...“  
(منقول از وہابیا حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی)

## ضمیمہ شعر اول

حضرت شارح فرماتے ہیں کہ الْأَسْمَاءُ تَنْزَلُ مِنَ السَّمَاءِ اُنْحَامٍ و افراد کے نام من جانب اللہ نازل ہوتے ہیں اسلئے آدمی اپنے نام سے ضرور حصّہ وافر پاتا ہے۔ چونکہ حمزہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محرم تھے غزوہ اُحد میں جام شہادت نوش کر گئے۔ عربی میں حَمْزٌ حَمَازَةٌ سخت ہونے کے معنی میں آتا ہے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اعداء اللہ اور دشمنانِ دین کے لئے اتنے سخت اور قہار تھے کہ ان سے لڑتے لڑتے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی۔ تو یہ معنی بعینہ حضرت محبوب العالمؐ میں بھی پایا جاتا ہے کہ حق کی خاطر تابانِ وقت سے اخلاقی مقابلہ بھی کیا اور اس سے بڑھ کر اپنے نفسِ امارہ سے اتنا جہاد کیا کہ جسکی بدولت شیخوں کے شیخ اور رہبروں کے رہبر ہوئے ہیں جیسا کہ ارشادِ الہی ہے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کہ جو لوگ ہمارے لئے محنتیں اور مشقتیں برداشت کرتے ہیں تو ہم ان لوگوں کو اپنے مخصوص راستوں کی طرف رہنمائی و رہبری کرتے ہیں۔ چونکہ نفسِ امارہ سے مقابلہ اور اس کو قابو میں رکھ کر نفسِ مطمئنہ کے مقام تک پہنچانا سب سے بڑا جہاد ہے اس لئے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ اربابِ قال و حال کے نزدیک ثابت ہے مَا جَعَلْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْفَرَ اِلَّا الْجِهَادِ الْاَكْبَرَ کہ ہم چھوٹے جہاد سے فراغت پا کر جہادِ اکبر یعنی جہادِ بالنفس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جہادِ بالنفس



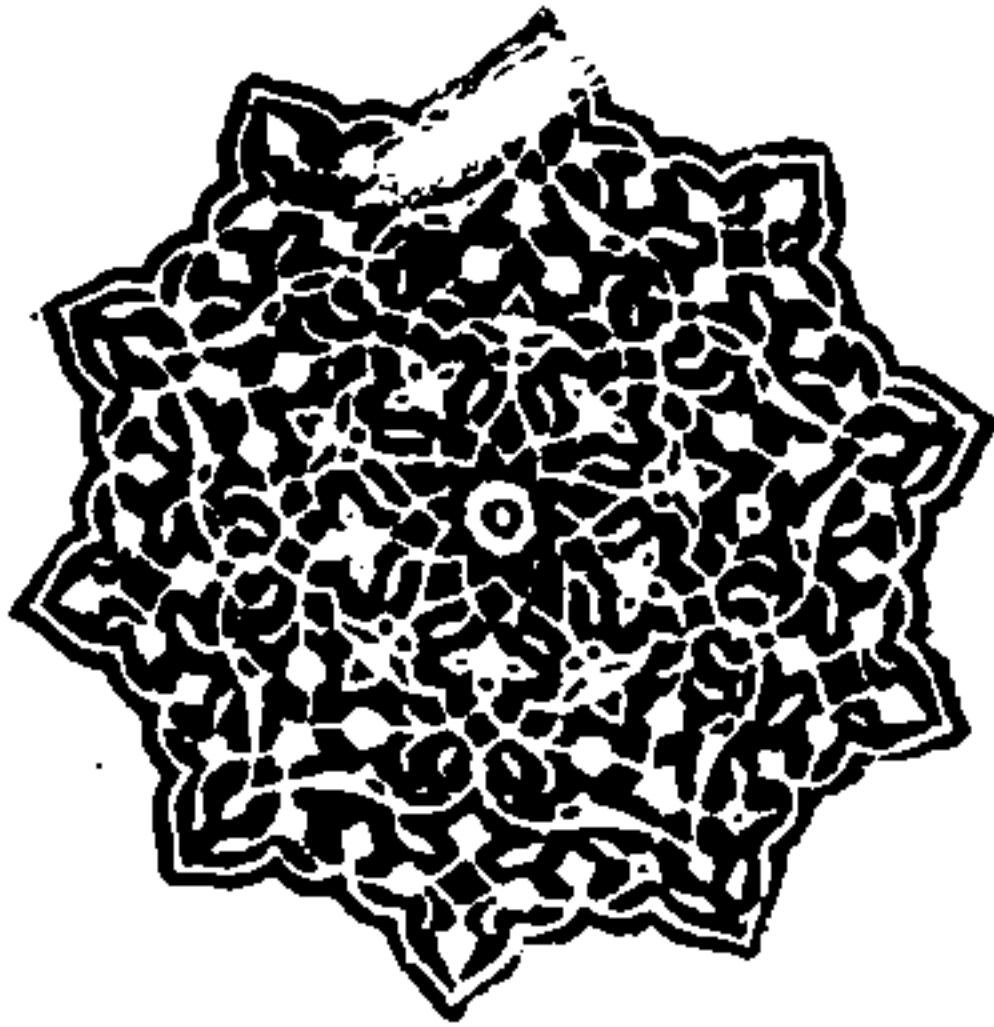
کو جہادِ اکبر قرار دینے میں یہ حکمت ہے کہ اس کے ساتھ ہر وقت و ہر آکن مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اسکے برخلاف جہادِ بالسیف وقتی اور مختصر مدت کے لئے ہوتا ہے یا جہادِ بالسیف بھی جہادِ بالنفس کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہے۔ کہا  
لا یخفی۔ فانہم ولا تکن من المنکرین۔

سب سے بڑا مجاہد وہ ہے کہ جو دونوں جہادوں یعنی جہادِ بالسیف اور جہادِ بالنفس کا جامع اور سرچشمہ بنے۔ یہ خصوصیت حضراتِ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین اور ان کے متبعین میں پائی جاتی ہے خاص کر اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اس کے معصداقِ اتم اور فردِ اکل تھے۔ اس لئے کہا گیا ہے  
ایں جہادِ اصغر است آلِ اکبر است ۛ ہر دو کارِ رستم ست و جید رست  
باقی رہے ہم لوگ ہماری مثال یہ ہے۔

کارِ آنکس نیست کو را عقل و ہوش

بُرد از تن چوں بختبید دُمِ موش

جہادِ اکبر (تزکیہ نفس اور اصلاحِ قلب) اس شخص کا کام نہیں ہے کہ جس کا  
ادراک و شعور چو ہے کے دُمِ پلست سے ختم ہو جائے بلکہ یہ بٹے سعادت مند  
حضرات کا کام ہے ۛ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# مَنَاجِحُ الْكَافِرِیْنَ

تَعْرِیْبٌ وَتَرْجُمَةٌ  
مَعَ حَلِّ لُغَاتٍ وَامْرَادٍ وَتَرْجُمَةٌ

## هِدَاةُ الْمُرِيدِیْنَ

حِصَّةٌ دَوْمٌ

ناشر :- شیخ محمد عثمان ایندسز ناشر کتاب مدینہ چوک گاؤدراں سہنگویہ

پبلشرز :- گلشن پبلشرز مدینہ چوک گاؤدراں سہنگویہ

# ہماری چند نئی مطبوعات

..... تاج العارفین شرح ورد المریدین : مولانا قاسم شاہ بخاری

..... دستور السالکین شرح ورد المریدین (مترجم اردو) : خلیل قریشی

..... اسرار الابرار : عبدالرشید نازکی

..... خواجہ نقشبند اور طریقہ نقشبندیہ

ڈاکٹر شمس الدین احمد

..... مولانا جامی: حیات اور شاعری

ڈاکٹر شمس الدین احمد

..... خطبات الحنفیہ : مولوی محمد صالح (مرتب)

..... سیرۃ البخاری : شوکت حسین کنگ

..... نور البصر : شوکت حسین کنگ

..... عین الفقر : مترجم خلیل محمد قریشی طالب

..... تذکرہ اولیائے کشمیر (دو جلد مکمل)

پیر زاوہ عبدالخالق طاہری

..... تذکرہ اسلاف یعنی سلطان العارفین

عبدالمجید سائر رینہ مخدومی

شیخ محمد عثمان اینڈ سنز قاجران کتب

فیروزیل مارکیٹ ریزڈنسی روڈ سرینگر کشمیر

مدینہ چوک گاؤ کدل سرینگر کشمیر

برانچ:

# فہرست

ہم نے قارئین کرام کی سہولت کے لئے جلد اول کی طرح ہر شعر کا پہلا مصرعہ ترتیب وار دیا ہے تاکہ مطلوبہ شعر کی تحقیق و تشریح اور اس کا منظوم عربی، حل لغات وغیرہ آسانی سے مل سکے۔

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۸۴	بہر تاویب یکے الخ	۱۹	انتساب	۱
۸۶	بہر امداد مریدان الخ	۲۰	تمہید از مصنف	۲
۸۷	در لہ تبت بوقت الخ	۲۱	پیش لفظ	۳
۸۸	یک طبق از خوردنی	۲۲	فاتحہ الكتاب	۴
۹۳	یک شبی تاری بکشتی	۲۳	تقریبات و تاثرات	۵
۹۵	باتن مکتبہ چن	۲۴	نہست محقق غور مرند منافع را چو دید	۶
۹۶	چند درویشے زندش	۲۵	ہمچنین ہر افضی سستی نمکے را چو دید	۷
۹۷	ہمچنین بران کزو	۲۶	روزے اشد داد بر اسپ از دن بیدار	۸
۱۰۰	بندہ را تحقیق با	۲۷	از سماع چوگ نے کارہ زوے منع شرع	۹
۱۰۲	کرد پیش از گفتش	۲۸	از کمال تربیت با خواجہ اسحاق حلیم	۱۰
۱۰۳	ہمچنین اکثر مریداں	۲۹	ملہم از احوال عالم الخ	۱۱
۱۰۵	افترا کردہ یکے	۳۰	مثنوی از تشریف تاثیر الخ	۱۲
۱۰۶	ہم تجلی بیات و	۳۱	ہم کراماتش ز نوع	۱۳
۱۰۹	گشت از اقوال او	۳۲	ہم بنشر وقت از	۱۴
۱۱۲	از دم او چند مخلص	۳۳	بارہا مشہود ریگوار	۱۵
۱۱۳	گفت مردی را بہنگام	۳۴	ز اثران می شرب بطحا	۱۶
۱۱۷	از دعلے مستجابش	۳۵	می گذشت اکثر علی صوفی	۱۷
۱۱۹	از دعلے اولیے	۳۶	ناصر و ہم کار فرما	۱۸

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۱۵۰	ہر کیے راورد فرماید الخ	۵۹	۱۳۰	اہل دولت گشتہ و الخ	۳۷
۱۵۲	بو الہوس ہر چند کرد	۶۰	۱۳۱	صوت قرآن خواندش	۳۸
۱۵۳	ہر کہ بود از جذبہ	۶۱	۱۳۳	پیش ازین در چند جا	۳۹
۱۵۴	بود بابا ہروی ریشی	۶۲	۱۳۴	بہ شدہ مصروح ہم ز	۴۰
۱۵۵	سالکان را می کند	۶۳	۱۳۵	یافتہ ہر کس بہ قدر	۴۱
۱۵۶	اندر آن خلوت ز میمنہ	۶۴	۱۳۷	از طوافش یافتم	۴۲
۱۵۸	زود از تلقین او	۶۵	۱۳۹	این شد از انفاس او	۴۳
۱۵۹	غنجہ دل ہر کہ	۶۶	۱۴۱	این ہمہ می شد ولے	۴۴
۱۶۱	ہمچنین بعضے مریدان	۶۷	۱۴۱	این قدر صاحب غرض	۴۵
۱۶۲	شکر کیس بے چارہ ناظم	۶۸	۱۴۲	ناخوش آید صحبتش	۴۶
۱۶۳	مولوی فیروز از	۶۹	۱۴۵	گر بود مخلص غرض	۴۷
۱۶۵	کرد در لہرام رعنا	۷۰	۱۴۶	این محقق پیش پیران	۴۸
۱۶۰	یک نظر بر خواجہ عثمان	۷۱	۱۴۷	اوست عارف دیگران	۴۹
۱۶۶	آن مُصدّر زادہ	۷۲	۱۴۸	اوست چون عارف	۵۰
۱۶۱	نیز از وقتے منقر السادات	۷۳	۱۴۹	پیر محبوب مقلد	۵۱
۱۶۱	شیخ سلطان پور آن	۷۴	۱۴۲	علم بانا اہل گفتن	۵۲
۱۶۲	کردہ چون ز اتباع او	۷۵	۱۴۳	ہست نا اہل طریقت	۵۳
۱۶۳	کار شد عکس و ادب	۷۶	۱۴۵	ہمتش کوتاہ بدان و	۵۴
۱۶۵	بہر دل پیہ محقق	۷۷	۱۴۶	نیست در محفل حقائق	۵۵
۱۶۶	طفل زاد آمد مقلد	۷۸	۱۴۷	اندر اخذ ہر مید و	۵۶
۱۶۷	راہ بنمایند اہل	۷۹	۱۴۸	استخارہ کردہ از	۵۷
۱۶۸	اہل حق اندر حق	۸۰	۱۴۹	طالبان را نحمد ذکر	۵۸



صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۲۰۸	بود شیخی نذر سلطان الخ	۱۰۳	۱۷۹	شیخ کو اذن شفاعت الخ	۸۱
۲۱۰	مال مخلص مال شیخ است	۱۰۴	۱۸۰	معتکف در خانقاہ بودہ	۸۲
۲۱۲	می کند ایشان بر ہر	۱۰۵	۱۸۲	این زمان بروعدت و	۸۳
۲۱۳	بہم بہ ما بحتاج این	۱۰۶	۱۸۳	خونگ گندم فروش و	۸۴
۲۱۴	گفت از یاران طلب	۱۰۷	۱۸۵	گویب عشق و ملامت	۸۵
۲۱۶	گفت سنون بے تکلف	۱۰۸	۱۸۵	شیخ از اہل ملامت	۸۶
۲۱۹	گفت معذورم من و	۱۰۹	۱۸۶	خامش گویا و ساہر	۸۷
۲۲۲	گفت نے میں مریدان	۱۱۰	۱۸۷	ظاہر شخندان ولے	۸۸
۲۲۳	حالتے دارم کہ متوانم	۱۱۱	۱۸۹	بر تو گل خوردن و	۸۹
۲۲۵	می خورم حیف آنکہ از	۱۱۲	۱۹۰	مورد استفت قلبک	۹۰
۲۲۷	من کجا شرح مقامات	۱۱۳	۱۹۲	او بتفویض حق و پس	۹۱
۲۲۹	بارک اللہ من مقامات	۱۱۴	۱۹۳	مُحضرا شد شب ویا	۹۲
۲۳۰	منکر از باور ندارد	۱۱۵	۱۹۵	اینست حالش صاحب	۹۳
۲۳۲	نفرت ناقص ز عزت	۱۱۶	۱۹۶	ناگہ گر خورده شد	۹۴
۲۳۳	منکر انکار حالش	۱۱۷	۱۹۷	ورنہ عارض رحمتی شد	۹۵
۲۳۶	منکر فضل ولایت	۱۱۸	۱۹۹	روز و شب از بہر خوشیا و	۹۶
۲۳۷	در تعز من تشاء	۱۱۹	۲۰۰	خوردنش ازین واقعات	۹۷
۲۳۹	بہم بہ بھدی من یشاء	۱۲۰	۲۰۱	بیچ گاہ فوق الشیخ	۹۸
۲۴۰	آیت لا تیسوا را	۱۲۱	۲۰۳	حال او در ملیس از	۹۹
۲۴۲	این قدر از وے کرامت	۱۲۲	۲۰۴	شد یقین محفوظی او	۱۰۰
۲۴۳	کار ابدالان حق را	۱۲۳	۲۰۵	انبیاء معصوم بودند	۱۰۱
۲۴۵	مستے در شرع چون	۱۲۴	۲۰۶	با وجود آنکہ محبوبیتش	۱۰۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۲۵	وقتِ مغلوبیتِ عاشق الخ	۲۲۶	۱۲۷	نیست عالم آنکہ بہر الخ	۲۷۷
۱۲۶	پیرِ ما مغلوبِ مشکور	۲۲۷	۱۲۸	نیست عالم آنکہ غافل	۲۷۸
۱۲۷	بمحو شیطان گشت مدبر	۲۲۸	۱۲۹	عالم است وہم مریدانش	۲۸۰
۱۲۸	گر بظاہر ناپسندی	۲۵۰	۱۵۰	چون خدائی عالم	۲۸۱
۱۲۹	حق ز غیرت اولیاء	۲۵۱	۱۵۱	روح را مرفوخ	۲۸۳
۱۳۰	پردہ گی بین و ممکن	۲۵۲	۱۵۲	ایرہ دراعہ عالم	۲۸۴
۱۳۱	بہر نادیب آن کلامے	۲۵۳	۱۵۳	حُب دُنیا را س ہر	۲۸۶
۱۳۲	ذاتِ اوصاف از ہمہ	۲۵۴	۱۵۴	حُب دُنیا ہست شرک	۲۸۷
۱۳۳	چون توبے پیرے	۲۵۵	۱۵۵	حُب دینداران و دین	۲۸۹
۱۳۴	چون رسول اشد گفتا	۲۵۷	۱۵۶	یُحشِر المرء علی	۲۹۱
۱۳۵	مردن بے پیر یا	۲۵۹	۱۵۷	سرو آزاد آمد از زر	۲۹۳
۱۳۶	موت بے پیری بموت	۲۶۱	۱۵۸	شد گردل حفظِ مالت	۲۹۴
۱۳۷	عیب پیراں ہر کہ از	۲۶۲	۱۵۹	نیست عاقل آنکہ عمری	۲۹۵
۱۳۸	بدگمانی را را کج	۲۶۳	۱۶۰	شد گرفت از پشیمانی	۲۹۶
۱۳۹	پیش ہر درویش رو	۲۶۵	۱۶۱	از گناہ گشتہ پشیمان	۲۹۷
۱۴۰	تو کج دانستن	۲۶۷	۱۶۲	توبہ مقبول آن	۲۹۸
۱۴۱	عیب پوشی خرقہ پوشی	۲۶۸	۱۶۳	از معاصی پاک شد	۲۹۹
۱۴۲	رو ز حفظ چندان قول	۲۷۰	۱۶۴	این تن آلودہ	۳۰۱
۱۴۳	دم بہ بحث اندر کلام	۲۷۰	۱۶۵	جفت ارشاد و ارادت	۳۰۳
۱۴۴	از بنی آدم ہر آن کو	۲۷۲	۱۶۶	ہر کہ خود را کرد تسلیم	۳۰۴
۱۴۵	فتویٰ و درس و قضا	۲۷۳	۱۶۷	وہ عسوفان گر بخوای	۳۰۵
۱۴۶	چارہ دفع ربا حرفے	۲۷۵	۱۶۸	ہر سعیدی را کہ عشق	۳۰۶

نمبر شمار	عنوان	صفحه	نمبر شمار	عنوان	صفحه
۱۶۹	پہدئی پیر خویش	۳۰۷	۱۹۱	شکر لشد آن ظہیر الدین	۳۳۳
۱۷۰	ہفت روزہ خدمت	۳۰۹	۱۹۲	کاش قریانم کتم ہستم	۳۳۵
۱۷۱	چلہ گمرہ ترکند	۳۱۳	۱۹۳	شکر لشد گشت پیدا	۳۳۶
۱۷۲	پیر چون خواندت	۳۱۰	۱۹۴	از کرم خواہد مرا	۳۳۸
۱۷۳	ہر کہ با اخلاص جان	۳۱۲	۱۹۵	خاک پالین چشم مارا	۳۳۷
۱۷۴	رد پھارت کردہ نو	۳۱۵	۱۹۶	پا بر سمنہ چون ز شوق	۳۳۸
۱۷۵	منصف ملحوظ کن	۳۱۷	۱۹۷	یک نظر بر حال زار	۳۳۹
۱۷۶	پیرا این ریش و سر	۳۱۸	۱۹۸	جیب و دامان دلش	۳۴۰
۱۷۷	پیر می بین شمع سال	۳۲۰	۱۹۹	لطف فرما از کرم	۳۴۱
۱۷۸	باتن مکتبہ بر کنگر	۳۲۱	۲۰۰	مدح شیخ ابن نظم من	۳۴۲
۱۷۹	از خدا و از رسول او	۳۲۲	۲۰۱	ہم بود نامش سزا	۳۴۳
۱۸۰	امتحان پیر و جستن	۳۲۳	۲۰۲	چار صد با پہل و چند	۳۴۵
۱۸۱	منتہی را گہی	۳۲۴	۲۰۳	بہر این نظمیکہ قاریا	۳۴۶
۱۸۲	کار و بار و اصل بیا	۳۲۵	۲۰۴	وصف شیخان است	۳۴۷
۱۸۳	بودن خالی ولی مطلق	۳۲۶	۲۰۵	فیضنا کست از برای	۳۴۷
۱۸۴	مصطفیٰ کو احسن الخلق	۳۲۷	۲۰۶	روح پیراں در دل من	۳۴۸
۱۸۵	موجب لطف آن غضب	۳۲۸	۲۰۷	خواستم تاریخ دیگر	۳۴۹
۱۸۶	قول تلخ پیر جانرا	۳۲۹	۲۰۸	مدح شیخان است طاعت	۳۵۰
۱۸۷	ماہرا آواز شیرین است	۳۳۰	۲۰۹	ہم ز فرزند و مرید مولوی	۳۵۱
۱۸۸	اعظم الارکان ارادت	۳۳۱	۲۱۰	بندہ زین شعریکی فیض	۳۵۲
۱۸۹	ہست مرتد طریقت	۳۳۲	۲۱۱	کاتب وقاریا و سامع	۳۵۳
۱۹۰	گور بردو ہم رسالہ	۳۳۳	۲۱۲	اندین وقت اینچنین	۳۵۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۱۳	شعر من اندر بیان	۲۱۷ ۲۵۷	باتدبیر ہر کہ خواندش	۳۶۱
۲۱۴	ہم شریعت ہم حقیقت	۲۱۸ ۲۵۸	قاریا ار منصفی	۳۶۲
۲۱۵	ہم مقامات سلوک	۲۱۹ ۲۵۹	بعد این ورد مبارک	۳۶۳
۲۱۶	بست اکثر معنی	۲۲۰ ۲۶۰	تعاقب ورد الموحّدین	۳۶۵

خاتمہ الكتاب صفحہ ۳۶۶

\* \*

\* \* \*

\* \*

## الاعتذار:

قاریین کرام کتاب میں ریاست کے مشہور و معروف

علماء کرام و دانشور حضرات کے تاثرات و تقاریر بط ملاحظہ فرمائیں گے۔ افسوس

ہے کہ میکے شاکر درویشید شہید ملت میر و اعظم کشمیر مولانا محمد فاروق رحمہ اللہ  
آج ہم میں موجود نہیں۔ ع "افسوس کہ قبیلہ قیس کسے نماز"

وقت کی تنگ زبانی کی وجہ سے بہت سے علماء کرام اور دانشور حضرات خاص کر مولانا

منظر حسین ندوی پیرزادہ عبدالرشید تولہ مولانا شہباز احمد بخاری سویہ بگ، مولوی علی محمد مخدومی

و اساتذہ کرام حنفی کالج کے تاثرات شایع نہ ہو سکے۔ ان شاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں شایع ہونگے۔

(مصنف)

## اشاریہ :

اہل علم اس کتاب میں التحقیق اللغوی کے عنوان کے تحت ن، س، ض، ش سے یہ سمجھ لیں۔

بَابُ نَصَرَ يَنْصُرُ

بَابُ سَمِعَ يَسْمَعُ

بَابُ ضَرَبَ يَضْرِبُ

بَابُ كَرَّمَ يَكْرُمُ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# اِنْتِسَاب

بِرِّصغیر کے عظیم المرتبت فقیہ، علوم اسلامیہ کے سربراہ اور وہ عالم، عصری سیاست اور ملی مسائل کے مسلم الثبوت مبصر اور سب سے بڑھ کر دینی غیرت اور مذہبی حمیت سے سرشار مجاہد اسلام حضرت الاستاذ الامام مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی (سابق مفتی اعظم ہند، صدر جمعیت علماء ہند و صدر المدرسین مدرسہ امینیہ دہلی) کے نام نامی پر معنون کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جن کی بابرکت صحبت سے میں یہ مختصر سی علمی خدمت انجام دینے کے اہل ہوسکا۔

مَضَّتِ الدُّهُورُ وَمَا أَتَيْنَ بِمِثْلِهِ  
وَكَأَنَّ أَتَى فَعَجَزْنَ عَنْ نَظَرَاتِهِ

خاکسار:  
قَاسِمُ عَفِي عَنْهُ



## اعتراف

قارئین کرام سے استدعا ہے کہ اگر وہ کتاب میں کوئی خامی محسوس کریں گے تو اسے میری کم علمی اور بے بضاعتی پر محمول کریں، کوئی خوبی دکھائی دے تو اسے میرے مندرجہ ذیل اساتذہ کرام رحمہم اللہ اجمعین کی طرف منسوب کریں :-

عظم بزرگوار جناب مولینا سید غلام رسول بخاری علیہ الرحمۃ، برادر نیک جناب خاتم المشائخ مولینا سید غلام حسن صاحب بخاری (المتوفی ۹ محرم الحرام، دو شنبہ ۱۳۱۲ھ) حضرت الاستاذ العلامہ مولینا مولوی عبدالکبیر صاحب سابق شیخ مدینۃ العلوم حضرت بل۔ مولینا نہال احمد صاحب سہارنپوری، مولینا عبد الملک صاحب صواتی، مولینا ولی اللہ صاحب بہاری، مولینا لطف اللہ صاحب رامپوری، حضرت العلام مولینا وجیہہ الدین صاحب رامپوری نقشبندی، حضرت مولینا مفتی ریاض الدین، شیخ الادب حضرت مولینا اعزاز علی صاحب دیوبندی، مولینا حافظ ظہور احمد صاحب، مولینا عبد السمیع صاحب، مولینا محمد ادیس صاحب میرٹھی، جناب مولینا عبدالرزاق صاحب، محدث شہیر مولینا محمد صدیق صاحب نجیب آبادی، مولینا محمد حسین صاحب بہاری، مولینا محبوب اللہ صاحب، حضرت مولینا فخر الحسن صاحب سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، محقق عصر حضرت مولینا سعید احمد اکبر آبادی، حضرت مولینا ضیاء الحق (داماد حضرت شیخ الہند) مولینا خدا بخش پنجابی حضرت مولینا محمد سکندر، سبحان الہند حضرت مولینا احمد سعید، مولینا قاری عطاء الرحمن پانی پتی، مولینا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی، حضرت مولینا مسعود رامپوری، مولینا محمد حسن صواتی، حضرت مولینا مفتی محمد کفایت اللہ اور شیخ الاسلام حضرت مولینا شبیر احمد عثمانی رحمہم اللہ اجمعین :-

اَوَّلَمَكَ اَبَانِي فَجَعَلَنِي بِمِثْلِهِمْ - اِذَا جَمَعْتُنَا يَا جَرِيرٌ فِجَامِعٍ

(قاسم عفی عنہ)



# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## تمهید

۱

الحمد لله الذي جعل علم السلوك والتصوف شفاءً لقلوب المؤمنين. وطهر به نفوسهم من الشكوك والاهام والحسد والمكر والرياء والكبر فنا لواقم العارفين. وزين اسرارهم بالحلم والتواضع والعبادة والرياضة والمجاهدة والذكر وصحبة الابرار ومبايعة النجباء فلقبوا بالذاكرين والاولياء الكاملين. وفازوا بإشاعة كلمة الحق والاسلام وتزكية الافئدة بمثابة حيرت امثال الرازي واخي سينا من الذين قصرت همتهم من الوصول الى ارباب السلوك الطائعيين لاحكام رب العالمين. والصلوة والسلام على سيدنا ومولينا وشفيعنا محمد بن الذي اعطى علم الاولين والاخرين ولقب في القران بطه وليس الذي جمع الشريعة والطريقة والحقيقة والمعرفة في كلمة التوحيد من غير افراط وتفريط ودعا الى السعادة الابدية للطائعين والقانتين. والمستغفرين بالاسحار والساكرين لالاء رب العالمين. وعلى اله واصحابه الذين اتبعوه باخلاص واحسان فصاروا امناء الدين لجميع المسلمين وكافة المؤمنين. فواها لمن مشى مشيهم وتفا للمعرضين عنهم والمستكبرين. اما بعد :

فلما كان كتاب ومد المریدین لشیخ الاسلام الصوفی الصافی العلامة الفهامة بابا داود الخاکی الحنفی الکشیری اعلی الله مقامه محتویاً علی نهاء اربع مائة شعر فی النظم الفارسی مادحاً الشیخه شیخ شیوخ زمانه

وقطب اوانه سلطان الكاملين برهان العارفين غوث الواصلين من سبده  
اهل الحق واليقين الشيخ حمزة المخدومي المحبوبي قدس الله سره العزيز و  
رفع درجته في اعلى عليين والمسلمون تلقوا كتابه بالتبوك قرنا بعد قرن  
ومن انا بعد انقراض زمانين والكن الفارسي قد عز عليه الدهر الغشوم وبز من  
المسلمين شوكة الدين فصار هذا الكتاب محدودا في السنة بعض العالمين  
اسادت بالهام الله سبحانه وتعالى تعريبه شعر بشعر ونظما بنظم على  
وزنه وبجده الذي اختاره الشيخ رحمه الله ليحتم جدواه ولتفكر اهل  
العلم والمعرفة على ما كان عليه الشيخ رحمه الله من المذهب والمسلك و  
البشرى وقسمت هذا الكتاب على الجزئين الجزء الاول قد شاع في  
اختتام سنة ۱۲۰۰هـ واقام هذا الجزء الثاني قد فرغت من تبييضه وتكميله  
في اواخر سنة ۱۲۱۱هـ واصفقت من قريحتي ثلاثين شعرا في مدح الشيخ حينما  
كان اهل كشيروني حيين وبصين ومرتق وفتق وجمد وابتلاء والرنا ايا  
تتوالى عليهم مثل الامطار على الازهار والاشجار والدموح تجرى من  
العيون كالانهار ومع ذلك كنت مصروفا في مهمات اخر من لجنة تبليغ  
الاسلام جامون كشيرومد ارسها وباهتمام الكلية الحنفية وتاليفات  
اخر وكنت كما قال التفتازاني رحمه الله الشعره

فيومًا بجزوي ويومًا بالعقيق \* وبالعزيز يومًا بالخليصا  
وبالجملة قد شرفني الله سبحانه وتعالى ببركة هذه الخدمة الحقة  
وقدما فرغت من اشاعة الجزء الاول بزيارة رياض الاولياء الكاملين بيغداد  
لاسيما زيارة سدة سيد الاولياء الكاملين الشيخ السيد عبد القادر  
الجيلي وبزيارة جدت سلطان الاولياء الشيخ شهاب الدين سهروردي  
رئيس السلسلة السهروردية وكذلك بزيارة مشهد سبط النبي  
المصطفى صلى الله عليه وسلم وغيرهم حينما كنت مدعوا في مؤتمر



حق ادائی ہوتی ہے مگر دوسری جانب ہر شعر ساتھ ساتھ علم احسان کے بلند پایہ مضامین پر مشتمل ہے اس لئے اگر اس کتاب کو کتاب و سنت و تعامل سلف صالحین کا مرقع اور جوہر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا اور دین حق وہی ہے جو سلف صالحین نے سمجھا ہے اور جن کی انہوں نے عمل کیا ہے۔ اسکے خلاف دورِ حاضر کے مغرب زدہ اربابِ قلم نے اگرچہ بظاہر دینِ اسلام کو کچھ دیا بھی ہو مگر حق یہ ہے کہ اس کا اصلی مزاج چھین لیا ہے۔ مگر ماشاء اللہ سلف صالحین خاص کر علامہ خاکی نے اپنی تصانیف عالیہ میں ذرہ برابر بھی شریعت و طریقت، معرفت و حقیقت کے حدود سے تجاوز نہیں کیا ہے اس لئے مجھے اپنے اس محسن اعظم کی یہ علمی محنت بہت پسند آئی اور جی میں یہ خیال آیا کہ آپ کی اس علمی محنت کو اور بھی زیادہ وسعت دینے کی ضرورت ہے۔ اسی لئے ورد الہریدیٰ کے ابیات شریفہ کو عربی اشعار کے لباس میں منتقل کرنے کی سعی کی کیونکہ اہل کشمیر اور بیرون کشمیر میں فارسی زبان کا ذوق و شوق اب قصہ پارینہ بن گیا ہے۔ اسکے مقابلے میں عربی زبان کو بین الاقوامی حالات کی وجہ سے گذشتہ چند سالوں سے کچھ مقام دیا گیا ہے اور لوگ گردشِ زمانہ کے باوجود اسکی جانب راغب ہیں لیکن درپیش مسئلہ یہ تھا کہ عربی اشعار کا بحر و وزن اصل ابیات شریفہ کے بالکل مطابق ہوں اور اشعار کے مطابق با محاورہ ترجمہ کیا جائے۔ اہل زبان و ارباب علم و دانش خوب جانتے ہیں کہ اتنے بڑے طولانی قصیدہ کو عربی اشعار میں منتقل کرنا کارے دارد والا معاملہ ہے۔ خاص کر مجھ بیچارے کے لئے جس کو شعر و شاعری سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اپنے شیخ حضرت امام ابو حنیفہؒ ہند علامہ مفتی محمد کفایت اللہ سابق صدر جمعیتہ علماء ہند و مفتی اعظم برصغیر کے یہ تین ابیات مبارکہ کانوں میں ہمیشہ گونجتے ہیں۔

وَلَوْ لَا اللَّهُ أَنْزَلَ فِي الْكِتَابِ  
كَفَانًا قَوْلُ قَوْلِينَا الْهَبَامِ  
وَلَوْ لَا الشُّعْرُ بِالْعُلَمَاءِ يُزْرَى  
لَكُنْتُ الْيَوْمَ أَشْعَرُ مِنْ لَبِيدِي

(روض الریاحین)

مگر حضرت محبوب العالمؒ اور دیگر اولیاء کرام کی عقیدت و محبت غالب آئی تو میں نے ایک مبارک



خواب کی بناء پر اپنی علمی بے لفاظی کو نظر انداز کر کے ورد المریدین کی تعریب اور تحقیق و تفتیش کا کام مندرجہ ذیل امور کے پیش نظر شروع کر دیا :-

اولاً: ہر فارسی شعر کو عربی کا لباس زیب تن کیا۔ اصلی بحر اور ضرب و عروض کا پورا خیال رکھا اور کھداند کسی بھی شعر کے ضرب و عروض میں زحاف نہیں آنے دیا۔

ثانیاً: ہر شعر کا با محاورہ اردو ترجمہ کیا تاکہ اصلی کتاب سے استفادہ کر نیوالے خواص و عوام کو یگانہ استفادہ کا موقع ملے۔

ثالثاً: ضروری قاری یا عربی الفاظ کی لغوی تحقیق اردو میں کی اور ہر ضروری لفظ اور اس کے متناسب کلمات کے مختلف معانی بیان کئے۔ اس میں لغت عربی کی متعدد کتابوں خاص کر "المُنْجِد" سے بھرپور استفادہ کیا۔ قارئین اکثر و بیشتر اشعار کے ضمن میں التحقیق اللغوی کے عنوان سے ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

رابعاً: ہر شعر کا خلاصہ اور مختصر شرح دستورالساکن شرح ورد المریدین سامنے رکھ کر تحریر کی۔ بعض مقامات پر حسب ضرورت ضروری اضافات بھی کئے گئے ہیں۔

خاصاً: اہل علم حضرات پر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ ورد المریدین دراصل غنیۃ الطالبین کے اُس باب کا نقش ثانی ہے جو پیر مریدی اور علم سلوک کے متعلق حضرت غوث الاعظم شیخ السید عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ رئیس الاولیاء نے تحریر فرمایا ہے۔ لہذا ادیب المریدین ہو یا غنیۃ الطالبین بہر حال سلوک کے متعلق اولیاء متقدمین و متأخرین کا ایک ہی مسلک ہے اس سے جو لوگ تجاوز کرتے ہیں درحقیقت وہ اجماع اُمت سے اپنی براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ اعاذنا اللہ من ذلك۔

سادساً: اگرچہ کتاب کے جلد اول میں حضرت علامہ خاکی رحمہ اللہ کے حالات طیبات اور علم تصوف کی افادیت پر چند سنحیات قلم بند کئے ہیں مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ وہ ناکافی ہیں۔ ان شاء اللہ العزیز اس موصوع پر اور حضرت سلطان العارفين اور ان کے مشائخ و خلفاء کرام کے حالات پر آئندہ تکملہ تاج العارفين کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھ کر اسکی تلافی کی جائیگی۔

سابعاً: آخر میں حنیز نے اڑتیس (۲۸) عربی طبعزاد اشعار میں حضرت سلطان العارفين کو خراج

عقیدت پیش کی ہے۔ بعون اللہ تعالیٰ سبحانہ اب تاج العارفین مجموعی طور پر عربی، فارسی اور اردو کا ایک انمول نسخہ بن گیا۔ یعنی چار سو سال کے بعد ورد المریدین اس شان و اہتمام کے ساتھ عقیدت مند ان درگاہِ محبوبیہ اور اہل علم حضرات کی خدمت میں پیش کرنیکی سعادت خاکسار سے پیشتر کسی نے حاصل نہیں کی۔ الحمد للہ رب العلمین حمدًا اکثراً  
وَصَلَّى اللهُ عَلَيَّ النَّبِيِّ وَالْآلِهِ

ثامناً، اتنی محنت شاقہ کو یاد آور کرنے کے لئے ایک ماہر ترین ناشر (جو خود بھی عربی زبان کا نہ صرف آشنا بلکہ ادیب و اریب بھی ہو) کی ضرورت تھی تاکہ کتاب شایانِ شان طریقہ سے شایع ہو جائے، اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جناب عزیز گرامی جناب مولانا محمد امین صاحب و اجدی سلمہ اللہ مصنف کشمیر و العالم الاسلامی - عربی) جنرل سکریٹری جمعیتہ علماء اسلام جموں و کشمیر مالک کتب خانہ ہمدرد سرینگر نے میری فقیرانہ استدعا اور بارگاہِ عالیہ سلطانہ کے ساتھ بے پناہ عقیدت کی بنا پر کتاب کو شایانِ شان طریقہ سے شایع کرنے کی تمام ذمہ داریاں قبول کیں، شُکراً للہ سعیداً۔

قاسماً: اس کتاب کے جمع و تالیف، تدوین و تبییض میں بیس سال صرف ہوئے۔ اس سے میرا مقصد اور میرے رفقا و کرام کا مقصد یہ ہے کہ

از آفتابِ ناباں غم نیست روزِ محشر  
بگرد بزیرد امانِ محذوم شیخِ حمزہ

اس ضمن میں ناسپاسی ہوگی اگر میں رفیق محترم جناب سید غلام محی الدین شاہ رضا رفاعی جانشین و فرزندِ سیادت پناہ میر سید یاسین رفاعی نور اللہ مرقدہ اور عزیز مکرم خواجہ شوکت حسین حسنا کینگ فرزندِ نوا جسہ محترم صدیق حسنا کینگ قادری مرحوم و مغفور کا شکر یہ ادا نہ کروں جنہوں نے اس معاملہ میں وقت و وقت پر مفید اور گراں قدر مشوروں سے نوازا۔ فجزاہما اللہ خیر الجزا فی الدارین۔

ہذا ما عندی وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ واولیاء ائمتہ و علماء شریعتہ

خاکسار

ابوالمعالی قاسم البخاری

اجمعین

## القصيدۃ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بارگاہ سلطانی رحمہ اللہ میں خراج عقیدت اور التماس کے طور پر کمترین کی طرف سے ۳۸

لمبغزاد اشعار پیش خدمت ہیں :- (بخاری)

فَالرَّجَاءُ مِنْ رَحِيمِ كَوْنَهُ لَهُ غَافِرًا  
 شَيْخُ خَاكِي قَد مَدَحُ لَشَيْخِ حَمَزَةَ مُوْتَرًا  
 مِنْ مَقَامِ شَيْخِ حَمَزَةَ وَشَيْخِ غَائِرًا  
 وَكَذَا رُبُّ الْمُرِيدِينَ بِالشُّيُوخِ نَسْرًا  
 بِأَسَاحِي كُتُبِ فَيَنْ نَاطِمًا وَنَاشِرًا  
 كُتُبَ هَذَا الْفَنِّ طَرًّا وَتَزْيِيدُ ذَاكِرًا  
 لِأَجْلِ عَلِيٍّ كَانَتْ بَاعِيٍّ مِنْهُ حَمًا قَاصِرًا  
 أَنْ تَعْرِيْبِ الْكِتَابِ مِنْكَ حَقًّا زَبْرًا  
 إِنَّ صَعْبًا عِنْدَ رَبِّكَ حِينَ شَاءَ أَسِيرًا  
 خَائِفًا كَيْ لَا أَكُونَ عِنْدَ رَبِّي خَاسِرًا  
 فَيَحْمَدُ اللَّهُ فَرَعْتُ الْيَوْمَ مِنْهُ نَافِرًا  
 تَحْتَوِي عَلَى ثَلَاثِ مِائَةِ شَعْرًا بِسْرًا  
 كَلَّمَاعَرَبِيَّتِ وَاللَّهُ بِبَيَانِ أَزْهَرًا  
 لِدَوَائِ وَشِفَاءٍ لِلْمُرِيدِينَ بَاهِرًا  
 إِنَّ رَبِّي لَيَمِينٌ أَمْعَفًا وَأَصْبَغَرًا  
 مَا دَخَلَ الشَّيْخُ حَمَزَةَ غَوْتِ حَقِّ وَافِرًا  
 الَّذِي قَد دَافَعَ عَنِ دِينِ حَقِّ قَاهِرًا  
 بِاللِّسَانِ وَالْمِجْنَانِ وَالْكَرَامَاتِ غَائِرًا

لِلَّامَا جَدُّ مِنْ بُخَارِي التَّمَّاسُ لِلدُّعْلَمِ  
 سَادَقِي مَا رَمْتُ تَعْرِيْبِ قَصِيدَةَ شَيْخِنَا  
 فَلَعَمْرِي صِرْتُ حَيْرَانًا لِمَا شَاهَدْتُ فِيهِ  
 وَنِكَاتٍ مِنْ تَصَوُّفٍ وَلَوَازِمِ السُّلُوكِ  
 كَمَا مَضَاهِينَ إِنْ تَقَى فِي كِتَابِهِ مِنْ فُحُولِ  
 فَالْقَصِيدَةُ الشَّرِيفَةُ قَدْ حَوَتْ فِي تَعْرِهَا  
 وَلِذَا كُنْتُ أَفْرًا أَمْرَ تَعْرِيْبِ الْكِتَابِ  
 بِيَدِ أَنْ رَبِّي الرَّحْمَنُ الَّذِي فِي الْفُؤَادِ  
 إِيْمَانُ صَعْبٌ وَسَهْلٌ عِنْدَ رَبِّكَ مُسْتَوِي  
 غَيْبٌ هَذَا قَدْ شَرَعْتُ أَمْرَ تَعْرِيْبِ الْكِتَابِ  
 فَيُنَبِّئُ قَدْ بَدَلْتُ مَا أَرَدْتُ مِنْ كِتَابِ  
 فَالْقَصِيدَةُ الَّتِي عَثَرْتُ عَنْهَا بِالْكِتَابِ  
 وَكَذَا الثَّلَاثُ وَالسِّتِينَ شَعْرًا كَالدَّرِ  
 إِيْمَانُ وَرَدُ الْمُرِيدِينَ شَاهِدٌ لِمَا أَرَى  
 مِنْ ذِي لَا أَرَى الْآنَ قَدْ سَبَقَ فِي مِثْلِهِ  
 وَلِذَا أَفْدَى بِنَفْسِي شَيْخَ خَاكِي الَّذِي  
 شَيْخُ حَمَزَةَ شَيْخُ أَرْبَابِ السُّلُوكِ وَالْفَنَّا  
 إِنَّهُ قَدْ دَافَعَ عَنِ دِينِ حَقِّ بِالْجَهَادِ

كَاشْفَاعِنُ وَجْهِهِ مَا شَرَّ خَلْقٍ غَبَّرَا  
 مَا بَقِيَ مِنْ أَصْلِ دِينٍ غَيْرِ سَمِ ظَاهِرًا  
 تَابِعًا لِلشَّرْعِ جِدًّا وَرَبِّهِ ذَاكِرًا  
 بَلْ وَسُلْطَانًا عَظِيمًا مِنْ إِلَهٍ قَسْرًا  
 غَيْرَ كَوْنِي تَحْتَ ظِلِّهِ يَوْمَ طَيِّ مُبَشِّرًا  
 هَكَذَا لِلأَوْلِيَاءِ مَا خَلَا تَنْ أَنْكَرًا  
 شَيْخُ إِسْلَامِ ابْنِ تَيْمِيَّةٍ أَيْضًا قَدَّرَا  
 ثُمَّ صَارُوا مُنْكَرِينَ قَوْلِ حَقِّ صَدْرَا  
 فَلِمِثْلِي الشَّفَاعَةَ مِنْهُ حَقًّا أَجْدَرَا  
 كَوْنُهُ لِي شَافِعًا إِنْ شَاءَ رَبِّي نَاصِرَا  
 كَوْنُ مَرْءٍ بِأَلَذَى أَحَبَّةٍ قَدْ أَظْهَرَا  
 جِئْتُ بِأَبِكَ طَالِبًا لِلْعَفْوِ كُنْتُ سَائِرَا  
 لِيَحْلُ مَعْضَلَاتِي كُنْتُ أَنْتَ أَقْدَرَا  
 صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ مَعَ صَاحِبِهِ أَوْفَرَا  
 عَشْرَ سَنَوَاتٍ عَلَيْهَا تَمَّ ذَلِكَ صَابِرَا  
 وَاعْفُ عَنِّي مَا ارْتَكَبْتُ مِنْ خَطَايَا قَاصِرَا  
 لِأَجْلِ يَوْمٍ يَجْعَلُ الْوَلَدَانَ شَيْبًا حَشِرَا  
 وَبِأَلِهِ وَصَحْبِهِ فِي الْكِتَابِ أَشْهَرَا  
 شَانُهُ فِي الْعَالَمِ الْيَوْمَ لِأَضْحَى أَنْهَرَا

سَيِّمًا مِنْ أَهْلِ سُنَّةٍ وَالْجَمَاعَةِ جَاهِدًا  
 فَلَعَمْرِي إِنَّهُ لَوْ لَمْ يُشْمِرْ ذَنْبَهُ  
 إِنَّهُ كَانَ تَقِيًّا وَرِعًا عَنْ شُبُهَةِ  
 إِنَّهُ مَجْبُوبٌ حَقٌّ ثُمَّ مَخْذُومُ الْوَرَى  
 مَا ابْتَغَى مِمَّا جَهْدَتْ تَمْدَحَ أَحَدٍ مِنْ أُنَامِ  
 وَشَفَاعَةُ النَّبِيِّينَ يَوْمَ جَمْعٍ ثَابِتُ  
 وَشَفَاعَتُهُمْ بِأَذْنِ رَبِّهِمْ لِلْمُسْلِمِينَ  
 إِنْ أَسْفَى لِلَّذِينَ يَمْدَحُونَهُ بِاللِّسَانِ  
 شُكْرًا لِلَّهِ إِنْ شِئْنِي شَيْخُ حَمْرَةَ مِنْ كَبِيرِ  
 هَكَذَا مِنْ شَيْخِ خَاكِي رَوْحِ اللَّهِ رُوْحَهُ  
 سَادَتِي إِشْرَادُ مَوْلَانَا النَّبِيِّ ثَابِتُ  
 يَا كَرِيمُ يَا رَحِيمُ أَنْتَ حَالِي تَعْلَمُ  
 وَأَقْدَمُ إِلَيْكَ رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ  
 خَيْرُ زَادِي حِينَ الْقَالِ حُبُّ طَهٍ بِالْيَقِينِ  
 فِي اخْتِمَامِ سَنَةِ الْفِ وَا رُبْعِ مِائَةِ بَارِزِيادِ  
 وَتَقَبَّلْ رَبِّ مَا قَاسَيْتُ فِي تَعْرِيهِ  
 وَأَجْعَلْ هَذَا الْجُهْدَ مِنِّي لِذَخِيرَةِ النَّجَاةِ  
 وَبِحَبِّكَ إِمْلَأْ قَلْبِي مَعَ حُبِّ الْمِصْطَفَى  
 شُكْرًا لِلَّهِ أَنْ دِينِ الْمِصْطَفَى قَدْ اعْتَلَى

أُدْعُ يَا أَبَا الْمَعَالِي بِالْخُشُوعِ رَبِّكَ

أَنْ تَكُونَ يَوْمَ حَشْرَتِي تَحْتَ ظِلِّهِ سَائِرًا



# پیش لفظ

ان : فاضل عبقری، عالم اریکی جناب مولانا سید محمد اشرف صاحب اندرانی  
رکن خصوصی انجمن تبلیغ الاسلام جموں کشمیر۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تاریخ شاہد ہے کہ صوفیای کرام رضوان اللہ علیہم نے ہر دور اور ہر خطہ ارضی میں اسلام کی ترویج و اشاعت اور احیاء سنت کے عظیم الشان کارنامے انجام دئے ہیں اور مسلمانوں کی ملی شیرازہ بندی کے ساتھ ان کی اخلاقی و روحانی تربیت میں اہم رول ادا کیا ہے، تصوف کیا ہے؟ اس کا ماخذ (مادہ اشتقاق) کیا ہے؟ اس کا استعمال علوم اسلامیہ میں کب سے شروع ہوا ہے؟ ان مباحث اور ان سے متعلق اختلاف آراء سے قطع نظر کر کے دیکھنا یہ ہے کہ اس علم کا موضوع کیا ہے اور اس باب سے میں کتاب و سنت سے ہمیں کیا رہنمائی حاصل ہوتی ہے، سو یہ امر اجلہ صوفیہ اور علماء حق میں مسلم ہے کہ تصوف کا موضوع عرفان حق اور تزکیہ نفس ہے اور اسکی اساس اخلاص فی العمل اور صفائی نیت پر ہے۔ قرآن مجید میں حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا مقصد یہ بیان فرمایا گیا ہے **هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ** (الحجہ) وہ خدا ہے جس نے اُمیوں میں انہیں میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان کو اُس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ قرآن کریم کی متعدد آیات میں اس مضمون کو جس تکرار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ایسے نفوسِ انسانیہ کا تزکیہ ہی ہے اور آخرت میں انسان کی فلاح و نجات کا مادہ تزکیہ نفس پر ہے۔ ارشاد باری عزّ اسمہ ہے **قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا** (الشمس) فلاح پائی اُس نے جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور داسا ہوا جس نے نفس کی گندگیوں پر پردہ ڈالا۔ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوا ہے **قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى** (الاعلیٰ) فلاح دکا میا پائی اُس نے جس نے تزکیہ نفس کیا اور اپنے رب کے نام کو یاد کیا اور نماز ادا کی، اسی طرح قرآن حکیم نے عرفان حق، صفائے قلب



اور پاکیزہ اخلاق و سیرت سے متصف ایمانی کیفیت کو تقویٰ و احسان کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔

احسان کی تعریف حدیث جبریلؑ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سوال کے جواب میں کہ احسان کیا چیز ہے؟ اس طرح فرمائی: **أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ**۔ یعنی احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اسکو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ کیفیت پیدا نہ ہو سکے تو کم از کم یہ حقیقت ذہن نشین رہے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ یہی کیفیت تصوف کی اصل ہے اور اسی کا حصول صوفیاء کرام کا منہاٹا ہوا مقصود ہے۔ گویا قرآن مجید میں جس چیز کا نام احسان و تقویٰ ہے اسی کو اصطلاح قوم میں تصوف، سلوک اور طریقت کا نام دیا گیا ہے۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بفرق مراتب اس ایمانی کیفیت کے حامل تھے اور حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کیمیا اثر سے وہ اخلاقِ رذیلہ سے پاک اور اخلاقِ حمیدہ عالیہ سے آراستہ ہوئے تھے۔ لیکن ان میں سے بعض حضرات خصوصی طور پر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال اتباع اور آپ کی ذات والصفات کے ساتھ والہانہ محبت کی بنا پر آپ کی نسبت باطنی کے این اور روحانی کمالات کے مظہر بن گئے تھے۔ یہی حال عام طور پر تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم کا تھا، کہ ان میں سے بھی بعض حضرات اپنے زہد و تقویٰ اور عبادت میں غیر معمولی انہماک کی وجہ سے زہد و عابد اور عارف و سالک کے القاب سے ملقب و ممتاز ہوئے۔ چونکہ زہد و عبادت کا دعویٰ بعض اہل بدعت لوگ بھی کرنے لگے تھے اس لئے اہل سنت و جماعت کے طریقہ خاص کو جو مادی نگاہوں سے دور رہ کر ذکرِ الہی اور اشغالِ روحانی میں اپنے اوقات صرف کرتے تھے، اہل صفایا صوفی کے ممتاز القاب سے یاد کیا جانے لگا اور ۳۱ طرح تصوف و صوفیا کی اصطلاحات کا رواج دوسری صدی ہجری کے اواخر میں ہو چکا تھا۔ اگرچہ علماء ربانی محدثین کرام اور مجتہدین و فقہا رضوان اللہ علیہم اجمعین عام طور پر احسان و سلوک کے اوصاف سے مزین اور روحانی اقدار و معارف سے لذت آشنا تھے تاہم ان میں سے ایک معتدبہ طبقہ نے اپنی مقاسم زندگیوں کے تمام احوال و شؤون کو تصوف کے سانچے میں ڈھال کر اسی طریقہ کو وصول الی اللہ کا وسیلہ اور تبلیغ و اشاعت دین کا ذریعہ بنایا۔ فتوحاتِ اسلامیہ کے ساتھ ساتھ صوفیاء کرام کی اس جماعت کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا، تعلیم و ارشاد کے لئے جا بجا خانقاہیں اور مدارس قائم کئے گئے۔ دورہ راز کے سفر طے کر کے ان حضرات نے جہاں اپنی قدسی سفارت سیرتوں کی مدد سے لاکھوں

انسانوں کو حلقہٴ جگوشِ اسلام بنایا وہیں مُستشرقین کی ایک ایسی جماعت بھی تیار کرتے رہے جو ان کے بعد ان کے مشن کو آگے بڑھاتی رہی اور تعلیماتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے عملی نمونے بن کر ظلمتِ کفر میں مخلوقِ خدا کے لئے مینارِ نور کا کام دیتے گئے۔

صوفیاء کرام کی اس مقدس جماعت نے حضرت امام ربانی میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں سرزمینِ کشمیر میں ایمان و عرفان کی مشعلِ روشن کی اور اپنی مسیحی نفسی سے لاکھوں انسانوں کے مردہ دلوں کو حیاتِ نو سے ہمکنار کیا، کسی سیاسی انقلاب اور جنگ و جدال کے بغیر وادیِ گلپوش کے چتہ چتہ کو توحید و رسالت کے دلنواز پیغام سے فردوسِ گوش بنایا۔ جگہ جگہ علم و عرفان کی محفلیں آراستہ کیں اور سعادت مند روجوں کو نہ صرف یہ کہ علومِ اسلامیہ سے بہرہ ور کیا بلکہ ذکر، اذکار اور اشغال و اعمالِ روحانی کی تربیت دیکر ان کے قلوب کو مہبطِ انوارِ الہی بنایا۔

کشمیر کے دامنِ اسلام کے ساتھ وابستہ ہونے کے بعد جن کشمیری نثر اور نفوسِ قدسیہ کو حق تعالیٰ نے ولایتِ کبریٰ کے مقام پر فائز کیا اور اپنے خصوصی خلعتِ محبوبیت سے نوازا، ان میں ایک ممتاز نام حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، موصوف نہ صرف ایک بلند پایہ صوفی، عارفِ باہر اور شب زندہ دارِ سالک تھے بلکہ اپنے وقت کے عظیم مبلغِ اسلام اور محی السنۃ بھی تھے۔ آپ نے فتنہٴ رفس کی سرکوبی کے لئے جو مجاہدانہ کارنامہ انجام دیا ہے اور اس فتنہ کا قلع قمع کر کے اہلسنت و جماعت پر جو احسان کیا ہے، تنہا وہی آپ کی جلالتِ شان کے لئے کافی ہے، حق جل مجدہ نے آپ کو مقامِ محبوبیت عطا فرما کر "محبوب العالم" کے پایرے لقب سے اپنے بندوں میں مشہور فرمایا۔ آپ کے مریدانِ باصفائے میں سے حضرت علامہ بابا داؤد خاکی رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، حضرت علامہ اپنے زمانے کے ایک متبحر عالمِ دین، مایہ ناز ادیب، شاعر اور مصنف تھے۔ حضرت محبوب العالم کے دامنِ ارادت سے منسلک ہونے کے بعد آپ نے فخر و درویشی کا طریقہ اختیار کیا اور شاہی دربار کے ساتھ وابستگی ترک کر کے کامل طور پر اپنے پیرو مُرشدِ گرامی کے دربارِ گہر بار سے وابستہ ہو گئے، موصوف اپنے شیخ و مرشد کے سچے عاشق اور آپ کے طریقہٴ شریفیہ کے بااختصاص علمبردار تھے۔ موصوف نے اپنے پیرو تنظیم کی مدح میں فارسی زبان میں ایک بلند پایہ قصیدہ نظم فرمایا جو "ورد المریدین" کے نام سے موسوم ہوا اس کی شرح بھی خود آپ نے "دستور الساکین" کے نام سے لکھی ہے۔ "ورد المریدین" میں حضرت علامہ خاکی رحمۃ اللہ علیہ

نے اپنے مرشد گرامی قدر کے احوال و مقامات، کرامات و ارادات، ریاضاتِ شاقہ اور ملی خدمات کے علاوہ تصوف و سلوک کے نکات اور مشائخ و اربابِ معرفت و سلوک کے واقعات وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔ گذشتہ (تقریباً) چار صدیوں سے یہ قصیدہ اربابِ ذوق اور اصحابِ سلوک میں متداول رہا ہے مصنفِ رحمۃ اللہ علیہ کی خود تالیف کردہ شرح و ستور السالکین کے علاوہ اس کی کئی شرح لکھی گئی ہیں اور اردو و کشمیری زبان میں بھی اسکے ترجمے کئے گئے ہیں۔ اگرچہ یہ ترجمے اور شرح راقم کی نظر سے نہیں گذرے ہیں، تاہم ان کے متعلق بعض اہل علم حضرات سے جو کچھ سنا تھا اس کے پیش نظر ایک ایسی شرح کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی جو اس قصیدہ میں بیان کردہ تمام مضامین کی گہری کھول سکے اور اس کے مطالب کو سمجھنے میں مہم و معاون ثابت ہو، ظاہر ہے کہ یہ کام وہی شخص انجام دے سکتا تھا، جسے فارسی زبان پر کامل عبور حاصل ہوتا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اس زبان پر بھی قدرت رکھتا ہو جس میں ترجمہ و شرح لکھنے کا ارادہ ہو، نیز تصوف و سلوک اور سیرتِ مشائخ و اصطلاحاتِ صوفیہ اور ادبِ ارشاد و تلقین سے بھی بخوبی واقف ہو، حق تعالیٰ نے یہ سعادت و ادبی کمیشنر کے معروف عالم دین حضرت مولانا سید محمد قاسم صاحب بخاری مدظلہ کی قسمت میں بھیجی تھی، موصوف نہ صرف یہ کہ عربی، فارسی اور اردو زبان کے جید عالم اور صاحبِ قلم ہیں بلکہ وادیِ طریقت کے رہ نورد اور تصوف و احسان کے رمز آشنا بھی ہیں۔ خود بھی صاحبِ نسبت ہیں اور سلفِ صالحین بالخصوص اربابِ سلوک و معرفت کے عقیدتمند اور ان کی تعلیمات کے داعی و مبلغ بھی ہیں، موصوف کی یہ جدت لائقِ تحسین ہے کہ انہوں نے اس قصیدہ کا عربی نظم میں ترجمہ کیا ہے اور قصیدہ کی اصل سحر اور وزن کو اس کے عربی نقش میں بھی برقرار رکھا ہے۔ یہ کام کس قدر مشکل ہے، اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جنہیں اس وادی سے کبھی گذرنا پڑا ہو، اول تو ایک زبان کے ادب پاسے کا دوسری زبان میں ترجمہ کرنا ہی مشکل کام ہے، دوم ایک زبان کے منظوم کلام کا دوسری زبان کے منظوم کلام میں ترجمہ کرنا اور سبھی دشوار ہے اس لئے کہ نظم اور شعر کا حسن اور اس کی خوبی "آمد" میں ہے اور ظاہر ہے کہ ترجمہ آمد نہیں "اورد" ہوتا ہے الا ماشاء اللہ۔ اس بنا پر ترجمہ میں اصل کی خوبی اور اس کے محاسن کو برقرار رکھنا اگر محال نہیں تو انتہائی مشکل ضرور ہے۔ پھر فارسی یا کسی اور زبان کے اشعار کا عربی میں ترجمہ کرنا تو بہت ہی دشوار ہے اس لئے کہ عربی زبان جو نظم میں بالخصوص اُمّ اللسنة ہے اس کا منفرد

اسلوب اور شاعری میں اس کا طنطنہ اور جلال دوسری آئینہ کو خاطر میں ہی نہیں لاتا، لہذا دوسری زبان کے مطالب کو بیان کرنے کے لئے اسے لازماً اپنے بلند اور پرشکوہ مقام سے نزول کرنا پڑے گا جس سے اسکی ادبی حیثیت و شوکت مجروح ہو سکتی ہے۔ بہر حال مولانا بخاری صاحب مدظلہ نے اس مشکل پر بڑی حد تک قابو پا کر اصل اشعار کا عربی میں ترجمہ کرنے کے بعد حاشیہ میں عربی الفاظ کی لغوی اور صرفی نحوی تحقیق بھی درج کر دی ہے، علاوہ انہیں اردو میں دستورالساکنین کی روشنی میں مفصل شرح بھی لکھی ہے، شارح مدظلہ نے شرح میں ان تمام امور کو ملحوظ نظر رکھا ہے جن کا اس قبیل کی شرح میں مد نظر رکھنا ضروری ہے، بنیادی مطالب کے ساتھ ساتھ قصیدہ اور شرح دستورالساکنین میں بیان کئے گئے اسرار و رموز کی وضاحت کی گئی ہے، تمبیحات و اشارات کے پس منظر کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، تصوف و طریقت کی اصطلاحات کی تشریح کی گئی ہے اور اپنے بیان کردہ مطالب کو سلف صالحین اور اکابر امت کے اقوال زرین اور اشعار شیرین سے مؤید کیا گیا ہے اور جہاں کہیں ضرورت متقاضی ہوئی قصیدہ میں ذکر کئے گئے ارباب عالم و قال کے تراجم بھی دئے ہیں اور مسائل متعلقہ کو کتاب و سنت کے استدلال سے مدلل کیا گیا ہے، اقم اپنی سہل انگاری اور ”بے جا“ عظیم الفرقتی کی وجہ سے کتاب کی جلد اول کا بلا شیعاب مطالعہ نہ کر سکا اور نہ اسکی صوری و معنوی خوبیوں کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کرتا، مختصر عرض کرتا ہوں کہ قصیدہ ورد المریدین کے عربی ترجمہ اور اردو شرح کا یہ بہت خواں علامہ بخاری صاحب نے بڑی کامیابی اور خوبی کے ساتھ طے کیا ہے، اس کے لئے موصوف ہم سب کی تحسین اور شکر یہ کے مستحق ہیں۔ دُعا ہے کہ حق تعالیٰ اسے اہل ارادت اور ارباب ذوق کے لئے سکون و طمانیت کا ذریعہ بنائے اور مصنف مدظلہ کو اپنے بہترین جزا سے نوازا کام فرمائے۔ آمین۔

أَحْقَرُ الْعِبَادِ

سید محمد اشرف اندرابی





# فاتحة الكتاب

بقلم :  
الأديب الأريب والفاضل اللبيب  
صاحب السّماحة مولانا محمد أمين واجدى  
الامين العام لجمعية علماء الاسلام جامون وكشير

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله ربّ العلمين والصلاة والسلام على رسوله سيّدنا ومولانا  
محمّد رحمة للعالمين صاحب الشريعة الغراء والطريقة الزهراء وعلى اله و  
اصحابه نجوم الإهداء ما دامت الارض والسماء. أمّا بعد :  
غير خفي على ذوى العلم والنهى واصحاب المعرفة والثقى أنّ كتب التصوف  
لم تنزل باللغة الخطورة فى التاريخ والادب العربى الاسلامى إذ أنّ التصوف  
- الموسوم فى اصطلاح النصّب منصب الاحسان - هو صفة العبادات وموجزها  
يترقى به العبد المومن الى المقامات الاسنى مثل معرفة الله سبحانه وتعالى  
التي شهدت بها عدة آيات القرآن الحكيم -

من الواضح أنّ رجال الثورات والمكاييد بعد أن فشلوا فى الجبهة  
الخارجية ، تظاهروا فى الاعتناق للاسلام وبدءوا غاراتهم على هذا الدين  
القويم فى الجبهة الداخلية مبدلين جهودهم لتشويه القيم والمعارف  
الاسلامية حتى القرآن الكريم والحديث النبوى و علم الكلام والفقهاء كما  
بدءوا بتقبيح ملامح روح الاسلام أعنى بها علم الاحسان الذى قال عنه



الرسول صلى الله عليه وسلم في حديث جبرئيل عليه السلام " أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك " وتواصلت مؤامرات الأشرار والطمعانة و تزايدت حتى كادت الطريقة تعود دون ما يعتبرونها علماء الاسلام والروحانيون وظلت منفصلة لاعلاقة لها بالشرعية بالإضافة إلى ما عبرها بعض علماء السوء بالإلحاد والزندقة - معاذ الله من ذلك - وهذه الظروف لم تظهر إلا عقيب عهد الذي قال عنه الرسول صلى الله عليه واله واصحابه وسلم "خير القرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم" وهاهي الداعية التي ضجرت أهل الطريقة والولاية مثل الولي الكامل الشهير الشيخ علي بن أحمد بن سهل المعروف بابي الحسن الصوفي القرشبي رضي الله عنه المتوفى سنة ٤٤٣م الذي قام بصيخ ويقول: " التصوف اليوم اسمٌ لاحقيقة وقد كان حقيقةً لا اسمًا -"

وبعد فترة تبعه رئيس طائفة الأولياء السابقين والأخرين مولينا ومقتدينا الشيخ السيد عبد القادر الجيلاني رضي الله عنه حيث يقول ويعلم جهرًا: " كل حقيقة لا يشهد بها الشرع فهي زندقة -"

كما تداوت ألسنة الناس الوصية الأخرى أوصى بها أبو عذر السلسلة الرفاعية الشيخ الكبير السيد أحمد الرفاعي وصية نظمها الشاعر العبقرى دكتور محمد اقبال في الفارسية

بامريدے گفتے جان پدر || از خیالات عجم باید حذر  
زانکه فکرش گرچه از گردون گذشت || از حدین نبی بیرون گذشت

يقول الشيخ لبعض مسترشد به عليك أن تحذر أفكار العجم فإنها مع الرغم من إعتلاها قد اجتازت حد و ددين النبي صلى الله عليه وسلم -

وهاهي الداعية التي حضرت الروحانيين والأولياء المتقدمين على تدوين علم التصوف الذين بذلوا جهودهم المتواصلة لكتابة هذا العلم وكتبوا في شتى عهودهم كتابية أثبتوا فيها مبادئ التصوف ولم يتركوا مجالاً لأحد أن يقيم العراقيل أو يحدث المشاكل في طريق الدين أو يشوه ملامح الاسلام

بإسم التصوف وتعبيراته الباطلة كما لم يترك أئمة التفسير والمحدثون وأئمة السير والمغازي والفقهاء والكلام سعة للأشعار والطغاة ليسيئوا وجه القرآن والحديث النبوي والسير والمغازي بالتاويلات والتعبيرات الباطلة.

وفيما يلي قائمة الكتب منقها المتقدمون من الأولياء وأصبحت مراجعاً ومصادراً :

۱. كتاب اللمع في التصوف لابی الفرج سراجؒ توفي سنة ۷۸۰هـ
۲. قوت القلوب لابی الطالب المكيؒ توفي سنة ۳۸۶هـ
۳. حلية الأولياء لابی النعيم الاصفهانيؒ توفي سنة ۴۳۰هـ
۴. الرسالة القشيرية للامام ابي القاسم القشيريؒ توفي سنة ۶۵هـ
۵. كشف المحجوب السيد علي الهجویری ثم اللاهوري الشهير بـ "داتا گنج بخش" توفي سنة ۸۰۰هـ
۶. كيميائے سعادت لفيلسوف الاسلام الامام محمد الغزاليؒ توفي سنة ۵۰۵هـ
۷. فتوح الغيب للشيخ السيد عبدالقادر الجيلانيؒ توفي سنة ۵۶۳هـ
۸. منطق الطير للشيخ فريد الدين العطارؒ توفي سنة ۶۲۷هـ
۹. عوارف المعارف لرئيس الطائفة السهروردية ابي عمر شهاب الدين السهرودي. توفي ۶۳۲هـ
۱۰. فتوحات مكية للعلامة محي الدين ابن عربي. توفي سنة ۶۳۸هـ
۱۱. فصوص الحکم للعلامة محي الدين ابن عربي (المذكور اعلاه)
۱۲. مشنوی مولینا روم لمولینا جلال الدين رومیؒ. توفي سنة ۶۷۲هـ

وفي العصور الثالوية برزت ألوف كتب التصوف إلى حين الوجود بأيدي رجال التصوف والولاية نال بها المسلمون في كل أنحاء العالم خبرة عن مبادئ علم التصوف وقيم الاسلام الحقيقية ورسخ بها في أذهانهم أن الشريعة والطريقة توأمان متلازمان.

وجدير بالذكر أن أرض شبه قارة اسيا هند وباكستان تلالاً عليها كوكب الاسلام وتنورت ربوعها بنور الايمان على ايدي الروحانيين المتصوفين الدعاء إلى الله تعالى

فی طبعتهما الشیخ السید علی الهجویری اللاحوری الشهیر بـ "داتا گنج بخش" رحمة الله  
 علیه الذی رفع رأیة الاسلام فی شبه قارة اسیابعد الغازی الشهیر طیب السمعة  
 محمد بن قاسم رحمة الله علیه وصنف فی التصوف کتابا سماه "کشف المحجوب"  
 - المذكور اعلاه - الذی قال عنه رئیس الطائفة الجیستیة الولی الكامل الشیخ نظام  
 الدین اولیاء رحمة الله علیه :

" اِنّی وقفتُ علی هذا الكتاب تمامه وكلّ من لامرشد له  
 سیصبح فی غنی عن المرشد بعد أن یطالع هذا الكتاب "

وهذا الشیخ نظام الدین هو الذی عدّه مفکر الاسلام سماحة الشیخ السید ابوالحسن  
 علی الندوی دامت فیوضه فی مجددی البلّة والذین نظر الی مجاهداته الروحیة .  
 والذین تحوّلت بجهودهم المتتالیة بقعتنا کثیرا الی بقعة مبارکة اسلامیه  
 تنفیاً فی ظلال الاسلام فی مُستهلّم الشیخ السید عبد الرحمن شرف الدین الملقّب  
 بـ "بلبل شاه" الذی غرس فی کثیر شجرة الاسلام وبعد فترة قلیلة قدم من ایران  
 الداعیة الکبیر والمرشد الروحی الشیخ السید علی الهمدانی الذی سقى وروى  
 هذه الشجرة فتورّت وأسلم علی یدیه أفلیئة الشعب اکثمیری کان من جهاذة  
 العلماء وفضائل العلم متصوّفاً ، ذامکانة رفیعة ، طموحاً ، فیلسوفاً ، داعیة  
 کبیراً وفارساً فی ساحة السلوک والتصوّف حتّى أقتناعیه ونوّهه سماحة رئیس  
 المحدثین فی الهند الامام الشاه ولی الله الدهلوی رحمة الله تعالی علیه فی  
 کتابه - الإنتباه فی سلاسل الاولیاء - وذكره باسم علی ثانی "

وللشیخ السید علی الهمدانی رحمة الله مساهمات عديدة علی صعبید  
 وطننا کثیر فی بثّ التعالیم الإسلامیة والروحیة النظیفیة من الشواہب الوثنیة  
 والبدع والخرافات . وقد صنف عدة کتب منها ما طارت صیته ونال سمعة  
 طیبة فی العالم الاسلامی باسم "ذخیرة الملوک" وأمثاله بالاضافة الی شرحه  
 فی الفارسیة والعربیة لفصوص الحکم للشیخ المتصوّف محی الدین ابن عربی

الموحد لفكرة وحدة الوجود .

من سعادة مسامى كثير انهم تواصلوا بمتشعون من أفكار الروحانيين والعلماء  
الربانيين عبر التاريخ الاسلامى فى كشمير وهذه الداعية هى التى فشلت مكابدة  
الطغاة الطامعين الى تشويه ملامح الاسلام حتى أن بعض الشيوخ - مع الرغم  
من جهودة المتواصلة لترسيخ فكرته الباطلة فى اذهان مسامى كشمير - لم يقف  
ورجع الى وطنه خائباً وفاشلاً. ومثل هذه الشيوخ يعتبره صاحب المثنوى مولانا  
جلال الدين رومى روح الله روحه بالشيخ البطال وكثير مثل هؤلاء الشيوخ لم  
يزالوا يرفعون رأسهم فى كل فترة من العصور حتى فى العصر المتحضر جباء شيخ  
بطل من لاهور - من جزء الباكستان - الى وادى كشمير حض المسلمين على السجدة  
التقديرية - التعظيمية - مالا اصل لها فى الشريعة ' فقام حضرة الاستاذ السيد  
محمد قاسم البخارى كاتب هذا الكتاب - تاج العارفين - كتب كتيباً علمياً باسم  
"سجدة محمدى" رد فيها السجدة لغير الله وأوضح للمسلمين مبادئ الشريعة  
والطريقة - جزاء الله .

فى إطار هذه الظروف والاحوال إذا نراجع الى قصيدة "رد المردين" وشرحها  
"دستور السالكين" يتضح أنها نظمت فى مدح الشيخ الكامل غاص بحر  
الطريقة والعرفان الالهى ونال اليواقين والذُرر واللالى - أشار الى مكانة الرفيعة  
المجددية ناظم القصيدة العلامة بابا داؤد خاكي - المتوفى سنة ٩٩٤هـ - رحمه الله  
فى شعره -  
پيش ازین در چن جا دیو و بُت و بُت خانه بود  
این دم از یمن قدمش مسجد و منبرش دست

يقول : كانت توجد قبله فى عدة امكنة عفاريت وأوثان ومعابدهم - والآن

تحولت كلها بيمنه وبركاته مساجداً ومنابر

وهذا الشيخ هو محبوب العالم سلطان العارفين الشيخ حمزة قدس  
الله ستره الذى أشعل أسرجة القرآن والحديث النبوى وقناديل الروحانية فى

عهد عصیب تحوت بہا بقعة الکفر والشک إلى بقعة نور توصلت مبارکة حتی  
الآن کان شیخاً وعالمًا صنف کتاباً سماه "کمالات ولایت" فی رد الصوفیة  
الوضعیة الناشئة فی تلك العهد باسم السلسلة النور بختیة "وفی حلتها بذل  
رجالها جهودهم الجبارة للقضاء علی التصوف الحقیقی۔ ومن الاسف ان  
هذا الكتاب لا يوجد فی الوقت الراهن إلا اسمه فی التاريخ۔

وبالمراجعة إلى القصيدة علی بساط البحث وشرحها ندرک ایضاً ان کلاهما  
قصارى وجوهر الذخيرة المقدسة المحفوظة فی أمهات الکتاب من التصوف کما  
ہما عرف شدی من ریاض الشریعة والطریقة والمعرفة والحقیقة تفوح رائحتہما  
وتواصل إن شاء الله تعالى إلى حقبات من العصور۔

ومن الجدید بالذكر ان ناظم القصيدة العلامة الخاکی نظم هذه القصيدة  
عقب قصیدته الاولى العافلة علی عقائد الاسلام نظمها علی منهج "عقيدة  
الطحاوی" للامام الطحاوی سماها "القصيدة الضرورية" والحق ان فیها سعة  
ودقة ما لا توجد فی عقيدة الطحاوی. والعلامة الخاکی هو طبیب السبعة لدى علماء  
الاسلام وعامة المسلمین فی کثیر، تداول اسمه السنة الناس عبر القرون. وهو  
بغزارة علمه وتفقهه شہیر باسم الامام الاعظم الثاني. کان متمکناً علی منصب  
شیخ الاسلام وهویری صحبة المرشد وبعیته من الواجبات للمسترشدين لیتکلموا  
بالفوز علی مقام الاحسان" وحتى لا یضیع رصید العقائد الصحیحة وذخیرتها  
بایدی اللصوص أو بایدی شیخ بطل۔ وهو یقول فی القصيدة الضرورية ۷

ہست احسان حق پرستی بالیقینی ان چنان	گو یا خشم ترا معبود خود مبصر شد است
ہم دعای خواہم از خوانندگان وز شیخ خویش	شیخ حمزہ کو بامردین مرا یا ور شد است
بامتجان سرخوردارش خدا یا در و و کون	چون بارشادش رخ دین ہدی امر شد است

یشرح حدیث جبرئیل علیہ السلام عن الاحسان ویقول ان الاحسان هو ان تعبد  
الله بالوثوق والجزم القاطع حتی ترى الله جہرة بعینیک ویقول ، انی لا رجو الدعاء



من القارئین ومن شیخی الشیخ حمزة الّذی توصل لی ناصر فی امر الدین كما یدعو الله نفسه لعزة شیخه وجبجیع مسترشدیه والّذی بإرشاده ظلّ وجه الدین مشرقاً واصبح له رواجاً وسوقاً نافقاً.

فی ضوء هذه العبارات والنصوص یتضح أن العصر البت حضرت أحوج إلى مثل هذا الکتب أكثر ما كانت تحتاج إليه العهود المنصرمة فإنّ الدور الراهن دور الفساد والفتن تنزل كما یهطل المطر نظراً إلى هذا الإحتیاج والضرورة قام سماحة الاستاذ الشیخ السید محمد قاسم البخاری مد ظله کتب "تاج العارفين فی شرح القصیدة ورد المریدین" عرباً أشعارها وحولها من الفارسیة إلى العربیة الفصحاء یحلّ التعقیدات ویشرح کلّ لفظ صعب فی النثر مصرحاً بالإنشقاق الصرفیة وموضحاً التراکیب النحویة أیبات دعوة الضرورة كما نقل کلّ شعر إلى النثر الاردو وشرحه شرحاً یستقی الظمان وینور حالک الظلام یقف به القاری علی أحوال الشیخ حمزة بخاصة وعلی أحوال کثیر من الاولیاء عامة ومقاماتهم وتطوراتهم الروحیة كما یدرک مبادئ علم التصوف وتطوراته. والحق أن هذا الکتاب فیہ نضارة للعیون وراحة للقلوب وهو من ما نشر الاستاذ العلامة البخاری ومن أعماله البجیة التذکاریة حقّق به جدارته العلمیة والادبیة. ومع الرغم من أنه لم یمارس فی نظم القریض ولم یقترح شعراً قبل فقد أنجز تعریب القصیدة الفارسیة ونقل اشعارها إلى الاشعار العربیة لشوقه وحنانه إلى هذه المهمة والّتی ألهمت إلیه فی بعض رؤیاه ذکرها نفسه فی مقدمة الجزء الاول من هذا الکتاب. وقد عرب القصیدة الفارسیة - نظمت فی بحر الرمل - فی بحرها نفسه مع أن هذا البحر لم یمسه الاقلیل من شعراء العرب المتقدّمین. وإنی كما أری أن هذه المهمة الّتی لمسها فضیلتها أصعب من أن یقترح شعراً مطلقاً من تعریب او نقل من لغة إلى لغة. فإنّ الشعر هو ما یجترک الروح طرباً وشوقاً ویجد به السامع سروراً وحبوراً فی القلب وهو

کما قال شاعر العصر المتحضر شاعر طيبة محمد ضياء الصابوني هـ

ما الشعر الغاز و اسرار \* و إنما الشعر الحان و اوتار \*  
الشعر ما حرك الالواح من طرب \* كما تماقد سري في النفس تيار \*  
الشعروحي و الهام و موهبة \* الشعر روح و وجدان و افکار \*

نظراً إلى ماهية الشعر فنترك على الأدباء تعليقاتهم فتيماً على هذا التعريب و إننا مع الرغم من زخافات و تعقيدات و تتابع الاضافات في بعض الاشعار نجد في كثير من اشعاره العربيّة سرعة و تيار كما في اصلها في الفارسيّة. و فيما يلي ثلاثة نماذج من كلي الشعريين الفارسيّة و العربيّة. يقول العلامة البخاري في الجزء الاول من الكتاب الشعر :

۱. چون خدا علم لدني کرد تعليمش ز مهر \* بهر اسرار الهي عالم اهر شد است ص ۴
۲. باز انختر گلشن ارشاد و رشيد شيخ ما \* هم ز سقاني لطف خضر پيغمبر شد است ص ۹۳
۳. نور شيخان بيشت بر حيدر ره روشن تر است \* صادق اينجا شيخ سمناني بما بشر شد است ص ۱۵۵

و نقلها الاستاذ العلامة البخاري إلى العربيّة. يقول متناوباً :

۱. رَبِّهٖ اَعْطَاهُ عَلِيَّامِنْ لَدُنْهٖ رَأْفَةً \* فَهُوَ اَمْسَى كَشَفَ اسْرَارِ اِلٰهٍ اَمَهْرًا
۲. شَيْخُنَا فِي رَوْضَةِ الْاِرْشَادِ بَارِ الْخَضِرِ \* ثُمَّ مِنْ اِفْضَالِ خَضِرٍ نَالَ حَطًّا اَوْفَرًا
۳. كَثْرَةُ الْاَشْيَاحِ نُوْرٌ فِي الطَّرِيْقَةِ فَوْقَ نُوْرِ \* قَوْلُ سَمْنَانِي هِنَا حَقٌّ بِمَا قَدْ بَشَّرَا

القارئ و السامع يجدان في هذه الاشعار العربيّة جريان و سرعة و طلاقة كما يجدان في الاشعار الفارسيّة و كما يجدان في عدة اشعاره العربيّة لا يسع المجال ذكرها.

و من جدارة الناقل ما بذل من جهود و لتحفيظ اصطلاحات و مقامات السلوك و التصوف في اشعاره العربيّة لفظاً و معنى جاء بها الناظم في القصيدة الفارسيّة كما يقول هـ

طير طير جن و طور نفس و قلب و روح و سر \* هم خفي کرده بغيب الغيب هم ا طير شد است

والناقل مذبذبه كما يلي :  
 طَارَ طَوْرَ الْجِنِّ وَالنَّفْسِ وَقَلْبُ نَمَّ رُوحٌ \* تَمَسَّ رُوحِي غَيْبٌ غَيْبٌ طَيْرًا  
 يتلذذ به القارئ والسامع ويسبيغه الذوق السليم بالإضافة إلى رعاية الناقل  
 اصطلاحات السلوك ومقاماته ، نقلها إلى الشعر العربي بأسلوب رائع ولم يترك منها  
 شيئاً هذماً من حداقته وحسنه وعلاقته بالتصوف وشغفه بالأدب العربي الإسلامي بخراه الله  
 وهو جدير بالشناء والتثويه لما بذل في تعريب القصيدة من كد اليمين وعرق الجبين  
 في أكثر فترات من عمره - اطاله الله - وصرف انتباهنا وزاد حناننا إلى اللغة  
 العربية ، لغة النبي الكريم - صلى الله عليه وآله وأصحابه وسلم - ولغة القرآن الحكيم  
 ولغة أهل الجنة فإن كتابه - تاج العارفين - تتواصل طلبة العلم والشائقون  
 إلى التصوف والسلوك يتمتعون به كلهم - وهو كما أدرى كان شديد الكدح  
 إتماماً الجزء الثاني من الكتاب - الذي في أيديكم - حتى أنه كان مستغروباً في  
 تبييضه في وقت عصيب من عمره حينما كانت قرينته مشرفة على الموت وكانت  
 في آخر رمق من حياتها ، وقد إنتقلت إلى رحمة الله تعالى ليلة السبت ثانی وعشرين  
 من ذي الحجة سنة ، كانت صالحة وبارة تغمدها الله بغفرانه - وهي بنت  
 الحافظ السيد محمد إبراهيم البخاري - رحمه الله - وفي أثناء الثعازي يتقبّلها  
 الاستاذ العلامة البخاري أمرني أن أكتب سطوراً أعرب فيها عن مشاعري عن هذا  
 الكتاب - فله الحمد لما وفقني وألهمني ما خدمتُ بها القارئين البارعين راجياً  
 أن ينموا جودتها - إن كانت - إلى أساتذتي وخاصّةً إلى أستاذي العلامة السيد  
 محمد قاسم البخاري كما ينموانقائضها إلى المقلِّ وصلى الله سبحانه وتعالى  
 على حبيبه محمد خير البشر وعلى آله وأصحابه إلى يوم الحشر .

محمد امين واجدى

غوجواره ، سرنيجركشمير

۱۰ محرم الحرام ۱۳۸۲ سنة



# تقریظ

از جناب فقیر دین محمد حسن خلیفہ ابر فقیر ملت حضرت سید میرک شاہ کاشانی و سرپرست انجمن تبلیغ الاسلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مرشدی فقیر ملت سید میرک شاہ صاحب کاشانی کی ہمیشہ یہی خواہش و سعی رہی کہ قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ اولیاء کرام کی تصنیفات و تالیفات و ملفوظات کی اشاعت ہو جائے تاکہ عامۃ المسلمین ان سے فائدہ اٹھا کر قرآن و حدیث کی متابعت سے بہرہ مند ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مرحوم نے ہمیشہ انجمن تبلیغ الاسلام اور اس کے صدر محترم امیر شریعت مولانا سید محمد فارم شاہ صاحب بخاری کی روحانی سرپرستی کی۔

تاج العارفین تعریب و رد البریدین اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے دعائے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ علامہ موصوف کی یہ کوشش قبول فرمائے اور عامۃ المسلمین اس سے کما حقہ مستفیہ اور فیضیاب ہوں۔

فَقِیْرُ دِیْنِ مُحَمَّدٍ

## مَا كُنَّا نَرَىٰ مَخْرَجَ طَبِيعِ تَاجِ الْعَارِفِينَ

نتیجہ فکر: جناب پیرزادہ غلام حسن صاحب سعودی

علامہ سربینہ شہیر

اس بخاری نسبت و قائم بنام  
خوہستم اعلاناً ہم سال طبع  
بالتفی فرمود از روت دعای  
طبع زیبایافت تاج عارفین

# تقریر

بقلم العلامة الفہامة الفاضل القمقام  
مولانا وبالفضل اولینا المفتی عبد الغنی الازہری الشافعی  
رئیس جمعیۃ علماء الاسلام جاموں و کشمیر



الحمد لله وكفى و سلامٌ على عبادة الذين اصطفى. أما بعد؛  
فقد روى الامام البخارى الشافعى عطر الله مرقدہ فى صحيحہ تحت  
باب العلم عن ابي هريرة رض قال حفظت من رسول الله عليه الصلاة والسلام وعائين  
فأما احدهما فبثثته وأما الاخر فلو بثثته قطع هذا العلم قال ابو عبد الله  
الامام البخارى، العلم مجرى الطعام.

علمنا من هذا الحديث النبوى ما هو حدٌ نهائى لبقام الاحسان الذى هو موضوع  
التصوف والسلوك والذى يؤيد قول محبوب العالم الشيخ حمزة رحمة الله عليه لمسترشد  
الخاص شيخ الاسلام العلامة الخاكي فاضل الورد المریدين " ان مقاماتى واحوالى و  
تطوراتى هى اكثر وأرفع مما جمعتهما فى الكتاب " - وهى تسمى شطحيات فى  
اصطلاح العلم - كما ثبت من هذا الحديث الشريف ان علم التصوف له قسمان  
قسم مفيد اشاعته الدين وقسم هو كلمة حال لا يسع فيه مقال - واما قصيدة  
" ورد المریدين " وشرحها دستور السالكين يوضحان القسم الاول من التصوف  
ولهذا تؤيد مثل هذه الكتب ونقد رها التى تكون مضامينها حافلة على  
هذا القسم وتكون مفيدة للاسلام والمسلمين -

أقد رساحة الشيخ العلامة مولانا البخارى لما قام على تعريب قصيدة ورد المریدين  
وشرحها وفاضل فى إنجازة. وقد خدم به علم التصوف والسلوك كما خدم به الادب العربى  
الاسلامى جزاه الله خيراً - رجاء أن سيكون هذا الكتاب مفيداً جداً للاسلام والمسلمين :-  
:- المفتى عبد الغنى الازهرى :-



# تأثرات

میر واعظ اکشیر جناب مولانا محمد حسین صاحب ہدانی  
سرپرست جمعیت ہمدانیہ جموں و کشمیر

جناب محترم مولانا سید محمد قاسم صاحب بخاری طال عمرہ نے ورد المریدین کا عربی ترجمہ بعنوان  
تاج العارفین تصنیف کیا ہے جس کے مطالعہ سے میں ذاتی طور پر بہت متاثر ہوا ہوں۔ بلاشبہ یہ جناب  
بخاری صاحب کے جذبہ عقیدت اور علمی قابلیت کا بہترین نمونہ ہے۔

اللہ تعالیٰ جناب موصوف کو اس دینی خدمت اور محنت کے لئے جزائے خیر عطا فرمائے اور قارئین  
کرام کو اس گرانبغی شہ پارہ سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

خادمِ ملت : مولوی محمد حسین ہدانی

# تأثرات

جناب مولانا سید احمد سعید صاحب نقشبندی  
امامِ مہجی و خطیبِ مسجد جامع سرینگر کشمیر

اولیاء کرام کرمہ ارض کے جس حصے میں تشریف فرما ہوئے وہاں اسلامی تعلیمات اور روحانیت کی اشاعت  
میں نمایاں حصہ لیتے رہے۔ سلطان العارفین شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ نے کشمیر میں روحانی عملی اور اخلاقی تعلیم تربیت  
سے جو فیض کشمیری مسلمانوں کو بخشا ہے وہ تا ابد جاری و ساری رہے گا۔ انکی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ  
و قرآن مجید کی عملی تصویر ہے۔ انکی اوصاف کمالات و عظمت اور محنت حضرت بابا داؤد خاکی نے ورد المریدین میں  
واضح کی ہے۔ میرے محترم استاد مولانا سید محمد قاسم صاحب بخاری نے ورد المریدین کے دو حصے منظوم عربی میں بکھر کر  
قابلِ قدر اور لائق تحسین خدمت انجام دی ہے۔ دعوے خداوند کریم قرین کرام اور حقیقت و معرفت کے طالبوں کو  
اس کتاب سے استفادہ کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

احقر : احمد سعید نقشبندی عفی عنہ

# تقریظ

از حضرت مولانا مفتی غلام حسن صاحب (سیو پور) مفتی اعظم و رکن انجمن تبلیغ الاسلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على سيد المرسلين والجمعين  
 اصاب بعد . کتب تصوف کو اسلامیات میں منفرد مقام حاصل ہے کیونکہ تصوف جو ہر اسلام ہے یہی وجہ  
 ہے کہ ہر دور میں علماء اسلام و مشرّخ سائنس نے ارباب محسنین کے حالات و ملفوظات منفرد اسلوب میں قلمبند  
 فرمائے ہیں۔ اس بات سے اس حقیقت کی عکاسی ہوتی ہے کہ قرآن و حدیث کے سمجھنے میں علماء و ربانیین اور ان کے  
 علماء و ہر کے مابین نمایاں فرق ہے۔ فی زمانہ حضرت منسیر قرآن مولانا عبدالماجد دریابادی اور ان کے  
 معاصرین نے حضرت تھانوی و دیگر پیشوایان علم تصوف کے ملفوظات محفوظ کرنے میں اہم رول ادا کیا ہے۔  
 اور ان کتابوں میں ملفوظات حضرت شاہ محمد عتیوب مجددی بھوپالی علیہ الرحمۃ کو ایک امتیازی شان حاصل  
 ہے حالانکہ علامہ دریابادی اور ان کے معاصر علماء مولانا سید ظلی میاں ندوی مولانا منظور نعمانی وغیرہم کے  
 دیدہ علمی اور روشن خیالی کا کون منکر ہو سکتا ہے۔

بہر حال ان تہیدی سطور کو مد نظر رکھ کر آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے افہام و  
 تفہیم کے لئے کتب اولیاء عندہ کے مطالعہ کی کتنی ضرورت ہے خاص کر موجودہ دور میں جب کہ فرمان حضرت  
 سید مرعین نسلی اندلیوسلم لایبقی من الاسلام الا رسمہ کے مشاہدہ حقیقت سے ہماری آنکھیں  
 دوچار ہو رہی ہیں۔

یہ مسرت کا مقام ہے کہ اس گئے گذرے دور میں بھی علماء کرام کا ایک مخصوص طبقہ جنہوں نے ماضی  
 قریب کے اکابرین امت کو نہ صرف دیکھا ہے بلکہ ان سے بھرپور استفادہ کیا ہے کتب تصوف کی اشاعت  
 میں تو مصروف ہیں۔ ان ہی علماء و بند پایہ میں ہماری وادی کے سرکردہ عالم دین امیر شریعت علامہ سید محمد  
 تقی سم شاہ صاحب بخاری بھی شامل ہیں جنہوں نے کشمیر بول کے محسن اعظم حضرت محبوب العامر کے خلیفہ برحق  
 شیخ رادم قدمرغای کی تصنیف لطیف ورد المریدین کو نہ صرف عربی زبان کے قالب میں ڈالا  
 بلکہ شرح و مطالب میں دو مجدد کتابیں تصنیف کیں اور ہم کو پھر ایک دفعہ عہد ماضی کی جانب متوجہ کیا۔

تاکہ ہم سمجھیں ہم کی تھے اور آج کل ہمارا حالت کی ہے۔

خوشی کا مقام ہے آج حضرت علامہ خاکیؒ کے شرس مبارک کے روز تاج العارفین یعنی تعریب ورد المریدین کے متعلق یہ چند سطور لکھ کر مولینا کے اس تاریخی کارنامہ کو سراہتا ہوں اور غالباً آج ہی حضرت شیخ الحدیث مام العصر علامہ انور شاہ صاحب کشمیری دیوبندی کا یوم وصال بھی ہے جن کے متعلق استاذی انکرم علامہ سید میرک شاہ صاحب اندرانی تم لاہوری نے فرمایا کہ جب آپ نے حضرت محبوب العالمؒ کے روضہ مبارک پر حاضری دی تو آستانہ عالیہ کی سیرھیوں کے نیچے ہوتے آتے، جب حفسار کیا گیا تو جواب فرمایا: دَعْنِي عَلَى حَالِي هَذَا مَقَامُ الشُّهُودِ۔

ہمیں چاہیے کہ ہم ہر حال میں ان بند پایہ اکابر دین کے نقش قدم پر چل کر اشاعت دین اسلام کا فریضہ انجام دیں تاکہ کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ کے بند پایہ مصداق بن کر آبرو و دارین حاصل کریں۔ والسلام۔

۲۰ ماہ صفر المنظر ۱۳۱۲ھ مکتبہ مفتی غلام حسن

## تقریظ

انجناب خواجہ غلام حسن صاحب بانڈے۔ متولی و سجادہ نشین درگاہ عالیہ حضرت بل مرنگی

عالم اسلام کے بند پایہ فلسفی و صوفی شاعر مولینا روم نے کیا خوب فرمایا ہے۔

علم را بر تن زنی مائے بود : نلم را بر دل زنی یلے بود

امتِ اسلامیہ کا وہ طبقہ جنہیں اولیا، کرام کے نام سے پکارا جاتا ہے ہمیشہ مولای روم کے اس نظریہ کے مبلغ رہ چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف ان کی زندگی میں انقلاب بپا ہوا بلکہ ان کے وابستگان کی حالت اس حد تک متغیر ہوئی کہ ان کے واقعات امت کی رہنمائی کے واسطے ضربِ امثل بن گئے۔ اپنی نفوس قدسیہ میں علامہ خاکی بھی شامل ہیں جنہوں نے خود اپنے تجربات ورد المریدین اور اسکی شرح دستور لکھنا جن میں تلمیذ کئے ہیں جن کو پڑھ کر علامہ اقبال کا یہ شعر بے ساختہ ہماری زبان پر آتا ہے۔

اور دون خانہ ما بیرون در۔ حضرت قبلہ مولینا سید محمد قائم حسنی بخاری نے جس انداز میں قصیدہ مذکور کو عربی زبان میں منتقل کر کے اسکی شرح لکھی، ماشاء اللہ یہ کارنامہ ہمیشہ یاد کیا جائے گا اور مجھے امید ہے کہ بارگاہِ نبویؐ اور بارگاہِ سلطانیؐ میں ضرور مقبول ہوگی۔ خادم درگاہِ نبویؐ۔ غلام حسن بانڈے

# تقریظ

از فاضل نبیل جناب مولانا میر سید غلام احمد قادری منطقی  
سجادہ نشین درگاہ عالیہ غوثیہ رہا با صاحبہ عالی کدل سرینگر کشمیر

الحمد لله التافع بالقران لاهل الايمان والصلوة والسلام على سيدنا محمد  
خير الخلاق من بنى عدنان وعلى اله واصحابه وعلماء شريعته واولياء طريقته  
اهل العلم والعرفان. اما بعد

اَفَلَتُ شَمْسُ الْقَوْلِينَ وَتَشْمَسُنَا ۚ اَبَدًا عَلٰى اَفْقِ الْعَالِي لَا تَعْرَبُ

قرآن پاک میں اہل ایمان کی علامت اور انکی سب سے بڑی فضیلت و خاصیت محبتِ الہی  
کو فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ. اسی لئے حضرت خاتم النبیین  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعلیمِ امت کے لئے ہمیشہ دعا فرمایا کرتے تھے اللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ احَبَّ اِلَيَّ  
مِنْ نَفْسِي واهلي ومن الماء البارد ليكن محبتِ الہی کا یہ تصور اسوقت تک ناممکن ہے جب تک  
قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله كما حكى الہی حضرت شافع علیہ السلام کے مندرجہ ذیل فرمودہ  
نالیہ لایوں من احدكم حتى اكون احب اليه من والده وولده والناس اجمعين اور لایوں من  
احدكم حتى يكون هواه تبعاً لما جئت به کی روشنی میں بجا نہ لایا جائے۔

تاریخ گواہ ہے کہ اہل ایمان کے جس گروہ یعنی صحابہ کرام نے السابقون الاولون کا درجہ حاصل  
کر کے جب ربانی معیار پر اپنے آپ کو دولتِ ایمان سے منور فرمایا تو نہ صرف انکی زندگی میں روحانیت کا  
انقلاب برپا ہوا بلکہ تمام کائنات کو انہوں نے تسخیر فرمایا اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی بشارت  
ربانی سے مشرف ہوئے۔

چنانچہ دو خلفاء راشدین کے اختتام پر جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی جو  
آپنے حدیثِ افتراقِ امت میں کی تھی امتِ مرحومہ کی کشتیِ اختلافات کے تھنور میں ٹھنسی گئی تو اس امت کے  
مسلم اہل جناب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اپنے معاصرینِ قدیم کو، کوذکی جامع مسجد میں لَقَدْ

سَأَيُّ اصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا أَرَى أَحَدًا يُشَبِّهُهُمْ مِنْكُمْ ..... أَيْنَ الْقَوْمُ  
الَّذِينَ دَعُوا إِلَى الْإِسْلَامِ فَقَبِلُوهُ وَقَرَأُوا الْقُرْآنَ فَأَحْكَمُوا كَ الْفَائِزِينَ يَأْتِي.

جناب امیر کے دور مقدس کے بعد جب پورے عالم اسلام کو اختلافات کی آگ نے اپنے لپیٹ میں لیا جس کے  
نتیجے میں مختلف فرقوں کا ظہور ہوا امت کا شیرازہ بکھر گیا اور دنیائے عرب جو قرآن کے پہلے مخاطب تھے نے دین  
اور علوم دین کو پس پشت ڈالا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان مقدس کے تحت اللہ تعالیٰ نے ان عجم  
اسلام کی مخالفت، سر بلندی، امداد و اعانت اور نصرت کے لئے منتخب کیا جیسا کہ سورہ محمد کے اختتام پر اللہ  
تعالیٰ نے ان الفاظ میں وعدہ کیا تھا: وَإِن تَسْأَلُوا قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالِكُمْ أَوْ حُضُورًا عَلَيْهِ السَّلَامِ  
وَالسَّلَامُ فِي تَفْسِيرِهَا فَمَا يَأْتِيهَا لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ مَعْلَفًا بِالشَّرِّ يَأْتِي لِتَأْوِيلِهِ رِجَالٌ مِنْ أِبْنَاءِ الْفَارِسِ -

افتراد کی جنگ، علوم کی کثرت، سیاسی و دینی نظریات کے زبردست ٹکراؤ اور مختلف فرقوں کے ظہور کے بعد  
فرقہ ناجیہ کی پہچان بس ما انا علیہ واصحابی کی کسوٹی رہ گئی ورنہ قرآن کے ہاتھ میں تھا۔ فرقہ ناجیہ  
سے وابستہ جن علماء کرام و اولیاء عظام نے ان حالات میں اسلام کی تابناک مستقبل کے لئے جدوجہد شروع کی ان  
کا راستہ ہی معیار حق ٹھہرا۔ یہ کوئی خوش فہمی نہیں بلکہ حضرت رئیس الفقہاء والمحدثین اہم مولانا الشیخ ملا علی قاری  
رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ الکبیر کے مقدمہ میں حضرت ام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ کے اس اعترافِ حق کہ لقد  
تَأَمَّلْتُ الطَّرِيقَ الْكَلَامِيَّةَ وَالْمَنَاجِمَ الْفَلَسَفِيَّةَ فَمَا وَرَيْتُهَا تَشْفِي عَلِيًّا وَلَا تَوَدُّ غَلِيلاً وَسَأَيُّ  
أَقْرَبِ الطَّرِيقِ طَوِيقَ الْقُرْآنِ كَبَعْدِ فِرْقَةٍ نَاجِيَةٍ عَنِ الْإِسْمَةِ وَالْجَمَاعَةِ كَمَا نَفَسَلْتُ تَذَكُّرَةً قَلْبِي كَرَكْتُ كَهْتَمِي بِهَا -

وَهَذِهِ كَانَتْ طَرِيقَةَ السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ وَهِيَ طَرِيقَةُ التَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْأُمَّةِ  
الْمُجْتَهِدِينَ وَكَبَرِ الْمَفْسُرِينَ وَأَعَاضِمِ الْمَحْدَثِينَ وَعُمَدَةِ الصُّوفِيَّةِ الْمُتَقَدِّمِينَ كَدَاوُدَ الطَّائِي  
وَالْمَحَاسِبِي وَالسَّرِي السَّقَطِي وَالْمَعْرُوفَ الْكُرْمِي وَجُنَيْدَ الْبَغْدَادِي وَالْمُنَافِرِينَ كَابِي الْجَنَابِ  
السُّهْرَوَرْدِي وَالشَّيْخَ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيلَانِي وَحَسْبُ الْعَوَارِفِ الْبِعَارِفِ وَابِي الْقَاسِمِ النَّشِيرِي -

چنانچہ ان اصحاب کی یہ جدوجہد بار آور ثابت ہوئی اور ہم آج دنیا کے کونے کونے میں اسلام کے گہرے  
و پائدار نقوش کا مشاہدہ کرتے ہیں کیونکہ ان لوگوں نے کبھی بھی اور کسی مسئلہ میں خوابشاتِ نفس کی پیروی نہیں کی بلکہ  
محبتِ الہی کا اثر ان کی حیات مقدسہ پر محیط و سایہ فگن رہا حضرت سید علی ہجویری المعروف "داتا گنج بخش" فرماتے  
ہیں: "چون بندہ عالم بود کہ خداوند بد و ناظر است کائنات کز کہ از و شرم دار و بقیہ مت" (کشف المحجوب



حضرت سیدنا امام عبد اللہ بن مبارک کے طنطنہ و دبیرہ و علمی و جوشِ جہاد فی سبیل اللہ، حضرت غوث الاعظم  
 رضی اللہ عنہ کا وہ اعلاء کلمۃ اللہ جس سے بادشاہوں کے ایوان لرزتے تھے، حضرت شیخ کبری رضی اللہ عنہ کا جذبہ  
 شہادت، حضرت تشبندہ کلکش رضی اللہ عنہ کا حریص علی السنۃ النبوی، حضرت پیر ہجویری، خواجہ چشت  
 اور جناب حضرت شاہ محمدان رضی اللہ عنہم کی سیاحت بڑی اشاعتِ اسلام، حضرت شیخ شہاب الدین ہروردی  
 اور مجدد الف ثانی جناب حضرت شیخ احمد مرندہ رضی اللہ عنہم کے علوم و معارف سے پُر تصنیفی و تجدیدی  
 کارنامے جن سے نہ صرف اقوام عالم کی کاپی پڑ گئی، بلکہ باطن قوتوں کے خمیے اکھر ٹکے، حضرت شیخ شہاب الدین  
 ہروردی رضی اللہ عنہ کے خلفا، کارناموں سے عالمِ اسلام میں جو انقلاب برپا ہوا اسکی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے  
 بزرگوار کا حصہ اس معاملہ میں خوش قسمت ہے کہ آپ کا فیض براہِ راست یہاں پہنچ گیا چنانچہ خود فرماتے تھے :  
 خلفائی فی الہند اثیوثہ یعنی ہندوستان اور اُپور بزرگوار میں میرے کافی خلفاء میں خطہ کشمیر میں  
 جس بندپایہ ولی کا ایسے اسلام کا جہنڈا لہرایا اور آنا ف ناپو وہ سلطنت کو صرف ایک دن میں اسلامی سلطنت  
 میں بدل ڈالا وہ صرف دو واسطوں سے آپ کے مرید تھے یعنی حضرت سید عبدالرحمن بس شاہ صاحب ترکستانی ہروردی  
 رضی اللہ عنہم کے تبلیغی کارنامے یوم القیامت تک جریدہ عالم میں ثبت رہیں گے۔ ان کے بعد حضرت سیدنا امیر کبیر  
 میر سید علی ہدائی رضی اللہ عنہ اور حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری ہروردی رضی اللہ عنہم و اورد کشمیر  
 ہوئے۔ وہ یہاں کے ظلمت کدہ میں روشنی کے چراغ بنائے۔ سلسلہ ہروردیہ کے ان اولیاء کرام میں وہ بندپایہ  
 بستی بھی سرفہرست ہے جو نہ صرف طریقت کے امام بدمذہب و دین و ملت تھے یعنی حضرت سید ان العارفتین مجدد  
 شیخ حمزہ کشمیری قدس اللہ سرہ سے زبان پر بار الہا کیس کا نام آیا ہے کہ میری نطق نہ ہو نہ میر زبان کے لئے  
 آپ کے حالات و مقامات احوال و خدمتِ دین و اشاعتِ اسلام، خصائص و فضائل پر اگر یہ آپ کے خلفاء کرام نے  
 جہت کتابیں تصنیف کیں سکن ان میں قویہ و زور بیدین اور اسکی شرح و ستورالسا یکن تصنیف حضرت شیخ الاسلام  
 محمد ربیاد اوخاکی رحمۃ اللہ علیہ کو اولیت حاصل ہے کیونکہ آپ حضرت کے اولین خلفا ہیں چنانچہ خود فرماتے ہیں :  
 اول ابن اقر مریش از مبارک ذات او ہے دیدہ انواع کرامت داما اشکر شد است  
 تب سے اب تک ہر دور میں یہ کتاب اہل سنت و الجماعت کے لئے منہ زاد حصہ جن حصین تسلیم کی گئی کیونکہ عقائد کی  
 پختگی کے سلسلہ میں یہ فسود و محکم قاعدہ شریعت و طریقت کی روشنی میں تمیز ہوا ہے  
 شعر من اندر بیان اسل و فرغ و شرع شد پوزان زمین انسی خدا و روح پیغمبر شد است

اور علامہ خاکی قدس سرہ کو یہ قصیدہ مبارک بکھنے پر اسی طرح بشارت سے نوازا گیا تھا جس طرح حضرت کعب بن ہیر رضی اللہ عنہ دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نوانے گئے تھے۔

گویا ایک طرح اس معاملہ میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پوری ہوگی۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

فی زماننا حضرت الامام ذوالقلم امیر شریعت علامہ مولانا سید محمد قاسم شاہ صاحب بخاری مد اللہ تعالیٰ نے قصیدہ مذکورہ کو عربی زبان میں منتقل کر کے اور پھر اردو میں اسکی عمدہ شرح (دستورالساکنین کے مطابق) بعض ضروری ترمیمات و اضافات کے ساتھ تحریر فرما کر نہ صرف معترفین تصوف بلکہ ان دیدہ و مہنوں کے دانت کھٹے کئے جنہوں نے قصیدہ شریف کو نشانہ تمثیل بنانے سے بھی گریز نہیں کیا اور اس طرح ایک شاندار علمی کارنامہ انجام دیا۔

حضرت مولانا بخاری صاحب کے خاندان عالیشان کے ساتھ ہمارے روحانی و علمی روابط بہت قدیم ہیں۔ چنانچہ تذکرۃ الجلیہ اور برہان قاطع پر جد امجد حضرت میر سید حسین قادری المنطقی صاحب مواہب السادات کے تقاریر و تصدیقات ثبت ہیں اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ ان ہی بزرگوں کے احفاد کے سایہ شفقت میں مولانا بخاری صاحب (ہندوستان سے واپس آکر) اپنی علمی روحانی تدریس میں تنظیمی، سیاسی اور نفسی زندگی کا آغاز کیا۔ میر عثم بزرگوار جناب حضرت میر سید محمد فاضل قادری المنطقی سابق صدر انجمن تبلیغ الاسلام جموں کشمیر کے دورِ صدارت میں ان کے دولت خانہ پر جب مدینۃ العلوم کی بنیاد ڈالی گئی تو مولانا صاحب اسکے پہلے صدر مدرس مقرر ہوئے اور موصوف کی سرپرستی میں ہی آپکا پیدائشی رسالہ تحفۃ المدینۃ شائع ہوا اور انہوں نے ہی آپ کو ابوالمعالیٰ کی کنیت سے نوازا تھا۔ حضرت والد ماجد مرشدی جناب سید میر عبدالقدشہ صاحب قادری منطقی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپکے روابط کی داستان طویل ہے جس کا تذکرہ ان شاء اللہ آپ خود اپنی سرگذشت میں تحریر فرمائیں گے۔ چنانچہ ان ہی کے ارشاد پر میں نے درسا آپ سے ذخیرۃ الملوک اور دستورالساکنین سبقاً سبقاً پڑھی بہر کیف وہ ایک علمی دور تھا اور ان دنوں میں آپ کے اور نیشنل کالج انجمن نفع الاسلام میں اکتساب علوم کر رہے تھے۔ زمانہ نے کر و حلی اور دفعتاً وہ دور ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

اسی زمانہ میں آپ میر کہنے پر حضرت مولانا سید محمود الطرازی المدنی سابق شیخ مسجد حرام سے

بیعت ہوئے مولینے بعد میں سفرِ حرمین اختیار کیا۔ سنتِ یوسفی کے مشبع ہوئے۔ حنفیہ دارالعلوم کی بنیاد ڈالی، انجمن کی صدارت سنبھالی، تصنیفی اور تبلیغی میدان میں جاوہ پیمائی کی اور جہادِ اسی جذبہ و شوق کے ساتھ اس وقت پیرانہ سالی میں منزل کی جانب گامزن ہیں۔

باقی تاج العارفین کے متعلق میں نے کچھ بھی نہیں لکھا کیونکہ "عطرِ آنت خود ہوید نہ کہ عطار جوید" اور پھر شاہِ اللہ حضرت مولینا کا طرزِ تالیف و تصنیف "حاجتِ مشاطہ نیست روی دل آرام را۔" آخر پرفارمین کرام سے ملتس ہوں کہ کتاب سے بھر پور استفادہ کریں۔ اہل علم حضرات کتاب میں علمی نکات ہی دیکھیں گے جبکہ اربابِ سلوک پر کتاب پڑھتے وقت یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ :-

فقہانِ دفترے رامی پستند      و      حرمِ جو بیان درے رامی پستند  
بر آنگن پرودہ تا معلوم گردد      و      کہ یارانِ دیگرے رامی پستند

خاکسار: غلام احمد قاری عفی عنہ

## تاثرات

از جناب الحاج مولوی محمد سعید الدین صاحب۔ صدر انجمن تبلیغ الاسلام زون اوٹری بارہمولہ

الحمد لله وكفى وسلام على عبادة الذين اصطفى. آمَّا بَعْدُ ؛  
عربی زبان کا مقولہ ہے کلام الملوك ملوک الکلام تو آئیے اس مقولہ کی روشنی میں اقلیم سخن کے تاجدار حضرت علامہ خاکیؒ کی تصانیف لطیفہ ورد المریدین اور اسکی شرح دستور السالکین کا مطالعہ کیجئے جو اپنے اپنے پیر و شہنشاہِ قیوم العالم حضرت شیخ حمزہ کشمیریؒ کی مدح و مقامات میں تصنیف کی ہیں اور اسی آڑ میں اپنے پیر برحق کے نائب کی حیثیت سے بطور افسحِ مٹی لساناً انکے ارشادات اور دین اسلام کی خدمات کی تشہیر کے فریضے کی انجام دہی میں کی حقہ خدمت انجام دی ہے۔ فی زمانہنا حضرت استاذِ مکرم قبلہ مولینا بخاری صاحب نے بطور تحریثِ نعمت اسکو عربی زبان میں منتقل کر کے آئندہ نسل کے لئے رشد و ہدایت کے خطوط متعین کئے۔ کیونکہ ذخیرہ مذکورہ فارسی زبان میں تھا اور آجکل کے نوجوان کے لئے اس سے استفادہ کرنا ممکن نہ تھا جبکہ عربی زبان کا مستقبل یہاں روشن نظر آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولینا کو جزائے نیک دے جنہوں نے اس پیرانہ سالی میں یہ کام انجام دے کر نامساعد حالات میں شاندار علمی کارنامہ مرتب کیا۔ جزاۃ اللہ ۛ

الفقیہ الحقیر: محمد سعید الدین



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى وسلاماً على عباده الذين اصطفى  
اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عَابِدِيْنَ. (القرآن)

## ارمغان عقیدت

جناب مولانا الفاضل سید غلام احمد کاملی  
صدر جمعیت تبلیغ الاسلام سرینگر کشمیر

**تاج العارفین** : قصیدہ ورد المریدین اور دستور السالکین کے کئی فارسی و اردو تراجم دیکھنے میں آئے ہیں مگر عربی میں اس کا کوئی ترجمہ آج تک نہ ہوا ہے حالانکہ عربی اُمت مسلمہ کی واحد بین المللی زبان اور وحدت اُمت کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ الحمد للہ عظیم کارنامہ حضرت الاستاذ علامہ سید محمد قاسم شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم نے تاج العارفین کے نام سے انجام دیا ہے۔ تاج العارفین ورد المریدین کا منظوم عربی ترجمہ ہے۔ یہ سعادت ان ہی کے لئے مختص تھی۔ یہ موصوف کی علمی کاوش، نورِ قلم اور اولیاء کرام کے ساتھ بے پناہ عقیدت و محبت کا ثمر ہے۔ زیر تبصرہ کتاب تاج العارفین کا دوسرا حصہ ہے۔ اس کا پہلا حصہ جمیہ الثانی ۱۴۰۲ھ میں طبع ہوا ہے۔ احقر کو کچھ دن پہلے سطحی طور پر اس کے چند اوراق دیکھنے کا موقع فراہم ہوا ہے۔ اس منظوم عربی ترجمہ (تاج العارفین) سے یہ بات عیاں ہوئی ہے کہ اس وقت بھی وادی گلپوش میں کیسے کیسے اساطین علم و فن اور اکابر فضل و کمال موجود ہیں۔ فاضل مترجم نے منظوم عربی کے علاوہ اس کا اردو ترجمہ اور سیر حاصل تشریح بھی کی ہے اور جا بجا تشریحی اور فٹ نوٹ سے اس کتاب کی افادی حیثیت کو دو بالا کر دیا ہے اور بحث کا کوئی گوشہ لٹشہ تکمیل نہیں رہنے دیا ہے۔

برصغیر ہند و پاک میں حضرت خاکی کی اس شہرہ آفاق تصنیف ورد المریدین کا یہ پہلا منظوم عربی ترجمہ ہے۔ اس حیثیت سے عرب دنیا تک اسکو پہنچانے میں علامہ بخاری صاحب واحد عربی زبان کے ترجمان بن گئے ہیں۔ آج تک میری نظروں سے تصوف کی کسی منظوم فارسی کتاب کا مکمل اور جامع منظوم عربی ترجمہ نہیں گذرا ہے۔ ویسے بھی کسی کتاب کا ترجمہ کرنا باز یحیٰ اطفال نہیں ہے اور تصوف کی فارسی نظم کو عربی لفظ کا جامہ پہنانا اور بھی مشکل ترین امر ہے۔ اسکے لئے وسیع تر معلومات اور علم و فن کی ضرورت

ہے خاصکر اولیاء کا یقین کی بیش بہا تصانیف بے شمار اسرار و رموز، حقائق و معارف اور صوفیہ اصطلاحات سے مملو ہوتے ہیں جنکو سمجھنے اور ترجمہ کرنے کے لئے علم کے علاوہ روحانی بصیرت کا ہونا لازمی ہے۔ تاج العارفین میں ان تمام امور کا مظاہرہ ہوا ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ ارض کشمیر کے اولیاء کرام سے متعلق عربی طلباء کے علاوہ عربی ممالک کے رہنے والے روشناس ہونگے۔

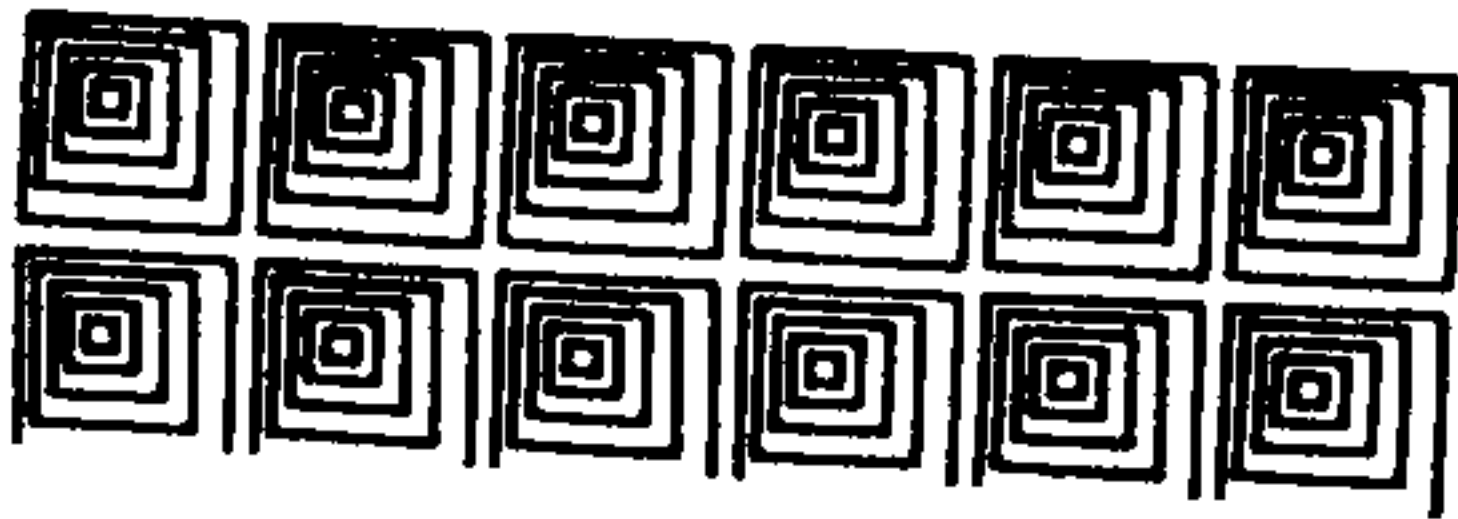
یقیناً یہ کتاب لکھنے کا حق علامہ مولانا بخاری صاحب کو حاصل ہے، وہ اس کے ہر لحاظ سے اہل ہیں۔ اس سے قبل ان کے رسوماتِ قلم سے متعدد دیگر انقدر تصنیفات، رسائل نکل کر شائع اور مقبول ہو چکے ہیں۔ آپ کے زیوراتِ ماہنامہ التبلیغ، پندرہ روزہ حنفی اور فی الوقت ماہنامہ الاعتقاد نکل رہے ہیں، حضرت موصوف اس کے مدیرِ اعلیٰ ہیں۔

مولانا بخاری صاحب ایک معروف دینی تنظیم انجمن تبلیغ الاسلام کے سربراہ اور حنفیہ عربی کالج (نور باغ) کے ہتتم بھی ہیں۔ عرصہ دراز سے آپ انفرادی و اجتماعی صورت میں علمی، اسلامی، اخلاقی سماجی اور روحانی وغیرہ خدمات انجام دیتے چلے آئے ہیں اور یہ سلسلہ آج بھی برقرار ہے۔ تاج العارفین ان کی تصنیفات میں ایک اہم اور قابل قدر اضافہ ہے۔ امید ہے کہ عامۃ المسلمین، علماء کرام، ادبی، اسلامی اور صوفی حلقے ان کی اس علمی و روحانی کاوش کو ضرور پسند فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو مشکور اور ان کی عمر اور وقت میں برکت عطا فرمائے تاکہ وہ اور بھی دینی خدمات انجام دے سکیں گے۔

”من انم کہ من دانم“ کے مصداق تاج العارفین جیسی شاہکار کتاب سے متعلق کچھ لکھنا محض تعمیلِ حکم اور عامیانا فرسائی ہے۔

خاکِ پلئے اولیاء

سید غلام احمد کمالی، سربراہ جمعیت تبلیغ الاسلام  
و مدیر اعلیٰ ماہنامہ تبلیغ الاسلام سر نیچر کشمیر  
مقام مزار کمال صاحب حول۔ ۱۵ جولائی ۱۹۹۱ء



★★

★★★



# تاریخ طباعت تاج العارفین

ان: فاضل اجل شاعر بے بدل

جناب پروفیسر عبدالمجید حساسیٹر (رینہ - مخدومی)



مرحبا این کوکب اقبال آمد در کنار  
حاصل شان شد مراد دل ز لطف کردگار  
صد مبارک وقت میمون آمدست و نو بہار  
جام می گردش کنان و میکشاں اندر خسار  
ز آنکہ آخر نخل گل ہم ناگہاں آورده بار  
در جہاں سرمایے از شیخ خاکی یادگار  
در لباس نظم عربی یافتہ نقش و نگار  
آنکہ او در کار مذہب در زمانہ مرد کار  
آنکہ داد دار العلوی را بنائے پاسدار  
یافتہ در شہر ما اندر فضائے روزگار  
از طفیل رائے زرین ہم ز عقل استوار  
جان ہائے تکین یابند ہمچنان دلہا قرار

شکر شد مریدان را ہمیدم بخت یار  
این زمان شادان و خندان طالبان حق ہمہ  
شادمان دلہا شدند از فضل رب العالمین  
این مٹی عرفان این دم جا بجا از ان شدست  
ہر ارادت مند بینیم دل شکفتہ همچو گل  
آنکہ آن ورد المریدین مدح آن سلطانین  
این زمان از خامہ قاسم بخاری نکتہ سخ  
آنکہ او دانای وقت و عالم دین متین  
آنکہ نیکو صدر آن تسلیغ اسلام انجمن  
نام این تصنیف او شہرت بہ تاج العارفین  
شرح این ابیات را ہم شکل اردو داده است  
مختصر از خود اندر این نسخہ نو دلپذیر

سال تاریخ از سر آداب گفت ہاتفی

”تحفہ پایندہ تاج العارفین“ میکن شمار

۱۳۱۲ھ



رباعی



پیر ز مدح پیر ما سلطان دین  
بے بہا گنج ہست چہ تاج العارفین

چوں مکمل گشتہ تاج العارفین  
گفتہ ملہم سال انجامش مبن

۱۳۱۲ھ

## قطعه

در جہاں پانیدہ است این عظمت دین نبیؐ  
گفتہ "تاج العارفین دولت دین نبیؐ"  
۱۲۱۲ھ

شکر اللہ آنکہ الحق جا بجا در ہر زمان  
بر ملا این سال تصنیف از فلک پیر خرد



## رفیعی



سالکان را چشمہ مسعود تاج العارفین  
"داوود چہ دولت محمود تاج العارفین"  
۱۲۱۲ھ

طالبان را گوہر مقصود تاج العارفین  
سال تصنیف ملہم غیبی بگفت



## تاریخ تاج العارفین

نتیجہ فکر، جناب سید غلام رسول صاحب مسرور، چودہ گام، بنگلہ کشمیر

۱۔ بد محترم، چار شنبہ، یازدہ

یک ہزار و چار صد دوازده

نہم شد از عون رب العالمین  
این قصیدہ خاص تاج العارفین

۳۔ مدرج پیر از خاکی روشن ضمیر

در شب تاریک، چوں بدر منیر

ترجمہ، تفسیر در عربی زبان

از جناب شاہ قاسم خوش بیان

۵۔ یا الہی از کرم مسرور کن

در دو عالم رنج و غم را دور کن



# تقریظ

بقلم: العالم الاعمى صاحب السماحة مير محمد طيب كاملی

رئيس الشعبة العربية والاسلاميات بالكلية الاسلامية سرينجر  
☆☆

ورد المریدین قصیدة معروفة مشہورة بین اهل العلم والحجی  
فی الكثير، الفہا و أنشدھا الشیخ الجلیل، الادیب البیب، بابا داؤد  
خاکی فی کتف احوال شیخہ سلطان العارفين شیخ حمزة رایتہ المحدثی  
قدس اللہ سرہ العلی، کان بابا داؤد خاکی محبوبا له. فلا یفارق من  
صحبتہ فی سفر ولا فی حضر، ولا فی خلوة ولا فی جلوة، و کان  
یشاہد الاحوال السنیة، و یکشف عنہ الحجاب المادیة عن الحقائق  
الایمانیة، و ینظرہ اسرار الملکوتیة فیفہم منہا المعانی الدقیقة و الرموز الغامضة  
الدینیة، و تطلع علیہ افوار الرحمانیة بکمال رافة وشفقة شیخہ علیہ الرحمة  
ثم ان الشیخ بابا داؤد خاکی اراد ان یحجر ما رآی من الحقائق و  
الرموز. وما ادک من فضیلة شخصیة شیخہ ومرشدة من الانوار و  
البرکات. و مانع من اعماق قلبہ من العقیقہ الراسخة. فی حق الشیخ المحدث و  
یتفید الناس عموما و اهل السعادت و الزکاوة من العشق و الزہاد خصومًا  
من مشاہداتہ و وجدانیاتہ، فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد قال: "خیر  
الناس من ینفع الناس". فألف هذه القصیدة و بین فیہا اصول الطریقة  
و اوضح فیہا السلوک و منہاجہ و علمنا الارتباط بین الشریعة و الطریقة  
کلتاهما من اصل واحد و لكن ما لهما مختلفة من الاخر فإت ما الشریعة  
عمودا هو الفلاح و النجاة فی الدارين. أما الطریقة فمرجعها و منتهاها هو وجه  
اللہ تبارک و تعالی و رضاه من حیث انہ هو الراجب الوجود فلا موجود الا هو و لا  
معبود الا هو و لا متصور الا هو. هو الاول هو الاخر هو الظاهر هو الباطن فاصحاب

الطريقة والسلوك هم السابقون السابقون اولئك المقربون ثلثة من الاولين وقليل  
من الاخرين ولنعم ما قيل في الاكل شيئا ما خلا الله باطلا وكل نعيم لاحالة زائل  
فصارت هذه القصيدة مشهورة بين الانام وما زالت محبوبة ومقروءة بين الخواص و  
العوام من ذلك الزمان الى الان. القها الشيخ الخاكي في لغة الفارسية فترجمت  
في الهندية نثرا ونظما على مر الزمان.

ثم ان استاذ الاساتذة الفاضل الخريد السيد محمد قاسم البخاري  
عبد الكلية الحنفية ومهتمها حول هذه القصيدة المباركة. ونظمها في اللغة  
العربية. لتعارف بلاد العربية من هذه الخزينة الثمينة. وتستفيد منها وفق الشوق  
والاستطاعة. ان الأستاذ اوضح معناها ببيان شافي وحلل المسائل الدقيقة بوضوح  
تامة مشتملة على الادلة الواضحة من النصوص القاطعة. اقول قولاً سيداً ان هذه  
الترجمة نعمة عظيمة لكل تلميذ لبيب الذي يتمنى ان يكون اديباً في اللغة العربية  
ويصير عامياً في ذائق الشريعة وبصيراني معضلات الطريقة. فان الشيخ الامام  
قد امد ما امد من امر عظيم وقار بفضل الله تعالى في سراحة في مدة قليلة وهذا  
من الله له نعمة جلية. وان الشيخ مصداق لما قيل :-

على قدر اهل العزم تأتي العزائم : وتأتي على قدر الكريم المكارم  
وتعظم في عين الصغير ضغارها : وتصغر في عين العظيم العظام

فلله الحمد كثيراً على هذه النعمة ان الشيخ الامام موجود بيننا ونحن نستفيد  
من رشحات قلمه وعلمه وهو على المنهج السديد على نهج المشايخ الصابرين  
الواصلين وهو استاذي وجودنا حجة لمسكت او عقائدنا فله الحمد على ذلك.  
ان الحمد يا من فضلة متواتر : ويا من له جود عظيم ونعمان

محمد طيب كاتلي

صدر شعبه عربي واسلاميات

السلامية كالجرف ساينس كادرس سرينگر



# تقریظ

از جناب فضیلت آپ مولانا مولوی محمد مبارک شاہ صاحب (سوپور) رکن انجمن تبلیغ الاسلام جموں کشمیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِكَ الْكَرِیْمِ

قصیدہ ورد المریدین کے متعلق خود صاحبِ قصیدہ علامہ خاکی نے فرمایا ہے

اندریں وقت این چنین شعر مبارک کس نگفت ؟ گر چه از ابنائے جنسم ہر یکے اشعر شدہ است

بس حضرت مصنف کے اس فنی تجزیہ کے بعد قصیدہ شریف کے فنی محاسن کے متعلق ہم اور کچھ کہہ نہیں سکتے ہیں۔ باقی قصیدہ شریف اور اسکی بلند پایہ شرح دستور السالکین عہد آفرین کتاب میں جن میں صرف حضرت سیدنا محبوب العالم اور ان کے شیوخ کرام و معاصرین کے حالات و واقعات، اصطلاحات تصوف اور بلند پایہ مضامین علم کلام درج ہیں بلکہ اس عہد کے مذہبی، سیاسی حالات کے متعلق بھی جانکاری حاصل ہوتی ہے اور ان دنوں دین اسلام کی خدمت کرتے وقت کس طرح ایک مبلغ دین کو لوہے کے چتے چبکنے پڑتے تھے اور واصبر علی ما اصابك ان ذلک من عزم الامور کی منزل سے ہمکنار ہونا پڑتا تھا۔ تو ایسے صرف تاج العارفین کے جلد دوم (یعنی جلد ہذا) کا پہلا شعر پڑھئے۔ یہ نیت مخفی غورم تدمناق را چو الخ تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمکے محسن حضرت سلطان العارفین اور انکے خلفاء نے کن حالات میں یہاں اعلیٰ کلمۃ الحق کیا تھا۔ افسوس آں جناب کی محنت کو ہم نے صرف ختمات المعطیات اور چند مناقب پڑھنے تک محدود رکھا مگر پھر بھی خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آں جناب کے بعد ہر دور میں علما، حق نے بقدر استطاعت انکے لگائے ہوئے پودے کی آبیاری کی۔ ان بلند پایہ علماء کرام میں قبلہ امیر شریعت علامہ بخاری کا رول ہر لحاظ سے قابلِ تحسین ہے کہ اس وقت بڑھاپے میں انجمن تبلیغ الاسلام کی صدارت، تفسیر قرآن، درس و تدریس اور تبلیغ دین کے ساتھ آپ نے تاج العارفین جیسی علمی شاہکار تصنیف کی۔ امید ہے وادی کے ابواب علم نہ صرف کتاب کو پڑھیں گے بلکہ کتاب کی خریداری کے معاملہ میں بھرپور تعاون کر کے اس شعر کے مسداق ٹھہریں گے

جملہ پند و اوم جان خریدگے بھلا نہ نکواران خریدیم

حکامسار، محمد مبارک رکن انجمن تبلیغ الاسلام



# تقریظ

از جناب مولانا مولوی غلام احمد صاحب سہروردی  
جنرل سکرٹری انجمن تبلیغ الاسلام جتوں کشیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

..... تاج العارفین شرح قصیدہ وک المریدین اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب ہے جس میں استاذی المکرم حضرت امیر شریعت علامہ بخاری صاحب نے اپنی خدا داد صلاحیت اور قابلیت کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ آپ نے جس فائنسدانہ و محققانہ انداز میں ورد المریدین کو عربی کا جامہ پہنایا ہے اس کی مثال ذخیرہ تصوف میں بہت کم ملتی ہے۔ بے شک یہ مبارک کتاب نہ صرف مسلمانان کشیر بلکہ مسلمانان برسیغیر اور عرب دنیا کے لئے سرمہ بصیرت ہے۔ اس کتاب کی اشاعت سے عرب و دنیا حضرت سیدنا محبوب العالمؑ کے روحانی کمالات، حالات، واقعات، مقامات عالیہ اور دینی خدمات سے متعارف ہوگی۔

کسی بھی زبان کے مطالب و معانی کو دوسری زبان میں منتقل کرتے وقت کن مشکلات سے واسطہ پڑتا ہے اس سے اہل علم بخوبی واقف ہیں بالخصوص ایک منظوم فارسی کتاب کو عربی میں منظوم کرنا کا بے دار و الامعاملہ ہے۔ حضرت استاذ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم کا جو منکھ عطا فرمایا ہے وہ تاج العارفین کی تصنیف سے روشن ہو گیا ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست  
تانا بخش خدائے بخشندہ

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت دے اور آپ کی زبان اور قلم سے ملت اسلامیہ کو اور زیادہ فیض اور طالبان حق کو سرمہ بصیرت نصیب ہو اور آپ کی اس مبارک و مستحسن سعی کو بارگاہ ایندلی میں قبولیت کا شرف حاصل ہو۔ آمین!

خاکرہ: غلام احمد سہروردی (جنرل سکرٹری انجمن تبلیغ الاسلام جتوں کشیر)

# تقریظ

از جناب پیرزادہ غلام محمد شاہ صاحب۔ مرکزی سکرٹری انجمن تبلیغ الاسلام جموں کشمیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

..... تاج العارفین محترم مولانا سید محمد قاسم صاحب بخاری کی تصانیف میں سے ایک ایسی معرکہ آرا کتاب ہے جو مومنوں کے دلوں کو گرمانے، ان کے ایمان کو تازہ کرنے، 'یزداد الذین امنوا ایماناً اور انہیں اعمال صالحہ کی طرف راغب کرنے کے لئے کافی و شافی ہے۔ ساتھ ہی حضرت سلطان العارفينؒ ایک جامع الکمالات کی شان، عظمت اور نہفت مقام کا بخوبی اندازہ لگا کر آپ کے عقیدہ مذہب فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں "محبوب العالم پیرما"۔ محترم مولانا بخاری صاحب نے جس ہنرمندی سے "ورد المریدین" کے فارسی منظوم اشعار کو عربی منظوم کا جامہ پہنایا ہے وہ قابل داد ہے۔ فارسی اشعار اور عربی اشعار کے تجسس ایک دوسرے سے اس طرح منطبق ہیں کہ کسی بھی لفظ کے ترجمہ میں ذرہ بھر بھی فرق نہیں رہا ہے۔ یہ محترم مولانا صاحب کے علمی استعداد کا کمال اور بے مثال مظاہرہ ہے۔ اسکے علاوہ چونکہ "ورد المریدین" ایک گنج حکمت اور بحر اسرار و رموز ہے ساتھ ہی فارسی میں منظوم سمندر کو کونے میں بند کیا گیا ہے اس لئے عامۃ المسلمین کی سمجھ اور فیض رسانی کے لئے ضروری تھا کہ ساتھ ساتھ ہر شعر کا اردو ترجمہ شرح و بسط کے ساتھ مدلل مگر عام فہم ان کے سامنے پیش کیا جائے۔ "تاج العارفین" میں یہ ایک غیر معمولی کام بھی موحکا ہے جو عامۃ المسلمین کی ایک دیرینہ آرزو رہی ہے جو آج مدتوں بعد پوری ہوئی ہے۔ محترم مولانا صاحب نے اس ضعیف العمری میں "تاج العارفین" جس محنت شاقہ اور عرق ریزی سے تیار کیا ہے وہ قابل داد ہے اور اب تک اپنے جو درجنوں کتب اور رسالے تصنیف کئے ہیں ان میں سے "تاج العارفین" اپنی نوعیت کی ایک منفرد اور ممتاز تصنیف ہے جو عامۃ المسلمین خصوصاً کشمیری مسلمانوں کے لئے محترم مولانا صاحب کا ایک نادر تحفہ ہو گا اور حقیقت میں یہ یہ کتاب غسلِ مصفیٰ و شفاء لکل داء ہوگی۔

ان شاء اللہ العزیز "ورد المریدین" اور "دستور المساکین" کے ساتھ ساتھ "تاج العارفین" بھی رہتی دنیا تک ایک شہرہ آفاق تصنیف ثابت ہوگی۔

پیرزادہ غلام محمد شاہ۔ مرکزی سکرٹری انجمن تبلیغ الاسلام جموں و کشمیر

یکم اگست ۱۹۹۱ء

# تقریظ

از جناب غلام حسن صاحب زرگر، ڈسٹرکٹ ناظم تعلیمات انجمن تبلیغ الاسلام۔ اسلام آباد و پلوامہ

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على رسوله واصحابه  
 واهل بيته اجمعين۔ امّا بعد، اللہ تعالیٰ کا لامحدود شکر و ثنا ہے کہ آج علامۃ  
 العصر، فخر زمان، سالارِ کاروان، نقیب الاولیاء، شیخ الحدیث، امیر شریعت و طریقت، مولائی و مرشدی  
 حضرت السید محمد قاسم شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالی کی تاج العارفين کی دوسری جلد منظر عام  
 پر پہنچوانی راہ سلوک کے جانبازوں پر ضیاء پاشی فرما رہی ہے جن کو مدتِ مدید سے اس کا انتظار تھا۔  
 بھلا شہاب ان کے دل کی کلی غنچے کی طرح کھل اٹھے گی۔

نیاز ارم زخود ہرگز ولے را پڑ کر می ترسم درو جائے تو باشد

تاج العارفين کی پہلی جلد جمید الثانی ۱۴۰۲ھ میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی جو ہاتھوں  
 ہاتھ بک چکی اور آج کل ناپید ہے۔ تاج العارفين، ورد المریدین کے ابیات کا عربی منظوم ترجمہ ہے  
 جو مولینا کا علمی شاہکار رہتی دنیا تک یادگار زمانہ کے طور پر محفوظ رہتی پر معجزہ بیان رہے گا۔ قصید  
 ورد المریدین مصنفہ شیخ الاسلام حضرت شیخ بابا داؤد خاکی کشمیری کی وہ بلند پایہ فارسی نظم ہے  
 جو آنجناب نے اپنے پیروں میں مجتہد زمان، محبوب العالم حضرت شیخ حمزہ مخدومی محبوبی قدس اللہ سرہ  
 کی مدح، احوال، مقامات و کمالات، کلمات روحانی عروجات اور اباب سلوک کے حالات و واقعات  
 کے بیان میں لکھا ہے۔ بابا داؤد خاکی رحمہ اللہ جتنے بڑے عالم تھے اتنے ہی بلند پایہ شاعر بھی تھے لیکن ان  
 کی شاعرانہ صلاحیتیں علمِ دین اور صوفیانہ خیالات کے لئے وقف تھیں۔ غرض تاج العارفين عربی  
 منظوم کے ساتھ فارسی متن، عربی تحقیق و تدقیق، عربی لغات اور بامحاورہ اردو ترجمہ و تشریح کا ایک انمول مجموعہ  
 ہے جو اباب سلوک کے قلوبِ ارواح کو تسکین بخشتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ جملہ مسلمانان عرب و عجم کو  
 مستفید فرمائے اور حضرت مصنف کو دینی خدمات انجام دینے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

ربنا تقبّل منا انک انت السميع العليم۔ صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

پہچدان: غلام حسن زرگر، لیکچرار، ان پشین کیموہ کشمیر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# تاج العارفين

تتريب

## ورد المریدین

حصہ دوم

نیست مخفی غور مرید منافع را چو دید  
حاکم کفر دل او متبیل اظہر شد است

غور مرید منافع متی ماقد راہ  
خبت کفر قلبہ من قبلنا قد اخبرا

ترجمہ:

”انجناب پر منافع گوری شکر سادھو کا حال پوشیدہ نہیں رہا بلکہ اس کو دیکھتے ہی ہم سب پہلے اس کے کفر اور اس کی باطنی کثافت و گندگی کی خبر دینی۔“

التحقیق :

غور مرید سے مراد گوری شکر سادھو ایک کافر ہے جس نے مرزا حیدر کے عہد میں مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا اس طرح وہ بظہر مسلمان ہو گیا اور اسے اسلام نے اسے صوفی صادق نام رکھا چونکہ وہ جوگی تھا اور ریاضتیں کرتا تھا اسلئے بہت سے مسلمان اس کے گروید اور معتقد ہو گئے مگر جب وہ دربار محبوبی میں حاضر ہوا تو ان پروردگار نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ

سچے دل سے مسلمان نہیں ہوا ہے بلکہ وہ اب بھی دل میں کفر و خباثت چھپائے ہوئے ہے۔ فرمایا ایسے منافق کو صوفی صادق جیسے مقدس نام سے پکارنا بھی غلط ہے۔ کیونکہ یہ نام ایک منافق مرتد کے لئے زیبا نہیں۔ عوام مسلمین اس مرتد کے بارے میں حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان سن کر ناخوش ہوتے تھے بلکہ کچھ لوگ غیبت بھی کرتے تھے کہ ایسے نیکو کار نو مسلم کو منافق کہنا مناسب نہیں۔ آخر کار حضرت محبوب العالم کی پیشین گوئی جو آپ نے بذریعہ کشف قلب کی تھی حرف بحرف سچی ثابت ہوئی کہ گوری شکر سادھونے کھلم کھلا اپنے کافر ہونے کا دوبارہ اعلان کیا اور اپنے چھپائے ہوئے کفر کو ظاہر کیا اور اپنے دھرم کے اصول پر عمل کرتا رہا۔ لوگوں نے یہ حال دیکھا تو حضرت محبوب العالم کی کرامت اور سچے کشفِ باطنی کے معترف اور مدح ہوئے اور ان جناب سے اپنی غیبت پر معذرت خواہ ہوئے۔

(خلاصہ مافی الشرح)

شعر میں سناسی غوری کو بیک وقت مرتد بھی کہا گیا ہے اور منافق بھی۔ جو قابل غور ہے کیونکہ اصطلاح میں مرتد وہ شخص ہے جو دین اسلام سے پھر جائے اور منحرف ہو جائے۔ زیر بحث صورت میں جبکہ سناسی غوری حقیقت میں مومن ہی نہ تھا تو اس کو مرتد کیسے کہا گیا؟ اور بے شک وہ منافق تھا کیونکہ منافق اس کو کہا جاتا ہے جو دل میں کافر ہو اور کسی مصلحت کے پیش نظر مسلمان ہونے کا اقرار اور دعویٰ کرے۔ جیسا کہ **وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ** سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ گوری شکر سادھونے مسلمان ہونے کا اقرار و اعلان کیا تھا، عام لوگوں کے اعتقاد میں وہ مسلمان ہو چکا تھا پھر جب اس نے اسلام سے برگشتہ ہو کر کافر ہونے کا اعلان کیا تو عوام کے نزدیک



وہ مرتد ہو گیا کیونکہ انہوں نے پہلے اس کا اسلام تسلیم کیا تھا اور چونکہ وہ دل میں مسلمان نہیں تھا جس پر صرف حضرت محبوب العالمؑ بذریعہ کشف و کرامت مطلع ہوئے لہذا اس کو منافق کہنا بالکل درست ہے۔ یعنی حضرت ناظم علیہ الرحمۃ نے عوامی اعتقاد اور حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کے کشف و کرامت دونوں باتوں کا خیال فرما کر اس کو منافق اور مرتد کے لفظوں سے یاد کیا۔ اسی سے یہ مسئلہ کلامیہ بھی واضح ہوا کہ اولیاء اللہ کا کشف و الہام دوسروں کے لئے حجت شرعیہ نہیں ہو سکتا۔ بہر حال دیکھنا یہ ہے کہ حضرت کتنے نکتہ رس اور کتنے نکتہ فہم واقع ہوئے ہیں کہ اپنے اشعار میں کیسی باریک باتوں کا خیال رکھتے ہیں۔ مرفح اللہ دراجتہ!

التحقیق اللغوی، ۱۔ مُرْتَدٌ : اسم فاعل باب افتعال کا محاورہ ہے۔ اِمْرًا تَدَّ الشَّيْءُ رَدْرَدًا، واپسی چاہنا۔ الی الصواب صواب کی جانب لوٹ جانا۔ شیعئ سَادُّ رَدِی چیز۔

۲۔ مَنَافِقٌ : نَفَقَ (ن)، نَفَاقًا وَنِفَقَ (س) نَفَقًا سَ۔

نَفَقَ الشَّيْءُ خَتْمٌ هُوَ نَا، کم کرنا۔ نَافِقٌ مُنَافِقَةٌ وَنَفَاقًا فِي دِينِهِ۔  
دل میں گھر چھپا کر زبان سے ایمان ظاہر کرنا۔ نَفَقَ الْبِضَاعَةَ، سامان کو رواج دینا۔ انفق المال، مال صرف کرنا، خرچ کرنا۔

زمانہ نبوت میں حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم بذریعہ وحی ہوتا تھا۔ اب نفاق فی العمل کا علم یقیناً قرآن سے ہو سکتا ہے۔ ہاں نفاق فی الاعتقاد کا علم آسانی سے ممکن نہیں کیونکہ وحی جو حجت و دلیل ہے ختم ہو چکی ہے۔

۳۔ كَفَرَ (ن) كَفْرًا وَكُفْرًا۔ الشَّيْءُ كَفْرًا كُفْرًا۔ کہتے ہیں

كُفْرًا دِرَاعًا بِثَوْبِهِ اس نے اپنی زرہ کو اپنے کپڑے سے چھپایا۔ كُفْرًا لَيْلًا الشَّيْءُ

علی الشیئی - رات کا کسی چیز کو چھپانا اور ڈھانکنا - کفر الجہل  
 علی علم فلان، جہل کا علم پر غالب آنا - کفر، اطاعت اور ایمان کے  
 بعد کفر اختیار کرنا - کفر اللہ له الذنب - اللہ نے اسے گناہوں کو معاف کیا۔  
 اسلام میں کفر ان چیزوں میں سے کسی ایسی چیز کے انکار کرنے کا نام ہے  
 جس کے متعلق بطورِ بدہت معلوم ہو کہ اس کا تعلق دین اسلام سے ہے۔ پس جو کسی  
 اسلامی بات کا انکار کرے وہ کافر کہلائے گا۔

پوری بحث تفسیر و کلام میں ہے۔ بہر حال کفر چھپانے اور انکارِ حق کا نام  
 ہے۔ یہ کوئی گالی اور فحش لفظ نہیں جس پر کسی کو اعتراض کرنے کا موقع مل جائے  
 اور کفر ان نعمت، ناسکری کرنے کو بھی کہتے ہیں۔

(۴) متی ما میں ما زائد ہے، جینا کہ متنبی کے اس شعر میں ما زائد ہے : ہ  
 انا صخرة الوادی اذا ما زوجت : و اذا نطقت فإتني الجوزاء

بمجنین ہر رافضی سنی نائے راچو دید  
 مخبر از حال دل او قبل ما اجہر شد است  
 اہل مرفض مثل سنیین لتا ادعوا  
 فبحال قلبہم من قبلنا قد اظہرا

ترجمہ: "اسی طرح ہمارے مُرشدِ کامل حضرت محبوبِ عالم نے جب رافضیوں کو دیکھا کہ وہ سنی  
 ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرتے تھے تو اپنے انکی قلبی کیفیت کی خبر دی کہ یہ لوگ اپنے دعویٰ میں سچے نہیں ہیں۔"  
 نوٹ: یہاں اس شعر میں رافضیوں کی مذمت ہے نہ کہ شیعہ مسلمانوں کی بلکہ آج جو  
 شیعہ سنی اتحاد کی باتیں کی جاتی ہیں، علامہ خاکی نے چار سو سال پہلے اپنے نورِ باطن سے ہمیں  
 اسکی طرف متوجہ کیا تھا چنانچہ فرماتے ہیں: شیعہ و سنی یکے ہستند۔ الخ (دیکھئے تاج العارفین جلد ۱۷)

التشريح : اس شعر میں مرزا حیدر کے زمانہ کے روافض کا ذکر ہے کہ ان میں سے بہت سے لوگ حکومت سے ڈرتے تھے کیونکہ مرزا حیدر کٹر سنی تھا، اس نے کچھ روافض کو جلائے وطن اور بعض کو گرفتار کیا۔ اسوجہ سے بہت سے روافض سنی حکومت کی سختی سے بچنے کے لئے سنی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرنے لگے۔ چنانچہ وہ حضرت محبوب العالمؒ کے پاس آکر ان کے حلقہٴ ارادت میں داخل ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ حضرت نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ سچے دل سے سنی نہیں ہیں۔ یہاں سے مایوس ہو کر وہ دوسرے مشائخ کے پاس گئے اور ان کے رہی مرید ہوئے۔ یہ مشائخ روحانیت میں وہ مقام نہیں رکھتے تھے جو حضرت محبوب العالمؒ کو حاصل تھا۔ آپ ان کے بارے میں بار بار فرماتے تھے کہ یہ لوگ منافقین ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے : **المؤمن جیری بنور اللہ یعنی مؤمن اشیاء عالم کو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ تو آپ کی نشاندہی کیوں غلط ہو جاتی چناں چہ وقت آنے پر ان لوگوں نے اپنے سچے رافضی ہونے کا باقاعدہ اعلان کیا۔ لہذا اس شعر میں اسی عظیم تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس شعر میں از روئے قواعد علم بدیع صنعت تلمیح ہے۔**

التحقیق اللغوی : (۱) سُنَّیْنِ، سُنَّی کی جمع، سُنَّة کی طرف منسوب ہے۔ السُّنَّة : خصلت، طریقہ، شریعت، چہرہ یا اسکی گولائی۔ سُنَّة کی جمع سُنَنٌ آتی ہے۔ اهل السنَّة وہ لوگ جو حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی بترتیب خلافت کے قائل ہیں اور اس کو صحیح جانتے ہیں۔ السُّنَّیَّة مسلمانوں کی بڑی جماعت۔

حماء مسنون بدیہ دار کچھڑ

(۲) رَادَّعِی کا فاعل اهل فیض ہے۔ (۳) فی حال قلبہم جمع کی جگہ مفرد واقع ہے۔ دراصل فی احوالِ قلوبہم تھا۔

(۴۱) اَظْهَرَ، باب افعال کا فعل ماضی ہے اور الف اسکے آخر میں اِشباعی ہے۔  
 اَظْهَرَ الشَّيْءَ ظَهَرَ كَرْنًا، پیٹ پیچھے ڈالنا۔ الکتاب، کتاب کو اذہر پڑھنا۔  
 اَظْهَرَ عَلَى عَدُوِّهِ كَسَى كُوْثْمَانَ بِرَغَابٍ بَنَانًا۔ اظہرہ علی السیر کسی کو بھید پر  
 مطلع کرنا۔

روزے اللہ داد پر اسیپ از زون بیدار کرو  
 اولیٰ فریادش رسید آخر چو در آخور نشد است  
 قَدْ شَكِيَ بَصْرَبِ اللَّهِ دَادِ يَوْمًا فَرَسَهُ  
 لِأَلِيهِ فَأَعَانَتْ فِي أَصْطَبِلٍ لَهُ غَائِرًا  
 ترجمہ :- ایک روز آنجناب کے مرید صوفی اللہ داد نے آپ کی سواری کے گھوڑے  
 جو در نامی کی سخت پٹائی کی تو اس نے اسکی شکایت اصطبل میں پیر کامل سے کی۔  
 آپ نے اس کی شکایت سن کر داد فرمائی۔

التشریح : اس شعر میں آنجناب کے تاثیرات تجلیات سمعی سے  
 موصوف ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ ایک روز آپ کے آزاد کردہ غلام صوفی اللہ داد نے  
 آپ کے گھوڑے کو ناحق پیٹا اور مارا۔ دوسرے دن آنجناب اور فقیر (حضرت خاکیؒ)  
 ملا یوسف کے ہمراہ اتفاقاً اصطبل میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا یہ گھوڑا "جو در"  
 مجھ سے شکایت کرتا ہے اور فریاد کرتا ہے کہ صوفی اللہ داد نے اس کو ناحق مارا پیٹا،  
 یہ فرما کر آپ صوفی اللہ داد کی طرف متوجہ ہوئے کہ بتاؤ کیا یہ گھوڑا سچ کہہ رہا ہے؟  
 صوفی اللہ داد نے اپنی زیادتی کا اقرار کیا اور آنجناب سے معذرت چاہی اور کہا کہ آئندہ  
 مجھ سے ایسی نل لمانہ حرکت سرزد نہیں ہوگی۔ اسی طرح آنجناب کبھی کبھی فرماتے تھے کہ  
 یہ خیال مت کرو کہ مکھی کا بھنبنا نا بے معنی ہے۔ کیونکہ اسکا بھنبنا نا عموماً واقعات کے  
 مطابق ہوتا ہے جس کا تجربہ کیا گیا ہے۔ (خلاصہ مافی الشرح)

حقیر عرض پر داز ہے کہ فارسی شعر میں کچھ تعقید لفظی ہے کیونکہ ظاہری لفظوں سے تعبیر تاویل فاعل متعین نہیں ہوتا البتہ بعد تاویل شکایت کرنیوالا گھوڑا آسانی سے متعین ہو جاتا ہے۔ دراصل اس زطنے میں مشائخ کشمیر کو فارسی زبان پر بہت زیادہ عبور تھا خاصکہ حضرت خاکی کو۔ اس لئے وہ ہماری طرح ان معمولی لفظی پھندوں میں نہیں پھنستے تھے۔

(نوٹ: حیوانات کی باتیں سننا سنت نبوی سے ثابت ہے۔ آنحضرت سے معجزہ کے طور اور اولیاء اللہ سے بطریق کرامت و اتباع سنت)

التحقیق اللغوی، دل فرسہ، شکی کا فاعل۔ قرآن مجید میں  
 إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ کہ میں اپنے غم و اندوہ کی شکایت صرف اللہ کی  
 طرف کرتا ہوں۔ یہ اصل میں شکی، ایشکو، شکوی و مشکو و شکاة و شکاوة  
 و شکایة و مشکیتہ ہے۔ شکایت کرنے والے کو شاکی اور جس کی طرف شکایت کی  
 جائے مشکوالیہ اور مشکى بھی کہتے ہیں۔ متنبی کہتا ہے۔

وَشَكِيَّتِي فَقَدْ السَّقَامِ لِأَنَّهُ

قَدْ كَانَ لَمَّا كَانَ لِي أَعْضَاءُ

(۲) فَأَعَاتُ، غَاثُ خَوْثًا، أَعَاثُ، إِغَاثَةٌ وَمَغْوُثَةٌ مَدَّ كَرْنَا۔

(۳) غَاثِرًا، يَرِيهَا، بِرِغَامِ الشَّيْءِ أَوِ الْقَوْمِ، طَبَّ كَرْنَا أَوْ تَلَّاشَ كَرْنَا، أَوِ الرَّفِّ  
 اس میں اِثْبَاعِي ہے۔

از سماع جنگ و نئے کارہ زروئے منع شرع

گر چہ ذکر اللہ شنو از تار و از مرشد است

مِنْ سَمَاعِ اللَّهِ وَالطُّبَارِ يَنْهَى لِلشَّرْعِ

إِنْ يَكُنْ أَحَدًا هُمَا لِلذِّكْرِ يَسْمَعُ ذَا كَرًا

ترجمہ: شریعت مقدسہ کی رعایت سے آپ ساز و ستارہ پر گانا سننا پسند نہیں فرماتے



ہیں۔ ماں اگر کبھی کبھار آلات سے کچھ سُسنے کا موقعہ آیا تو ذکر اللہ اور یادِ الہی کے سوا کچھ نہیں سُنتے۔

**التَّنْجِیحُ** ، شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس شعر میں حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کے اعتقاد اور مشرب کا بیان ہے کہ آپ کے اعتقاد میں ساز و سیارہ سے گانا وغیرہ چیزیں سُسننا مکروہ اور حرام ہے لیکن اگر کرامت اور خرق عادت کے طور پر ان آلات سے ذکرِ الہی کی آواز سُنائی دیتی تھی تو ایسے اوقات میں چنگ و نئے کی آواز سے ذکرِ الہی سماع فرماتے تھے۔ مگر شریعت کا اتنا احترام و اہتمام ہوتا تھا کہ اگر ایسے وقت نماز کا وقت پہنچ جاتا تھا تو تجدیدِ وضو کرتے اور فرماتے تھے کہ اگر شریعت کے احترام کی خاطر ان آلاتِ چنگ و رباب کی آواز سُن کر نیا غسل بھی کریں تو زیبا اور شایانِ شان ہے اور اگر غسل دوبارہ نہ کیا جائے تو کم از کم چنگ و رباب کی آواز سُن کر نیا وضو کر لینا چاہیے۔ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایک دن میں نے ہجو قسم کے آلاتِ چنگ و رباب کو خواب میں دیکھا تو تعبیر میں کہا گیا کہ آئندہ ایسی ہی مکروہ اور غیر مشروع چیزیں پیدا ہوگی لہذا اس قسم کے آلات سے گانا سُنے والوں کو توبہ اور رجوع الی اللہ کرنا چاہیے۔

شارح نے اس موقع پر ساز و سیارہ سے سماع و آسرا پر طولانی بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر صورت میں عوامِ مسلمین کو ہجو قسم کے آلاتِ لہو و لعب اور ان کی آوازوں کے سماع سے احتراز و پرہیز کرنا چاہیے اور بعض بزرگوں کے سماع سے جوازِ سماع پر استدلال کرنا عوام کے لئے درست نہیں کیونکہ جن حضرات سے سماع ثابت ہے انکی پابندیِ شرع اور احترامِ احکامِ دین اور پھر وہ قبو و جوان حضرات نے جوازِ سماع کے لئے نکالی ہیں ایسے لوگ ان کی شرطیں عصرِ حاضر میں عتقا صفت ہیں۔ پس موجودہ زمانے میں جو نام نہاد اور درویش وضع لوگ چنگ و نئے اور سیارہ بجانے میں ہمتن محو رہتے ہیں وہ نہ صرف اپنا وقت ضائع کرتے ہیں بلکہ محرماتِ شریعہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ افسوس

ہے کہ جو لوگ قرآن جیسے مٹھاس بھرے اور شہد سے زیادہ شیریں کلام کو طاقِ نسیان پر رکھ کر گانا بجانے میں لگ جائیں تو سمجھ لیجئے کہ شیطان نے ان پر غلبہ پایا ہے۔ ایسے لوگ ان اکابر کو جن سے سماعِ ثابت ہے اپنے اوپر قیاساً نہ کریں۔ ”چہ نسبت خاک را با علمے پاک“

التحقیق اللغوی؛ الچنگونے؛ گانے بجانے کے مشہور آلات۔

سیتارہ کو طنبور اور الطنبار کہتے ہیں۔ اس کی جمع طنابیر آتی ہے۔

الطنبلات شرفِ فساد کو کہتے ہیں۔ یہ سب آلات ملاحی میں داخل ہیں اس لئے ہم نے اس سے پہلے لفظ اللہو لایا ہے تاکہ سامعین کرام پر واضح ہو جائے کہ جو چیز ملاحی میں داخل

ہو اس سے دلچسپی رکھنا شرعاً حرام ہے۔ اور جو بعض درویش صاحبان چنگونے باجا

اور سیتارہ سے دلچسپی رکھتے ہیں ان کے سماع سے ایک تو نماز سے غافل ہو جاتے ہیں

اور پھر قرآن کریم کی تلاوت سے بھی حفا ولذت نہیں پلتے ہیں ایسے درویشوں نے

علم تصوف اور علم طریقت کو بہت نقصان پہنچایا اور جو ظاہری طور پر ان کو منع کرتے

ہیں اور دیر پردہ ان کے دوست ہیں وہ ان سے بھی زیادہ بدتر اور اسلام کو نقصان

پہنچانے والے ہیں۔ لہذا صاحبو! ایسے لوگوں پر بھروسہ نہ کیجئے۔ قرآن سب سے

بڑی و نعمت ہے جس کے بارے میں فرمایا ”تَعَنُّوا بِالْقُرْآنِ“ قرآن خوب آواز

نکال کر پڑھو، یا قرآن سے دولت مند بن جاؤ۔ اگر حضرت محبوب العالمؐ کو بھی اتفاقاً

ان آلات کی آواز کانوں میں پڑتی تو اس وقت آپ ان آلات سے ذکر اللہ ہی سنتے

تھے۔ یہ بھی آپ کی کرامت میں داخل ہے۔

(۲) للشرع؛ لام علت کے لئے۔ یا مضاف محذوف مانے یعنی لاجل المشرع

یعنی پاس شرع رکھنے کی وجہ سے چنگونے ناپسند فرماتے تھے۔

از کمال تربیت با خواجہ اسحاق حلیم  
گشتہ مملہم مخبر و مانع ز ما اضم شد است  
وَقْتِ بَيْعَةِ لِاسْحَاقِ الْحَلِيمِ الْمَهْمَا  
فَنَهَاهُ عَنِ حَرَامٍ مُّخْبِرًا مَا اَضْمَرَ

ترجمہ: خواجہ اسحاق حلیم کی بیعت کے وقت آنجناب کو الہام ہوا کہ یہ  
خواجہ اسحاق) امر حرام کا مرتکب ہوتا ہے تو آپ نے اُسے اس کے ارتکاب سے منع  
فرمایا اور اُن کو اس بات کی خبر دی جسے وہ چھپانے کی کوشش کرتا تھا۔  
التشریح: اس شعر میں خواجہ اسحاق حلیم برادر خواجہ حسن قاری کے مرید  
ہونے اور بطور کشف و تجلی السبیح کی تاثیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت  
ناظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہر چند خواجہ اسحاق قاری قرآن خوان اور دیانت دار  
تھے مگر ایک مجذوب درویش کی غلط صحبت کی وجہ سے بھنگ پینے کے عادی  
ہوئے تھے۔ پھر وہ آل پیر روشن ضمیر کے پاس تربیت حاصل کرنے اور مرید بننے  
کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے پہلے حسب عادت پیران طریقت کی طرف توجہ فرمانے  
تو آپ کو بذریعہ الہام معلوم ہوا کہ یہ (خواجہ اسحاق) پوشیدہ طور بھنگ پیتا ہے  
لہذا اس کو فرمایا کہ اگر اس پاک اور مقدس سلسلہ عالیہ میں داخل ہونا ہے تو  
پہلے اس سے توبہ کر لے کہ آئندہ مجموعہ قسم کی نشہ آور چیزوں سے پرہیز کر جائے  
چنانچہ آل پیر پیر نور مبین نے خواجہ اسحاق کو اس بات کی خبر دی تو انہوں نے اپنا  
قصور مان لیا لیکن جسارت کرتے ہوئے پوچھا کہ حضرت! فلاں درویش بھنگ  
پینے سے منع نہیں کرتا تو آپ کیوں منع فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب میں بس  
اتنا فرمایا کہ میں بھنگ کے استعمال سے بذات خود منع نہیں کرتا بلکہ اس سے

حضرت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے، کُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ کہ ہرنشہ اور چیز حرام ہے اور ہرنشہ اور چیز شراب ہے۔ تو اب اگر ایک درویش نہیں بلکہ لاکھوں درویش بھنگ کو حلال کہیں تو وہ کب حلال اور جائز ہوگا؟

خلاصہ یہ ہے کہ پیر کامل حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ نے خواجہ اسحاق حلیم کی اس شان سے تربیت فرمائی اور ان کو اس کمال تک پہنچایا کہ آپ نے ان کو اپنی جماعت کا امام و پیشوا بنایا۔

حضرت شاح سراج الہدایۃ سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ حضرت جلال الدین بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بھنگ ایک خاص گھاس کا نام ہے جسے لوگ نشہ کے لئے کھاتے پیتے اور کھانے کی چیزوں کے ساتھ ملا کر استعمال کرتے ہیں۔ نشہ اور ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ (خلاصہ مافی الشرح)

حقیقہ کہتا ہے کہ یہ ہے پیر کامل حضرت محبوب العالم کا حال اور تقویٰ کہ پہلے خواجہ اسحاق حلیم کو اس سے پرہیز کرنے کی تلقین فرمائی اور تب ان کو اپنے دامن تربیت میں لیا۔

دوسری طرف آپ عصر حاضر کے بعض اُن پیرانِ طریقت کو دیکھئے کہ جو مخدومی اور خاکی یا داؤدی کہلوانے میں بڑا فخر محسوس کرتے ہیں مگر بائین ہمہ انہوں نے حضرت محبوب العالم کی تعلیمات کو ٹکسا سا جواب دے رکھا ہے اور ان کے باغات اور زمینیں بھنگ کی کاشت سے بھرے پڑے ہیں۔ چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانان۔

نہی چہوہ و نان اسی چہ خاصے : تبتہ نوموہ کلونہ ساسہ منزہ اکھ  
التحقیق اللغوی، البیعت، عہد و پیمان، کلیبا، گرجا،  
یہودیوں کا گرجا، عبادت خانہ، جمع بیعات، بیع، بیعات۔

بایعوا بالخلافة و بویع لہ بالخلافة لوگوں نے اس کی خلافت پر بیعت کی، یعنی لوگوں نے اس کی خلافت کو مان لیا اور تسلیم کیا۔

بَاع (ض) بَيْعًا وَمَبِيعًا، فَلَا تَأْكُتَابًا اَوْ مِنْ فُلَانٍ كِتَابًا کسی کو کتاب دیکر قیمت لے لینا، بیچنا یا کسی سے کتاب بے قیمت لینا۔ مُرِيدًا جو عہد و پیمان اپنے پروردگار سے ہوتا ہے اُسے خرید و فروخت کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے کہ گویا مُرید اپنے آپ کو اپنے پیر کے ہاتھ بیچتا ہے، اب مُرید کو اپنا کوئی اختیار اپنے متعلق نہیں رہتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بَيْعَةَ كِي كِي قَسَمِينَ كِي ہوں، ایک تو وہ جو متواتر اور مشہور صوفیہ حضرات کے ہاں ہیں۔ ایک دوسری بَيْعَةُ التَّوْبَةِ مِنَ الْمَعَاصِي پیر سے گناہوں سے بچنے پر بیعت اور عہد و پیمان کرنا۔ بَيْعَةُ التَّبَرُّكِ فِي سِلْسِلَةِ الصَّالِحِينَ نیکیوں کے زمرہ میں شامل ہونے کے لئے بیعت کریں تاکہ اس سے برکت حاصل ہو جائے۔ بَيْعَةُ اللَّهِ تَعَالَى کے اوامر پر پابندی اور اس کے ممنوعات سے بچنے پر۔ اور اس بات پر کہ اپنے دل کا ربط و تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم و دائم رکھے اور اس قسم کی بیعتوں کے وقت مسنون ہے کہ شیخ اپنے مُرید کے سامنے آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ابْتَغُوا إِلَيْهَا الْوَسِيلَةَ۔ الخ اور آیت إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ تَنَا أَجْرًا عَظِيمًا تک پڑھے۔ اسی طرح اس کے سامنے خطبہ مسنون الحمد لله نحمدك ونستعينه۔ وبارك وسلم تک پڑھے۔ اور ایمانِ مجل کی تلقین کرے تو مُرید سے کہے کہ کہو 'أَمَنْتُ بِاللَّهِ وَبِهَاجَاءِ مَنْ عِنْدَ اللَّهِ عَلَى مِلَّةِ اللَّهِ وَآمَنْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ وَبِهَاجَاءِ مَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَبَرَّأْتُ مِنْ جَمِيعِ الْأَدْيَانِ



سوی الاسلام وجميع العصبیان وأسلمتُ الآن واقول  
 أشهدُ أن لا إلهَ إلا اللهُ وأشهدُ أن محمداً عبداً  
 ورسوله“ اور یاد رکھنا چاہیے کہ جاہل و نادان پیروں کی طرح بیعت  
 کے وقت بیعت کرنیوالی عورت اپنے پیرومرشد کے ہاتھوں کو نہ چھوئے۔ یہ  
 گناہ ہے بلکہ ایک کپڑا درمیان میں رکھا جائے۔ پیرصاحب کپڑے کے  
 ایک کنارے کو اور بیعت کرنیوالی (عورت) اس کے دوسرے کنارے کو  
 پکڑ لے۔ اور ہمارے زمانے میں پیری مریدی کی بیعت مردوں اور عورتوں  
 دونوں کے ساتھ ہاتھ ملا کر ہوتی ہے۔ جو شریعت کے برخلاف ہے۔  
 اسی طرح بیعت کی قسموں میں سے بیعة الخلفة، بیعة  
 الاسلام، بیعة التمسک، بیعة الهجرة، بیعة الجهاد  
 اور بیعة التمسک فی الجہاد ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی صاحب  
 بیعة کے احکام کی تفصیل چاہتا ہو تو وہ شاہ صاحب کی مستند کتاب  
 ”قول الجمیل“ کا مطالعہ کرے۔

مُلہم از احوال عالم گشتہ گاہ اخبار کرو  
 شد مجرب آنکہ واقع عین ما اخیر شد است

وہو ملہم باحوال الدنا و مبصر  
 بعد فکرة لبان مابہ قد اخبر

ترجمہ :- آل پیر حقیقت تنویر کو دنیا کے احوال و واقعات کا الہامی طور  
 علم حاصل ہے۔ چنانچہ کبھی کبھی ان احوال کی آپ خبر بھی دیتے ہیں اور

تجربہ کے بعد وہ واقعات و حالات ہو بہو ایسے ہی پیش آئے جیسا کہ آنجناب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔

التشریح :- علماء نے الہام کے معنی اس طرح کئے ہیں کہ نورِ باطن سے اسبابِ ظاہری اور وساطت کے بغیر عالمِ غیب کی چیزوں کا علم حاصل ہونا حضرت شارحِ رحمۃ اللہ نے الہام کے درست اور جائز ہونے پر آیتِ بلند پایہ **إِنَّ اللَّهَ يَسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ** کہ اللہ تعالیٰ سوجسے چاہتا ہے اسکو عالمِ غیب کے عجائب سے نوازتا ہے۔ اور حدیثِ **أَلْهَمَنِي رَجِي** سے بھی استدلال کیا ہے۔ اس کا ترجمہ: "میرے پروردگار نے مجھے الہام ڈالا ہے۔" حقیقت میں یہ صفت، تجلیِ الہی کی خاصیتوں میں سے ایک خاصیت ہے۔ یعنی جب بندہ تقویٰ و پرہیزگاری کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جائے جو بغیر اتباعِ سنت ممکن نہیں ہے تو پھر اس کے حواسِ ظاہرہ اور حواسِ باطنہ پر ربانی تجلی کا وہ پرت تو پڑتا ہے جس کے بارے میں حدیثِ قدسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کار بندے کے متعلق فرماتا ہے کہ **بِئْسَ كَيْسَمَعٌ** "میرے ہی کانوں سے سنتا ہے۔" **بِئْسَ بَصِيرٌ** "وہ میری ہی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔" **بِئْسَ بَصِيرٌ** "وہ میرے ہی ہاتھوں سے پکڑتا ہے۔" **إِلَىٰ آخِرِ الْحَدِيثِ**۔ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **أَلْمُؤْمِنُ يَرِي بِنُورِ اللَّهِ** کہ صاحبِ ایمان اللہ جل شانہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ یہ حدیث اپنے فن کی کتابوں میں معروف و مشہور ہے۔

شارحِ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اسی مقام کو محفوظ رکھ کر سرتاجِ اولیاء حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے علماءِ بد باطن اور بے خرد کو فرمایا:

” أَخَذْتُمْ عَلِيمَكُمْ مِمَّتَنَا عَنْ مَيْتٍ وَأَخَذْنَا الْعِلْمَ  
عَنِ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ “ کہ تم لوگ خود بھی مردہ ہو اور  
مردوں (بے عمل مولویوں) سے ہی تم نے علم حاصل کیا ہے۔ اس لئے تمہارے علم  
سے بندگانِ خدا کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں۔ اس کے برخلاف ہم نے براہِ  
راست اس ذاتِ متعال سے علم حاصل کیا ہے جس کے لئے موت اور فنا محال  
اور ناممکن ہے۔ اور حضرت خواجہ نقشبند بخاری رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ ہم  
چالیس سال سے عبدیت و بندگی بجالا رہے ہیں اور اس دوران ہمارے وجود  
نے کبھی غلطی نہیں کی۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اولیاء اللہ نورِ  
فراست سے اشیاء اور حقائقِ عالم کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

اسی طرح حضرت امام محمد غزالی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف  
احیاء علوم الدین میں اسی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں:- اَدَبُ  
أَرْبَابِ الْقُلُوبِ يُكَاشِفُونَ بِأَسْرَارِ الْمَلَكُوتِ تَارَةً عَلَى  
سَبِيلِ الْإِلَهَامِ بِأَنْ يَحْضُرَ لَهُمْ عَلَى سَبِيلِ الْوُرُودِ مِنْ  
حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ..... الخ یعنی اہلِ دلِ عالمِ ملکوت کا مکاشفہ کبھی الہام  
سے اس طرح کرتے ہیں کہ اُن پر واردات کی کسی صورت پیش آتی ہے کہ اُن  
کو بھی ان مکاشفات پر اختیار نہیں ہوتا اور اربابِ قلوب کے رویا ہی صاف  
سے علم حاصل ہوتا ہے اور کبھی بیداری میں بطریقِ تمثیل کشف ہو جاتا ہے جو  
تمام درجات میں اعلیٰ اور اونچا ہے جیسا کہ فرمایا: خوابِ نبوت کے چھیا لیس  
جزروں میں سے ایک جز ہے۔ غرض یہ سب کشفِ قلبی کی صورتیں ہیں۔

پھر حضرت امام غزالیؒ تاکید کے ساتھ لکھتے ہیں کہ: اے طالبِ حق!  
تو اپنے فتور اور کم نہمی کے سبب اس مقدس علم (کشفِ قلب) کا انکار نہ کر

کیونکہ اس کے جھٹلانے والے صرف وہ رسوائے عالم لوگ ہیں جنہیں علم نبوت سے کوئی حصہ نہیں ملا۔ میں کہتا ہوں کہ کشفِ قلب کے جھٹلانے والے صرف وہ لوگ ہیں جن کے بائے میں کسی واقف کار نے یہ شعر فرمایا ہے :-

بجرفۃ اندبٹامات الف لام چند : بدنام کنندہ نکونامے چند  
پھر حضرت امام غزالی فرماتے ہیں کہ : جس نے اولیاء اللہ کے کشفِ قلب اور شرح صدر سے انکار کیا اس نے دراصل انبیاء کرام کے علوم سے انکار کیا۔ کشفِ قلبی کی متعدد صورتیں ہیں :-

- ۱۔ کشفِ کبھی الہام ربانی سے ہوتا ہے۔
- ۲۔ کبھی روایہ صادقہ یعنی سچے خواہوں کے ذریعہ ہوتا ہے۔
- ۳۔ کبھی بیداری میں بطریق تمثیل ہوتا ہے۔

آخری صورت سب سے زیادہ اونچی اور اعلیٰ ہے۔ خاکساریہ اہم مضمون مصالحتہ ادھورا چھوڑتے کہ کم مایہ ہے۔

التَّحْقِيقُ اللُّغَوِيُّ : ۱۔ قَوْلُهُ مُلَرَّمٌ۔ يَهْدِيهِ اللهُ فَمَلَانَا  
خیراً سے مشتق ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر وحی کی توفیق دی  
سکھلایا، پس یہاں پر مُلَرَّمٌ سے مراد وہ ہے جس کو کسی امرِ خیر کی تعلیم من جانب  
اللہ دی جائے، بصیغۃ اسم مفعول ہے۔ یہ اصل میں لَهَمَّ (س)، لَهْمًا و لَهْمًا  
الشَّيْبِيُّ سے ماخوذ ہے جس کا معنی کسی چیز کو ایک مرتبہ نکل جانا۔ الْمَاءُ پانی کا  
گھونٹ لینا۔ اللَّهُمَّ مِنَ السُّوْجِ، مِٹھی بھرتو۔ قرآن کریم میں آیلے،  
فَاللَّهِمَّ فَجَوْرَهَا وَتَقْوِيَهَا بعض مفسرین نے اس کی تفسیر اس طرح  
کی ہے : اَللّٰهُمَّ عِبَارَةٌ عَنْ بَيَانِ كَيْفِيَّةِ اسْتِعْمَالِهَا فِي النَّجْدِ  
يَعْنِي آيَةً كَمَا يَهْتَمُّ بِهَا اَعْضَاءُ وَقَوِي كَوْنِهَا وَشَرِّهَا اسْتِعْمَالِ كَرْنِ كَطَرِيقِ

کو بکھانا۔ فیہ بحثٌ طویلٌ عریضٌ یذکر فی مقامہ۔

۲۔ الدُّنْیَا، موجودہ زندگی، اس کی جمع دُنْیٰ آتی ہے۔ نسبت کے لئے دُنْیَوِیْ، دُنْیَاوی اور دُنْیٰ آتی ہے۔ یہ دراصل دَنَا یَدُنُوسے ہے۔ رہا یہ امر کہ دُنْیَا کی جمع دُنْیٰ آتی ہے تو درج ذیل شعر میں ملاحظہ فرمائیے۔۔

۵۔ اَعَزُّ مَكَانٍ فِي الدُّنْیٰ سَرْجٌ سَابِیحٌ  
وَخَيْرُ جَلِيسٍ فِي الزَّمَانِ كِتَابٌ

۳۔ مُبْصِرًا، اسم فاعل از اِبْصَارَ، دیکھنا، حقیقت تک پہنچنا۔ قرآن مجید میں ہے: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ "مخلوق کی آنکھیں خدا تعالیٰ کو ادراک نہیں کر سکتی ہیں اور نہ اُس کی کہنہ و حقیقت جان سکتی ہیں" وہ ہر چیز کی حقیقت جانتا ہے۔ مُبْصِرٌ: دیکھنے والا، حقیقت سمجھنے والا، خبر دینے والا اپنے علم خدا واد سے۔ یہ اصل میں بَصْرَانٌ، وَبَصِيرٌ بَصْرًا وَبَصَارَةً وَبِهِ، کسی چیز کو جاننا، دیکھنا۔ بَاصِرَ الشَّيْءِ، کسی چیز کو دُور سے جھانک کر دیکھنا۔ مزید تفصیل اَلْمُنْجِدِز میں دیکھیے۔

۴۔ لِبَيِّنَاتٍ، لام تاکید کے لئے ہے۔ بَيِّنَاتٌ بَيِّنَاتٌ بَيِّنَاتٌ: ظاہر ہونا، فضل و زیادتی میں غالب آنا۔ بَيِّنَاتٌ بَيِّنَاتٌ بَيِّنَاتٌ: جُدا ہونا۔ اس سے فقہاء اسلام اَنْتِ بَيِّنَاتٌ كَا حَكْمٍ بَيِّنَاتٌ ہیں۔

۵۔ تَجْرِبَةٌ، یہ جَرْبَةٌ، تَجْرِبِيًّا، تَجْرِبَةٌ سے ہے، آزمانا، تجربہ کرنا، امتحان لینا۔ اَجْرَبَ الْقَوْمَ، قوم کے اونٹوں میں کھجلی کی بیماری پھیل جانا، کھجلی کی بیماری میں مبتلا ہونا۔





۷۰  
 مُنْبِيٌّ اَزْ تَشْرِيفِ تَاثِيْرِ تَحَبُّلِي حَيَاتِ  
 رَوْزِ اَنْدَرِ حَالَتِ لَفْظِ اَزْ مَنظَرِ شَدِ اسْتِ  
 وَبِتَاثِيْرِ تَحَبُّلِي الْحَيَاتِ فَضْلًا  
 هَكَذَا يَوْمًا بِجَذَبَةٍ كَلَامًا اُظْهَرَ

ترجمہ: "ایک روز پیر کامل حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ سے وجد و جذبہ کی حالت میں یہ فقرہ زبان مبارک سے صادر ہوا کہ میں تجلی کی تاثیر سے حیات جاودانی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔"

التشریح: امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ آیت بلند پایہ اَوْ مَن كَانَ مِثْبَاتًا فَاجِبِيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ترجمہ: "کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا، اور ہم نے اس کے لئے ایسا نور بنایا جس کی روشنی میں وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، کیا وہ شخص ایسے شخص کے مانند و مشابہ ہو سکتا ہے جو تاریکیوں میں مبتلا ہے اور وہ ان سے چھٹکارا پانے والا بھی نہیں ہے۔؟ اسی طرح کافروں کو ان کے (گذریے) اعمال خوشنما دیکھائی دیتے ہیں۔"

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ارباب صفا کے نزدیک زندگی کی اصلیت یہ ہے کہ دل کا تعلق ہمیشہ ذکر و فکر اور یادِ الہی سے مربوط اور قائم رہے اور اس میں قصور اور فتور نہ آنے پائے، یہی اصل زندگی ہے جس سے مُردگی کے بعد نئی زندگی آجاتی ہے۔ اسی طرح اہل ذکر جب مولیٰ کی یاد سے غافل ہو جائیں گے تو وہ زندہ ہو جانے کے بعد مرتے ہیں۔ لہذا آیت مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ معرفت اور عبادت میں

پرورش پائیں گے، اُن کے اور غافل و بے معرفت لوگوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ چونکہ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عمر مبارک اللہ تعالیٰ کی معرفت و عبادت اور اس کے دین حق کی خدمت اور اتباع سنت میں گزاری اور غفلت و سستی کو اپنے پاس آنے نہ دیا اس لئے آپ کو حیات جاودانی حاصل ہو گئی اور بعد وفات بھی آپ کا قلب مبارک معرفت اور اسرارِ الہی سے مست و سرشار رہیگا۔ اسی کی طرف اپنے بے ساختہ مذکورہ بالا شعر کے مفہوم میں فرمایا کہ میں حیات جاودانی پلنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ یعنی میرا بیدار دل معرفتِ الہی سے لبریز ہونے کے سبب بعد وفات بھی اپنے معبود حقیقی کی یاد میں غرقِ معرفت اور مشاہدہ اسرارِ حق میں زندہ جاوید ہوگا۔

یہ مذکورہ بالا شعر کا مختصر مفہوم ہے جو حضرت بابا داؤد خاکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیرِ کامل کے بارے میں پیش کیا۔ اسی طرح شارح رحمۃ اللہ نے مذکورہ شعر کی تشریح کرتے ہوئے آیت مبارکہ وَمَا يَتَّبِعُ الْأَحْيَاءُ وَالْأَمْوَاتُ کہ "زندہ اور مردہ لوگ برابر نہیں ہو سکتے۔" سے بھی معنوی حیاتِ عباد اللہ الصالحین پر اندر لال کیا ہے کہ ایسے باخدا لوگ بعد وفات بھی زندہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ آپ نفحاتِ الاُنی سے نقل کر کے درج ذیل واقعہ لکھتے ہیں جس سے شعر مذکور کی تائید ہوتی ہے :-

شیخ نجم الدین محمد الاصفہانی ایک جنازہ کے ہمراہ جا رہے تھے، جب لوگ میت کے دفنانے سے فارغ ہوئے تو ایک عالم نے اس کی قبر پر اس کی تلقین کرنا شروع کی، اس پر حضرت اصفہانی رحمہ اللہ کو ہنسی آئی، ایک شاگرد نے دریافت کیا کہ ایسے وقت میں ہنسی کی کیا وجہ ہے؟ اپنے جواب فرمایا کہ: "صاحبِ قبر تلقین کرنے والے سے کہتا ہے کہ کیا یہ بات قابلِ تعجب نہیں کہ مردہ زندہ کو تلقین کرنے لگا۔" تو معلوم ہوا کہ بہت زندہ مڑے ہیں اور بہت سے ظاہری مردہ دل کے اعتبار سے زندہ ہیں۔ اسی طرح شمائلِ القیاد میں سجدی حیات کی یہ مثال دی ہے کہ ایک شخص نے حضرت

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر اپنی کسی حاجت کے پورے ہونے کے لئے چلے گیا۔ اُنالیس دن تک حاجت پوری نہیں ہوئی، وہ مختلف دوسووں میں پڑ گیا۔ آخر میں اس نے آستانہ فیض کا شانہ سے یہ شعر سنا: ۷

مرا زندہ پندار چون خوشستن ۛ من ایم بجان گر تو آئی متن  
ترجمہ: ”مجھے اپنی طرح زندہ سمجھو اگر تو ہلکے پاس جسمانی طور پر آتے ہو، میں تمہارے پاس روحانی طور پر آتا ہوں۔“ جب وہ شخص واپس گھر پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے وسیلہ سے اس کی حاجت روا فرمائی تھی کہ مولائے کریم کو اپنے نیک بندوں کا بہت پاس ہے۔ اس سے بھی اولیاء اللہ کی حیات معنوی و جاودانی کی طرف اشارہ مل جاتا ہے جس کو حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں زندہ ہوں۔

حضرات! یہ خلاصہ تحقیق شعر حسب تصریح شارح ہے۔ میں مزید اضافات چاہتا ہوں مگر وہ میرے وظیفہ سے باہر ہیں، کہ ہمارا اصل مقصد تو فارسی شعر کو عربیت کے جامہ میں پیش کرنا ہے اور بس پھر ہم نے اس سبب کو شفاء البشر شرح کبریت احمر میں لکھا ہے لہذا اسی پر اکتفا کرنا مناسب ہے۔ ہاں اس شعر کا خلاصہ درج ذیل شعر میں ملاحظہ فرمائیے۔ ۷

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد عشق  
ثبت است بر جریدہ عالم دوام

اللہم ادرنا الحق حقاً و ادرنا الباطل باطلا و ادرنا اجتنابہ  
التحقیق اللغوی: ۱۔ وبتاثر میں واد استینافیہ ہے، یعنی ابتدائی کلام کے لئے۔ اور تاثر کے معنی جیسا کہ لغت کی کتابوں میں ہے۔ ”کسی چیز میں اثر پیدا کرنا، کسی چیز پر انداز ہونا۔“ اشرف ایشاوا، اکرام و عزت کرنا، پسند کرنا، فضیلت و برتری دینا۔ کما فی القرآن الکریم: ”لَقَدْ اَشْرَكْنَا اللّٰهُ عَلَيْنَا“ اللہ نے آپ کو ہم پر فوقیت و فضیلت اور برتری دی۔ استاثر و تاثر کسی کے نشانہ

پر چلنا، پیروی کرنا۔

(۲) تَجَلَّى تَجَلَّى الشَّيْءُ، چیز کا اچھی طرح ظاہر ہونا۔ تَجَلَّى الْمَكَانَ، گھر پر چڑھنا  
الشَّيْءُ، کسی چیز کو گردن بلند کر کے دیکھنا، پرتو ڈالنا۔ جَبْهَةً، جلوہ، کشادہ پیشانی  
أَجْلَاهُ عَنْ بَلَدِهِ، کسی کو اس کے شہر سے نکالنا۔

(۳) الْحَيَاتِ، زندگی، چنانچہ حَيِي (س) حَيَاةٌ زندہ رہنا اور حَيَّي حَيِي،  
ادغام کے ساتھ بھی آتا ہے۔ مِنْهُ شَرْمَذَةٌ ہونا۔ أَحْيَاةٌ، زندہ کرنا۔ یہاں پر تَجَلَّى  
الْحَيَاتِ سے مراد حیاتِ حقیقی کا پرتو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ڈالا جس سے آنجناب نے  
معنوی حیات حاصل فرمائی۔

(۴) جَذْبَةٌ، دُور کی مسافت کو کہتے ہیں۔ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَنْزِلَةِ جَذْبَةٌ، اس کے  
اور اس کے گھر کے درمیان لمبی مسافت ہے جو کششِ اہل اللہ میں ہوتی ہے اس کو بھی جذبہ  
کہتے ہیں۔

ہم کراماتِ زبورِ نشرِ وقتِ وطی حروف  
ہمدانِ مخلصش را تجربہ اکثر شد است  
نَشْرُوقِ طَيِّ حُرُوفٍ مِنْ كَرَامَاتِ لَهُ  
مُخْلِصُوهُ الْجُلَسَاءُ جَرَّبُوهَا أَكْثَرًا

ترجمہ: "نشرِ وقتِ، طی حروف جیسی اعلیٰ درجہ کی کرامتیں بھی آنجناب سے صادر ہوئی ہیں جن کا  
تجربہ اور مشاہدہ بارہا آپ کے مخلصوں نے کیا ہے۔"

التشریح: آپ اس شعر کا مقصد سننے سے پہلے مندرجہ ذیل الفاظ کے اصطلاحی  
معنی سمجھ لیجئے: (۱) طَيِّ حُرُوفٍ، اس طرح کلمات و حروف جلد از جلد پڑھنا جو  
بشری عادت سے بہت بالاتر ہو۔ (۲) نَشْرُوقِ: اللہ تعالیٰ کے حکم سے کسی مدت  
و زمانہ کا اس طرح لمبا ہونا جو ظاہر میں لوگوں کو دکھائی نہ دے۔ (۳) أَبْدَانِ مُتَمَثِّلَةٍ و

ابدانِ مکتسبہ روحانیہ کا ایک ہی وقت میں مختلف مقامات میں ہونا اور دور و دراز مسافت تھوڑے زمانے میں طے اور قطع کرنے کا نام ہے۔

ابدانِ مکتسبہ روحانیہ کا یہ مطلب ہے کہ جب ظاہری جسم پر روح پوری قوت کے ساتھ اپنا اثر ڈال کر اس جسم کو لطیف سے لطیف تر بنائے اور وہ جسم روح کے مشابہ ہو جاتی ہے۔ خوب سمجھ لو ہم نے آپ کی خاطر مسئلہ اس طرح حل کیا کہ اس سے سینکڑوں مشکل مسائل حل ہو جائیں گے۔

اب آپ متنِ شعر کی تشریح ملاحظہ فرمائیے، اس سلسلہ میں حضرت شارح بحوالہ مسالید، اقبالید، اپنی شرح میں فرماتے ہیں کہ اخی علی مصری نے حضرت شیخ رکن الدین، علامہ الدولہ سمنانی سے سوال کیا کہ نشروقت، طعی حروف اور اس قسم کی چیزوں کی کیا کوئی حقیقت ہے؟ آنجناب نے فرمایا مجھے ذاتی طور پر ان چیزوں کی حقیقت ثابت ہوئی ہے اور فلاسفہ کے ساتھ دربارہ معراج حضرت غیبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر زبردست بحث ہوئی، آخر کار بفضل اللہ میں ان پر غالب آ گیا حضرت موصوف نے اس مشکل گتھی کو اس طرح سلجھایا کہ اللہ تعالیٰ نے جسموں کے مادہ اور جوہر کو اس قابل بنایا ہے کہ جس سے اور جیسا چاہیے وہ شے متبدل کو قبول کر سکتا ہے کیونکہ تمام اشیاء اللہ کے اختیار اور قبضہ قدرت میں ہیں اور ان چیزوں میں اطاعت و فرمانبرداری کا مادہ پایا جاتا ہے، جیسا کہ آگ کی خاصیت جلانے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی یہ خاصیت ابراہیم علیہ السلام کے لئے سلب اور دور کی۔ اسی طرح دریائے نیل کے ایک حصے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے خشک راستہ میں تبدیل کیا اور پانی موسیٰ اور آپ کے ساتھیوں کو ڈوب نہ سکا۔ اسی طرح لوہے کو حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے نرم بنایا۔ صرف ہاتھ لگانے کی دیر تھی۔ نا تو حضرت صالح علیہ السلام کو پہاڑ سے ظاہر کیا وہ بھی پہاڑ میں شکاف ہوئے بغیر۔ شرب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں کو بغیر فرق و الیم کے جو ان کا خاصہ ہے پار کر گئے۔ آگے فرماتے ہیں: ہر چیز کے



ان چیزوں کا تعلق انبیاء کرام کے معجزات سے ہے مگر اولیاء امت کو بھی ان سے ضرور ایک ایک حصہ ملا تا کہ ان کے معجزات کو ان کی کرامات سے تصدیق ہو سکے۔

علاؤ الدین کی تحقیقات و تمثیلات ایک حق پرست کی پیاس تو بجھا سکتی ہیں مگر نامسلمان اور خدا نہ ماننے والوں کو یہ تحقیق مطمئن کر سکتی ہے یا نہ؟ اس کا فیصلہ ہم آپ پر چھوڑتے ہیں۔ البتہ حضرت علاؤ الدولہ کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ نے جسموں کے مادہ اور جوہر کو اس قابل بنایا ہے جس سے چاہے اور جیسا چاہے وہ شئی مبتدل یہ قبول کر سکتا ہے۔ خالص فلسفیانہ مسئلہ ہے اس سے بڑے بڑے مشکل اور غوامض حل ہو سکتے ہیں۔ ہاں مادہ اور جوہر کو سمجھنے کی ضرورت ہے، مگر ہاں و لطیفہ میں اس کتاب میں شامل نہیں اور پھر اکثر قارئین کرام فلسفہ قدیم کی اصطلاحات سے واقف بھی نہیں ہیں۔ اس لئے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں

العاقل تکفیه الاشارة۔

خلاصہ مافی الباب یہ ہے کہ ہر چند ایسے خوارق عادات و معجزات کا تعلق انبیاء کرام کے ساتھ بالذات و بالاصالت ہے اور اولیاء امت کو بھی اپنے پیغمبروں سے خاص کر امت مرحومہ کو حضرت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے حصہ وافر اور بہرہ کامل حاصل ہوا ہے

ہم بہ نشر وقت از فضل خدایے اداش  
در دو سالش بار ریاضت ہا زراہ برداشت  
و بفضل اللہ حج امنای نشر وقت  
بطریق البر سنتین بالریاضة سافرا

ترجمہ: آنجناب نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نشر وقت کی کرامت سے فائدہ اٹھا کر خشکی کے راستہ سے سفر کر کے اور پوری ریاضت سے دو سال حج کا سفر بھی ادا فرمایا۔

التشریح: رسالہ اقبالیہ کی مذکور الصدر تحقیق ملحوظ نظر رکھ کر حاصل شعر یہ ہے کہ

حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی سے اس امر کی سعادت نصیب ہوئی کہ میں نے جسمِ مکتسبہ سے کعبۃ اللہ کی زیارت کی اور دو سال اس سفر سعادت میں لگ گئے اور حج کے سارے کام انجام دئے اور جب صبح بیدار ہوا تو معلوم ہوا کہ دنیا کے اوقات میں گھڑی بھر سے زیادہ نہیں گزرا تھا۔

اسی طرح آل جناب نے مزید فرمایا: ایک روز آفتاب ایک نیزہ کے برابر اونچا تھا یعنی ابھی ابھی طلوع ہوا تھا کہ سوار ہو کر بیجبہاڑہ کا سفر کیا۔ چند مخلصین ہمراہ پایادہ تھے اور ہم نے نماز چاشت بیجبہاڑہ میں پڑھی۔ یہ مثال طے مکان کی بھی ہو سکتی ہے۔  
سبحانہ ما اعظم شانہ حضرت اللہ نے خاک کے اس پتلے میں کیسے کیسے عجیب و غریب کمالات و دلیت فرمائے ہیں عرب کا ایک نکتہ اس شاعر اسی کے متعلق کہتا ہے۔  
أَحْسَبُ أَنَّكَ جُرْمٌ صَغِيرٌ ۖ وَفِيكَ أَنْظُومِي الْعَالَمِ الْأَكْبَرُ

التحقيق اللغوي: العلم الرياضي، جہانی ورزش، بُری حالت سے اچھی حالت کی طرف تبدیلی، نفسانی اخلاق کی اصلاح اور درستی، عبادت و مراقبہ کے لئے عزت گزینی و گوشہ نشینی۔ العلم الرياضي والعلم الرياضيات، علم حساب، الجبر، جیومیٹری وغیرہ علوم۔ اصل میں یہ راض یروض روضا و ریاضۃ البھر۔ پھرنے کو سدھارنا، رام کرنا، چلنا سیکھانا کہتے ہیں ادا صنت القوافی الصعبة للشاعر، شاعر کو مشکل قافیے سوچھے۔ متن کے شعر میں ریاضت سے مراد سخت اور پیہم عبادتیں ہیں جس کی طرف جلد اول کے ابتدائی ابیات شریفہ میں تصریح آچکی ہے۔ لہذا جلد اول کی طرف بابت تحقیق رجوع فرمائیے۔

دس نشروقت: اصل میں نشرت اوراق الشجر سے نکلا ہے جس کے معنی درخت کے پتوں کا بڑھنا اور پھیلنا اور نشرت الارض زمین کا بہاؤ ابر کے بعد سرسبز ہونا۔ حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں ظاہری مختصر وقت کا کام کے لحاظ سے

بہت لمبا ہونا جو معجزہ یا کرامت کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ کما مضیٰ منا الان تحقیقہ۔  
(۳) سُنَّتَيْنِ، سَنَّهُ كَاتِسْنِيَه اور سُنَّتَيْنِ كَاتِ ضَرْوَرَت سے ساکن کیا گیا ہے۔

زائرانِ شَرِبْ وِ بَطْجَا بَطْجَا هِرْ بِيْكَ دُوْ بَارِ  
اَوْ بَابِدَانِ بَرُوْزِ اَزْ زَايِرَانِ اَزْ بِرْشَدَا سَتِ  
قَدْ رَاَهُ زَايِرُوْ يَشْرِبُ وَبَطْحَا مَرَّتَيْنِ  
وَهُوَ بِالْبَدَنِ الْبَرُوْزِيْ مِنْ زُوَارِ اَزْبِيْرَا

ترجمہ: آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کو مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے زائروں نے بھی ایک دو بار  
جسم ظاہری میں اوروں سے بڑھ کر زیارت کرتے ہوئے دیکھ پایا۔

التشریح: اَزْبِيْرَا، اسم تفضیل، بہت زیادہ زیارت کرنے والا۔  
بدن بروزی کی حقیقت یہ ہے کہ کمالِ روحانیت کی بنا پر اپنے جسم کی مثالی صورت  
بنائی جائے اور اس پر روح لطیف کا اتنا غلبہ ہو جائے کہ جہاں جانا منظور ہو وہاں جانا  
آسان ہو جائے اور اصلی جسم اپنی جگہ پر بے قرار رہے اور اس سے پیدا شدہ مثالی جسم  
میں متعدد جگہوں کی سیر کرے۔ یہ کوئی بے عیادہ عقل سلیم اور امر محال نہیں ہے۔

تاریخ فرماتے ہیں کہ حضرت مخدوم العرفاء مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ  
کو ایک رات سترہ مقامات پر دعوت دی گئی اور آنجناب جسم بروزی اور کمالِ روحانیت  
سے تمام مقامات میں رونق افروز ہوئے اور صبح ہر داعی یہ دعویٰ کرتا تھا کہ حضرت  
مخدوم العرفاء رحمہ اللہ ان ہی کے یہاں تھے۔ یہ تحقیق خود شارح نے اپنی شرح میں لکھی ہے  
پھر بحث کرتے ہیں کہ شرعاً ایسا ممکن ہے کہ نہیں؟ پھر محققین اسکی صحت میں حدیث من  
رَاَنِ فَقَدَرَا فِيْ فَانِّ الشَّيْطَانِ لَا يَتَمَثَّلُ سِوَا سِدَالِ كَرْتِيْ هِيْ: کہ جس نے  
مجھے خواب میں دیکھا، اس نے مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان کو میرے متمثل ہونے کی طاقت

نہیں ہے۔ پس دنیا کے مختلف مقامات پر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بیک وقت لوگ مختلف اشکال مبارکہ اور صورت شریفہ میں دیدار کرتے ہیں۔ مجموعہ قسم کے خوابوں کا کوئی انکار کی طاقت نہیں رکھتا۔ لہذا آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیک وقت مختلف مقامات پر پہنچنا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ حدیث شریف بخاری اور دیگر کتب حدیث میں مختلف الفاظ میں مذکور ہے۔ یہ سب کچھ کمال روحانیت کی بنا پر ہے اور نبوت کا یہ حصہ صلحاء اُمت میں بھی باقی ہے۔ لہذا مسئلہ معراج بھی ضمناً سمجھ میں آجائے گا اور اس میں کوئی اچھا پن نہیں۔ اور پھر جسم منالی پر تصرف کرنا ابدال کو اس کا علم ہوتا ہے اور غیر ابدال اولیاء کو اس کا تفصیلی علم نہیں ہوتا ہے۔ یعنی اس کا مطلب بس اتنا ہے کہ جسم پر روح لطیف غالب ہو جائے اور مادیت مغلوب۔ اور ہو سکتا ہے اس کا حال بھی ایسا ہی ہو جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا: میں بلقیس کے تخت کو آنکھ چھٹنے سے پہلے آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ لہذا اب نفس موضوع اور اصلی مسئلہ شکوک و شبہات سے بہت بالاتر ہو گیا ہے۔

حضرت ناظم رحمہ اللہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کا مزید حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ہم اولیاء اللہ کی ایک جماعت کو دیکھا کہ ان کی روحانی صورت ان کی جسمانی صورت سے متجسد اور متمثل ہو جاتی ہے یعنی ان کے جسم پر روح کی سہی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ پھر ان سے مختلف احوال و افعال صادر ہوتے ہیں اور ایسے لوگ مراتب و درجات میں باہم مختلف ہیں۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ مزید فرماتے ہیں: ان کا ملین اور خدارسیدہ لوگوں میں سے ایسا گروہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ان کی روحانی شکل ایک جسم یا مثالی جسم بن جاتی ہے جو کہ ان کے ظاہری جسم کے مانند و مشابہ ہو جاتی ہے پھر وہ اسی متبدل یا مثالی جسم کے احوال سے گزرتے ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کاملین ہو ہو اور بعینہ موجود ہیں حالانکہ وہ سب الذات اس قسم کے افعال و احوال اور صفات سے بری ہوتے ہیں۔

شیخ عبداللہ موصلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: خبردار! ایسے کاملین سے انکار نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت بہت بڑی ہے، اس مقام پر عقل انسانی ان کے احوال مقامات دیکھ کر رنگ اور عاجز رہ جاتی ہے لہذا ایسے نازک اور باریک مسائل میں بحث و مباحثہ اور مناقشات اور جوابات مناقشات سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ اس کا خلاصہ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ روح جسم پر محیط و مؤثر ہو جائے یا یہ کہ جسم کا جسم مثالی میں متبدل ہونا اور پھر اس سے مختلف خوارق عادات کے سرزد ہونے کے سوا کچھ بھی نہیں، کہ پاک نفس اسی قسم کی روحانیت کے تابع ہے وہ بھی باذن اللہ اور اللہ کی قدرت سے ہی ہوتی ہے، بایں ہمہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے بلند مقام رکھنے والے کاملین پر قاضی اور حاکم ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مبینہ واقعہ اور قضیب البان کا چشم دید بیان ایک تاریخی دستاویز ہے اور اس سلسلہ میں حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا حضرت شیخ سید عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مجموعہ کے خوارق عادات اور نادر کرامات بھی پیش نظر رکھئے۔ یہ ہے شرح کا خلاصہ، افسوس ہے کہ خاکسار عدم قابلیت کی بنا پر یہ مضمون کما حقہ نہیں سمجھا سکا۔

التحقیق اللغوی: (۱) زَائِرٌ وَيَثْرَبٌ میں نون جمع اضافت کی وجہ سے حذف ہو گیا ہے۔ (۲) يَثْرَبٌ کا ب مفتوح ہے کیونکہ یہ بنا بر علمیت اور نداء تانیث معنوی غیر منصرف ہے۔

(۳) زُوَارٌ زَائِرٌ کی جمع ہے اور زُوَارٌ کا واو ضرورت شعری کی وجہ سے مخفف بنایا گیا ہے۔ والقاعدة في العروض معروفةٌ۔

(۴) الْبَدَنُ الْبُرُوزِيُّ قد مضى تحقیقہ۔

(۵) اَزْبِيرًا کا الف اثباتی ہے، یہ منصوب ہے، اس بنا پر اَضْحَى محذوف کی خبر ہے،



افعال ناقصہ ایسے نازک مقامات پر محذوف معنوی ہوتے ہیں۔ فتاقل ولا تکن مثل  
 مَنْ لَا يَدْرِي وَهُوَ يَدْرِي أَنَّهُ يَدْرِي ۛ

بارہا مشہور ریگجو ڈار پراخلاص را  
 از پئے حقیقت عدو در لشکر شوی پر شداست

رُبَّمَا أَرَزَ رِيكُوْدَارٌ مُخْلِصًا لَهٗ  
 عَاصِمًا لَهٗ مِنْ عَدُوِّ فِي صَفْوٍ عَسْكَرًا

ترجمہ: ”بارہا آں جناب (جسم مثالی میں) اپنے پراخلاص مرید ریگجو ڈار کو سوپور کے  
 فوجی کیمپ میں دشمنوں کے شر سے بچانے کے لئے حاضر ہوئے۔“

التشريح: سوپور میں آں جناب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک صاحب مرید ریگجو ڈار  
 نامی فوج میں ملازم تھا اور وہاں دشمن اُس کے درپے آزاہتھے، آپ مرید مخلص  
 کی حفاظت کے لئے جسم مثالی میں جلوہ افروز ہوئے۔ حالانکہ ایسے اوقات میں حضرت  
 بظاہر سری نگر میں ہی اقامت پذیر تھے۔ ریگجو ڈار سوپور میں فوجی کیمپ میں ملازم تھے۔  
 رہا یہ امر کہ سری نگر میں بیٹھے بیٹھے سوپور میں کیسے جلوہ افروز ہوئے تو شعر نمبر ۱۰ میں  
 اس کی پوری وضاحت کی گئی، یاد رہے کہ حضرت مصنف کے یہ ابیات شریفیہ آپ ہی  
 کے مبارک عہد میں زبان زد خواص و عوام ہوئے اور کسی سخت مخالف سے بھی ان امور  
 خارق العادۃ کا انکار نہیں ہو سکا۔ اور اگر کوئی انکار کی جسارت کرے تو اسے کئی آیات  
 الہیہ کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ فتاقل وکن من الواصلین کاملین الذین  
 سبقونا فی العلم والعمل ونبیل المقامات العلیٰ۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔  
 التحقیق اللغوی: دا، مشہور حاضر، وہ جس کی گواہی دی جائے  
 شہد اللہ، اللہ واقف ہے، اللہ کو علم ہے، اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ شہد یکنا  
 ۱۰ جلد دوم

اس نے اس بات کی قسم کھائی۔ شاہدہ، اس نے اس کا معاہدہ کیا۔  
 (۲) اخلاص: اخلص، الشیئی، خلاصہ نکالنا، چن لینا۔ اخلصہ  
 اللہ، اللہ تعالیٰ نے اس کو عیبوں سے پاک کیا۔ اخلص الطاعة، وفی الطاعة  
 طاقت میں ریاکاری نہ کرنا۔

(۳) 'ازر' 'ازر فلانا، کسی کو مضبوط کرنا۔ قرآن کریم میں بھی یہ لفظ مذکور ہے  
 فازرہ فاستوی۔

(۴) عاصمًا، اسم فاعل، عصم اللہ فلانا من المکر وہ، اللہ تعالیٰ  
 نے اُسے ناپسند اور تکلیف دہ چیزوں سے محفوظ رکھا۔ عاصم، حفاظت کرنے والا۔  
 (۵) عدو، دشمن، جمع اعداء ہے۔ عدا طوره و قدره، اس نے اپنے رتبے سے  
 تجاوز کیا۔ (۶) عسکر، لشکر، جمع عساکر۔ یہ عاصمًا کا حال متاخذ  
 ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

می گذشت اکثر علی صوفی بہ اعلانات کوہ  
 ہر کجائی رفت او با آن بدن محض شراست  
 طالب ایضی علی صوفی بسفح من جبل  
 فیراہ حیث یمضی بالبروزی حاضرًا

ترجمہ: 'علی صوفی' نامی بزرگ، کثرت سے پہاڑوں کے سبزہ زاروں کی سیر کرتا تھا، جہاں  
 کہیں ٹھہری وہ جلتے تو حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کو بدن بروزی میں اپنے  
 ساتھ حاضر پاتے تھے۔

التشریح: حضرت مصنف جناب پیر کامل کے جسم بروزی میں سے دور  
 دراز مقامات میں ایک اور مثال بیان فرماتے ہیں۔ وہ یہ کہ علی صوفی ایک بزرگ تھے۔

آپ کی عادت تھی کہ اکثر و بیشتر جنگلوں اور مرغزاروں میں پھرتے تھے، ابھی دوپہر دو تھیمیر سے بیعت نہیں ہوئے تھے، فرماتے ہیں: میں جہاں جاتا تھا وہاں حضرت محبوب العالمؒ کو پانا تھا۔ گاہے نماز اور گاہے دوسری عبادتوں میں مشغول، خاصکر تلاوت قرآن کریم میں انہماک رکھتے تھے۔ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دفعۃً ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ میں پہنچ جاتے تھے اور دُور و نزدیک جہاں بھی میں جاتا وہاں آنجناب ہمایون مآبؒ کو موجود پانا اور ان کا مشاہدہ کرتا۔ کہتے ہیں کہ ایک روز یہ عاجز و علیٰ صوفی (حضرت زین الدینیؒ) کے مزار پر حاضر ہوا۔ زیارت سے مشرف ہونے کے بعد وہاں کی مسجد شریف کے ایک کونے میں حضرت محبوب العالمؒ کا ایک ہم شکل صاحب سویا ہوا تھا۔ میں تحقیق کرنے کی غرض سے آپ کے نزدیک آیا، آپ کے مخصوص لباس کو چھوا تو میں نے آنجنابؒ کو پہچان کر سلام عرض کیا، آپ نے تسلیم کرتے ہوئے جواب سلام سے مخطوط کر کے فرمایا: ”کہیئے! میں نے عرض کیا کہ اے ہمارے مخدوم مکرم! یہ کیا عجیب بات ہے کہ آپ شہر میں بھی اپنے مخلصوں کے پاس تشریف فرما ہوتے ہیں اور دفعۃً شہر سے دُور دراز مقامات میں بھی رونق افروز ہوتے ہیں۔ اور میں اگرچہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہاں پہنچا مگر وہاں کے حالات کا کوئی علم نہیں ہے۔ آپ نے مختصر سا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ: ”اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو خاص خاص مہر بانیوں سے نوازتا ہے لہذا مزید بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔“ یہ فرما کر وہاں سے غائب ہو گئے۔ جب میں شہر واپس آیا تو آں جنابؒ کے پاس ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو آپ نے خود فرمایا: ”کچھ مہنیں اس بات کا علم ہے کہ تم نے عیش مقام میں کس کو دیکھا تھا؟ میں نے عرض کیا اسی کو جس کو آپ جانتے ہیں اور اس وقت بھی اسی کو دیکھتا ہوں، کیا آں جنابؒ کو وہاں کسی اور نے بھی دیکھا۔“ اس کا جواب اس طرح فرمایا: ”اگر علیٰ صوفی جیسا صاحب حال وہاں ہوگا تو اُس نے ضرور مجھے دیکھا ہوگا، بدنِ بروزی کے دیکھنے والے بہت کم لوگ ہیں۔“

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِي : دہ السَّفْح : پہاڑ کا دامن (۲) بروزی، یہ صفت ہے  
 موصوفِ محذوف کا، ای بالجسم البروزی، ظاہری جسم میں ملتا تھا۔ اصل میں بَرُوزَ  
 بَرَازَةً باب كَرُمٌ يَكْرُمُ سے، فضیلت و شجاعت میں اپنے ساتھیوں میں فوقیت لے جانا۔  
 صیغہ صفت بَرُوزٍ آتا ہے۔ لہذا لغوی اور اصطلاحی معنی میں مناسبت ظاہر ہے۔  
 (۳) الْبِرَازُ : بَارَزَ کا مصدر، آدمی کا پاخانہ۔ الْمَتَبِّرُزُ، قضائے حاجت کی  
 جگہ۔ (۴) طَالَهَا، مَازَاذُہ اور تَاكِيدُہ کے لئے۔ اصل میں طَالٌ، يَطِيلُ طَوْلًا  
 دور و دراز ہونا۔ طَالٌ عَلَيْهِ، غالب ہونا، فخر کرنا، احسان کرنا۔

ناصح و ہم کار فرما خواجہ عثمان کول را  
 بارہا اندر زیارت گاہ و دور آمد است  
 ناصح لخواجہ عثمان کول ایمناننا صر  
 فی مزار دودما رحین جاء زائرًا

ترجمہ: "جب خواجہ عثمان کول دور امر کے قبرستان میں زیارت کے لئے آجاتے تو حضرت  
 محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ بدن بروزی کی حالت میں آپ کے پاس آتے اور انکو نصیحت  
 اور رہبری فرماتے تھے۔"

التشریح : خواجہ عثمان کالقب کول تھا۔ اور دور مار، دور امر کا معرب ہے  
 یہ اس محلہ کا نام ہے جہاں حضرت خواجہ بہاؤ الدین گنج بخش علیہ الرحمۃ کا آستانہ فیض کا شانہ ہے۔  
 اس شعر میں پیر صداقت تنویر حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کا بدن بروزی سے  
 ایک جگہ سے دوسرے مقام پر پہنچنے کا خصوصی ذکر ہے کہ خواجہ عثمان آستانہ مذکورہ میں  
 زیارت کے لئے حاضر ہوئے، اس وقت حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ بظاہر  
 شہر سری نگر سے باہر تھے، بائیں ہمہ آپ آستانہ عالیہ مذکورہ میں بدن بروزی میں حاضر ہوئے

اور خواجہ عثمان کول کو نصیحتیں فرمائیں اور طرقت کے کاموں میں رہنمائی فرمائی۔ سبحان  
اللہ ما اعظم شانہ۔ حضرات صوفیہ کے یہاں ایسی ہزاروں مثالیں ملتی ہیں۔ لہذا یہی کہنا  
پڑے گا کہ گرنہ بید بروز شپہ چشم : چشمہ آفتاب را چہ گناہ

التحقیق اللغوی : (۱) فی مزار۔ قال فی المنجد المزار زیارت  
ملاقات، زیارت کی جگہ۔ اس کی جمع مزارات، اولیاء کی زیارت گاہیں۔ اصل میں زار  
ینورۃ زیارۃ و مزاراً و زوراً، ملاقات کے لئے جانا۔ اجوف وادھی ہے۔ حدیث  
شریف میں آیا ہے کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور الخ

(۲) دور مار، دور امر کا معرب ہے۔ رس، زائر، مفعول لہ ہے۔

بہر تبا و میب یکی نو کر کہ اندر شہر بود  
مشت زو از نادین واقع بر آن نو کر شاد است

وَلْتَأْدِيبُ وَصِيفٌ كَانَ ذَاكَ فِي الْبَلَدِ  
وَكُنْزٌ مِنْ نَادِهَآلَا وَقَعَابِهِ قَاهِرًا

ترجمہ : "آں جناب نے مقام نادہی ہل (بانڈی پورہ) سے شہر میں رہنے والے اپنے ایک

نوکر کو تبا و میب کی نوکر کہ اندر شہر بود سے واقع ہوا۔"

التحقیق : اس شعر میں آنجناب کی اس کرامت کا بیان ہے جس کا تعلق

تاثیر تجلی قدرت سے ہے اور جس کا پس منظر یہ ہے کہ آنجناب نادہی ہل (بانڈی پورہ) میں

ایک مسجد شریف بنوانے کے لئے تشریف لے گئے اور اپنے نوکر ملا اللہ داد (جو کہ

گھوڑوں کی خدمت پر مامور تھے) کو فرمایا کہ : "مکان کے بالائی طبقہ میں شبانہ

چراغ لیکر نہ جانا کہیں ایسا نہ ہو کہ سوکھی گھاس میں آگ لگ جائے۔" ملا اللہ داد

یہ جانتے ہوئے کہ حضرت پیر و تفسیر بہاں ہیں، مکان کے بالائی طبقہ میں چراغ لے کر



چڑھے اور جب گھاس گھوڑے کے سامنے ڈال دی تو (حضرت شارح فرماتے ہیں کہ میں وہاں خود بھی کھڑا تھا) کیا دیکھتا ہوں کہ اچانک ادب دینے کی غرض سے ملا اللہ داد پر غصہ بھرے لفظوں کے ساتھ ایک زبردست گھونسا رسید کیا، حالانکہ بظاہر آں جناب اس وقت نادمی ہل میں مقیم تھے یعنی آپ بدن بروزی میں ملا اللہ داد کے پاس پہنچے اور گھونسا رسید کیا، ملا اللہ داد ڈرے ہوئے میرے پاس آئے اور ماجری کہا جری بیان کیا۔ اس وقت نادمی ہل میں آں جناب کا دوسرا خادم ملا یوسف آپ کے ہمراہ تھے۔ پیر روشن ضمیر نے خود اپنی زبان صداقت بیان سے یہ واقعہ مسکراتے ہوئے بیان فرمایا اور جب ملا یوسف وارد ہوئے تو اس رات کا یہ عجیب واقعہ بیان کیا۔ اور پوچھا کہ آپ لوگوں کو اس کا کچھ علم ہے؛ اللہ داد صاحب نے اقرار کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے آنے سے پہلے میں نے یہ واقعہ اپنے دوستوں سے بیان کیا تھا اور اپنی بے ادبی اور آں جناب کی حکم عدولی کرنے پر معذرت اور توبہ کی۔

یہ ہے اس تاریخی کرامت کا خلاصہ۔ دیکھو انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مدینہ طیبہ سے یاساریۃ الجبل کی آواز دیتے ہیں جو حضرت ساریٹ نے طویل مسافت کی دوری کے باوجود سنی اور جسے بڑے بڑے ائمہ دین نے تلقی بالقبول فرمایا۔

جسم بروزی کا مطلب پھر آسان لفظوں میں سمجھو کہ جب ولی خدا پر جو پابند شریعت ہوتا ہے، روحانیت غالب آجاتی ہے تو وہ روح بیک وقت مختلف اجساد و اجسام کے متمثل ہو کر مختلف ممکنہ اور متعدد مقامات میں حسب قوت روحانیہ متصرف ہو جاتی ہے، انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ غور کرو بخاری شریف کی حدیث من راحی فقد راحی... الخ سے رکنتے غامض نکات سمجھ میں آجاتے ہیں۔ فکن من الساکتین۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس قسم کے خوارق عادات اور کرامات کسی بزرگ سے منسوب کرتے وقت مکمل تاریخی

دستاویز کی ضرورت ہے جس میں چون و چرا کی گنجائش نہ رہے۔ اگر خاکسار اس جگہ کچھ اپنے  
مشادات بائبل بے بضاعتی لکھنے بیٹھے تو پڑھنے والا حیران و ششدر رہ جائے گا۔  
فَكُنْ عَلَىٰ هَذَا مِنَ الْقَانِعِينَ۔

التحقیق اللغوی: دل و صیفاً خدمتگار، قابل خدمت لڑکا، اس کی  
جمع و صفاً آتی ہے۔ مؤنث کے لئے و صیفاً جمع و صائف آتا ہے۔

الصِّفَةُ مصدر صفاً خوبی: وہ علامت جس سے موصوف پہچانا جائے۔

(۲) وَكَزَّ: وَكَزَ يَكِزُ وَكَزًا: ہٹانا، مٹا مارنا۔ وَكَزَهُ بِالرُّجْحِ: نیزہ مارنا۔

یہاں وَكَزَهُ کے عین کلمہ کو ضرورتِ شعری سے ساکن بنایا گیا۔

وس نَادِهًا لَا: نادی ہل کا معرب ہے۔ قریۃٌ معروفةٌ من مضافات بارہمولہ  
کشید وکان رحمہ اللہ یعتکف اخیاناً فی بعض مساجد هذه القرية۔

بہر امداد مریدان زود حاضر می شوو  
صورت پاکیزہ اش ہر جا کہ مقصود شاد است

يَتَجَلَّى لِلْمُرِيدِ بِمِثْلِ بَرْقٍ لِلْمَدَدِ  
اِذْ بِشَكْلِهِ الشَّرِيفِ حَيْثُ شَاءَ وَاصْوَرًا

ترجمہ: "جس جگہ بھی آل پر حقیقت تنویر کی مقدس صورت کا تصور کیا جائے تو آپ وہاں  
اپنے مخلص مریدوں کی نصرت و امداد کے لئے بہت جلدی جلوہ افروز ہوتے ہیں۔"

التحقیق اللغوی: يتجلى: اس کا مادہ جلاؤ ہے جس کے معنی ظاہر ہونے،  
واضح ہونے کے آتے ہیں۔ جلا الامر: کسی امر کو ظاہر، واضح اور آشکارا کرنا۔

تجلى: تجلیاً۔ الشیء: چیز کا بخوبی ظاہر ہونا۔

تجلى المكان: گھر پر چڑھنا۔ تجلى الشیء: کسی چیز کو گردن بلند کر کے دیکھنا۔ یہ

لفظ اس جگہ باب تفعّل سے ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ اس طرح آیا ہے: فَلَمَّا  
تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِجَبَلٍ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّمُوا لِي صَاعِقًا۔

مُرِيدِينَ، مُرِيدِ كِي جمع جس کے معنی چاہتا، خواہش کرنا، براہِ گنجتہ کرنا۔ اصطلاح  
میں مُرِيدِينَ وہ لوگ ہیں جو کسی باخدا انسان سے امرِ حق کے طلبگار ہوں۔ اصل میں یہ  
رَادَ يَرُودُ رَوْدًا و رِيَادًا سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں کسی شے کی تلاش میں  
گھومنا اور آنا جانا۔ اس جگہ باب افعال سے مشتق ہے۔

بَدَقَ: بجلی کو کہتے ہیں، یہاں یہ لفظ استعارہ کے طور لایا گیا ہے۔  
صُورًا۔ کہا جاتا ہے صُورًا لِي میرے خیال میں آیا ہے۔ اَصَارًا: جھکا دینا۔  
تَوْرًا۔ تَصَوَّرَ الشَّيْءَ: کسی چیز کی شکل کو خیال میں لانا۔ تَصَوَّرَ لَهُ الشَّيْءَ  
کسی چیز کی شکل کا سامنے آنا۔ مُصَوِّرُ الْكَائِنَاتِ: اللہ تعالیٰ۔ یہ لفظ یہاں  
باب تفعیل سے لایا گیا ہے۔ اور اس کے آخر میں الف اثباتی ہے۔

دُرَّةٌ تَبَّتْ بوقتِ برفِ اندرِ دیوہ سوے  
و شکیبِ خواجہ زینِ حاجی اکبر شداست

فِي طَرِيقِ تَبَّتْ فِي دِيُوهُ سُوِيٌّ عَصْرَ شَلَجِ  
قَدْ اَعَاثَ خَوَاجَةُ زَيْنِ الدِّينِ حَاجِي اَكْبَرًا

ترجمہ: "حاجی زین الدین اکبر جب برفِ باری کے زمانے میں تبت کے راستے سے  
دیوہ سوے کے مقام پر تنگ آگئے تو اُن پیرِ مرشد حقائق آگاہ و ہمیں اُن کی فریاد کو  
پہنچے اور اُن کو اس مصیبت سے بچنے کے لئے مُد و مددگار ثابت ہوئے۔"

التشریح: حاجی زین الدین اکبر تبت کے برفِ و باران میں اس طرح پھنس گئے  
کہ نہ جامی ماندن نہ پائے رفتن کے مصداق ہوئے، آپ نے اپنے مرشدِ کامل کا تصور

ذہن میں لایا اور فوری طور حضرت محبوب العالمؒ بدنِ بروزی میں حاضر ہو کر آپچی اعانت فرما گئے۔

التحقیق اللغوی: راہِ نبت، ریاستِ جموں کشمیر کا ایک حصہ (صوبہ) ہے جو چین نے ہتھیایا ہے۔ (۲) عصرِ ثلج: برف باری کا زمانہ۔ رس، فَاغَاث: غاشہ، یغوثہ، غوثا، وَاغَاثَةُ، اِغَاثَةُ وَمَغُوْثَةُ: مدد کرنا۔ اِسْتِغَاثَةُ: مدد چاہنا۔

یک طبق از خوردنی بگرفتہ اندر بندہ و ن  
وقتِ خفتن حاضر یک مخلص اولر شد است

قَدْ أَخَذَنِي سِنْدًا وَإِنْ مِنْ طَعَامٍ طَبَقَةٌ  
فَلِيُخْلِصَ بِأَوْلَىٰ لِعِشَاءٍ أَحْضَرًا

ترجمہ: "اے جناب رحمہ اللہ نے جب ایک مخلص مرید کے بارے میں محسوس کیا کہ وہ اولر میں عشاء کے وقت بھوک سے نڈھال ہوا تو آپ نے موضعِ بندہ و ن سے (بدنِ بروزی میں) مرید کو ایک پلیٹ میں کھانا حاضر کیا۔

التشریح: ان اشعار میں مرشدِ کامل کی کرامات و صفات کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ وہ یہ کہ کرامتوں میں سے ایک تجلی صفتِ قدرتِ حق ہے جس کا علم اس طرح ہوتا ہے کہ مریدین اپنے پیرانِ طرفیت کا تصور اپنے دلوں میں کر لیں تو اس وقت پیرانِ طرفیت اپنی روحانی قوت سے ان مریدوں کے پاس خاص کیفیت میں حاضر ہوتے ہیں یا اپنے پیر تو ان پر ڈالتے ہیں۔

شارحِ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس پیر و مرشد میں اتنی صلاحیت و استعداد نہ ہو ایسے پیر و مرشد کی اقتداء و پیروی میں کوئی خاص فائدہ نہیں ہے۔ اور اگر کوئی پیر برحق اپنے مرید کے تصور کے وقت اپنے مرید پر متجلی ہو جائے اور اس پر اپنا

پر تو ڈالے مگر مُرید کے ظاہر و باطن پر اس کا اثر نہ پڑے اور نہ وہ اس کا اندازہ کر سکے  
تو جاننا چاہیے کہ ابھی پیر و مُرید میں بہت معمولی استعداد ہے اور پیر کے ساتھ اسکو  
مناسبت بھی کم ہے۔

اور فرماتے ہیں کہ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ آپ  
اپنے مُریدوں کی ہمت و مشکلات میں حاضر ہوتے ہیں اور مُریدوں نے بھی آنجناب  
کو بدنِ بروزی میں دیکھا ہے، جیسا کہ اوپر کے تین مُسلسل شعروں سے ظاہر ہے۔ اس  
لئے آپ نے ان تینوں شعروں میں کراماتِ تجلی صفتِ قدرتِ حق بیان کی ہے۔ اور  
حضرت شارح نے اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے بھی ایک خلوت میں آں جناب  
کو بدنِ بروزی میں مشاہدہ کیا ہے۔ پس آپ کے مخلصوں اور معتقدوں کو بھی چاہیے  
کہ اپنی ہمت و مشکلات میں آں جناب کی صورتِ مبارکہ کا تصور اپنے دلوں میں کیا کریں  
اور مطابق شرع آپ سے استمداد کریں۔ خاصکہ اوقاتِ ذکر و فکر اور مشکلات کے وقت  
اس عمل کو اپنائیں۔

حقیر سرِ اہل تقصیر کہتا ہے کہ اس عبارت میں تصورِ شیخ کی طرف اشارہ ہے جو  
علمِ تصوف کے غوامض اور مسائلِ مشککہ میں سے ہے۔ یاد رہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ  
محدث دہلوی رحمہ اللہ نے قول البجیل میں تصورِ شیخ کو فی الجملہ مان لیا اور تلقی بالقبول  
کیا ہے، البتہ عوامِ مسلمین کے لئے یہ نہایت نازک مسئلہ ہے کہ اس سے مادہٴ فاسد پیدا ہونے  
کا بھی احتمال ہے اس لئے ہم تصورِ شیخ کی بحث یوں ہی چھوڑتے ہیں اور ربِّ قہر کو  
منظور ہو تو ہم خواص کے لئے اس پر غرہ میں ایک رسالہ قلمبند کریں گے۔ واللہ المستعان۔  
بہر حال حضرت شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص سلوک میں قدم رکھ کر اپنی  
قساوت و کمزوری دُور کرنا چاہے تو اُسے مراقبہ سے کام لینا چاہیے۔ اور فرماتے ہیں کہ  
اس کے لئے دُور رہیں ہیں۔



۱۔ اپنے دل کی طرف رجوع کر کے تدبیر و تفکر معانی کرے۔ جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے :-  
 اَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ..... الخ کہ کیا یہ منکرین اور جاہل لوگ قرآنِ کریم کے  
 معانی و مفاہیم پر غور و فکر نہیں کرتے۔ اور عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ط عَلَّمَ الْإِنْسَانَ  
 مَا لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُ ط کہ اس سے لوحِ دل صاف ہو جائے گی اور اس کا رنگ دُور ہوگا۔  
 ۲۔ دل میں آنے والے سوالات کے جوابات مشائخ و محققین سے پوچھے جیسا کہ  
 ارشادِ ربّانی ہے فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ط اگر  
 تم خود نہیں جانتے تو جاننے والوں سے دریافت کرو۔

عین القضاة میں مراقبہ کی چار قسمیں ہیں جو یہ ہیں :-

۱۔ مُراقبہ باشیخِ خود : جس کا حاصل یہ ہے کہ مُرید یعنی سالکِ راہِ طریقت اپنے  
 شیخ کا مراقبہ اپنے دل کی آنکھوں سے اپنے اوپر لازم جانے کہ جس ہیئت و صورت پر اپنے  
 شیخ کو بحالتِ حیات و حضور دیکھا ہے اسی ہیئت و صورت سے اس کا تصور یا بندگی سے  
 کر لے تو اس سے فتوحاتِ غیبی اور نفحاتِ ربّانی شیخ کے مقدس دل کے راستے سے اُس پر  
 وارد ہوں گی کیونکہ مِنَ الْقُلُوبِ إِلَى الْقُلُوبِ رُزْنَةٌ مشہور ہے۔ یہ اس لئے کہ  
 مُرید اور سالکِ راہِ طریقت براہِ راست متوجہ بسوی حق نہیں ہو سکتا۔ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ۔  
 جو لوگ ایسے واسطوں کے مُنکر ہیں وہ حقائقِ اشیاء کے سمجھنے سے بے بہرہ و بے نصیب  
 ہیں کیونکہ جس طرح امورِ طبعیہ مادیہ میں اباب کا تسلسلِ علت و معلول یا سبب و مسبب  
 کا پیہم اور باہم مر بوط ہوتا ہے اسی طرح وصولِ حق اور دفعِ خطرات و وساوس کے  
 لئے شیخِ کامل کا تصور فی حضورہ و فی غیبتہ ضروری اور لا بدی ہے کہ یہی تصور عمل  
 بالسنة و کتاب اللہ کے لئے بالوسائط سبب بنے گا اور روحانی منازل طے کرنے کے لئے  
 سبب و مسبب اور علت و معلول کا ربط ہوتا ہے۔

یہ بات ذہن نشین کریں کہ تصورِ شیخ کا مقصود صرف وصولِ الی اللہ اور شیطان

رحیم کے شروع و نمونہ سے محفوظ رہنے کے سوا کچھ نہیں اور سچی پیری و مریدی کو اس سے دور کا بھی لگاؤ نہیں اور ایسا شیخ ملنا بھی بہت مشکل ہے۔

۲. مراقبہ الٰہی دوسری قسم: تصور شیخ کے بعد سالک راہِ طریقت اسمِ اللہ کا مراقبہ کرے۔ یہ اسمِ ذاتِ باری تعالیٰ ہے، اس کا بجزرتِ ذکر کرے۔ اسمِ ذات کے نقش کو اپنے لوحِ دل پر برنگِ زرد تصور کرے اور اس ذاتِ پاک کے بے انتہا ذکر و فکر سے یہاں تک کام لے کہ اس حقیقی دل پر ظاہر و باہر ہو جائے اور میرے خیال میں اسکی نشانی یہ ہے کہ اس وقت ذکر وہ مقام حاصل کرے جو حدیثِ شریف میں آیا ہے **الْمُؤْمِنُ يَرَىٰ بِنُورِ اللَّهِ** کہ باایمان اللہ تعالیٰ کے نور سے حقائقِ علوی و سفلی، مادی و روحانی اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا اور ملاحظہ کرتا ہے۔ افسوس ہے کہ **وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ** ایسے مومنین بہت تھوڑے ہیں۔

۳. مراقبہ الٰہی تیسری قسم یہ ہے کہ سالک کے دل پر قربِ حق کا علم حاصل ہو جائے یعنی اس کا علم اس یقین و اذعان کے ساتھ ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھتا ہے۔ اس مراقبہ سے دل پر ہیبت طاری اور عبرت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ وہ اس خوف سے اپنے پاؤں بھی نہیں پھیلا سکتا اور غیر حق تعالیٰ کی بات سُننا بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ یہ وہ مقام ہے جس کی طرف قرآن کریم میں اشارہ ہے **الْمُدْعَاهُ يَا اللَّهُ يَرَىٰ** "کیا وہ یہ بات نہیں جانتا کہ حضرت حق اسے دیکھتا ہے۔"

۴. مراقبہ الٰہی چوتھی قسم، 'مراقبہ نفس' ہے۔ یعنی سانسوں کا مراقبہ اور بیداری کہ کوئی سانس ذکر اللہ کے بغیر نہ اندر سے باہر آئے اور نہ باہر سے اندر جائے۔ اس سانس کے باہرے میں روزِ قیامت پُرسش اور حساب ہوگا کہ کتنے سانس تم نے ذکر اللہ کے بغیر چڑھائے اور باہر سے اندر کیے؟

بعض مفسرین **وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ** کی تفسیر

اس طرح کرتے ہیں کہ "جو سانس بھی ذکر الہی سے وابستہ اور مربوط نہ ہو اس سے حساب کے دن پوچھ گچھ ہوگی کہ تم کس گناہ قتل (ترکِ ذکرِ خدا) کے مجرم ہوئے۔

یہ ان چار اصطلاحی مراتبوں کا خلاصہ اور جوہر ہے جو حضرت شارح نے اپنی شرح میں ذکر کئے حضرت جامی رحمہ اللہ اپنی اس رباعی میں اس کا خلاصہ یوں لکھتے ہیں۔ ع

برمکنذ فقر چون نشینی شاہی ۛ ز اسرارِ حقیقت بیقین آگاہی

گر نقش بلوچ دل کنی صورت او ۛ زان نقش بنقشبندیال راہی

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اصل موجدین کا یلین یہی حضراتِ صوفیہ

رحمہم اللہ اجمعین ہیں جو اس طعنہ زنی اور عیب چینی کے درپے ہیں ان کے دل ربانی

اسرارِ قبول کرنے سے اس طرح بدکتے ہیں جیسا کہ آیا ہے کَا تَهْمُ حَمْرٌ مُتَنَفِرَةٌ

فَرَّتْ عَن قَسْوَرَةٍ۔ وہ حضرت محبوب العالم جیسے مجاہدِ اعظم اور صوفی اعلم کو کیا

جانیں؛ اسی طرح وہ لوگ بھی راہِ حق سے بہت دور ہیں جو آپ کی دوستی و محبت کا دعویٰ

کرتے ہیں مگر اعمال و اقوال سب کچھ زرِ طلبی اور نام آوری کے لئے ہے بس۔ اَللّٰهُمَّ

لَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْمُفْرَطِينَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الْمُعْتَدِلِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا رَحِمَ الرَّاحِمِينَ۔

التَّحْقِيقُ اللُّغَوِيُّ: (۱) قَدْ أَخَذَ: ضرورتِ شعری کی بنا پر آخِذٌ کا

لامِ کلمہ ساکن بنا یا گیا۔ و مثله تری کثیراً فی اشعارہم۔ (۲) طَبَقَةٌ: بڑی پلیٹ

بڑی پشتری۔ جمع اَطْبَاق۔ بناتِ طبق: بصیبتیں، کچھوے، سانپ۔ اُمُّ طَبَقٍ: بصیبت

(۳) أَحْضَرًا: یہ حَضْرَةٌ وَحَضْرَةٌ وَ أَحْضَرَةٌ سے مشتق ہے۔ یعنی کسی کو حاضر کرنا۔

أَحْضَرَةُ الشَّيْءِ: کسی کے پاس کوئی چیز حاضر کرنا۔ اس میں الف اثباعی ہے۔ شعری تقطیع

از روئے قواعد اس طرح ہوگی:-

قَدْ أَخَذَنِي، فاعلان - سَنَدًا وَإِنْ، فاعلان - مِنْ طَعَامٍ، فاعلان -

طَبَقَةٌ، فاعلان ۛ

یک شبے تاکے بکشتی صوفی اللہ وادرا  
 نان وہ و مہنجی زہول موج پتاسر شد است  
 صُوفی اللہ داد کان لیلۃً فی ذورق  
 فاتی بہ الرغیف من بہاسر وناصرًا

ترجمہ :

”جب، آنجناب نے رات کی تاریکی میں صوفی اللہ داد کو کشتی کے اندر خطرناک حالت میں دیکھا تو ان کو وہیں پر رونی پہنچائی اور پتاسر جھیل کی ہولناک لہروں سے بچایا۔  
 التشریح : جھیل پتاسر کشمیر ایک جھیل ہے جہاں صوفی اللہ داد جو ملا ہمداد کے نام سے مشہور ہیں، حضرت پیر کامل کے حکم سے شالی جمع کرنے گئے تھے، ایک رات وہ جھیل میں کشتی پر سوار تھے کہ اچانک زوروں کی ہوا چلی اور پانی کی موجیں اٹھنے لگیں صوفی یہ دیکھ کر بہت ڈرے اور اپنے مرشد نامدار حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ کی طرف رجوع کیا تو اچانک یہ کشتی ایک ویران جزیرہ میں پہنچی، ان جناب جسم بروزی میں حاضر ہوئے، اور صوفی کی گود میں جو کہ بھوکے تھے ”چند روٹیاں ڈال دیں اور فرمایا کہ: فکر و اندیشہ چھوڑ دو۔ آپ کی یہ کرامت صفت رزاقیت کی تجلی بھی ہو سکتی ہے، جو دراصل اللہ تعالیٰ کی صفت اور کام ہے جو اس کے مخلص بندوں کے ہاتھوں سے بھی صادر ہوتے ہیں۔ یہ صفت تجلی ذوق ہے اسی طرح آپ سے ظاہر ہوئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو فرمایا وَهَزَىٰ إِلَيْكَ بِجِدْعِ النَّخْلِ نَسَاقِطَ عَلَيْكَ رَطْبًا جَنِيًّا کہ ”درخت کھجور کے تنے کو ہلاؤ تو وہ تم کو ہرا اور تروتازہ میوہ ڈال دے گا۔“ اصل میں یہ فعل الہی ہے۔ بظاہر حضرت مریم کی حرکت کا اس میں دخل رکھنا ان کا مرتبہ ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ حضرت چاگلی فرماتے ہیں: میں ہر جگہ آپ کو دیکھتا ہوں گیارہ نورانی باخدا ان آپ کے ساتھ ہوتے ہیں۔



التَّحْقِيقُ اللُّغَوِيُّ: صُوفِي اللَّهِ دَاد: أَنْجَابُكَ كَيْبُ مُرِيدٍ وَرِخَادِمُ كَانَامٍ.  
 زُورِقٌ: كَشْتِيٌّ جَمْعُ زُورَاقٍ آتِيٌّ هُوَ. كَانٌ فِي جَوْضِ مِرْفُوعٍ هُوَ وَهُوَ أَيْ اللَّهُ وَادِ كِي طَرْفٍ  
 رَاجِعٌ هُوَ. وَهُوَ كَانٌ كَمَا سَمِيَ هُوَ. لَيْلَةٌ: طَرْفٌ زَمَانٍ أَوْ زُورِقٌ، كَانٌ كِي خَبْرٌ هُوَ. اس  
 كِي تَهٌ وَصَدَتْ كِي لُئِي هُوَ نَهْ كِي تَانِيثٌ كِي لُئِي. كِيوں كِي بَغِيرِ تَا بِي هِي اسْتِعْمَالٌ هُوَتِي هُوَ.  
 جِيسَا كِي مَتَنَبِيٌّ كِتَابٌ هُوَ.

وَلَيْلٌ كَيْوَمِ الْعَاشِقِينَ كَيْنْتُهُ ۖ تَخْبِرُ أَنَّ الْمَانَوِيَّةَ تَكْذَابٌ  
 وَقَالَ رَدَى الْأَعْدَاءِ تَسْرِي إِلَيْهِمْ ۖ وَزَارَكَ فِيهِ ذُو الدَّلَالِ الْمُحَجَّبُ  
 كَبھی لیل کو مذکر اور لیلۃ کو مؤنث استعمال کیا جاتا ہے۔ بہ: با حرف جر ہے  
 جو فعل لازم آتی کو متعدی بنانے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ الرَّعِيفُ: گندھے  
 ہوئے آٹے کا پیڑا، روٹی، جمع أَرْعِفَةٌ، رُغْفٌ، رُغْفٌ، رُغْفَانًا اور تَرَاغِيفٌ  
 آتی ہے۔ أَرْعَفَ إِلَيْهِ: تیز نظر سے دیکھنا۔ بِتَّاسِرٍ: پامبر کا معرب ہے ۖ

چند روشی زندگی وید و جو یاں آمدند  
 عاقبت مقصودشان حاصل ازین رہبر شد است  
 صَلْحَاءُ السُّنْدِ لَهَا قَدْرٌ أَوْ هُنَاكَ  
 فَأَتَوْهُ نَارِ عِلِينَ مِنْهُ حَطًّا أَوْفَرَا

توجہ: "کچھ درویشوں نے آں جناب کو (جسم بروزی) سندھ میں دیکھا۔ آخر الامر وہ  
 ڈرتے ہوئے آپ کے دربار عالی میں پہنچے اور آنجناب کی رہنمائی سے اپنا مقصد اور حظ وافر پایا۔  
 التشریح: ملک سندھ میں کچھ اللہ والوں طاہر ابراہیم اور ابراہیم نے  
 آپ کو جسم بروزی میں دیکھا۔ وہ اتنے متاثر ہوئے کہ سندھ سے کشمیر آئے اور ڈھونڈتے  
 ڈھونڈتے آپ کے دربار میں حاضر ہو کر آپ کے دیدار فیض آثار سے شرف پایا اور



آپ سے اسرارِ الہی کا بڑا حصہ حاصل کر کے اپنے ملک کو واپس روانہ ہوئے۔

التحقیق اللغوی: **السِّنْدُ**، یہاں پر **مَلِکِ سِنْدِہ** مراد ہے، جو

اس وقت پاکستان کا اہم صوبہ ہے۔ **سِنْدِی**، **سِنْدِہ** کا باشندہ۔

(۲) **قَدَرُ أَوْهٍ**: اس کا ضمیر مفعول حضرت شیخ علیہ الرحمہ کی طرف راجع ہے۔

اس **حَطَّ**، **حَطَّ** (س) **حَطَّ**: حصہ، بہرہ، حصہ خیر و فضل، خوش قسمتی، سعادت جمع **حُطُوط**، **حِطَاظ**، **أَحْظ**۔

(۳) **الْأَوْفَرُ**: وفر سے، زیادہ کرنا، پورا کرنا۔ **الْأَوْفَرُ**، کامل، تام، پورا۔  
**أَوْفَرًا** میں **الْفَاشِئِی** ہے۔

وہمنا بحث و نظر للذی لم یعشر علی أسرارِ عبادِ اللہ الصالحین

وكمالہم العلیۃ العالیۃ وکراماتہم الباہرۃ۔

اللہم اجعلنا من الواصلین الی العین دون السامعین الذین

قلوبہم خالیۃ من البعانی والاسرار۔ واللہ در من قال ۛ

أَحْسَبُ أَنَّكَ جِرْمٌ صَغِيرٌ ۚ وَفِيكَ أَنْطَوَى الْعَالَمِ الْأَكْبَرِ

باتن مکتسبہ چوں یک شب سیاح بود

ہنمائے روپ ریشمی بزکم اولر شد است

كَانَ لَيْلَةً يَسْبِحُ مَعَ جَسْمٍ مُكْتَسَبٍ

فَهَدَى فِي جَبَلٍ أَوْلَرَ رُوبٍ رِشْمِي ذَاكِرًا

ترجمہ: "آن پیر کامل ایک رات باجسم بروزی سیر و سیاحت فرما رہے تھے تو اسی دوران

اولر کے پہاڑ پر حضرت روپ ریشمی کی رہبری و رہنمائی فرمائی۔"

التشریح: روپ ریشمی ایک مردِ باخدا کا نام ہے جو کہ اولر کے ایک گاؤں

میں رہتے تھے۔ ان کو حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ آپ کے اسم گرامی سے بھی نا آشنا تھا۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ روپ ریشی اپنے خلوت خانے سے فضائے حاجت بشری کے لئے باہر نکلے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک صاحب مجسم نور ذات گرامی گھوڑے پر سوار ہو کر تنہا تشریف لارہے ہیں۔ ان کے دل میں خیال آیا کہ اس وقت کسی آدمی کا آنا ممکن نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ رجال الغیب میں سے کوئی مردِ کامل ہوگا لہذا میں اس وقت تک کسی کا مرید نہیں ہوا ہوں، اگر یہ صاحب مجھے مرید بنائیں اور میری رہبری کریں تو کیا کہنے۔ غرض روپ ریشی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اپنے حالات بیان کئے، مرید بننے کی درخواست کی، آپ نے ان کو جواب دیا کہ آپ میرے گھر تشریف لائیے، جو آپ فرمائیں گے وہ قبول کروں گا۔ اور یاد رکھو میں سرینگر میں رہتا ہوں، میرا نام حمزہ ہے۔ چنانچہ روپ ریشی فوراً شہر آئے اور دریافت کرتے ہوئے آپ کے دربار میں حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ آپ نے جواب سلام کے ساتھ مسکراتے ہوئے فرمایا "میں نے تم کو کہیں دیکھا ہے"۔ روپ ریشی نے عرض کیا کہ: حضور میں نے آپ کو پہچانا، میں فلاں ثرب فلاں مقام پر آپ کے دیدار سے سرفراز ہوا ہوں۔ اس کے بعد فوراً توبہ کر کے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ شعر میں یہی واقعہ بیان ہے:

التَّحْفِيقُ اللَّغْوِي : دَا كَا نَ ، اِسْ كَا اِسْمٌ ضَمِيْرٌ مُسْتَرْتَرٌ هُوَ ، جَوْ  
 رَاجِعٌ بِجَانِبِ حَضْرَتِ شَيْخِ حَمْزَهٗ هِيَ . (۲) بَسِيْحٌ : سَا حٌ يَسِيْحٌ سَبِيْحَةٌ  
 وَ سَيَاْحَةٌ : زَمِيْنٌ يَرْجُلُنَا يَهْرُنَا ، يَسْرُو سِيَاْحَتَ كَرْنَا . (۳) هَدَى كَا فَا لِحَضْرَتِ  
 شَيْخٍ هِيَ . (۴) اَوْلَرَ : بُحِيْرَةٌ مَعْرُوْفَةٌ فِي كَشْمِيْرِ (۵) رُوْبَ رِيْثِي  
 مُعْرَبٌ رُوْبٌ رِيْثِي ، مَفْعُوْلٌ بِهٖ مَاقْبَلُ فَعْلٍ كَلْتِي : (۶) ذَا كَرًا : ذَكَرْنَا  
 وَ تَدَا كَارًا : اَللّٰهُ تَعَالَى كِيْ يَا كِي بِيَا نِ كَرْنَا ۛ

☆☆☆☆

بمچنین برہان کزو مشہود و ماشد بارہا

رُتَبَةُ اَبْدَالِي وَسَيَّاحِي شَاطِرٌ اَسَدٌ

قَدْ عَلِمْنَا بِالذَّلِيلِ اَنَّهٗ مِنْ فَضْلِهِ  
رُتَبَةُ الْاَبْدَالِ وَالسَّيَّاحِ حَقًّا اَظْهَرَ

ترجمہ: "ہم نے بسا اوقات آن جناب کی اسی قسم کی قوی دلیلوں (کرامتوں) سے اچھی طرح یقین کیا کہ آپؐ فی الواقع ابدال اور سیاح کے مرتبہ پر فائز ہیں۔

التشریح: ابدال اور بدلاء ایک ہی معنی میں مستعمل ہوتے ہیں۔ سیاح جمع ہے سائح کی، بمعنی مسافر۔ دونوں کے آخر میں ہی مصدری ہے اور نسبت کے لئے بھی ہو سکتے ہیں۔ کما قال الشارح۔

یعنی آن جناب بدن بروزی و بدن مکتسبہ کے ساتھ بیک وقت عالم کے مختلف اطراف میں گھومنے اور بندگانِ خدا کو بہترین اور کارآمد نصیحتوں سے سرفراز فرماتے ہیں حالانکہ خود بدن حقیقی کے ساتھ اپنی جگہ تشریف فرما ہوتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آنجنابؐ مخصوص ابدال و سیاحین میں سے ہیں۔ شارح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مولانا نور الدین جعفر نے خلاصۃ المناقب میں اپنے مرشد حقیقی حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول لکھا ہے کہ: اولیاء اللہ میں سے ایک جماعت ہے جن کو اخیار و سیاح بھی کہتے ہیں۔ یہ سات ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کمال معرفت بخشی ہے۔ یہ نیو کاروں اور طلب کاروں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ اسی کتاب میں موصوف نے حضرت شیخ علی کتابی کی یہ تحقیق قلبند کی ہے کہ نَجَبًا = ۳۰۰ نَجَبًا = ۷۰، بَدَلًا = ۴۰، اَخِيَارٌ = ۷، عَمَلًا = ۴ اور غوث = ۱ ہوتا ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ نَجَبًا کما مکن مغرب نَجَبًا کما مصر بَدَلًا کما شام

اُخْبَارِ مَشِيئَةِ سِرِّ وَ سِيَاحَتِ مَيِّمِ هُوْتِ هِي . عُمْدَةً زِيَمِ كِ كُوشُوْلِ اُوْر زَاوِيُوْلِ مِي هُوْتِ  
 هِي . اُوْر غُوْتِ كَا جَاؤُ قَرَارِ مَكَّةِ وَ مَعْظَمُ هُوْتِ هِي . اُوْر فَرَمَاتِي هِي : جِب عَوَامِ كُو كُوِي  
 ضَرُوْرَتِ مِشِ اَتِي هِي تُو وِ هِ پِهْلِي بِاِزِنِ اللّٰهِ نَقْبَا كِي طَرَفِ رَجُوْعِ كَرْتِي هِي . پِھَر  
 نَجْبَا ، پِھَر مُبْدَلَا ، پِھَر اُخْبَارِ پِھَر عُمْدَا كِي طَرَفِ رَجُوْعِ فَرَمَاتِي هِي . اِگْرَانِ سِي  
 كَامِ نِ هُو جَاؤُ تُو غُوْتِ كِي طَرَفِ رَجُوْعِ كَرْتِي هِي ، اُوْر اللّٰهُ تَعَالٰى اُنْ كِي دُعَا قَبُوْلِ فَرَمَاتِي  
 هِي . اَخِرِ مِي مَوْلِيْنَا جَعْفَرِ حَضْرَتِ مِي رَسِيْدِ عَلِيِّ هَمْدَانِي رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلِيْهِ رَحْمَةُ وَاسِعَةٌ كِي مُتَعَلِقِ  
 فَرَمَاتِي هِي كِه اَل سِيَادَتِ پِنَاہِ سِيَا حِيْنِ مِي سِي تَهِي بَلَكِه اَل جِنَابِ مَسَا فِرِ مَقِيْمِ اُوْر مَقِيْمِ  
 مَسَا فِرِ تَهِي . كِسِي صِفَتِ اُوْر حِكْمِ سِي مُقَيَّدِ (بِالْمَعْنٰى الْاِنْسَانِي) نِ تَهِي . اُوْر اُپْ كِي بَالِي مِي  
 يِه شِعْرِ نَحْرِي رِ كِيَا هِي ۛ

تُو كَانِ كُوْھَرِ كَانِي وَ كُوْھَرِ نُونِي ۛ چِه كَا فِ وَ نُونِ زِي كَا فِ وَ نُونِ تُو اَفْرُوْنِي  
 تَرْجَمِه : تُو مَعْمُوْلِي نِهِي بَلَكِه كَا سُنْمَتِ كِي كَانِ كَا لَعْلِ بَدِخْشَانِ هِي . تُو كَلْمَةُ كُنْ كَا قِيْمَتِي  
 لَعْلِ هِي اُوْر تُو كَا فِ وَ نُونِ كِي تَمَامِ خَلْقِ اللّٰهِ سِي بَرْتَرِ وَ بَالَا هِي .

اُوْر اَل جِنَابِ نِي غِيْرَتِ مِي اَكْرُ فَرَمَا يَا كِه : اِس زَمْنِي مِي كِسِي نِي مَجھِي تَهِي پِھِچَانَا ،  
 لِيكِنِ مِيْرِي وَ فَاْتِ كِي سُو سَا لِ بَعْدِ اِيْسِي طَالِبِ پِيَا هُوْلِ كِي جُو مِيْرَا مَقَامِ پِھِچَانِ لِيْسِ كِي اُوْر  
 مِيْرِي رَسَا لِ وَ تَصْنِيْفَا تِ سِي فَا ئِدِه اُٹھَا سِي كِي . اِنْتَهِي مَاقَالِ هِنَا كِ قَدْسِ سِرْ كِ .  
 كَنْزُ الْعِبَادِ مِي مَرْقُوْمِ هِي كِه صَحَا حِ رِسْتِه كِي كِتَابُوْلِ مِي ثَابِتِ هِي :-

” اَلْاَبْدَالُ قَوْمٌ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ لَا تَخْلُوْا الدُّنْيَا مِنْهُمْ  
 اِذَا مَاتَ وَاَحَدٌ اَبْدَلًا اللّٰهُ مَكَانَهُ الْاٰخِرَ ”

اِحَادِيْثِ سِي ثَابِتِ هِي كِه اَبْدَالِ بِنْدِگَانِ صِدَا قَتِ نِشَانِ كِي اِيكِ اِيْسِي جَمَاعَتِ  
 هِي جِسِ سِي دُنْيَا خَالِي نِهِي رَهْتِي جِب اِن مِي سِي كُوِي وَ فَا تِ پَاتَا هِي تُو اللّٰهُ تَعَالٰى اِس كِي  
 جِگِه دُو سَرِي شَخْصِ كُو بَدَلْتَا هِي . اَغْلِبِ بھُو اِهِي هِي كِه كِسِي اَبْدَالِ كِي وَ فَا تِ پَرِ دُو سَرِ اَبْدَالِ بِحِكْمِ

خداوند تعالیٰ ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اسی بنا پر یہ حضرات ابدال کے نام سے موسوم ہو گئے ہیں۔ اسی کُنز العباد میں مزید لکھا گیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ثابت ہے: "الْبُدَالَاءُ اَرْبَعُونَ رَجُلًا اَشْنَانٌ وَعَشْرُونَ بِالشَّامِ وَثَمَانِيَةَ عَشْرًا بِالعِرَاقِ كُلُّمَا مَاتَ مِنْهُمْ وَاحِدًا اَبْدَلَهُ اللهُ مَكَانَهُ اِخْرَافًا ذَا كَانَتْ الْقِيَامَةُ مَاتَ كُلُّهُمْ" کہ ابدال چالیس بزرگ ہیں، بائیس شام میں اور اٹھارہ عراق میں جب ان میں سے کوئی وفات پاتا ہے تو اس کی جگہ اللہ تعالیٰ دوسرے کو بھیجتا ہے۔ اور قیامت آنے پر سب کے سب مہر جائیں گے۔

علماء کو اس حدیث پر یہ اشکال ہوا کہ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات صرف شام و عراق کے حصے میں آئے ہیں اور باقی دنیا ان سے خالی ہے؟ اس کا خلاصہ جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری دنیا کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا ہے، ایک مشرقی حصہ اور دوسرا مغربی حصہ۔ عراق مشرقی حصہ ہے جس میں خراسان، ہندوستان، ترکستان اور دوسرے مشرقی ممالک آئے ہیں۔ اور شام مغربی حصہ ہے جس میں مصر اور بلاد مغرب شامل ہیں۔ لہذا ملک کشمیر بھی ان سے خالی نہیں جس میں اپنے وقت کے محبوب العالم بھی داخل ہیں۔ جس پر حضرت شیخ احمد چاکل کی تحقیق اور حضرت خاکی کی تعبیر شاہد عدل ہے۔ لہذا شرح کو غور سے مطالعہ کرنا چاہیے۔

بہر حال ابدال یا بدال اصل میں ان لوگوں کو کہتے ہیں جنہوں نے اخلاقِ ذمیمہ کو چھوڑ کر اپنے آپ کو اخلاقِ حسنہ، طیبہ و طاہرہ سے آراستہ کیا ہو۔ اور اب اصطلاحِ صوفیہ میں ان چالیس بندگانِ خدا پر اطلاق ہوتا ہے جن کو خصوصی اور فنا میں شریکت ہوتی ہے اور دنیا ایسے نیکو کاروں سے کبھی خالی نہیں ہوتی۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ ان حضرات کو جو کچھ ملتا ہے وہ بہ برکتِ اتباعِ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملتا ہے اور بس۔ وہ دین داری، زہد و تقویٰ اور پرہیزگاری



کو اپنا پیشہ نہیں بناتے، بلکہ وہ خادم ہوتے ہیں اور اصلاحی مخدوم ہونا پسند نہیں کرتے۔  
 رہا ہمارا زمانہ تو مجھ لو، "وَابَيْنَ مِنَ الْبُشْتَاقِ مُنْقَاءُ مُغْرِبٍ"

بندہ را تحقیق با علم لدنی بودنش

اکثر اندر باب رویا جین مانعہ شد است

إِنَّ عَلَيْهِ الدُّنْيَى ثَابِتٌ عِنْدِي بِحَقِّ  
 ذَاكَ فِي الرُّوْيَا وَحَدِّثْنَا ذَاكَ كَمَا قَدْ عَبَّرَا

ترجمہ: "مجھے آن جناب کے علم لدنی سے مشرف ہونے کا اُس وقت یقین و اعتماد ہوا  
 جبکہ آپ خوابوں کی تعبیر اس طرح فرماتے تھے جو آپ کے فرمانے کے مطابق ہو رہے ہو  
 آفتاب بن کر منصفہ و شہود پر محقق اور ظاہر ہوتی تھی۔"

التشريح: تفسیر خازن میں علم لدنی کی تفسیر الْعِلْمُ الْبَاطِنُ الْهَامًا

سے کی گئی ہے۔ یعنی علم لدنی وہ پوشیدہ علم ہے جس کا الہام اللہ تعالیٰ اپنے نیکو کار  
 بندوں پر ڈالتا ہے اور بندوں پر مخفی حقائق کا پردہ چاک کرتا ہے۔ کنز الایمان  
 میں علم لدنی کی تحقیق اس طرح کی گئی ہے کہ یہ وہ علم ہے جو بندہ کو بطریق الہام حاصل  
 ہو۔ واضح ہے کہ تعبیر و تاویل دونوں ہم معنی ہیں۔ یعنی دونوں لفظوں کا حاصل معنی یہ  
 یہ ہے کہ کسی خواب کا مطلب بیان کرنا اور اس کا انجام بتانا اور یہ علم یعنی تعبیر الرُّوْيَا  
 ایک عجیب و غریب علم ہے اور جب تک درج ذیل علموں میں مہارت نہ ہوگی تب  
 تک یہ مقدس اور بزرگ علم میسر اور ممکن نہیں ہوگا۔

اول علم حساب، دوم معرفت اوقات، سوم معرفت طبائع، چہارم حکمت۔

پنجم لغت اور زبان دانی سے آگاہ ہو ششم قرآن و سنت کا علم۔ مزید برآں تعبیر کرنے  
 والا تقویٰ و پرہیزگاری سے بھی بہرہ ور ہو۔ خوابوں کا علم سب سے پہلے حضرت آدم

علیہ السلام کو حاصل ہوا، آپ کے بعد دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کو۔ حضرت یوسف صدیق علیہ السلام خوابوں کی تعبیر دینے میں ممتاز اور مشہور تھے۔ اس کی تکمیل ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد عربی فداہ ابی و امی و صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی۔ آپ کے طفیل صحابہ کرام رضہ تابعین اور ان کے سچے پیرو اس علم میں سرآمد روزگار ثابت ہوئے۔

## وحی اور الہام میں فرق :

الہام کے معنی ہیں القاءُ الشیئی فی القلب "دل میں کسی چیز کا ڈالنا" جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَالْهَمَّهُمْ فَجُورَهَا وَتَقْوِيَهَا "اللہ تعالیٰ نے نفس کو بری باتوں اور نیک باتوں کا الہام کیا ہے۔ وحی اور الہام میں یہ امر تو مشترک ہے کہ دونوں کسی چیز کے معلوم کر لینے کا ذریعہ غیبی ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ الہام ایسا وجدان ہے جو نفس کو حاصل ہوتا ہے اور جس کے ذریعہ مطلوب شے کا علم حاصل ہوتا ہے مگر پتہ نہیں چلتا کہ اس کا مبدأ کیا ہے۔ برخلاف وحی کے کہ اس میں علم کا مبدأ پورے طور پر ہوتا ہے۔ پھر وحی و الہام میں بڑا فرق یہ ہے کہ وحی انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ کسی غیر نبی کو یہ ذریعہ غیبی میسر نہیں ہو سکتا ہے اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ جمعین الہام سے نوازے جاتے ہیں، اور یہ الہام حضرت سرورِ دو عالم خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے دین کے مطابق ہوتا ہے۔

غرض علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ نزولِ وحی کی نسبت غیر نبی کی طرف کرنا سخت گناہ ہے۔ اسی وجہ سے علماء اسلام نے متفقہ طور پر مرزائے قادیان مرزا غلام احمد قادیانی کو دائرہ اسلام سے خارج کیا ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی طرف نزولِ وحی کی نسبت کی تھی گو بعد میں اس نے اس کی تاویلیں کی ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اب ادھر ادھر کی آرٹیکل مرزا غلام احمد قادیانی لکھی وحی زندہ کرنے کی درپردہ ناپاک کوششیں کی جاتی ہیں۔ مگر ایسے لوگ ہوشیار رہیں اور ان کی تاہید و تاویل کرنے والے اور وہ پست قدم مولوی جو اسلام

اور مسلمانوں کا دعویٰ کرنے کے باوجود مرزائے قادیان کے ساتھ کسی قسم کی عقیدت و احترام رکھتے ہیں اور مجلسوں میں اسکی منقبتیں پڑھتے رہتے ہیں، بھی ہوشیار رہیں کہ وہ زبردست غلطی کرتے ہیں۔ ان کا منافقانہ رول بے نقاب ہو گیا ہے۔ ان شاء اللہ کشمیر کی سرزمین میں قادیانیت کے مسموم جراثیم پھیلانے کی قطعاً اجازت نہیں دی جائے گی۔

کرو پیش از گفتنش اظہار رویائے شبش  
پیش او تاپ چو ملا احمد اصفر شد است  
وَلَيْلًا أَحْمَدُ أَبْدَى قَبْلَ إِظْهَارِ لَه  
حُلْمَ لَيْلِهِ مَتَى مَا جَاءَهُ مُسْتَغْفِرًا

ترجمہ: "جبکہ ملا احمد اصفراں مُرشدِ کامل کے پاس بیعت حاصل کرنے اور توبہ کی غرض سے حاضر ہوئے تو اپنے انکوائٹیاں دیکھا ہوا خواب بتایا کہ تم نے کل رات ایسا ایسا دیکھا ہے۔"  
التشہیح: اس شعر میں ملا احمد اصفر کے خواب کی طرف اشارہ ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ملا احمد ابن ملا داؤد کھوی ہامی جو اصفر کے لقب سے ملقب ہیں۔ اصفر عربی ہیں زرد رنگ والے کو کہتے ہیں۔ چونکہ ملا احمد کے چہرے کا رنگ بھی زرد تھا اس لئے وہ، اہل سفر کہلائے۔ وہ اپنے خواب کا واقعہ خود اس طرح بیان کرتے ہیں کہ: میں اکثر و بیشتر حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کے بد بیضا پر بیعت ہونا چاہتا تھا اور آپ سے اپنی خواہش بھی ظاہر کرتا تھا مگر آپ کسی وجہ سے میری خواہش پوری نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ ایک رات میں نے خواب میں ایک نہر دیکھی جس کا پانی رواں دواں تھا اور اس کے اوپر ایک پل نظر آیا جو اونچا مگر بند تھا، کوئی صاحب کہتا تھا کہ یہ پل حضرت شیخ حمزہ محبوب العالم میں۔ اس نہر سے کچھ آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک کھجے پر ایک چوتروہ ہے جس پر حضرت شیخ حمزہ صاف و شفاف اور بہترین لباس زیب تن فرمائے ہوئے کھڑے ہیں۔ میں آپ کی طرف آگے

بڑھا اور عرضِ سلام کیا تو آپ نے پوری فرحت و بشاشت کے ساتھ میرے سلام کا جواب عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ ملا اصفہر! اوپر آؤ، جب میں چوتھرہ کے اوپر آیا اور پابوسی کا شرف حاصل کیا اور میرے زانوں کو اپنے مبارک زانوں سے لگایا۔

ملا صاحب فرماتے ہیں کہ صبح ہوتے ہی آپ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوا۔ اس وقت مجلس میں آپ کا ایک تازہ بیعت شدہ مخلص بھی حاضر تھا، اُن کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: "جو خواب آج شب ملا صاحب نے دیکھا ہے مجھے اس کا علم ہے، اگر یہ چاہیں تو میں بیان کروں۔" میں نے عرض کی کہ حضور بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: جو تم نے خواب میں دیکھا اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میں نے آپ کو قبول کیا ہے، لہذا اٹھو، توبہ اور بیعت ہونے سے پہلے غسل کرو۔ غسل سے فراغت کے بعد آپ نے مجھے توبہ کی تلقین فرما کر اپنی بیعت و ارادت میں لیا۔ فالحمْد للہ۔ چونکہ اس شعر میں ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس لئے اس میں ازروئے علم بدیع صنعتِ تلمیح ہے۔ ہذا مغز ما فی الشرح۔

اس شعر کے مصرعہ اول میں اضمار قبل الذکر بظاہر دکھائی دے رہا ہے جو علماءِ نحو کے نزدیک منکر ہے، مگر اس کا جواب واضح ہے اور ہمارے معرب شعریں اضمار قبل الذکر نہیں ہے۔

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ: حُلْمٌ، حَلَمَ (ن) حُلْمًا وَحَلَمًا۔  
 فِي حُلْمِهِ وَحَلَمَ بِهِ۔ اس نے اس کو خواب میں دیکھا۔ حَلَمَ الصَّبِيُّ وَاحَلَمَ لُطَّكَ كَابَانِغٍ هُونًا۔ حَلَمَ (حَلَمًا) الْجِلْدَ چمڑے میں سے کپڑا نکالنا۔ الْحِلْمُ صَبْرٌ آمَنَتُكِي، بُرْد بَارِي۔ کبھی جہالت و بے وقوفی کے مقابلہ میں آتا ہے، جیسے کہتے ہیں "وَإِنَّ سَفَاهَ الشَّيْخِ لِحِلْمٍ بَعْدًا" یعنی بوڑھے آدمی کی بے وقوفی کے بعد اُس سے عقل و برد باری کی امید نہیں کی جاتی۔ حَلِيمٌ: خداتعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ایک اسم ہے۔ (باقی ابیات کی تحقیق سابقہ ابیات میں آچکی ہے)۔

مچھنیں اکثر مُریدوں کے خواب و واقعات  
مخبر از رویائے ہر یک قبل ما فرزند است

وَ كَذَّابٌ يُّدِي ذَوْبَهُ مَا رَأَوْهُ فِي النَّامِ  
هُكَذَا فِي الْوَأَقِعَاتِ قَبْلَنَا قَدْ فَسَّرْنَا

ترجمہ: اسی طرح آپ اکثر و بیشتر اپنے مُریدوں کو اُن کے خواب اور واقعات اُن کے بیان کرنے سے پہلے اُن پر واشگاف کرتے اور خبر دیتے تھے۔

خَلَاصَةُ الشَّعْرِ: حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ علم لدنی سے بہرہ ور ہونے کی بناء پر اپنے مُریدوں کے خواب اور واقعات اُن کے اظہار سے پہلے اُن سے بیان فرماتے تھے جن میں ذرہ برابر فرق نہ ہوتا تھا۔ ذہبے سعادت ان لوگوں کے لئے جنہیں ایسے پیرانِ حقائق آگاہ میسر ہوں۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ اور واقعات اُن احوال کو کہتے ہیں جو مُرید اپنے شیخ کے سامنے بیان کرے۔ کہافی مطالب رشیدی کہ در اصطلاح صوفیہ حدیث و واقعہ آنچہ کہ مُرید بر شیخ عرض کند. ۱۰۳. والباقی اظہر۔





۱۰۵  
 افترا کروہ یکے رویش گُفت وز جواب  
 عِنْدَنَا يَا اٰبِلٰہَا مِنْ بَعْدِ لَا تَفْتَرِ شَدِیْتُ  
 بَعْضُ نَاسٍ اِفْتَرٰی حُلْمًا فَاَبْدَاہُ لَہٗ  
 فَاَجَابَہٗ بِالْاِفْتِرَآءِ مَا ذَا اِمْرًا

ترجمہ: " ایک شخص نے ایک خواب گھر کر (فرضی بنا کر) اور آں جناب علیہ الرحمۃ کے پاس آکر ظاہر کیا، آں جناب نے خواب سننے ہی اس کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے کم عقل آئندہ اس قسم کی افترا پردازی اور جھوٹے خواب بیان کرنے سے احتراز کرو، ایسا کرنا گناہ ہے۔  
 التشریح: اس شعر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ موضع کھوئی ہمارے کے ایک نام نہاد ملا صاحب نے اپنی طرف سے ایک خواب گھر کر آں جناب کے سامنے بیان کیا اور اس کی تعبیر دریافت کی۔ چونکہ حدیث شریف میں آیا ہے: **اَلْمُؤْمِنُ یَرٰی بِنُوْرِ اِللّٰہِ** کہ "بندہ مومن اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے" اس لئے آپ کو اپنے نور بصیرت سے معلوم ہوا کہ یہ خواب فرضی اور خود ساختہ ہے۔ پھر اس کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم اس قسم کے جھوٹے خواب امیروں اور مالداروں کے پاس لے کر جاؤ گے ممکن ہے کہ تم کو کچھ دنیوی منفعت حاصل ہو جائے، لیکن مجھ جیسے فقیر کے پاس ایسے بناوٹی خواب لے کر آؤ گے تو میرے ہاں سے تم کو کیا ملے گا۔ یہ شخص سخت شرمندہ ہوا۔ اسی طرح اس نے اس پیر کامل سے اور بھی عظیم کرامتیں مشاہدہ کیں تو فوراً اپنے حال پر بہت نادام ہوا۔ پھر توبہ کر کے آپ کے مريدوں میں داخل ہوا۔

پیر ہوں تو ایسے ہوں اور مجرم ہوں تو ایسے ہوں کہ اپنے جرموں اور گناہوں پر خبر پاتے ہی توبہ اور انابت میں آجائیں اور اللہ تعالیٰ کا خوف ان کے دل پر غالب ہے۔  
 التحقیق اللغوی: لَا تَفْتَرُ: صیغہ نہی واحد مذکر مخاطب. فعل مضارع

معروف از باب افتعال ہے۔ اَفْتَرَى عَلَيْهِ الْكَذِبَ: کسی پر تہمت لگانا جھوٹ بولنا۔ مُجْرَدٌ مِیْنِ فَرَى یَفْرَى: دہشت زدہ اور متحیر ہونا۔ فَرَى الشَّيْءَ کَاثْمًا پھاڑنا، چیرنا۔ قرآن کریم میں آیا ہے: اَفْتَرَى عَلٰی اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهِ جِنَّةٌ ۙ بَہَاۗءُ ۙ بَابِ اِفْتَعَالٍ كَا هَمْزُهُ وَصَلْ مَكْسُورٌ مَحْذُوفٌ ہے اور موجودہ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ اصل میں اَفْتَرَى تھَا۔ اور لَا تَفْتَرُوا كَا ظَرْفِ مَكَانٍ عِنْدَ نَلْبِہٖ۔

قوله: ذَامِرًا: یہ ذَمَرٌ (ن) ذَمْرًا سے مشتق ہے جس کے معنی دھکی دینا۔ ذَمَرٌ عَلٰی الْاَمْرِ كَسِي اَمْرٍ پَر مَلَامَتٌ كَر كے اُكْسَانًا اُبھارتا۔ ذَمَرُ الشَّيْءِ اُس نے اندازہ لگایا۔ اس جگہ ضَامِرًا: اَجَابَ كے ضمیر فاعل مُسْتَتِرٌ سے حال واقع ہے اس لئے یہ منصوب ہے۔

حاصل معنی یہ ہوئے کہ حضرت محبوب العالم نے اس کو جھوٹ خواب پر ملامت کرتے ہوئے لَا تَفْتَرُوا لِمَنَّا مَعِنْدَنَا فرمایا کہ ہمارے پاس جھوٹ اور بناوٹی خواب پیش نہ کرو۔ یہی بعینہ مصرعہ دوم کا خلاصہ اور مغز ہے۔ اور ضَامِرًا كَا الْاَشْبَائِیہٖ:

اَلْاَمْرُ زَادَهُ خَطَاۗءُ مَوْلَانَا حُسَيْنٍ  
 يَكُ نَظْرٌ وَّيَدٌ لِّطَفْسٍ مَسٍ اَوْ جُولٍ زُرْشَدِ اسْت  
 وَكَذَا الْخَطَاۗءُ اِبْنُ الصِّدْرِ مَوْلَانَا حُسَيْنٍ  
 فَيَنْظُرُهُ نَحَاسَةً صَارَ ذَهَبًا اَحْمَرًا

ترجمہ: " اسی طرح آپ علیہ الرحمۃ نے رئیس زادہ مولانا حسین خطاط کو دیکھتے ہی اپنی مہربانی اور نظر اتفات سے اس کے مس خام کو اُکسیر اور زرنایاب بنا دیا۔  
 التشریح: اس شعر میں مشہور خطاط و خوشنویس مولانا حسین کا واقعہ ہے جبکہ آپ اپنی افتادہ حالی کے ساتھ آپ کی پارگاہ میں حاضر ہوئے تو فوراً آپ کی نظر عنایت سے اس

کاتا بنا سونا بنا۔ یعنی نقص و خامی سے نکل کر درجہ کمال کو پہنچا۔ یہ اولیاء اللہ کی نظر عنایت ہے۔ اولیاء اللہ خدا نہیں ہوتے، وہ آخر کار بندے ہی ہیں۔ ربُّ العالمین کے سامنے عاجز اور بے نوا ہوتے ہیں۔ بایں ہمہ ان کو عبادت اور ربانی احکام کے بجالانے سے قبولیت کا وہ درجہ عطا ہوتا ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے۔

مَرَدَانِ خُذْ اِنْ بَاشَدُ ۚ لِيَكُنْ رِزْقُ اِنْ بَاشَدُ

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ، قَوْلُهُ: اِنْ بَاشَدُ. اَلنَّحَّاسُ: تَابَا، اَكْ دُصْحَوَالِ

وہ چنگاریاں جو لوہے کو کاٹتے وقت اڑتی ہیں۔ اس جگہ اس کے مُضَافِ اِلَيْهِ ضَمِيرٌ مَجْرُورٌ حَكْمِيٌّ كُو ضرورتِ شعری کی بنا پر ساکن کیا گیا ہے۔ باقی الفاظ کی تشریح پیشتر اشعار میں آچکی ہے۔

ہم تجلے و حیات و قدرت و علم و کلام  
شد بر و تاثیر آں بسیار مُستبصر شد است

بِتَجَلِّيٍّ مِنْ حَيَاتِهِ وَقُدْرَةِ وَعِلْمِ  
وَ كَلَامٍ مُسْتَفِيدٍ وَ كَثِيرٍ اَبْصَرَ

ترجمہ: ” اسی طرح آں پیر پر تو مبینہ کے قلب مبارک پر حیات جاودانی، الہی قدرت اور ربانی علم کی تجلی و برکات پڑ چکے ہیں، جنکے آثار و علامات کثرت سے دیکھے گئے ہیں۔“

التَّشْرِيجُ: مُرَشِدٌ كَامِلٌ حَضْرَتٌ مَحْبُوبٌ الْعَالَمِ رَحِمَهُ اللهُ بَا اَوْقَاتِ اسرارِ الہی راز ہائے سربستہ اور خارقِ عادات امور ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجھے ان چیزوں کے بیان کرنے سے پہلے خود شعور اور ان کی نگاہی نہ تھی بلکہ یہ محض القاءِ ربانی اور فضلِ ایزدی ہے۔

حضراتِ صوفیہ اعلیٰ اللہ مقامہم نے یہ نتیجہ آنجناب کے اس فرمان سے اخذ کیا ہے کہ آنجناب سے اس قسم کی کرامتوں کے صدور اور خوارقِ عادت امور کا ظہور محض عنایتِ ربانی ہے کہ آپ کے قلب مبارک پر ربانی حیات و قدرت اور اس کے علم و کلام کی تجلی اور پرتو پڑ

چلکی ہے، ورنہ اس طرح کی کرامتیں ایک عام ولی سے صدور پذیر نہیں ہو سکتیں۔ کیوں کہ حیاتِ ابدی، قدرتِ کاملہ، علمِ بلاکسب و تحصیل اور تکلم بلا حرکتِ لسانی حقیقت میں خدا تعالیٰ کی صفین ہیں جو اسی کے ساتھ مخصوص ہیں اور انہی خدائی صفات کا کچھ پیر تو آپؐ پر پڑ چکا ہے جس کے نتیجہ میں آپ سے اس قسم کے امور صادر اور سرزد ہوتے ہیں۔ جن کو ہم اپنے عامیانہ محاورہ میں، القاءِ رقبانی یا شرح صدر یا علم لدنی جیسے لفظوں سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہ شارح کی عالمانہ تحقیق ہے۔

اس کے بعد حضرت شارح علیہ الرحمۃ اس کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک مستورۃ الحال عورت آنجنابؐ کے پاس آئی اور اپنی بھمت و پاکدامنی کی ڈینگیں مارنے لگی، آنجنابؐ کی زبان مبارک سے نہایت آہستہ یہ کلمات صادر ہوئے " اگر تو اپنے دعویٰ میں سچی ہے تو پھر تنہائی میں فلاں جگہ، فلاں فلاں شخص کے ساتھ تیرا رہنا کیا معنی رکھتا ہے۔ " یہ سن کر وہ عورت بہت شرمندہ ہوئی اور آپؐ کی ولایت و برتری کا اثر اس کے دل و جگر میں پیوست ہو گیا اور اپنے فسق و فجور کا اعتراف کر کے توبہ و استغفار میں آئی۔

حضرت خاکی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آں جنابؐ نے اس عورت سے یہ کلمات فرمائے تو میری طرف منوجہ ہو کر فرمایا کہ: " اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو فقیروں کے سامنے جھوٹ بولنے سے شرمندہ اور رسوا کیا اور اس کی تشبیہ کے لئے میری زبان پر غیر شعوری طور اور بے اختیاری کی حالت میں یہ کلمات سرزد ہوئے، ورنہ اس کی شرمندگی کے سبب میں خود منفعیل ہوں کہ میری زبان سے اس کی عزت ریزی ہوئی۔

حضرت شارحؒ فرماتے ہیں کہ اسی طرح حسب حال مُربدین و مُخلصین آپؐ کی زبان مبارک سے اس نوع کی باتیں اور اس قسم کی کرامتیں صدور پذیر ہوتی تھیں جنکی تصدیق پر دیکھنے والے اور سُننے والے لوگ مجبور ہو جاتے ہیں۔

بہر حال دوستانِ خدا کا الہی صفات کے پرتوؤں کے ساتھ موصوف ہونا کوئی  
کوئی امر بعید نہیں اور اگر خود **فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ ..... وَكَلَّمَ  
اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا** اور حدیث **إِنَّ اللَّهَ يَنْطِقُ بِلِسَانِ عَمْرٍو** دیگر آیات  
واحادیث پر غور کرو گے تو حضرت شارح نے جو کچھ بھی فرمایا وہ شریعت کے موافق ہے  
البتہ یہ بات پھر یاد رکھئے کہ یہ سب کچھ عطیۃ الہی ہے، اپنا کسی کو کچھ بھی نہیں اور جو بھی  
خوبی ہے اس کا اصل موصوف حضرت اللہ جل شانہ ہے۔ یہی معنی **الْحَمْدُ  
لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ** کے ہیں۔ **فَتَفَكَّرَ**۔

التحقیق اللغوی، **يَتَجَلَّى** کا بامع معطوفات **مُتَفِيدَةٌ** کے  
ساتھ متعلق ہے۔ **حَيَاتِهِ** کی ضمیر راجع بجانب جناب بارئ تعالیٰ۔ **عَمْرٍو** وہو  
مذکور فی آذہان المومنین۔ **أَبْصَرَ** کا الف اثباتی ہے۔

گشت از اقوال او خاطر نشان مخلصانش  
ہم تجلے تکلم را کہ مظہر شد است  
**أَطْمَأْنَنْتُ بِكَلَامِهِ قُلُوبَ مُخْلِصِيهِ  
وَكَذَلِكَ تَرَاهُ بِالتَّجَلِّي مُظْهِرًا**

ترجمہ: "آں جناب علیہ الرحمۃ کے اقوال مبارکہ (سچے ثابت ہونے) سے آپ کے مخلصوں  
کے دل اس بات پر مطمئن ہوئے کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی صفات  
تجلی کا پرتو پڑ جانے کی بدولت ظاہر فرماتے ہیں۔"

التشویح: آل پیر حقائق آگاہ اکثر و بیشتر خارق عادت کلام فرماتے تھے کبھی  
آپ سے مذکور قسم کی کرامتیں بے اختیار صادر ہوتی تھیں تو آپ کے باخبر اور باشعور  
مریدین و مخلصین سمجھتے تھے کہ آپ اس کمال کو اس وجہ سے پہنچے ہیں کہ آپ پر



تجلی کا اثر غالب آچکا ہے۔

یہ بھی درحقیقت مُرشدِ راہِ طریقت کے آداب میں سے ایک ادب ہے کہ اپنے قابلِ مُریدوں کو اپنے غیر واضح حال سے آگاہ فرماتا ہے۔ حتیٰ کہ جب مُرید کے دل میں کوئی خیال آجائے تو پیر و مُرشد ایسا باکمال ہونا چاہیے کہ از خود مُرید کے پوچھے بغیر اس کا جواب اس طرح دے کہ اس کی تسلی و تشفی ہو جائے کیونکہ حقیقی پیر زبان سے کہنے کی طرف احتیاج بھی نہیں رکھتا۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح مُرشد اپنے سچے مُرید سے کلمہ حق کا تلفظ کراتا ہے اور سالک کے دل کو خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتا ہے اور پھر اگر شیخ زبان سے ظاہر کرے تو اس میں خواہشاتِ نفس کے داخل ہونے کا احتمال ہے۔ پھر مؤثر ثابت نہیں ہوگا۔ اسی نکتہ کی طرف عوارفُ المعارف میں اشارہ ہے۔

”وینبغی ان تکون تطلّعه ای تطلّع المرید الی مبہم من حالہ  
یستکشف عنہ بالسؤال من المشیخ علی أنّ الصادق لا یحتاج الی  
السؤال باللسان فی حضرتہ بل یبادیہ بما یرید لأنّ الشیخ یكون  
مُسنطِقًا نطقہ بالحق وهو عند حضور الصادقین یرفع وقلبہ  
فی القول والنطق ما خوذین الی مبہم الوقت من احوال الطالبین المحتاجین  
ترجمہ: شیخ اپنے غیر واضح حال کو اپنے مُرید پر روشن کرے تاکہ مُرید صادق اس  
بات سے باخبر رہے کہ وہ اپنے شیخ کے سامنے سوال کرنے کی ضرورت نہیں رکھتا کیونکہ  
اس طرح وہ اس اعتماد پر رہیگا کہ اُس کا شیخ اپنے مُرید سے کلامِ حق کا تلفظ کرانا  
چاہتا ہے اور اس کے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف پرواز کرانا چاہتا ہے۔ اس طرح شیخ  
کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اپنے مُرید کے لئے بارشِ برکات کا طالب بنے۔ پس مُرشد کی  
زبان و دل اپنے سچے مُریدوں کے احوالِ خصوصی پر متوجہ رہتے ہیں۔ یعنی شیخ کی یہ کیفیت  
دوامی نہیں ہوتی ہے۔ اس میں ایک نکتہ یہ ہے کہ بعض اوقات الفاظ میں فساد پایا جاتا

ہے۔ گو کہ شیخ حق پرست کا کلام ہوئی و ہوس اور دنیوی اغراض سے پاک ہوتا ہے مگر امکانِ فسادِ قال میں عموماً ہوتا ہے اور حال ایسی آلائشوں سے پاک ہوتا ہے۔ مگر یہ صفت اس شیخ کی ہے جو متبعِ کتاب و سنت ہو۔ اسی کے متعلق حدیث میں آیا ہے كُنْتُ سَعَةً وَبَصْرَةً وَلِسَانَهُ وَبَيْدَةً وَرِجْلَهُ فَبِي يَسْمَعُ وَبِي يَبْطِشُ وَبِي يَبْطِشُ کہ جب با ایمان میرے ساتھ مکمل تقرب حاصل کرتا ہے تو میں اس کا گوشِ شنوا اور اس کی چشمِ بینا، اس کی بولتی ہوئی زبان، اس کا قابض ہاتھ اور چلنے والے پیر بن جاتا ہوں یہی اعضا عبادت کے ہیں۔ بعد اتمام عبادت کرنے والا ظاہر کی طرف محتاج نہیں رہتا ہے بلکہ اس کے دل پر صفاتِ الہیہ کا عکس و ظہور پڑ جاتا ہے۔

اس قسم کا وصف اللہ تعالیٰ نے حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا تھا جس کی طرف حضرت شارح نے مذکورہ شعر میں اشارہ کیا ہے اور اپنی شرح میں تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ اور مزید معلومات کے لئے دستور السالکین کی طرف رجوع کیجئے۔ ہمارے ذمہ صرف ابیاتِ شریفیہ کی تعریف ہے۔ ہاں متن کے شعر کالب لباب یہ ہے کہ حضرت محبوب العالم صاحبِ حال و قال ہیں۔ قال سے بھی آگاہی پاتے ہیں اور مریدوں کے حال سے بھی، اور پھر اپنے قال سے اور گاہے اپنے حال سے طابین حق کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ فتفکروا لکن غافلاً۔  
التحقیق اللغوی: قوله: اطمئنت، اطمئنت اطمیناناً وطمأنیۃ  
- البیہ: آرام لینا، قرار پکڑنا، پست ہونا۔ اطمئنت: ساکن۔ من الارض: پست زمین۔ اطمئنت اطمیناناً وطمأنیۃ وطمأن: پٹھ کو جھکانا۔ الشیبی چیز کو ساکن کرنا۔ قطن من: پست ہونا۔ قرآن مجید میں آیا ہے: الابد کبر اللہ تطمئن القلوب۔ اچھی طرح سنو کہ (سچے) لوگوں کے دل اللہ ہی کی یاد سے چین اور قرار پاتے ہیں کہ وہ اس یقین پر پہنچ جاتے ہیں کہ اللہ بس باقی ہوس۔ پس

جو لوگ اس کے ذکر و فکر سے قرار و اطمینان نہیں پاتے تو وہ حیوانات سے بھی بدتر ہیں  
 اُولَئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ "یہی لوگ چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے  
 بھی بدتر ہیں" ❖

از دم او چید مخلص ز زندہ شد ز امراض موت  
 زال یکے خواجہ حسین ہم والدش بکمر شد است  
 مُخْلِصُوهُ بِدُعَائِهِ نَجَّوْا مِنْ مَرَضِ مَوْتِ  
 مِنْهُمْ خَوَاجَةَ حُسَيْنٍ وَ اَبُوهُ ذَكَرَا

ترجمہ :- آپ کے کچھ مخلص آپ کی دُعاؤں سے مہلک بیماری سے شفا یاب ہوئے۔ جن میں سے  
 خواجہ حسین اور ان کے والد بزرگوار ذکر کئے جاتے ہیں۔

التشریح : حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کو بیماریوں وغیرہ کے لئے احتیاط  
 کی بنا پر تعویذ لکھنے کی عادت نہ تھی، بلکہ ریا اور عجب سے بچنے کے لئے اپنے کسی مخلص  
 بیمار کی شفاء کے لئے ایک خاص قرآنی آیت پڑھتے تھے۔ اگر بیمار اس بیماری سے جلد  
 شفا پانے والا ہوتا تو قدرت کی طرف سے شفاء کی اُمید کے الفاظ مبارکہ زبان مبارک پر  
 آتے تھے اور اگر بیمار کا ٹھیک ہونا خدا تعالیٰ کو منظور نہیں ہوتا تھا تو وہ آیت شفاء و ظیفہ  
 ہونے کے باوجود بروقت آپ کو یاد نہیں پڑتی تھی بلکہ مخبر غیب اس بیمار کے متعلق ڈرنے  
 و لے کلمات سُناتا تھا۔ اور جس وقت بیمار کی صحت کا اشارہ پلتے تھے تو اس کے متعلقین  
 کو کچھ خیرات و صدقات کا حکم دیتے تھے۔ اسی سلسلہ میں ایک مرتبہ خواجہ حسین اور اس کے  
 والد خواجہ فیروز سخت بیمار ہوئے تو ان کے رشتہ داروں نے ان کے سامنے سخت گڑگڑاہٹ  
 کی چنانچہ آپ نے باری تعالیٰ سے ان کی شفا کے لئے سخت عاجزی کی تو اللہ تعالیٰ  
 نے ان کو شفاء بخشی۔ گویا آپ کی دُعا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے موت کے کنارے سے

واپس آئے، آپ فرماتے تھے یہ از قسم کرامت اور احسانِ ربِّ العالمین ہے۔  
اس قسم کی کرامتیں تجلی الہی سے حاصل ہوتی ہیں۔ حدیث شریف میں آیلے ہے:-  
ان الله تجلّی الناس عامّةً ولای بی بکر خاصّةً۔ اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو  
بقدر ان کے ظروف تجلی اور انوار و پرتوؤں اللہ ہے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر  
خصوصیت کے ساتھ۔

التَّحْقِيقُ اللُّغَوِيُّ، قَوْلُهُ، يَكْمُرُ۔ يَكْمُرُ يَكْمُرُ بِرُتَبَةٍ كَالْمُخْفَفِ هُوَ۔  
قَوْلُهُ، مُخْلِصُونَ، جمع مذکر اسم فاعل از باب افعال۔ يَهْ أَخْلَصَ الشَّيْءُ سَمَكَ  
هِيَ، جس کا معنی خلاصہ نکالنے اور چھین لینے کے آتے ہیں۔ یہاں پر اس سے خاص الحاصل  
مُرِيدِينَ و طابین مُرَادِ هِيَ۔ خَلَصَ (ن) خُلُوصًا و خَلَاصًا اس کا مادہ ہے۔ معنی  
خالص ہونا۔ مِنَ الْهَلَاكِ، نجات پانا، محفوظ رہنا۔ خَلَصَ الْمَاءُ مِنَ الْكِدْرِ، پانی کا  
صاف ہونا۔ اِلَى الْمَكَانِ و بِالْمَكَانِ، کسی جگہ پہنچنا۔ مِنَ الْقَوْمِ، جدا ہونا۔ اَخْلَصَ لَطَاعَةَ  
و فِي الطَّاعَةِ، طاعت و عبادت میں ریا کاری نہ کرنا۔ كَلِمَةُ الْاِخْلَاصِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔  
قَوْلُهُ مِنَ حَرَضِ مَوْتٍ، مَاتَ يَمُوتُ مَوْتًا، مَرْنَا، آگ کا بجھانا، بجھنا، کپڑے کا بوسیدہ  
ہونا، سردی گرمی کا زائل ہونا۔ مَاتَتِ الْحُمَى، بُخَارُ كِي تِيزِي كَا كَمِ هُوْنَا۔  
مَاتَ يَمُوتُ مَوْتًا و مَوْتَاتًا، الْمَكَانُ، جگہ کا ویران ہونا۔ الطَّرِيقُ، راستہ  
چلنا، بند ہونا۔ تَمَاوَتَ، مَرْنَةُ كَا بَهَانَةُ كَرْنَا، خاموشی اور کمزوری دیکھانا۔  
الْمَوْتُ الْاَحْمَرُ، مَقْتُولٌ مَوْكِرٌ مَرْنَا۔ الْمَوْتُ الْاَبْيَضُ، طَبْعِيٌّ يَا اِحَانَكِ مَوْتٌ۔  
الْمَوْتُ الْاَسْوَدُ، كَلَاغُونٌ كَرْمَرْنَا۔ الْمَوْتُ، مَصْدَرٌ بِي حَانِ چيز، غَيْرَ اَبَادِ زَمِيْنِ۔  
اَمَاتَ نَفْسَهُ، اَمْسَ نَفْسِي كِي خَوَاشَاتِ كَوْمَارًا ۛ نَبَذَهُ مِنَ الْمَنْجِدِ

كُفْتُ مَرْدًا رَابِهًا كَامًا تَحِيًّا، مُمِيَّت  
 مَن هَلَاكَتِي كُنْتُ نَشَبُ مَرْدٍ بِرِسْتِ شَدَاةٍ  
 قَالَ رَجُلًا لَأُمِيَّتِكَ فِي تَجَلِّي يَا مُمِيَّت  
 فَرَأَوْهُ فِي الْفِرَاشِ جَوْفَ لَيْلٍ شَابِرًا

ترجمہ: "آں جناب علیہ الرحمۃ نے یا مُمیَّت کے تجلی کے وقت ایک شخص سے فرمایا کہ میں تم کو خدا کے حکم سے ہلاک کروں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ لوگوں نے اس کو رات کے وقت پستر مرگ پر مردہ پایا۔"

التشريح: احياء و اماتة، زندگی عطا کرنا اور مارنا درحقیقت اور درہمہ حال صرف ذات پاک کا خاصہ ہے اور بس مخلوق کی طرف اس کی نسبت مجازی ہوتی ہے۔

پس باایمان کے لئے نسبت حقیقی اور مجازی میں فرق کرنا ضروری ہے، یہ ایسا ہے کہ جیسا کسی قریب الموت بیمار کو قابل ترین طبیب اور ڈاکٹر مل جائے تو وہ اس کی بدولت ٹھیک ہوتا ہے تو عام و خاص اُس وقت کہتے ہیں کہ اس کو فلانی ڈاکٹر نے موت کے دہانے سے بچایا۔ یا کسی معمولی بیمار کو کوئی ناقابل ڈاکٹر علاج کرے تو وہ مر جائے گا، تو تب سب واقف لوگ کہتے ہیں کہ اس کو فلان ڈاکٹر نے مارا حالانکہ دونوں جگہ محی و ممیت یعنی زندگی عطا کرنے والا اور مارنے والا مولائے حقیقی ہے اور ڈاکٹر کی نسبت مجازی ہے۔ قرآن مجید میں ہزاروں جگہ نسبت حقیقی اور نسبت مجازی مستعمل ہے۔ اس سے توحید کے اعتقاد میں کوئی فرق نہیں آتا بلکہ اسباب ظاہر اور اسباب خفیہ کا تناسب رہتا ہے۔ باورندہی تو آیت لَأَهْبَابِكُ غَلَامًا زَكِيًّا اور فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ پر غور و فکر کیجئے۔ تو اسی طرح حضرت محبوب العالمؐ اُس شخص کی موت کے باعث ہوئے ورنہ اس کا فاعل حقیقی صرف اللہ جل شانہ ہے۔ یعنی اگر اللہ نہیں چاہتا



تو وہ ہرگز نہیں مرتا۔

بہر حال مقصود یہ عرض کرنا ہے کہ زندہ کرنا یا مارنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کا خاص فعل ہے۔ بندوں کی طرف اس کی نسبت مجازی ہے اور حقیقت و مجاز کا یہ فرق قرآن کریم میں موجود ہے۔ رہا شعر کا مفہوم تو شارح کے مطابق اس کا حاصل یہ ہے :-

”آں جناب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میرا ایک شخص ڈیرے والا تھا، اتفاق سے اُس کو اپنے سسر کے ساتھ کشیدگی انتہائی صورت اختیار کر گئی۔ اس غریب نے اپنے سسر کی زیادتی بیان کی اور کہا کہ عدالت میں میری سفارش کیجئے۔ چوں کہ میں ظاہری عدالتوں کا دیوارہ کھٹکھٹاتا نہیں ہوں اس لئے میں نے اس سے کہا کہ بارگاہِ الہی میں تمہاری خلاصی کے لئے دُعا کروں گا۔ اول تو میں نے اس کے سسر کو اندر آئین شریعت سمجھایا جب وہ ظلم سے باز نہیں آیا تو میں نے اس سے کہا کہ : میں تم کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہلاک کروں گا۔ چنانچہ وہ ظالم واپس گیا، حبِ عادت رات کو سویا تو صبح کے وقت دیکھا کہ وہ دم توڑ بیٹھا تھا۔ حضرت محبوب العالمؒ کو جب اس کی موت کی خبر سنائی گئی تو فرمایا: یہ میرا کمال نہیں بلکہ یہ یَا مہِیْتُ کی تجلی اور اثر ہے۔ واضح رہے کہ یہ لفظ اَسْمَاءِ حُسْنٰی میں سے ہے، اس کے خواص بہت زیادہ ہیں۔ هَذَا لَبٌّ مَا يَتَعَلَّقُ بِهِ الشَّعْرُ۔“

شارح نے شَمَائِلُ الْأَقْبِيَا میں تجلی مہیت کی ایک اور مثال اس طرح دی :-

”سُلْطَانِ قُطْبِ الدِّينِ كَيْ بِيْطِ سُلْطَانِ غُلَاوِ الدِّينِ خَلْجِي نِي سِرْتَا جِ اُولِيَا مُنْفَرْتِ خَوَاجِه نِظَامِ الدِّينِ اُولِيَا رَحْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْهِ كُوِيَه پِيْغَامِ بِيْجَا كِه اِكْرَ اَپْ اَيْنْدِه مَاهِ كِي پِيْهِي تَارِيْخِ كُو مِيْرِي مَبَارِكْبَادِي كِي لِي حَاضِرَه هُوْنِ كِي تُو سَخْتِي سِي پِيْشِ اُوْلِ كَا۔ جِب اَيْنْدِه مَاهِ كَا چَا نَدِ دِيْجَا كِيَا تُو خُدَامِ نِي بَادِشَاهِ كَا پُرْغَابِ پِيْغَامِ يَادِ دِلَا يَا۔ سِرْتَا جِ اُولِيَا، نِي فرمَ اِيَا كِه تِي سِرْكَا هُوَا نَدِ وَا مَجْهُ سِي كِيَا چَا تِيْلِهِي؟“ تو اسی راتِ عِشَاءِ كِي نَمَازِ كِي بَعْدِيَه اِطْلَاعِ اِنِّي كِه سُلْطَانِ قُطْبِ الدِّينِ كَا سِرْكَا مَآ كِيَا اُوْر اِس كَا كُرَا وِي شَاخِي مَحَلِ لُوْثِ يَا كِيَا۔ بِيْر حَالِ يِي بِيْجِي اَلْمِهِيْتُ كِي خَاصِيْتِ يِي۔“

خاکسار عرض پر داز ہے کہ ایسے وظیفوں پر عمل کرنے والوں کو پوری احتیاط کرنی چاہئے کیوں کہ اللہ تعالیٰ بہت ہی علیم و بردبار ہے ورنہ خطرہ ایمان ہے۔ اولیاء اللہ رحمہم اللہ! جمعین نے بادلِ ناخواستہ عباد اللہ کی منفعت کے لئے استعمال کیا ہے۔ فَأَنَّهُمْ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ۔

التحقیق اللغوی۔ قولہ، قَالَ اس کا فاعل حضرت سلطان العارفين رحمۃ اللہ علیہ، پاسبانِ دین حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

قولہ لَأْمِيَّتُكَ؛ یہ باب افعال کا واحد متکلم ہے اور لام اس کے شروع میں تاکید کے لئے ہے۔ اَمَاتٌ يُمِيَّتُ اِمَاتَةً سے نکلا ہے؛ دوسرے کو ہلاک کرنا۔ اسی سے يُجَيِّ وَيُمِيَّتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ؛ وہی خدا مارتا اور زندہ کرتا ہے اور اسی کے دستِ قدرت میں ہر قسم کا نفع و نقصان ہے۔

مُمِيَّتٌ؛ اسم فاعل باب افعال کا ہے۔

قولہ 'جَوْفَ لَيْلٍ'؛ جَوْفٌ: پیٹ، درمیانی حصہ، رات کا درمیانی حصہ۔ اَلْاَجْوَفُ: کھوکھلا، وسیع کوکھ والا۔ صرفیوں کے نزدیک وہ کلمہ جس کے عین کلمہ کے درمیان حرفِ عدت ہو۔ اور اگر وہ واو ہو تو اس کو اَجْوَفٍ وادعی کہتے ہیں۔ جیسے قَوْلٌ، عَوْلٌ، جَوْلٌ۔ اور اگر وہ یا ہو تو اس کو اَجْوَفٍ یائی کہتے ہیں۔ جیسے: نَيْلٌ، خَيْلٌ، خَيْرٌ۔

والباقی اظہر من ان یتذکر۔



ازدُعائے مُسْتَجَابَاتِ بِشَرِّهِ شُدَّ بِسِيَارِ كَوْرِ  
خَاصِهِ اَزْ كَوْرِى بِهٖ اَلْفَتْحُ اَللّٰهُ كَاجِرٌ شُدَّ اَسْت

رَبِّ عَمِيٍّ مِنْ دُعَائِهِ الْكَرِيمِ اُبْصُرُوا  
كُوْنُ فَتْحِ اللّٰهِ بِصَبْرًا بَعْدَ عَمِيٍّ اَشْهَرًا

ترجمہ: "اے جناب علیہ الرحمہ کی دُعا مُسْتَجَاب سے بہت سے اندھے بنیا ہوئے۔ خاص کر  
فتح اللہ کا چمر کا آپ کی مقبول دُعا سے بنیا ہونا شہرہ آفاق ہے۔"

خلاصہ شعر یہ ہے کہ آپ بفضل اللہ مُسْتَجَابِ الدُّعَوَاتِ ہیں۔ بڑی سخت مشکلیں آپ کی مقدس  
اور مبارک دُعا سے حل ہوتی ہیں۔ چنانچہ آپ کے مُریدوں میں سے ایک صاحب فتح اللہ کا چمر  
تھے جو اتفاق سے نابینا ہوئے اور اپنی پوری عقیدت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور  
بینائی سے محروم ہونے کی شکایت کی۔ چنانچہ حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ رحمہ اللہ نے اس  
کی دوبارہ بینائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے عاجزی کی اور اللہ تعالیٰ نے اُس کو پھر بینا بنایا۔  
اسی طرح آپ کے بہت سے مُخلصین نابینا ہونے کے بعد آپ کی دُعا و توجہ سے بینا ہوئے۔  
واضح رہے کہ کاچر کشمیری میں نیلگوں آنکھوں والے کو کہتے ہیں۔

شعر میں مبالغہ نہیں بلکہ حقیقتِ حال کا ذکر ہے، اگر کسی کو شک ہو کہ کیا ایسا ممکن ہے  
تو اس کو آیت اِذْهَبُوا بِقَبِيصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اٰجِيْ يٰٓاَتِ بِصِيْرًا  
پر غور کرنا چاہیے۔ آخر معجزہ اور کرامت میں فرق صرف اعتبارِ کل ہے۔ اچھی طرح سمجھ  
لیجئے اور آیت مبارکہ کی تفسیر و معنی تفسیر کی کتابوں میں مطالعہ کیجئے۔ لَعَلَّ اللّٰهَ يَشْفِيْكَ  
عَمَّا اَنْتَ فِيْهِ اَيُّهَا الشَّاكُّ وَالْمُرِيْبُ۔

التَّحْقِيْقُ اللُّغَوِيُّ: قَوْلُهُ عَمِيٍّ جَمْعُ اَعْمَى. اَنْدَهِا اَوْ رَنَابِيْنَا۔

قَوْلُهُ اُبْصُرُوا، اِبْصَارًا هِيَ. اَبْصُرُوْهُ، وَبِكُنَا، بِنَا كَرْنَا. الرَّجُلُ، كَسَى كَابْصَرِيًّا

آنا۔ أَبْصَرَ الطَّرْفَيْ : راستہ کا واضح اور نمایاں ہونا۔ تَبَصَّرَ الشَّيْئُ : کسی چیز کی طرف بغور دیکھنا۔ فِي الشَّيْئِ : کسی بات میں سوچ بچار کرنا۔ بَصِيرًا : دانائینا۔ اس کی جمع بَصَرَاءُ آتی ہے۔ بَصْرًا : موٹائی۔ حدیث شریف میں آیا ہے : بَصْرُ كُلِّ سَبَاءٍ مَسِيرَةٌ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ " ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو برس کی مسافت کے برابر ہے۔

قَوْلُهُ عُمِيَّةٌ : مضاف الیہ۔ کہ کو ضرورتِ شعریہ کی بناء پر ساکن کیا گیا ہے۔  
قَوْلُهُ أَشْهَرًا : یہ منصوب ہے کَانَ کی خبر ہونے کی بنا پر۔ اس قسم کے مقامات میں فُصْحَاءُ عرب عموماً کَانَ کو حذف کرتے ہیں۔ آخری الفِ اشباعی ہے۔

واضح رہے کہ جس طرح خواجہ فتح اللہ کا چہرہ رحمہ اللہ آپ کی دُعا و توجہ سے دوبارہ بینائی سے مشرف ہوا، اسی طرح اس کے متعلقین اور رشتہ داروں میں سے ایک نوعمر لڑکا بھی نابینا ہوا، وہ لڑکا آپ کے آستانہ فیض کا شانہ میں نہایت عاجزی و گڑگڑاہٹ سے حاضر ہوا اور آپ کی کُلاہِ مُبارکہ کا نحو مستنکار اور طالب ہوا۔ آپ نے انہ کو رُوئے عنایت و شفقت اس کو اپنی کُلاہِ مُبارکہ عطا کی۔ اس نے یہ ٹوپی شریف پورے یقین اور اِتقان سے اپنے سر پر رکھی تو وہ فوراً ہی بینا ہوا۔

ہاں! ہاں!! اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کے نیک بندے باطنی بیماریوں کے علاج کے ساتھ ساتھ ظاہری یا جسمانی بیماریوں کا بھی علاج فرماتے ہیں۔ اور یہ شرف بھی ان کو بارگاہِ نبوتِ صلّی اللہ علیہ وسلم سے عطا ہوا ہے۔

وَلِنَعْمَ مَا قَالَ الْعَلَامَةُ الْبوصیری رحمہ اللہ  
كَمْ أَبْرَأْتُ وَصِيًّا بِاللَّسِ رَاحَتُهُ  
وَاطْلَقَتْ أَرْبَابًا مِنْ رَبْقَةِ اللَّسَمِ



ازدُعائے اونسے قَلَّاشِ مِی شُدْ بِالْوَا  
 یك دُعَا أَظْهَرَ بِدَوْلَتِ رِیْنِهٖ نُونَرِ شُدْ اِسْت  
 كَمْ فَقِیْرٍ بِدُعَائِهِ لِأَضْحَاوَا عَنِیَاء  
 وَدُعَاةُ لِدَوْلَتِ رِیْنِهٖ نُونَرُ أَظْهَرَ

ترجمہ: " اسی طرح بہت سے بے سروسامان فقیر اور مسکین لوگ آں جناب علیہ الرحمہ کی دُعا و توجہ سے مالدار اور دولت مند ہوئے جیسا کہ آپ کی دُعا سے موضع نونر کے دولت رینہ کے حق میں ظہر اور مشہور ہے کہ مسکین اور فقیر ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو مالدار بنایا۔  
 التحقیق، قَلَّاشِ فقیروں اور مسکین کہتے ہیں۔ دولت رینہ آپ کے مریدوں میں سے ایک صاحب کا نام ہے۔ نونر شمالی سرینگر تھیل گاندربل کا ایک گاؤں ہے۔ اتفاق سے یہ پیر تنویر کے پاس آکر طالب دُعا ہوئے تو آپ نے ان کے خیر و برکت اور وسعتِ رزق کے لئے دُعا فرمائی جو بارگاہِ الہی میں قبول ہوئی۔ پھر کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ کی دُعا سے مال و دولت سے مالا مال فرمایا۔

التحقیق اللغوی: أَظْهَرَ سے پہلے فعل ناقص صَارَ مُقَدَّرٌ ہے۔ کما  
 هُوَ اَبَهُمْ فِي أَمْثَالِ هَذِهِ الْمَوَاضِعِ. وَالْبَاقِي أَظْهَرَ مِنْ أَنْ يُذَكَّرَ.  
 لہٰذا یہ امر کہ کیا اولیاء اللہ بعد وفات بھی اس قسم کا تصرف کر سکتے ہیں تو وظائف  
 التفسیر لا سیما التفسیر المظہری نعم لا یبدآن ان یکون الطالب  
 قوی الہمة عزیزم الإرادة غیر مفراط ولا منفرط فی جنب اللہ »





اہل دولت گشت و صحت یافتہ از سرخ باد  
 پیش او تاپ چو ابن رینہ موسر شد است  
 صَارَ ذَا مَالٍ كَثِيرٍ وَ شَفِيَ مِنْ حُمْرَةِ  
 عِنْدَهُ مَنْ تَابَ صِدْقًا كَابِنِ رَيْنَهُ مُوسِرًا

ترجمہ: " آں جناب علیہ الرحمۃ کے پاس جب ابن رینہ نے سچی توبہ کی تو اُس نے سُرخ باد جیسی مہلک بیماری سے شفا پائی اور مال و دولت سے بھی فائزہ المرام ہو گیا۔"

التحقیق اللغوی: قوله شَفِيَ بِشَفَى شِفَاءً، - اللّٰهُ فَلَانَا مِنْ مَرَضِهِ: مرض کو دور کرنا۔ شَفِيَ شَفَى، - الْهِلَالُ: ہلال کا غروب ہونا۔ شَفِيَ الْمَرِيضُ: بیمار کا تندرست ہونا، صحت یاب ہونا۔

قوله سُرخ باد، یہ ایک قسم کی وبائی بیماری ہے، اللہ تعالیٰ اس سے نجات دے، جس میں سُخار آتا ہے اور بدن پر سُرخ سُرخ دانے پیدا ہوتے ہیں۔ اس بیماری کو عربی میں الْحُمْرَةُ کہتے ہیں۔ کذا فی المنجد - حشيشة الحمرة: ایک قسم کا زہریلا پودا۔

قوله مُوسِرًا: باب افعال کا اسم فاعل۔ اَيَسَرَ اَيَّارًا: مالدار ہونا۔ صفتِ مُوسِرٍ۔ اس کی جمع مَيَّاسِيرٌ آتی ہے۔ اس کا مادہ يَسَرَ، يَيَسِرُ، يُيَسِرُ و يَسِرًا: نرم ہونا، مُطِيعٌ و فرمانبردار ہونا۔ اسی سے اَلَّذِينَ يَسِرُونَ آيا ہے کہ " دین آسان ہے۔" قرآن کریم میں وارد ہے: يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمْ الْيُسْرَ " خدا تعالیٰ تمہاری آسانی چاہتا ہے۔" اور سورہ الْمَنْشَرِ لَكَ فِيهِ فَيَاتَ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ " سختی کے بعد آسانی ہے۔ واضح رہے کہ اس سورہ شریفہ میں مَعَ بمعنى بَعْدَ ہے۔

التركيب النحوي: - صَارَ كَا سَمِ مَنْ تَابَ عِنْدَهُ صِدْقًا ہے۔

اور ذَامَالِ خَيْرٍ مُّقَدَّمٍ، اسی لئے یہ باہر خبر مقدم منصوب ہے۔ اصلی عبارت یوں ہوتی :-  
صَارَ مَنْ تَابَ عِنْدَ ذَامَالِ. اور مُوسَىٰ بِنَا بِرْصُوصِيَّتِ مَقَامِ مَرِيْدٍ يٰ  
تَخْبِيصِ ابْنِ رِيْنِهْ كِي صِفْتِ هِي. وَ الْبَاقِي اَظْهَرُ مِنْ اَنْ يَتِيْدَ كَرِهْ.

صَوْتِ قُرْآنِ خَوَانْدَشْ هِرْ جَارِ سِيْدِ مَجْوِيْدِ  
دِيُو بَگَرِ زِنْدِهْ وَ لَرِ زِنْدِهْ چُوں عَرَضُ شُدْ اسْتِ

حِينَهَا يَتْلُو الْقُرْآنَ مِثْلَ رِيْحٍ يَهْرَبُ  
وَيَفِرُّ الْجِنُّ وَالْخُبْتُ كَشَجَرٍ عَرَعَرَا

ترجمہ : ” اَل جناب رحمة اللہ علیہ جب قرآن کریم کی تلاوت فرماتے ہیں تو جہاں تک اسکی  
آواز پہنچ جاتی ہے وہاں تک کے دیو و جن چپڑ کے درخت کی طرح تھر تھراتے ہوئے  
بھاگ جاتے اور راہ فرار اختیار کر جاتے ہیں۔“

التَّحْقِيْقُ اللَّغَوِيُّ: قَوْلُهُ يَتْلُوْهُ تَلَاٌ يَتْلُوْهُ تِلَاوَةٌ هِيَ جِسْ  
كَ مَعْنَى پڑھنے کے آتے ہیں. تَلَاٌ الْكِتَابُ، اس نے کتاب پڑھی۔ تَلِيٌّ (س)  
تَلَى - مِنْ الشَّهْرِ يَوْمٌ: مَهِيْنَةٌ كَا اِيْكَ دِنٍ بَاقِي رَهْنًا.

قَوْلُهُ يَهْرَبُ وَ يَفِرُّ: يِهْ وَ وَنُوْلُ فَعْلٌ مُضَارِعٌ اَزْ قَبِيْلَةٍ تَنَازَعُ فَعْلَانٌ هِيَ -  
جِسْ كِي پُوْرِي تَفْصِيْلِ عِلْمِ نَحْوِ كِي كِتَابُوں مِيں مَذْكُوْر هِيَ. اَوْرُ الْجِنُّ وَالْخُبْتُ بِمَعْطُوْفٍ  
عَلَيْهِ مَعْ مَعْطُوْفٍ يَهْرَبُ وَ يَفِرُّ كِ فَاعِلٌ هِيَ. تَرْمِذِي شَرِيْفِ كِي حَدِيْثِ مَبَارَكِ مِيں  
اَيَا هِيَ كِهْ جِبْ اَنْ حَضُوْرِ صَلِيٍّ اَللّٰهِ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بَيْتِ الْخَلَاءِ مِيں دَاخِلْ هُوْنِ كَا اِرَادَهْ فَرَمَاتِي تَحْه  
تَوَاپُ يِهْ رُوْعَا فَرَمَاتِي تَحْه: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبْتِ وَالْجَبَابِثِ.  
اِمَامِ تَرْمِذِي رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نِي اِسْ حَدِيْثِ كُو حَدِيْثِ حَسَنِ صَحِيْحِ قَرَارِ دِيَا هِيَ اَوْرُ صَاْحِبِ مَرَقَاتِ نِي  
لِكْهَا هِيَ: خُبْتُ بِضَمِّ الْبَاءِ وَ كُسْبُكُنْ. وَ هُوَ الْهُوْذِيُّ مِنَ الْجِنِّ وَ الشَّيَاطِيْنِ

وَالْخَبَائِثُ جَمْعُ خَبِيثَةٍ يُرِيدُ ذَكَوَرَ الشَّيَاطِينِ وَأُنَاثَهُمْ - پس خُبث  
وخبائث کا اصل معنی موذی جن وشیاطین مردہوں یا عورتیں۔

شعر کا مطلب یہ ہوا کہ جب محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کی قرآن خوانی کی آواز گونجی  
ہے تو اس سے تمام ایذا دینے والے جن وشیاطین خواہ وہ مذکر ہوں یا مؤنث، درخت چیر  
کی طرح مارے خوف کے تھر تھر کر بھاگ جاتے تھے۔

قوله عَرَّشْتُمْ است - مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے عَرَّعَ کا مفہوم اس طرح فرمایا کہ :  
”درختی است کہ لرزندہ می باشد“ یعنی ایک درخت جو ہمیشہ متحرک ہوتا ہے۔ یہاں پر ہم  
نے اس کا ترجمہ لازم معنی صرصر سے کیا ہے، جس کے معنی چلانے اور تیز ہوا چلنے کے  
آتے ہیں۔ کہتے ہیں: صرصر الرجل آدمی زور سے چلایا۔ الصرصر من  
الرياح: تیز چلنے والی یا سخت ٹھنڈی ہوا۔ القرآن کا ہمزہ ضرورتِ شعری کی وجہ  
سے حذف ہوا۔

خُلاصَةُ شَعْرٍ: شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس شعر میں اس بات  
کی طرف اشارہ ہے کہ کچھ دیوانے اور آسیب رسیدہ بھی آپ کی توجہ اور ہمتِ عالی سے  
ہوش میں آگئے اور جہاں تک آپ کی قرآن خوانی کی آواز جاتی تھی وہاں تک کے  
جن و دیوبھی بھید درخت کی طرح ہراسان و پریشان ہو کر بھاگ جاتے تھے۔ نیز  
اس شعر میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ حضرت مخدوم جہاں رحمان رحمہ اللہ کو روح  
سیمان علیہ السلام نے باطنی طور خلافت عطا فرمائی ہے۔ اس لئے دیو و جن بھی آپ کے  
تابع فرمان ہیں کیوں کہ آپ بھی اس سلسلہ عالیہ کے نورافشان ماہتاب ہیں۔



پیش ازین در چند جا دیو بت و بت خانہ بود  
 این دم از زمین قدومش مسجد و منبر شد است  
 كَمْ مَقَامٍ أَهْلٍ وَثْنٍ ثُمَّ شَرِكٍ قَبْلَهُ  
 صَارَ انْفَابِيئِنَهُ مَسْجِدًا وَ مَنَابِرًا

ترجمہ: " آں جناب رحمت مآب سے پہلے بہت سے مقامات میں دیو، بت و بت خانے تھے۔ آج ہی مقامات آپ کی برکت سے منبروں اور مسجدوں سے مُتبدل ہو گئے ہیں۔"

التشریح: کشمیر میں بہت سے مقامات سرکش دیووں اور انسان نما شیطانوں کے مرکز بنے ہوئے تھے، جہاں شرک و کفر کے رسوم پورے جوش و خروش سے انجام پاتے تھے اور ہر قسم کی بدکاری اور شراب نوشی عام ہو گئی تھی۔ ان مقامات میں سے موضع نادمی ہل، کنزرہ، اہنہ گام، آ رہ گام، شنگہ پال، آہام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہربانی سے جب حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ ان مقامات میں پہنچے اور اپنے روحانی فیوض و برکات سے کام لیکر سرکش دیو و شیطان ان مقامات سے بھاگے۔ اور پھر آپ نے ان مندروں کو مسجدوں اور منبروں میں بدل دیا۔ والتفصیل فی الشرح۔ ہاں! حضرات صوفیہ نے اسی طرح خاموش طریقہ اور اخلاص سے دین اسلام کی خدمت کی۔ افسوس ہے کہ آج ہم خدا تعالیٰ کی بندگی نہیں بلکہ اپنے نفسانی بتوں اور دیووں کی بندگی کر کے سلف صالحین کے خلاف ہرزہ سرائی اور ذہرافشانی کرتے ہیں۔ معاذ اللہ پھر بھی مجددین کی فہرست میں اپنے نام لکھواتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔

التحقیق اللغوی، قولہ اهل وثن، بت پرست۔ وثن بت کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع اوثان اور اثن آتی ہے۔ الوثنی بت پرست۔ اس کا مادہ وثن یشن و ثون ہے جس کے معنی عہد پر جمے رہنا، ثابت رہنا کے آتے ہیں۔

قوله ثُمَّ : یہاں پر یہ تراخی کے لئے نہیں بلکہ خالص عطف کے لئے ہے۔  
 قوله مَبْرًا : مَبْرٌ اصل میں مَبْرٌ تھا، نون کو میم سے تبدیل کر کے مَبْرٌ  
 ہو گیا اور پھر میم اول کو میم دوم میں حسبِ قواعد ادغام دیا گیا تو ممبر ہوا یعنی وہ بلند  
 جگہ جس پر چڑھ کر خطیب یا واعظ لوگوں کو خطاب کرتا ہے۔ اس کی جمع مَبْرًا ہے  
 یہ اصل میں لَبْرُ الْغُلَامِ لَبْرًا سے نکلا ہے جس کے معنی لڑکے کے بڑھنے کے  
 آتے ہیں۔ تَبَدُّلُ الْمَغْنَى : گویے کا آواز کو پست کرنے کے بعد اٹھانا۔

بہ شد مصروع ہم زانفاس پر برکات او  
 چند جزئیات بشمارم کہ پر دفتر شد است  
 هَكَذَا الْمَصْرُوعُ صَحَّحَ مِنْ اَزَاكِي نَفْسِهِ  
 نُبْدَةً اِنِّي اَعَدْتُ قَدَّ اَحَاطَ الدَّفْنُ اَنَّا

ترجمہ : ” اسی طرح آلِ پیر حقائقِ تنویر کے پاک ترین اور پُر برکت پھونکوں سے مرگی  
 کے بیمازہ تندرست اور شفا یاب ہوئے ہیں۔ میں تو ابھی آپ کی چند کرامتیں اور کمالات  
 رگن رہا ہوں تو ایک بڑا دفتر تیار ہو گیا۔ پھر آپ کے کمالات و کرامات کو تفصیل کے ساتھ  
 اور بلا استیعاب لکھنا کس کی مجال اور طاقت ہے؟“

التشريح : حضرت ناظم علیہ الرحمہ اپنی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ کے مبارک اور  
 مقدس دموں سے بہت سے آسیب رسیدہ لوگوں نے شفاء اور صحت پائی اور اسی طرح بہت  
 سی بانجھ عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی توجہ کی برکت سے اولادوں سے نوازا ہے۔  
 اس قسم کے لوگوں کو آپ کے خاص مخلصین جانتے پہچانتے ہیں۔ اور شرح میں مزید فرماتے  
 ہیں کہ اس جگہ لفظ چند تفصیل کے لئے نہیں بلکہ تکثیر کثرت بیان کرنے کے لئے استعمال  
 کیا گیا ہے۔



التحقیق اللغوی، قولہ مصروع، صرع کا اسم مفعول ہے۔  
 صرع کا معنی مرگی، مثل، مقابل، قسم۔ اس کی جمع اصرع اور صروع آتی ہے۔  
 الصرعان، رات دن صبح و شام کو کہتے ہیں۔ ھو ذو صرعین: وہ دو قسم کا ہے،  
 یعنی دو رنگ کا ہے۔ ترکتھم صرعین: میں نے انہیں مختلف حال میں چھوڑا۔  
 قولہ الدفترا۔ الدفترا: رجسٹر، حساب کی کتاب، لکھنے کی کتاب۔ آخری  
 معنی اس جگہ مراد ہے۔ اس کی جمع دفاتر آتی ہے۔ کذا فی المنجد۔

خلاصہ شعر: حضرت ناظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ابھی تو میں نے آپ کی کرامات و  
 کمالات کی چند مثالیں اور چند واقعات بیان کئے کہ کتاب بھر جانے لگی تو پھر کس کی طاقت  
 ہے کہ آپ کے کمالات اور روحانی اقدار کو پوسے استغراق و احاطہ سے بیان کرے۔  
 ہاں ان ہی چند مثالوں سے آپ کے حال اور مقام کا اندازہ کرو۔

یافتہ ہر کس بقدر ہمت از فے ہر چہ حجت  
 قبلہ حاجات اگر می خواہمش آجد ر شد ارت  
 نال کل ما ابتغی منہ بقدر ہمتہ  
 ان اقلہ قبلہ الحاجات کان اجدرًا

ترجمہ: "اب جناب علیہ الرحمہ سے ہر ایک شخص نے اپنی اپنی ہمت و حوصلہ کے مطابق اپنا مطلب  
 پایا۔ پس اگر میں آں جناب کو قبلہ حاجات کہوں تو زیادہ لائق اور مناسب حال ہے۔"  
 التشریح: فرماتے ہیں کہ سائلوں اور مریدوں نے اپنی اپنی ہمت و حوصلہ کے مطابق  
 جو کچھ آں پیر حقائق تنویر سے ڈھونڈا اور طلب کیا، وہ سب اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے  
 میں اور کوئی ایک بھی آپ کی بارگاہ میں سچے دل سے حاضر ہو کر محروم اور بے نیل مرام

واپس نہیں لوٹا۔ یہ رب اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ اس لحاظ سے اگر میں اپنے پیرِ کامل کو حاجتوں اور ضرورتوں کا قبلہ قرار دوں تو زیادہ لائق اور شایانِ شان ہے۔ کیونکہ جس طرح نماز قبلہ کی طرف منہ کئے بغیر نہیں ہوتی، اسی طرح مشکلیں خواہ وہ کیسی ہی سخت سے سخت تر ہوں وہ آپ ہی کے پاس آکر اللہ تعالیٰ کے حکم سے سہل اور آسان ہو جاتی ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔

واضح رہے کہ پیرِ کامل کو قبلہ کے ساتھ یک گونہ تشبیہ دینا ان کے مرجعِ خلائق ہونے کی بنا پر بھی ہو سکتا ہے کیونکہ جس طرح مشکلات کے وقت قبلہ شرعی بھی حاجت مندوں اور مسلمانوں کا مرجع ہوتا ہے کہ اسی کی طرف منہ کر کے اللہ تعالیٰ کے لئے نماز پڑھی جاتی اور اپنے لئے دُعا و عاجزی کی جاتی ہے، اسی طرح حاجتوں کے وقت بھی آپ ہی مرجعِ خلائق تھے۔ رَحْمَةُ اللَّهِ رَحْمَةٌ وَاسِعَةٌ۔ اور اسی طرح آپ کی نسبت اب بھی وہ شرف رکھتی ہے کہ جو کفار میں نہیں آتی۔ شعرہ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد عشق پہ ثبت ارت بر جزیدہ عالم دوام ما

افسوس ہے کہ ہم اس شعر کی اس سے زیادہ تشریح کرنے سے قاصر اور عاجز ہیں۔

تَفَكَّرُوا يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ۔

التَّحْقِيقُ الْمَلْغُوبُ :- قَوْلُهُ نَالَ - نَالَ يَنْبِلُ وَيَنْالُ نَيْلًا وَنَالًا

وَنَالَةً - الْمَطْلُوبُ : مَطْلِبٌ پانا اور حاصل کرنا۔ اور قرآنِ کریم میں لَنْ تَنَالُوا

الْبَيْتَ ..... الخ اسی سے ہے۔ یعنی یہ اجوفِ واوی نہیں ہے بلکہ اجوفِ یائی ہے۔

قَوْلُهُ قِبْلَةٌ - الْقِبْلَةُ : اسم نوع، جانب۔ قِبْلَةُ الْمُصَلِّي : وہ جانب جس کی

طرف نماز پڑھی جاتی ہے۔ كَعْبَةٌ : وہ چیز جس کی طرف منہ کیا جائے۔ محاورہ ہے مَالَهُ

فِي هَذَا الْأَمْرِ قِبْلَةٌ وَلَا دَيْرَةٌ : اس کو آگے پیچھے ہاتھ مارنے کی گنجائش نہیں۔

اِرْشَادِ بَارِكِي هِيَ فَلِنُؤَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا۔

قوله اَجْدَرُ: اس کا مادہ جَدَر ہے۔ اور جَدَرَةُ دَن جَدْرًا: لائق و مناسب بنانا۔ کَانَ کا اسم ضمیر مضمَر ہے جو قِبْلَةَ الْحَاجَّاتِ کی طرف راجع ہے۔ اندازہ ہے کہ، مجموعہ قسم کے ابیات شریفہ معروض تحریر میں لاتے وقت حضرت ناظمؒ فنا فی الشیخ کی حالت میں تھے لہذا ہم جیسے آدمیوں کو ایسے اشعار میں زیادہ غواصی نہیں کرنی چاہیے۔ فَافْهَمُوا وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ۝

از طوافش یافتہ این بندہ بشرِ حاجیاں  
 کعبہ صدق و صفایش ارگویم اولیٰ تر شد است  
 بِطَوَافِهِ وَجَدْتُ بَشْرَ حُجَّاجِ كِرَامِ  
 كَعْبَةَ صِدْقٍ وَصَفَانِ اِنْ اَقْلَهُ اَبْهَرَا

ترجمہ: " اس بندہ نے آں جناب علیہ الرحمۃ کے ارد گرد گھومنے سے حاجیوں کے حج کی بشارت و خوش خبری پائی۔ لہذا اگر میں آں جناب کو صدق و صفا کا کعبہ قرار دوں تو زیادہ بہتر و افضل ہوگا۔"

التشریح: حضرت ناظم علیہ الرحمۃ نے اس شعر کے تحت ذیل الباب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حج دو قسم کا ہے۔ ایک تو حقیقی دورت کے کوچہ کا ارادہ کرنا، جیسا کہ ظاہری کعبہ معظمہ کی زیارت کرنا۔ دوسرا کعبہ باایمان کا دل ہے جو مطافِ اطافِ ربانی ہے پس جیسا کہ ظاہری کعبہ باایمانوں کے لئے محل طواف ہے، اسی طرح دل مومن اطافِ الہی اور عنایات ربانی کی جگہ ہے۔ اس کے ارد گرد گھومنا اور اس کے لئے دل کو پاک و صاف رکھنا اور اس کے اندر رہ کر شرع کی محافظت کرنا اور اس کا قدر شناس بننا، یہ بھی ایک قسم کا لغوی حج ہے۔ اسی کا خیال رکھتے ہوئے حضرت ناظمؒ حضرت پیر و شہنشاہِ مہر سے اجازت لئے بغیر اس مکان کے ارد گرد گردش فرمانے لگے جس میں آں پیر حقائق تنویر

عبادت فرماتے تھے۔ پھر خود پیر برحق نے حضرت ناظم سے فرمایا: "میں تمہاری گردش کو دیکھ رہا تھا اور مکان کے درو دیوار میری نگاہوں کے سامنے حائل نہیں بنے چونکہ تم نے درحقیقت اس دل کی قدر دانی کی جو مہبطِ اسرارِ الہی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے نہیں اس عمل کا وہی ثواب عنایت فرمایا ہے جو شمس الدین اور اس کے برادر کو حج کے بدلے عطا کیا ہے۔ یہ دونوں صاحبان آپ کے مریدوں میں سے ہیں، اُس سال حج کو گئے تھے۔ بہر حال یہ کلام عالی ہے اور پھر ایسے صاحب کی زبان سے صادر ہوا جو فنا فی الشیخ کی حالت میں تھے۔ اس لئے میرے قلم سے اس کی مزید وضاحت نہیں ہو سکتی۔ اور قارئین کرام سے بھی گزارش کروں گا کہ وہ ان آیات شریفیہ کے معانی و مفاہیم کے لئے اس طرح غواہی نہ فرمائیں کہ حد و شرعیہ مضحکہ اور کمزور پڑ جائیں۔ کیوں کہ قال بہر صورت حال کا پہریدار اور ننگران ہے۔ ہاں یہ ضرور یاد رکھیں کہ درحقیقت آدمی کا اعتبار اس کے دل سے ہے۔ لہذا اپنے دلوں کو بھی نجاست سے پاک رکھ کر عقائد شرعیہ سے آراستہ کریں اور یہ کہ دل والوں کے بھی دلدار بنیں اور یاد رکھیں۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو: وَرَنَ طَاعَتٍ كَيْلَيْهِ كَيْفَ كَمْ نَهْ كَرْوِيَا  
التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ، حضرت ناظم نے اپنی شرح میں فرمایا ہے کہ:  
الْبَشْرُ وَالْبُشُورُ وَالْبَشْرُ، مرگانِ داؤن۔ یعنی ان تینوں لفظوں کا  
معنی خوش خبری دینا ہے۔ الْمُنْجِدُ نَالْبَشْرُ كَالْمَعْنَى خَزَنَةُ پشیمانی، كُشَادَةُ رُوْنِي  
لِكِهَاهِے اور الْبَشْرُ كَالْمَعْنَى خَبْرِي پهنپانے والا۔ اسكى جمع بُشْرَاءُ آتى ہے۔  
قَوْلُهُ صَفَاءً. صَفَا يَصْفُو صَفْوًا وَصَفَاءً وَصَفْوًا، صَفَا  
هُونَا۔ الْجَوُّ فِضَا كَابْرَسَ صَافٍ هُونَا۔ الْقِدْرُ: بَانْدِي كَا خَالِصٍ حَصِيْلَةٍ لِيْنَا۔  
قَوْلُهُ أَبْهَرًا. بَهْرَةٌ بَهْرًا: غَالِبٌ أَنَا، فَضِيْلَتِي فِي سَبْقَتِي لِي جَانَا۔  
(مِنَ الْمُنْجِدِ)

نوٹ، متن کے بعض نسخوں میں زیر بحث شعر اس طرح مرقوم ہے :  
 از طوافش یافتہ چوں بندہ بشرِ جاہیاں : کعبہ صدق و صفائش از خوانم اولیٰ تر شد است  
 و اما عندی ہو کما رقت . والعلم الا تم عند الله . نعوذ بالله من  
 منزلة الاقدام و شطط الاقلام :

۳۹ ای شد از انفاس او بے آنکہ تعویذے نوشت  
 و اما کتاب تعویذات را اندر شد است

قد وقع هذا بانفاسه تبيبه ما رقت  
 و لكتاب التمام كان جدا منذرا

ترجمہ : "یہ کلمات آں جناب علیہ الرحمۃ سے تعویذ نویسی کے بغیر ہی حاصل ہوئے اور  
 آپ تعویذ نویسوں کو بہت تنبیہ اور ڈانٹ ڈپٹ فرماتے تھے"

التشريح : جب آں جناب کے پاس کوئی بیمار یا کوئی رستم رسیدہ اپنی بیماری  
 کی شفا یا بی یا اپنی مشکل کی سہولت و آسانی کے لئے تعویذ کا خواستگار ہو جاتا تو  
 آپ اس کو تعویذ لکھ کر نہیں دیتے تھے بلکہ اس کے لئے دعا فرماتے، یا کچھ کلمات  
 طیبات پڑھ کر پھونک مارتے تھے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے بیمار کو شفا بخشتے  
 اور مشکلات میں مبتلا شخص کو ان سے خلاصی عطا کرتے تھے۔ شعر میں انفاس سے  
 دعاء اور پھونک مراد ہے۔ تعویذوں کا لکھنا خاطر خاطر میں نہ فرماتے تھے۔ اسی پر  
 بس نہ فرماتے بلکہ تعویذ نویسوں کو تنبیہ اور ڈانٹ ڈپٹ کرتے تھے۔ چنانچہ ارشاد  
 فرماتے ہیں کہ شروع میں مجھے تعویذ نویسی پر پورا عبور تھا اور میرے پاس اس فن  
 کی کتابیں بھی تھیں لیکن جب مجھے ایک مکاشفہ میں تعویذوں کے لکھنے پر سخت تنبیہ  
 ہوئی تو میں نے اس فن کی کتابوں کو دریا برد کیا۔ ممانعت کی وجوہات یہ ہیں :-



۱۔ بسا اوقات جن بیماریوں کو قرآن پاک کی آیتیں تعویذ بنا کر دی جاتی ہیں ان میں سے اکثر بیمار بے غسل اور ناصاف و ناپاک ہوتے ہیں جس کی وجہ سے آیات اللہ کی بے حرمتی اور بے ادبی ہوتی ہے جو کسی بھی صورت میں بھی جائز نہیں۔

۲۔ کچھ لوگ تعویذوں کو اپنے گلوں میں لٹکاتے ہیں، پھر بے پرواہ بن کر بے ادبی اور بے حرمتی کے مرتکب ہو جاتے ہیں یا ان سے بنا بر غفلت تعویذ شریف گر جاتی ہے اور پھر وہ لوگوں کے پیروں اور جوتوں سے روندی جاتی ہے، جو کمال بے ادبی اور گستاخی ہے۔

۳۔ تعویذ لکھنے والوں کی عموماً یہ کوشش ہوتی ہے کہ بیمار ٹھیک ہو جائے اور مصیبتوں کا مارا ان سے خلاصی پائے اور اس صورت میں اللہ تعالیٰ کے امتحان و ابتلا کا کوئی خیال نہیں رہتا بلکہ اس کے ارادہ کے ساتھ تقابلی صورت کا اشتباہ ہو جاتا ہے۔ یہ بھی نامناسب اور تقویٰ کے برخلاف ہے۔

۴۔ بسا اوقات بیمار اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفا یاب ہو جاتا اور مشکلات میں مبتلا شخص راحت و فراغت پاتا ہے۔ اس صورت میں عموماً تعویذ نویسوں کو ایک قسم کا

غرور پیدا ہوتا ہے اور وہ نئی اخلاقی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس لئے تعویذوں سے کنارہ کش رہ کر بیمار کو بجائے تعویذ کے صدقہ اور خیرات کا حکم دینا چاہیے۔ جیسا کہ

حدیث مشہور ہے الصَّدَقَةُ تَرُدُّ الْبَلَاءَ "خیرات و صدقات مصیبت کو ٹالتے

ہیں۔" یا تنہائی اور غائبانہ صورت میں ایسے اشخاص کے لئے دعا کرنی چاہیے۔ لَا يَرُدُّ

الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ. "تقدیر معلق کو صرف دعا رد کرتی اور ٹالتی ہے۔" یہ صورت

بہت بہتر ہے۔ یعنی تعویذ نویسی فی حد ذاتہ درست اور جائز ہے مگر مختلف عوارض کی بنا

پر خیرات و صدقات اور دعا و غائبانہ پر کفایت کرنی چاہیے۔ وَهَذَا جَوْهَرٌ مَّا قَالَتْ

الشَّارِحُ فِي شَرْحِهِ -

بہر بہر حال یہ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ کا دستور تھا جو توبہ بار بار پر موقوف ہے۔ اس مقام تک ہماری رسائی حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔

۲۰۔ ایں ہمہ شد ولی صدنگ می وارد ازیں  
گوید اوقا تم خدا یا در چہا منتشر شد است

مَعَ هَذِهِ الْكِرَامَاتِ يَدُومُ نَادِمًا  
وَيَقُولُ يَا كَرِيمُ فِيمَ وَقْتِي أُنْشِرَا

ترجمہ: ”یہ عظیم الشان حال و مقام رکھنے کے باوجود آپ ہمیشہ ندامت میں رہ کر فرماتے ہیں کہ: اے کریم میرے اوقاتِ عمر کن باتوں میں ضایع ہوتے ہیں۔؟ یہ آپ کے کمال کی دلیل اور اعلیٰ پایہ متقی ہونے کی علامت ہے۔“

۲۱۔ ایں قدر صاحب غرض ہائے رذیلہ است و چرا  
طالبان اللہ بس عالی ہمم اندر شد است

لَمَ أَصْحَابُ الرِّذَالَةِ قَدْ أَحَاطُوا فِي الزَّمَانِ  
وَلَطَّلَابُ الرَّحِيمِ يُوجَدُونَ أَنْدَرًا

ترجمہ: کیوں خود غرض اور رذیلہ خواہشات رکھنے والے جگہ جگہ پائے جاتے ہیں، اور ہمت عالی رکھنے والے طالبینِ حق نہایت نادر اور کمیاب ہو گئے ہیں۔؟“

التشريح: یعنی آل جناب رحمۃ اللہ ان کمالات کے ہوتے ہوئے بھی کسرِ نفسی کے طور پر فرماتے تھے کہ میں اپنے مقصدِ حیات سے دُور جا پڑا ہوں کہ میرا واسطہ ایسے لوگوں سے پڑ رہا ہے جن کا حوصلہ نہایت پست اور حقیر دنیا تک محدود ہے اور طالبینِ حق کا وجود جو بلند ہمت ہیں اور اعلیٰ درجہ کا حوصلہ رکھتے ہیں

رفتہ رفتہ کم اور شاذ و نادر ہی پایا جاتا ہے۔

اللہ اکبر! جب آپؐ نے یہ فرمایا ہے تب سے چار سو سال سے زاید مدت کا زمانہ گزر گیا۔ اور اگر آپؐ آج ہوتے تو نہ معلوم اہل زمانہ کو کیا فرماتے۔ ہاں انہیں دیکھ کر روتے اور افسوس فرماتے، یہ کہ آج بھی علماء و دہر دینی انجمنوں اور جماعتوں میں حقیر دنیا کا مقصد پیش نظر رکھتے ہیں اور جب اس میں کامیابی نہیں ہوتی تو کف افسوس ملکر فتنوں اور فسادوں کے گہوائے بن جاتے ہیں۔

التحقیق اللغوی: شعر ۳۹. قولہ تعویذات: وہ اُسُود آیات جو دفع مرض کے لئے گلے میں یا بازو وغیرہ میں باندھے جاتے ہیں، یہ تعویذ کی جمع ہے اور عَوْدٌ اِعْوَادًا. الرَّجُلُ: حفاظت کرنا، دُعا کرنا۔ اسی سے اِسْتَعَاذَ بِفُلَانٍ مِّنْ كَذَا: پناہ مانگنا۔ باقی الفاظ کی تحقیق پہلے آچکی ہے۔

شعر ۴۰: قولہ اَمْنٌ شَدِيدٌ: شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تحقیق اپنی شرح میں اس طرح کی ہے: "پراکندہ شد، افشاندہ و رنجتہ شدہ، اسم مفعول است از اِنشَار کہ معنی افشاندن بینی بود لیکن اینجا تجرید کردہ مُستعمل است۔" جس کا لازمی معنی ضایع کرنے کے ہے یہی معنی قریب قریب المُنْجِد میں پایا جاتا ہے۔

النَّشِيرُ: ازار تہ بندہ۔ وہ کھیتی جو کاٹ کر جمع کی گئی ہو۔ اَلنَّشِيرُ: مدرسہ کے بچوں کی بے ترتیب لکیریں جن کے لئے ضایع ہونا لازمی ہے۔

شعر ۴۱: اَنْدَرُّ شَدَاةً: یہ نَدَارٌ بِنَدَارٍ نَدْوًا کا اسم تفضیل ہے جس کا معنی بہت نادر اور کمیاب ہونے کے آتا ہے۔ یعنی دنیا پرست تو بہت ہیں اور خدا طلب شاذ و نادر ہی پائے جاتے ہیں۔ باقی الفاظ کا معنی ظاہر ہے۔



ناخوش سے صحبتِ شزاں رو کہ اخوان الزمان  
 مُعْتَرِضٌ يَأْجِبُ جَلِيْنٌ يَأْمُنُكَرُ أَنْكَرُ شُدَّ اسْت  
 يَكْرَهُ صُحْبَةَ أَبْنَاءِ الزَّمَانِ لِأَجْلِهِمْ  
 شَاغِلِيْنَ بِاعْتِرَاضِ أَوْلِيَاءِ أَنْكَرًا

ترجمہ: " آل جناب رحمۃ اللہ علیہ عام لوگوں اور غرض مندوں کی صحبت ناپسند فرماتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ عیب چینی یا سخت مُنکرات (امور غیر شرعیہ) میں مشغول ہوتے ہیں۔ اس لئے ہمارے پیر کاملؑ اُن سے دُور رہ کر اور احترام فرما کر خلوت گزینی پسند فرماتے ہیں۔"  
 التَّشْرِیْحُ : خاصانِ خُدایِ عوامِ النَّاسِ کی صحبت اور شہرت پسندی سے بیز فرماتے ہیں کیونکہ عام لوگ اُن کے اعمال و افعال کے سمجھنے سے کوسوں دُور ہوتے ہیں اس لئے ناسمجھی اور کم فہمی سے ان پر حرف گیری اور اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عوام کی صحبت سے بچ کر اپنے آپ کو بھی اور عوام کو بھی گناہ اور وبال سے بچاتے ہیں۔ اسی عام قاعدہ کے تحت حضرت محبوب العالمؑ اخوان الزمان اور خود غرضوں کی صحبت ناپسند فرماتے ہیں۔

حضرت ناظمؑ اپنی شرح میں فرماتے ہیں کہ مقاماتِ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ میں مرقوم ہے کہ اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کے اعمال و افعالِ حکمتِ الہی پر مبنی ہوتے ہیں۔ یہ حکمتِ عوامِ النَّاسِ کی عقل و فہم سے بہت برتر ہے۔ اس لئے عوام کا لانعام ناسمجھی سے اُن پر اعتراضات اور نکتہ چینی کرتے ہیں۔ اسی طرح بحوالہ عوارف لکھتے ہیں کہ ایک مشہور بزرگ ابوحنفص نے فرمایا ہے کہ فقروں کے آدابِ صحبت میں یہ باتیں شامل ہیں :-

۱۔ مُشَاحِخٌ اور بزرگانِ دین کے حقوق کی نگاہِ داشت رکھنا، یعنی اپنے دل میں اُن

کا احترام رکھ کر ان کی متابعت سے فائدہ اٹھانا۔

۲۔ ہم عمروں کے ساتھ حسن معاشرہ اختیار کرنا۔

۳۔ کم عمروں اور چھوٹے درجہ والوں کو اپنی اچھی نصیحتوں سے نوازنا۔

۴۔ ان لوگوں کی صحبت سے دور رہنا جن سے کوئی دینی فائدہ نہ پہنچے۔

۵۔ بندگانِ خدا کے ساتھ ایثار و انفاق کے ساتھ پیش آنا۔ ذخیرہ اندوزی سے دور رہنا۔

۶۔ دین و دنیا کی عمدہ چیزوں میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا۔

یہ تمام باتیں شارح کے مذکور الذکر شعر میں آئی ہیں، بشرطیکہ اخوان الزمان

کے حالات پر اچھی طرح غور کیا جائے۔ مزید مطالعہ کے لئے دستورالسا لیکن کا مطالعہ کیجئے۔

التحقیق اللغوی: قوله: صَحَابَةٌ، صَحَابَةٌ، صَحَابَةٌ و

صَحَابَةٌ و صِحَابَةٌ و صَاحِبَةٌ و صَاحِبَةٌ: ساتھی ہونا، دوستی کرنا

ساتھ زندگی گزارنا۔ فَلَانٌ مَا يَتَمَتَّبُ مِنْ شَيْءٍ: فلان شخص کسی چیز سے شرم

نہیں کرتا۔ الصَّحَابَةُ: وہ بزرگ حضرات جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

دیدار اور آپ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا ہو اور ایمان لائے ہوں اور ایمان پر ہی تا دم

حیات ثابت قدم رہ چکے ہوں۔ الصَّحَابِيُّ: صحابہ کی طرف منسوب ایک صحابی۔

قوله: أَنْكَرًا: فعل نَكَرَ كَأَنْ تَنْفِيسٍ: وہ کام جس سے شریعت نے

منع کیا ہو۔ أَنْكَرُ: بہت ممنوع اور بہت ناپسند۔ سوره لقمان میں آیا ہے: إِنَّ

أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ۔ "آوازوں میں سب سے بُری اور رُدی

آواز گدھوں کی ہے۔ اور منکرات و مناکیر وہ قول اور فعل ہیں جو حضرت اللہ جل

شانه کو پسند نہ ہوں۔





گر بود مخلص غرض آلودہ طالب بوالہوس  
گوید اکثر کایں زمان گمنامی اولتر شد است  
طَالِبٌ اِنْ كَانَ ذَا غَرْصٍ وَعَبْدٌ اِلٰهُوَاہُ  
فَيَقُوْلُ الْخَبُوْلُ فِي الزَّمَانِ اَجْدَرًا

ترجمہ: "اگر مخلص اور طالب ہدایت نفسانی اغراض و خواہشات سے آلودہ ہو کر آپچی خدمتِ عالی میں آتا ہے تو (اُسے دیکھ کر) آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں گوشہء تنہائی و گمنامی اختیار کرنا زیادہ اولیٰ اور زیادہ بہتر ہے۔"

التشریح: شارح رحمہ اللہ نے اپنی شرح میں اس شعر کی بہت وضاحت فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: اگر طالبِ حق میں اخلاص و محبتِ حق بھی ہو پھر بھی وہ دنیوی اغراض و مقاصد سے خالی نہیں ہوتا یعنی اپنی ترقی، صحت، شفا یا بی، اپنی یا متعلقین کی سفارش کا خواہشمند ہوتا ہے۔ گو ایسا طالب بھی سچا طالب کہلانے کا مستحق نہیں۔ اسی طرح آپ خود بھی اپنے مرید سے کوئی مالی منفعت طلب کرنے سے پرہیز فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر حضرت تید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا فَاَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدِ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا یعنی اے نبی! آپ ان لوگوں کی طرف کوئی التفات نہ فرمائیں جو دنیوی زندگی کو ہی اپنی منزل مقصود بنا کر ہماری یاد سے مُنہ موڑیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: كُلُّ مُحِبَّةٍ كَانَتْ لِغَرْصٍ ذَالَتْ تِلْكَ الْمُحِبَّةُ. یعنی "جس محبت میں غرض مندی، مطلب پرستی اور دنیا کی رنگ آمیزی ہو، وہ محبت ایک دن ضرور مٹ جائے گی۔ اور جس محبت کی بنیاد اسلام اور دینی مصلحت ہو وہ اُمنٹ اور باقیات الصالحات میں سے ہے۔"

اِسْ مَحْقُقٍ پَرِشِ پَرِ اِنِّ مَقْلِدِ سِرِّ فَرَاذِ  
 دَر مِیَانِ رُو بَهَا مَانْتِ شِرِّ نَرِ شُدِ اسْتِ  
 شَیْخَانَا هَذَا الْمَحْقُقُ عِنْدَ شَیْخَانِ فَاثِقُ  
 وَ اَشَدُّ كَا سُوْدٍ فِی الثَّعَالِ مَنظَرًا

ترجمہ: "ہمارے پیرِ کامل رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مُقلدِ پیروں کے مقابلہ میں فائق اور سر بلند ہیں جیسا کہ گرجتا ہوا شیرِ نر لومڑیوں میں دکھائی دیتا ہے۔"

التشریح: مُقلد وہ ہے جو بے سوچے سمجھے دوسروں کی باتوں پر اعتماد کرے اور محقق وہ ہے جو اپنی کدو کاوش اور اپنی فہم و فراست سے بات کی تہ اور حقیقت تک پہنچ جائے۔ واضح ہے کہ یہاں پر تقلید و تحقیق سے اس سے زیادہ مراد نہیں۔ لہذا مُقلدوں پر کوئی اعتراض نہیں۔ کیونکہ حنفی اور غیر مقلد صاحبان حقیقت میں مُقلد ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ احناف قرونِ ثلاثہ کے علماء حق کی تقلید کرتے ہیں وہ بھی نہایت سوچ سمجھ کر اور غیر مُقلد اُن کے بعد کے آنے والوں کی تقلید کرتے ہیں۔ گو کہ ہر فریق کے الفاظِ جدا جدا ہیں مگر مطلب ایک ہی ہے۔

خلاصہً شعریہ ہے کہ آل جناب علیہ الرحمۃ علم تصوف میں یگانہ روزگار اور فردِ فرید ہیں اور صرف سنی انسانی باتوں پر عمل نہیں کرتے ہیں بلکہ حقائقِ اشیاء کی تحقیق میں وہی درجہ رکھتے ہیں جو لومڑیوں میں شیرِ نر رکھتا ہے۔

اسی تحقیق کو سامنے رکھ کر لبس عارفوں نے فرمایا ہے کہ جہاں قرآنِ پاک میں لَا یَسْتَوِی الْأَعْمٰی وَالْبَصِیْرَ آیہ ہے وہاں اَعْمٰی (اندھا) سے کور مغز بے سمجھ اور بَصِیْر (بینا) سے صاحبِ علم و صلاحیت مراد ہے۔

مولانا جراثد فرماتے ہیں:- شعریہ

اے بسا شیرین کہ چوں شکر بُود : یک نہر اندر شکر مُضمیر بُود  
 بہت سی مٹھاس شکر کی طرح دکھائی دیتی ہے مگر اس شکر میں نہر پوشیدہ ہوتی  
 ہے۔ لہذا صاحبِ قال اور صاحبِ حال کے درمیان پورا غور و فکر کرنا چاہیے۔ خاص کر عصر  
 حاضر کے حقیقی صوفیوں اور بناوٹی صوفیوں میں اچھی طرح فرق کرنے کی ضرورت ہے۔  
 حقیقی عالم اور باتونی عالم میں مکمل غور و فکر کرنے کی حاجت ہے ورنہ سامع یعنی سُننے  
 والے کا دل آفات و بلا میں گرفتار ہو گا۔ کیونکہ ہمارے زمانہ کی کیفیت یہ ہے :

نفس صوفی لیک اور انبیت جان : صوفیاں بدنام ہم زیں صوفیاں  
 اُس کا ظہری کر و فر تو صوفیوں کا سہ ہے مگر باطن کے اعتبار سے عوام سے بھی گرا ہوا  
 ہے۔ ایسے ہی بناوٹی صوفیوں سے حقیقی صوفی بدنام ہو گئے ہیں۔  
 خوردہ گیر در سخن بر بایزید : ننگ دارد از درون او بیزید  
 یعنی "بایزید بسطامی علیہ الرحمہ" پر نکتہ چینی تو کرتے ہیں اور اپنے استادوں کو نان شبیلہ  
 کے لئے بدنام تو کرتے ہیں مگر ایسے صاحب کے راز ہائے درون دیکھ کر بیزید بھی  
 شرمندہ ہو جاتا ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوبُ اِلَيْهِ :

اورت عارف دیگران زاہد بتقلید می شدہ  
 درمیاں فرق از سما تا مرکز انجیر شد است  
 هُوَ عَارِفٌ وَغَيْرُهُ بِتَقْلِيدٍ زَاهِدٌ  
 اِنَّ بَيْنَ الْعُلُوِّ وَالسُّفْلِ لَفَرْقًا اَزْهَرًا

ترجمہ: "بلاشبہ آل جناب جلالہ حقیقی عارف ہیں اور آپ کے غیر دوسرے رسمی مشائخ  
 تقلید سے زاہد و عارف بنے ہیں۔ دونوں کے درمیان آسمان و زمین کا فرق ہے۔"

التشویح : حضرت نثار رح جلالہ بحوالہ لُبُّ اللِّبَابِ فرماتے ہیں۔ شعر

لا جرم عارف بدیں پیری پردہ دروے آرنہ فلک در بگذرد  
چونکہ اہل معرفت، معرفت کے پردوں سے اڑتے ہیں اس لئے وہ معمولی وقفہ میں تو  
آسمانوں سے گذرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ شعرہ

جملہ در زنجیر و ہم در ابتلا ۛ می روند این رہ بغیر اولیاء

”اولیاءِ رحمن کے سوا سب کے سب اس باب میں وہم و زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں۔“

حضرات! اس لئے غفلت چھوڑ کر فکرِ آخرت کیجئے۔ اور فرماتے ہیں۔ شعرہ

سیر زابد ہر یکے یک روزہ را ۛ سیر عارف ہر زمان تا تخت شاہ

ترجمہ: ”زابد کی سیر اور پہنچ دن میں ایک دن کی رفتار کے علاوہ نہیں ہوتی ہے جبکہ عارف

ہر لمحہ اور ہر گھڑی تخت شاہی اور قربِ الہی سے سرفراز ہوتا ہے ۛ

اورت چوں عارف بمقدار عقول مردمان

پس بوفیق کلموا الناس سخن گستر شد است

وَهُوَ مَقْدَارُ عُقُولِ النَّاسِ حَتَّمَا يَعْلَمُ

فَبِوَفْقِ كَلِمَاتِ النَّاسِ لِأَضْحَى مُذَكَّرًا

ترجمہ: چونکہ آن پیر پر تو مینیرانی روشن ضمیری اور خداداد بقایت سے لوگوں کی عقولوں کی  
مقدار و کیفیت سے عارف و نیک آگاہ ہیں اسلئے حدیث کلموا الناس الخ کی اتباع و پیروی کرتے ہوئے  
ان سے ہم کلام اور فیض رسان ہوتے ہیں۔

التشريع : حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحتاً فرمایا استفت

قلوبك کہ اپنے دل سے پوچھ وہی تمہارے درون و بیرون جانتا ہے۔ ظاہری فتویٰ دینے والوں پر اتنا

بھروسہ نہ کر کیونکہ وہ تمہارے بیان کے موافق فتویٰ دیں گے مگر ان کے فتویٰ سے علم اللہ میں کوئی

فرق و تبدیلی نہیں ہوگی لہذا اسی خدا کو ہر وقت حاضر و ناظر جان کر حق کو باطل اور باطل کو حق

بنانے سے پرہیز اور اجتناب کرو اور ارشاد باری تعالیٰ یاد رکھو و لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ

بَنَتَانِ ۛ فَبِأَيِّ آلَاءِ اسى حکم کے تحت حضرت پیر کامل محبوب العالم رحمہ اللہ لوگوں کا علمی مقدار اور

اُن کی استعداد دیکھ کر اُن سے ہم کلام اور فیض رساں ہوتے تھے ۔  
 التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ : قولہ : مقدارِ اقدَرْتِ ہر چیز کی انتہا۔ وہ چیز جس کے ذریعہ کسی چیز کا وزن یا اس کی تعداد ظاہر ہو۔ اس کی جمع مقادیر آتی ہے۔ المقدورِ طے شدہ معاملہ۔ القدریۃ : وہ فرقہ جو تقدیر کا منکر ہے اور انسان کے مختار ہونے کا قائل ہے۔ فرقہ جبریتہ کے اعتقادات اس کے بالکل برعکس ہیں۔ قَدَرَ - نَضَرَ - قَدَرًا وَقَدَرًا - اللہ خدا کی تعظیم کرنا۔ قَدَرَ اللہ علیہ الامر قَدَرًا لہ الامر کسی چیز کا فیصلہ کرنا یا اس کا حکم عاید کرنا  
 قولہ : عَقُولٌ جمع عقل : روحانی نور جس سے غیر محسوسات کا ادراک ہوتا ہے۔ دل دیت العاقل : بھدار جمع عَقْلَاءُ عاقلون عَقَالٌ العاقلۃ : مؤنث عاقل  
 قولہ مَذْكُورًا : باب افعال سے مذکر الف اشباع کے لئے۔ اذکرہ الشیئی۔ یاد دلانا۔ یعنی آپ بھی لوگوں اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگاتے ہیں انہی استعداد کے مطابق۔

پیر محبوب مُقلدِ ہست چوں بے معرفت  
 عاقل و دیوانہ را کورانہ افسوں گرشداست  
 شَيْخٌ مَّحْبُوبٌ يَتَّقِلِيدٌ يَكُونُ اَجُوفًا  
 وَيَعِزُّ الْعُقْلًا وَالْجُهْلَاءُ سَاحِرًا

ترجمہ : " حجابات میں لپٹا ہوا رہنا مُقلدِ محض ہونے کی وجہ سے معرفت سے خالی اور کھوکھلا ہوتا ہے لہذا اس سے دھوکا نہ کھانا چاہیے کیونکہ وہ ساحرانہ اور مکارانہ طریقہ سے عقلمندوں اور بے عقلوں پر غالب آتا ہے۔"

خلاصہ شعر : جو رہنا خود کثیف اور مکدر حجابات میں گرفتار ہو، اُس کا دل ایبانی نور سے کبھی منور اور معمور نہیں ہوگا۔ لہذا اس سے بچنا اور پرہیز کرنا چاہیے اور بسا اوقات ایسے مُردہ دل اور نورِ باطن سے خالی پیر اپنی طلسموں اور جادوگری کے کرتبوں کا مظاہرہ کر کے نہ صرف بے خبروں کو بلکہ عقلمندوں کو بھی ششدر اور حیران



بناتے ہیں۔ مگر ایسے اوقات میں بھی باخدا لوگ ایسے بدضمیروں اور کھوکھلے قسم کے لوگوں سے خود بھی بچتے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی ان سے بچا کر ساحرانِ فرعون اور آیتِ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكٍ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرًا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ مِمَّا عَمِلُوا وَكَفَرُوا بِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ اور آیتِ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكٍ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرًا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ مِمَّا عَمِلُوا وَكَفَرُوا بِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ سے جانتے ہیں۔ لہذا شعر سے معلوم ہوا کہ ایسا پیر کامل تلاش کرنا چاہیے جو محقق، خدا رسیدہ اور نورِ معرفت سے سزنا ہو اور ایسے لوگوں کے پیچھے نہ پڑنا چاہیے کہ وہ استدراج اور ساحرانہ طلسموں کے مسلمانوں کے متاعِ ایمان پر ڈاک زنی کرتے ہیں، ایسے لوگ بہت زیادہ ہیں اور حقیقت شناس نہایت کم اور تھوڑے ہیں۔

جیسا کہ محقق دوانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ شعرہ

خَلِيلِي قَطَاعُ الطَّرِيقِ إِلَى الْجَنِي

كَثِيرٌ وَأَرْبَابُ الْوَصُولِ قَلِيلٌ

بہر حال رہبر اور رہزن میں فرق کرنا بہت مشکل ہے یہی تو سب سے بڑی مُصِيبَت اور اختلافات کی جڑ ہے۔ اس موقع پر معجزہ، کرامت اور استدراج میں اچھی طرح فرق کرنا چاہیے۔ وقد فرغنا من تحقيقهما في المجلد الاول من هذا الكتاب. والحمد لله رب العالمين.

التحقيق اللغوي:

۱. قوله مَحْجُوبٌ، پر وہ میں پڑا ہوا، بہر حقائق سے دور۔ اصلیت سے بے

خبر حَجَبِيَّةٌ، چھپانا، پر وہ کرنا، اندر آنے سے روکنا۔

۲. قوله يَعِزُّ، غالب آنا۔ عَزَّةٌ عِزًّا، قوی کرنا، عزت کی کوشش میں غالب آنا۔

اُمُّ الْمُؤْمِنِينَ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زمانہ جاہلیت کی عکاسی کرتے ہوئے فرماتی ہیں: اِذِ النَّاسُ مِنْ ذَاكَ مِنْ عَزَبِئًا کہ یہ وہ زمانہ تھا کہ جس کی لاشھی اس کی

بھینس کا مصداق تھا۔

۳. قَوْلُهُ بِتَقْلِيدٍ: کسی معاملہ میں بلا غور و فکر کسی کی پیروی کرنا۔ کہا جاتا ہے: قَلَّدَ حَبْلُهُ: وہ آزاد کر دیا گیا۔

۴. قَوْلُهُ أَجَوْفٌ: کھوکھلا، بے نور و بے حقیقت۔ علماء صرف کی اصطلاح میں أَجَوْفٌ وہ لفظ ہے جس کے عین کلمہ کے مقابلہ میں حَرْفِ عِلَّتِ ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں أَجَوْفِ وَاوَى اور أَجَوْفِ يَائِي۔ جیسے قَالَ اور بَاعَ۔ والباقي أظہر من أن يُذكَر۔

نوٹ: اس شعر کا خلاصہ پھر پیش خدمت ہے۔ شارح فرماتے ہیں کہ جو شخص عارفوں اور سالکوں کی چند باتیں سُن کر دوسروں کی رہنمائی کرنے لگے تو ایسے لوگ اندھے اور دل کے نابینا ہیں۔ وہ خود تو خفتہ ہیں تو دوسروں کو کیسے خوابِ غفلت سے بیدار کر سکتے ہیں۔ مثل مشہور ہے "خُفْتَةُ رَاخُفْتَةِ كَعُنْدِ بَيْدَارٍ" کہ خود نیند میں پڑا ہوا دوسرے خوابیدہ کو کیسے بیدار کر سکتا ہے۔

رہی چار اماموں کی تقلید تو وہ عوام مسلمین پر فرض ہے کیونکہ امت کے سارے علماء اسلام نے اُن کو امام و پیشوائے دین جیسا معزز خطاب عنایت کیا۔ نیز اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ "اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ کر عمل کیا کرو۔"



عِلْمٌ بَانَ اِہْلِ الْغَفْتَنِ تَحْسَمُ ضَارِعٌ كَرُونِ اُسْتِ  
 وِرْزِ مِیْنِ شَوْرَہِ كِرْوٰی نَیْ اُمِیْدِ بَرِشْدَا سْتِ  
 وَ لَتَا دِیْبُ الدَّخِیِّ لَیْسَ اِلَّا هَلْكَ بَدْرٌ  
 وَ هُوَ وَ اللّٰهُ مِثْلُ جُرْزٍ لَا یَكُوْنُ مُشْمِرًا

ترجمہ: "کھینے اور بد فطرت کی تعلیم و تادیب سے اصلی علم ہی ضایع ہوتا ہے۔ کیونکہ  
 بنجر زمین کبھی میوہ نہیں دے سکتی۔"

التشریح: شارح رحمۃ اللہ علیہ نے بد فطرت اور بد ذات کو شورہ (بنجر) زمین  
 سے تشبیہ دی ہے۔ باخدا انسانوں نے اس کا خوب تجربہ کیا ہے، یہ لوگ بظاہر کتنے ہی عالم  
 کیوں نہ ہوں مگر وہ علم ان کے حق میں وبال ہی بن جاتا ہے۔

پڑھ پڑھ کے بنے پتھر لکھ لکھ کے بے چور، جس علم سے خدا ملے وہ پڑھنا ہے کچھ اور

التحقیق اللغوی: قولہ هَلْكَ: بمعنى هَلَاكَةٌ. جیسا کہ شاعر کہتا ہے

وَمَا كَانَ قَبِيْسٌ هُنْكَه هَلْكَ وَاحِدٍ

وَلَكِنَّهُ بُنْيَانٌ قَوْمٍ تَهَادَمًا

ترجمہ: قیس کی وفات، تنہا قیس کی وفات نہ تھی بلکہ اس کی موت سے قوم کی مضبوط دیوار  
 ڈھا گئی اور منہدم ہو گئی۔ اہل عرب کہتے ہیں لَادُ هَبْتِ فَا مَامَلِكٌ وَا مَامَلِكٌ  
 یعنی میں جا کر رہوں گا خواہ تخت ملے یا تختہ۔"

قولہ جُرْزٍ: نباتات نہ اگانے والی زمین۔

قولہ مُشْمِرًا: ثَمَرٌ، ثَمُورًا (ن)، اَثْمَرٌ۔ الثَّجَرُ: درخت کا پھلدار

ہونا۔ اَثْمَرُ الْقَوْمِ، قوم کو پھیل کھلانا۔ مُشْمِرٌ: اسم فاعل، اِثْمَارٌ سے مشتق

اس میں الف اِثْمَارِ ہے۔

ہست نا اھل طریقیت غیر سالک ہر کہ ہست  
 با ممت دوش پیزی دُونِ حَقِّ مُقَصِّرِ شُدَّ اسْت  
 الدَّفْعُ لَا یَصِیْرُ قَطُّ اَهْلًا لِّلسُّلُوکِ  
 اِنَّ مَسْعٰی عَزْمِهٖ دُوْنَ حَقِّ اُحْصِیْرَا

ترجمہ : "غیر سالک جو بھی ہو وہ طریقیت اور تزکیہ نفس کا اہل نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس کی ساری جدوجہد اور کوشش ماسوی اللہ تک محدود اور منحصر رہتی ہے۔ پھر وہ کیسے اس علم شریف کا اہل ہوگا۔"

التشریح : اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں لفظ دُونِ دُوْجگہ آیلہ ہے۔

پہلے دُونِ کا معنی پست ہمت اور طالب ہوس و خواہشات کہے اور دوسرے دُونِ کا معنی ماسوی اللہ کہے۔ مُقَصِّرِ باب افعال کا اسم مفعول ہے۔ روئے ہوئے کو کہتے ہیں۔ یہاں پر مُقَصِّر سے وہ شخص مراد ہے جو کسی مانع کی وجہ سے وصولِ حق سے نہ کا گیا ہو۔ یا اس کا معنی ہے "کو تہی کرنے والا"۔ اس معنی میں یہ اسم فاعل ہوگا۔ یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ جس شخص کی ساری کوششیں حقیر دنیا کے لئے ہوں وہ طریقیت کا اہل نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ اہل طریقیت میں سے وہی شخص گنا جاسکتا ہے جس کی تمام کوششیں وصولِ الی اللہ کے لئے ہوں اور طالبِ دُنیا ہی فانی کو اہل طریقیت کہا نہیں جاسکتا۔ نیز علم سلوک کے اسرار سے نا اہل کو واقف کرنا اپنے دشمن کو اپنے اسرار اور راز ہائے سربستہ سے واقف کرنے کے مترادف ہے۔

تسارح: رحمۃ اللہ حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "میراث التائبین"

سے نقل کر کے کہتے ہیں کہ "اکابر اولیاء و اہل عرفان عاجز انداز تفہیم مقلدانِ قاصر و عالم نامانِ فاخر"۔ بڑے بڑے اولیاء اور اہل معرفت کم عقل مقلدوں اور اپنے علم سے

فخر و تکبر کرنے والے عالموں کی تربیت کرنے سے قاصر اور عاجز ہیں۔ اس لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **ارْحَمُوا ثَلَاثَةَ عَالَمَاتٍ بَيْنَ الْجَهَالِ وَعَزِيزِ قَوْمٍ** **ذَكَ وَغَنِيًّا افْتَقَرَ** یعنی "تین شخصوں پر رحم کرو، ایک اُس عالم پر جو نادانوں میں پھنس گیا ہو، دوسرے قوم کے اُس صاحبِ عزت پر جس کو زمانہ کی ستم ظریفی نے ذلیل بنایا ہو اور تیسرے اُس شخص پر جو مالدار ہونے کے بعد افلاس و غربت کا شکار ہو۔

مطلبِ حدیث ظاہر ہے۔ حضرت سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہ  
ہم سخن گر نہ کت مستمع : قوتِ طبع از مشکلم مجوے  
یعنی اگر طالبِ سچانہ ہو تو رہبر اُس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

التحقیق اللغوی:-

قوله **دُونَ**، پست، کمتر، نیچے۔ اہل عرب کہتے ہیں **هُودُونَهُ** وہ اس سے درجہ میں کم ہے۔ اور بمعنی غیر اور حائل ہونے کے بھی آتا ہے۔ کہتے ہیں **فَشَى دُونَهُ مِنْ دُونِ أَنْ يَفْعَلَ** کہ وہ اس کے آگے چلا بغیر اس کے کہ وہ ایسا کرے۔ اور **دُونَكَ** اسمِ فعل بمعنی خُذْ پکڑ لے۔ اور **دُونَكَ زَيْدًا** : زید کو پکڑ لے۔

قوله **مَقْصَرٌ** است: اسمِ فاعل باب افعال کا۔ کہتے ہیں **أَقْصَرَهُ** اس نے اس کو چھوٹا کیا، کوتاہ اور مختصر کر لیا۔ اور **مَقْصَرٌ** است: متروک اور چھوڑا ہوا۔ وغیر ذلک۔ بہر حال یہ از روئے لغت دونوں معنی دیتا ہے اور اس جگہ بھی دونوں کا احتمال ہے۔ کمالاً بیخفی۔

ہم نے اس کا ترجمہ **أَحْصَى** سے کیلئے جس کے معنی روکنے کے ہیں :





ہمّت کو تہ برائے دُوں گشتہ و پس گوشِ دل  
از سُخنِ بانی سلوکِ راہِ حقش کَرشد اَسْت  
عَزْمُهُ أَضْحَىٰ لِأَنِّي خَالِصًا لِغَيْرِ حَقِّ  
أُذُنُ قَلْبِهِ لِأَجَلِهِ مِنْ سُلُوكِ وَقِرَا

ترجمہ: "اس کا عزم و ارادہ سارے کا سارا مابوسی اللہ تک محدود اور منحصر ہے۔ اس لئے اس کے دل کے کان علمِ سلوک کے اسرار و معارفِ سُننے سے بہرے اور گونگے ہو گئے ہیں۔"

التشریح: یہ شعر اپنے ماقبل شعر کے لئے علتِ موصیٰ کے درجہ میں ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ علمِ سلوک کا طالب صرف وہ ہو سکتا ہے جس کے پاس اُذُنٌ وَاَعْيَةٌ یاد رکھنے والے اور توجہ سے سُننے والے کان ہوں۔ جب وہ پہلے ہی اس فہمِ شریف سے غافل ہو گیا ہے تو وہ لاعلاج مریض و بیمار بن گیا ہے۔ تو وہ بے چارہ شیخ کیا کرے۔ شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: جب آیتِ اُذُنٌ وَاَعْيَةٌ نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ: "میں نے تمہارے لئے دعا کی تاکہ تمہاری قوتِ سماع (سُننے کی قوت) ایسی کامل ہو کہ کوئی چیز تم سے فراموش نہیں ہو سکے۔" حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ "بعد میں ایسا ہی ہوا۔"

التحقیق اللغوی: قولہ سُلُوكٌ: علمِ تصوف جس کے ذریعہ تزکیۃ نفس حاصل ہوتا ہے اور اس کی بدولت انسان اسرارِ الہی سے واقف ہو جاتا ہے۔  
قولہ وَقِرَا: یہ وَقَرْتُ اُذُنُهُ سے نکلا ہے جس کے معنی بھرا ہونا، اونچا سُنا آتا ہے۔ اس میں الف اشباعی ہے:۔

نیت در مجلس حقائق گفتن اکثر خصیلتش  
از حقائق پر اگر چوں لجه از خرش دست  
لَيْسَ اَنْظَمَ اَرْحَقِيْقَةً دَابَّةٌ فِي مَجْلِسٍ  
وَلَيْنَ كَانَ بَيَانُهُ كَمَوْجٍ اَزْخَرًا

ترجمہ: " عموماً آپ علیہ الرحمۃ کی عادت شریفہ محفلوں میں حقائق اشیاء اور تصوف کے اسرار و رموز بیان کرنا نہیں ہے۔ گو کہ آں جناب کا بیان (ماشاء اللہ) لہریں مالتے ہوئے سمندر سے کچھ کم نہیں ہے۔"

حضرت شارح علیہ الرحمۃ رسالہ "قشیری" کے حوالے سے لکھتے ہیں :-

" رَبَّائِقُ السُّكُوْتِ عَلَى الْمُتَكَلِّمِ لِمَعْنَى فِي الْحَاضِرِينَ وَهُوَ أَنَّهُ  
يَكُونُ هُنَاكَ مَنْ لَيْسَ لِأَهْلِ السَّمْعِ لِذَلِكَ الْكَلَامِ مِنَ الْجَمْعِ وَالْإِنْسِ  
إِذْ لَا يَخْلُو مَجَالِسُ الْقَوْمِ مِنْهُمْ فَيَصُونَ اللَّهُ لِسَانَ الْمُتَكَلِّمِ غَيْرَةً  
وَصِيَانَةً لِذَلِكَ الْكَلَامِ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِ -"

ترجمہ: " بس اوقات متکلم پر خاموشی پڑتی ہے جس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اس مجلس میں کوئی ایسا شخص جنوں یا انسانوں میں سے ہوتا ہے جو اس کلام کا اہل اور لائق نہیں ہوتا، اس لئے اللہ تعالیٰ اس کے کلام کو نااہل سے بچاتا اور محفوظ رکھتا ہے :-"



اندر اخذ ہر مرید و نیز در تلقین ذکر  
تا مجاز روح پیراں یا ز پیغمبر شد است

وَلِبَّيْعَةٍ وَ ارشادِ مُرِيدِينَ يَقْبَلُ  
بَعْدَ اِذْنٍ مِنْ شَيْوُخٍ اَوْ نَبِيِّ عَطْرًا

ترجمہ: " آل جناب رحمۃ اللہ علیہ ہر ارادتمند کو بیعت و ارشاد کے لئے قبول نہیں فرماتے بلکہ صرف ان ارادتمندوں کو قبول فرماتے ہیں جن کے بائے میں آپ کو مشائخ کرام کی ارواح طیبہ یا نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اذن و اجازت مل جائے۔"

التحقیق اللغوی: قولہ بَيْعَةٌ: عہد و پیمانہ، مُرِيدِينَ: مریدین جاننے کے لئے کسی پیر کامل کا تابع فرمان ہونا۔ قولہ ارشاد: رَشْدَهُ و ارشادهُ اِلَى كَذَا وَعَلَيْهِ وَاِلَيْهِ: ہدایت و رہبری کرنا۔ قولہ مُرِيدِينَ: مُرِيد کی جمع باب افعال سے۔ یہ آرادَ اِزَادَةٌ الشَّيْءِ سے ہے جس کے معنی چاہنے اور طلب کرنے کے ہیں۔ اور اَزَادَ عَلَى الامر کسی بات پر اُکسانے اور رغبت دلانے کے آتے ہیں۔ اور اس جگہ مُرِيدِينَ کا نون ضرورتِ شعریہ کی وجہ سے ساکن ہے۔

التشريح: آل جناب علیہ الرحمۃ طالب کو مرید نہیں بناتے بلکہ پہلے اُس کے بائے میں ارواح مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم یا روح مبارک حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت چاہتے ہیں۔ اگر اس روحانی دربار سے اجازت مل جائے تو اس کو قبول فرما کر اپنا مرید بناتے ہیں اور اگر اس کے بائے میں اجازت نہ ملے تو اس کو واپس کرتے ہیں۔ یہ آنجناب کے کمالِ احتیاط کی دلیل ہے کیونکہ بسا اوقات غیر سلیم الطبع کی تربیت کرنے سے بجائے فائدہ نقصان ہی اٹھانا پڑتا ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ شعر ۵

باران کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیت ؛ دیباغ لالہ روید و در شورہ بوم و خس

استخارہ کرو از بہرِ مجدِ آئیندگان  
 زودِ مُلکِ بہرِ من یُقبِلُ و من وید بر شد است  
 یستخیرُ للذی یاتہِ جِدًّا لِلرَّشَادِ  
 فَلِیُقبِلَ و مُدبِرِ مِنَ اللہِ اُخْبِرَا

ترجمہ: " آں جناب رحمۃ اللہ علیہ راہِ حق طلب کرنے والوں کے لئے اچھی طرح استخارہ فرمایا کرتے تھے، پھر فوراً من جانب اللہ تعالیٰ آپ کو الہام سے خبر دی جاتی تھی کہ ان میں قابل قبول کون اور قابل رد و علاج کون ہے؟"

التَّحْقِيقُ اللُّغَوِيُّ: قَوْلُهُ مُقْبِلٌ وَمُدْبِرٌ: يَهْدِي عَرَبٌ كَيْفَ اس  
 محاورہ سے ماخوذ ہے کہتے ہیں " اذْهَبْ بِهِ فَاَقْبِلْهُ الطَّرِيقَ " اس کو لے  
 جا اور راستہ بتلا، اور آگے رکھ۔ یہاں اسی مناسبت سے مُقْبِلٌ سے مقبول بارگاہِ الہی  
 اور مُدْبِرٌ سے مردود اور محروم اسرارِ رحمانی مراد ہے۔

التَّشْرِيحُ: حضرت شارح رحمۃ اللہ اپنی شرح میں فرماتے ہیں کہ: اس شعر میں  
 آں جناب رحمۃ اللہ علیہ کے اس محققانہ قاعدہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب تک آپ طالب کے  
 اعتقاد اور اس کی کوشش اور اس کے ضروری احوال پر واقف نہیں ہوتے تھے اُس  
 وقت تک آپ اس کو تربیت کے لئے قبول نہیں فرماتے تھے، بلکہ آپ پہلے اس کے  
 بارے میں استخارہ فرماتے تھے۔ اگر احوال و مشائخ کرام رحمہم اللہ اجمعین یا براہِ راست  
 حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت پاتے تب اس کو قبول فرماتے ورنہ نہیں۔  
 ایسا ہی طریقہ دوسرے مشائخ کبار رحمہم اللہ کا بھی تھا۔ چنانچہ مولانا یعقوب چرخچی، حضرت  
 خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمہم اللہ کے پاس مرید ہونے کے لئے آئے تو حضرت خواجہ  
 رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا: " آج رات ہم استخارہ اور توجہ کرتے ہیں، اگر اوپر سے

مشارح نے تمہیں قبول کیا تو ہم بھی قبول کریں گے، ورنہ نہیں۔" چنانچہ حضرت یعقوب چرخی فرماتے ہیں کہ وہ رات میرے لئے فکر و اندیشہ کی تھی کہ نہ معلوم کل صبح میں قبول ہوں گا یا مردود۔ پھر اگلے روز سویرے اپنے پاس بلا کر فرمایا: "تم کو مبارک ہو کہ تم قبول کئے گئے ہو۔" (والتفصیل فی الشرح)

طالبانِ رانخسِمِ ذِکْرِ اَنگاہِ اَنگَارِ وِ بَدَلِ  
 جَوَلِ زِشْوَقِ وِ تَرْسِ اَلذَّرَمِ اَلْمَبْدَرِ شُدَّ اَسْرَتِ  
 حَبِّ ذِکْرِ فِی فُؤَادِ الطَّالِبِیْنَ یَزْرَعُ مَتْنِ  
 یَعْلَمُ فِیْهِ لِاَضْحٰی قَلْبِہٖ لَہٗ مُبْدَرًا

ترجمہ: "آپ یعنی حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ اذکار و اُوراد کا بیج اُس وقت خواہشمندوں کے دلوں میں بوتے ہیں جب آپ کو یقین ہو جاتا تھا کہ اب فی الواقع اُن کے دل اس کے اہل ہو گئے ہیں۔"

التحقیق اللغوی، قولہ مُبْدَرٌ: یہ باب افعال کا اسم مفعول ہے یہ اہل عرب کے اس محاورہ سے نکلا ہے بَدَرَ (ن) بَدَرًا، اَلْحَبَّ: بیج بونا۔ اَلْمَالُ: مال فضول خرچی میں اڑانا۔ کہا جاتا ہے: اِنَّہٗ بَدَرُ سُوِّیَ: وہ بُری نسل کا ہے۔ جمع بُدُوْر و بِنْدَار آتی ہے۔ اَلْمُبْدِرُ: فضول خرچی کرنے والا۔

بہر حال باعتبار اس لغت مُبْدَرٌ باب تفعیل کا اسم مفعول ہے جس کے بہت معنی آتے ہیں اور حضرت شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ اس لفظ کو باب افعال میں استعمال کیا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ضرورتِ شعری کی وجہ سے ایسا کیا ہو۔ وَاِنَّہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ اور اگر مُبْدَرٌ کو مُبْدَرٌ سے ظرفِ مکان لیا جائے اور باب نَصَو سے ہو جیسا کہ شرح سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے تو اس صورت میں کوئی اشکال ہی نہیں۔



التشریح : اس شعر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت محبوب العالم قدس سرہ رہبری کرنے میں حکیمانہ طور و طریقہ اختیار فرماتے تھے کہ جب تک آپ کو یقین نہ ہوتا تھا کہ طالب کا دل خوفِ خدا سے ابھی معمور اور سرشار نہیں ہوا ہے اُس وقت تک اُس کو اذکار و اُوراد کی تلقین نہیں فرماتے تھے کیونکہ بنجر زمین میں بیج بویا نہیں جاتا اور اگر کوئی اس میں بیج بونے کی کوشش کرے گا تو بیج کے ضایع ہونے کا قوی خطرہ رہتا ہے۔ اسی طرح جو دل خوفِ الہی اور عشقِ ربّانی سے خالی ہو اس میں پیرانِ طریقت ذکرِ الہی کا بیج بونے سے احتراز فرماتے ہیں۔ اس باب میں ان کا استدلال آیت

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَابِ أَوَّشَدُّ قَسْوَةً

سے ہے جس کا ترجمہ یہ ہے : ایسے ایسے واقعات کے بعد بھی تمہارے دل سخت ہو گئے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ پتھر جیسے بلکہ سختی میں پتھر سے بھی زیادہ سخت۔

ہر یکے راورد فرماید بقدرِ حوصلہ  
چوں بر استعداد تقدیری نشاں نظر شد است

وَيُجِيزُ كُلَّ وَاحِدٍ بِيُورْدِ قَدْرَهُ  
اِذْ بِاسْتِعْدَادِهِ الْحُكْمِي قَبْلَ اُخْبِرَا

ترجمہ : "آں جناب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کو ان کی طبعی استعداد کے موافق اذکار و اُوراد کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں کیونکہ آپ پہلے ہی سے من جانب اللہ ان کی طبعی استعداد سے آگاہ کئے جاتے ہیں۔"

التشریح : جس طرح حکیم حاذق اور لائق ڈاکٹر بیمار کو مختلف اوقات میں اس کے حالات ملحوظ رکھ کر نسخے بدلتا رہتا ہے، اسی طرح آں پیر و شفیق قدس سرہ بھی پہلے طالب سے توبہ و استغفار کراتے ہیں پھر تدریجی طور پر اُس کے دل میں اذکار و

اوراد کی تعلیم فرماتے ہیں اور ارشاد و تعلیم میں مُرید کی استعدادِ طبعی ملحوظ فرماتے ہیں اور جس میں جتنی استعداد دیکھتے ہیں اسی کے مطابق اُس کو تعلیم و تلقین فرماتے ہیں۔ یہ آپ کے کامل و مکمل ہونے کی علامت ہے۔

چنانچہ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-  
وَيَنْبَغِي لِلشَّيْخِ أَنْ يَعتَبِرَ حَالِ المُرِيدِ وَيُفَرِّسَ فِيهِ بِنُورِ الإِيمَانِ وَقُوَّةِ العِلْمِ وَالعَرَفَةِ مَا يَأْتِي مِنْهُ وَمِنْ صِلَاحِيَّتِهِ..... الخ

ترجمہ: "مُرشد اور مہرِ کامل کو چاہیے کہ وہ مُرید اور طالب کا حال اور اسکی استعداد مد نظر رکھے کہ وہ ایمان کے نور، علمی قوت و طاقت اور معرفت سے مُرید کی اندرونی کیفیت و حال ملحوظ نظر رکھ کر ہی اذکار و اوراد کی تعلیم دے۔ اور میں کہتا ہوں اس لئے قرآن دفعۃً نازل نہیں ہوا بلکہ سُنِّس (۲۳) برس میں اُس کا نزول بقدرِ ضرورت و حاجت ہوا ہے۔ اور اگر دفعۃً نازل ہوتا تو مخاطبین کے تحمل اور برداشت سے باہر ہوتا۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:-

ذکر کی دو قسمیں ہیں: ۱) ذکرِ تقلیدی (۲) ذکرِ تحقیقی

ذکرِ تقلیدی وہ ہے جو رسمی طریقہ سے قوتِ سامعہ کے ذریعہ دل میں پہنچ جاتی ہے وہ چندان موثر نہیں ہوتی۔

ذکرِ تحقیقی وہ ہے جو اربابِ ولایت اور باکمال حضرات کے واسطے سے حاصل ہوتی ہے وہ یقیناً موثر اور شمر دار ہوتی ہے۔ جس مُرید کا مہر جتنا کامل ہو اس کی تلقین بھی اسی کے مطابق زیادہ نفع رسا ہوتی ہے۔

(نُبْدَةُ مِنَ الشَّرْحِ)



بوالہوس بہر چند کرد الحاح و نمودش ادب  
 بچوں بہ بے توفیقے تقدیرش انظر شد است

لَوْ أَتَاهُ عَبْدٌ نَفْسٍ لِإِهْتِدَاءِ مَا هَكَاهُ  
 فِي جَبِينِهِ الشَّقَاءَ قَبْلَهُ تَدَقُّرًا

ترجمہ: "آں جناب رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب خواہشاتِ نفسانی کا غلام آپ سے اذکار و اوراد کی اجازت لینے کی کوشش کرتا تو آپ اس کو اجازت نہ دیتے تھے کیونکہ آپ نے پہلے ہی سے اس کی شقاوت و محرومی بخت کا اندازہ فرمایا ہوتا تھا۔"

التحقیق اللغوی :- بوالہوس: خواہشاتِ نفسانی کا بندہ، ثابت قدم نہ رہنے والا اور ہر وقت نئے نئے خیالات میں مبتلا ہونے والا۔ الحاح: اصرار کرنا۔ اَلْحَّ عَلَيَّہِ اس نے اس پر اصرار کیا۔ مبالغہ سے کسی چیز کے درپے ہونا۔ ادب: طریقت کے ادب اور تزکیہ نفس کی مقدس تعلیمات مراد ہیں۔

الشَّقَاءُ: محرومی و بدبختی۔ اَشَقَى وَاَشَقَى اور شقی و سعید ایک دوسرے کے متضاد و مقابل ہیں۔ تَقَدَّرَ: اندازہ کرنا۔ اِسْکے اور بھی معانی ہیں۔ قَبْلَهُ کی ضمیر عبدِ نفس کے سوال و اصرار کی طرف لوٹتی ہے جو کلام کے یاق و سباق سے سمجھ میں آتا ہے قَدَّرًا کا الف اشبائی ہے۔

خلاصہ شعر یہ ہے کہ پیرانِ روشن ضمیر طالبوں کو دیکھتے ہی ان کی شقاوت و سعادت کا اندازہ فرماتے ہیں، ان کی نظر میں جو بد قسمت ہوتا ہے اسکی رہنمائی نہیں فرماتے کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ زمینِ شورہ سُنبل بر نیارہ، در و تخم عمل ضائع مگردان یعنی بجز زمین میں سُنبل نہیں اُگ سکتے لہذا اس میں اذکار کا پرج ہی تباہ ہو جائے گا اور اسلام بھی بدنام ہوگا۔ اور فرماتے ہیں۔ شعورہ

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست : در باغ لاله روید و در شور بوم و خس  
ہمیں اس پر پورا ایمان ہے۔ باقی اگر آپ تفصیل چاہتے ہیں تو ہماری کتاب "بصیرۃ  
السلوک شرح ذخیرۃ السلوک" کے تیسرے باب کا مطالعہ فرمائیے۔ ان شاء اللہ  
کوئی اشکال پیدا نہیں ہوگا۔

ہر کہ بود از جذبہ حقیقہ صاحب واقعہ  
ویدہ احوالش مرید جان و فرماں بردار است  
الذی من جذب حق صدورہ قد انجلی  
فی طعہ بعد ما شہد سہ شاکرا

ترجمہ : "جو کوئی حق تعالیٰ کی کشش سے صاحب واقعہ اور کشف و حال سے سرشار ہوا  
وہ آل جناب علیہ الرحمۃ کے حالات مبارکہ دیکھتے ہی دل و جان سے آپ کا مرید اور تابع فرمان ہوا۔"  
التحقیق اللغوی :- از جذبہ حقیقہ : خدائی کشش و عنایت۔ اصل میں  
جذبہ جذبہ جذباً (ض) و اجتذیہ سے نکلا ہے جس کے معنی کھینچنے کے  
آتے ہیں۔ یہاں پر اس سے عنایت الہی مراد ہے۔ حقیقہ حق کی طرف منسوب ہے اور  
حق خدا تعالیٰ کے اسماؤ حسنیٰ میں سے ایک اسم پاک ہے۔

قولہ : صاحب واقعہ : یہاں پر اس سے صاحب حال اور پاک ضمیر مراد ہے۔  
واقعات و حالات جو سالک راہ طریقت کو پیش آتے ہیں اس کی کئی صورتیں ہیں : اگر  
اس کو آشنا ذکر میں کوئی ایسی حالت پیش آجائے جس سے اس کو اس بات کا یقین ہو  
جائے کہ یہ بجلی حق ہے یا اس کی طرف منسوب ہے تو اس حالت کو بجلی کہتے ہیں اور  
اگر اس کو ایسی حالت پیش آجائے جسے وہ ارواح طیّبہ و مشائخ کی طرف منسوب کئے  
یا اس کو اس حالت سے دل کی کشادگی اور مسرت پیدا ہو جائے تو اس حالت کو واقعہ ملکی

کہتے ہیں۔ اور اگر اس کو اثنائے ذکر انقباض و بندش اور وحشت و شبہات پیدا ہوں تو وہ واقعہ شیطانی ہے اور اس قسم کی حالت میں سالک کے دل پر کوئی کیفیت ظاہر نہ ہو تو اس کو خیالات طبعیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور واقعہ پیش آنے کے تین فائدے ہیں: ۱۔ اپنے احوال کی کمی بیشی پر واقف ہونا۔ (۲) منازلِ راہِ طریقت کے درجات پر واقف ہونا۔ (۳) حق و باطل سے باخبر ہونا۔ (نبذة من مطالب الرشیدی)

خلاصہ شعر یہ ہے کہ جب علی صوفیؒ، ملا ابراہیمؒ اور ملا احمد چاکلؒ نے آپؒ کے حالاتِ طیبات اور معارف و کمالات دیکھے تو پورے اخلاص سے آپؒ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہوئے۔ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ۔ مختصر یہ ہے۔ شعر ہے۔

تا تونہ بینی جمال را نگیرد کمال : می شنوی وصف یار راست نباید شنید

بود با باہر دریشی تابع پیران عجب  
باہمہ صحب آخر از تبعیش آفخر شد است

هَرُورِيشِي لِرِجَالِ الْعَيْبِ كَانَتْ تَابِعًا  
اِخْرَ الْأَمْرِ اقْتَدَاهُ مَعَ صُحْبِهِ فَأَخْرَا

ترجمہ: "حضرت بابا ہروریشی علیہ الرحمۃ اگرچہ غیبی رہبروں کے پیرو اور تابع تھے مگر وہ بھی آخر کار اپنے ساتھیوں سمیت فخر و مبالغہات کرتے ہوئے آنجنابؒ کے مریدوں کے حلقہ میں داخل ہوئے۔" خلاصہ شعر: یہ شعر پہلے شعر کے لئے بمنزلہ دلیل ہے کہ حضرت بابا ہروریشی رحمہ اللہ

اسلام آبادی بہت بڑے صاحبِ کمال اور صاحبِ حال و کشف و کرامات تھے اور رجالِ الغیب یعنی غیبی رہنماؤں سے مستفید ہونے کے باوجود حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں پہنچے اور آپؒ کے بے پناہ کمالات و مشاہدہ کئے تو فوراً فخر و مسرت سے اپنے ساتھیوں کے سمیت آپؒ کے مریدین میں داخل ہوئے، کیونکہ صاحبِ کمال ہی



کمال والے کی قدر و قیمت سمجھتا ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔  
 قدر زرزگر بدانند قدر جوہر جوہری : قدر گل بیل شناسند قدر دُلدُل شاہ علی

سایکال راعی کذا اجلاس خلوت جابجا  
 پس تجلی واقعات ہریکے اُغبر شد است

يُجَالِسُ مُسْتَرَشِدِيهِ فِي الْخَوَانِقِ خَلْوَةٍ  
 فَلِحَلِّ وَاقْعَاتِهِمْ لِأَضْحَىٰ أَعْبَرًا

ترجمہ، "آل پیر و شنفیر حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ اہل سلوک کو جگہ جگہ خانقاہوں میں  
 چلہ کشی کے لئے بٹھاتے ہیں۔ پھر آپ ان کے پیش آنے والے واقعات و واردات کو حل  
 فرمانے کے لئے بہترین تعبیر و تشریح فرماتے ہیں۔"

التحقیق اللغوی: قولہ: اجلاس، باب افعال کا مصدر، بٹھانا۔  
 خَلْوَةٌ: تنہائی یعنی گوشہ نشینی اور اِحتکاف کرانا۔ قرآن کریم میں آیا ہے: قَدْ  
 خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ یعنی آپ (حضرت محمد) صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے بھی  
 پیغمبر گزرے ہیں۔ اور جس نے اس کا ترجمہ "مرنے کے" کئے ہیں جیسے قادیانیوں اور  
 مرزا ایوں نے اس نے سخت غلطی کی ہے کیونکہ وہ اس ترجمہ سے وفاتِ حضرت عیسیٰ بن  
 مریم علیہا السلام ثابت کرنا چاہتے ہیں جو سراسر اصولِ دین کے برخلاف ہے۔

قولہ: حَلَّ، حَلَّ یَحِلُّ، کھولنا۔ کبھی مُشکل بات صحیح ڈھنگ میں پیش  
 کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے، چنانچہ سورہ طہ میں آیا ہے: وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ  
 لِّسَانِیْ کہ "میری زبان کی گرہ اور بندش کھول کر اس کو روان فرمائیے۔"

قولہ اَعْبَرُ: اس کا لغوی معنی بہت گزرنے والے کے آتے ہیں۔ یہاں اس کا  
 معنی میدانِ حلِّ واقعات میں بہت گزرنے والے اور خداداد فہم و فراست کی بنا پر اپنے

مُریدوں کے واقعات کی خوب گرہ کشائی کرنے اور بہترین طریقے سے تعبیر فرمانے والے کے ہیں۔ اس جگہ آعَبُنْ بَصِيغَةً اَسْمَ تَفْضِيلٍ ہے۔ فرقانِ حمید میں بھی اس لفظ کا مادہ موجود ہے، جیسا کہ اَحْسَنُ الْقِصَصِ میں فرمایا: اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّوْبَا تَعْبُرُونَ۔ "اگر تم خوابوں کی تعبیر کرتے ہو" اُمّتِ مرحومہ میں علامہ محمد بن سیرینؒ اس علم کے امام اور فرزانہ دہر تھے۔ اس کے لئے ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم اور روشن ضمیری بھی شرط ہے ۛ

اَنْدَرِ اَلْ خَلَوَاتِ زِمْنِ اَهْمَتِ وَاِرْشَادِ اَو  
ہر یکے را واردات و واقعات ايسر شد است

فَبِمِنْ حَالِهِ فِيهَا وَاِرْشَادَاتِهِ  
وَاِقْعَاتِ الْعَاكِفِيْنَ مِنْ سُلُوْكِ كَيْسَرَ

ترجمہ، "آں جناب رحمۃ اللہ علیہ کی برکت و ارشاد سے سالکوں کو ان کے اعتکاف گاہوں میں پیش آئے ہوئے واردات اور واقعات کا سمجھنا نہایت آسان بن جاتا ہے۔"  
التحقیق اللغوی: قَوْلُهُ فَبِمِنْ حَالِهِ: مُبَارَكٌ، حَالٌ، دَلٌّ  
کی کیفیت۔ قَوْلُهُ وَاِرْدَاتٍ: وَهُوَ مُبَارَكٌ خِيَالَاتٍ جَوْ سَالِكٍ كَيْسَرَ دَلٌّ پَرِ اُتْرَتِي هِي۔  
اس کی تین قسمیں ہیں: (۱) وَاِرْدَاتٍ سُرُورٍ، مَسْرَتٍ (۲) وَاِرْدَاتٍ خَوْفٍ (۳) وَاِرْدَاتٍ قَبْضِ۔  
یہ تو اس سالک کو وقتاً فوقتاً دل میں آتے ہیں جو اُوراد و اُذکار کے ساتھ مشغول رہتا ہے، اور جو اُوراد و اُذکار سے تہی و امن ہو اس کے دل پر اس قسم کے واردات نہیں آتے۔ اور واقعات وہ ہیں کہ جب سالک مجاہدہ، ریاضتِ نفس اور تصفیۃ قلب کے کام میں لگ جاتا ہے تو اُس کا عبور اور گذر ملک و ملکوت سے ہوتا ہے۔ اس کے حال کے مناسبت جگہ جگہ اچھے خواب کی صورت میں واقعات اور حالات کا دروازہ

کھلنے لگتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ روح بشری صفات سے خالی ہو کر اُن کا ادراک کرے۔

بہر حال یہ مقام مشکل ہے، حقیقت یہ ہے کہ آدمی صرف گوشت اور پوست کا ٹوٹھڑا نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا ایسا مخلوق ہے جس میں تمام کائنات مضمحل اور پوشیدہ ہے۔ جیسا کہ ایک دانکے راز نے کہا ہے:۔

اتَّزَعَمَ أَنْتَ جَرْمٌ صَغِيرٌ ۖ وَفِيكَ انْفُوسُ الْعَالَمِ الْأَكْبَرِ

ترجمہ: "کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تو ایک معمولی جسم ہے اور بس، حالانکہ کائنات کے تمام بلاز اور اسرار تم میں ودیوت رکھے گئے ہیں۔ علم تصوف ان ہی روحانی اور معرفت کے اسرار کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اور جو لوگ بلا وجہ اس کی مخالفت کرتے ہیں تو وہ یقیناً نہ صرف خود سیر الہی سے نابلد اور نا آشنا ہیں بلکہ وہ انسانی تحقیق و تفتیش کے پورے مخالف ہیں اور بنی نوع انسان کو حقیقت تک پہنچنے نہیں دیتے۔

متن میں لفظ آیسر آیا ہے جو یسر کا اسم تفضیل ہے۔ یعنی بہت آسان۔ شعر کی تعریب میں قافیہ کی رعایت سے یسر، باب تفعیل کا فعل ماضی استعمال کیا گیا ہے۔ اور چونکہ بیشتر اشعار میں خلوتوں کا ذکر آیا ہے اس لئے اُن کے مناسب تعریبی شعر میں عاکفین، سلوک، حال اور ارشادات کے الفاظ جمع کرنا باہم بہت متناسق اور مناسب ہیں۔ کمالا یحییٰ علی من ذاق حلاوة علم البدیع۔ فالحمد لله رب العالمین۔

خلاصہ شعر یہ ہے کہ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ میں مرشدانہ صفات بدرجہ کمال پائی جاتی ہیں ۖ



زود از تلقین او محفوظ شیرینی ذکر  
خدمت خواجہ حسن قاری بلدیہ میرشد است

لِأَجْلِ تَلْقِينِهِ أَحْسَسَ حُلُوَ ذِكْرِ سُرْعَةً  
وَاحْتَضَى الشَّيْخُ الْحَسَنُ مِنْهُ حَطًّا وَافِرًا

ترجمہ: "آں جناب علیہ الرحمۃ کی تلقین و ارشاد ذکر کی تاثیر سے خواجہ حسن قاری بلدیہ میرنے  
ذکر الہی کی لذت شیرینی کا بہت بڑا حصہ پایا۔"

التحقیق اللغوی، قولہ: تَلْقِينُهُ، لَقْنَهُ الْكَلَامَ سے مشتق ہے

بمعنی کلام سمجھانا، جلدی سے حفظ کر لینا۔ مضاف الیہ ضمیر کا مرجع حضرت محبوب العالمؒ  
ہیں اور ضرورت شعری کی وجہ سے ضمیر کو ساکن کیا گیا ہے۔

قولہ: أَحْسَسَ: اس کا فاعل شیخ حسن ہے۔ اسی طرح وَاحْتَضَى کا فاعل بھی

شیخ حسن ہی ہے۔ لہذا دونوں فعل (أَحْسَسَ، وَاحْتَضَى) از قبیلہ تَنَازَعِ فَعْلَانِ ہیں

جیسا کہ یَفْنِي وَيَمُوتُ كُلُّ شَيْءٍ بھی از قبیلہ تَنَازَعِ فَعْلَانِ ہے۔ لِأَجْلِ

لِحَطِّ وَافِرًا کے شروع میں وزن شعر اور تاکید کے لئے لام تاکید بڑھایا گیا جیسا کہ

قرآن پاک میں آیا ہے: لِأَلِي اللَّهِ تَحْشُرُونَ۔ یہاں بھی لام تاکید کے لئے آیا ہے۔

خلاصہ شعر یہ ہے کہ جب ذکر ذکر کی حقیقت تک پہنچے تو اُس کے منہ میں ذکر کے

وقت ایسی شیرینی پیدا ہو جاتی ہے جو شہد سے بھی زیادہ میٹھی ہوتی ہے۔ اُس کی

بدولت ذکر کو شریعت و طریقت کی پابندی نہایت آسان بن جاتی ہے۔

چنانچہ شیخ ابوسعید رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب اللہ جل شانہ کسی کو ولایت کے

درجہ پر فائز کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اس کے لئے ذکر حق کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور

جب وہ ذکر میں حلاوت و شیرینی پائے تو قوت و طاقت کا دروازہ اس کے لئے وا کیا

جاتا ہے، اس کے بعد اس کو مجلس اُنس میں توحید کی کرسی پر بٹھاتے ہیں پھر اس سے حجابات اور پردہ ہائے غفلت دور کئے جاتے ہیں، اس کے بعد اس کو مزدانیت اور عظمت و جلال پر فائز بنا کر فانی بحق بنتے ہیں۔

ذکرِ حق سے مشغول رہنا اور اس کی خلاوت سے بہرہ ور ہونے کا اگر شریعت کی روشنی میں مطالعہ کرنا منظور ہو تو ایسے ان احادیث مبارکہ پر غور بھیجئے جن میں آیا ہے کہ: جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے "عَفْرَانِكَ" اے اللہ! مغفرت فرما، کیونکہ وقتی مانع کی وجہ سے آپ ذکرِ لسانی نہیں فرماتے تھے جس پر آپ استغفار فرماتے تھے۔ پس جو لوگ اذکار و اوراد سے دور رہتے ہیں وہ ولایت اور کمال ایمان سے خالی ہوتے ہیں۔ سچا صوفی وہ ہے جو ہر وقت ذکرِ قلبی اور ذکرِ لسانی سے بہرہ ور ہو اور پابند شریعت رہتا ہی صوفی کی خاصیت ہے۔

پنجہ دل ہر کہ پہلوتے دلش این خواجہ و ش  
ماند وزود آل از دمش بشگفتہ و از ہر شد است  
مثل خواجہ من بیردہ صادق قلبہ  
فینفتہ فوادہ لاضحیٰ انورا

ترجمہ: "جو بھی کوئی اس خواجہ (شیخ حسن قاری) کی طرح سچے دل سے آپ کا عقیدت مند بن جاتا ہے تو فوراً اس کے دل کی کلی کھل جاتی ہے۔ یعنی اس کا دل منور ہو جاتا ہے۔"  
التحقیق اللغوی:-

قوله: ازہر: سپید اور روشن تر چیز کو کہتے ہیں۔ اسی سے سورج اور چاند کو بھی ازہران کہتے ہیں۔ اور انور بھی تقریباً یہی معنی دیتا ہے۔ مگر لفظ



شگفتہ کی رعایت سے انور زیادہ مناسب ہے۔ کہا لَاتَجْعَلْنِي۔

خلاصہ : اس شعر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر وہ ذاکر جو غنچہ دل  
فکر و مراقبہ میں خواجہ حسن قاریؒ کی طرح رکھتا ہو تو اس کا غنچہ دل بھی آن سریر و شمسیمبر  
کے پھونک سے کھلنے لگے گا اور منزل مقصود تک واصل ہوگا۔ شعر میں اس بات کی  
طرف بھی اشارہ ہے کہ ایک دن حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ نے قاری حسن کے بلے میں  
فرمایا کہ جب وہ ذکر سے فارغ ہوئے اور فوراً اپنے شیخ کی طرف توجہ کیا تو میں نے  
اس کے دل کو دیکھا کہ وہ شگوفہ کی طرح کھلنے لگا تھا۔ اور جب دل کھلنے لگا ہے تو اس کی  
کیفیت ان دو شعروں کی طرح ہو جاتی ہے :-

۱۔ غنچہ دل چون شگفتن گیرد در وے آفاق نہفتن گیرد

۲۔ عالم و عالمیاں در وی گم ، چھو یک قطرہ نم در قلم

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے عجائب دل پر جو بحث کی ہے اسے بھی سامنے رکھا

جگے تو مطلب اور واضح ہوگا۔

اور یہی سے مومن اور کافر کے دل یا ذاکر کے دل اور غیر ذاکر کے دل میں  
بھی فرق واضح ہوگا۔ اور آیت مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ  
وَ أَضَلُّ سَبِيلًا کا انکشاف بھی ہوگا اور خالص ارباب حال و اصحاب قال  
کا فرق سامنے آئے۔ اور آیت فَإِنَّهَا لَا تَعْمَىٰ الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَىٰ  
الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ بھی سمجھ میں آجائے گا۔

اللَّهُمَّ ارِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ  
وَارِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ



۱۶۱  
 ہاچنین بعضے مریدان را کہ گشت این ذکر حل  
 گاہ ذکر از کام پیدامنبع سُکر شد است

وَكَذَٰلِكَ بَعْضُ مُرِيدِيهِ يَحُلُّ الذِّكْرَ فِيهِ  
 فَتَرَىٰ نَاهًا لِحُلُوِّ وَقْتِ ذِكْرٍ مَّصْدَرًا

ترجمہ: " اسی طرح تم دیکھو گے، آپ کے ان بعض مریدوں کو جن کے رگ وریشہ میں  
 آپ کے بتائے ہوئے اذکار سرایت کر گئے ہیں کہ ذکر الہی کے وقت ان کے منہ مٹھاس  
 اور شیرینی کے منبع و مصدر ہو گئے ہیں۔"

التَّحْقِيقُ اللُّغَوِيُّ :-

قوله: حَلَّ، يَحُلُّ (ن، ض) حَلًّا وَحُلُولًا - الْمَكَانَ :-  
 کسی کا کسی جگہ اترنا، سے مشتق ہے۔ یا حَلَّ (ض، حَلًّا - الشَّيْءُ فِعْلٌ لَّازِمٌ  
 ہے، کسی چیز کا حلال ہونا۔ پہلا معنی زیادہ قریب ہے۔ فلاسفہ کے ہاں حلول کی دو قسمیں  
 ہیں: (۱) حلولِ تریبانی (۲) حلولِ تریبانی۔ یعنی اگر محل کی تقسیم سے حال بھی تقسیم  
 ہو جائے تو اول ہے۔ جیسے بگونی ہوئی روئی کی تقسیم کے وقت حال بھی منقسم ہو جانا  
 ہے۔ جبکہ حلولِ تریبانی میں محل کی تقسیم سے حال منقسم نہیں ہوتا ہے۔ جیسے منہ کی سُرخی  
 یا زردی ختم ہونے یا کم کرنے سے اصل (منہ) باقی رہتا ہے۔ اسی سے مَحَلُّہ ہے  
 یعنی "اُترنے کی جگہ"۔

قوله مَنَبِعٌ: چشمہ، جمع مَنَابِعٌ آتی ہے۔ اور بَيْتُبُوعٌ، بہت پانی والا چشمہ۔  
 اس کی جمع یَنَابِيعٌ آتی ہے۔

خُلَاصَةُ الشَّعْرِ: حضرت شایح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے مُرشد  
 حقانی حضرت مخدوم حمزہ قدس سرہ کے ارشادات کی تاثیر و برکات کی کوئی نہایت نہیں،

چنانچہ آں مُرشدِ حقانی کے بعض مُریدوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ جب ہم آپ کے بتائے  
ارشادات و اذکار کو رُو بعمل لاتے ہیں تو اس وقت ہماری کیفیت یہ ہوتی ہے کہ گویا ہمارے  
مُذکّر کھانڈ اور شیرینی سے بھر دئے جاتے ہیں۔ اس سے اس بات کا اندازہ لگانا آسان ہوگا کہ  
خود مُرشدِ کامل کا حال کس قدر راسخ اور مضبوط ہے۔

اسی طرح مولانا نور الدین جعفرؒ اپنے پیرِ بزرگوار حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ  
کے مخصوص مُریدوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ذکر کے وقت اُن کے مُذکّر شہدِ مصطفیٰ سے  
زیادہ لذیذ ہوتے تھے اور یہ کہ ان کے اعضاء سے ایسی خوشبو آتی تھی جو نافہ اور کستوری  
کو شرماتی تھی۔

حقیر مترجم کہتا ہے کہ حضرت شارح حُر کے اس بیان میں ذرہ برابر مبالغہ نہیں ہے۔  
بے شک ذکرِ الہی کی یہی تاثیر اور برکت ہے۔ یہ بھی بندگانِ خدا کو حضرت نبی رحمت  
صلی اللہ علیہ وسلم سے وراثت کے طور پر ملی ہے۔ چنانچہ حدیث بخاری شریف وغیرہ میں آیا ہے  
إِنَّمَا أَبَيْتُ عِنْدَ رَبِّي يُطْعِمَنِي وَيَسْقِينِي كَمَا يَأْتِي رَاتٍ كَذَارَتَاهُ وَهِيَ مَجْهُةٌ كَهَلَاتَا أَوْ يَلَاتَاهُ۔ اس دُخوی پر بڑھانِ قاطع ہے۔

شارح فرماتے ہیں کہ یہ وصف درحقیقت پیرانِ حق کی برکت ہے۔

شکر کاین بیچارہ ناظم ہم بخلوت از دہانش  
از حصول بوی ذکر و انس مستبشر شد است

شُكْرًا لِلَّهِ أَنَّ هَذَا النَّاطِمَ فِي خَلْوَةٍ  
شَمَّ نَفْحَ الذِّكْرِ مِنْ لِسَانِهِ وَأَسْتَبَشَرَ

ترجمہ: " اللہ تعالیٰ کا شکر و سپاس ہے کہ اس عاجز (ناظم قصیدہ مبارکہ نے بھی تنہائی  
میں آپ کی زبان مبارکہ سے ذکر و فکر اور انس و محبت کی شیرینی حاصل کی۔ اور

مژدہ جہاں فزا کی بشارت سے محفوظ اور بہرہ ور ہوا۔

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ :-

قولہ: شُكْرًا: یہ فعل محذوف کا مفعول بہ ہے۔ اِیْ اَشْكُرُ شُكْرًا لِلّٰہِ حمد اور شکر میں تھوڑا فرق ہے کہ حمد باعتبار موردِ خاص اور باعتبار متعلق عام ہے کہ نعمت کے مقابلہ ہو یا نہ۔ اور اس کے برخلاف شُكْرٌ، حمد کا برعکس ہے کہ باعتبار موردِ عام ہے کہ زبان سے ہو یا اعضا سے اور باعتبار متعلق خاص ہے کہ نعمت ہی کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔

قولہ: فِیْ خَلْوَةٍ: خَلْوَةٌ، جلوت کی ضد ہے۔ خلوت سے خاص کرنے کی یہ وجہ ہے کہ اس میں ریا اور دکھانے کا احتمال نہیں ہوتا۔

خُلَاصَتُهُ یہ کہ شارح فرماتے ہیں: مجھے جو کچھ حاصل ہوا وہ پیر باتسکین حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی کا نتیجہ ہے اور اپنا کچھ بھی نہیں۔ پس جس قدر بھی ہم اپنے مرشدِ کامل کی شکر گزاری کریں گے وہ آپ کے احسانات کے مقابلہ میں نہایت کم ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ۷

مَنْ بَدَعَ تَوَدُّمِي قَرَارٌ تَوَانِمُ كَرْدِ اِحْسَانِ تُرَا شُمَارِ نَتَوَانِمُ كَرْدِ

گر برتنِ مَنْ زَبَانِ شُودِ ہر مَوْنِ یك شُكْرِ تَوَا ز ہزار نَتَوَانِمُ كَرْدِ

بہر حال تزکیہ قلب اور صفاء ذہنی کے لئے ذکرِ الہی نسخہ کیمیا اثر ہے، نواہ ذکر

مجرد ہو جیسے اللہ اللہ، یا ذکرِ نفی و اثبات ہو یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ یا اور کوئی

کلمہ ہو۔ اور کثرتِ ذکرِ مومنوں کی شان اور اعلیٰ درجہ کی صفت ہے۔



مولوی فیروز از فیروزئی تلقین او  
زود از انتاج نور ذکر فرخ فرشتہ است

مَوْلَوِي فَيُوزِ مِنْ بَرَكَاتِ اِرْشَادَاتِهِ  
بِفِيُوضِ نُوْرِ ذِكْرِ عَاجِلًا وَقَدُ وَقِرًا

ترجمہ: " مولوی فیروز آپ علیہ الرحمۃ کے ارشادات کی بدولت ذکر الہی کے انوار و برکات سے بہت جلد کامیاب و معزز ہو گئے۔ "

التَّحْقِيقُ اللُّغَوِيُّ :

مولوی فیروز: ایک جوان سال طالب تھے۔ شرح جیسی کتاب کے مطالعہ سے بہرہ ور تھے۔ فرسخ فر: مبارک حال، معزز و محترم۔ وَقِرَ۔ وَقَرَّ الشَّيْخُ سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنی تعظیم اور عزت کرنے کے آتے ہیں۔ وَقَرَّ الدَّابَّةَ: سواری کو آرام دینے کے معنی میں آتا ہے۔ وَقَرَّ لِلسَّيِّئِ: نشان بنانا۔ وَقَرَّتْنِي الْاَسْفَارُ: سفروں نے مجھے مشاق بنایا۔

خُلَاصَةُ الشُّعْرِ: جب مولوی فیروز نے حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کے مُریدوں سے آپ کے حالات مبارک سنے تو آپ بہت جلد آں جناب کے آسانہ عالیہ پر پہنچے اور کچھ وقت آں جناب کے پاس گزار کر آپ کی کرامات کا مشاہدہ کیا۔ پھر آپ سے مُرید ہونے کی درخواست کی تو مطابق دستور ہر دو جانب پیر اور مُرید نے استخارہ کیا اور اس سے دونوں حضرات مطمئن ہو گئے تو مولوی فیروز نے آپ سے بیعت کی اور طرقت کے آداب آں جناب سے اس طرح حاصل کئے کہ مختصر مدت میں اپنے ساتھیوں پر سبقت لے گئے اور تنہائی و یکسوئی میں اذکار و اُوراد میں مشغول ہو گئے اور رفتہ رفتہ اس کے انوار و آثار مشاہدہ کرنے لگے جن کا تذکرہ موصوف نے آں پیر و شفیق رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ پھر کچھ مدت



کے بعد آپ ہی کے ارشاد سے مولوی فیروز نے حرمین شریفین کے سفر کا ارادہ کیا۔  
 خلاصۃ المناقب میں لکھا ہے کہ جب سالک اپنے رہبر کامل کی شرطوں کے مطابق  
 مداومت کرے تو وہ اس ذکر کے بہت سے انوار مشاہدہ کرے گا۔ اور ابتداء میں وہ انوار  
 تجلی کی طرح نمودار ہو کر غائب ہو جائیں گے، اُن کو لوامیح کہتے ہیں۔ پھر وہ انوار  
 وقت بوقت نمودار ہوتے ہیں تو اُن کو لوامیح کہتے ہیں۔ اور آخر کار یہ انوار قرار کر کے  
 علی الدوام سالک کے ساتھ رہتے ہیں تو ان کو طوالمیح کہتے ہیں۔ ہاں! یہ ذکر اور یاد  
 خدا کرنے کی ہی شان ہے کہ ہے

از ذکر بھی نور سزاید مہ را ۛ در راہ حقیقت آورد گمراہ را  
 ہر صبح و نماز شام و در خود ساز ۛ خوش گفتن لا الہ الا اللہ را

یعنی ذکر ہی وہ دولت ہے کہ جس سے چاند کی خوبصورتی بڑھتی ہے اور ذکر ہی گمراہیوں  
 کو حقیقت کے راستے پر لاتی ہے۔ لہذا صاحب اعتقاد ہر صبح و شام ذکر الہی میں مشغول  
 ہو جاؤ اور اذکار میں تو کلمہ نفی و اثبات لا الہ الا اللہ کی نرالی شان ہے ۛ

کر دور بہرام رینہ صحبتش تا شیر زود  
 نفس نحس شوم را قتال چوں خنجر شد است  
 صحبتہ قد اشرت بہرام رینہ دفعہ  
 مثل خنجر ابادت شو و نفسہ زاجر

ترجمہ، "آں جناب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت فیض اُثر نے بہرام رینہ میں بہت جلد اس قدر اثر  
 کیا کہ اس نے خنجر کی طرح اپنے نفس کی نحسرت کو ٹوک کر ہلاک کرنے میں کامیابی حاصل کی۔"  
 التَّحْقِيقُ اللُّغَوِيُّ :-

قتال: صیغہ صفت، مبالغہ کے لئے، بہت زیادہ قتل کرنے والا۔ نحس: منحوس۔

شوم : بدبخت۔ خَنْجَرٌ : الْخَنْجَرُ وَ الْخَنْجَرُ : چھری، چھرا، کٹار (من المنجد)  
زاجراً : یہ زجر عن کذا، کوئے کی کنیت ہے۔

خَالِدٌ شَعْرٌ : خواجہ بہرام رینہ اپنے زمانے کے مشہور تاجر تھے۔ کھانے  
پینے اور عیش و عشرت میں اپنے کنبے میں مشہور تھا۔ کچھ ان کو سوادِ کتاب سے بھی  
واقفیت تھی۔ جب یہ آن جناب علیہ الرحمۃ کے آستانہ میں پہنچے اور کچھ تھوڑا سا وقت  
آپ کی صحبتِ بابرکت میں گزارا تو پیرِ کامل کی صحبت نے ان میں اس قدر اثر کیا کہ بہت  
جلد تجارت کے پیشے سے دستبردار ہو گئے۔ ہمیشہ روزہ دار رہتے تھے۔ اپنی بیوی کو  
طلاق دی اور گھر بار اپنے وارثوں کے سپرد کیا اور آن جناب کے وظائف میں مشغول ہوئے  
دائم الصوم ہونے کے باوجود ذکرِ الہی میں اتنے محو ہو گئے کہ ایک مرتبہ پندرہ دن شب  
و روز ذکرِ الہی میں برابر محو ہو گئے۔ ہاں ایادِ الہی کی یہی شان ہے۔ باورنداری تو حدیث  
اَتَيْكُمْ مِثْلِي يُطْعِمُنِي رَجِيًّا وَيَسْقِيْنِي يَادِ كَيْفِيَّةٍ۔ کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ : ”تم میں سے کون میری برابری کر سکتا ہے، مجھے اپنا پروردگار کھلاتا اور پلاتا  
ہے۔“ (مطلبِ غذائے روحانی ہے۔)

اب ہم فضیلتِ ذکر کے متعلق چند آیاتِ کریمہ اور احادیثِ مبارکہ پیش  
خدمت کرتے ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ ان آیتوں اور احادیثِ شریفہ کو مطالعہ فرما کر یادِ خدا  
کی طرف اور بھی زیادہ توجہ مبذول فرمائیں گے۔ وباللہ التوفیق۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے : وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ”ہر چیز  
سے بڑھ کر اور زیادہ بہتر یادِ الہی ہے۔“ سورہ بقرہ میں ارشاد ہے : فَأَذْكُرُكُم بِأَذْكُرِكُمْ  
”میرے بندو تم مجھے یاد کرو تو میں بھی تم کو یاد کروں گا۔“ سورہ اعراف میں آیلے ہے :-  
وَأَذْكُرُ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ  
بِالْعُدُوِّ وَالْأَمْصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ۔ ”صبح و شام کے اوقات

میں اپنے پروردگار رحمان کو عاجزی سے اور اس سے ڈرتے ہوئے حد اعتدال سے  
 چنچ و پکاس کے بغیر خوب یاد کرو اور غافلوں میں سے نہ بنو۔ اور عوام کی غفلت اور ان کی  
 تعلیم کی خاطر درمیانی درجہ کی آواز سے ذکر الہی کرنا بھی درست ہے بلکہ اس پاک مقصد  
 کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ جیسا کہ ہمارے زمانہ میں لوگوں کے دلوں پر غفلت اور بے علمی  
 غالب آگئی ہے۔ البتہ رفع صوت میں افراط اور حد اعتدال سے تجاوز نہ کرنا چاہیے۔ اور  
 سورہ جمعہ میں فرمایا: **وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تَفْلِحُوْنَ** "کثرت سے  
 خدا تعالیٰ کی یاد کرو اور امید رکھو کامیاب ہونے کی" یعنی کامیابی کا دار و مدار یاد خدا  
 کی کثرت پر ہے۔ اور سورہ الاحزاب میں آیا ہے: **اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ  
 وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ  
 وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ  
 وَالْمُتَّصِدِقِيْنَ وَالْمُتَّصِدِقٰتِ وَالصّٰمِيْنَ وَالصّٰمِيٰتِ  
 وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَ  
 الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا**۔

ترجمہ۔ بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں  
 اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں  
 اور صابر مرد اور صابر عورتیں اور اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے  
 والی عورتیں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزہ رکھنے والے مرد  
 اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنے شرمگاہوں کو حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت  
 کرنے والی عورتیں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور بہت یاد کرنے والی عورتیں۔ ان  
 سب کے لئے اللہ وحدہ لا شریکین نے بہت بخشش، مغفرت اور بڑا ثواب تیار کیا ہے۔

## احادیث شریفہ کی روشنی میں فضیلتِ ذکر:

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تُکثروا الکلامَ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰهِ فَإِنَّ کَثْرَةَ الکَلَامِ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَإِنَّ أْبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِیُ۔ رواہ الترمذی وقال حدیثٌ حَسَنٌ۔

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یادِ خدا کے بغیر زیادہ کلام نہ کیا کرو کیونکہ یادِ خدا کے بغیر زیادہ باتیں کرنے سے دل میں قساوت اور سختی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور سب سے زیادہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے دور ہیں جن کے دل سخت اور رقتِ قلب سے خالی ہوں۔ اس حدیث شریفہ کی روایت حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔ اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

اس حدیث مبارک سے ذکر اور یادِ الہی کی فضیلت اچھی طرح عیاں ہوتی ہے مگر افسوس ہے کہ پھر بھی کچھ لوگ مسلمانوں کو یادِ خدا سے دُور رکھتے ہیں۔ مگر شاباش اور مَرَجَب ہے ان مسلمانوں کے لئے جو صبح و شام نمازوں کے بعد مسنون اذکار و اوراد اور اَوْرَادِ فَتْحِیَّہ میں مشغول رہتے ہیں۔

## اجتماعی طریقہ پر یادِ خدا کرنے کی فضیلت

عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یقعد قومٌ یذکرون اللہ الا حفنہم الملائکۃ وغشیتہم الرحمۃ ونزلت علیہم السکینۃ و ذکرہم اللہ فیمن عندہ۔ (ریاض الصالحین للامام النووی الشافعی)

ترجمہ: "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی جماعت (کسی جگہ) یادِ خدا کرنے کے لئے نہیں بیٹھتی مگر

فرشتے اس جماعت کو گھیرتے ہیں اور رحمتِ خداوندی اس کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس پر قرار و الطمینان نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کا تذکرہ اُن کے پاس کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔ یہ یادِ خدا اور ذکرِ الہی کی فضیلت ہے۔ دوسری طرف ہماری غفلت اور کبر و غرور! پناہ بخدا!!

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنَّ أَقْعَدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللَّهَ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتِقَ أَرْبَعَةَ مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيلَ وَلَأَنَّ أَقْعَدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللَّهَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغْرِبَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتِقَ أَرْبَعَةَ. (رواهُ أَبُو دَاوُدَ)

ترجمہ: "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ میرا ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنا جو فجر نماز پڑھ کر طلوع آفتاب ہونے تک ذکرِ الہی میں مشغول ہوں وہ مجھے زیادہ پسند اور محبوب ہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے چار فرزند آزاد کرنے سے، اسی طرح مجھے زیادہ محبوب ہے اُن لوگوں کے ساتھ بیٹھنا جو عصر نماز پڑھ کر غروب آفتاب تک ذکرِ الہی میں مشغول ہوں۔ بمقابلہ اس امر کے کہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی چار اولاد کو آزاد کروں۔" ابو داؤد نے اس حدیث کی روایت کی۔

خُلاصَةً تَبَصَّرُوهُ۔

من بے تودمی قرار نتوانم کرد	احسان ترا شمار نتوانم کرد
گر برتن من زبان شود ہر مونی	یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد
از ذکرِ ہی نور فزاید مہ را	در راہِ حقیقت آورد گمراہ را
ہر صبح و نمازِ شام وردِ خود ساز	خوش گفتن لا الہ الا اللہ را



۶۶۔ ایک نظر برخواجہ عثمان قول از لطفش فتاد  
 حاصل اوزود کشف حال ہر مقبرت شد است  
 نَظْرَةً أَلْفَى عَلَى عُثْمَانَ قَوْلٍ رَأْفَةٍ  
 فِيهَا أَضْحَى بِأَحْوَالِ الْقُبُورِ مُخْبِرًا

ترجمہ: "آں جناب علیہ الرحمہ کی لطف و کرم کی نظر عثمان قول پر جب پڑی تو وہ فوراً  
 قبرستانوں کے مردوں کے برزخی احوال کی خبریں دینے لگے۔"

التحقیق اللغوی:

قوله نَظْرَةً، یہ أَلْفَى کا مفعول بہ مقدم ہے۔ اور رَأْفَةٍ مفعول لہ ہے۔

قوله مُخْبِرًا، یہ أَضْحَى کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

۶۷۔ آل مصدّر زاوہ خطاط مولینا حسین

یک نظر دیدہ ز لطفش مسّ اوچوں زر شد است

مَكْذًا الْخَطَّاطُ مَوْلَانَا حُسَيْنُ بْنُ الْحَدَّادِ  
 إِذْ بَلَطْفِهِ نَحَّاسُهُ صَارَ ذَهَبًا أَحْمَرَ

ترجمہ: "آں پر حقیقت تنویر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وقت کے رئیس زاوہ خوش نویس  
 مولینا حسین بن الحداد پر لطف و کرم کی ایسی نظر ڈالی کہ ان کا تانبا سونا بن گیا۔ یعنی  
 وہ درجہ کمال تک پہنچے۔"

التحقیق اللغوی:-

قوله نَحَّاسُهُ: التَّحَّاسُ، تانبا، آگ، دھواں، طبیعت چنگاریاں

جو لوہے کو کوٹتے وقت اڑتی ہیں، یہاں نَحَّاسُهُ کی ضمیر مولینا حسین کی طرف لوتی

ہے اور اس ضمیر کو محض ضرورتِ شعریہ کی وجہ سے ساکن کیا گیا ہے۔ کہا لایحقوا عندہم۔ اور نَحْصُ نَحَّاسَةٌ، نَحْوَسَةٌ، مَحْوَسٌ ہونا، نامبارک ہونا۔ بدقسمت ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

۶۸۔ نیز اَزْوَةُ مَفْعُزَاتِ السَّادَاتِ سَيِّدِ شَمْسِ مِيرِ  
پَرْتُوے نُوْرِ وِلايَتِ شَمْسِ وَاِراظْمِرِ شُدْاَسْتِ

هُكَذَا السَّيِّدُ شَمْسٍ مِيرٍ فخر ساداتِ ساداتِ اِتَّخَذَ  
مِنْهُ اَنْوَارَ الْوِلايَةِ فَكَشَمِيسَ اَزْهَرًا

ترجمہ: "اسی طرح فخر ساداتِ شمس میر صاحب پر جب آں جناب رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کا عکس اور پرتو پڑا تو وہ انوار و برکات میں آفتابِ عالمات کی طرح چمکنے لگے۔"

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ :-

قَوْلُهُ اِتَّخَذَ، فعل ماضی، ذ کو ضرورتِ شعری کی وجہ سے ساکن بنایا گیا۔  
قَوْلُهُ اَزْهَرًا، یہ اَزْهَرَ النَّبَاتُ سے ہے، پودے کا شگوفہ نکلنا۔  
الْاَزْهَرُ، صاف، روشن رنگ والا۔ زَهْرَةُ الدُّنْيَا، دُنْيَا کی زینت۔

شَيْخُ سُلْطَانِ پُورِ اَلْ سَيِّدِ مُحَمَّدِ زَاهِلِ كَشْفِ  
رِفْعَتِ وَقَدْرِشِ چُو وِيْدِهٖ لَيْسَ ثَمَّا كَسْتَرِ شُدْاَسْتِ

شَيْخُ سُلْطَانِ بْنِ سَيِّدِ مُحَمَّدٍ مِنْ اَهْلِ كَشْفِ  
شَاتِهٖ لَمَّا رَأَى اَضْحَى بِقَلْبِ شَاكِرٍ

ترجمہ: "اسی طرح شیخ سید محمد سلطان پوری نے جب حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کا فضل و کمال دیکھا تو سچے دل سے آپ کی تعریف و تلامحی میں سرگرم ہو گیا۔"

التَّحْقِيقُ اللُّغَوِيُّ :-

قوله سيد محمد: عربی ترجمہ میں مُحَمَّدٌ مُخْتَفٍ پڑھیں۔ یعنی ایک مہم سے۔ اگر آپ کو اس میں اشتباہ ہو تو علم العروض کی کتابوں کا مطالعہ فرمائیے تو ان شاء اللہ تعالیٰ سائے شکوک دور ہوں گے۔

قوله الشَّانُ: قال في المنجد: الشَّانُ ج "شُونَ، شَانٌ، شَيْنٌ، شَيْنٌ: بڑے بڑے امور و احوال، معاملہ، حالت۔ مِنْ شَأْنِهِ كَذَا: ایسا کرنا اس کی فطرت و طبیعت سے ہے۔

کردہ نہ اتباع او تاثیر ارشادش ظہور  
پس ولایت بوون متعدی شہر شاد است

بِاتِّبَاعِهِ لِأَضْحَى مُخْلِصُهُ كَمَلًا  
فَلَجْرِيَانُ الْوَلَايَةِ مِنْهُمْ تَدَاكُثْرًا

ترجمہ: "آں پیر و شفیق علیہ الرحمۃ کی پیروی کرنے سے آپ کے مخلص مرید بھی ولایت کے کمال تک پہنچ گئے ہیں۔ اس لئے آں جناب کی ولایت کا متعدی ہونا اور دوسروں کو درجہ کمال تک پہنچانا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔"

التَّحْقِيقُ اللُّغَوِيُّ :-

قوله كَمَلًا: کامل کی جمع۔ جیسے رُكْعٌ، رَاكِعٌ کی جمع۔  
ان پانچ ابیات شریفہ کا خلاصہ :-

گذشتہ پانچ ابیات شریفہ (۶۶-تا-۷۰) کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ناظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر کامل حضرت محبوب العالم قدس سرہ کی کرامات و کمالات عالیہ بیان کر کے وضاحت فرماتے ہیں کہ: آں جناب کا فیض انتساب گاہے گاہے اپنی نظر

فیضِ کرم سے غافلوں اور تقویٰ سے دُور بندگانِ خدا کو راہِ ہدایت پر لاتے تھے۔ راہِ ہدایت پر ہی نہیں بلکہ ان کو ولایت کے درجہ کمال تک پہنچاتے تھے، جیسے خواجہ عثمان علی قول جو بڑے تاجر تھے لیکن تقویٰ اور طہارت سے بے بہرہ بلکہ نماز پنج گانہ کے بھی پابند نہیں تھے۔ مگر مقبولِ ازلی ہونے کی وجہ سے ایک دن خود اپنی عمرِ عزیز بڑے پر غور کیا اور اپنے انجام و عاقبت پر اتنے روئے کہ بے ہوش ہو گئے۔ بے ہوشی کی حالت میں ہی حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کو تنبیہ کرتے اور یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ "اے عثمان علی قول! اگر تم اس غفلت سے باز نہ آئے تو اور زیادہ عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ لہذا فوراً توبہ کر کے میرے پاس حاضر ہو جاؤ۔" جوں ہی ہوش میں آئے اور خواب یاد آیا تو فوراً اُن جناب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے بھی خواجہ صاحب کی طرف نظرِ رحمت و شفقت سے دیکھا، چنانچہ اس حقیقی نظر سے خواجہ صاحب رفتہ رفتہ ولایت کے بلند مرتبہ پر پہنچے، آپ کا شمار اہل کشف میں سے ہونے لگا اور مقبروں کے مردوں کا حال ان پر عیان ہوتا تھا۔ آخر میں حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً و تعظیماً کی زیارت سے بھی بہرہ ور ہوئے۔

اسی طرح شیخ شمس الدین اندرابی رحمۃ اللہ بڑے بزرگ زمان تھے، جب آپ نے حضرت مخدوم شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات مشاہدہ کئے تو آنجناب کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہوئے جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ آفتابِ عالمات کی طرح نور افشانی کرنے لگے۔ یہی حال سلطان پور کے شیخ سید اور مولانا حسین خطاط کا ہے کہ حضرت پیر روشن ضمیرؒ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان اور شکر گزار ہوتے تھے۔

ہاں! یہ بات یاد رکھئے کہ کچھ مشائخ و اولیاء خود تو صاحبِ کرامات و فضائل ہوتے ہیں مگر اپنے مُریدوں کو ایسی صلاحیت بخشنے میں عاجز ہوتے ہیں یعنی ان کی ولایت ان کی ذات تک محدود ہوتی ہے اور آگے بڑھنے سے قاصر جبکہ بعض اولیاء اللہ کی ولایت

متعدی ہوتی ہے یعنی وہ اپنے مریدوں کو بھی ولایت اور کرامات کے درجہ تک پہنچاتے ہیں جیسے کہ ہمارے مخدوم محبوب العالم حضرت شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت متعدی ہے۔ اور بہت سے حضرات آپ سے مستفیض ہو کر درجہ ولایت و کرامت تک پہنچ گئے۔ یہ یاد ہے کہ سلوک میں شیخ کی متابعت لازمی ہے۔ کیا قیل۔ شعر

بمئی سجادہ رنگین کُن گرت پیرمغاں گوید ۛ کہ سالک بے خبر بود راہ و رسم و منزل را

کار شد عکس و ادب برخواست زان وعظ و پند  
پیرہ بین از مرید کور دل مزجرت شد است

صَادِرَ اَمْرِ النَّاسِ مَعْكُوسًا بِتَفْوِئَةِ الْاَدَبِ  
وَتَرَى الشَّيْخَ بِوَعْظِهِ عَنْهُمْ قَدْ زَجَرَ

ترجمہ: "جب لوگوں کا اصل مقصد معکوس ہو گیا اور اس نے پلٹا کھایا اور اخلاق و ادب کو رخصت کیا گیا تو دل کے ایسے اندھوں سے وعظ و پند کے باوجود پیر حق آگاہ تنگ اور عاجز ہو جاتا ہے۔"

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ: قَوْلُهُ مُزَجَّرٌ: زَجَرَ سَعَى جَسَّ جَسَّجًا مَعْنَى رَوَّكُنِي أَوْ تَوَبَّحْ كَرْنِي كَمَا آتَى هُنَا. يَهَا عَلَى مُزَجَّرٍ سَعَى حَضْرَتِ مَاتِنُّ نِي وَوَاوُ كُو ضَرُورَتِ شَعْرِي كِي وَجَبَ سَعَى حَذْفِ كِي هِيَ. هَمَّ نِي عَرَبِي مِي اِسْمِ بَابِ تَفْعِيلٍ سَعَى لِي هِيَ جَو فِعْلٍ ماضِي مَجْهُولٌ هِيَ، جَسَّ كِي مَعْنَى ذَانِئِنِّي، رَوَّكُنِي، چَلَا كَرِهِنَا لِي نِي كَمَا آتَى هُنَا. زَجَّارٌ، بَهِتٌ ذَانِئِنِّي وَاللَّاءُ. أَبُو زَايِرٍ: كَوَّعِي كِي كُنِيَتٌ هِيَ. اَلْمَزَجَّرُ: ذَانِئِنِّي كِي جَبَرٌ. زَجَرَ: وَهَذَا نَاكِيًا.

قَوْلُهُ عَكْسٌ: بَاتٌ كُو اَلْطَّ دِيْنَا، آخِرٌ كُو اَوَّلٌ كَر دِيْنَا. يَهَا مُرَادُ حَالَاتِ كِي دُكْرُ كُونِ بُونِي سَعَى هِيَ. قَوْلُهُ: اَدَبٌ بَر خَوَاسْتٌ: يَعْنِي لُو كُو لِي نِي اَدَابٌ وَ اَخْلَاقٌ اَوْر



مشائخ کا احترام چھوڑ کر اپنی قدرتی صلاحیتیں کھوئی ہیں۔ اس کا ترجمہ ہم نے تعریب میں تَفْوِیْتُ الْأَدَبِ (علم و ادب ضایع کرنا) سے کیا ہے۔

خُلَاصَةُ شَعْرِ یہ ہے کہ زمانہ بدل گیا، دین اور معرفت سے غفلت برتی جاتی ہے، واعظوں کا وعظ بے اثر رہ گیا ہے، اس لئے ایک صاحب بصیرت مُرشد کو بے بصیرت مُرید کے لئے توبیخ کی جاتی ہے۔ شعر ہے

زَمِينِ شَوْرِهٖ سُنْبُلِ بَرْنِيَارِدٍ ۝ دَرُو تَحْسَمِ عَمَلِ ضَدِيْعِ مَكْرُوْدَا

بہرِ دِلِ پیرِ مُحَقِّقِ چوں طَبِیبِ حَاذِقِ اسْتِ  
کَشِ بَہرِ عِلَّتِ مُجْرَبِ دَارُوئی دِیْگَرِ شُدَارْتِ

شَيْخٌ حَقٌّ لِّلْقُلُوْبِ كَالطَّبِيبِ الْحَاذِقِ  
وَلِكُلِّ سَقَمٍ قَلْبٌ كَالدَّوَاءِ قُدْرًا

ترجمہ: ”پیرِ حَقِّ شَا س مُریدوں کی روحانی بیماریوں کے لئے اس طبیبِ حاذِق کی طرح ہے جو دِل کی بیماریوں کے لئے آزمودہ کار اور تجربہ کار ہوتا ہے۔“

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:

قَوْلُهُ حَاذِقٌ: وہ جو اپنے کام میں اُستاد اور ماہر ہو۔ قَوْلُهُ قُدْرًا: یہ قُدْرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْأَمْرُ وَقُدْرَتُهُ الْأَمْرُ کا فعلِ ماضی مجہول ہے۔ کسی چیز کا فیصلہ کرنا یا اس کا حکم عائد کرنا۔ اور قُدْرَ الرَّجُلِ کے معنی کام کی درستی میں تدبیر کرنا۔ تقدیر اندازہ الہی کو بھی کہتے ہیں۔ علماءِ نحو کے نزدیک تقدیری عبارت سے یہ مراد ہوتا ہے کہ عبارت میں لفظ محذوف ہو مگر نیت میں مراد ہو۔ باقی الفاظ کا معنی ظاہر ہے۔

خُلَاصَةُ شَعْرِ یہ ہے کہ پیرِ مُحَقِّقِ حَکِیْمِ حَاذِقِ کی طرح ہونا چاہیے کہ جس طرح ظاہری طبیب پہلے بیمار کی بیماری کی تشخیص کرتا ہے اور پھر بیماری کا علاج کرنے میں

کامیاب ہو جاتا ہے، اسی طرح پیرِ کامل بھی اپنے مُرید کی نفسانی بیماریوں سے واقف اور ماہر ہونا چاہیے۔ تب ہی وہ اپنے مُرید کا نفسانی علاج کرنے میں کامیاب ہوگا۔ اگر وہ مرض کی تشخیص نہ کر سکا تو جاہل طبیب کی طرح وہ بھی خطرناک بن سکتا ہے۔ غرض یہ کہ ظاہری بیماری کا علاج کرنا باطنی بیماری کے علاج کے مقابلہ میں نہایت سہل اور آسان ہے۔

اسی لئے کہا گیا ہے شعر

تن اگر بیمار شد بر سرِ مہارِ یدمِ طبیب  
ای طبیب آں کارِ تن سہلست فجرِ دل کُنید

لہذا شیخ و رہبر کو سوچ سمجھ کر تلاش کرنا چاہیے۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو خود دینی علوم و معارف سے بہرہ ور ہونے کی وجہ سے پیر و رہبر کی طرف محتاج نہیں ہیں تو ان کو مختصر لفظوں میں یہ جواب دینا چاہیے کہ ڈاکٹر خود کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو، اپنی بیماری کے وقت دوسرے لائق و فاضل ڈاکٹر کا محتاج ہوتا ہے۔ اور نفسانی خطرات وہ بیماری ہے جس کے علاج کے لئے رہبرِ کامل کا ہونا ضروری ہے ورنہ وہ شیطان کے پھندے میں گرفتار ہوگا۔ اور یہ مثال اس عالم پر صادق آئے گی۔ شعر ہے

عالمِ خفتہ است تو خفتہ • خفتہ را خفتہ کے کُنید بیدار

طِفْلِ رَاہِ آمِدِ مُقَلِّدِ کَمِ رَسَدِ یَارِی اَز و  
دِر نہرِ مِیْتِ اَفْتَدَاں لَشکَرِ کَرِ طِفْلِش سَرِ شَد اَسْت

اِنَّ شَيْخًا غَيْرَ كَامِلٍ كَطِفْلِ قَاصِرٍ  
وَالْهَزِيمَةُ لِجُنُودِ طِفْلِهَا قَدِ صُدِّرَا

ترجمہ: "سلوک اور تزکیہ باطن میں بغیر محقق رہبر اپنے مُرید کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ وہ اس راہ میں سچے کی طرح عاجز ہے۔ اور یاد رکھو کہ جس لشکر کا سردار اور سرخسلی بچہ

ہو تو اس لشکر کی شکست یقینی ہوگی۔“

التحقیق اللغوی :-

قوله صُدِّرَا : یہ تصدیق سے نکلا ہے۔ کہتے ہیں صَدَّرَهُ واپس کرنا، آگے بڑھا کر صدرِ مجلس بنانا۔ صَدَّرَ الْكِتَابَ بِكَذَا : کتاب میں دیباچہ لگانا۔ الصُّدْرُ الْأَعْظَمُ : وزیرِ اعظم۔ صدر کی جمع صدور آتی ہے۔ بناتُ الصُّدُورُ : افکار و خیالات۔ (من المنجد)

خلاصہ شعر یہ ہے کہ غیر محقق پیرور ہیرا ہر لوک میں بچہ کی طرح ناکام اور عاجز ہے۔ اگر بچہ کسی لشکر کا سردار یا کمانڈر بنا یا جئے تو اس لشکر کے لئے شکست لازمی اور یقینی ہے۔ اس لئے ہیرا کا طریقیت کے آداب سے اور اس کے اصول سے واقف ہونا ضروری ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو عموماً چالیس سال کی عمر سے پہلے اعلانِ نبوت کے لئے مکلف نہیں فرمایا۔

راہ بنمایند اصل حق برہ جوئی بصدق  
کردن اعلام مریدان پیش شاں منکر شاد است

أَهْلُ حَقِّ يُرْشِدُونَ الطَّالِبِينَ جَوْدَةً  
وَأَفْتَحَارًا بِالْمُرِيدِينَ قَدَرًا وَهُ مُنْكَرًا

ترجمہ : ”پیرانِ حق پرست دل کھول کر اور پوری مہارت سے اپنے سچے مریدوں کی رہبری فرماتے ہیں۔ البتہ اپنے مریدوں کا فخر اعلان کرنا ان کے ہاں نہایت ناپسند ہے کیونکہ اس میں ریا کی آرائش کا خطرہ رہتا ہے۔“

التحقیق اللغوی :- قوله جَوْدَةً : جَادَ جَوْدَةً وَجَوْدَةً : عمدہ ہونا، اچھا بنانا۔ قوله مُنْكَرًا : باب تفعیل کا اسم مفعول ہے : انکار کرنا۔

قَوْلُهُ رَأَوْهُ : تَهْ ضَمِيرٌ رَأَوْا ، مَفْعُولٌ أَوَّلٌ ، رَاجِعٌ بِجَانِبِ اِفْتِخَارًا - اَوْرُ مَسْكَرًا  
مَفْعُولٌ دَوِّمٌ هِيَ .

خُلَاصَةُ شَعْرٍ : اِبْلِ حَقِّ رَاہِنَا اَوْر رَاہِ حَقِّ دِکھانے میں پیش پیش ہوتے ہیں اور  
اس میں کسی قسم کی سُستی نہیں کرتے بلکہ اس کو اپنے لئے باعثِ سعادت جانتے ہیں اور  
مُریدوں کی کثرت پر فخر و تعلیٰ کرنے کو وہ نہایت ہی ناپسند کرتے ہیں۔ یہ وہ آفت ہے  
جو عصرِ حاضر کے پیرانِ ہوا پرست کی خاصیت بن گئی ہے۔

اِبْلِ حَقِّ اَنْدَرِ حَقِّ بَیْرِ مُقَلِّدٍ كُفْتِ اَنْدِ  
گَمْرَه وَ مُمْ كُنْ چُو دَجَالِ بَدَا اَعْوَرِ شُدَا اَسْتِ

قَالَ اَهْلُ الْحَقِّ فِي شَيْخٍ مُقَلِّدٍ لِغَيْرِ  
اِنَّهُ ضَالٌّ مُضِلٌّ كَمَسِيحٍ اَعْوَرَا

ترجمہ : اہل حق نے غیر محقق مرشد کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ خود بھی گمراہ ہے  
اور دوسروں کے لئے گمانے بد بخت و دجال کی طرح گمراہی کا باعث بن جاتا ہے۔  
التَّحْقِيقُ اللُّغَوِيُّ : قَوْلُهُ اَعْوَرٌ : يَهْ عَوْرٌ يَعْوَرُ عَوْرًا  
سَبِيغَةُ صِفَتٍ هِيَ ، كَمَا يَهْوَنُ . مَذْكَرٌ كَسَمِ اَعْوَرٌ اَوْرُ مَوْثٌ كَسَمِ عَوْرَاءُ بَوْلَةٌ  
يَهْ . عَوْرَاءُ كِي جَمْعُ عَوْرٍ اَوْرُ عَوْرَاتٌ بَا آتِي هِيَ .

اَعْوَرٌ مَسِيحٌ دَجَالٌ كِي صِفَتٌ هِيَ جَمْعٌ كَسَمِ بَا هِيَ اَحَادِيثُ شَرِيفِيَّةٌ مِي اِيَا هِيَ كِي  
وہ نروان عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں نمودار ہوگا اور ہزاروں بندگانِ خدا کو گمراہ کریگا  
پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کریں گے۔ وہ نہایت ظلمہ باز ہوگا، حقیقت سے  
نا آشنا اور معرفت سے کوسوں دور ہوگا۔

قَوْلُهُ مَسِيحٌ : تَهْ اِيَا هِيَ بَهْتٌ بِبَا حَتِّ كَرْنِ وَا لَ ، خَوْبٌ صَوْرَتٌ يَهْ

حضرت علیؑ علیہ السلام کا لقب ہے۔ اس کی جمع مسحاء آتی ہے۔ اور مسیح جھوٹے کو بھی کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ لفظ افساد میں سے ہے۔

خلاصہ شعر: جو پیرِ نبیؐ حقیقت سے نا آشنا ہے اور صرف ناپاک خواہشات حاصل کرنے کے لئے دوسروں کی رہبری کرنے لگتا ہے وہ درحقیقت رہبر نہیں بلکہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہی میں ڈالنے والا ہے۔ اس کے برخلاف پیرِ محقق وہ ہے جس نے بزرگوں سے تربیت پائی ہو اور طریقت میں تحقیق کر چکا ہو اور خود بھی پابندِ شرع ہو اور دوسروں کو بھی اولاً شریعت کی پابندی کی تاکید کرتا ہو، وہی دوسروں کی رہبری کا حق رکھتا ہے۔

شرح علیہ الرحمۃ نے اس شعر کی شرح میں آیت الذین یصدون عن سبیل اللہ ویقونہا عیباً وہم بالآخرۃ ہم کافرون سے استدلال کیا ہے۔ واقعات زمانہ لہذا میں ایسے نقالوں کی کثرت ہے جو خود بھی نماز، روزہ سے دور ہیں اور دوسروں کو بھی راہِ حق سے گمراہ کرتے ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ :

شیخ کو اذان شفاعت از خدا حاصل نہ کرو  
گر مریدان را وہ بد دوست از ہوا منتر شد است  
اِنَّ شَيْخًا لَّمْ يَنْلِ اِذَانَ الشَّفَاعَةِ مِنَ الْاَلٰهِ  
اِنْ يَمْدُ يَدَهُ لِلْمُرِيْدِيْنَ غُرًا

ترجمہ: جس پر نے خدا تعالیٰ سے اپنے مریدوں کے لئے شفاعت کی اجازت حاصل کئے بغیر بیعت کے لئے اپنے ہاتھ پھیلائے وہ پیرِ حواری میں پڑ گیا ہے۔  
التحقیق اللغوی: قوله يمد، مذن، هدا، الشهي و



بِالشَّيْءِ : پھیلانا، کھینچنا، دراز کرنا۔ مَدَّ اللهُ عُمُرَهُ : خدا تعالیٰ اسکی عمر دراز کرے۔  
 قَوْلُهُ نُغْمَسًا : یہ غرور سے ہے جس کے معنی دھوکہ دینے کے ہیں۔ اسی سے قرآن کریم  
 میں مَا عَزَلَكَ رَبِّكَ الْكَرِيمِ آیا ہے۔ کہ تم کو اپنے مہربان خداوند تعالیٰ جلت شانہ سے  
 کس چیز نے دھوکہ میں ڈالا ہے۔ یہاں ضرورت شعری کی بنا پر باب تفعیل سے لیا گیا ہے۔  
 جیسا کہ حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے باب افتعال سے لیا ہے۔ وَالْمَالُ وَاحِدٌ ۞

معتكف ورخالقہ بودہ قریب بہت سال  
 مِعْسِرِ الْعِشْرِينَ بَعِثْ قُرْبَ حَقِّ عَشْرَ شَدَاةِ  
 فِي رِبَاطٍ اَعْتَكَفَ عَشْرِينَ سَنَاتٍ زُهَاءِ  
 مُعْسِرًا فِيهَا وَلَكِنْ قُرْبَ حَقِّ كَيْسَرًا

ترجمہ: "حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ مخدوم رحمۃ اللہ علیہ نے پورے تسلسل کے ساتھ خانقاہ  
 ملک شمسی چک میں تقریباً بیس برس تک اعتکاف فرمایا۔ سرچند کہ اس غیر معمولی زمانہ اعتکاف  
 کو آپ نے نہایت دستگیرگی میں گزارا ہے، مگر قرب الہی کی بدولت آپ معنوی اور قلبی اعتبار سے  
 بہت خوش حال تھے۔"

التحقيق اللغوي : قوله : خانقہ، اس کا مُرَب خانقاہ ہے۔ وہ جگہ  
 جو صرف عابدوں، زاہدوں اور یاد خدا کرنے والوں کے لئے بنائی جائے۔  
 حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کے مطابق اس کو عربی میں رِبَاط  
 کہتے ہیں۔ اسی تحقیق کی بنا پر میں نے خانقہ کا ترجمہ رِبَاط سے کیا ہے۔ اور لفظ رِبَاط  
 جو قرآن کریم اور حدیث شریفہ میں کسرہ (ر) کے ساتھ آیا ہے۔ اس میں اور سَبَاط  
 بفتح (ر) کے میں معنوی مناسبت ظاہر ہے۔

قوله: معتكف، یہ عكفہ (ن) عكفاً عن الامر: منع کرنا۔ علی الامر کسی چیز سے روکے رکھنا۔ عكف القوم حولہ وبعہ، گرداگرد چکر لگانا۔ اعتكف فی المكان: کسی جگہ بند رہنا۔ العاكف: مقیم، جمع عاكفون، عكف، عكوف، اتی ہے۔ قرآن کریم میں کئی مقامات میں عاكف مذکور ہے جیسا کہ سورہ حج میں آیہ سَوَاءٌ لِّلْعَاكِفِ فِيهِ وَالْبَادِ کہ اس میں سب برابر ہیں، اس میں رہنے والا بھی اور باہر سے آنے والا بھی۔ اور سورہ بقرہ میں آیہ، وَعَهْدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهِّرَ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ہم نے حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل (علیہم السلام) کی طرف حکم بھیجا کہ میرے گھر کو خوب پاک رکھا کرو، بیرونی لوگوں اور مقامی لوگوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے۔ غرض اسی عكوف سے اعتكاف مستعمل ہے۔ اس مقام پر اعتكف کا فاء کلمہ ضرورتِ شرعیہ کی وجہ سے ساکن رکھا گیا اور شریعت میں اعتكاف کے یہ معنی ہیں کہ روزہ اور نیت کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنا۔

حضرت ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اعتكاف کا خلاصہ یہ ہے کہ اعتكاف کر نیوالا اپنی سانسوں کو ماسوی اللہ کے دور رکھ کر اپنے بدن کے اعضاء کو حرام اور بے کاموں سے باز رکھے۔

خلاصہً شرعیہ ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ نے خانقاہوں کی فضیلت قرآن و حدیث سے اچھی طرح ثابت کی ہے۔ تفصیل شرح میں مذکور ہے۔ ہاں اس جگہ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ علماء اور عرفاء دین کا خانقاہوں کی تعمیر سے نیو کاروں اور نفس آمارہ سے جہاد کرنے والوں کی ایک جماعت تیار کرنا مقصود تھا۔ تو کون بے ایمان انہی افادیت سے اتکار کر سکتا ہے؟ مگر ہائے زمانے کی خانقاہیں اس مقصد سے خالی ہیں اور اب عوام مسلمین کو ٹھکانے کے مرکز بنے ہوئے ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہم پھر ان

خائف ہوں کہ اذکار و اوراد، درس قرآن و حدیث اور مجاہدہ اور تصوف کے روز و اسرار سے  
عوام مسلمین کے مردہ دلوں کو پھر تازگی بخشیں اور اس شعر کو مقصد زندگی بنائیں۔ ع

ازاں محرابِ ابرو دل مگر داں

اگر در مسجدی گر در خرابات

ایں زماں بر وحدت و تفویضِ راضی بر قضا

ہمنشین با نیک و بد از ہمہ مخبر شد است

أَفْنَاءِ فِي الْوَحْدَةِ بِاللَّهِ سَابَّارًا ضِيًّا

وَجَلِيًّا سَاعِدًا وَ شَقِيًّا مُخْبِرًا

ترجمہ: آنجناب تقدس مآب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت بھی خلوت گزین اور اپنے تمام معاملات کو  
اللہ تعالیٰ کے سپرد کر رکھا ہے اور فیصلہ الہی پر راضی رہ کر ظاہری طور نیک و بد کے ہمنشین  
ہیں۔ اور طرفہ بیہے کہ ان سب کے حالات سے آگاہ اور واقف ہیں۔

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ، وَحَدَّثَ، كَثْرَتِ كِي ضِدِّهِ، يِهَاں پَر غَالِبًا آل پَر حِقَاقُوتِ

تنویر کا وحدت الوجود میں مستغرق ہونا مراد ہے جس پر بعد کا لفظ تفویض اور رضا بر قضا

ہونا قرینہ ہے۔ اور متحد کامل کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ وحدۃ الوجود کے دریای عمیق

میں غواصی کرتے ہوئے راضی بحکم الہی ہو جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ حضرات صوفیہ کے اس

رازِ پنهانی کو بہت کم لوگ سمجھتے ہیں۔ وَاللَّهِ الْمُسْتَكِي۔

بِاللَّهِ سَابَّارًا ضِيًّا فِي تَقْدِيمِ وَتَاخِيرِهِ۔ اصل میں سَابَّارًا ضِيًّا بِاللَّهِ سَابَّارًا

تھا۔ مصرعہ دوم میں جَلِيًّا کا اِفْنَاءٌ پر عطف ہے نیک و بد کی ہمنشینی اختیار

کرتے ہیں بہت سی حکمتیں ہیں، ایک یہ کہ اس سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

جیسا کہ آئے والے شعر سے یہ توجیہ آشکارا ہوتی ہے۔ اور پھر آدمی اس قسم کے طریقہ سے لوگوں کی تعریف سے بچنا چاہتا ہے یا لوگوں کے احوال پر اطلاع پا کر عوام الناس کو نیک لوگوں کی طرف دعوت دینا ہے اور بُرے لوگوں کی صحبت سے دور رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اِنْدَا مُجْبِرٌ بِصِیغَةِ اِسْمِ فَاعِلٍ وَاِسْمِ مَفْعُولٍ دونوں ہو سکتا ہے۔ فَا فہم۔

خلاصہ شعر: شارح فرماتے ہیں گو اس وقت آپ بظاہر متکلف نہیں ہیں لیکن معنوی لحاظ سے آنحضرتؐ اس وقت بھی متکلف ہیں اور کثرت میں رہ کر وحدت کے مشابہ میں رہتے ہیں اور تمام امور اور معاملات اپنے خدا کی طرف تفویض کئے ہیں۔

جو نمانگندم فروش و مر ملامت مشتری  
در لباس اغنیاء بر فقر خود استر شد است  
خَيْرٌ مَّحْضٍ سِرٌّ اِمَّا الْمَلَامَةُ مُشْتَرِي  
فِي لِبَاسِ الْاَغْنِيَاءِ وَالْفُقُوْرَ سَادِرًا

ترجمہ: آل پیر و شضمیر رحمہ اللہ مصالحت اور کسر نفسی کے طور پر اپنے تئیں کو جو کے دانے کے برابر پیش فرماتے ہیں اور حقیقت میں اپنے مزیدوں اور طابین حق کو اپنے بے مثال فیوض و برکات سے بہرہ ور فرماتے ہیں اور مالداروں کے لباس میں رہ کر اپنے فقیر حقیقی کو چھپائے ہوئے ہیں۔“

التحقیق اللغوی :- مرد کامل اور واصل الی اللہ جب اپنے آپ کو معمولی صورت میں دکھاتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ وہ پاک باطن اور مرد خدا ہے۔ اس لئے ہم نے فارسی عبارت کا لازمی ترجمہ خَيْرٌ مَّحْضٍ سِرٌّ سے کیا ہے کہ اس کا باطن خیر ہی خیر ہے اور جب کوئی اپنے آپ کو ظمطراق سے پیش کرتا ہے تو جان لے کہ اُس کا دل اور درون

خوفِ خدا سے خالی ہو گا۔ مرز کا مل ریا و شہرت سے بچنے کے لئے ایسا کام کرنے لگتا ہے جس سے لوگوں کو نہ صرف نفرت ہوتی ہے بلکہ وہ ان کو تو نوح و ملامت کا خریدار بن جاتا ہے چنانچہ مفسر تصوفیہ رحمہم اللہ کی ایک جماعت ملامیہ کہلائی ہے۔ اسی لئے کہ وہ اس طرح شہرت ریا اور مکروہ فریب سے غلامی پانا پاتا ہے۔ اسی طرح آنجناب غمدہ لباس پہن کر اپنے فقر حقیقی اور کمالات معنوی کو چھپاتے رہتے ہیں تاکہ لوگ ان پر فریفتہ اور گرویدہ نہ ہو جائیں۔

قولہ: الفقوس یہ فقر کا جمع ہے۔ کذا فی المنجد۔

قولہ: اساتیراً یعنی چھپنے والا۔ یہ اسم فاعل ہے، منصوب اس لئے ہے کہ مفعول بہ ہے اس کا حضرت شیخ رحمہ اللہ۔ والباقی اظہر من ان یدکر۔

خلاصہ شعر: آں پر روشن ضمیر رحمتہ اللہ علیہ ظاہر و باطن میں خیر محض ہیں کہ ظاہر میں وہ طریقہ اختیار کرتے ہیں جیسے دیکھ کر ان کو عوام ناپسند نظروں سے دیکھتے ہیں اور لباس مالداروں کا سا پہنتے ہیں۔ اپنا ذاتی فتنہ و احتیاج اور فکر و پریشانی لوگوں سے چھپا کر اللہ تعالیٰ ہی سے مدد کی درخواست فرماتے ہیں۔ یعنی باخدا لوگ، اپنا دین فروخت نہیں کرتے بلکہ وہ دنیا طلبی اور باہ و حشمت سے کوسوں دور بھاگتے ہیں اور مرتب الہی پابتے ہیں۔ اس کے برعکس آپ کو موجودہ زمانے کے نئے فیصد مذہبی ٹھیکیدار ایسے پلویں گے جو فقیروں سے لیاں پہن کر مکاری اور بددیانتی کا شرمناک مظاہرہ کرتے ہیں اور بندگانِ خدا کی کھال اتارنا اپنا اولین بنے ہوئے ہیں۔ معاذ اللہ من ذلک۔ پھر بھی ان کے باطل دعاوی سے خدا کی پناہ۔ و انصح۔ ہے کہ یہاں فقر سے فقر اختیار کی مراد ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے الفقر فخری کہ فقر اختیار کی میرا طرہ امتیاز ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

سلطان من کہ بود فقر اختیار او بہستم بجان غلام وی و چار یار او

یعنی میرا بادشاہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں جو اپنے فقر پر فخر کرتے ہیں۔ لہذا میں دل و جان سے



آپ کا اور آپ کے چار بار با صفا کا ادنیٰ غلام ہوں۔) آئیوا لے دو شعر اسی مفہوم کی وضاحت ہیں۔

گو بیامشوق و ملامت تو امان زائید اند  
زانکہ حق را ہر کہ عاشق شد ملامت خورشداست  
فَكَانَ عَشِقَ رَبِّ وَالْمَلَامَةُ تَوَامَان  
فَالَّذِي يَعْشِقُ رَبًّا يَشْتَرِيهَا فَاخِرًا

ترجمہ: "پس گو بیامشوق و ملامت دو ہمزا یعنی دو جڑ والی بھائی ہیں۔ لہذا جو اللہ تعالیٰ کا عاشق صادق ہو، وہ نہایت فخر سے ملامت کا خریدار بن جاتا ہے۔ لوگوں کی ملامت سے وہ منزلِ سرمدی تک پہنچتا ہے۔"

شیخے از اہل ملامت پہ سلوان محمود نام  
بودہ و از بہر این معنی بہر مضر شد است  
اِنَّ شَيْخًا مِنْ مَلَامِيَّةٍ مَحْمُودٍ اسْمُهُ  
كَانَ يَشْتَرِي الْمَلَامَةَ فِي الْمَفَاجِرِ سَائِرًا

ترجمہ: ملامت اختیار کرنے والوں میں سے ایک رہبرِ طریقت بزرگ جن کا اسم مبارک محمود تھا، انکی عادت تھی کہ وہ لوگوں کی ملامت خریدنے کے لئے فسق و فجور کی جگہ سے گذر فرماتے تھے تاکہ لوگ ان کو اچھا اور نیک نہ سمجھیں۔ مطلب یہ ہے کہ بلند پایہ بزرگ دنیا کی شہرت سے بچکر خالص عباد اللہ الصالحین بن جانے کی کوشش فرماتے تھے۔ اس کے برخلاف اہل زمانہ کو دیکھئے کہ وہ ناپائیدار دنیا کے لئے کس طرح اپنا دین و ایمان خراب کرتے ہیں۔ ع۔ ہمیں تفاوتِ راہ از کجاستا بکجا۔"

خامش و گویا و ساہر نام و صائم بخورد  
مست و ہشیار است ازاں احوال او اضم شدت

وَهُوَ صَامِتٌ وَنَاطِقٌ وَسَاهِرٌ وَصَا  
ئِمٌ يَفِطْرٌ غَيْرٌ سَكْرَانٍ وَحَالُهُ أَضْمَرًا

ترجمہ: " آپ علیہ الرحمۃ بظاہر خاموش رہتے ہیں اور حقیقت میں گویا ہیں۔ رات کو بیدار اور دن کو معنوی اعتبار سے روزہ دار ہوتے ہیں۔ باایں ہمہ متضاد کمالات کے باہوش ہو کر اپنا باطنی جمال و جلال چھپائے ہوئے ہیں۔"

التحقیق اللغوی:-

قوله سكران: مست و مدہوش۔ سكران کی تائید سکری آتی ہے۔ لہذا غیر سكران باہوش و مرد ہوشیار کو کہتے ہیں۔ قوله اضمرا: اضمرا سے نکلا ہے: چھپانا۔ اضمرا الامر: اس نے معاملہ چھپایا۔ اضمرا فی نفسہ شیئا: اس نے اپنے دل میں کسی چیز کا عزم و ارادہ کیا ہے۔ اضمرا فی الارض فلانا: زمین نے فلاں شخص کو موت یا سفر کی وجہ سے غائب کر دیا۔

خلاصہ تشدد: حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کو نفس مطمئنہ حاصل ہو گیا ہے اور آپ کے تمام احوال متضادہ قہرمان نفس مطمئنہ کے کنٹرول اور تصرف میں ہیں۔ لہذا آپ کی خاموشی کے وقت آپ کا قلب مبارک گویا ہوتا ہے۔ لہذا بیک وقت آپ خاموش بھی ہوئے اور گویا بھی (بولنے والے رہنا بت ہوئے۔ اسی طرح خوف خدا سے قلب مبارک جاگتا رہتا ہے اور چشمان مبارک آرام میں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اقدس حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي کہ "میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار ہوتا ہے۔"

اسی طرح حالتِ صوم (روزہ داری) میں بھی خوانِ الہی تناول فرماتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: **أَيْتُكُمْ هِشَلِي يُطِعْمَنِي رَجِي وَيُسْقِينِي**، تم میں سے کون میرے برابر ہو سکتا ہے، مجھے تو میرا پروردگار (روزوں کی حالت میں بھی) کھلاتا اور پلاتا ہے۔

لہذا اولیاء اللہ رحمہم اللہ جمعین کے یہ کمالات نورِ نبوت سے ہی پہنچتے ہیں تو پھر کس کو انکار کی گنجائش رہے گی۔ شارح مزید فرماتے ہیں کہ احوالِ منتصداہ اور صفاتِ متباینہ میں بھی آپ مست، ہوشیار اور تابعِ شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتے ہیں۔ **رَحِمَهُ اللَّهُ رَحْمَةً وَاسِعَةً**۔

ظاہرِش نمنداں و لے لرزاں دلش از ترسِ حق  
 بچو برگ بید کو لرزندہ از صرصر شد است  
 ظاهراً بضحكك أمّا قلبه من خوفِ حق  
 مثل أوراق الصفائف من عواصفِ صرصر

ترجمہ: "ظاہر میں تو آں پیر روشن ضمیر نسبتے ہیں لیکن آپ کا دل مبارک اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس طرح تھر تھراتا ہے جیسے درختِ بید کے پتے تیز ہوا سے تھر تھراتے ہیں۔" اللہ اکبر! سب عباد اللہ کا یہی حال ہے کہ وہ اللہ کے خوف سے از خود ہو جاتے ہیں اور دوسرے ہم میں خوش اعتقاد کہلانے والے۔ "چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔"

التَّحْقِيقُ الْاَلْغَوِيُّ:

قوله ظاهراً: یہ بضحكك کا مفعولِ مقدم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا معنی ہے "پوشیدہ نہ ہونا۔"

قوله أوراق: یہ ورقِ الکتاب سے مشتق ہے۔ کتاب کا ورق۔ اس کا واحد

وَرَقَهُ هِيَ. وَرَقَهُ كِي جَمْعُ وَرَقَاتٍ أَتَى هِيَ. أَلْوَرَقُ : كَالغِذَاةِ

قَوْلُهُ صَفَا صَفًى : صَفَا فِى جَمْعٍ هِيَ : دَرَجَتِ بَيْدٍ

قَوْلُهُ عَوَاصِفٌ : وَالْعَوَاصِفُ مِنَ الْأُمُورِ : دَشْوَارٌ - مِنَ الْكَلَامِ : حِينَ كَانَتْ جَهَنَّمَ دَشْوَارًا

هُوَ. عَوَاصِفٌ : تَبِيرٌ هَوَائِيٌّ. قَوْلُهُ صَرَّصَرٌ : الصَّرَّصَرُ مِنَ الرِّيحِ : تَبِيرٌ

جَلِينٌ وَالْمِىَ بِالسَّخْتِ مُضْطَرِي هَوَا. (المجنس)

حاصل مطلب یہ ہے کہ اگر ظاہری طور آں پیر کامل رحمۃ اللہ علیہ منہتے اور تہتم بھی

فرماتے رہتے ہیں مگر آپ کا قلب مبارک اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہر سال رہتا ہے۔ اور

خود آندھی کی طرح تھر تھراتے رہتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے جیسا کہ احیاء علوم الدین

میں ہے کہ حضرت رسول رحمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "میری امت کے

نیو کاروں میں سے ایک جماعت خدا تعالیٰ کی رحمت دیکھ کر منستی رہتی ہے اور پوشیدہ

طور اس جماعت کے دل خوفِ خدا سے ہر اعمال ہوتے ہیں، ان کی شان اتنی اونچی ہوتی ہے

کہ ان کے بدن زمین پر اور ان کے دل آسمان میں ہوتے ہیں، ان کی روہیں دُنیا

میں اور ان کی عقل و فکر آخرت میں لگی رہتی ہیں۔ وہ اطمینان و سکون سے چلتے ہیں

اور وسیلہ اور ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی نردیکی حاصل کرتے ہیں۔ احیاء العلوم کی

اصلی عبارت یہ ہے :-

"إِنَّ مِنْ خِيَارِ أُمَّتِي تَوْمًا يَضْحَكُونَ جَهْرًا مِنْ سَعَةِ رَحْمَةِ

اللَّهِ وَيَبْكُونَ سِرًّا مِنْ خَوْفِ عَذَابِهِ أَبَدًا أَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ وَقُلُوبُهُمْ

فِي السَّمَاءِ وَأَرْوَاحُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَعُقُولُهُمْ فِي الْآخِرَةِ يَمْسُونَ

بِالسَّكِينَةِ وَيَتَقَرَّبُونَ بِالْوَسِيلَةِ"

اس مضمون کی مناسبت سے کیا خوب کہا گیا ہے :-

خندان شدہ بادل ہزار درو پو ابن است نشان آل جوال مرد

کہ "اس کا دل ہزاروں بیماریوں سے دوچار ہے مگر کیا کہنے کہ پھر بھی وہ ظاہر میں ہنستا ہے۔ یہی اس جوان مرد کی جوان مردی کی علامت ہے۔"

بِرْتَوَكُلِّ خُورِدِن و پُوشِیدَنِش بُودِه وَ لے  
چون رسیدے نذر باشمہ در آل مُنذر شد است

كَانَ مِنْ مُتَوَكِّلِينَ فِي الطَّعَامِ وَاللِّبَاسِ  
حِينَ مَا يُعْطَى بِسَيِّئٍ غَيْرِ طَيِّبٍ اُنْذَارًا

ترجمہ: "ہمارے پیر کامل حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کھانے پینے اور لباس میں ممتوکل علی اللہ تھے۔ اور جس وقت آل جناب کو کوئی مُشْتَبہ نذرانہ پیش کیا جاتا تو آپ اس سے فوری طور پر من جانب اللہ آگاہ کئے جاتے تھے۔"

التَّحْقِيقُ اللُّغَوِيُّ:

قوله بِرْتَوَكُلِّ: باب تَفْعُلُ كَمَا مَصْدَرٌ هُوَ. اس کا مادہ وَكَلَّ وَكَلَّ يَكِلُ وَكَلَّ هُوَ  
وَكَلَّ إِلَيْهِ الْأَمْرُ: کوئی کام کسی کے سپرد کرنا۔ وَكَلَّنِي إِلَى كَذَا، یہ کام مجھے کرنے  
دور۔ اِنَّهُ وَكَلَّ عَلَيَّ اللَّهُ تَعَالَى: اس نے اللہ پر بھروسہ کیا اور اس کا مُنْطَبِعُ و فرمانبردار ہوا۔  
قوله مُنْذَرٌ: باب اَفْعَالٍ كَمَا فِي مَفْعُولٍ اِنْذَارٌ سَمْعًا هُوَ، یعنی واقف و باخبر کرنا  
نتیجے سے آگاہ کرنا۔ شارح کی تحقیق کے مطابق اِنْذَارٌ کی تعریف یہ ہے اِنْذَارٌ  
الْإِبْلَاحُ وَلَا يَكُونُ إِلَّا فِي التَّخْوِيفِ وَيُعَدُّ إِلَى الْمَفْعُولِينَ.

خلاصہ شعر یہ ہے کہ آل جناب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے رُشد و  
ہدایت کے لئے منتخب فرمایا تھا اس لئے آپ بکثرت ریاضت اور عوام کی ہسری میں دن  
رات گزارتے تھے اور پھر آپ صاحبِ خیال نہ تھے اس لئے ظاہری اسباب کو چھوڑ کر  
اسبابِ باطنی پر بھروسہ کرتے تھے اور اسبابِ باطنی میں سب سے بڑا قوتی سبب اعتماد



علی اللہ ہے۔ لہذا آپ بقدر ضرورت و کفایت ہدایا اور عطا یا قبول فرماتے تھے۔ اس میں بھی عوام و خواص کے دینی فائدے پیش نظر فرماتے تھے۔

بایں ہمہ اگر کسی وقت آپ کو کوئی مُشْتَبہ نذرانہ پیش کیا جاتا تو آپ فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر آگاہ کئے جاتے تھے۔ اس قسم کے احکام خالص صلحاء اور رہبروں کے لئے ہیں۔ ورنہ اسلام کا عمومی حکم یہ ہے کہ آدمی خود اپنی ضروریات کے لئے کسب و سعی اور تلاش کرے تاکہ خود کفیل بن کر لوگوں کے لئے بوجھ نہ بنے۔ جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ تھا۔ ہاں کاروبار کرتے وقت دُنیا کے ساتھ ساتھ دین کا بھی خیال رکھے اور دنیوی کاروبار میں اتنا غوطہ زن نہ بن جائے کہ دین کی رحمت سے محروم ہو جائے۔

بِكَ رَبَّنَا اتَّيْنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً... الخ پیش نگاہ رکھے۔ شرح میں توکل کے درجات اور عباد اللہ کی قسمیں پورے شرح و بسط کے ساتھ لکھی گئی ہیں۔ فَارْجِعْ إِلَيْهِ ۝

مُورِدِ اسْتَفْتِ قَلْبِكَ حُلَّ شِدَا زِحَالِشْ مَرَا  
 كَزِدِ الْكُزُورِ مَسَائِلِ مُلْهَمِ وَمُشْعَرَ شِدَا سْت  
 سَهْلَ لِي مِنْ حَالِهِ اسْتَفْتِ قَلْبِكَ الْحَدِيثِ  
 فَلَا ضُحَى فِي الْمَسَائِلِ مُلْهَمًا وَمُشْعَرًا

ترجمہ: "آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کاراز اور مغز اسْتَفْتِ قَلْبِكَ حضرت پیر روشن ضمیر علیہ الرحمۃ کے حال سے حل اور آسان ہو گیا ہے۔ کیونکہ آپ اکثر شرعی مسلوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ الہام باخبر اور آگاہ کئے جاتے ہیں۔

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ ۝

قَوْلُهُ سَهْلٌ ۝ قَالَ فِي الْمَنْجِدِ 'سَهْلٌ (ك) سُهُولَةٌ وَسَهَالَةٌ

الْأَمْرُ آسان ہونا۔ صِفَت سَهْلٌ وَسَهْلٌ۔ سَهْلٌ الْأَمْرُكَ وَعَلَيْهِ،  
 آسان کرنا۔ اُدْعِيْهُ مَا تَوْرَهُ فِيْ آيَةٍ: اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهُ سَهْلًا  
 ”یا اللہ! کوئی چیز آسان نہیں جب تک کہ آپ اُسے آسان نہ بنائیں گے۔“

قَوْلُهُ اسْتَفْتِ: استفتاء سے نکلا ہے، صیغہ امر ہے: دریافت کر اور پوچھ  
 حدیث شریف میں آیا ہے: اسْتَفْتِ قَلْبِكَ وَاِنْ اَفْتَاكَ اَفْتُوْكَ کہ اپنے  
 دل سے دریافت کر کہ اگر وہ مجھے فتویٰ دے تو لوگ بھی تجھے فتویٰ دیں گے۔

قَوْلُهُ مُلْهَمًا: باب افعال کا اسم مفعول، الہام سے مشتق ہے۔ اَلْهَمَةُ  
 السَّيْبِيُّ: نکلوانا۔ اَلْهَمَ اللّٰهُ فُلَانًا خَيْرًا: وحی کرنا، توفیق دینا، سکھانا۔  
 قَوْلُهُ مُشْعَرًا: اسم مفعول اشعار کا۔ بمعنی آگاہ کیا ہوا۔

قَوْلُهُ فَلَا ضُحٰى: اس کا فاعل حضرت پیر کامل رحمۃ اللہ علیہ ہے۔  
 خُلَاصَةُ شَعْرٍ: حضرت خاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرات  
 صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے جناب رسالت مآب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 سے عرض کیا کہ: كَيْفَ تَفْعَلُ اِذَا جِئْنَا اَمْرًا لَمْ نَجِدْهُ فِيْ كِتَابِ  
 وَلَا سُنَّةٍ فَقَالَ سَلُوا الصَّالِحِيْنَ وَالشُّوْرٰى بَيْنَهُمْ۔  
 (ترجمہ) ”یا رسول اللہ! جب ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جس کا حکم ہمیں قرآن  
 و حدیث میں نہ ملے تو اس وقت ہم کیا کریں گے؟ آپ نے جواب فرمایا کہ نیکو کار علماء  
 سے پوچھو اور ان کے ساتھ مشورہ کر کے اسی کے مطابق عمل کرو۔“

دوسری حدیث شریف میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:  
 اسْتَفْتِ قَلْبِكَ وَاِنْ اَفْتَاكَ اَفْتُوْكَ یعنی اپنے دل سے دریافت کرو۔  
 اگر وہ تم کو کسی معاملہ میں رائے دے تو لوگ بھی وہی رائے دیں گے۔ یعنی صاحب  
 واقعہ اپنے نوبہ ایمان اور فہم و فراست سے اپنے معاملہ کو کہ حرام ہے یا حلال

اوروں سے زیادہ باخبر ہوتا ہے بشرطیکہ آدمی آدمی ہو، حیلہ بہانہ کا بندہ نہ ہو۔  
 چنانچہ زیر بحث شعر میں حضرت شارح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہمارے پیر کامل  
 رحمۃ اللہ علیہ کو اگر کوئی مُشتبہ نذرانہ پیش کرتا یا ایسی چیز پیش کرتا جس کے طیب  
 اور پاک ہونے میں اشتباہ ہوتا تو آل جناب من جانب اللہ آگاہ کئے جلتے ہیں  
 کہ یہ چیز نہ کھاؤ، اس میں یہ عیب اور قصور ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صفاء قلبی کے حاصل ہونے کے لئے "صدقِ مقال" اور  
 اکلِ حلال شرطِ اول ہے۔ پس جس کا کھانا پینا، بکھنا اور جھوٹ بولنا فطرت میں ہو  
 اُسے تصوف اور تزکیہ قلب سے کوئی تعلق نہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارے زمانہ  
 میں نہ اکلِ حلال ہے اور نہ صدقِ مقال۔ اس لئے ہمارا مقال و حال قابلِ مذمت  
 ہے۔ **هَذِهِ نَبذةُ مَنَاقِلِ الشَّارِحِ الْعَلَامِ فِي هَذَا الْمَقَامِ :**

**أَوْ تَفْوِيضِ حَقِّ وِلْسِ حَقِّ كَيْهْتِرِ حَافِظِي اُسْتِ  
 حَافِظِ اَوْ زَانِجِسِ نَامِرِضِيَّةِ وَمَقَهْرُ شُدِ اُسْتِ**

**لِيُقَوِّضُوا اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ خَيْرٌ حَافِظًا  
 حَفِظَهُ عَنِ مُنْكَرَاتِ بَلِّ وَعَمَّا مَقَهْرًا**

ترجمہ : " آل پیر پیر تو مبین علیہ الرحمۃ اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کئے  
 ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی بہترین حافظ و نگران ہے۔ اسی نے آپ کو ممنوع و  
 منکرات اور باعثِ تہر و غضب چیزوں کے ارتکاب سے حفاظت فرمائی ہے۔"

**التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ :**

**قَوْلُهُ : حَفِظَ ، عَنِ :** مدافعت کرنا، ہٹانا۔ **تَحَفَّظَ عَنْهُ وَمِنْهُ**  
 جینا۔ **وَبِهِ :** کسی کو یاد کرنے کی تکلیف دینا۔ **حَفِظَ** کے فعلِ ماضی کو شعر میں

بكون عين كلمه پڑھئے۔

قوله مَقَهْرٌ، شارح علیہ الرحمہ نے اس لفظ کو ظرفِ مکان قرار دیکر اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ مَقَهْرٌ "جای فرود آمدنِ قہر یعنی چیزی کہ سزاوارِ قہر و غضبِ حق سبحانہ باشد۔ یعنی "قہر نازل ہونے کی جگہ۔ یہاں پر دوسرے مصرعہ سے مراد ہے کہ حرام و مشبہات کے کھانے پینے سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے بچایا۔ کیونکہ حرام و مشبہات غذاؤں اور لباس سے آدمی پر خدا کا قہر نازل ہوتا ہے۔ اصل میں قہر کے معنی جھڑکنے اور ناراض کرنے کے آتے ہیں، جیسے: فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرُ۔

خلاصہً شعر یہ ہے کہ آل جناب رحمۃ اللہ علیہ متوکلانہ زندگی گذارے ہیں، بایں ہمہ اگر کسی وقت آپ کو تحفے، ہدایا اور نذرانوں میں سے کوئی حرام، مکروہ یا مشتبہ چیز از قسم غذا و لباس پیش کی جاتی ہے تو بفضل اللہ آپ اس پر بہت جلد واقف ہو کر ان چیزوں کو واپس کرتے ہیں۔ یہ آپ پر الہی عنایت اور ربانی حفاظت ہے جو بہت کم متوکلوں کو نصیب ہوتی ہے۔

واضح رہے کہ ہدیہ اور نذرانہ قبول کرنا سنت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ جَاءَكَ مِنْ أَخِيهِ مَعْرُوفٌ مِنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ وَلَا إِشْرَاقِ نَفْسٍ فَلْيَقْبَلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ وَذَقْتَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ۔ یعنی "جس کو سوال اور نفس کے جھانکنے کے بغیر اپنے بھائی کی طرف سے کوئی تحفہ اور ہدیہ پہنچ جائے تو وہ اسے قبول کرے کیونکہ وہ ایسا رزق ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسے پہنچا ہے۔"

ابو علی دقاق علیہ الرحمہ بحوالہ رسالہ قشیریہ فرماتے ہیں:

التَّوَكُّلُ صِفَةُ الْمُؤْمِنِينَ وَالتَّسْلِيمُ صِفَةُ الْأَوْلِيَاءِ وَالتَّفْوِيزُ صِفَةُ الْوَحِيدِينَ۔ یعنی "خدا تعالیٰ پر توکل کرنا مومنین کی صفت ہے اور تسلیم و

رضا اولیاء اللہ کی صفت ہے اور اپنے تمام معاملات سچے دل سے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا موحّدین کی شان ہے۔ اس سے حضرت سلطان العارفين رحمۃ اللہ علیہ کی شان عالی ظاہر ہے۔ اور باقی چار اشعار میں اسی مضمون کی مزید وضاحت ہے۔ فرماتے ہیں :-

مَحْضَرِ ارْتِدَّ شُبْرٍ وَيَا صِرَاجِ بَشِشٍ مِرْتِ زَا سُدَّتْ  
گاہِ اَكْلٍ اَزْ حِفْظِ حَقِّشِ عَقْدٍ رَهْ بِرِخْبَرِ شُدَّ اسْتِ

اِنْ يَكُنْ مَا يُحْضَرُونَ شُبَهَةً اَوْ مِثْلَةً  
فَيَبْرِي فِي الْحَاقِ عُقْدَةً بِحِفْظِهِ مُنْكَرًا

ترجمہ: "اگر ما حاضر کھانا مُشْتَبِه یا اُس کا پیش کرنے والا احسان جانے والا ہو، تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے آنجناب علیہ الرحمۃ اس کھانے سے یا اس کھانے کے نکلنے وقت اپنے پاک حلق میں گرہ اور پھندا سا محسوس فرماتا ہے اس کے نکلنے سے پرہیز فرماتے۔"

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ :

قَوْلُهُ مَا يُحْضَرُ: یہ ہر دو اپنے متعلقات سمیت جملہ شرطیہ کا فاعل ہے اور لَفْظِ مَا بِمَعْنَى الَّذِي ہے۔ قَوْلُهُ مُشْكَرًا: یہ بیری کی ضمیر فاعل سے حال واقع ہے یہ نَكَرَ الْكُ، نَكَارَةً، الْأَمْرُ سے ہے۔ بمعنی مشکل اور دشوار ہونا۔

قَوْلُهُ بِحِفْظِهِ: ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے، گو وہ عبارت میں مذکور نہیں لیکن دلوں میں مذکور ہے۔ یہ ضمیر کا بحر اور ضرورتِ شعری کی وجہ سے ساکن ہے اور وزن سالم۔

خلاصہ شعر: ایمان اور قبولیت کا دار و مدار اکل حلال اور صدقِ مقال پر منحصر ہے۔ اس لئے حضرت سلطان العارفين علیہ الرحمۃ اس کا بہت زیادہ خیال فرماتے تھے۔ اگر اتفاق سے مُشْتَبِه غذا اور کسی نالائق کی طرف سے کوئی نذرانہ پیش ہوتا تھا تو قدرتِ الہی سے وہ غذا آپ کے حلق میں اُٹک جاتی تھی۔ یہ تھی آپ کی احتیاط اور خدا پرستی۔ لہذا ہر



وہ شخص جو مخدوحی کہلائے اور آپؐ کا مُرید ہونے کا دعویٰ کرے تو اسے بھی اسی طرح پاک غذا اور اکل حلال حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، تب اس کی عبادت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوگی۔ افسوس یہ ہے کہ ہمارے زمانے کے لوگ مسلمان اور خوش اعتقاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر غذای حلال و حرام میں فرق نہیں کرتے۔ اس لئے ان کے دل اندھے اور بے نور ہیں اور آیت فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِي فِي الصُّدُوْر کے مرصداق ہیں ۛ

اینست حالش صاحبِ دعوت چو شربِ اعتقاد  
 ہچنین ہم کاسہ آتش ناگاہ اگر آفجر شد است  
 ذَاكَ شَانَهُ حِيْنَ بَايَدُعُوْهُ مَنْ لَا يُوْقِنُ  
 اَوْ شَرِيْكُهُ يَكُوْنُ فِي الْكُوْسِ اَفْجَرًا

ترجمہ: "اے جنابِ رحمۃ اللہ علیہ! کا یہی حال اس وقت بھی ہوتا ہے جب کہ آپؐ کا داعی ادعوت نبیے والا بے اعتقاد اور بے یقین ہو۔ یا آپؐ کا ہم کاسہ اکھانے میں شرکت کر نیوالا سخت بدکار و سیاہ کار ہو۔"

التحقیق اللغوی: قوله شَانَهُ، ای حالہ۔ قوله اَفْجَرًا: بہت جھوٹ بولنے والا، سخت فاسق، گناہ کر نیوالا، کمزور نگاہ رکھنے والا۔ قوله كُوْسٍ: کاس کی جمع، یہاں وہ بڑی پیٹ مرانہ ہے جس میں کشمیری مسلمان ایک ساتھ کھانا کھاتے ہیں۔ کاس کی جمع کوس، کاسات اور کسایں بھی آتی ہے اور کاسُ الزُّهْرَقُ: سبز پتوں کا غلاف جو پھول کے چاروں طرف ہو۔ الْكُوْسِ شَرَابٍ کو بھی کہتے ہیں۔

خُلاصہ شعریہ کہ فسق و فجور اور فاسقوں اور سیاہ کاروں سے بچنا قبولیت کی شرط اول ہے  
 ۛ صحبتِ صالح ترا صالح کند ۛ صحبتِ طالح ترا طالح کند

ناگہی گر خوردہ شد بے اختیار اور لقمہ  
در زمان از معدہ پاکش بہ بیرون بر شد است

بَغْتَةً لَوْ بَلَعَمَ اللَّقْمَةَ مِنْهُ سَاهِيًا  
عَاجِلًا يَذْرَعُهُ قَيْئِي صَارَ مِعْدَاهُ طَاهِرًا

ترجمہ: " اگر آں جناب علیہ الرحمۃ اچانک اور سہواً مُشتبہ چیز تناول فرماتے ہیں تو فوراً آپکو  
قے آتی ہے اور تناول کی ہوئی غذا باہر آتی اور معدہ پاک ہو جاتا ہے۔"

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ :

قَوْلُهُ بَلَعَمَ : بَلَعَمَ اللَّقْمَةَ : لَقْمَةً نَكْنًا. الْبَلْعُورُ وَالْبَلْعُومُ :

حلق، کھانا نکلنے کی نالی۔ الْبَلْعَمُ : بہت کھانیوالا، بسیار خور۔

قَوْلُهُ يَذْرَعُهُ : يَذْرَعُهُ قَيْئِي سے ماخوذ ہے : بے اختیار قے آجانا۔

ذَرَعَ عَنْهُ الرَّجُلُ وَالْيَيْءُ : سفارش کرنا۔

خُلَاصَةُ شَعْرٍ : آں جناب علیہ الرحمۃ اگر کبھی سہو سے مُشتبہ اور مالِ حرام سے بنایا ہوا  
لقمہ تناول فرماتے ہیں تو فوراً آپ کو قے آجاتی ہے اور وہ مشکوک لقمہ واپس آجاتا ہے اور  
معدہ شریف پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ یہ درحقیقت آپ پر ربانی عنایت ہے جو آپ کے معدہ  
شریف کو حرام اور شک اور غذا کھانے سے محفوظ رکھتی ہے۔

اس شعر میں شو کو بٹ ہندو کے منافقانہ رول کی طرف اشارہ لطیف ہے کہ وہ ظاہر  
میں مسلمان اور پس پردہ بُت پرست اور سحت کفر میں مبتلا تھا۔ عوام اس کو مسلمان  
سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک دن خادموں نے مالِ حلال سے آں جناب کے لئے کھانا تیار کیا  
اور شو کو بٹ کو بھی آپ کا ہم کاسہ بنایا جس کی وجہ سے آپ کو قے آگئی اور جو کچھ معدہ میں  
تھا واپس آگیا اور معدہ صاف و پاک ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ قے آنے کے وقت آپ نے مناجات

فرمایا کہ یا اللہ! یہ مجھے کس گناہ کی سزا ہے؟ تو آواز آئی کہ یہ کھانا ایک منافق ہندو کے ناپاک ہاتھ سے آلودہ ہوا تھا جسے ہم نے آپ کے لئے پسند نہ کیا اور اس سے آپ کو پاک و صاف بنایا۔

اسی طرح ایک اور شخص نے کھانا لایا مگر اس کی نیت خراب اور ناپاک تھی تو فوراً وہ کھانا شبانہ واپس آیا۔

بہر حال ایسے بہت واقعات ہیں کہ مکدر اور ناصاف غذا کا اگر آپ ایک ہی لقمہ تناول فرماتے تو وہ ہضم نہیں ہوتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ولایت صفائی باطنی اور مالِ حرام میں دور کا بھی واسطہ نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جہنم ارجہم و بدن کے لئے زیادہ سزاوار ہے جو حرام اور مشکوک مال سے نشوونما پائے۔ پس سچا صوفی وہ ہے کہ جو اپنے ہاتھ سے کسب و کار کرے اور حرام و مشتبہات سے دور رہے۔ مگر افسوس ہے کہ ہماری شکم سیری اور پیر خوری مالِ حرام ہی کی مرہونِ مرتت ہے، پھر بھی ہم تیز پٹھان، محبوبی و محذومی اور دینِ اسلام کے ٹھیکیدار ہیں۔ معاذ اللہ من ذلک ۛ

ورنہ غارِ ضمیر زحمتی شد با ثواب صبر ال  
یا باستغفار ال نقصال بدم مجبر شد انت

أَوْ يُقَاسِي بُرْهَةً مَا فَتَدَاوَاهُ بِصَبْرٍ  
أَوْ بِتَوْبَةٍ يُدَاوِي وَتَلَانِي جَابِرًا

ترجمہ: " اور اگر آپ علیہ الرحمۃ کو مشتبہ کھانے سے تفرق نہ آئے تو پھر بھی آپ کوئی تکلیف اٹھانے میں جس پر صبر کرنے سے آپ کو ثوابِ عظیم سے بہرہ ور ہو جاتے ہیں۔ توبہ اور استغفار سے تلافی مافات فرماتے ہیں۔ فوجہ اللہ رحمة واسعة۔

التَّحْقِيقُ الْأَعْوَى: قَوْلُهُ يُقَاسِي: تَكْلِيفٌ بِرِدَائِشْتِ كَرْتَلَهْ: مِثَالُ هِ

کہ کَمَّ اَقَاسِي فِيكَ جُهْدَ الْبَلَاءِ : میں کب تک تیرے بائے میں سخت مصیبتیں  
برداشت کروں۔

قوله بُرْهَةٌ : عرصہ، زمانہ کا کچھ حصہ۔ جمع بُرَّةٌ و بُرْهَاتٌ آتی ہے اور اس  
کے بعد جو حرفِ مَا آئی ہے وہ زاید اور تاکید کے لئے ہے۔ اس طرح یہ کثرت سے اشعار  
میں آیا ہے جیسا کہ امر القیس کہتا ہے ۷

الَارْبُ يَوْمٍ كَانَ مِنْهُمْ صَالِحٌ ۖ وَلَا سِيَّامًا يَوْمٌ بِدَارَةِ جُلْجُلٍ  
اور فرزدوق حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف میں کہتا ہے ۷  
يَكَادُ يُمْسِكُهُ عِرْفَانٌ رَاحَتِهِ ۖ زُكُنَ الْحَطِيمِ اِذَا مَا جَاءَ يَسْتَلِمُ  
مُخْلَصَهُ شَعْرًا۔ اگر مشتبہ غذا کے تناول کرنے سے آنجناب علیہ الرحمۃ کو  
قے نہیں آتی تو پھر کسی سخت تکلیف میں مبتلا ہو جاتے اور اس پر صبر و تحمل فرما کر تلافی  
مافات کرتے ہیں۔

غرض آپ کی ریاضت و عبادت جس طرح بے شمار ہے اسی طرح آپ کا ورع و تقویٰ  
اور حرام و مشتبہات غذاؤں سے کنارہ کشی بھی بہت زیادہ اور حصر و شمار سے بالاتر ہے۔  
واضح رہے کہ بیماری اور جسمانی تکلیف بھی خدا تعالیٰ کی عنایت و مہربانی ہے کہ اس سے  
بندہ فوراً اپنے گناہوں پر اطلاع پا کر توبہ و استغفار کی طرف مشغول ہو جاتا ہے۔ چنانچہ  
عنور خانم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نصیحت  
فرمائی کہ اِذَا مَرِضْتُمْ فَلَا تَطْلُبُوا الْعَافِيَةَ فَإِنَّ الْمَرَضَ هَدِيَّةُ اللَّهِ عَلَى  
عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ کہ جب تم بیمار ہو جاؤ گے تو صحت و عافیت کے حد سے زیادہ طلب گار نہ  
بنو، کیونکہ بندہ مومن کے لئے بیماری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بیش بہا تحفہ اور ہدیہ ہے  
تفصیل شرح میں مذکور ہے ۷



روز و شب از بہرِ خوشیش از بركِ مخلصان  
بازبان و باوہل استغفار را مکر شداست

وَلِنَفْسِهِ يَكُونُ وَذَوِيهِ دَائِمًا  
بِاللِّسَانِ وَالْفُؤَادِ مُكْتَرًا مُسْتَغْفِرًا

ترجمہ: "آں پیرِ ہمایوں پر تو منیر علیہ الرحمۃ رات و دن کثرت سے اپنے اور اپنے مریدوں اور مخلصوں کے لئے دل و جان سے بارگاہِ الہی میں مغفرت کی درخواست کرتے رہتے ہیں۔"

التحقیق اللغوی:

قوله ذَوِيهِ: ذُو کی جمع ہے۔ اس سے آپ کے خاص مخلصین و مریدین مراد ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے: اِنَّمَا يَعْرِفُ ذَا الْفَضْلِ ذُوهُ کہ "ابن علم ہی صاحبِ فہم و فراست عالم کے قدر و شناخت ہوتے ہیں۔"

قوله اللِّسَانِ: زبان۔ جمع أَلْسِنَةٌ اور لِسُنٌ آتی ہے۔ قوله يَكُونُ: اس میں ہو پو شیدہ ہے جو حضرت شیخ کی طرف راجع ہے۔ قوله دَائِمًا: یہ کون کی خبر ہے اور مُكْتَرًا مُسْتَغْفِرًا دَائِمًا سے حال واقع ہے۔

خلاصہ شعر یہ ہے کہ مرشدِ حقانی کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ اپنے سے وابستہ معتقدوں اور مریدوں کے لئے خصوصیت کے ساتھ دعا و استغفار فرماتا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے حضرت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا ہے: فَاَعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ کہ "ان صحابہ کرام کی کوتاہیوں سے درگزر فرماتے رہیں اور ان کے لئے بارگاہِ ربانی سے مغفرت مانگتے رہیں۔" یعنی ان سے کوئی کوتاہی سرزد ہو تو نہ صرف خود معاف کریں بلکہ وسیلہ بن کر ان کے لئے استغفار بھی فرماتے رہیں۔ اس آیت کریمہ سے آنحضرت اور صحابہ کرام کی رفعتِ شان بالکل واضح ہے مگر افسوس ان نام نہاد مسلمانوں پر جو صحابہ کا بغض رکھیں یا انکی تمقید و تمقیس سے اپنا ایمان برباد کریں۔



خوردنش زیں واقعات اکثر بوقتِ مختصہ است  
 شاهدِ قومِ تنائشِ بنگر کہ چون لاغر شد است  
 لِأَجْلِ هَذِهِ الْمَوَاقِعِ عِنْدَ جُوعٍ يَأْكُلُ  
 كَوْنُ جِسْمِهِ النَّحِيفِ هَمَّ قُلْتُ مُخْبِرًا

ترجمہ: "ان ہی موافق و عوارض کی بنا پر آل جناب علیہ الرحمہ بھوک کے وقت ہی غذا  
 تناول فرماتے ہیں۔ میری اس بات کی صداقت پر آپ کا نحیف و لاغر جسم مبارک خبر  
 دے رہا ہے۔"

التَّحْقِيقُ الْأَخْوَى: قَوْلُهُ جُوعٌ: جَاعَ (ن) جَوْعًا وَجَعَاةً  
 بھوکا ہونا۔ صفت جَائِعٌ وَجَوْعَانٌ۔ مؤنث کے لئے جَائِعَةٌ وَجَوْعَى آتی ہے  
 اور جمع الجمع جِيَاعٌ وَجُوعٌ ہے۔ اور جَاعَ إِلَيْهِ: وہ اس کی طرف مشاق ہوا۔  
 قَوْلُهُ النَّحِيفُ: نَحَفَ نَحَافَةً، باب كَرَّمَ سے آتا ہے۔ بمعنی دُبلّا ہونا۔  
 صیغہ صفت نَحِيفٌ جمع نَحَفَاءُ، نَحَافٌ، نَحْفُونَ آتی ہے۔  
 الْمَوَاقِعِ کا آخری حرف غ ضرورت کی وجہ سے ساکن ہے۔

خلاصہ شعر: آل جناب علیہ الرحمہ بقدر کفایت کھانا بھوک کے وقت تناول فرماتے  
 ہیں یعنی شکم سیر ہو کر نہیں۔ کیونکہ بعض حضرات صوفیہ اکثر اللہ امثالہم کا قول ہے: تَرَكَتُ  
 الدُّنْيَا خِصَّةً شَرَكًا لَهَا کہ "میں نے دنیا کو اس کی خست اور اسکے ناپائیدار شرکیوں  
 کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے" اور فرماتے ہیں: الدُّنْيَا حَرَامٌ عَلَى أَهْلِ الْآخِرَةِ  
 وَالْآخِرَةُ حَرَامٌ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا وَهَمَا حَرَامَانِ عَلَى أَهْلِ اللَّهِ۔  
 یعنی "دنیا آخرت کے طلب گاروں پر حرام ہے اور آخرت دنیا کے طلب گاروں پر

حرام ہے اور یہ دونوں اہل اللہ پر حرام ہیں۔

تنبیہ: اس سے شارح علیہ الرحمہ رہبانیت اور بالکل ترک دنیا کی تعلیم نہیں دیتے ہیں بلکہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مومن کا مل کا کمال یہ ہے کہ دنیا میں رہ کر آخرت کو مقدم رکھے اور دنیاوی تقاضوں پر آخرت کے تقاضوں کو ترجیح دے۔ یہ شان انبیاء و کرام علیہم السلام اور ان کے خاص پیروں، صحابہ کرامؓ، اولیاء عظامؓ اور علماء برحق کا ہے۔ اور اس ریاست میں اس کا پورا اہتمام حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حرام و مشتبہات کے کھانے سے بالکل بچ نکلے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ احْشُرْنِيْ مَعَهُمْ ۞

بیچکے فوق الشبج اصلاطعام و نمان نخورد  
گر ادا مش مرغ بریان کردہ یا سعت شدا رت

اِنَّهُ بِالشَّبِجِ لَمَيًّا كُلُّ طَعَامًا اِنْ يَكُنْ  
اَلَادَامُ مِنْ دِيُوْكَ شُوَيْتٍ اَوْ سَعْتَرًا

ترجمہ: "ہمارے رہبر طریقت حضرت محبوب العالم علیہ الرحمہ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا تناول نہیں فرمایا، خواہ سالن مرغ بریان ہو یا معمولی چینی۔"

التحقیق اللغوی :-

قوله اِدا م : اَدَمُ ، اَدَمًا (الخَبْنُ) روٹی کو سالن سے ترک کرنا۔  
اَلَادَامُ : ہر موافق و ملائم چیز جس کا سالن بنایا جاسکے۔ اَلَادَامُ : گندم گون، موٹا اَدَمَاءُ آتی ہے۔ اس کی جمع اَدَمٌ آتی ہے۔ اَلَادَمَةُ : قرابت، وسیلہ، گندم گونی اور اَدَمُ : حضرت آدم علیہ السلام کا اسم گرامی ہے۔ افراد جنس پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اِدِيْمُ الضُّحَى : شروع چاشت۔ اِدِيْمُ اللَّيْلِ : رات کی تاریکی۔

قوله مِنْ دِيُوْكَ : دِيُوكِ کی جمع ہے: مُرغَا۔ دِيُوكِ کی جمع دِيُوْكَ، اَدِيَاكُ،

دُيْكَةُ آتِي هِيَ. اَرْضٌ مُدَاكَةٌ، مُدِيكَةٌ : بہت مرغوں والی زمین .  
 قَوْلُهُ سَعْتَرٌ، چٹنی۔ و سِيَّاتِي تَحْقِيقَةٌ۔ قَوْلُهُ لَمْ يَأْكُلْ : فعل منفی اور اس کا  
 فاعل حضرت محبوب العالم علیہ الرحمۃ ہیں۔

خُلَاصَةُ شَعْرٍ : اس شعر میں حضرت پیر کاہل کی کم خوری کا ذکر ہے خواہ  
 سالن مرغ بریان ہو یا چٹنی۔ با خدا انسان ہمیشہ کم خور ہوتے ہیں۔ اس سے وہ نفس امارہ پر  
 قابو پا کر عبادت اور ذکر الہی میں انہماک رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امیر خسرو فرماتے ہیں :  
 نَفْسٌ رَابِدَةٌ اَزْ كَلْوَكُنْ غَرَزِنَانِ سَعْتَرِي : فارغست آنکس کہ قوتِ اوزنِ نَانِ سَعْتَرِ اسْت  
 کہ نفس کو گلے سے بند کر اگر چہ روٹی اور چٹنی ہی ہو اور جس کی روزی روٹی اور چٹنی ہو وہ  
 بہت آزاد اور بے فکری ہے۔ اس سلسلہ میں اولیاء اللہ کے حالات مشہور و متواتر ہیں۔ بلکہ  
 حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے  
 متعلق آیہ ہے :

مَا شَبِعَ اِلَّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ  
 لَيَالٍ مُتَوَالِيَاتٍ (بخاری)

یعنی "آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ عنہم نے تین رات  
 مسلسل سیر ہو کر کھانا کبھی تناول نہ فرمایا۔" ہاں یہ فقر اختیار ہی ہے۔  
 آج کل جتنے سیاسی اور مذہبی فرادات پائے جلتے ہیں وہ سیر شکی اور حرص و  
 آز کے سبب پائے جاتے ہیں۔ اس لئے اولیاء اللہ، حضرات انبیاء کرام کی متابعت میں  
 نہایت قلیل غذا اور بے تکلف ہوتے تھے۔



حَالٍ أَوْ دَرِّ مَلْبَسٍ أَوْ حِفْظِ خُدَايَتِ ابْنِ مَرْثَدٍ  
 نَاغِي مَلْبَسٍ زَنَا وَجَبْشِ أَكْرُوْرٍ بِرَشْدَانَتِ

هُكْدَا مِنْ حِفْظِ رَبِّ فِي اللَّبَاسِ شَانُهُ  
 تَارَةً مَا إِنْ لِبَسُهُ بِإِشْتِبَاهِ حُذْرًا

ترجمہ: "ہماری مرشد کامل علیہ الرحمہ کا لباس میں بھی یہی حال ہے اور اگر کبھی آپ نے  
 مشتبہ لباس زیب تن فرمایا تو اللہ تعالیٰ فوراً اس پر آن جناب کو متنبہ فرماتا ہے۔"

التحقیق اللغوی :- قولہ تَارَةً. اصل میں تَارَةٌ تھا. ہمزہ کو

کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے. بمعنی "کبھی". جمع تارات. ما زائد ہے۔

قولہ حال او، الحال، کیفیت، بہشت، صفت (مذکر و مؤنث کے لئے یکساں)

گرم راکھ، کالی مٹی۔ حال متین الفرس گھوڑے کی پیٹ کا وسطی حصہ۔ الحول

(مص، قدرت، طاقت) اسی سے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ہے۔ حول: ہوشیاری

دور بینی، سال وغیرہ۔ قولہ مَلْبَسٍ: لِبَاسٍ سے نکلا ہے. بمعنی "پوشاک پہننا"

لباس کی جمع لبس اور الیسۃ آتی ہے۔ لبس (ض) لبسًا: کپڑا پہننا۔

لبس علیہ الأمر (ض) کسی پر کوئی چیز مشتبه بن جانا۔

باقی الفاظ کی تحقیق پیشتر اشعار میں آچکی ہے۔

خُلَاصَةُ الشَّعْرِ: چونکہ آن جناب علیہ الرحمہ نے اپنے تمام اندرونی، بیرونی

ظاہری اور باطنی حالات اللہ تعالیٰ کو سپرد کئے تھے اور اسی کی تفویض میں رہ کر زندگی

بسر فرماتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حرام اور مشتبه غذاؤں سے محفوظ رکھنے کے ساتھ

ساتھ مشتبه لباس اور غیر مناسب کپڑے پہننے سے بھی بچا دیا۔ اور اگر کسی وقت ظاہر پر

اعتماد کر کے ایسا لباس زیب تن فرماتے جو مشتبه ہوتا تو آپ فوراً من جانب اللہ اس پر

مُتَنَبِّہ کئے جاتے ہیں اور غیبی الہام سے حقیقتِ اصلیہ پر مُطَّع کئے جاتے ہیں کہ جس سے  
جسمِ مبارک میں کھجلی یا گرانی محسوس فرماتے تھے جس سے آپ فوراً چونک جاتے تھے  
کہ لباس میں کوئی شرعی قصور و فتور ہے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ !  
دوستانِ خدا کھانے، پینے اور پہننے میں کتنے اونچے پایہ کے محتاط تھے۔ اسلئے  
اُن کی دُعاؤں اور ذکروں میں وہ اثر تھا کہ ظاہری تیروں کی بارش بھی اُن کے روحانی  
تیر باران کے سامنے شرمندہ ہو جاتی تھی۔

مگر صد افسوس! کہ اب حلال و حرام میں کوئی تمیز باقی نہیں رہی ۛ  
شُدِّ یَقِیْنِ مَحْفُوظِیْ اَوْ پِیْسِ مَا اَحْوَالِ اَوْ  
چون مجرب ایچینیں بے مرو بیش اذکر شد است

قَدْ عَلِمْنَا بِالْيَقِينِ مِنْ بُدُوِّ حَالِهِ  
اِنَّهُ فِي حِفْظِ رَبِّ لَكَثِيْرًا اُبْصِرًا

ترجمہ: " ہم نے آں جناب علیہ الرحمۃ کے شاندار حالات کے ظہور سے آپ کے محفوظ  
ہونے کا یقین حاصل کیا ہے۔ کیونکہ ہم نے بار بار اس کا تجربہ کیا ہے کہ آپ فیضِ انتساب  
اللہ تعالیٰ کی حفاظت و بنگرانی میں ہیں۔

التحقیق اللغوی :

قوله بَدَا (ن) بَدَا و بَدَاء و بَدَاءَةٌ : ظاہر کرنا۔ صفت باد جمع  
بادون۔ یعنی یہ مُعْتَل اللام و اوکا ہے۔ قوله اُبْصِرًا : فعل ماضی مجہول از باب  
افعال۔ بَصَرَ اس کا مادہ ہے۔ یعنی دیکھنا، بینا کرنا، کسی کا بصرہ میں داخل ہونا۔  
ابصر الطريق : راستہ کا واضح اور نمایاں ہونا۔ اسکے آخر میں الف اشباعی ہے۔  
حاصل شعر یہ ہے کہ حضرت ناظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہم نے بار بار آپ



کے حالات شریفہ اور واقعات عظیم پر غور کیا تو بعد غور و فکر ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آپ من جانب اللہ محفوظ ہیں۔ اس لئے آپ سے ما لایلیق لسانہ العظیم صادر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ آپ کو ناملائم امر پر جھنجھنے نہیں دیتا۔ اور اگر کسی وقت آپ ایسی بات میں بغیر قصد و ارادہ مبتلا ہو جاتے ہیں جو شان و لایت کے خلاف ہو تو فوراً حضرت حق کی عنایت آپ کی ٹھیک ٹھیک رہبری فرماتی ہے کہ جس سے وہ اپنی حالت و کیفیت شریعت کے تابع فرماتے ہیں۔ چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ نفحات کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ولی کو گناہ سے محفوظ رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ اس کو قدرت الہی اور حکمت الہی گناہ پر ڈٹے رہنے سے محفوظ رکھتی ہے۔ باقی اس کا یہ مطلب نہیں کہ ولی سے گناہ کا صادر ہونا محال ہے، اور تاہی اس کا یہ مطلب ہے کہ ولی بشریت سے بالاتر ہے۔ اس تقریر سے اولیاء اللہ کی عظمت اچھی طرح سے عیاں ہوتی ہے کہ وہ محفوظ ہوتے ہیں اس طرح کہ اللہ تعالیٰ ان کو فوراً غلطی پر متنبہ فرماتے ہیں

أَنْبِيَاءُ مَعْصُومٌ بِوَدْدِ أَوْلِيَاءِ مَحْفُوظٌ هُمْ  
 مَعْنَىٰ أَيْ حَكَمِينَ رَأَىٰ نَوْعَ مُتَّفَعٍ شَدِيدِ  
 عِصْمَةِ الْأَنْبِيَاءِ حَقٌّ مَعَ حِفْظِ الْأَوْلِيَاءِ  
 لِكَلِمَةِ الْحَكَمِيِّ مَعْنَىٰ هَكَذَا قَدْ فَسِّرَ

ترجمہ: "حضرات انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا گنہوں سے معصوم ہونا اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ کا گنہوں سے محفوظ ہونا مسلم اور ناقابل تردید امر ہے اور ان دونوں معنوں کی تفسیر اسی طرح کی گئی ہے۔"

التحقیق الاغوی: قوله انبیاء: نبی کی جمع۔ نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیب کی خبر دینے والے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع انبیاء، نبیوں

نُبَاءٌ آتی ہے۔ اصطلاح میں نبی وہ صاحب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرماتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ربط و تعلق کا طریقہ بتاتے ہیں۔ ان کی ابتداء حضرت آدم سے ہوئی اور انتہاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوئی جو آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہ آیا نہ آئے گا۔

قولہ اولیاء: جمع ولی، اس دوست کو کہتے ہیں جو تقویٰ و پارسائی اختیار کرے اور گناہوں سے پاک رہ کر شریعت کا پابند ہو۔ اگر پابند شرع نہ ہو تو دوست خدا نہیں بلکہ دشمن خدا ہے

خُلاصَةُ شَعْرٍ: نبیوں اور مُرسلوں کے گناہوں سے معصوم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ارادہ کر کے گناہ نہیں کرتے ہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ سہواً خلافِ اولیٰ کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔ ایسے امور ان کے نامہ اعمال میں نہیں لکھے جاتے ہیں۔ اور اولیاء سے گناہ کا صادر ہونا محال نہیں اور لگہ ان کو ایسی صورت پیش آجائے تو اللہ تعالیٰ فوراً ان کو باز رکھتا ہے اور انہیں توبہ کی توفیق عنایت کرتا ہے۔ شارح جملہ اللہ نے اس مقام پر محققانہ بحث ثبتِ قلم کی ہے، ہم نے اسی سے ایک قطرہ لیکر اپنے قارئین کرام کے لئے اسے کافی سمجھا ہے۔ شایقین اصل شرح کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

نوٹ: لکھی الحکمین سے عصمتِ انبیاء و محفوظیتِ اولیاء مراد ہے

باوجود آنکہ محبوبیتش ہم مثبت است  
نبو و اورا اخذ گر جرمی ازو مصدر است

كَوْنُهُ مَحْبُوبٌ حَقٌّ ثَابِتٌ لَا رَيْبَ فِيهِ  
فَالرَّجَاءُ مِنْ إِلَهِ عَفْوٌ مَا قَدْ قَصَّرَا

ترجمہ: "آں جناب علیہ الرحمۃ کا محبوب الہی ہونا امر یقینی ہے اور اگر پھر بھی آں جناب سے

بنا بر بشریت کوئی فرو گذاشت ہوتی ہو تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی باز پرس  
آں جناب سے نہ فرمائے گا بلکہ آپ کو عفو و درگزر سے نوانے گا۔

التحقیق اللغوی، قولہ أَخَذَ؛ یہ عربی لفظ ہے اور اس جگہ أَخَذَ  
بِدَنْبِهِ سے مشتق ہے، بمعنی "کسی کو گناہ پر سزا دینا اور کسی سے مواخذہ کرنا۔"  
قولہ مَصْدَرٌ: اس کا معنی مشہور ہے۔ یہاں پر اس کا استعمال صَدَارَ الْأَمْرِ سے  
ہے یا صَدَرِ مِنْهُ سے، بمعنی صادر ہونا، ظاہر ہونا۔ صَدَرَ عِنْدَهُ کے معنی پیدا ہونے  
کے ہیں۔ یہ معنی اس مقام پر قریب تر ہے۔ قولہ قَصَرَ؛ یہ قَصَرَ عَنِ الشَّيْءِ  
سے مشتق ہے۔ عدم قدرت کی وجہ سے کسی کام سے باز رہنا وغیرہ۔

خَلَاصَةُ الشَّعْرِ؛ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کا محبوب حق سبحانہ ہونا مسلم  
اور طے شدہ امر ہے۔ اس سلسلہ میں خود حضرت بآباداؤد خاکی رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ فتاویٰ  
فیروز شاہ رقمطراز ہیں کہ محبوب حق ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص  
بندوں کی لغزشوں کو درگزر فرماتا ہے اور انہیں گناہوں سے بچاتا ہے اور ان سے  
کوئی گناہ سرزد ہونے کی صورت میں ان کو فوراً توبہ و استغفار کی توفیق سے نوازتا  
اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف متوجہ فرماتا ہے۔ محبت حق ہونے کے یہ معنی ہیں  
کہ بندہ اللہ جل شانہ کی فرمانبرداری میں لگ جائے اور جس سے اللہ تعالیٰ نے  
اُسے منع کیا ہے اس سے باز رہے اور رضا بقضاء اور صبر علی البلاء کا حامل ہو۔ اور  
مزید فرماتے ہیں کہ یہی اس حدیث کا مطلب ہے جس میں آیا ہے کہ محبوب حق کو گناہ  
ضرر نہیں دیتے کہ اللہ تعالیٰ اس کو فوراً توبہ و استغفار کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ لہذا  
التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَبَنٍ لَا ذَنْبَ لَهُ؛ میں وہ داخل ہوتا ہے جو فوراً اپنے  
گناہوں پر سچے دل سے توبہ کرے تو وہ اس شخص کی طرح بنا جاتا ہے جس نے گناہ  
ہی نہ کئے ہوں۔

لہذا شعر کا صحیح مطلب یہی ہے، نہ یہ کہ محبوبِ الہی سے گناہ سرزد ہونا عقلاً و شرعاً  
محال ہے بلکہ یہ صرف انبیاء کرام علیہم السلام ہی کی شان ہے کہ ان سے قصداً و عمداً گناہوں  
کا سرزد ہونا محال ہے، کیونکہ وحیِ الہی ہر وقت ان کی حفاظت فرماتی ہے اور وحی کا  
دروازہ ہمارے رسول برحق حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر بند ہو چکا ہے۔

اس مختصر تشریح سے محفوظ و معصوم میں فرق سمجھ میں آ گیا ہو گا اور مزید تفصیل چاہتے ہو  
تو شرح اور علمِ کلام کی کتابوں کی طرف مراجعت فرمائیں۔

بُودِ شَيْخٍ نَذْرٍ سُلْطَانٍ كَيْرٍ دَرَسَ زَاخْوَانَ كُفْتٍ  
أَكْثَرَ إِخْوَانَ أَسْرَتِ مَنَّتْ نِهَ أَرَانَ مُنْكَرِ شُدْرَتِ

كَانَ شَيْخٌ يَقْبَلُ مِنْ نَذْرِ سُلْطَانٍ فَقَطُّ  
قَالَ النَّاسُ يَمُوتُونَ بِهِ فَاسْتَنْكَرُوا

ترجمہ: "ایک بزرگ صوفی صرف بادشاہ کی نذر و نیاز قبول فرماتے تھے اور عوام الناس کی نذر  
و نیاز قبول کرنے سے گریز کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ بیان فرماتے تھے کہ عام لوگ نذرانہ پیش  
کر کے احسان جتاتے ہیں اس لئے ان کا نذرانہ و نیاز قبول کرنا امرِ مُنْكَرٍ میں داخل ہے۔"

التَّحْقِيقُ اللَّغَوِيُّ :

قَوْلُهُ نَذْرٌ : النَّذْرُ : مَصْدَرٌ تَأْوَانٌ زَخْمٌ ، الشُّكْلُ لَمَّا هُوَ حَيْزِرٌ .

اس کی جمع نذور آتی ہے : نذرمانا۔ قَوْلُهُ الْيَمَّةُ : اِحْسَانٌ . الْيَمَّةُ تَهْدِيمُ  
الْمَعْصِيَةِ : اِحْسَانٌ كُنْ هُوَ كَوْمَاتَا هِيَ . مَقَّ مَتَا وَمِئَةٌ ، وَ اِمْتَنَ اِمْتِنَانًا  
عَلَيْهِ بِكَذَا : بَهْلَانِي كَرْنَا ، اِنْعَامٌ دِينًا .

خُلَاصَةُ الشُّعْرِ : اس شعر میں مُرِيدُونَ کے آداب کی طرف اشارہ لطیف ہے  
کہ مُرِيدٌ کو چاہیے کہ ایسے مُرشدِ حَقِيقَانِي کے معاملات میں دخل نہ دیا کرے خاص کر کہ

پیرِ حقانی کے نذر و نیازوں اور تحفوں و ہدایا کے رد و قبول کرنے میں غواصی اور حکمتِ طلبی سے کام نہ لے کیونکہ پیرانِ طریقت کے احوال ہی مریدوں کے فہم و فراست سے بالاتر ہوتے ہیں۔ اسی کے قریب یہ شعر بھی ہے ۷

بئے سجادہ رنگین کُن گرت پیرِ مغال گوید ۛ کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم و منزلہا  
یہ شعر بھی اصل میں متابعتِ مُرشدِ حقانی کی تعلیم دیتا ہے اور شعرِ فرضِ محال کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ ہاں جب مُرشدِ ظاہری و باطنی علوم کا مخزن و معدن ہو تو بھلا وہ کب شریعت کے خلاف کوئی کام کرنے کو بتائے اور جب اُس سے ایسا حکم صادر ہو جائے تب اُس کا مرید اُس کے ظاہری حال اور باطنی کمال سے واقف ہی نہ ہوگا۔ بہر حال شیخ سلطان سے شیخ مخلص بن حسن مُراد ہیں اور اسی زمانہ میں یوسف بن ابن اسباط، عبداللہ بن مبارک اور ابواسحاق الفراری جیسے اولیاء تھے۔ چاروں کا طریقہ یہ تھا: یوسف بن اسباط کا طریقہ یہ تھا کہ وہ نہ بھائیوں سے ہدیہ قبول کرتا تھا اور نہ بادشاہ سے۔ اس نے اپنی وراثت کے ستر ہزار روپے بھی واپس کئے اور اپنی کمائی پر گزارا وقتاً کرتا تھا۔ ابواسحاق الفراری بھائیوں اور بادشاہ سے ہدایا قبول کرتا تھا، بھائیوں سے قبول کیا ہوا نذرانہ مستور الحال غریبوں پر صرف کرتا تھا اور جو بادشاہ سے ملتا تھا اس کو طرفوس کے مجاہدین پر صرف فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک شانہ نذر اور عطایا قبول کرنے سے انکار فرماتے تھے۔ البتہ اپنے بھائی بندوں کے نذرانے اور تحفے قبول فرماتے تھے پھر ان کو ان نذرانوں کا معاوضہ بھی دیتے تھے۔ چوتھے مخلص بن حسن المذكور فی المتن ہیں۔ یہ عوام کا نذرانہ قبول نہیں کرتے تھے بہت غیور تھے، فرماتے تھے کہ عوام احسان کر کے منت رکھتے ہیں اور بادشاہ اپنے احسانوں سے منت نہیں رکھتے لہذا ان بادشاہوں کے تحفے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لہذا عصر حاضر کے مشائخ نادوں کو اپنے ہاتھوں سے کسبِ محنت کرنی چاہیے، ہی سے انکی اور اسلام کی عزت برقرار ہے گی ۛ



مالِ مُخْلِصِ مَالِ شَيْخِ اسْتِ زَانِكَةَ شَيْخِ رُوْدْبَارِ  
تَقْلٍ بِشَكْسَةٍ بِرَبِيتِ مَخْلِصِ اَنْدَرِشْدِ اسْتِ

مَالٌ مُخْلِصٌ يَكُونُ مَالَ شَيْخٍ لِاجْلِهِ  
شَيْخٌ رُوْدْبَارِ كَسَرَ قُفْلَ الْمُرِيْدِ جَابِرًا

ترجمہ: "مخلص مریدوں کا مال حکماً شیخ کا ہی مال ہوتا ہے، اس لئے شیخ روڈبار نے (ضرورت کے وقت) اپنے مرید کے کمرہ کا ٹالا توڑ دیا اور اس کے اندر داخل ہوئے۔"

التحقیق اللغوی :

قولہ: شیخ روڈبار: اس سے شیخ عبداللہ روڈباری مراد ہیں۔ قولہ: قفل: یہ

خالص عربی لفظ ہے۔ اَقْفَلَ الْبَابَ وَعَلَى الْبَابِ سے ماخوذ ہے۔ معنی ہیں "مکان کو

قفل لگانا۔ اور اَقْفَلَ الْقَوْمَ کے معنی ہیں "اپنی نظر کو قوم کے پیچھے جمانا" اور قْفَلَ

قَفْلًا وَقَفُولًا ان وضع کے معنی ہیں "سفر سے واپس آنا" قولہ: جَابِرًا:

زبردستی سے کام کرنے والا۔ اسی سے جَبَّار ہے جو اللہ تعالیٰ کا ایک اسم پاک ہے: تَسَلُّطُ

رُكْنِ وَالْاَ، قَهْرٌ وَغَضَبٌ وَالْاَ۔ اَبُو جَابِرٍ: روٹی اَقْرَبَ جَابِرٍ: ہریتہ۔

خُلَاصَةُ الشُّعْرِ: ایسا لگتا ہے کہ یہ شعر اپنے ماقبل سے استثناء کا درجہ رکھتا

ہے۔ اس سے پہلے کے شعر میں مُخْلِصٌ حَسُنٌ کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اپنے بھائی بندوں اور

اپنے دوستوں کا نذر و نیاز قبول نہیں فرماتے تھے کہ لوگ احسان کر کے منت رکھتے ہیں۔

اور اس شعر میں فرماتے ہیں: ہاں! شیخ کامل ہو اور اسے اپنے مریدوں اور مخلصوں

پر اعتمادِ کامل ہو تو تب پیرِ برحق مجبوری کے وقت زبردستی کر کے اپنے مرید و

مخلص کے مال کو اس کی ظاہری اجازت کے بغیر بھی استعمال کر سکتا ہے کیونکہ روحانی

مرشد باپ کا سادہ درجہ رکھتا ہے۔ جیسا کہ شیخ عبداللہ روڈباری کا واقعہ مشہور ہے کہ آپ

اپنے صوفی کے ہمراہ اپنے ایک خاص مخلص کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں مخلص کا مکان منقفل تھا، آپ نے یہ دیکھ کر اپنے صوفی سے فرمایا کہ تالا توڑ دو۔ اس نے تعمیلِ حکم کرتے ہوئے تالا توڑ دیا اور پیرانور اندر داخل ہوئے، بقدرِ ضرورت گھر کی چیزیں اپنے اپنے مریدوں کے لئے استعمال کیں۔ شارح نے یہ واقعہ رسالہ 'قشیر' سے نقل کیا ہے مگر یاد رہے کہ ہمارے زمانہ میں نہ تو ایسے پیرانِ طریقت ہیں اور نہ ہی ایسے مریدانِ باتمکین پائے جاتے ہیں۔ پس اس شعر میں مریدین کے کچھ آداب بتائے گئے ہیں۔ فافہم ولا تکن من الغافلین۔

می کنذ ایشار برہر مخلص خود مایلیتی  
چون با ایشار فتوحات از خدا موثر شد اثرت

لِذَوِيهِ يُوشِرُ الشَّيْخُ بِمَا لِمَا يَلِيْقُ  
وَلِذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّ بِالْفُتُوْحِ مُوشِرًا

ترجمہ: "آں آفتابِ ولایت علیہ الرحمۃ اپنے خاص مخلصوں اور ارادتمندوں پر ان کے حسبِ حال مال خرچ فرماتے ہیں اس لئے فتوحات و نذرانوں کے بارے میں بھی قدرت کی طرف سے عزت و تزیین سے نوازے گئے اور غمخیزانِ قلب بنائے گئے ہیں۔"

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:

قوله ایشار، یہ 'اثرہ ایشاراً' سے ہے جس کا معنی ہے عزت کرنا، پسند کرنا، فضیلت و برتری دینا۔ 'اثر کذا' بکذا: پیچھے لگانا۔ 'الاشیری': ماہرِ اثرِ قدیمہ۔ 'الاشیر': قدامت کے ہاں نویں آسمان کو کہا جاتا ہے اور علماءِ طبیعیات کی اصطلاح میں ایشیر ایتھر کو کہا جاتا ہے، یہ دراصل وہ مادہ ہے جس کے موج سے گرمی بڑھتی ہے اور آواز دھڑک جاتی ہے۔ شارح حمد اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق اس جگہ 'موشر' بصیغۃ اسمِ مفعول ہے، فرمایا: 'ایشار کردہ شدہ و بخت شدہ'۔ قرآنِ کریم میں وارد ہے: 'وَبُوشِرُونَ

عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ" یعنی: "یہ انصار مہاجرین کو اپنے نفسوں پر ترجیح دیتے ہیں گو وہ خود محتاج ہوتے ہیں۔"

قولہ مَا يَلِيْقُ: ما موصولہ ہے۔ یہ لاق يَلِيْقُ لِيَقَا وَيَقَانًا بفلان: کسی سے پناہ لینا، چمٹنا، موزون و مناسب ہونا۔ لہذا مَا يَلِيْقُ کا معنی ہوا "جو مناسب اور لائق حال ہو"۔ اہل عرب کہتے ہیں: هَذَا الْأَمْرُ لَا يَلِيْقُ لَكَ: یہ تمہارے مناسب نہیں۔ والتفصیل فی المنجد۔

قولہ فتوحات: یہ فتوح کی جمع الجمع ہے اور فتوح، فتح کی جمع ہے وہ روزی جو اللہ تعالیٰ عالم غیب سے عطا فرمائے۔

خُلَاصَةُ الشَّعْر: حضرت محبوب العالم علیہ الرحمۃ فطرۃ بہت سخی اور دریا دل تھے اور آپ ہر ایک کو فتوحات الہی سے اس کے حسبِ حال عنایت فرماتے تھے۔ غرض یہ کہ جس طرح آپ اپنے مخلصین کی روحانی تربیت فرماتے اور دریا دلی دکھاتے ہیں اسی طرح آپ ان فتوحات سے بھی اپنے مخلصوں اور مریدوں کو نوازتے ہیں جو آپ کو عالم غیب سے عنایت ہوتی تھی۔ اور پھر کمال یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کے حسبِ حال و ضرورت عنایت کرنے میں پوری دستگاہ رکھتے ہیں۔ شارح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مردِ مومن میں سخاوت عمدہ صفت ہے۔ کیونکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: السَّخِيْءُ قَرِيْبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَقَرِيْبٌ مِّنَ النَّاسِ وَقَرِيْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ وَبَعِيْدٌ مِّنَ النَّارِ وَالْبَخِيْلُ بَعِيْدٌ مِّنَ اللّٰهِ وَبَعِيْدٌ مِّنَ النَّاسِ وَبَعِيْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ وَقَرِيْبٌ مِّنَ النَّارِ۔ یعنی: "سخاوت کرنے والا اللہ سے بھی قریب ہے اور لوگوں سے بھی، جنت کے قریب ہے اور جہنم سے دور ہے۔ اس کے برعکس بخیل اللہ سے بھی دور ہے اور لوگوں سے بھی، جنت سے دور اور جہنم کے بالکل قریب ہے۔"

سخاوت کے وقت پر روشن ضمیر علیہ الرحمۃ اس بات کا پورا دھیان رکھتے تھے کہ سخاوت مستحقوں کو ملے اور یہ کہ وہی چیز ضائع نہ ہونے پائے۔ تشبیہ: تو غیب الصلوٰۃ میں دیکھیے:

ہم بما یحتاج این داعی ر کفایت او کند  
 ز آنکہ اسم کافی اللہ را مبہر شد است  
 وَكَذَلِكَ لِهَذَا الدَّاعِي يَكْفِي رَبَّهُ  
 لِأَجْلِ أَنَّهُ لَا يُضْحَى اسْمُ كَافِي مَظْهَرًا

ترجمہ: "اسی طرح آنجناب فیض مآب رحمۃ اللہ علیہ اس دعا گو ناظم کی حاجتوں کی بھی کفالت فرماتے ہیں۔ کیوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اسم کافی کے مظہر اتم ہیں۔"

### التحقیق اللغوی:

قولہ: مبہر: بمعنی مظہر کے ہے۔ جیسا کہ ظاہر بمعنی باہر آتا ہے اور المنجد نے  
 بھسرة (ف) یہذا: غالب آنے اور فضیلت میں غالب آنے کے لکھے ہیں یہ معنی  
 اس جگہ زیادہ مناسب ہے۔

قولہ: کافی: کفایت کرنے والا۔ کفایتہ شتر عدوہ میں نے  
 اس کو اس کے دشمن کے شر سے بچایا اور عربی میں کبھی کفنی کے فاعل پر حرف "باء" زائد  
 بھی آتا ہے جیسے کفنی باللہ شہیداً یعنی اللہ کی شہادت دوسرے کی شہادت  
 سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

خلاصہ شعر: اصل میں کفایت کرنے والا اور حاجت براری فرمانے والا صرف ذات پاک  
 حضرت اللہ جل شانہ ہے اور مجازاً جس پر اللہ تعالیٰ کی یہ صفت تجلی ہو جائے اور جس کو وصف  
 کفایت الہی کا پرتو پڑے وہ دراصل اسی کے نام بلند نشان کا پرتو ہے اور یہ وصف دوسرے اوصاف  
 کی طرح نہایت محمود ہے خاص کر جبکہ اس کا یعنی کفایت کرنے والے کا تعلق مومنین اور صالحین سے  
 ہو تو بھیر یہ وصف نور علی نور ہے تو اللہ تعالیٰ کے نفس و کرم سے حضرت محبوب العالم رح پر کافی وصف

حقیقی اللہ کا پرتو پڑا تھا۔ اپنے مخلصوں، محبوں اور دوستوں کی ضرورتوں اور حاجتوں کا بھرپور خیال فرماتے ہیں۔

چنانچہ رسالہ "والدیہ" میں لکھا ہے:

”کہ مُعَاوَنَتِ كَرْدَنِ بَرَادِرَانِ مَوْمِنِ بَدَسْتِ و سَاثِرِ جَوَارِحِ دَرِ چِیزِ كِه اِیْتِشَاں  
مُحْتَاجِ بَاشَد بَاں چِیزِ بِهْمِ نُوْر و صِفَا اِسْتِ عَلِیِّ الْخِصْوِیِّ مُعَاوَنَتِ طَائِفَهٗ كِه  
اِیْتِشَاں رَاحَتِ سُبْحَانَهُ و تَعَالٰی اَزِ بَرَائِے مَحَبَّتِ خُودِ ظَاہِرِ كِرْدَانِ اِنْدِ اِسْتِ و دُوسْتِ  
مِیْبَادِرِ كِه اِیْتِشَاں رَاعٰی اَللّٰہِ وَاَمِّ تُوْجِهٖ بَجَنَابِ اُو بَاشَد چِیْرَا كِه دَلِ اِیْتِشَاں  
بَجَنَابِ اُو بَاشَد... الخ

باایمان کی ذمہ داریوں میں سے یہ بھی ایک ذمہ داری ہے کہ وہ مومن کی ضروری چیزوں میں مُمد و مددگار ہو۔ اپنے باقوں سے ہی نہیں بلکہ اپنے سارے بدن سے ان کی خدمت بجالانا نُوْرٌ شَعْلٰی نُورٌ ہے، خاص کر اس جماعت کی امداد کرنا جن کو خدا نے رَبِّ الْعَزَّةِ نے اپنی محبت کے لئے مستحب فرمایا ہے اور زیادہ موجب رحمت اور ایمان کی نشانی ہے، کیونکہ ایسے حضرات کے قلوب جمالِ الہی یا جامِ جہانِ نما ہیں۔ لہذا ان کی خدمت کرنا اور بھی باعثِ برکت و اِزْدِیَادِ مَحَبَّتِ اِلٰہِی ہے۔

اس وصف میں بھی حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ ممتاز اور اپنے زمانہ کے انخوان الصفاء پر گوی مسبق تھے ہوئے ہیں۔ — شارح فرماتے ہیں: مجھے بھی اپنی امداد سے نوازتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اسمِ کافی کے مظہر اتم اور تجلیِ اعظم ہیں۔

گفت از یاران طلب گاہے بنا بر حکمتے است

ور نہ گاہے میل رانے خاطر محضرت است

قَالَ اِنِّیْ اَطْلُبُ مِنْ رُفَقَائِیْ حِكْمَةً  
وَالْحَقِیْقَةُ مِیْلٌ دُنْیَا مِنْ فُؤَادِیْ اُحْصِلْ



ترجمہ: ”آں پیر پر تو منیر فرماتے ہیں کہ میں بنا، برصلمت گاہے کبھی کوئی چیز اپنے دوستوں سے طلب کرتا ہوں، ورنہ دنیا کی ہوس میرے دل سے کب کی بندش ہوئی ہے۔“

### التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:

قولہ: خاطر: دل میں کھٹکنے والا امر یا تدبیر خیال، کبھی دل اور نفس پر بھی مجازاً اس کا اطلاق ہوتا ہے، چنانچہ ’وَقَعَ فِي خَاطِرِي“ میرے دل میں یہ خیال آیا، کہتے ہیں۔ بہر حال مخطر کا حاصل مطلب دل میں کسی بات کے گزرنے اور دل میں خیال آنے کو کہتے ہیں۔

خُلَاصَةُ الشَّعْر: یہ ہے کہ حضرت بآبَادِ اُوْدِ خَاكِي رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اپنے پیر کامل کا قول نقل کرتے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں: مجھے نفسانی خواہشات اور حرص و آرزو کا خیال تک نہیں آتا ہے اور اگر کبھی اپنے دوستوں اور اپنے مخلصوں سے کوئی چیز طلب کرتا ہوں، تو اس میں حکمت و صلحت ہوتی ہے کہ نفس کو پتدار و غرور اور ریاد شہرت سے بچاتا ہوں اور اسے بھی اپنے قلب و نفس کی پاک و سلامتی کا ذریعہ بنا دیتا ہوں۔ امید ہے کہ میرا یہ خیال میرے لئے باعثِ عفو و کرم جائے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ! دوستانِ خدا کی کتنی پاک نفسی اور بلند ہمتی ہوتی ہے کہ واقعی ان کے ہر فقرے ان کا نفسِ امارہ نفسِ مطمئنہ کی صورت اختیار کرتا ہے اور وہ اپنے علم سے قرب الہی حاصل کرتے ہیں۔ اور دوسرے ہیں ہم مدعیانِ بے حقی کا علم ایسا ہے جیسا کہ ایک بندہ فرماتے ہیں:

پڑھ پڑھ کے بنے پتھر بنے لکھ لکھ کے چور  
جس علم سے خدا ملے وہ پڑھنا ہے کچھ اور!

بہر حال آپ رحمۃ اللہ علیہ گاہے صلحتاً اپنے دوستوں سے کوئی چیز طلب فرماتے تھے۔ اس سلسلہ میں مرشدینِ کاملین سے تین مقصدوں کی خاطر سوال کرنا جائز ہے۔

۱۔ فراغت ملنے کے لئے، کہ دل بالکل اللہ کی طرف متوجہ ہو اور معمولی گزراوقات کے لئے زندگی کا قیمتی وقت ضائع نہ ہونے پائے۔

۲ = نفس کُشی کے لئے، کہ دستِ سوال دراز کر کے اپنی قدر و قیمت پہچان سکیں اور کبر و غرور سے نجات مل جائے۔

۳ = اللہ تعالیٰ کے احترام کے لئے، کہ اللہ تعالیٰ مالداروں کو مال دیا ہے۔ اب یہ خدائے جلیل کے پکیں بن کر ان سے مال کا حق طلب کرتے ہیں اور ان کو تنبیہ کرتے ہیں کہ مال کا اصلی مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اس طرح وہ دینی تبلیغ فرماتے ہیں اور احیاءِ علوم دین میں بحث کسب میں لکھا ہے کہ چار شخصوں کے لئے کسب و تجارت نہ کرنا جائز ہے۔

۱) اس عابد کے لئے جو عباداتِ بہنہ میں ڈوبا ہوا اور غوطہ زن ہو۔

۲) اس سالک کے لئے جس کا دل احوال اور مکاشفات میں سیر کر رہا ہو۔

۳) وہ عالم دین جو علوم دینیہ سے لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہو۔ جیسے مفتی، مدرس، مفسرِ محدث

وغیرہم۔

سہی جو مسلمانوں کے مصالح اور رفاہِ عامہ کے کاموں میں لگا ہو جیسے بادشاہ، قاضی، مہتمم اور ان کے معاون۔ اور باقی لوگوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے گزرِ اوقات کے لئے کسب و کار کریں؟ اور لوگوں پر وبالِ جان نہ بنیں۔۔۔ میں عرض کرتا ہوں کہ ہمارے زمانے میں دین کا احترام ختم ہو گیا ہے۔ لہذا مذکورہ حضرات کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے روزمرہ اوقات کی تقسیم کر کے کچھ وقت خدمتِ دین اور کچھ وقت کسب و تجارت کے لئے وقف کیا کریں۔

گفت سنوان بے تکلف بودن اندر ما اصحاب

ہست ورنہ قدم من نے از رقی و احمر شد است

قَالَ كُونُ الْمَرَأِ سَمْحًا فِي الْهَدَايَا سَنَةً

وَفُؤَادِي لَا يُوَدُّ أَنْزَقًا وَأَحْمَرًا

ترجمہ: ”آں پیر و شن ضمیر نے فرمایا کہ سنون ہے کہ آدمی ہدیہ قبول کرنے میں بے تکلف ہو۔ اسی

بنائے پر میں ہدیہ قبول کرتا ہوں ورنہ نسیم وزر اور دنیا کی ہوس کی آرزو میرے دل نے کبھی نہیں کی۔

التحقیق اللغوی:

قَوْلُهُ: سَمَحًا: سَمَحًا (ك) سَمَاحًا وَسَمَاحًا: نِيَاضٌ

سخی ہونا جس کا لازمی معنی بے تکلف ہونے کے ہے۔

قَوْلُهُ: أَصْفَرَ: زرد رنگ کا۔ ثَوْتٌ کے لئے صَفْرًا اور اس کی جمع الجمع صُفْرًا

ہے: دینار۔

قَوْلُهُ: أَحْمَرَ: سرخ رنگ کا مراد سونا ہے۔

قَوْلُهُ: مَا أَصَابَ: جو کچھ وہ پالے۔ یہ أَصَابَ السَّهْمِ سے نکلا ہے کہ تیر

نشانی پر ٹھیک طور سے لگا۔ أَصَابَ الرَّجُلُ: درست کرنا۔ أَصَابَ الشَّيْءُ:

درست پانا۔ أَصَابَ مِنَ الشَّيْءِ: پانا۔ حاصل کرنا۔ اس سے تحفہ یہ مراد ہے۔

اس لئے ہم نے لازمی معنی ہدایا سے اس کا ترجمہ کیا ہے۔

خُلَاصَةُ الشُّعْرِ: یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے سونا، چاندی اور ذریعی

مال و متاع حاصل کرنے کا خیال تک کبھی نہیں آیا اب جو تم بعض اوقات دوسرے مخلصین کے ہدیوں

اور تحفوں کو قبول کرتے ہوئے مجھے دیکھتے ہو تو اس میں بھی شرعی حکمت ہے کہ،

أَوَّلًا: ہدیہ قبول کرنا، خواہ وہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو، سنت ہے لہذا اس کے ذریعہ

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پور ہا ہے۔

ثَانِيًا: تکبر اور ریا، اور لوگوں کی غیبت سے نجات ملتی ہے۔

ثَالِثًا: میں ہدیہ قبول کر کے مستحق فقراء اور خداریدہ بزرگوں پر صرف کرتا ہوں۔

رَابِعًا: ہدیہ دینے والوں کی خواہشات کا احترام کرتا ہوں۔

خَامِسًا: دین اسلام خود آسان ہے اور تکلف نما چیزوں سے پاک ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جِئْتُكُمْ بِبَيْلَةٍ سَهْلَةٍ سَمَحًا: کہ میں تمہارے

پاس وہ دین لے کر آیا ہوں جو آسان اور بے تکلف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وصیت فرمائی کہ: "قُلْ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ" "فرمائیے کہ میں تکلف کرنے والوں میں نہیں ہوں۔"

سادِ سَا: کہ اگر ہدیہ قبول نہ کروں تو ہدیہ پیش کرنے والا شکستہ دل ہو جائے گا۔ پھر خطرہ ہے کہ وہ دین ہی سے برگشتہ ہو جائے۔ فرماتے ہیں: کہ ان باتوں کی وجہ سے میں ہدیہ قبول کرتا ہوں۔

تفاریحِ رحمتہ اللہ علیہ نے تکلف کی بحث کرتے ہوئے بحوالہ مروضۃ الاحباب لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لباس میں بھی تکلف نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ جو کچھ کرتے، قمیض، شلوار، چادر، تہ بند، چھینٹ کا لباس یا سادہ لباس، قبائے مبارک، موزہ، نعلین شریفین میں سے جو کچھ ممکن ہوتا تھا اس کو پہنتے اور استعمال فرماتے تھے اور خاص موقعوں پر قیمتی لباس بھی زیب تن فرماتے تھے۔ عیدوں، وفدوں اور دیگر موقعوں پر۔ اور زیۃ الفقہیہ میں لکھا ہے: کہ اگر ولی نفس لباس پہنے تو اس میں کوئی قباحت نہیں جبکہ غرور و پندار مقصود نہ ہو اور جب کہ اس سے کوئی فرض ضائع نہ ہو۔ اور حقوق اللہ پائمال نہ ہوں اس سلسلے میں شارح نے بحوالہ "ذخیرۃ الملوک" اور بھی تفصیلی واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحریر فرمائے ہیں۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ ہماری شرح بصیرۃ السلوک شرح ذخیرۃ الملوک میں تفصیل سے آئیں گے۔

خلاصہ شعر تو بس یہ ہے کہ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ کی بہت زیادہ پیروی کا اہتمام فرماتے تھے۔ آپ کے ہاں خواجواہ کا تکلف روا نہ تھا۔ اور رہے وہ لوگ جو غریب غریب، کا ہدیہ قبول کر کے بڑی بڑی جائیدادیں بناتے ہیں اور شادی بیاہ کے موقعوں پر ان ہدیوں کو بیجا استعمال کرتے ہیں۔ تو ان کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت محبوب العالم رحمہ کے ساتھ دور کا بھی لگاؤ نہیں پھر طرفہ یہ

کہ اس بے جا رسم و رواج کو وہ خوش اعتقادی کا جامہ پہناتے ہیں۔ ہم پھر ایسے حضرات کو بوجہ اجراء  
یاد دلا کر غالب کا یہ شعر بطور ہدیہ و تحفہ خاص پیش خدمت اقدس کرتے ہیں۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب  
شرم تجھ کو مگر نہیں آتی

نوٹ: بعض نسخوں میں شعر میں بجائے ازرق، اصفر مذکور ہے، حاصل مطلب ایک  
یہی ہے۔

ایضاً۔ ہر چند کہ ازرق و احمر غیر منصرف ہیں لہذا ان پر تنوین نہیں آتی  
چاہیے تھی۔ مگر ضرورت شعری کی وجہ سے، سبجو قسم کے الفاظ پر تنوین آتی ہے۔ جیسا کہ اس  
شعر میں، جو اس موقع پر علماء و نحو نے پیش کیا ہے۔ وَهُوَ هَذَا :-

شعر: مَا ذَا عَلِيٍّ مَنْ شَدَّ تَرْبِيَةَ أَحْمَدَ أَنْ لَا يَشْتَمَّ مَدَى الزَّمَانِ عَوَالِيَا  
صَبَّتْ عَلَى مَصَائِبِ لَوَائِهَا صَبَّتْ عَلَى الْإِيَامِ صِرْتِ لِيَا لِيَا

گفت معذورم من وناچار باید مر کیے  
فخر و خصلے نے مرا پیدا ازیں جو در شداست

قَالَ مَعذُورٌ أَنَا لَا بَدَّ لِي مِنْ مَرَكِبٍ  
لَسْتُ قَطُّ لِلشَّبُوحِ رَاغِبًا أَوْ فَاخِرًا

ترجمہ: "آن پیر کامل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ میں جسمانی طور کمزور ہوں اس لئے  
مجبوراً سواری کی ضرورت پڑتی ہے۔ میں ہرگز عمدہ گھوڑے کی طرف طبعی خواہش و رغبت  
نہیں رکھتا ہوں۔"

التحقیق اللغوی: قولہ: مَعذُورٌ۔ اسم مفعول یہ عذر سے مشتق ہے



جس کے معنی بہانہ اور مانع آنے کے آتے ہیں۔ اس سے العُذْرَى، والمعذِرَةُ  
 والمعذِرَةُ، والمعذِرَةُ۔ بہانہ کے معنی میں آتے ہیں۔ ان کی جمع معاذیر  
 آتی ہے اور العذراء۔ بکرہ ذر ناسفتاً اور العذراء حجت: جس کی بنا پر  
 عذر کیا جائے۔ یہی معنی یہاں پر مراد ہے اور عذر غلبہ اور غلبہ کے معنی میں آتا ہے اور جنگ  
 کے موقع پر بولتے ہیں۔ "لَمِنِ الْعُذْرِ الْيَوْمَ": آج کس کا غلبہ ہے؟ اور ابو عذر  
 هَذَا الْكَلَامَ" کہتے ہیں کہ وہ اس کلام کا پہلا بولنے والا ہے۔ العذراء،  
 حضرت مریم علیہا السلام کا لقب ہے۔

احادیث شریفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلقِ عظیم کی بخت میں آیا  
 ہے: "كَانَ يَقْبَلُ الْمَعذِرَةَ" کہ آپ عذرِ معذرت کرنے والوں کی معذرت اور  
 بہانہ قبول فرماتے تھے۔ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

قَوْلُهُ: جَوْدَس: آپ کی تیز رفتار سواری کا علم اور نام ہے۔ ہم نے عربی میں  
 اس کا ترجمہ سُبُوْحُ کیا ہے۔

عربی میں ایسی تیز رفتار

سواری گھوڑے یا گھوڑی کو سُبُوْحُ کہتے ہیں۔ جیسے شاعر عبقری ابو الطیب احمد  
 المتنبی کہتے ہیں: شعربے

وَتَسْعِدُنِي فِي غَمْرَةٍ بَعْدَ غَمْرَةٍ ۖ سُبُوْحٌ لَهَا مِنْهَا عَلَيْهَا شَوَاهِدُ

بہر حال سُبُوْحُ بمعنی سابع بولتے ہیں۔ اس کے جمع سُبُحَاءُ آتی ہے۔ رفتار میں ادھر

ادھر نہ ہلنے والا گھوڑا۔ فی هَذَا الشَّعْرِ بَحْثٌ طَوِيلٌ لِعُلَمَاءِ الْمَعَانِي

وَالْبَاقِي أَشْهَرُ مِنْ أَنْ يُذَكَّرَ۔

خِلَاصَةُ الشَّعْرِ: حاصل شعر۔ یعنی آں پیر پر تو منیر کو زمانہ طفولیت میں پائے

مبارک یا کچھ تکلیف و پیچیدگی پیدا ہو گئی تھی اور شروع زمانہ میں تو آپ گوشہ نشینی اور

تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت فرماتے تھے، پھر آپ کو حکیم الہی ہوا کہ کشمیر کے اہل اللہ رجال الغیب کی ملاقات سے شرف یابی حاصل کر لیں۔ تاکہ مزید روحانی اسرار اور راز ہائے نہانی حاصل ہوں گے، نیز عبرت انگیز مقامات بھی مشاہدہ فرماویں تاکہ:

سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَتْ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝ ﴿٢٢١﴾  
 ہو جائے یعنی زمین کی سیر کرو اور ٹھٹھلانے والوں کے انجام و عاقبت چشم عبرت بین سے دیکھا کرو۔  
 پس اس الہام کے بعد لوگ خود بخود آپ کو ہر سال عمدہ سواریاں بھیجتے تھے۔ چنانچہ بہت سواریاں آپ کے پاس جمع ہوتی تھیں جو آپ اپنے مریدوں اور ارادت مندوں میں تقسیم فرماتے تھے اس طرح سواری کا حق ادا فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقت بندی رحمۃ اللہ علیہ کے مقامات میں لکھا ہے کہ جب آپ کے پاس مہمان سواری پر آتے تھے تو آپ اپنے مہمان کی سواری، اس کے چارے اور اس کی ضروریات کا خود اہتمام فرماتے تھے تاکہ مہمان کا دل اپنے سواری کے بارے میں مطمئن رہے۔ ان حضرات کے ہاں یہ حدیث مشہور ہے۔ ”هَمُّ الْمُؤْمِنِ دَابَّتُهُ“۔ ”مومن کا خیال اور فکر اس کی سواری کی طرف رہنا اس کی فطرت میں داخل ہے، کہ یہ بھی اللہ پاک کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے کہ کہیں سے کہیں اپنے سوار کو پہنچاتی ہے۔ لہذا مومن کا اس کی ضروریات کی طرف متوجہ ہونا اس کی فطرت میں داخل ہے۔“

بہر حال حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مذکورہ عوارض و ضروریات کی وجہ سے میں سواری پر پھرتا ہوں، اس سے فخر و مباہات اور دکھاوا اور شان ظاہر کرنا مقصود نہیں۔  
 سُبْحَانَ اللَّهِ! کیا شان اور نرمی تو ان سے ہے اولیاء اللہ رحمہم اللہ سواری پر بلا ضرورت و حاجت سوار ہونا بھی ناپسند کرتے ہیں۔ دوسرے ہیں ہم کہ ان برگزیدگان الہی کی محبت کو اپنی عیش و فریب کاری کا ذریعہ بناتے ہیں۔

وَسَيَعْلَمَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝

گفت نے میل مریداں دارم اماچوں گنم  
از برائے رد سائل منع لا تنهرت دست

قَالَ إِنِّي لَا أُبِيدُ الطَّالِبِينَ بَيْدًا أَنْ  
حُكْمًا لَا تَنْهَرُ لِرَدِّ السَّائِلِينَ ذِكْرًا

ترجمہ: "آں پیر حقائق تنویر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ مجھے مریدوں اور طالبوں کے بنانے کی خواہش نہیں ہے۔ لیکن کیا کروں کہ سائلوں کے جھڑکنے کے بارے میں قرآن کریم میں ممانعت آئی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: وَأَمَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَرْ" کہ سائلوں کو جھڑک کر بے نیل و مرام واپس نہ کیا کیجئے۔ یہی آیت مجھے یاد دلاتی جاتی ہے۔ تو مریدوں کو قبول کرنے پر مجبور

ہو جاتا ہوں۔

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:

قوله: بَيْدًا، یہ ہمیشہ اَنّ اور اس کے معمول جملہ کی طرف مضاف ہو کر آتا ہے، سوائے اور مگر کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں:

"فَلَا تُكْشِرُ الْمَالَ بَيْدًا أَنْتَهُ يَخْبِيلُ" فلاں شخص بہت مالدار ہے مگر بے نخیل۔

اس مقام پر اَنّ "مخففہ من المتقلہ" ہے۔

قوله: لَا تَنْهَرُ: یہ سورہ وَالضَّمَى کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہیں: کہ مانگنے والے کو نہ جھڑک۔ یہ عام ہے کہ ذہبی سائل ہو یا سعادت ابدی کا متلاشی اور طلب گار ہو۔

خُلَاصَةُ الشَّعْر: حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ مخدوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ میں مریدوں کے بنانے سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا ہوں مگر مجھے سورہ وَالضَّمَى کی مذکور الذر آیت یاد آتی ہے کہ یہ اپنے عموم پر ہے۔ اس لئے راہِ حق دکھانے کے لئے مریدین کو بھی اختیار کرتا ہوں۔ اسی لئے

سب علماء اسلام نے کہا کہ ہر گاہ کسی کو کوئی شرعی راز و حکمت معلوم ہو جائے اور پھر اس سے دوسرے لوگوں کو آگاہ نہ کرے تو وہ گناہ گار ہوگا۔

اور ارشادِ باری ہے:

”يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ“ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو کچھ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور وہ سب بندگانِ خدا کو پہنچائیے اس سے ایسے فرقوں کی تردید ہو رہی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ آپ نے بہت سی باتیں اظہار نہیں کیں ایسے لوگ بھی آیت نہ کورہ کے تحت غیر اسلامی ہیں۔

اور ارشادِ حق ہے:

”فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ“

ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ہر بڑی جماعت سے چھوٹی جماعت علمِ دین کی تلاش اور دینی تعلیمات میں فہم و فراست پیدا کرنے کیلئے سفر کرے پھر واپس آکر اپنی قوم کو دینی احکام سکھایا کرے۔ کیوں کہ اس سے باقی لوگ بھی غضبِ الہی سے ڈریں گے اور دینِ حق پر چلنے لگیں گے۔ افسوس ہے کہ کشمیر کے مسلمانوں نے اس سنہری تعلیم کو چھوڑ دیا ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ وہ مسجدوں کی امامت کے لئے دوسرے ملکوں سے کرایہ پر اماموں کو لاتے ہیں جن کے بھید سے خدائی واقف ہے۔ وَاللّٰهُ الْمَشْتَكٰی۔

حالتِ دارم کہ تو انم نہفت و نیز گفت!  
می ندانم لقمہ شیرین است یا خود مرشد است  
حَالَةُ لِي لَا اسْتَطِيعُ كَتْمَهَا اوَعْلَانَهَا  
لَسْتُ اَدْرِى لَقْمَتِي اَمْ رِي وَشَرِي ظَاهِرًا

ترجمہ: ”مجھے ایسی حالت و کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ مجھے نہ اس کے چھپانے کی طاقت ہے اور نہ اسکو ظاہر کرنے کی، حتیٰ کہ اپنے کھانے کے لقمہ کو بھی اس وقت نہیں جانتا ہوں کہ میٹھا ہے یا کڑوا۔“

### التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:

قَوْلُهُ: أَرَىٰ وَشَرَىٰ: أَرَىٰ: میٹھی چیز کو، اور شَرَىٰ: کڑوی چیز کو کہتے ہیں۔ جیسے تَابَطَ شَرًّا، کہتا ہے۔ شَعْر:

لَهُ طَعْمَانِ أَرَىٰ وَشَرَىٰ وَكُلًّا الطَّعْمَيْنِ قَدْ ذَاقَ كُلًّا  
اور اس کی دو قسم کی لذتیں ہیں۔ میٹھی اور کڑوی اور دونوں لذتوں کو دوستوں اور دشمنوں میں سے ہر ایک نے چکھا ہے۔ یعنی وہ دوستوں کے لئے میٹھا اور دشمنوں کے لئے کڑوا ہے اور معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان جو واو معطف ہے یہ اُف کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔

فَأَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ:  
یعنی تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں، دو دو، تین تین اور چار چار۔ اتفاقاً۔ اس آیت میں واو معنی او ہے۔ كَذَلِكَ فِي شَعْرِنَا:-

مُخْلِصَةٌ شَعْر: یہ ہے جیسا کہ حضرت شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ پر بعض اوقات یک گونہ بے خودی سی پیدا ہوتی ہے۔ آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کیلئے ایک قسم کی کرامت ہے کہ غلبہ حال کی وجہ سے کڑوی اور میٹھی چیزوں میں فرق نہیں کر سکتے ہیں ایسے اوقات میں آپ پر روحانیت غالب ہوتی ہے۔ یہ کیفیت آپ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے مقامات میں ہے کہ حضرت خواجہ رح کی نظر کرم سے خانقاہ کے درویشوں کے حالات ایسے پابند ہوتے تھے کہ بشری اور انسانی صفتوں سے آزاد ہو جاتے تھے حتیٰ کہ کڑوی اور میٹھی چیزوں کے درمیان فرق نہیں کر پاتے تھے۔ یہ اسل میں اولیاء اللہ کی قبض و بسط کی نشانیوں میں سے ایک علامت ہے۔ بھلا جو ربانی الطاف



عنایات اور اسرار و معارف سے سرشار ہو، وہ کس طرح مادی اور فانی غذاؤں کی طرف مائل اور راغب ہو جائے؟ اور کس طرح؟ —

میں خورم حیث آنکہ از حالات دیگر کون من  
دورخی در بدگمانی مردم اکثر شد است  
انّ اَسْفَى لِجَلِّ حَالَاتِ النَّبِيِّ تَتَقَلَّبُ  
ظَنُّ سَوْءٍ اَوْ قَعِ النَّاسِ السَّعِيْرَ الْكَثْرَا

ترجمہ: ”پیر حقانی حضرت مجیب العالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے اپنے بدلتے ہوئے حالات و کیفیات پر بہت افسوس ہوتا ہے۔ کیوں کہ کچھ لوگ ان میرے خیالات کی تاب نہ لا کر مجھ سے بدگمان ہو جاتے ہیں۔ اور ناحق بدگمانی نے ہی بہت سے لوگوں کو دورخی بنایا ہے۔“  
التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ :

قَوْلُهُ: حَيْثُ: اس جگہ یہ لفظ فارسی لغت کے مطابق افسوس کرنے کے معنی میں آیا ہے  
حیث میخورم: افسوس کرنا ہوں اور عربی میں حَافٍ (ضاع) حیفا علیہ: کسی پر ظلم اور زیادتی کرنا۔ صفت حَائِلٌ، اس کی جمع حَيْفٌ، حَيْفٌ، حَافَةٌ آتی ہے اور حیث الشئ چیز کو اظراف سے گھٹانے کے معنی میں آتی ہے۔

قَوْلُهُ: حَالَاتٍ: یہ حالت کی جمع ہے۔ حَالَةُ النَّبِيِّ: کسی چیز کی حالت جمع حالات  
حَالَاتُ الدَّهْرِ: انقلابات زمانہ، گردشِ ہائے ایام۔

خَلَا سَتَرَ الشَّعْرِ: یہ شعر بھی آنجناب رحمۃ اللہ علیہ فی بعض انتساب کے بعض اونچے حالات کی طرف مشیر ہے کہ جب ان حالات طبعیات کو کچھ منکرین سمجھتے ہیں۔ تو وہ اور بھی زیادہ آپ کی بدگمانی اور بہتان تراشی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور اپنی بیسوں میں قیل و قال میں لگ جاتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں پیر کامل حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ ایسے بدگمانی

قَوْلُهُ: - اَقْصَرُ، یہ یہاں پر قَصْرَ نَفْسِ عَلِيٍّ كَلَّمَ اَبَا كَسْبِي چيز پر اقتصار کرنا اور اس سے تجاوز نہ کرنا کے معنی میں ہے۔ لفظ کے اعتبار سے یہ اسم تفضیل ہے، اس کی جمع اَقْصَارٌ اور اَقْصَرُونَ آتی ہے اور مؤنث کے لئے قَصْرَايَ و قَصْرَاتٌ بولتے ہیں اور بعض نسخوں میں اَقْصَرَ کی جگہ اَخْصَرَ ہے بہت مختصر۔

**خُلَاصَةُ شَعْرٍ:** شارح قدس سرہ اس شعر میں اپنے عجز و انکساری ظاہر کر کے فرماتے ہیں کہ بھلا میری کیا مجال اور طاقت ہے کہ آن بگناہ روزگار پر برحق کی کرامات و مقامات بیان کروں، بلکہ میں نے اپنی استعداد و علم نارسا کے مطابق آپ کے حالاتِ طیبات کا کچھ حصہ بیان کیا ہے اور آپ کے اونچے حالات کا استیعاب کرنا میری بس کی بات نہیں۔ چنانچہ خود حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ بفضل اللہ میرے حالات و مقامات تمہارے بیان سے کہیں اونچے ہیں اور چونکہ جو کچھ آپ نے میرے حالات بیان کئے ہیں ان میں کچھ تصوف کے نکات و اسرار بھی آگئے ہیں، جو طالبینِ حق کے لئے شفا بخش ثابت ہو سکتے ہیں، اس لئے میں آپ کے ان اشعار کو پسند کرتا ہوں ورنہ میرے حالات کچھ ایسے بلند ہیں جن کے سامنے آپ کے بیان کردہ حالات شرماتے ہیں۔ مَا شَاءَ اللّٰهُ! آپ کا یہ اظہارِ تحریثِ نعمت کی بناء پر ہے اور کسی اور مقصد کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا ہے:

لِي مَعَ اللّٰهِ وَقَتٌ لَا يَسْعَىٰ فِيهِ مَلَكٌ مُّقْتَدِبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُّوَسَّلٌ۔

کہ مجھے رب کریم کے ساتھ ایسا وقت بھی ہوتا ہے کہ اس میں میرے ساتھ بڑے سے بڑا فرشتہ اور اونچے درجے کے نبی کو بھی ساتھ رہنے کی گنجائش نہیں۔

مگر یاد رہے کہ اولیاء اللہ رحمہم اللہ کو یہ عنایات محض اتباعِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہوتی ہیں۔ اللّٰهُمَّ احْشُرْنِي مَعَهُمْ۔ :-

بَارَكَ اللَّهُ مِنْ مَقَامَاتِ مُشَاطِحِ خَوَانِدِهْ أُم  
حَالِ أَوْ بِأَحَالِ الْبِشَانِ مُسْتَوِي كِسْر شُدَّ اسْت

بَارَكَ اللَّهُ قَدْ تَلَوْتُ حَالَ أَشِيَاخِ كِرَامِ  
قَدْ تَسَاوَى حَالَهُ بِالطَّيِّبِينَ ظَاهِرًا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت سی برکتوں سے نوازے، کہ میں نے بہت سے دوسرے مشائخ کرام کے حالات اور ان کے واردات کے واقعات پڑھے ہیں (تو بعد تحقیق معلوم ہوا) کہ آپ کے واقعات و مقامات دوسرے مشائخ کے مقامات و کیفیات کے مقابلہ کچھ کم نہیں ہیں، بلکہ پوری مساوات و برابری کا درجہ رکھتے ہیں۔

### التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:

قَوْلُهُ: بِأَمَّاكَ: يَه "بَارَكَ اللَّهُ لَكَ وَفِيكَ وَعَلَيْكَ وَبَارَكَ!"  
اللہ تعالیٰ کو مبارک کرے اور بَارَكَ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَالْإِهْمَمُ: یعنی اے اللہ! تو نے انبیاء علیہم السلام اور ان کی اولاد کو جو شرافت و بزرگی اور عزت بخشی ہے وہ ہمیشہ برقرار رکھ اور بَارَكَ فِيكَ: یہ دعا نہیں بلکہ اس سے اس سائل کو خطاب کیا جاتا ہے جس کو دفع کرنا اور ماننا مقصود ہوتا ہے اور الْبَرَكَتَةُ: بڑھاؤ، زیادتی، نیک بختی کے معنی میں ہے باقی الفاظ کی تحقیق جلد اول میں آچکی ہے و فیما ذکرنا كَفَايَةً لِلنَّاطِرِينَ۔  
خلاصہ الشعر: حضرت خاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے دوسرے اولیاء اللہ

کے حالات طیبات کتابوں میں ملاحظہ کئے ہیں چنانچہ دستور الجمہور و مقامات المعروف بخلاصۃ المناقب میں مقامات حضرت علی ثانی میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ، مقامات حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، ملفوظات شیخ علاؤ الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

کرنے والے مجھے خواب میں دکھائی دیتے ہیں کہ وہ اس بدگمانی اور افترا پردازی کی وجہ سے جہنم میں جلتے ہیں۔ تو میں افسوس کرتا ہوں کہ یہ میری بدگمانی کرنے کی وجہ سے عذاب الہی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اسی وجہ سے باری تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ  
(سورة الاحزاب)

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو، کیونکہ گمان گناہ اور بے اصل ہوتے ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی بناء پر کسی سُنی مسلمان کی غیبت کرنا یا اس پر بہتان تراشی کرنا گناہ کبیرہ ہے اور ایسے گناہوں پر اصرار کرنا اور ان کو حلال جاننا موجب کفر ہے۔ اور کفر دوزخ میں داخل ہونے کے لئے ایک بڑا سبب ہے۔

مسئلہ: مومن صالح کے ساتھ برا گمان ممنوع ہے اسی طرح اس کا کوئی کلام سن کر فاسد معنی مراد لینا باوجودیکہ اس کے صریح معنی موجود ہوں، اور مسلمان کا حال ان کے موافق ہو، یہ بھی گمان بد میں داخل ہے۔ (دیکھو کنز الایمان)

یہاں کہتا ہوں کہ بہت سارے لوگ اس گناہ کی وجہ سے روز قیامت دوزخ میں جائیں گے۔

حضرت مولانا رومیؒ کیا خوب فرماتے ہیں:

از خدا جویم تو نسبتی ادب	بی ادب محروم ماند از لطف رب
بی ادب تنہا نہ خود را داشت بد	بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
ہر چه بر تو آید از ظلمات غم	آن ز بیباکی و گستاخیت ہم
از ادب پر نور گشت این فلک	و از ادب معصوم و پاک آمد فلک

اللہ تعالیٰ ہم کو سلف صالحین کے نقشِ قدم پر رکھ کر بدگمانی، افترا پردازی، مکر و فریب اور دغا بازی سے بچائے۔ چہارے دلوں کو اخلاص و ایمان کے نور سے منور فرمائے۔ آمین:

مَنْ كَبَّ شَرَحِ كَرَامَاتٍ وَمَقَامَاتٍ كَبَّ  
 بِأَزْوَارِ نَظْمِ قَصِيدَةٍ كَأَضْيِقِ وَأَقْصَرِ شَدَائِدِ  
 لَا أُطِيقُ أَنْ أُشْرِحَ مَقَامَاتٍ لَكَ  
 ثُمَّ فِي نَظْمٍ بَيَانَهَا يَكُونُ أَقْصَرًا

ترجمہ: "ناظم قصیدہ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں کہاں اور آنجناب فیض مآب کی کرامات و مقامات کہاں؟ تو پھر میں ان کی پوری تشریح وہ بھی نظم و قطبیدہ میں کیونکر کر سکوں گا۔ کیوں کہ نظم و شعر کا دائرہ بمقابلہ تشریح بہت تنگ اور نہایت محدود ہوتا ہے۔"

التحقیق اللغوی:

قوله: کرامات: یہ کرامتہ کی جمع ہے، تلافی عادت کا آگے  
 کہتے ہیں جو اولیاء اللہ کی طرف سے ظاہر اور صادر ہوتا ہے۔ کہتے ہیں: أفعل ذلك  
 حُبًّا وَاكْرَاهَةً لِّكَ "میں اسے تمہاری محبت اور تعظیم کے خیال سے کرتا ہوں۔"  
 لہٰ علیٰ کرامتہ: اسے مجھ پر بزرگی و کرامتہ حاصل ہے۔ باقی میں نے معجزہ، کرامت،  
 ابرہاس اور اسند راج کی تفصیلات اپنی بعض تالیفات میں اچھی طرح کی ہیں۔ فراجع الیہ  
 قوله: مقامات: یہاں پر مقامات سے سالک و صوفی کے مراتب عالیہ پر واقف  
 اور باخبر ہونے کا نام ہے۔ یعنی مدارج و مراتب سالک۔

قوله: قصیدۃ: القصیدۃ من الشعر، وہ اشعار جو تین یا اس سے  
 زائد ہوں۔ بعض نے کہا ہے کہ سولہ اور اس سے زائد وہ اشعار جو عمدہ اور مہذب کہے ہوں۔  
 قوله: اضیق: بہت تنگ۔ مؤنث کے لئے ضیق و ضیقوت کہتے ہیں۔  
 اضیق: تنگ بگ، مشکل کام، درہ گھاٹی۔ اس کی جمع مضایق آتی ہے  
 المضیق: واضیق: سختی، شدت، رنج اور افسوس۔



تذکرۃ الاولیاء، نفحات الانس اور متنوی حضرت پیر رمی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر کتابوں کا مطالعہ کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ الفقراء کفیس واحد سب اہل اللہ اور بزرگان دین یک جان اور لائف اذقالبوں کے مصداق ہیں کہ یہ سب ربانی اسماء کے مظاہر ہیں، تو اپنے مرشدِ کامل آقائے نامدار کو کسی سے کم نہ پایا بلکہ آپ متقدمین اولیاء سے کرامتوں میں کچھ کم نہیں ہیں۔ اس لئے بطور شکرانہ نعمت صحبت مرشدِ کامل یہ قصیدہ میں نے لکھا ہے معنی آنجناب رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے ہم سر اور ہم رتبہ ہیں۔ گو کہ یہ سب حضرات کرامتوں کے اظہار میں ممنوع اور مختلف ہیں۔ اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ اور انبیاء عظام علیہم السلام کو یہ کمال خلاقِ عالم نے عطا فرمایا ہے۔

سرباعی: ہر ولی جملہ کرامت داشت  
گر چہ ہر یک کے دوزاں افراشت  
ہر یکے را ہزار چنداں بود  
اند کے گرز بہر خلق نمود!

منکر از باور ندارد این کرامت دور نیست  
کے یہ بوجہل بیدل معجزہ باورش است

مُنْكَرٌ إِنْ لَمْ يُسَلِّمْ خَرَقَ عَادَاتِ لَهٗ  
لَا عَجَبٌ بُوْجَهْلٍ مِنْ إِعْجَازِ أَحْمَدٍ أَنْكَرَا

ترجمہ: ”منکرین حق اگر آپ کی کرامتوں اور امورِ خارقہ للعادات کے صدور سے انکار کرتے ہیں تو اس میں کوئی تعجب نہیں ہے کیونکہ سیاہِ دل بوجہل نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات شریفہ قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔“

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ: قَوْلُهُ: مَعْجَزَةٌ: وَهِيَ خَارِقٌ عَادَاتِ أَمْرٍ

جس کو اللہ تعالیٰ کسی نبی کے ہاتھ پر ظاہر کرے، اور دوسرے لوگ وہ امر یعنی وہ بات نہ کر سکتے ہوں اور معجزہ، کرامت اور استدراج و اِراہص کی تحقیق آیات سابقہ میں آچکی ہے اور ”محبوب العالم بیریما رح ہیں آچکی ہے۔ اصل میں اس کا مادہ عجز ہے جس کا معنی قادر نہیں ہونا، طاقت نہ رکھنا، عاجز ہونا آتا ہے۔ معجزہ جو دوسروں کو بہت عاجز بنائے اس کے مقابلہ کرنے سے، اس کی تائید مبالغہ کے لئے ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصّٰوَابِ۔ جو جہل شقی اصل میں الجہل تھا۔ الف ضرورت شغری کی وجہ سے گرایا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت مولینا عبدالرحمن جامی رح ہی معنی درج ذیل تحتانی شعر میں فرماتے

ہیں۔ وھو ہذا ہے

منکراں را واردات اولیاء نہ بود قبول ☆ کافراں را معجزات انبیاء کنی باور است  
خلاصہ شعر: یعنی منکرین و منعصبین اولیاء اللہ کے واردات اور حالات و کرامات  
قبول کرنے میں جھجک محسوس کرتے ہیں اور منکرین نبوت انبیاء کے معجزات پر یقین ہی نہیں  
رکھتے ہیں۔

اد فرماتے ہیں: کہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے مقامات میں لکھا ہے  
کہ اہل حق کا نہ ہب یہ ہے کہ ہر ولی کی کرامت حقیقت میں اس کے نبی کا معجزہ ہے اور ولایت  
کا ثبوت بطریق کرامت اور متابعت سنت کا نتیجہ ہے، یعنی اولیاء اللہ کی کرامتیں ہی معظّم  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سنّیہ کی اتباع و پیروی ہی سے حاصل ہوتی ہے یعنی اولیاء اللہ  
کے کمالات اتباع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتے ہیں۔

اور دوسرے ہیں مرزا غلام احمد قادیانی جس نے کہا ہے

آنچہ داد است ہر نبی را جام داد آں جام را مرا بہ تمام

مَعَاذَ اللّٰہِ مِنْ تِلْكَ الْهَفْوَاتِ وَالْخُرَافَاتِ۔

اور حضرت شیخ تہباب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب اعلام الہدیٰ وغنیۃ ارباب التقیٰ میں لکھا ہے:

” وَ یَعْتَقِدُ أَنَّ لِلْأَوْلِيَاءِ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرَامَاتٍ وَإِجَابَاتٍ وَهَكَذَا كَانَ فِي زَمَنِ كُلِّ رَسُولٍ كَانَ لَهُمْ إِتِّبَاعٌ نَهَرَتْ لَهُمْ كَرَامَاتٌ وَخَرَقاتٌ الْعَادَاتِ وَالْكَرَامَاتِ مِنْ تَمَسُّةٍ مُعْجِزَاتِ الْأَنْبِيَاءِ وَمَنْ ظَهَرَ لَهُ عَلَى يَدِهِ مِنَ الْخَرَقاتِ وَهُوَ عَلَى غَيْرِ التَّزَامِ بِأَحْكَامِ الشَّرِيعَةِ يُعْتَقَدُ أَنَّهُ زِنْدِيقٌ وَإِنَّ الَّذِينَ ظَهَرَ لَهُ مَكْرٌ وَإِسْتِدْرَاجٌ“

اس عبارت کا خلاصہ :-

”کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس بات کا اعتقاد رکھیں۔ امت مرحومہ کے اولیاء اللہ کو کرامات اور بہت بڑی قبولیت حاصل ہوتی ہے۔ یہی حال ہے سابقہ انبیاءؑ اور اولیاء کا، کہ ان سے بھی کرامتیں اور امور خارقہ للعداات صادر ہوتے ہیں۔ اور اس سے کہ کرامتیں معجزات شریفہ کے لئے تتمم اور خلاصہ ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر کسی ایسے شخص سے کرامتوں اور امور خارقہ للعداات ظاہر ہو جائیں جو پابند شرع نہ ہو تو مسلمان ان کو اس بات کا اعتقاد رکھنا چاہیے کہ ایسا شخص زندقہ ہے، اور اس سے ایسے امور کا صدور بطریق مکروہ استدرج ہوتا ہے۔“

حضرت شیخ کی اس تحقیق امین کو سامنے رکھ کر ماننا پڑے گا کہ عصر حاضر میں کچھ لوگ جو

بہر فروش دکھائی دیتے ہیں وہ اصل میں پیسلہ ور ہیں۔ (ہذا)

نَفَرَتِ نَاقُصٌ زِعْرٌ مَحْبُتٌشِزْ اَزْ بَغْضِ اَوْمَتِ  
اَرے آئے وحش و دراز آدمی منفر شد

۲۳۳

يُنْفِرُ النَّاقِصُ مِنْهُ مُبْغِضًا مِنْ عِزِّهِ  
مَلَكًا وَحِشِي وَخَيْرٌ مِنْ أَنْاسِي الْفِرْلِ

ترجمہ: "کم عقل لوگ آپ رح سے بغض و عداوت کی وجہ سے آپ کی شرفِ صحبت سے بھاگ جاتے اور نفرت کرتے ہیں۔ (تو اس میں بھی تعجب نہیں) کیونکہ وحشی جالوز اور ریچھ بھی آدمی دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں یا آدمیوں سے بھاگتے جاتے ہیں۔"

### التَّحْقِيقُ اللَّغَوِيُّ:

قَوْلُهُ: نَفَرَتْ: يَنْفَرُ: نَفَرًا عَنْ كَذَا سَعَى: نَفَرَتْ كَرَاهًا، نَافِئًا كَرَاهًا، اعْتِرَاضًا كَرَاهًا. نَفَرَ الْقَوْمُ: مَتَفَرِّقًا هَوْنًا. النَّفْرُ: مَصْدَرٌ: تَيْنٌ سَعَى لِي كَرْدِ مَسْ تَكْ كِي جَمَاعَتٍ اَوْر نَفْرَةُ الرَّجُلِ: اَدْمِي كَا خَانِدَانِ.

قَوْلُهُ: نَاقِصٌ: اِسْمٌ فَاعِلٌ نَا مَكْمَلٌ شَخْصٌ كُو كَهْتِي هِي۔  
قَوْلُهُ: عِزٌّ: بِمَعْنَى عِزَّةٍ، سَخْتٌ بَارَشٌ۔ رَجُلٌ عِزٌّ، قَوِيٌّ كِي مَعْنَى هِي  
بُو لَا جَا تَا هِي۔ حِي بِه عِزًّا بَرًّا، جِس طَرَحِ هُو سَكِي تُو اُسِي لِي اَو۔

قَوْلُهُ: بُغِضٌ، اَلْبُغْضُ: عِدَاوَةٌ وَنَفْرَةٌ۔ بَغِضَهُ اِلَيْهِ: كَسِي سَعَى  
نَفْرَتٌ دِلَانَا، كَسِي كَا دَشْمَنٌ بِنَانَا۔

قَوْلُهُ: مُنْفِرًا: شَارِحٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نِي اِي نِي شَرَحِ مِي اِي كِي تَحْقِيقُ كَرْتِي  
هِي وُئِي فَرْمَا يَا كَرِي بِبَابِ اَفْعَالِ كَا اِسْمُ مَفْعُولٌ هِي۔ فَرْمَاتِي هِي: مُنْفِرٌ مَسِيْدُهُ سُدُّهُ اِسْمُ مَفْعُولٌ سِنْتِ  
اِذِ اِنْفَارِ كِي بِمَعْنَى رَمَانِيْدِكُنْ اِسْتِ۔ بِمَعْنَى مُنْفِرٌ، اِنْفَارٌ سَعَى نَكْلَا هِي۔ تِسْ كِي مَعْنَى بَهْكَانِي كِي هِي۔  
مُنْفِرٌ بَهْكَا يَا هُو اِس جَكِي هِي نِي اِس كَا تَرْجَمَةُ اِنْفَارِ سَعَى كِيَا يِي كِي يُو كِي اِنْفَارِ صِيْفَةُ تَشْبِيْهِ مَذْكُرِ  
اِسْمُ مَفْعُولٌ هِي۔

از بابِ اَفْعَالِ، اِنْفِرْ بِرُوزِنِ اَفْعِلَا هِي، اِي تَشْبِيْهِ مَذْكُرِ كِي نَمِيْرُ وَحِشِي

وَرَدِّ كِي طَرَفٍ بِاِعْتِبَارِ كُلِّ وَاحِدٍ لَوْ تَمَّتْ هِيَ لِهَذَا (الْفِرْس) تَشْبِيهًا كَرَّكَ صَيْغَةً هِيَ اَوْرَاسِ كَالْفِ  
 اِسْتِبَاعِي نَهِيں ہے اَوْرَ مَعْنٰی يِه مِهْرُے كِه وَحَشِي جَالُوْر اَوْرَ رِيكِي اَدْمِيوں مَسَّ بَهْكَائے كُے هِيں گُو يَا كِه لُوْگ  
 پِير اِن حَقِيْقَت كِي كِرَامَات وَ كِمَالَات كُے مُنْكَر هِيں اِن كِي مَثَالٌ وَ حَشٍ وَ رَدِّ كِي مَثَال هِيَ يَعْنِي  
 مُرْتَد كَا مُنْكَر مَرْدُو د هِيَ كِه مُرْتَد اَس كُو قَبُوْل نَهِيں كِرْتَا - وَرَنَه حَقِيْقِي شَيْخ سِرْتَا پَا لُوْر هِيَ - وَ هِ مَرْدُو  
 بَارِگَه اِهِي كُو قَبُوْل نَهِيں كِرْتَا جِيَا كِه اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ ؕ هِيَ هِي مَعْنٰی  
 مُرْتَد شَيْخ هُو تَا هِيَ -

اور مولینا سلطان فرماتے ہیں کہ :  
 ” مُنْكَر شَيْخ ، مُنْكَر شَيْخ نَيْت ، شَيْخ اَز وَ مُنْكَر اَسْت وَ اَنَكِه نَزْدِ شَيْخ نَمِي اَيْدِرِدِّ شَيْخ اَسْت .  
 وَ اَنَكِه كِرَامَت اَز شَيْخ نَمِي بَمِيْن اِيْن نَيْت كِه شَيْخ رَا كِرَامَت نَيْت ، شَيْخ اَز سِرْتَا پَا كِرَامَت  
 اَسْت ... اِلٰی اَخِر - ”

یعنی، کہ جو شخص شیخ کا انکاری ہے وہ دراصل شیخ کا انکاری نہیں بلکہ شیخ ہی اُس سے  
 انکاری ہے۔ اس کے غیر مقبول ہونے کے سبب اور جو کوئی شیخ کے پاس نہیں آیا وہ شیخ کے پاس  
 مردود ہے اور جو کوئی شیخ کی کرامت نہیں دیکھتا، اسکی وجہ یہ نہیں کہ شیخ کی کرامت نہیں  
 بلکہ اُس کا اپنا قصور ہے اور شیخ سرتا پَا کرامت ہی کرامت ہے۔ مشکل ہے کہ اس پر اچھی صرح  
 غور کریا۔

مُنْكَر اِلْكَارِ حَالِشِ سُوْءِ كِفْرَتِ مِي كَشْدَا  
 كُوْر خُو د فَا نِي اَسْت رُو اَوْ صَا فِ حَقِّ مَرْطَه شَدَا  
 يَا اَبِيْ يَابَا اِيْ حَالِهٖ قَدْ تَكْفُرُ  
 اِنَّهٗ فِي اللّٰهِ قَانٍ وَ صِفَاتِهٖ ظَهْرًا



ترجمہ: ”اے پرپر تو منیر کے مقامات عالیہ اور کمالات سامیہ سے انکار کرنے والے! مجھے اندیشہ ہے کہ تمہارا بے جا غرور و پندار اور تکبر و انکار کفر کی حد تک تم کو پہنچا کر رہے گا۔ کیونکہ وہ ظاہری غرور و پندار سے خالی ہو کر فنا فی اللہ کے مقام تک پہنچ گئے ہیں۔ اور اس کے صفات کے منظر اتم ہیں۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کہ مشہور ہے: شعر ہے

مٹائے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہئے  
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

### التحقیق اللغوی:

قَوْلُهُ: الْأَبِئُ: نفرت کرنے والا، جس کا لازمی معنی مُنکر ہونے کے ہیں، کمینہ بانوں سے اپنے آپ کو دور رکھنے والا۔ ”رَجُلٌ أَبَاءٌ“ خود دار مرد، مادہ اس لفظ کا۔ ابی اباء سے ہے: ناپسند کرنا، مکروہ جانتا، کسی چیز سے ناخوش ہونا، مغل اللام یا ابی ہے کذافی المنجد۔

خَلَاصَةُ الشَّرْحِ وَمَغْرَتُهُ: شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شعر کے مصرعہ دوم میں ولایتِ خاصہ کی طرف اشارہ ہے پھر ”لَقَدْ النَّصُوصُ“ کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ ولایت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ ”وَلَايَتِ عَامَّةٍ“ عام طور پر مومنوں کو ان کے درجوں اور مرتبوں کے مطابق حاصل ہے  
۲۔ ”وَلَايَتِ خَاصَّةٍ“ یہ اہل سلوک میں سے صرف واصلوں کو (اعلیٰ درجہ کے خدا رسیدہ حضرات کو) شامل ہے۔

اور مزید فرماتے ہیں کہ بندہ کا ذات باری میں فنا ہونے سے یہ مطلب ہے کہ بندہ اپنی ذات کو مولیٰ کی ذات میں اپنی صفتوں کو خدا تعالیٰ کی صفتوں میں فانی پائے کہ اپنی ذات اور صفات کو خدا کا ظہور سمجھ کر اس آفتاب تابان کے احکام میں اس طرح محو اور مشغول ہو جائے کہ اپنے سے بے خبر ہو جائے۔

یعنی: - فَالْوَلِيُّ هُوَ الْفَانِي بِأَمْرِ بِاللَّهِ وَالظَّاهِرُ بِأَسْمَائِهِ وَصِفَاتِهِ۔

پس ولی وہ ہے جو اللہ میں فنا ہو اور اللہ سے بقاء پائے اور اللہ کے ناموں اور صفوں سے عملاً ظاہر ہو جائے اور تفسیر القشیری میں آیت: "إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصَلِّيهِمْ نَوْمًا" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جو اولیاء اللہ کی کرامت کے منکر ہوں۔ اور واضح رہے کہ منکرین کرامت کو شریعت میں کافر نہیں کہتے، اس لئے ہم نے سوچ سمجھ کر شارح رح کی تحقیق ملحوظ رکھ کر قد تکفیر سے اس کا ترجمہ کیا۔ فَهَلْ مِنْ مُتَكَبِّرٍ؟

مُنْكَرٍ فَضْلِ وَلايْتِ از زمان و جا امشوا

فضل حق را حق بہر جا ہر زمان اقدر شد است

كَيْفَ تَأْتِي لِيَوْلِيٍّ مِنْ زَمَانٍ أَوْ مَكَانٍ  
وَعَلَىٰ كُلِّهِمَا الْحَقُّ لَدُنِّي أَقْدَمًا

ترجمہ: "اے منکر ولایت تو کس طرح زمان و مکان کی آڑ لے کر ولایت اور اسکی فضیلت سے انکار کرتے ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی زمان و مکان سے بہت بے نیاز اور ان دونوں پر بہت قدرت و طاقت رکھتی ہے۔"

التَّحْقِيقُ اللَّغَوِيُّ:

قَوْلُهُ: أَقْدَمًا: بِاسْمِ تَفْصِيلِ كَالصِّغَةِ وَاحِدٍ مَذْكُورٍ هِيَ۔ اس کا مادہ، قُدْرَةٌ،

مَقْدِرَةٌ، مَقْدِرَةٌ وَغَيْرُهُ هِيَ بِرَبْعِيٍّ يَابُ "ن" "ض" "س" سے بولا جاتا ہے۔  
"قَدْرٌ عَلَى الشَّيْءِ": کسی چیز پر قوی (قادر ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ اسی سے قَدْرٌ قَدْرٌ بولا جاتا ہے۔ یعنی وہ لوگ جو تقدیر کے منکر ہیں۔ اور ہر شخص کے مختار ہونے کے قائل ہیں اور فرقہ جزیہ

سے اعتقادات ان کے بالکل برخلاف ہیں۔ تقدیر الہی اندازہ الہی کو کہتے ہیں۔ نبی قدس صلاہ  
والہ دار لوگوں کو کہتے ہیں۔

**خُلَاصَةُ شَعْرٍ**۔ شادح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس شعر میں: **ذَلِكَ فَضْلُ  
اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ**۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے، عنایت کرتا ہے،  
اور اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔

اور یہ شعر ان لوگوں کے رد میں فرمایا کہ جو زمانہ اور جگہ کی آرٹیکلر ولایت اور مرشدان  
طریقیت سے انکار کرتے ہیں۔ اس طرح محروم ہو جاتے ہیں۔ یعنی ولایت تو اتباع سنت  
مقدمہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہے۔ اسے زمانہ و  
مکان، نسب و دولت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس جب کوئی بھی شخص کسی زمانہ اور کسی بھی  
وقت اتباع سنت میں کامل ہو تو وہ ولایت کا فضل و شرف حاصل کر سکتا ہے۔ اور شادح  
رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

اتباع شریعت و سنت کا دروازہ کھلا ہے اور اسماء اللہ کے خواص برابر موجود ہیں پھر  
ولایت کے دروازے کو بند کرنے کے کوئی معنی نہیں۔

اور خود: **مَنْ لَمْ يَعْرِفْ اِمَامًا زَمَانَهُ فَقَدِمَاتٍ مِّنْهُ جَاهِلِيَّةٌ**  
کی حدیث ثابت ہے۔ کہ ولایت کا دروازہ بند نہیں۔ اس کا ترجمہ یہ ہے: "جس نے  
اپنے زمانہ کے امام یعنی مرشد کامل کو نہیں پہچانا۔ اس کی موت زمانہ جاہلیت کی سی ہوتی ہے۔"  
ہذا ہمیشہ مرشد کی طلب میں رہنا چاہیے

**وَرَعِيْكَ مَن تَشَاءُ وَتَخْصِيْصُ وَقْتِ وَجَائِزِ نَيْبِ  
بِسْ عَزِيْزِ حَقِّ حِسْرٍ اَبِيْشٍ تُوْمَسْتَحْمَرُ شَدِ اسْت  
وَتَعْرِ مَن تَشَاءُ مِّنْ قِيُوْدٍ فَتَدْعُ اَعْلَا  
فِيْمَا مَحْبُوْبٍ حَقِّ لَسْرَا كَا اَحْقَرَا**

ترجمہ:- "آیتِ کریمہ وَتَعَزُّ مِنْ تَشَاءٍ... الخ زمان و مکان کی قیود سے اور شخصیت سے بالاتر ہے تو اے منکر پھر تو کس بنا پر اللہ تعالیٰ کے پیارے اور محبوب یعنی پیر کامل کو حقارت کی نظروں سے دیکھتا ہے۔"

### التحقیق اللغوی:

نَوْلُهُ: تَعَزُّ بِیہ قرآن کریم کی ایک آیتِ کریمہ کا ٹکڑا ہے جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ یہ دعا فرمایا کیجئے: کہ اے مولا! تو ہی ملک کا مالک ہے جسکو تو چاہتا ہے اُسے ملک سرداری عطا فرماتا ہے۔ اور جسے تو ملک کی دی ہوئی سرداری چھیننا چاہتا ہے تو اس کو بے عزت بنانے میں کوئی چیز تم کو روک نہیں سکتی۔ بے شک تو ہر چیز پر بے پناہ طاقت رکھتا ہے۔

واضح رہے کہ عزت کے اصل معنی "قوی اور عزیز ہونے کے آتے ہیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زمانہ جاہلیت کے حالات کی تصویر اس مصرعہ سے کھینچتی تھیں:

"إِذِ النَّاسُ مِنْ ذَلِكَ مِنْ عَزِيزٍ" کہ لوگوں کی حالت زمانہ

جاہلیت میں اس قسم کی تھی کہ جو قوی اور طاقت ور ہوتا ہے وہ کمزور سے سب کچھ چھین لیتا تھا۔ "مَا خُوذَ مِنْ الْمُبْرَدِ" یعنی جس کی لاٹھی اُس کی بھینس۔ اور عزیز اس بادشاہ کو بھی کہتے ہیں۔ جسے کوئی عاجز نہ کر سکے۔ اور عزیز اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے بھی ہے اور "يَا عَزِيزُ" کے ورد کرنے کے رنگارنگ اور گونا گون فائدے ہیں۔

حضرت شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر کی شرح میں عزت و کبر میں فرق کرتے ہوئے فرمایا کہ عزت یہ ہے کہ آدمی اپنا مقام پہچان کر غلط رویہ اختیار کر کے اس کو بے قدر نہ بنائے، اس کے برخلاف کبر ہے کہ آدمی اپنے حقیقت نہ پہچانے اور پھر اپنے آپ کو اپنے مافوق کے مقابلہ پیش کرے۔ عزت محمود ہے اور کبر مذموم۔ اسی لئے "وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ مِنْ سُوْلِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ" قرآن کریم میں وارد ہے۔

قَوْلُهُ؛ عَلَا: یہ فعل ماضی ہے: عَلَا لِعَلَوْا کے معنی بلند ہونے اور

غالب آجانے کے ہیں۔ وَالْبَاقِي اَظْهَرُ ۛ

خلاصہ شعر یہ ہے: کہ عزت اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ملتی ہے اس میں زمان و مکان کی کوئی تخصیص نہیں اور اللہ پاک ولایت و کرامت سے جسے چاہیے، نواز سکتا ہے نہ اس میں جگہ کی قید ہے اور نہ زمانہ کی اور نہ قومیت کی اور نہ ہی کوئی بڑی سے بڑی طاقت اللہ کو اس کے ارادہ سے آڑے آسکتی ہے اس کی صفت ہے: "فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ" لہذا اس نے محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کو ولایت خاصہ کے شرف سے نوازا ہے، تو انکار کرنے والا کون ہوتا ہے؟

سے حسن بصر، بلا لفظ از حبش صہیب رض از روم

بہ خاک مکہ بو تہلہ اس چہ بو العجبی است

حضرت شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر کی بہت تشریح فرمائی ہے لہذا ان کی شرح کی

ظرف رجوع کرنا چاہیے اور ہماری ذمہ داری صرف تعریب ہے۔ ۛ

ہم بہ بیدی من یشاء مطلقاً لقید نیست

از چہ در انکار نصت سخت چوں مرشد است

حکم بیدی من یشاء مطلقاً لا یرب فیہ

میں بالانکار لیسو لفرادک مرمراً

ترجمہ: "اس طرح قرآن کریم کا یہ فیصلہ کہ "اللہ جسے چاہیے اسے ہدایت فرماتے ہیں" مطلق اور علم ہے اور اس میں زمان و مکان کی کوئی خصوصیت نہیں تو پھر اس ناطق حکم کے پوتے ہوئے بھی حضرت پیرج روشن ضمیر کی کرامات و مقامات دیکھ کر تمہارا دل کیوں سنگ مرمر کی طرح سخت ہو گیا ہے۔ اور آپ کی ہر اچھی چیز کا انکار کر بیٹھتے ہو۔"



## التحقیق اللغوی:

قَوْلُهُ؛ مُطْلَقٌ: وہ چیز جس میں تخصیص نہ ہو۔

قَوْلُهُ؛ تَقْيِيدٌ: مقید کرنا، مخصوص کرنا۔ قَوْلُهُ؛ مَرْمَرٌ،

الْمَرْمَرُ: سنگِ مرمر، المرمرات: نرم گوشت والا، بہت رس والا انار، المرمر: بطل۔ الْمَرْمَرَةُ: بہت بادش۔

قَوْلُهُ؛ يَقْسُوْا؛ يَقْسُوْا: سخت ہونا ہے۔ يَتَقَسَّأُ، يَتَقَسَّوْا، قَسَاوًا وَقَسَاوَةً

سے ہے سخت اور ٹھوس ہونا۔ اسی سے قرآن کریم میں ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ آیت ہے  
یہ "مُعْتَلٌ الذَّامِ وَادْوَى" ہے۔ خوب سمجھ لو۔

خلاصہ شعر: یہ ہے کہ حضرت شارحِ رحمة اللہ علیہ ان لوگوں کو اصلاح فرماتے  
ہیں جو اولیاء اللہ اور ان کی کرامتوں کی اس بناء پر انکار کرتے ہیں کہ اس ناہنجار زمانہ میں اور  
ناہنجار جگہ کیوں کروں اللہ ہوگا۔ اور اولیاء کے وجود کے انکار کرنے کے بعد ان کی کرامتوں کے منکر  
ہو کر خسر الدنیا والآخرتہ حاصل کرتے ہیں۔

حضرت شارحِ رح ان کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہدایت از خدا ہے اس میں  
قرب زمانہ نبوت یا بعد زمانہ کی کوئی قید نہیں ہے اسی طرح اس میں جگہ کی بھی کوئی تخصیص  
تعیین نہیں۔ لہذا تمہارا انکار تم کو بچا نہیں سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا دل سنگِ مرمر کی  
طرح سخت ہے اب وہ کوئی عمدہ سے عمدہ کرامت سے بھی متاثر نہیں ہوگا اور ثُمَّ قَسَتْ  
قُلُوبُكُمْ کا معنی بن کر مردہ ضمیر ہو چکا ہے شعر میں صنعت تقابل ہے اللہ کی پناہ:

آیۃ لَا تَلِيْسُوا رَاخْوَانِدَةً اے بدگمان  
پس بہ تو میبدی چہر انفس تو مستحجرتہ است

# يَا لَظَاتِ السُّوءِ أَنْتَ قَامِرِيٌّ لَا تَيْسُرُوا فَبِمَاذَا الْقَنُوطُ قَلْبَكَ قَدْ حَجَّرَا

ترجمہ:- ”اے بدگماں تو نے تو قرآن کریم میں بار بار پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ پھر ایسے و ناامیدی نے تمہارے دل کو پتھر کے مانند کیوں سخت بنایا ہے۔“

## التَّحْقِيقُ اللَّغَوِيُّ:

قَوْلُهُ: لَا تَيْسُرُوا: صيغة جمع مذکر فعل حاضر معروف ہے۔ یہ اصل میں آیس آیساً (ض) سے مشتق ہے، کسی سے ناامیدی ہونا۔ صيغة صفت آیس آیساً آتا ہے۔ آیساً: پچاس یا پچاس سال سے زائد عمر رکھنے والی عورت۔ اس کے بعض فقہی احکام بمقابلة نوجوان عورتوں کے جدا گانہ ہیں۔ یہ قرآن پاک کی آیت کا ایک حصہ ہے۔

قَوْلُهُ: الْقَنُوطُ، یہ قَنَطٌ، قَنَطًا، قَنُوطًا (س) اور قَنَطٌ، قَنَاطَةٌ: ناامیدی اور مایوس ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ صيغة صفت۔ قَنِطٌ، قَانِيطٌ، قَنُوطٌ آتا ہے۔ اَقْنَطَةٌ: ناامید کرنے کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

خِلاصاً شِعْرِيًّا ہے: کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا، قرآن پاک کی تعظیم کے برخلاف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ یہ ہے: لَا تَيْسُرُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَسِيرُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمَ الْكَافِرُونَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے ناامید نہ رہو، کافروں کے سوا اس کی رحمت سے کوئی بھی ناامید نہیں پھرا۔ لیا اللہ اور دوستان خدا رحیم اللہ جامعین سے ان کی کرامات و مقامات دیکھنے کے بعد ان سے بدگمان رہنا اور بھی زیادہ گناہ ہے۔ ہذا دوستان خدا سے بدگمان رہنا نہ صرف ایک جرم عظیم ہے بلکہ ایک گونہ آیات قرآنی کا انکار بھی ہے۔ نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْقِسَاوَةِ وَالْجَهَالَةِ۔

نوٹ: لفظ شِعْرِيًّا ہے کہ عربی شعر کے مصرعہ دوم میں قلب کے مضاف الیہ کو ضرورت شعری کے سبب ساکن کیا گیا ہے، اور یہ کہ یہ حَجَّرَا کا مفعول بہ مقدم ہے اور اس کے معنی پتھر کی طرح بنانا

اور چاند کا ہالہ ہونے کے ہیں۔ ماخوذ من المنجد :

اِن قَدْرَ اَزْوِ كِرَامَتٍ وِدِيْدَةٍ وِبَشْنِيْدَةٍ شَدِّ  
اَزِ چَرِيْدِ بَخْتِيْسِيْتِ حَشِيْمٍ وِ كُوْشِ كُوْرٍ وِ كَرِيْمِيْتِ  
كَمُكْرِمَاتٍ رَأَيْتَ وَسَمِعْتَ اَنْتَ مِنْ  
عِ بِمَا ذَا قَدْ عَمِيْتِ وَسَمَاعِكَ وَقْتِ رَا

ترجمہ: "اے منکرِ حق! تو نے آنجناب ہمایوں خطاب کی بہت سی کرامتیں خود دیکھی اور اپنے کانوں سے سن لی ہیں، تو پھر کس شقاوت اور بد بختی کی وجہ سے تمہاری آنکھیں اندھی اور تمہارے کان قبولِ حق سے پھرے ہو گئے ہیں۔"

خُلَاصَةُ شَعْبَرٍ: مقاماتِ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی قدس سرہ میں مرقوم ہے کہ بلا وجہ انکار کرامت، انکار معجزہ کے لئے مستلزم ہے اور انکار معجزہ مستلزم کفر ہے۔ اور اگر ولی کی کرامت ظاہر ہونے کے بعد بلا وجہ کوئی اس سے انکار کرے تو وہ کتمانِ حق میں گرفتار ہو گا۔ اور ایسا شخص قرآن پاک کی اس آیتِ بلند پایہ کا منکر منصور ہو گا۔ کہ:

اِرْشَادِ الْبَيِّنِ: "وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْفُرُوا بِالْحَقِّ وَانْتُمْ تَعْلَمُونَ" (البقرة)

اس آیتِ کریمہ کا ترجمہ: "کہ حق سے باطل نہ ملاؤ اور دیدہ و

والسنة حق نہ چھپاؤ۔"

نثارِ حِ رَحْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْهِ نَعِي فِي سِلْسِلَةِ مِيْنِ جَنَابِ مُحَمَّدٍ رَاعِي رَحْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْهِ كَايَةً وَاَقْعَهُ  
لِكَمَا هِيَ: کہ مذکور اپنے شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات اور ان کے حالاتِ طیبات  
لوگوں سے بیان فرماتے تھے تو بعض بے اعتقاد اشخاص ان کرامات و مقامات کا انکار کرنے  
گئے اور حضرت بایزید رحمہ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے اپنے مرید محمد راعی رحمہ کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:  
کہ تم میرے اسرار لوگوں سے بیان کرتے ہو۔ جاؤ ایک دفعہ وہ اسرار انہوں کے سامنے بیان کرو

وہ منکرین کے مقابلہ بہت اہلیت و استعداد رکھتے ہیں، اور حق یہ ہے کہ ایسے ہی منکروں کو قرآن کریم میں صمد بکم عنی، فہم لا یرجعون ۵ فرمایا گیا ہے۔

مصرعہ ثانی میں " لا " کا مرجع حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ ہیں، یہ اپنے ما قبل سے ملکر منہ ہو جاتا ہے ۶

کار ابد الان حق رارو قیاس از خود بگیر  
نفسِ شاں بادل بدل شد حکمِ شاں بگردشدا  
لا نفس ابدال حق بزوا یا قلب کا  
نفسُ ہم عادت الی بال و حکمِ آخر

ترجمہ: " خدا تعالیٰ کے ابدال یعنی اولیاء کاملین جمہم اللہ کو اپنے اوپر قیاس کرنے اور اپنے دل کے گوشوں سے ماپنے سے پرہیز کرو۔ کیوں کہ ان کے نفوس ان کے مقدس قلوب کے ساتھ بدل گئے اور ان کے بعض جزئی احکام جداگانہ بنا گئے ہیں۔"

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:

نَوْلَةٌ ابدالان: وہ مقدس لوگ جن سے دُنیا کبھی خالی نہیں رہتی، جب کوئی ان میں سے دُنیا سے اٹھتا ہے تو دوسرا اس کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ اصل میں یہ (ن) بَدَلٌ وَابْدَالٌ لِشَيْءٍ مِنْهُ: بدلنا، بدلہ میں لینے سے ہے۔  
قَوْلَةٌ قِيَّاسٌ، یہ مصدر ہے اور کہتے ہیں: هَذَا قِيَّاسٌ ذَاكَ، یہ امر کے مشابہ ہے۔ القیاس فی المنطق: چند قضیوں سے مرکب قول جس کو تسلیم کرنے سے ایک اور قول کو حوالہ تسلیم کرنا پڑے۔ القیاس: بہت قیاس کرنے والا۔ یہ اَجْوَد یانی ہے اور لا نَفْسٌ صِبْغَةٌ وَاحِدَةٌ كَرَفْعٍ حَاضِرٌ مَعْرُوفٌ ہے۔

تَوَلَّاهُ: زَوَايَا، زَاوِيَةٍ كِي جمع ہے، كُونَهٗ۔ یہاں پردوں كے كُونے مراد

ہیں۔ اور زَاوِيَةٍ بڑھئیوں كی اصطلاح میں دو مستقیم ضلعوں كہ ایک آلہ جن كے میلان پر زاویہ قائمہ پیدا ہوتا ہے۔

تَوَلَّاهُ؛ بَال: دل كو كہتے ہیں۔ "مَا خَطَرَ الْأَمْرِ بِيَالِي" یہ بات میرے

دل میں نہیں كھٹكی۔ اور كہتے ہیں: فُلَانٌ كَرِيحٌ الْبَالِ؛ فُلَانٌ آسودہ حال ہے۔

اور فُلَانٌ كَاسِفٌ الْبَالِ، فُلَانٌ بُمُسَّے حال والا ہے، اور كہتے ہیں: لَيْسَ هُنَا مِنْ بَالِي؛ یعنی یہ وہ چیز نہیں جس كی میں پرواہ كروں۔ "أَمْرٌ ذُو بَالٍ؛ ایک مہتمم بالمشا

كام، مَا بِالكَ: تمہاری كیا حالت ہے؟

حدیث شریف میں كُلُّهُ أَمْرٌ ذِي بَالٍ..... الخ آیا ہے۔

تَوَلَّاهُ؛ آخِر: غیر منصرف ہونے كی وجہ سے منصوب ہے ورنہ محلاً مجرور ہے

كیونكہ حكیم كی صفت ہے۔

خَلَاصَةً شَعْرِيًّا هُوَ: آدمی كو چاہیے كہ وہ یا خدا انسانوں كو اپنے اوپر

قیاس اور اندازہ نہ كیا كے كیونكہ یہ حضرت نفسِ امارہ كی مخالفت كی وجہ سے اونچے

درجہ كے اولیاء میں داخل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ

علیہ كے مقامات میں لکھا ہے كہ وہ فرماتے تھے:-

"إِذَا أَمَرْتُ مَقَامَ الْأَبْدَالِ فَعَلَيْكَ بِتَبْدِيلِ الْأَحْوَالِ؛

كہ جب تم ابدال كے مقام تک پہنچنے كا ارادہ كرو گے تو اپنے احوال كی تبدیلی تمہارے

سے ناگزیر ہے۔"۔ اس میں مخالفتِ نفس كی طرف اشارہ ہے اور نفسانی

خواہشات اور بشری صفتوں میں تبدیلی لانا مراد ہے۔ شارحِ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

یہ سب كچھ مرثدِ كامل كی عنایت سے حاصل ہوتا ہے شعر میں اس بات كی طرف بھی

اشارہ ہے كہ حضرت پیرِ کامل محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ ابدال كے درجہ تک پہنچے ہوئے



ہیں اور شارح نے کنز العباد کے حوالہ سے لکھا ہے: "الْأَيْدِ الْ قَوْمٍ مِنَ الصَّالِحِينَ لَا تَخْلُو الدُّنْيَا مِنْهُمْ إِذَا مَاتَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ أَبَدَلَهُ اللَّهُ مَكَانَهُ آخَرَ"۔ اس کا ترجمہ :-

"کہ ابدال نیکو کاروں کی ایک جماعت ہے کہ ان کے مقدس وجود سے دنیا خالی نہیں رہتی اور جب ان میں سے کوئی وفات پاتا ہے تو حضرت حق جل شانہ ان کی جگہ دوسرے کو مقرر فرماتے ہیں۔"

اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ جب اولیاء کا طہین رحمہم اللہ کے نفوس ان کے قلوب مبارک سے تبدیل ہوئے تو ایسے حضرات کو اپنے اوپر قیاس کرنا، قیاس مع الفارق ہے۔ جو عقلاً و نقلاً قبیح و مردود ہے۔ اس لئے سلامتی اسی میں ہے کہ ایسے حضرات کی پیروی و محبت اپنی سلامتی کے لئے ضروری سمجھنا چاہیے۔

اس جگہ حضرت شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ درجہ کی علمی بحث کا دروازہ کھول دیا ہے جس کو ہم اس مختصر تقریب میں ذکر کرنے سے قاصر ہیں۔ :-

مَسْتَمِيٌّ دَرْتَرَعُ جَوْنٍ مَعْذُورٍ قَوْلٌ وَفِعْلٌ شَدِيدٌ  
بِاطْرِيقِ اَوْلِيَّتِ مَسْتِ عَشِقِ اَعْدَرِ شَدِ اسْت  
قَوْلٌ سَكْرَانٍ وَفِعْلُهُ فِي الشَّرِيْعَةِ بَاطِلٌ  
فَلَكْوُنٌ عَاشِقِ الرَّحْمَنِ اَوْلِيٌّ اَعْدَرٌ

ترجمہ :- "شریعت میں نشہ میں پردے ہوئے شخص کا قول و فعل باطل اور ساقط الاعتبار ہے۔ کیونکہ وہ اس حالت میں زوالِ عقل کی وجہ سے غیر مکلف ہو جاتا ہے۔ لہذا جو کوئی عشقِ الہی میں ڈوبا ہوا ہو تو اس کا عذر بطریقِ اولى قابلِ تسبوں ہونا چاہیے۔"

التَّحْقِيقُ اللُّغَوِيُّ :-

قَوْلُهُ؛ سَكْرَانٌ: شراب وغیرہ سے مدہوش ہونے والا مرد۔ عورت کے لئے سَكْرَانَةٌ؛  
 بولتے ہیں۔ اَسْكِرَةُ الشَّرَابِ: شراب نے اس کو مست کیا۔  
 قَوْلُهُ؛ عَشِيقٌ: یہ عَشِيقَةٌ، عِشْقًا وَعِشْقًا وَمَعُشَقًا: محبت میں حد سے  
 تجاوز کرنا اور عشقِ محبت کی زیادتی پار سمائی اور غیر پارسائی دونوں طرح ہوتا ہے اس لئے قرآن  
 کریم نے اس لفظ کو استعمال نہیں کیا۔

قَوْلُهُ؛ اَعْدَمًا: بمعنی معذورتر۔

خُلَامَةٌ شَعْرٌ: یہ ہے کہ حضرت خاکی رحمۃ اللہ علیہ منکرینِ ولایت و متعصبین  
 اربابِ حال و کرامات کو سمجھاتے ہیں کہ بالفرض اگر تم کسی دوستِ خدا سے کوئی نامناسب فعل  
 دیکھو گے تو پھر بھی صبر و تحمل سے کام لو کیونکہ مست و مدہوش شخص شرعاً اس حالت میں، یعنی  
 نشہ اور مستی میں مکلف نہیں کیونکہ اس کی عقل زائل ہو گئی ہے، اگر اسے حد بھی دینا ہو، تو ہوش  
 میں آنے کے بعد اسے حد دی جاسکتی ہے۔ اور اگر وہ مدہوشی میں اپنی بیوی کو طلاق دے تو اسکی  
 طلاق علی الصبیح واقع نہیں ہوگی۔ پس جب شریعتِ مست و سکران کو اس حال میں معذور  
 جانتا ہے۔ جو لوگ محبتِ الہی میں ڈوب گئے ہیں اور عشقِ الہی ان پر غالب آکر وہ از خود وارفتہ  
 اور بے خبر ہو گئے ہیں۔ تو وہ بطریقِ اولیٰ عذر پذیرائی کے قابل ہیں اور ان کو معذور جانا زیادہ  
 مناسب ہے۔ لہذا ان کو مجرم اور گناہ گار کہنا درست نہیں ہے۔

اور واضح رہے کہ ایسے حضرات بہت کم ہیں اور شرعِ مقدم ہے اور حاکم ہے اور قال  
 حال پر مقدم ہے۔ دستور السالکین میں شارح رحمۃ اللہ علیہ کی پوری تحقیق ملاحظہ فرمائیے:-

وَقَدْ مَغْلُوبٌ بِتِ عَاشِقٍ جُوزِ اَيْلِ كَشْتِ عَقْلٍ  
 نَيْسَتْ تَكْلِيفِشْ ذَهْوِلِ اَمْرِ اَزْوَگِ كَرِشْدِ اَسْتِ

حِينَ زَالَ عَقْلُ عَاشِقٍ بِمَغْلُوبِيَّةٍ  
لَيْسَ مُسْئِرًا بِسُهُورِ الذِّمِّيِّ قَدْ أَصْدَرَ

ترجمہ:- "مغلوب الحال ہونے کے وقت جب عاشق کی ظاہری عقل زائل ہو جاتی ہے تو وہ ایسے وقت کسی امر شرعی سے غافل ہو جانے یا اس سے کوئی سہویا امر ناپسندیدہ صادر ہو جانے سے مواخذہ اور سزا دینا کا مستحق نہیں رہتا۔"

التَّحْقِيقُ الْمَعْنَى:

قَوْلُهُ: تَكْلِيفٌ: مشکل کام کا حکم دینا۔ "أَكْلَفْتَهُ بِيَدِي": کسی چیز کا شوقین بنا دینا۔ شریعت میں تکلیف کے معنی کسی کو پابندِ شرع بنانا، اس کے لئے سن بلوغ اور عقل کا ہونا ضروری ہے اس لئے نابالغ اور دیوانے پابند نہیں ہیں۔ متن میں اس کی ضمیر (ش) عاشق صادق کی طرف لڑتی ہے۔ قَوْلُهُ: ذَهُولٌ: خالص عربی ہے۔ ذَهَلَ (ن) ذَهُولًا الشَّبِيءُ وَعَنْهُ: بھول جانا، غافل ہونا۔ أَذْهَلَهُ: بھلا دینا۔

قَوْلُهُ: أَصْدَرَ، أَصْدَرَ عَنْ كَذَا: واپس کرنا۔ أَصْدَرَ الْأَمْرَ:

ظاہر کرنا۔



پیر ما مغلوب مشکور است زان رو اکمل است

زانکہ از بہر عبادت ہوش را یاور شد است

تَبَيَّنَا الْمَغْلُوبُ مُشْكُورٌ لِكُونِهِ كَامِلًا

لَا يَتَمَّامُ أَمْرٌ بِصَبْرٍ سَكْرَةٌ نَاصِرًا

ترجمہ:- "حضرت پیر حقیقت تنویر محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ حالتِ مغلوبیت میں بھی صبر و شکر و

صدقہ خیر کے سزاوار ہیں کہ آپ غلبہ حال میں بھی احکامِ الہی کی بجا آوری کے لئے تیار ہوتے ہیں۔  
گویا حالتِ سُکر ہی آپ کو عبادت کے لئے مددگار ثابت ہوتی ہے۔“

التحقیق اللغوی:

قَوْلُهُ؛ اَيْتِمَارٌ؛ بِابِ اِنْتِقَالٍ كَمَا مَصْدَرٌ يَسِيءُ۔ "اَيْتِمَارُ الْاَمْرِ وَبِهِ"

فرماں برداری کرنا۔ حکم بجالانا۔

قَوْلُهُ؛ سُكْرٌ؛ شَرَابٌ يَأْكُسِي اَو رَشْتَةٌ اَو رِحْنِيْرٌ كَيْ اِسْتِعْمَالَ مِنْ مَدْمُوْنَسٍ هُوْنَا۔

اسٹکار، مدہوش کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

خَلَاصَةُ شَعْرٍ؛ خَلَاصَةُ شَعْرٍ يَسِيءُ كَمَا اَرَبَابُ طَرِيقَتِ كِي دُو قَسْمِيْنَ هِيَ۔ اَيْكَ مَغْلُوْبُوْلُوْكَ كِي

جو محبتِ الہی میں ڈوب کر ظاہری طور حواس باختہ ہو جاتی ہے۔ وہ دیوانوں کے حکم میں ہیں۔ وہ  
شرعیات کے مکلف نہیں رہتے۔ دوسرے مشکورین ہیں جو نشہ یار میں بھی عبادت

اور احکامِ شرع کے پابند رہتے ہیں۔

اِس لِّئَلِّ شَعْرُكَ اَنْدَرُ بِطَرِيقِ دِلَالَتِ التَّمْرَامِي حَضْرَتِ مَحْبُوْبِ الْعَالَمِ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ كِي

عظمت و فضیلت اور رفعت و بزرگی اپنے زمانہ کے مشائخِ کرام پر واضح اور پورے ہو جاتی  
ہے کہ آپ حالتِ سُکر میں بھی پابندِ شریعت و احکامِ الہی رہتے ہیں۔ فَرَحِمَهُ اللّٰهُ حَمِيْمًا وَسَعِيْمًا

بِجُوْشِ شَيْطَانِ كَسْتُ مَدِيْرٌ بِرُكْبَةٍ بِاَخْصَانِ حَقِّ

چشمِ میر پر پوشیدہ بیندہ چشمِ سرشد است

مَنْ رَأَى قُجُوْبَ رَبِّ بَعِيُوْتِ رَأْسِهِ

عَامِضًا لِعَيْنِ سِرِّهِ كَا بُلْبِيْسٍ مَدِيْرًا

ترجمہ: "جو شخص اولیاء اللہ رحیم اللہ کو چشمِ سر یعنی ظاہری آنکھوں سے دیکھنے پر کفایت

کر کے اپنے دل کی آنکھیں بند کر لے تو یاد رکھیے وہ شیطان کی طرح بد قسمت اور بد نصیب ہے۔

التَّحْقِيقُ اللَّغْوَى:

قَوْلُهُ؛ چشمِ سر: دل کی آنکھیں نورِ بصیرت، چشمِ سر، سر کی آنکھیں معنی ظاہری آنکھیں

قَوْلُهُ؛ شَيْطَانٌ: اس کی جمع شیطین ہے، بُرِّی رُوح، ہر سرکش نافرمان،

انسان ہو یا جن یا جانور۔ شیطَانُ العَرَبِ: عرب کے نافرمان و سرکش لوگ، سانپ۔

شَيْطَانُ الفَلَاةِ: پیاس۔ سَاكِبُهُ شَيْطَانٌ: شیطَان اس پر سوار ہوا یعنی وہ غضبناک

ہوا۔ شریعت میں بالذات شیطَان اُس ناری مخلوق کا نام ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام

کو سجدہ کرنے سے انکار کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو رد فرما کر اپنی لعنت میں گرفتار کیا۔

بہر حال اس مختصر تحقیق سے شیطان کا مادہ "شطن" ہے جس کے معنی دُور کرنے، دُور

ہونے اور رسی سے باندھنے کے ہیں۔ وَفِيهِ اقْوَالٌ اٰخَرٌ۔

قَوْلُهُ؛ مُدْبِرًا: پیٹھ پھیرنے والا یعنی بد نصیب

بد قسمت، اس کی ضد مُقْبِلٌ ہے اور یہ لفظ قرآن پاک میں بھی موجود ہے۔ قَوْلُهُ، كَابِلِيسَ:

ابلیس، علمِ جنس ہے۔ اس کی جمع ابالیس و ابالیسہ ہے۔

خلاصہ شعر:۔ یہ ہے کہ دوستانِ خدا کو ان کے ظاہری احوال اور ان کی ظاہری

شان و شوکت سے نہیں دیکھنا چاہیے، جیسا کہ عوام کی عادت ہے بلکہ اولیاء اللہ کو ان کے باطنی احوال

اور ان کے مقامات کی طرف نظر کر کے دیکھنا چاہیے۔ تب سالک و طالب مقصدِ اصلی کی طرف پہنچ جائے

گلا۔

مگر حضرات! یہ بہت مشکل ہے۔ کیونکہ اس کے لئے دینی واقفیت اور سعادتِ ازلی ہمکنار

ہونی چاہیے۔ شعر سے

قَدْرٌ زَرٌّ زَرٌّ كَرٌّ بَدَانٌ قَدْرٌ جَوْهَرٌ جَوْهَرِيٌّ!  
قَدْرٌ كَلٌّ بَلْبَلٌ شِنَاسٌ قَدْرٌ دَلٌّ شَاہِلِيٌّ



گر بظاہر بینی از وے ناپسندی دم مزن  
کو و لے حق شد امینش قبتہ و چادر شد ا

فَاَصْطَابِرُ اِنْ تَرَمِنَهُ مُنْكَرًا فِي الظَّاهِرِ  
وَهُوَ مُحِبُّوْبُهُ بِقُبَّةٍ وَشَوْنَرٍ سَتْرًا

ترجمہ :- بالفرض اگر تم آں پیر روشن ضمیر سے کوئی بات خلاف شرع ظاہری طور دیکھو گے تو اس پر  
صبر کرو اور چون و چسرا نہ کیجو۔ کیونکہ وہ محبوب حق ہے جو ظاہر میں چوغہ اور چادر میں لپیٹا ہوا  
ہے اور حقیقت میں محبوب خدا ہے :

التَّحْقِيقُ اللُّغَوِيُّ:

قَوْلُهُ: قُبَّةٌ؛ چوغہ۔ قَوْلُهُ: شَوْنَرٌ؛ چادر۔ مراد پردہ ہے۔  
قَوْلُهُ: سَتْرًا۔ سَتْرُ الشَّيْءِ؛ ڈھانکنا، پردہ کرنا، سَتْرٌ بِصِيغَةِ مَجْهُولٍ؛  
ڈھانکا گیا، اور چھپایا گیا۔ از باب تَفْعِيلٍ۔ مجرور میں باب ضرب سے استعمال ہے۔  
السَّتْرُ؛ پردہ پوش۔ بہت چھپانے والا۔ اَسْمَاءٌ حُسْنَىٰ مِّنْ سَمَاءِ مَحْبُوْبَةٍ؛  
کی ضمیر ضرورت شاعری سے ساکن ہے :

خلاصہ شعر: یہ ہے کہ اے طالب حق! اگر تو کسی وقت مُرشدِ کامل سے کچھ خلا  
شرع محسوس کرو گے۔ تو کچھ دیر کے لئے صبر کرو، یہاں تک کہ حقیقت آشکارا ہو جائے۔ کیونکہ  
مُرشدِ کامل کو اللہ تعالیٰ نے بظاہر چوغہ اور چادر میں لپیٹ رکھا ہے مگر اس کا قلب و دماغ  
سرا نہی اور سچی روحانیت کا مزن و منبع بنایا ہے۔ ایسا شخص کب مُنکرات اور خلاف  
شرع امور کا مُرتب ہو گا، ہاں یہ تمہاری کم نہیں ہے کہ تم حقیقت تک نہیں پہنچتے ہو  
لہذا حقیقت کے متلاشی بنو۔ اور عند و تعصب اور جہالت و نادانی و انرا تراشی سے باز آ جاؤ۔

اس جہالت و تعصب نے بڑے بڑے اہل دانش کو عرشِ اعلیٰ سے اتار کر تختِ شترئی پہنچایا۔  
اللَّهُمَّ احْفَظْ قَلْبِي مِنَ التَّرْبَاوِ وَالشُّحْنَاءِ ۝

حق ز غیرت اولیاءِ پنہاں کند ز بر قباب  
تانه بیند غیر کا ندردوستی اغیر شد است!  
يَسْتُرُ الْحَقُّ الْوَلِيَّ فِي الْقُبَابِ غَيْرَةً  
كَيْ سِوَاةٍ لَا يَرَاهُ وَهُوَ أَصْحَىٰ أَعْيَرًا

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے دوستوں کو پردوں میں چھپاتا ہے تاکہ اغیار کی نگاہیں ان پر نہ پڑ جائیں ہاں ربِّ العلمین اپنے دوستوں کے بارے میں بہت غیرت مند واقع ہوا ہے۔

### التَّحْقِيقُ اللَّغَوِيُّ :-

تولاء، غيرة، مفعول له بنزع خافض أي لأجل الغيرة، غار  
يعان غيرةً وغياراً وغاراً غيرت کرنا ناروا چیر روانہ رکھنا، اغارة اغارة  
غیرت پر ابھارنا۔ اس جگہ اغیر اصحی کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا  
الف اشباعی۔

### خلاصۃ الشعر:

جمع کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ جمع عالم ۲۔ جمع تکسیر۔ اسی طرح مردانِ خدا کی دو قسمیں ہیں  
۱۔ ایک گروہ وہ ہے کہ جو غلبہٴ حال اور کمالِ عشق و اضطراب میں بھی محفوظ رہ کر شریعت کا  
پاسد ہوتا ہے اور ہر وقت ریاضت، فرماں برداری اور مجاہدہ سے آراستہ ہوتا ہے جیسے  
سہیل بن عبد اللہ شترئی، ابو حفص حداد نیشاپوری، ابو العباس مروزی،

ابو یزید بسطامی، ابو بکر شبلی، ابو الحسن بصری ہمیشہ مغلوب الحال اور بے خود رہتے تھے۔ مگر جو یہی نماز کا وقت شروع ہوتا تو وہ ہوش میں آ کر حکیم الہی پورا کرتے تھے۔ دوسرا گروہ جمع تکبیر کی طرح ہے کہ وہ غلبہ حال میں مفتون اور دیوانہ لوگوں کی طرح ہو جاتا ہے۔ پھر وہ بے خود ہو کر دیوانوں کے حکم میں آ جاتا ہے۔ پہلا گروہ مشکور ہے اور دوسرا گروہ معذور ہے۔ خوب سمجھ لیجئے۔

پر دگی بین و مکن با پردہ نہر گز التفات

پر دہ احوال او این جامہ واستر شد است

انظر في السِّتْرِ اليه والحجاب عنك دَعُ  
ان ثوبه وفرشه لجنابه سترًا

ترجمہ:- "پردہ اور دل کے حال سے ان کی طرف دیکھ لے کہ صاحب پردہ کن بڑی خوبیوں کا مالک ہے اور اس کے پردوں کی طرف توجہ نہ کر۔ کیونکہ یہ کپڑے اور استر ان کی بارگاہ تک رسائی حاصل کرنے کے لئے مانع اور حائل واقع ہوتے ہیں۔"

التحقيق اللغوي:

قوله: دَعُ: صيغة واحد مذكر حاضر معروف ہے۔ اس کا معنی ہے چھوڑ دو۔

یہ مثال واوی و دَعُ يَدَعُ سے ہے اور الحجاب اس کا مفعول بہ مقدم ہے۔

قوله: فرشه: الفرشة: بچھونا۔ کٹادہ زمین۔ چھوٹے چھوٹے درخت۔

وغیره وغیرہ۔ الفرشته فرش کا اسم مخرّج ہے۔ بچھونا، الفرائش: بچھونا، الفرائش

بہت بچھانے والا۔

قوله: ستر: یہ باب تفضیل کا فعل ماضی ہے اس کی ضمیر ثوب و فرش کی طرف

باعتبار کل واحد لوتی ہے۔ المنجد: ستر (ن من) سترًا۔ وستر الشئ

کے معنی ڈھانکنے اور چھپانے کے کئے ہیں۔ اور باب تفعیل سے ہے والتلفظ مشہور:

خلاصہ شعر یہ ہے: کہ جب سچے پیرانِ طریقت کے پاس جایا کر دو گے تو ان کے ظاہری احوال اور ان کی ظاہری نشان و شوکت اور ان کے لباس کی طرف متوجہ نہ ہو کیونکہ یہ چیزیں تمہیں اصلی مقصد میں حائل آئیں گی۔ ہاں تو صاحبِ پردہ کے حال اور ان کے طریق کار کی طرف دھیان دے۔ تب اُمید ہے کہ تو کسی اچھے نتیجہ پر پہنچ جاؤ گے۔

بہر نادیب کلام اتند لطف آمیز او  
مخلصاں را نوش بہر منکراں نشتر شد است  
وَلِنَادِيْبٍ مَّتٰی مَا يَنْطِقُ قَهْرًا بَلَطَتْ  
لِيَدَوْبِهِ الْعَسَلُ فِيْهِ وَالْجَرْحُ مَن اَنْكَل

ترجمہ:- "پیر کامل کا تیز و تندر ادب آموز کلام اپنے مخصوص طالبوں کے لئے شہدِ مصفا کا کام کرتا ہے اور منکرین حق کیلئے زخم و نشتر ہوتا ہے۔"

### التحقيق اللغوى:

قوله: ناديب: باب تفعيل كالمصدر مہذب بنانا۔ شائستہ بنانا۔ اچھی تربیت دینا، اخلاق سکھانا، کسی جسم پر سزا دینا۔ اس کا مادہ ادب ہے۔ ادب ادباً۔ اچھی تربیت والا، شائستہ ہونا، صاحبِ ادب ہونا، صیغہ صفت ادیب ہے۔ اس کا جمع ادباء آتی ہے۔ مختصراً۔

قوله: الجرح: مصدر بمعنى جارح زخمی کرنے والا نشتر، جراحات: بہت سے زخم۔ شاعر کہتا ہے:

جراحاتُ السِّنَانِ لَهَا التِّيَامُ ۞ وَلَا يَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ  
ترجمہ:- نیزوں کے زخم بھر جاتے اور ٹھیک ہو جاتے ہیں مگر زبان کے زخم ٹھیک نہیں ہوتے وہ ہمیشہ

یاد رہتے ہیں۔ والباقی اظہر۔  
 خلاصہ شعر: کہ اگر مرشدین کاملین یا بالخصوص پیر کامل محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ  
 اپنے خاص مخلصوں اور مریدوں کو مہذب اور شایستہ بنانے کے لئے تیز و تند کلام فرماتے ہیں۔ وہ  
 کلام ایسا ہوتا ہے کہ وہ بظاہر طالب کو کڑوا دکھائی دیتا ہے مگر اسی میں حقیقی مٹھاس اور شیرینی  
 ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسے تیز و تند لطف آمیز کلام سے سالک راہ طریقت غفلت و غلطی سے بیدار  
 ہو کر بہت سے فائدے حاصل کرتا ہے۔ یہ اسی صورت میں ہے کہ طالب طالب ہو اور مرشد مرشد ہو۔

شراح رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں ایک مثال پیش کی وہ یہ ہے کہ حضور اقدس  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خَيْرَ اُمَّتِي اَحَدًا اَتَّاهَا۔ میرے امت کے بہترین لوگ تیز و تند  
 ہیں۔ کہ ایسے لوگ دل کے صاف ہوتے ہیں۔ اگر مرشد طالبوں کو ڈھیل دے تو طالب کچھ حاصل  
 نہیں کرے گا۔ ورنہ مرشد کامل کی تیزی اس کے طالب کے لئے باعث ہدایت ہوتی ہے وہی بچہ بالغ  
 ہونے کے بعد کامیابی کے مراحل سے گذرتا ہے جس کو ماں باپ لڑکپن میں ادب دین گے گا بے کھلاش  
 اور پلائیں اور گاہے ضرورت کے وقت تنبیہ اور ڈانٹ ڈپٹ کر کے اس کو رلا لیں۔ اس لئے مِرْصَادُ  
 الْعِبَادِ میں مرشد کامل کی بیسیویں صفت میں لکھا ہے کہ وہ بارعجب ہو اور اس کے مریدوں کے  
 دل اسکی شان و شوکت اس کے جلال و جمال اور اس کی بزرگی و عظمت سے مرعوب ہوں۔

نَبَذَةٌ مِنَ الشَّرْحِ :—

ذَاتِ اَوْصَافٍ اَزْهَمَ اَوْصَافِ چوں آئینہ است  
 ہست آن نیک و بد رائی کز و مبصر شد است  
 كَالسَّجْنَلِ ذَاتُهُ مِنْ كُلِّ وَصْفٍ قَدْ عَلَتْ  
 فَالَّذِي يَنْظُرُ مِنْهُ فَهُوَ مَا قَدْ اَبْصَلَ !

ترجمہ: "حضرت پیر کامل رحمت کی ذات مبارکہ ہر وصف سے بالاتر، اونچی اور صاف و شفاف ہے"



پس دیکھنے والے نے اُس مفذ میں آئینہ سے جو دیکھا وہ وہی ہے جو اُس نے خود دیکھا ہے۔

### التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:

قَوْلُهُ؛ سَجَنَجَلْ: آئینہ کو کہتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے۔  
 مَهْفَهْفَةٌ بِيَضَاءٍ غَيْرِ مَفَاضَةٍ ۖ تَرَائِبُهَا مَضْفُوتَةٌ كَالسَّجَنَجَلِ  
 قَوْلُهُ؛ أَبْصَرَ، ابصار سے ہے یعنی باب افعال سے ہے یعنی اس کا مشہور ہے۔  
 خُلاصَةُ شَعْرٍ: آئینہ کا قاعدہ یہ ہے کہ دیکھنے والے کو خود اُس سے اپنی اچھی یا بُری  
 سُورَتِ دِکھائی دیتی ہے وہ آئینہ کا قصور نہیں ہے بلکہ وہ اُس کا اپنا قصور ہے لہذا جو مُرشد  
 کَامِل کو عیب کی نظروں سے دیکھے تو درحقیقت وہ عیب دیکھنے والے میں ہی پائے جاتے ہیں۔  
 مُرشدِ کَامِل کا کوئی قصور نہیں ہے۔

چوں تو بی پیری دریں گمراہیتِ شیطان کند

پیری پیر است شیطان از نبیِ مُخبر شد است

إِنْ تَكُنْ مِنْ غَيْرِ شَيْخٍ فَيُضِلُّكَ الْمَرِيدُ

بَلْ يَكُونُ هُوَ شَيْخَكَ النَّبِيُّ بِهِ أَخْبَرَا

ترجمہ:- اگر تو بے پیر و بے مُرشد ہے تو شیطان تجھے ضرور گمراہ کرے گا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ بے پیر کا پیر شیطان ہے۔

### التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:-

قَوْلُهُ؛ الْمَرِيدُ: مَرِيدٌ: خَبِيثٌ شَرِيحٌ پانی سے ملا ہوا دودھ  
 دُودھ میں بھگولی ہوئی کھجور۔ اس کے جمع مَرَادِءُ آتی ہے عام طور پر اس سے شیطان  
 ہی مراد لیتے ہیں حضرت سعدی رح فرماتے ہیں:- "خمر بیخ بر طاق دیوے مرید:"

مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:- شعراء

ما آئینہ ایم و ہر کہ در مانگرد

ہر نیک و بد کہ بیند از خود بیند

شراح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:- (سلوک کی اکثر کتابوں میں ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "مَنْ لَا شَيْخَ لَهُ فَالشَّيْطَانُ شَيْخُهُ" جس کسی کو مرشدِ کامل حاصل نہ ہو تو اس کا رہبر شیطان ہے اور فرمایا ہے "الشَّيْخُ بَيْنَ قَوْمِهِ كَالْبَيْتِ فِي قَوْمِهِ" "مرشدِ کامل اپنے مریدوں میں نبی کی طرح رہبری کرتا ہے ہاں اسکی رہبری مطابق سنتِ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہونی چاہیے۔

ان دونوں حدیثوں کی تائید اس صحیح اور مسلم الثبوت حدیث صحیح سے ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا "عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ" یعنی میری امت کے علماء حق بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ آدمی کو اپنے شیخ اور رہبر طریقت کا احترام ہو اور دل میں اس بات کا خیال رکھے کہ مرشدِ کامل نبی کا قائم مقام ہے اور اس کو دین حق کی طرف رہبری فرماتے ہیں اور ان کی عزت و احترام میں کسی قسم کی فروگزاشت نہ کرے۔ ورنہ اسے کچھ حاصل نہیں ہوگا بلکہ خسارہ میں پڑ جائے گا۔

چنانچہ ترمذی نے حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

تَمَّ حَيْبٌ عَلَى الْمُرِيدِ أَنْ يَتَادَّبَ بِشَيْخِهِ فَإِنَّ مَنْ لَمْ يَكُنْ أَسْتَاذًا لَمْ يَفْلِحْ أَبَدًا وَالْبُؤْسُ يَزِيدُ يَقُولُ مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَسْتَاذٌ فَاِمَامُهُ الشَّيْطَانُ - (مَا خُوذَ مِنَ الشَّرْحِ)

"کہ پھر مرید پر اپنے شیخ کا ادب و احترام رنافرہش ہے۔ کیونکہ بے استاد و بے مرشد کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔ البؤس بزرگ فرماتے ہیں:- جس کو کون استاد نہیں اس کا پیشوا ابلیس ہے۔ پھر یاد رکھئے مرید۔ اسل ذلت سے اور مسرید مرد سے کرش ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ وَإِنْ شِئْتَ التَّفْصِيلُ

فَارْجِعْ إِلَىٰ شَرْحِهِ رَحِمَهُ اللَّهُ ۖ

جوں رسول اللہؐ گفتا پیر ماتہ نبی است  
کی بود مومن کسی کر وی نبی منکر شد است  
قَالَ طَهُ الشَّيْخُ الْمُسْتَرِشِدِينَ كَالنَّبِيِّ  
كَيَكُونُ الْمُؤْمِنُ مِنْهُ النَّبِيُّ قَدْ أَنْكَرَا

ترجمہ :- ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیر کامل اپنے سچے مریدوں کے لئے نبی کی طرح  
رحمت و رحیم ہے، بھلا جس کے ایمان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا وہ  
کیسے مومن کہلائے گا۔“

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ :-

قَوْلُهُ ؛ طَهُ ۖ یہ حروف مقطعات قرآنیہ میں سے ہے اس کا حقیقی معنی رَبُّ

العلمین ہی جانتا ہے تاہم مفسرین کرام رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ طَهُ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کے اسماء مبارکہ میں سے ہے۔ اسی لحاظ سے معرب نے اس لفظ کو اس جگہ استعمال کیا ہے چنانچہ  
بعض ارباب سلوک فرماتے ہیں۔ وَهُوَ مِنْ أَسْمَاءِ الشَّرِيفَةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا ترجمہ یا رَجُلٌ سے کیا ہے کہ اے شخص! بعض مفسرین  
نے اس کا ترجمہ انسانِ کامل سے کیا ہے۔

قَوْلُهُ ؛ مُسْتَرِشِدِينَ ۖ مُسْتَرِشِدٌ كِی جمع ۖ ہدایت طلب کرنے والے۔ اس کا

مادہ رُشِدٌ، رُشَادٌ ہے ۖ ہدایت پانا۔ راہِ راست پر چلنا۔ قَوْلُهُ الْمُؤْمِنُ ۖ وہ ہے  
جو سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدا تعالیٰ کی طرف سے لائی ہوئی ان تمام باتوں  
کی تصدیق کرے جن کا ثبوت بدیہاتِ اسلام سے ہے۔ مسلمان خائن و عام اُ سے جانتے ہیں۔

بہر حال مُتَرَشِدِ بَابِ اسْتِفْعَالِ کا اسم فاعل ہے۔

خُلاصَةُ شَعْرِيہ ہے۔

کہ جس نے مُرْتَدِ کَامِلِ کے سامنے زانوئے ادب سے بیٹھنا ناپسند کیا۔ اس کی موت زمانہ جاہلیت کی سی ہوئی۔ اہل سکوک اسی دعویٰ پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔ کہ حدیث میں ہے۔  
 "مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهِ فَقَدْ مَاتَ مَيِّتَةً جَاهِلِيَّةً"  
 (جو شخص امام زمان یعنی مُرْتَدِ کَامِلِ کو پہچانے بغیر مرانوارا کی وفات زمانہ جاہلیت کی سی ہوئی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عَلَيْكُمْ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا: اپنے امیر کا حکم بجالانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھو۔ گو تمہارا امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
 مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ هُوَ الْبَغِيءُ۔ امام کی اطاعت و فرمانبرداری سے نکلنا ہی بغاوت ہے۔ جس کی سزا قتل ہے۔ واضح رہے اس قسم کی احادیث سے علماء شرع نے سلطانِ وقت یعنی بادشاہ اسلام مراد لیا ہے اور صوفیائے کرام ایسی احادیث مبارکہ سے مُرْتَدِ کَامِلِ مراد لیتے ہیں۔

شارح رحمۃ اللہ نے ان اشعار کی ضمن میں یہ بحث چھیڑی ہے کہ ائمہ دین، امام عظیم رضی اللہ عنہ، امام شافعی رح، امام مالک رح اور امام احمد بن حنبل رح (رضوان اللہ علیہم اجمعین) بھی مرشدانِ کاملین کے قائل تھے یا نہ؟ جواب میں فرمایا ہاں یہ اصحاب بھی صوفیائے عظام اور باخدا انسانوں کی بہت قدر کرتے تھے۔ کیونکہ آپ کے شاگردوں میں ابراہیم ادہم، فضیل ابن عیاض، داؤد طائی، اور بشر حافی تھے آپ نے ان حضرات کو نہ صرف دیکھا تھا بلکہ ان کی صحبت سے بہرہ اندوز تھے۔ اس سلسلہ میں آپ کا قول لَوْلَا الشُّنَّانُ لَهَلَكَ النُّعْمَانُ، مشہور ہے کہ اگر امام باقر کے دو سال ہاتھ نہ آتے تو نعمان ہلاک ہو گیا ہوتا۔ اس زمانہ میں کچھ لوگ کہتے ہیں۔ قرآن و حدیث بتوتے ہوئے مُرْتَدِ کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس زمانہ میں بھی بہت سے

مستشرقین یورپ قرآن و حدیث کے ماہر ہیں مگر ہدایت سے محروم ہیں۔ اسی طرح جو لوگ مصلحین امت کے بغیر ذاتی طور قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو آخر وہ بہک جاتے اور گمراہ ہوتے ہیں۔ کما تنسی۔ صرف ڈاکڑی کتاب سامنے رکھ کر آدمی ڈاکڑ نہیں بنتا بلکہ کسی تجربہ کار استاد سے کتاب پڑھنے ہی سے کتاب کا صحیح علم حاصل ہوتا ہے۔

مردن بی پیر بازندیق و کافر ششیہ!  
 نیست پروایت کہ موتت در چہ ملت در شد است  
 من بغیر الشیخ مات ملحد او کافر  
 انت لا تدیری علی ما التوت احرا

ترجمہ:- "جو کوئی بے پیر اور بغیر رہبر کے مراد وہ ملحد و کافر کے مشابہ ہے۔ اے بے پیر بے رہبر! تم کو اپنی موت کا کچھ علم نہیں کہ وہ کس ملت پر ہوگی؟"

التحقیق اللغوی:-

قوله: زندقہ: بے دین کو کہتے ہیں اور اس کی جمع زنادقہ اور زنادیق آتی ہے اور باب تدحرج سے مستعمل ہے۔ تزندق: بے دین ہوا، بد اعتقاد ہوا۔ علامہ کشمیری نے منندقہ کی تعریف دین کی حقیقت بدلنے، یا شریعت کے لفظ کو بحال رکھ کر اسکی حقیقت بدلنے سے کی ہے۔ ایسے شخص کو زندقہ کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں یہ کفر و نفاق سے سخت ہے۔ الزندقہ: باطن میں کفر اور ظاہر میں ایمان۔ زندقی: بہت کجیوں، مکھی چوس کو کہتے ہیں۔ قوله: ملحد: مذہب سے پھر جانے والا۔ لاحد ملحدۃ: ہر ایک کا دوسرے سے کجی اختیار کرنا۔ عن الدین: وہ دین سے پھر گیا۔ الحاد: کفر، اللحد: مائل ہونے والا۔ اللحد: گورکن۔



لِحَدِّ الْمَيِّتِ : میت کو دفن کرنا۔

تَوَلَّى : کافر سے یہ کفر سے ہے۔ حق ناشناسی منکر ہو جانا۔ مکر جانا۔ شریعت میں کافر اس کو کہتے ہیں جو دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار نہ کرے یا متواترات دینی سے کسی چیز کا انکار کرنا کفر صریح ہے۔

الْكَافِرُ : تاریک رات، كُفِّرَ لِلْمَلِكِ : بادشاہ کو تاج پہنایا گیا۔

كَفَّرَ اللَّهُ لَهُ الذَّنْبُ : اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو معاف کیا۔ غرض اس کا اصل معنی چھپانے کے ہے، منکرینِ خدا اور کسانوں اور تاریک رات پر اس کا اطلاق ہوتا ہے خُلاصَةً شَعْرِيَّةً ہے کہ نفسِ آمارہ بڑے سے بڑے عالم و فاضل کو گمراہ کر سکتا ہے۔ اس لئے اس کے شر اور اس کے وسوسے بچنے کے لئے کسی مافوق مصلح اور تجربہ کار پیرِ کامل کی ضرورت ہے۔ جو شیطان کے وسوسہ سے نجات دلائے۔ جیسا کہ ہوشیار اور دانا آدمی ڈاکٹر کو ساتھ رکھتا ہے جو کہ اُسے روزانہ ٹیسٹ کرتا ہے اور اس کے نبض سے اُس کی صحت و بیماری کا اندازہ لگا کر اس کے موافق اُسے ادویہ اور غذیہ تجویز کرتا ہے اسی طرح رُوح و قلب کے بچاؤ کے لئے رُوحانی ڈاکٹر کا ہونا ضروری ہے اسی نکتہ کو مُرشدِ کامل کہتے ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں :

احمد حنبلیؒ امام عصر بود  
چونکہ از درس صافی آمدی  
ہر کہ اندر پیش بشرش یافتی  
گفتی آخر تو امام عالمی  
احمد حنبلیؒ پیش گفتی کہ من  
علم از وہ من بدانم نیک نیک  
شرح فضل او بروں از حصر بود  
زود پیش بشر حافی آمدی  
در ملامت کردنش بشتافتی  
از تو دانا تر نخبیند آدمی  
گوے بدم در احادیث سخن  
از خدا را بہ ز من داند و نیک

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ط ان ایات شریفہ کا با محاورہ ترجمہ ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے امام و پیشوا تھے اور ان کے فضائل و علمی کمالات کو احاطہ تحریر میں لانا خارج از امکان ہے، بایں ہمہ عظمت جب آپ درس و تدریس سے فراغت پاتے تو مشہور صوفی صافی جناب بشرحانی کی خدمت میں دوڑتے تھے۔ جب لوگ آپ کو بشرحانی جیسے ظاہری بے علم کے پاس زانوئے ادب نہ کرتے ہوئے دیکھتے تھے تو وہ آپ کو کوستے تھے کہ بھلا آپ جیسے یگانہ روزگار امام وقت کا بشرحانی رحمہ کے پاس کیا کام ہے؟ اور ان کے پاس کیا ڈھرا ہے جس کے پیچھے آپ دوڑتے ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ میں واقعی قرآن و حدیث کا ماہر ہوں اور علم اس سے بہتر جانتا ہوں مگر بشرحانی کا کمال یہ ہے کہ وہ مجھ سے بہتر خدا تعالیٰ کو جانتے ہیں۔ اسی معرفت کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ سُبْحَانَ اللَّهِ! کیا عجیب شان ہے اللہ والوں کی! — اس سے مدعیان اعتقاد سبق حاصل کریں۔ اور منکرین حق عبرت حاصل کر کے اپنے انجام نیک فرجام کی فکر کریں۔

موت بے پیرے بموت جاہلیت شد شبیہ  
 خوش کسی کو مر امام و پیر فرمان بر شد است  
 مَوْتُ مَنْ لَا تُبَيِّحُ لَهُ يَتَّخِذُ بِالْجَاهِلِي  
 فَسَعِيدٌ مَنْ بَطَوْعِ تَشِيخَةٍ تَذْأَنُ

ترجمہ: ”بے پیر کی موت جاہلی شخص (کافر) کی موت کے مشابہ ہے۔ لہذا وہ شخص کتنا بڑا خوش نصیب ہے جو دلی رضا و رغبت سے پیر حق مُنیر کو ترجیح دے کر اس سے روحانی فیوض و برکات حاصل کرے۔“

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:۔

قولہ: جاہلیت: جہالت کی حالت، بت پرستی جو قبل ظہور اسلام بلاد عرب میں

راج تھی۔ جاہلیت کا اطلاق عرب کے ان حالات پر بھی ہوتا ہے جو زمانہ اسلام سے پہلے عرب پر طاری تھے۔ یہ اصول میں جھل (س) جھلا و جھالۃ: نہ جانتے اور ان پڑھ ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ اسی سے فرقان حمید میں اِنَّكَ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا آیا ہے۔ وہ حد اعتدال سے تجاوز کرنے والا اور اپنے ذمہ لئے ہوئے کام کے انجام و عواقب سے ناواقف تھا۔

قَوْلُهُ: اِمَامًا، اَمْرًا (ن) اَمَّا وَاَمَمَ وَاِتَمَمَ وَاَيْتَمَرَ: قصد و ارادہ کرنے کے معنی میں آتا ہے نیز اس کا معنی دماغ پر صدمہ پہنچانے کے آتا ہے، اَمًّا بِالْقَوْمِ: قوم کا پیشوا بننا۔ اُمٌّ: والدہ، ماں۔ اس کی جمع اُمَّهَاتُ وَاُمَّاتُ، اُمَّةٌ الطَّرِيقِ: شارع عام، اُمَّةٌ الْخَبَائِثِ: شراب، اُمَّةٌ حَبَابٍ: دنیا۔ اُمَّةٌ رَاسِدٌ: چوہا۔

خلاصہ شعر:- یہ ہے کہ بے پروا بے رہبر کی موت زمانہ جاہلیت کی موت کے مشابہ ہے۔ جس کا مختصر ذکر مذکورہ احادیث میں مختصر لفظوں میں آچکا ہے۔ اس لئے وہ شخص بہت نیک بخت ہے جو پہلے ہی سے اپنے مرشد و پیشوائے حق کا تابع فرمان اور منقاد ہو جائے۔ نوٹ:- شرح کے بعض نسخوں میں مذکور الذکر شعر نہیں پایا گیا۔ چنانچہ وِرْدُ الْمُرْتَدِیْنِ کے حاشیہ میں اس شعر پر علامہ نشان دیکر لکھا ہے کہ اس شعر در شرح مسطور نیست۔ مگر میرے خیال میں یہ شعر ابیات سابقہ کا تیمہ، تنبیہ اور خلاصہ ہے۔

فَاْفْهَمُوْا وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْغَافِلِيْنَ ۝

عمیب پیراں ہر کہ از کوری و بے شرمی گزید  
ور دو عالم رو سیاہ وز ارو حال ابتر شد است  
مَنْ تَصَدَّى عَيْبِ شَيْخَانٍ مِنْ عَمَائِيَّةٍ وَجَهْلٍ  
صَامًا فِي الْكُوْنِيْنَ مُسُوْدًا وَحَالًا ابْتِرًا

ترجمہ: جو شخص اندھے پن اور بے شرمی سے مُرشدانِ حق کی نکتہ چینی اور عیب جوئی کے درپے ہو جائے، وہ دونوں عالموں میں اُروسیہ اور بدترین حالت میں جاگرا:۔

### التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:

قَوْلُهُ: عَمَايَةٌ: اصرار کرنا، گمراہ ہونا، عَمِيَّةٌ، عَمَهَا، عَمُوَهَا: حیران ہونا، گمراہ ہونا، گمراہی میں بھٹکنا۔ قَوْلُهُ: اَبْتَرٌ: يَهْبَتَرُ وَبَتْرًا (ن) کاٹنا، بَتْرٌ، بَتْرًا (س) اِنْبَتَرٌ: کٹ جانا، اَبْتَرُ اللّٰهُ: اللّٰهُ تَعَالَى اُسے بے اولاد بنایا، اَلْبَاتِرُ، وَ اَلْبَتَارُ، وَ اَلْتَّبَارُ: شمشیران: تیز دھاڑ والی تلوار، جمع بَوَاتِرٌ: اَلْاَبْتَرُ: کٹا ہوا، دُم کٹا ہوا الحَبَاتِ: چھوٹا زہریلا سانپ۔  
اَلْاَبْتَرَانُ: غلام، جنگلی گدھا، مُونث کے لئے بَتْرَاءٌ ہے۔ اور اَلْبَتْرَاءُ مِنَ اَلْخَطْبِ: وہ خطبہ جو حمدِ الہی سے خالی ہو۔

### خلاصہ شعر: شارح رحمۃ اللہ علیہ اس شعر کی شرح میں بحوالہ لُبِّ اللُّبَابِ

لکھتے ہیں۔ کہ ارادت مندی کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ طالبِ ارادت عیب ٹوٹنے کی استکھیں بند کرے اور طعنے زنی سے پرہیز کی جائے کیونکہ مُرشدِ حَقَّانِ ظاہر میں جو کرتا ہے اُس کے سامنے اُس کے مصالح ہوتے ہیں، سب سے بڑی مصلحت اُس کے سامنے یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کی ملامت مول لینے کے اسباب تلاش کرتا ہے تاکہ عوام اس سے نفرت کرنے لگے۔ ایسے حضرات کو لَوَامِيہ کہتے ہیں ہم نے فریقہ لَوَامِيہ پر بیشتر کسی شعر میں نوٹ لکھا ہے۔

### حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کشف المحجوب میں فریقہ لَوَامِيہ کے حالات

تفصیل سے قلمبند فرمائے ہیں۔ بہر حال خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسلمان کو خاص کر طالبِ ارادت کو مُرشد کی عیب جوئی سے اپنی زبان بند کر لینی چاہیے۔ اور پیر کی اتباع کے لئے ہمہ وقت کمر بستہ رہنا چاہیے۔

اس لئے حضرت پیرِ رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

چوں خدا خواہد پردہ کس ورد:      میلش اندر طعنے پاکان زند:





**خُلاصَةُ الشُّعْر:**۔ آیت سے دوسروں کے عیبوں کا ٹٹولنا اور بیجا نکتہ چینی کرنا خاص کر  
بچپنوں کے درپے ایذا ہونا حرام اور گناہ ثابت ہوا ہے۔

شراح رح نے بحوالہ کیمیا، سعادت یہ حدیث نقل کی ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے  
کہ مومن ہمیشہ معافی کا خواستگار ہوتا ہے اور منافق ہمیشہ عیب جوئی کے درپے ہوتا ہے  
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے تھے اس دوست سے جو کوئی عیب یا  
برائی دیکھے تو اس کا ڈنڈا پیٹے اور خوبی دیکھے تو اس کو چھپائے رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے مومن  
کے لئے چار چیزیں حرام کیں۔ ۱۔ مال، ۲۔ خون، ۳۔ عزت اور ۴۔ ناموس۔ خلاصہ کلام یہ ہے  
کہ مرشدِ کامل کی اطاعت و فرمانبرداری بے چون و چرا کرنی چاہیے اور گمانِ بے بچنا چاہیے۔  
ہاں یہ مقام وہ ہے جس کے بارے میں کہا گیا۔ شعریے

”بَعَثَ سَجَّادَهُ رُغْلِينَ كُنْ غَرَّتْ بِرِئَاسِهِ مَعَالٍ كَوَيْدٍ ۖ كَمَا لَكَ بَخْرٌ نَبْوٌ ذُرَّاهُ وَرَمِيمٌ مَنْزِلٌ ۖ“  
ہاں یاد رکھو اس سے شرابِ ظہور اور شرابِ معرفت اور اس کے حصول کے منازل و مقامات کو طے  
کرنا اور کرانا مراد ہے۔ لہذا شعریہ خلافِ شرع نہیں ہے ۖ

**پیشِ ہر درویشِ رُوخِذْ مَا صَفَادِعْ مَالِكِ**

ورنہ بہر عیبِ چینی ہر کہ رفتِ اُخسَرْتَهُ اسْت

**اِمْرُغِبِ الْاَبْرَارَ بَلْ تُخْذْ مَا صَفَا، دَعُ مَّا كَدِرْ**

**اِنَّ هَمَّازًا لَا ضَعْفَ عِنْدَ رَبِّهِ خَاسِرًا**

ترجمہ۔ ”نیک لوگوں کی رغبت کر کے ان کی صحبت سے بہرہ ور ہو اور ان کی اچھی باتیں قبول کرو۔  
اور اگر بشریت سے ان سے غلطی ہو جائے تو اُسے درگزر کرو اور یاد رکھو کہ جو کوئی مرشدِ ان حق  
کی عیب جوئی میں گرفتار ہوا وہ دربارِ الہی میں بڑے نقصان میں گرفتار ہوا۔“

**التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:**۔

قَوْلُهُ؛ هَمَّازٌ بِطَائِفٍ كَرٍ هَمَزُ الشَّيْطَانِ الْإِنْسَانِ شَيْطَانُ نَفْسِ  
 الْإِنْسَانِ كَيْفَ فِي وَسْوَسَةٍ دَالًا هَمَزَاتُ الشَّيْطَانِ بِشَيْطَانِ كَيْفَ وَسْوَسَةٍ  
 الْهَمْزَةُ عَيْبٌ كَرٍ أَوْ نَكْتَةٌ جِينٌ طَعْنٌ وَتَشْنِيعٌ كَرٍ دَالٍ أَوْ قِرْآنِ كَرِيمٍ فِي

دِيلٍ لِكُنْ هَمْزَةٌ لَمْ تَكُنْ وَارِدَةٌ  
 قَوْلُهُ؛ صَفَاً صَفَاً يَصْفُو صَفْوًا صَفَاءً صَفْوًا صَفَاً صَفَاً صَفَاً  
 الْجَوُّ فِضَاً كَابِرٌ صَفَاً صَفَاً صَفَاً صَفَاً صَفَاً صَفَاً صَفَاً صَفَاً  
 ہونے اور میلے ہونے کے آتا ہے، کَدِمَ عَلٰی فِضَلَانٍ: وہ فلاں پر تارا ص ہوا، حرف  
 مَا۔ دونوں جگہ بمعنی الذی کے ہے۔

قَوْلُهُ؛ آخَسَرٌ صَيْغَةٌ وَاحِدَةٌ كَرٍ اسْمٌ تَفْصِيلٌ، بَيْتٌ خُسْرَانٍ وَنُقْصَانٍ فِي  
 پڑنے والا۔ بیشتر اس کی تحقیق آچکی ہے (سہ پہلے) کی ضمیر مجرور ضرورت شعری کی وجہ  
 سے ساکن ہے۔

خُلَاصَةُ الشُّعْرِ: شَارِحُ رَحْمَةِ اللَّهِ عَلَيْهِ نَبِيُّ لُبِّ اللَّبَابِ كَيْفَ حَوَالَةٍ مِّنْ شِعْرِ كَرٍ تَشْرِيحٌ  
 اس طرح فرمائی کہ :-

” اے عزیز چوں دانستی کہ اولیاءِ پنهانند پس در شخص حقیر خلقت خلقان بنظر  
 حقارت مینگر که شاید کہ یکی از اولیاء باشد و بدیرانی از آبادانی معنی او غافل مشو کہ  
 گنج در ویرانی باشد و چوں دانستی کہ گنجی است اگر طالب آنی در ویرانی بطلب تا  
 باشد کہ جانی بیابی —“

ترجمہ :- اے عزیز جبکہ تو نے جان لیا کہ دوستانِ خدا پوشیدہ رہتے ہیں انہیں دکھاؤ  
 سے کوئی مطلب نہیں تو پھٹے پرانے کپڑے پہننے والوں کو حقارت کی نظروں سے منہ دیکھ  
 کہ ہو سکتا ہے کہ ان میں کوئی ولی اللہ پوشیدہ حال ہو۔ اور اسکی ظاہری شکست حالی سے  
 اس کے دل میں معرفت سمائے ہوئے خزانہ سے غافل نہ ہو۔ کہ خزانہ عموماً ویران جگہوں میں پایا جاتا  
 ہے۔ لہذا اگر سچے طالب ہو تو اس نوع کے ویران مقامات میں پھرا کرو۔“

چوں ترا آن چشم باطن خود نبود گنج می پندار اندر هر وجود

اور خاص کر یہ شعر یاد فرمائیے اور بار بار پڑھا کریں:۔

دل نگہدارید اے بے حاصلان: در حضور حضرت صاحب دلائل:

ترجمہ: "اے زادِ راہِ آخرت سے بے خبر رہنے والو! اولیاء اللہ کے سامنے جب جاو گے تو اپنے دلوں کی حفاظت کرو اور پورے اخلاص و حسن ظن سے ان کی خدمت میں رہا کرو۔"

تو کجا دانستن احوال درویشیاں کجا!

پیمو موسیٰ ہیں ز حال برخ جوں اُمیر شد است

اِنَّ اَحْوَالَ عِبَادِ اللّٰهِ كَيْفَ تَقْلَمُ!

مِثْلُ مُوسٰى هَهُنَا مِنْ حَالِ بَرِّخٍ حَبِيْرًا!

ترجمہ: "تو کہاں اور بندگانِ خدا کے احوال کہاں؟ یہاں تو حضرت موسیٰؑ جیسے اولو العزم پیمبر بھی برخ کے حالات عجیبہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔"

التَّحْقِيْقُ الْقَوِيُّ:-

قَوْلُهُ: "مُوسٰى" بِشَهْرٍ مَغِيْبٍ كَلِمَةُ اللّٰهِ كَالاسْمِ الْمُبَارَكِ هِيَ اَوْرَ الْمُوسٰى: اسْتِزْرَا

کو کہتے ہیں اسکی جمع مَوَاسِي، مُوسِيَاتٌ، المُوسِيَقِي: گانے کا فن، برخ: ایک

دوستِ خدا کا نام ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا۔ حضرت میر سید علی ہمدانی

رحمۃ اللہ علیہ نے ذخیرۃ الملوك میں ان کے کچھ حالات لکھے ہیں۔ دیکھو ہماری کتاب

بصیرۃ السُّلُوک شرح ذخیرۃ الملوك مصنفہ حضرت سیدنا میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ

خلافہ شعر: اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ایک نیک اور صالح

آمتی کا حال لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ بھی اپنا ہر بچھے پرانے کپڑوں میں ملبوس تھا مگر

اللہ کا پیغمبر وہ بھی کلیم اللہ جیسا ان سے بارش کے لئے بحکم خدا التماس دعا فرماتے ہیں اور ان کی دعا قبول ہو کر اللہ تعالیٰ بارانِ رحمت نازل فرماتے ہیں۔

نوٹ:۔ یاد رکھو اس سے پیغمبر کی عظمت میں کوئی فرق نہیں آتا ہے۔ میں نے واقعہ بصیرت

السلوک شرح ذخیرۃ الملوک میں مفصل لکھا ہے۔

عیب پوشی خسرو پوشی مر علیٰ را شرط کرد  
آنکہ او مبعوث بہر اسود و احمر شد است  
ستر عیب لبس خرقہ لعلیٰ قد شرط  
من بعث للناس طرا اسودا و احمرآ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان پیغمبر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو عرب و عجم کی طرف مبعوث ہیں۔ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے عیب پوشی اور خرقہ پوشی کی شرط لگائی ہے۔

التحقیق اللغوی:-

قوله: خرقہ: کپڑے کا چیتھڑا، دھبی اس کی جمع خرق آتی ہے

عموماً مشائخ جو اپنا زیب تن کیا ہوا لباس اپنے خاص خلیفوں کو عطا کرتے ہیں کو خرقہ

کہتے ہیں۔ قولہ: اسود و احمر: اسود و احمر سے تمام روئی زمین کے لوگ مراد

ہیں۔ ہو سکتا ہے اسود سے صرف انسان اور احمر سے صرف جن مراد ہوں۔ اول باعتبار کثافت

مادہ خاکی، دوم باعتبار مادہ ناری کے کما قال المشائخ مبعوث سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم مراد ہیں کیونکہ آپ ہی تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث ہیں، (صلی اللہ علیہ وسلم)

مرصعہ اول کا آخری حرف ضرورت شاعری کی وجہ سے ساکن ہے۔

خلاصہ شعر:- شارح رحمۃ اللہ اس شعر کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ:-

ثُمَّ اِنَّكَ الْاَتْقِيَاءَ فِي شَيْخِ الْاِسْلَامِ نِظَامِ الدِّينِ حَنِىءِ اَبِي حَدِيثِ بَيَانِ كَيْفِىَّةِ حَسْبِى كَمَا حَاصِلٌ  
 بِهٖ كَرِهَ اَنْ يَّحْضُرَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعْرَاجَ شَرِيفٍ مِنْ وَاپِسِ جَلْوَهٗ كَرِهْتُمْ هِيَ تُوْا اَيْ كُوْجَنْتِ كِى  
 زُرُوْا زِهٖ اَبِي لُبَّاسٍ فَاخِرَهٗ يَهْنَا يَكِيَا - تُوْا اَيْ نِى تَمْنَا كِي مِيْرَ اَمْتِيُوْى كُوْ يِهِي يَشْرَفُ حَالِ  
 هُوْ - اَتْنِى مِيْ جَبْرِ مِيْلِ اِيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَتْنِى عَرْضِ كِيَا كَرِهَ اَيْ كَرِهَ اَمْتِيُوْى مِيْ مِنْ اَسْمِى كُوْ يِهِي سَعَادَتِ  
 اَنْصِيْبُ هُوْ كِي جِسْمِ مِيْ اَبِي مُعَيْنِ شَرْطِ يَاطِي جَا تْنِى - يَسْنُ كَرِهَ اَيْ وَاپِسِ تَشْرِيْفِ فَرَمَا هُوْ تُوْ  
 اَيْ نِى حَفْرَتِ الْوَكِيْرِ مَدِيْقِ رَضِيَّ اللهُ عَنْهُ كُوْ بَلَا كَرِ فَرَمَا يَا - كَرِ مِيْ وَهٖ لُبَّاسٍ فَاخِرَهٗ نَمَّ كُوْ عَطَا كَرُوْى  
 تُوْ تَمَّ كِيَا كَرُوْ كِي؟ اَيْ نِى نِى عَرْضِ كِيَا - سَخَاوَتِ، سِجَا تِيْ اُوْر زُهْدِ وَتَقْوَاى اَخْتِيَارِ كَرُوْى كَا - يَسْنُ كَرِ  
 حَضْرُوْا قَدَسِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِى فَرَمَا يَا - بِمِيْطُ جَا وَ - حَفْرَتِ فَا رُوْقِ الْعَظْمِ رَضِيَّ اللهُ عَنْهُ كُوْ فَرَمَا يَا - اَكْرِ  
 تَمِيْبِ وَهٖ لُبَّاسٍ فَاخِرَهٗ دُوْى تُوْ تَمَّ كِيَا كَرُوْ كِي؟ حَفْرَتِ عُرْفَا رُوْقِ رَضِيَّ اللهُ عَنْهُ عَرْضِ كِيَا كَرِ اَدَلْ كَسْتَرِي  
 اُوْر اَلصَّافِ پُرُوْرِيْ مِنْ كَامِ لُوْى كَا - فَرَمَا يَا بِمِيْطُ جَا وَ - پَهْرِ حَفْرَتِ عَثْمَانَ غَنِىَّ رَضِيَّ اللهُ عَنْهُ مِنْ فَرَمَا  
 كَرِ اَكْرِ تَمِيْبِ وَهٖ لُبَّاسٍ فَاخِرَهٗ دُوْى، تُوْ تَمَّ كِيَا كَرُوْ كِي؟ نُوْ اَيْ نِى جَوَابِ دِيَا - يَا رَسُوْلَ اللهِ!  
 صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنْدِ كَانِ خَدَا مِنْ سِجَا تِيْ مِنْ اَوْى كَا - عَيْبِ خُوْ دِ پَهْنِ لُوْى كَا لَعْنِى اُنْكَ  
 عَيْبِ اَيْ طَرَفِ مَسْجُوْبِ كَرُوْى كَا - اُوْر كَسِي كِي بَدِ كَمَانِيْ نَهِيْبِ كَرُوْى كَا حَضْرُوْا قَدَسِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 نِى فَرَمَا يَا - كَرِهَ شَرْطِ يَهِي تَقِي - تُوْ اَيْ نِى وَهٖ خِرْقَهٗ مَبَارَكِ حَفْرَتِ عَلِيٍّ مَرْتَضَى كَرِمِ اللهُ وَجْهَهُ كُوْ عَنَانِيْتِ كِيَا  
 يِهَا تَمَّ كِيَا وَهٖ خِرْقَهٗ مَبَارَكِ حَفْرَتِ خُوَا جِهٖ حَسَنِ بَصْرِيٍّ رَحْمَةً اللهُ عَلَيْهِ تَمَّ كِيَا پَهْنَا - هَا تْنِى اَنْسُوْى دُوْى  
 خَدَا كَا اَرْشَادِ هِي: هٖ

شعر سے گریہ باشی بدنگوئی نیکی : وُر پُر عیبی عیبِ نجوئی نیکی  
 شایح رح فرماتے ہیں کہ اس شعر سے ان لوگوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ جو لوگ مشائخ کے ترقی  
 اور ان کا لباس تو زیب تن کر کے اپنے ظاہر کو سجاتے ہیں مگر وہ خسر قہ پوشی کی شرطوں کا خیال  
 نہیں رکھتے بلکہ وہ باطن کے گورے ثابت ہوئے ہیں اور یہی حال ہے ہمارے زمانہ کا۔  
 "تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ گجا گجا زہم"



رُوحٌ حِفْظٌ قَوْلِ بَعْضِ جَنَدِ مَنَازِ  
وَرِ كَلَامِ اللّٰهِ بِلِسَانِ نَسْبَتِ بَاخِرِ شَدِّ اُسْتِ

رُوحٌ وَلَا تَطْرُقُ حِفْظُ قَوْلِ مَا لَا تَعْلَمُ  
فِي كِتَابِ اللّٰهِ مِثْلَتِ حِمَارًا سَافِرًا

ترجمہ: اے بے عمل و غافل و مفہم جاؤ اپنا کام کر اور ان چند باتوں کے یاد کرنے پر اگرتا نہ جاؤ جن پر تو خود  
غور نہیں کرتا ہے کیا تم کو معلوم نہیں کہ قرآن مجید میں تیری مثال گدھوں سے دی گئی ہے۔

التحقیق اللغوی: قولہ رُوحٌ: صیغہ واحد مذکر امر حاضر معروف۔ رُوحٌ: روحاً  
شام کے وقت آنا۔ وقت کی پابندی کے بغیر مطلق جن کے معنی میں آتا ہے۔ قولہ: سَافِرًا: اونٹ  
کی ناک میں پھیل ڈالنا۔ قولہ: مِثْلَتِ: صیغہ واحد مذکر فعل، صیغہ مثبت جہول۔ از باب افعیل  
مِثْلٌ مِثْلًا، الشَّيْءُ بِالشَّيْءِ: تشبیہ دینا، اَنْذَبْنَا مَا شَدَّ: مشابہت دینا۔

قولہ: حِمَارًا: الحمار: گدھا۔ پانچ گدھے جھکی گدھے کو حمار الوحش یا الحمار الوحشی  
کہتے ہیں۔ اکی جمع حمر، اَحْمَرُ: حَمْرٌ، حَمْرٌ حَمْرَاتٌ اور مَوْنَتٌ حِمَارٌ جمع حَمَارٌ آتی ہے۔

خلاصہ شعر یہ ہے: کہ عالم دین وہ نہیں جو چند مسائل جانتے پر نماز کرتا ہو اور عمل  
نقوی سے خالی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے عالموں کو قرآن کریم میں ان گدھوں سے تشبیہ دی ہے  
جو کتابوں کے بوجھ لادتے ہیں اور تورات میں ان لوگوں کی مثال ہے جن پر رکھی گئی تھی۔ پھر انہوں نے حکم برداری  
نہیں کی جو گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے اور چلتا پڑے۔ کیا ہی بُری مثال ہے ان لوگوں کی  
جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلایں اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔

حضرات! یہی عالم بے عمل کی مثال ہے کہ اس نے علم دین چڑھ کر اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔  
نثار حرج بجواز ذخیرۃ املولک فرماتے ہیں۔ کچھ لوگ سورت کے لحاظ سے تو انسان دکھائی دیتے  
ہیں، لیکن وہ حقیقت میں گتے، خنزیر، چبوتھیاں اور چوہے ہیں۔ عوام کو تو ان کی حقیقت قیامت  
کے دن کھل جائے گی۔ لیکن ان معنی اور رباب کشف دنیا میں ہی نور فراست اور ایمانی بصیرت سے

اُن کو ان کی اصلی صورت میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ حضرات فیود زمانہ سے بالائز ہو کر تمام شعور میں پہنچے ہوئے ہیں۔ اور ان حضرات کی شان ہے کہ **لَوْ كُتِبَتِ الْغِطَاةُ مَا أَرَدَدْتُ يَقِينًا** اگر پردے ہٹائے جائیں اور حقائق برسرِ بام آجائیں تو میرے یقین و ایمان میں کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔  
**رَبَاعِي :-**

حالی خلد و محسیم و النستم      بیقین آں چناں کہ می باید  
 گر حجاب از میانہ بر خیزد      زان یقین ذرہ نمیزاید !

خلاصہ اور جوہرِ کلام یہ ہے کہ علم از برائے عمل است، علم دین، عمل، اخلاص، تقویٰ اور پرہیز گاری کے لئے ہوتا ہے، یہ رعوت، دنیا طلبی اور جاہت دکھانے کے لئے نہیں ہونا۔  
 اس شعر کی مزید تفصیل۔ حضرت شارجہ رح آنے والے شعر میں فرماتے ہیں کہ:۔

دم بہ بحث اندر کلام این شہانِ دین مزان  
 زانکہ محبوظ العمل للشیخ صوب کابو شد است

**لَا تَمَارِ فِي كَلَامِ أَوْلِيَاءِ اللَّهِ قَطُّ  
 صَارَ مَحْبُوظَ الْعَمَلِ مَنْ شِخْتَهُ قَدْ كَابَرَا**

ترجمہ: دینِ حق کے بادشاہوں یعنی مُرشدانِ راہِ طریقت کے ارشادات و تعلیمات میں دور از کار کٹنا بکنی چھوڑ کر انکی ہدایات پر کار بند ہو جاؤ، کیونکہ جس نے اپنے شیخِ کامل کے ساتھ مکابره اور مجادلہ کا دروازہ کھول دیا تو اس کے اعمالِ صالحہ ضائع ہو کر خاک میں مل گئے ہیں۔

خلاصہ شعور: مریدِ صادق کا کام صرف یہ ہے کہ اپنے مُرشدِ کامل کی ہدایت پر بے چون و چرا عمل کرے، مُرشد کے ساتھ بحث و مباحثہ کا دروازہ کھولنے اور جہالت ہے۔ ایسے لوگ اپنا مقصد کھوتے ہیں اور عند اللہ بد قسمت ہوتے ہیں۔ چنانچہ نظیری کہتا ہے:۔  
 تھی دستمان قسمت را چہ سودا ز ہیر کارسل      کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

ازینی آدم ہر آں کو معرفت حاصل نہ کر  
در حقیقت کمتر از گاو خروا ستر شد است

إِنَّ مَنْ لَمْ يَعْرِفِ اللَّهَ مِنْ آنَا سِيْ أَحَقُّرٌ  
مِنْ أَبَا قُرٍ وَحَمِيْرٍ وَبِغَالٍ أَبْتَرَا

ترجمہ:- ”بنی نوع انسان میں سے جس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا وہ حقیقت میں گائے گدھوں اور چھروں سے حقیر اور ان سے بدتر اور گیا گدرا ہے۔“ — (پناہ بخدا)

التحقيق اللغوي:-

نولہ؛ مِنْ أَبَا قُرٍ، أَبَقِرٌ، گائے، بیل، اسم جنس، واحد لغو جمع بقرات  
بَقَرٌ، بَقْرٌ، أَبَقِرٌ، أَبَقِرٌ، أَبَقِرٌ، جوع البقر: سخت بھوک  
خلاصہ شعر:- اللہ تعالیٰ کا ایشاد ہے: مَثَلُ الَّذِينَ حَمَلُوا التَّوْبَةَ ثُمَّ  
لَمْ يُحْمَلُوا بِهَا كَمَثَلِ الْخِمَارِ يَمْشِي أَسْفَارًا بِشَىْءٍ مِّثْلِ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا  
بِآيَاتِ اللَّهِ طَوَّافًا لا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

ترجمہ:- اس شعر کی تفصیل سابق شعر میں آگئی ہے کیونکہ یہ شعر اپنے ماقبل کے لئے بمنزلہ تاکید  
ہے اور شارح رح بحوالہ نقد النصوص فرماتے ہیں کہ نام انسان کبھی کامل پر بھی بولتے ہیں۔  
اور کبھی ناقص آدمی پر بھی مثلاً زید اس پر حقائق الہی اور معارف کا دروازہ وا ہو گیا ہے اس لئے  
ایسے باکمال پر لفظ انسان اطلاق کرنا حقیقت ہے اور یہی انسان جب عمر و جیسے جاہل و بے علم پر محض  
مثلاً کلت سوی کی وجہ سے بولا جائے تو یہ مجاز ہے جیسے لفظ گستاخ گیند پر بھی بولا جاتا ہے  
اور آسمان پر بھی حرف اس لئے کہ یہاں مشبہ اور مشبہ بہ میں گولائی کے اندر اشتراک ہے۔ ورنہ  
کہاں آسمان اور کہاں گیند چہ نسبت خاک را با عالم پاک :-  
عرفاء اور اہل حق کے نزدیک ظاہر کا اعتبار نہیں بلکہ باطن اور حقیقت و معنویت کا لحاظ ہے۔ جو

ان حضرات با صفا قلوب پر دنیا میں ہی منکشف ہوتی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَاَرْزُقْنَا  
اِتِّبَاعَهُ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَاَرْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ ۝

فتویٰ و درس و قضا فی نفسہ خوب است لیک  
فتنہ گروہ چوں بدستِ مردِ بد گوہر شد امت  
انما فتویٰ و درسی و قضا ۛ احسن !  
بئید انہا فتون ان درنی صد ما

ترجمہ :- ” فتویٰ نویسی، درس و تدریس اور دینی فیصلہ جات کا اہتمام و انصراف فی ذاتہا تو بہت  
اچھی چیزیں ہیں، لیکن جب یہی چیزیں بد اصل و بد فطرت کے ہاتھوں میں لگ جائیں تو سمجھ لیجئے  
کہ یہی چیزیں موجبِ فتنہ و فساد ہوں گی۔“ کما فی زہاننا ہذا۔ حَلَّلُوا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ

ثمّ بالعکس ۝  
التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:

قونہ، فتویٰ، الفتویٰ و الفتوی، و الفتیاء: شرعی مسائل میں ماہرِ شریعت کا  
فیصلہ، اسکی بمع الفتاوی و الفتاوی آتی ہے۔ اَفْتَى یَفْتِی اِفْتَاءً: فتویٰ دینا۔ اور  
اِسْتَفْتَى الْعَالِمَ مَعْنٰی، اس نے عالمِ دین، ماہرِ شریعت سے فتویٰ طلب کیا۔ یہ قتل اللّٰم و اِی  
ہے۔ جس پر یہ قرینہ ہے کہ اہل عرب فتی، یفتوا، فتوا بولتے ہیں کہ آدمی تو ان مردی میں غالب  
ہوا۔ اور اجوبہ یانی بھی ہے، کہ کہتے ہیں فتی (ن) فتی، تفتی تفتیاً: جوان ہونا۔

قوله؛ دَرَسٌ: دَرَسٌ (ن) دَرَسًا، التَّرْسِمُ: نشان مٹنا۔

دَرَسٌ دَرَسَةُ الْعِلْمِ وَالْکِتَابِ۔ کتاب یا علم یاد کرانے کے لئے منوجہ ہونا۔ وَمِنْهُ  
قَوْلُ الشَّيْخِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتَّى صِرْتُ قَطْبًا  
وَفِئْتُ السَّعْدَ مِنْ مَوْلَى الْمَوْلَى

قَوْلُهُ: قَضَاءُ قَضَى يَقْضَى قَضَاءً النَّشِيءُ بِمَضْبُوطِي كَسَاخَةِ بِنَانَا أَوْ رَأْدَازَه كَرْنَا  
قَضَى حَاجَتَهُ: اُس نے اپنی ضرورت پوری کی اور اس سے فارغ ہوا۔

قرآن کریم میں ہے: فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا: پس جب زید نے اس سے  
(حضرت زینب) سے اپنی حاجت پوری کی۔ یہاں قضا سے مراد مفتی کے فتویٰ کو عملی جامہ پہنانے  
کے احکام نافذ کرنا ہے۔ قَوْلُهُ: صُدِّسَ: صدر بنایا گیا کہتے ہیں واپس کرنا آگے بڑھا کر  
صدر مجلس بنانا۔

خُلَاصَةُ شَعْرِيَا هِيَ: کہ فتویٰ، درس و تدریس اور شرعی احکام اجرا فرما کر  
فی ذاتہ محمود و مبارک ہیں اور جو ان امور کو ایمان داری سے انجام دے اس کے سعید و نیک نخت  
ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ ہاں جب بدگوہی اور بد فطرت کو ان امور کا متولی اور منتظم  
بنایا جائے اور وہ ان دینی امور کی رعایت نہ رکھے تو باعثِ فتنہ و فساد اور موجبِ شر و طغیان  
بن جائے گا۔ کیونکہ درحقیقت ایسے شخص کی فطرت و طبیعت نے ان امور کی اہمیت نہیں بانی۔  
باقی یہ علوم اور اساتذہ کا تصور نہیں۔ حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شعریٰ  
" باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست در باغ لاله روید و در شورہ بوم خوش "

اور اسی ضمن میں شاعر نے اس طرح ادا کیا ہے: شعریٰ

" اِذَا كَانَتِ الطَّبَاعُ طِبَاعَ سَوَاءٍ : فَلَا اَدَبَ اَيْمِيْدٌ وَلَا اَدِيْبٌ :  
وَمَنْ يَصْنَعُ الْمَعْرُوفَ فِي غَيْرِ اَهْلِهِ : يَدْأِي كَمَا لَا تِيْ جُبْرًا قَدَامِي "

مطلب یہ ہے کہ علوم مذکورہ کی لطافت و نطانت میں کوئی شک نہیں ابنتہ بد ذات و بد فطرت کو  
ان سے فائدہ کیا چھوٹے بلکہ علوم اسلامیت ہی کو ان سے نقصان پہنچتا ہے۔

لطیفہ:۔ خاکسار نے کم و بیش بارہ سو سے زیادہ حضرات کو کچھ نہ کچھ پڑھایا اور  
اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضرت خاکی رح کا یہ شعر بندہ پر کبھی اسی طرح صادق آیا۔ کہ چھٹی حضرات  
کے لیسر کتر ہیں کو ان کے صیغ تیر و کند کا نشانیہ بنا پڑا اور آئندہ کا علم اللہ ہی کو ہے کہ مجھ پر



کیا نڈرے گی۔ سچ ہے " اِثْقِ شَرًّا مِنْ اِحْسَنْتِ الْبِيْهَةِ :  
 مگر بعد غور و فکر اپنی ہی کوتاہی و کم علمی نظر آتی ہے کیونکہ ہم نے حضرت سعدی رحمہ اللہ کے  
 اس شعر کی نہایت بے قدری کی تھی۔ شعر فرماتے ہیں :  
 زینِ شورهٔ سنبل بر نیارد درو تخمِ عمل صنایع مگردان  
 بایں ہمہ قصور اتم اسطور ہی کا ہے۔ شعر :  
 من بعجز و قصور معتزقم نے چون نادان و احمق و خنضم

چارہ دفع ریاحرفی نہ معمول فقیر  
 حیلہ اخذ ریاحد باب چوں فر فرشتہ است  
 لاعلاج لفقیرہ لایزالہ السریاء  
 مائة باب حیلہ اخذ الربا استحضرا

ترجمہ: " بڑے سے بڑے فقیر کے پاس ریاح سے بچنے اور سود کا کاروبار مٹانے کے لئے کوئی  
 علاج اور دوا نہیں ہاں اس نے سودی کاروبار اور ریاح جائز بنانے کے لئے حیلہ بہانہ کے سینکڑوں  
 باب ذہن میں یاد کر رکھے ہیں۔ "

التحقیق اللغوی:  
 قوۃ؛ فقہ، انفقہ، وانفقہ، والفقیرہ: بہت بھدار، ذکی، عالم  
 علم فقہ کا جاننے والا۔ جمعۃ الفقہاء ہے ثروت کے لئے فقیرانہ بولتے ہیں۔  
 قوۃ؛ حیلہ: بہانہ سازی، الاحیل والاحوال: بہت بہانہ ساز  
 الحیلۃ: ہوشیاری، دور بینی، کاموں میں تصرف کی قوت۔ جمع حیلانہ ہے۔  
 قوۃ؛ السریاء: مہر۔ سریب۔ دکھاوا۔

قولہ: الرَّبَّاءُ: زیادتی سُود۔ بیاج۔ نسبت کے لئے ربوئی آتا ہے۔

خلاصہ شعر:-

یہ ہے کہ علوم دینیہ کی تحصیل و تعلیم سے اپنی آخرت بہتر بنانا اور ستوارنے کے سوا کچھ مقصود نہیں۔ اور علوم اسلامیہ کو حیلہ، بہانہ، دنیوی مقاصد حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا۔ دین اسلام کی حقیقت سے بے خبری کی علامت و نشانی ہے اور پھر غلط سلط فتویٰ دینا یا چند ٹکڑوں کے عوض میں اس کو فروخت کرنا خالص دلیری اور بے معنی جسارت ہے۔ افسوس ہے کہ عصر حاضر میں کچھ ارباب فتویٰ کی غلط کاری سے دینی تعلیم و احکام کے حقیقی خدو خال مٹنے لگے ہیں، صرف چند مسائل کی یاد کی رٹ لگانا علم و فقاہت کی نشانی نہیں ہاں علم دین نہوڑا ہی پڑھا جایا۔ مگر اس سے تقویٰ، پرہیزگاری اور اس کو زاہد راہ آخرت بنانا عالم و فقیہ، دانا و دانشور ہونے کی محکم دلیل ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ جرم اللہ نے کشمیری زبان میں فرمایا:- "أَلْحَمْدُ لِلَّهِ قُلُّهُ هُوَ اللَّهُ بِبِهِ التَّحِيَّاتُ يَلْكُهُ تَرْتِي حُمِّي قَرَأَسُ يَأْتُو۔" تہذیب پر ایو کو نو لگوں پتیران سگتہ موکن دو و نوے شارح رح نے بحوالہ احياء علوم الدين لکھا ہے۔ کہ علوم دینیہ کا مقصد خدا شناسی تھا۔ مگر لوگوں نے اس میں اتنی باریکی سنی سے کام لیا ہے کہ اصلی مقصد ہی فوت ہو رہا ہے۔ مثلاً عصر اول میں علم فقہ علم الآخرہ اور اسکی معرفت نفوس ہے کہ انسانی کی باریک آفتیں دنیا کی حقارت، آخرت کی نعمتوں کی تلاش و جستجو اور خوف خدا کے غالب آنے پر بولتے تھے جس میں پشیمتیں پائی جاتی تھیں۔ اس کو فقہیہ کہتے تھے جیسا کہ آیت:

لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ مِنْ ظَاهِرِهِ

اور مذکورہ چیزیں صرف نکاح و طلاق، امان و سلم اور اجارہ داری کی تعریفوں کے یاد کرنے سے آیت مذکورہ کا مقصد پورا نہیں ہوتا ہے

غرض امام غزالیؒ نے اپنے زمانہ کے فقہاء و علماء پر اذحہ اور افسوس کرتے ہیں اور اگر وہ ہمارے عہد کے فتویٰ نویسوں اور فقہاء کو دیکھتے تو وہ یہ مصرعہ ضرور پڑھتے "فَلْيَبْكِ عَلَى الْإِسْلَامِ مَنْ كَانَ بَاكِيًّا" کہ جو رونا اور اظہار افسوس بنا چاہیے تو وہ ہمارے زمانہ کے فقہاء اور علماء دین پر رلے۔۔۔۔۔ الأمر ظاہرہ:

نہیست عالم آنکہ بہ رشوت و الزام خلق  
جیلہ ہائے نادیش محفوظ و مستحضر شد است

لَا يَكُونُ عَالِمٌ مِّنْ لَّدُنَّا أَوْصِيْدِ خَلْقٍ  
مِّنْ نَّوَادِرِ الْمَسَائِلِ وَعَى مُسْتَحْضِرِ

ترجمہ: "وہ شخص عند اللہ عالم نہیں ہے جس نے رشوت لینے اور لوگوں کو الزام و شکار کرنے  
کے لئے عجیب و غریب سینکڑوں مسائل یاد اور مستحضر کئے ہوں۔"  
التَّحْقِيقُ الْقَوِيُّ:-

قَوْلُهُ: اِمْرَتِنَاءَ: رَشَاةٌ؛ رَشْوًا: رَشْوَتُ دِيْنًا، اِمْرَتِنِي: رَشْوَتُ لِيْنَا،  
رَشْوَتُ طَلْبِ كَرْنَا، اِسْتَرَشِي فِي حِكْمِهِ: فَيَصِلُهُ بِرَشْوَتِ طَلْبِ كَرْنَا- اَلرَّشْوَةُ  
وَالرَّشْوَةُ، وَالرَّشْوَةُ، وَالرَّشْوَةُ: رَشْوَتُ اِسْكِي جَمْعُ رَشِي- وَرَشِي هُوَ  
تَوْنُهُ؛ اَلنَّوَادِرُ: اَلنَّادِرَةُ كِي جَمْعٍ، نَوَادِرِ اَلكَلَامِ، عَجِيْبُ كَلَامٍ، شَادِيْبِ  
عَمْدِهِ هُوَ نَادِرَةُ اَلزَّمَانِ: وَهِيَ بَكْتَاةٌ رُوْزْ كَارِ هِيَ-

خُلَاصَةُ شَعْرٍ يَهِي هِيَ: كِي عِلْمُ دِيْنٍ، سِيْمِ دُرِّ اَوْرَجَادِ وَحِشْمَتِ كِي لِي نَهِي هِيَ بَلْكَ  
عِلْمِ دِيْنِ كِي حَصُولِ كَامِ قَصْدِ خَوْنِ اَلِهِي حَاصِلِ كَرْنَا هِيَ اَوْرَجَانِي اَوْرَجِي اِيكَ اَبْدَهُ خَدَا بِنْتَلِي-  
بِنَا نِي "عَوَارِفِ اَلْمَعَارِفِ" مِيْنِ كَمَا بِي كِي سَبِّ مِي بُوْهَكَرِ جَاهِلِ وَهِي هِيَ اِي اِيْنِي عِلْمِ كِي  
مَطَابِقِ عَمَلِ نِي كَرِي اَوْرِي هِيْزِيْنِ عَالِمِ وَهِي هِيَ كِي جُوْ عِلْمِ بِرِ عَمَلِ پِيْرَا تُوْ اَوْرِ سَبِّ مِي بُوْهَكَرِ بَزْرِكِ  
بِرْ كَرِي وَهِي هِيَ- جُو اَللّٰهُ تَعَالٰى مِي بِيْتِ، دُرْتَا هُوْ اَوْرِ جِبِ عَالِمِ عِلْمِ كِي مَطَابِقِ عَمَلِ نِي كَرِي تُو اِسْ كِي  
بِنْدِ وَتَسِيْرَتِ، اِسْ كِي مَنَاطِرِ- اَوْرِ مَبَاحِثِ اَوْرِ اِسْ كِي اِيْجِي دَارِ اَمْرِيْرِي مِي تَمِيْبِ دِهوكَا اَوْرِ فَرِيْبِ  
نِي لِي- كِي وَنَكِي اِيْشَا شَمْسِ عَمِ بُوْهَكَرِ بِي جَاهِلِ شَمْسِ رَا جِي كِفْتَارِ كَا عَازِي اَوْرِ كَرْدَارِ كَا بَا زِي كَرِي-  
هَالِ اِكَر اَللّٰهُ تَعَالٰى اُسِي تُو بِي كِي تُو نِيْقِ دِي نُو اَوْرِ بَاتِ هِيَ كِي وَنَكِي عَمِ دِيْنِ نُوْرِ اَلِهِي هِيَ-

بعض عرفاء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ وقت ایسا آئے گا کہ ابدال بظاہر دکھائی نہیں دیں گے کیوں کہ وہ زمانہ کے علماء و سوء کی حسد و کینہ کی طرف دیکھنا بھی پسند نہ کریں گے لہذا وہ روپوش ہیں گے اللہ اکبر۔ چون بدن از قحط جان ارزان شود \* مرد حق در خوشتن نہاں شود

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اسی معنی میں فرماتے ہیں:   
 شَكَوْتُ إِلَىٰ وَكَيْعٍ عَنِ سُوءِ خَفِطِي ۖ فَأَوْصَانِي إِلَىٰ تَرْكِ الْمَعَاصِي ۖ   
 فَإِنَّ الْعِلْمَ نُورٌ مِنَ اللَّهِ ۖ وَنُورُ اللَّهِ لَا يُعْطَىٰ لِعَاصٍ ۖ

نیست عالم آنکہ غافل گشتہ از روز حساب

طالب و طامع بہ اوقاف ز روز پور شد است

لَيْسَ عَالِمٌ يَكُونُ غَافِلًا مِنْ يَوْمِ حَشْرِ

يُبْتَغَىٰ تَبْرًا وَزِينَةً بِوَقْتِ جَائِرًا

ترجمہ: ”وہ ربانی عالم نہیں جو غفلت میں ڈوب کر حساب یعنی قیامت کے دن کو بھول جائے اور اوقاف کے مال و دولت اور اس کے سونے چاندی پر زبردستی چھا جائے اور غالب ہو کر رہے۔“

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:

قَوْلُهُ: يَوْمَ حَشْرِ: یعنی قیامت کا دن، اصل میں حَشْرٌ (ن) حَشْرًا النَّاسَ: جمع کرنے کے معنی میں آتا ہے حَشْرٌ عَنِ وَطْنِهِ: جلا وطن کرنا، حَشْرُ الْجَمْعِ: ایک جگہ دوسری جگہ نکالنا، حَشْرٌ فِي بَطْنِهِ: بڑے پیٹ والا ہونا، الْحَشْرُ: جمع حشرات کبڑے سوڑے یا چھوٹے چھوٹے جانور۔

قَوْلُهُ: أَوْقَاتٍ: وَقِفٌ کی جمع ہے جس کے لغوی معنی ٹمہرنا، کھڑا ہونا، چپ چاپ کھڑا ہونا۔ وَقِفَ الْقَارِعُ عَلَى الْكَلِمَةِ: پڑھنے میں آخری حرف کو ساکن کرنا۔

وَقَفَّ عَنِ الشَّيْءِ: روکنا، منع کرنا۔ فقہائے اسلام کے نزدیک وقف کا معنی کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت قرار دے کر اس کے عوائد و فوائد کو اپنے پسندیدہ لوگوں یا اپنی چاہت کے مطابق اجازت خرید میں سے کسی چیز کے لئے مقرر اور معین کرنا (والباقی فی الدرس)

قَوْلُهُ: طَامِعٌ. طَمِعَ (س) طَمَعًا وَطَمَاعَةً فِي الشَّيْءِ. دیکھ۔ حرص کرنا۔

لا لچ کرنا۔ صِفَتِ طَامِعٌ، طَمِعٌ، طَمَعٌ۔

قَوْلُهُ: زَيْنَةٌ: آرائش؛ الزَّانُ: بدبھی، الزَّوْنُ، وَالزُّوْنُ وَالزَّرِيْنُ؛

بُتْ یا مندر۔ الزَّوْنَةُ: زینت، عقل مند عورت، قَوْلُهُ: جَائِرًا: ظلم کرنے والا۔

کہتے ہیں۔ جَائِرٌ (ن) جَوْرًا عَنِ الشَّيْءِ کسی چیز سے ہٹ جانا، جَائِرٌ: ظالم

خلاصہ شعر:- قیامت کے ناموں میں سے ۱۔ یَوْمَ الدِّينِ: بدلہ کا دن؛ ۲۔ یَوْمَ الْاٰخِرَةِ:

پھلادن؛ ۳۔ یَوْمَ الْحَشْرِ جمع ہونے کا دن؛ ۴۔ یَوْمَ الْقَارِعَةِ: دستک دینے والا دن۔

۵۔ یَوْمَ الْبَعْثِ ۶۔ یَوْمَ النُّشُورِ ہیں؛ اس دن کے اور بھی بہت سے نام ہیں جو اسکی عظمت

پر دلالت کرتے ہیں۔ مَا شَاءَ اللهُ! اس دن کی عظمت و اہمیت کے کیا کہنے کہ حضرت سید لقی اکبر

رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ يَا اَبِي اَنْتَ وَاُمِّي تَنْتَبِهُ قَبْلَ اَوَانِكَ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کہ وقت سے پہلے آپ

پر بڑھاپے کے آثار نمودار ہوئے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا: شَيْتَانِي الْمَسْوُودُ:

وَالْمُرْسَلَتِ عُرْفَاہُ وَعَمَّةٌ يَنْسَاؤُ لُوْنَهُ کہ مجھے سورہ ہود، سورہ المرسلات

عُرْفَاہُ وَعَمَّةٌ يَنْسَاؤُ لُوْنَهُ نے بوڑھا بنایا۔ محدثین نے فرمایا۔ کہ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ

ان تینوں سورتوں میں قیامت کے ہولناک واقعات کا ذکر ہے۔ شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

عالم دین تو نائب پیغمبر ہوتا ہے۔ پس اس کا عمل و اعتقاد، تقویٰ و پرہیزگاری مطابق شریعت ہونی

چاہئے۔ بھلا وہ بھی عالم ہے جو روز حساب سے غافل ہو کر مال و منوی اور جاہ و شہم پر اپنی عمر قربان کرے

اور شارح رح بحوالہ اَحْبَاءِ اَعْلَمِ الدِّينِ فرماتے ہیں جو عام دنیا میں غولہ زان ہو جائے وہ اس تقاب



ہی نہیں کہ اسکی بات سنی جائے بلکہ اس سے بدگمان رہنا چاہیے تاکہ وہ بندگانِ خدا کو بھی گمراہ نہ کر پائے  
اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ الکھف میں فرماتا ہے۔ وَلَا تَطْعَمَنْ أُغْفَلْنَا  
قَلْبَكَ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبِعْ هَوَاكَ وَكَانَ امْرُؤٌ فُرُطًا  
اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کی بات نہ مانئے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل بنایا اور  
وہ اپنی خواہشات کا پیرو بن کر حد سے تجاوز کرنے لگا۔ (مختصر التفصیل فی الشرح)

عالم است او ہم مریدانش کہ دائم می کند  
از عملها آنچه کار آئندہ در محشر است  
انما هو عالم حقا باتباعه يدوم  
عاملا ليوم حشر خائفا مستدخرا

ترجمہ: حضرت محبوب العالم رح عالم حقیقی ہیں کہ آپ اپنے مریدوں اور مخلصوں کے ساتھ قیامت کے  
دن کام آنے والے اور فائدہ بخش عملوں میں مشغول رہتے ہیں۔  
التَّحْقِيقُ اللُّغَوِيُّ:-

قَوْلُهُ: مُسْتَدْخِرًا: اسم فاعل۔ از باب استفعال: ذخیرہ طلب کرنا،  
ترکیب میں: فعول لہ بترع حرف جر ہے۔ اس کا مادہ ذخیر ہے۔ ضرورت کے وقت کے لئے  
جمع کرنا۔ ذخیرہ کی جمع ذخائر آتی ہے۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں۔  
اعمال المؤمنین ذخائر عند اللہ: مومنین کے اعمال اللہ تعالیٰ کے پاس ذخیرہ ہیں  
قَوْلُهُ: بِاتِّبَاعِهِ: اتباع کا معنی الیہ ضمیر مجبور ضرورت شعر کی وجہ سے ساکن ہے۔  
خلاصہ شعر یہ ہے: کہ حضرت پر حقائق تنویر جناب محبوب العالم رحمہ اللہ خود پر حقائق اور عالم  
ربانی ہیں۔ اور آپ کے طالبین اور مریدین بھی پورے اخلاص کے ساتھ روز قیامت کے لئے عمل پیرا ہیں

زہے سعادت و توفیق الہی۔

شارح رحمہ اللہ بحوالہ "کنز العباد" رقمطراز ہیں کہ عالم وہ ہے کہ جس کے دل میں خوفِ خدا ہو۔ ورنہ وہ جمال کتابوں کا بوجھ اٹھانے والا ہے اور شرعاً اور عند اللہ عالم نہیں ہے۔ گو اسے ہزاروں مسائل یاد ہوں جیسا کہ ارشاد باری ہے۔ **إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ**۔ صرف حقیقی عالم دین ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں جو علوم دینیہ کے حامل ہوں پھر علم دین کو قتلہٗ فساد اور خون کا بازار گرمانے کے لئے استعمال کرتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے ہاں عالم نہیں ہیں بلکہ وہ اشقیٰ عباد اللہ ہیں۔

شارح فرماتے ہیں مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک چوپایہ سے دریافت کیا کہ تم نے خدا شناس بننے کے لئے علم کیوں نہیں سیکھا؟ اس نے جواب دیا میں نے کل علم سے پانچ باتیں حاصل کی ہیں۔  
روح اللہ نے فرمایا وہ کیا ہیں چوپایہ نے کہا۔ وہ یہ ہیں:-

۱۔ جب بندہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے پر طاقت رکھتا ہے تو پھر اس کی نافرمانی کیوں کرے۔

۲۔ سچ بولنے پر قدرت رکھنے کے باوجود جھوٹ بول کر اپنی زبان کو کیوں گندہ کرے۔

۳۔ حلال روزی چھوڑ کر حرام روزی کی طرف کیوں رغبت کرے۔ ۴۔ اپنے عیبوں پر واقف ہونے

کے باوجود دوسروں کے عیبوں کی فکر میں کیوں پڑے ۵۔ جب بندہ خدا تعالیٰ کی یاد میں رہے تو مخلوق خدا کے

ذکر و فکر میں کیوں غوطہ زنی کرے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر اس کو فرمایا یہ پانچ باتیں نہ صرف

تمہارے لئے کافی ہیں بلکہ تمام خلق اللہ کے لئے شفا بخش ہیں۔ کیونکہ انہی پانچ باتوں میں علمِ آخرت سمویا

ہوا ہے۔ (فاعتبروا یا اولی الاباب)

چوں خدائے عالمین اکبر و اصغر شناخت

بے نیاز از اصطلاح اصغر و اکبر شد است

فَدَعَرَفَ خَلَّاتِ أَصْغَرَ مَعَ أَكْبَرَ بِالْفُؤَادِ

لَا يَضُرُّهُ عَدَمُ عِلْمِهِ أَصْغَرًا وَ أَكْبَرًا

ترجمہ:- جبکہ پیر کامل رح نے چھوٹے بڑے مخلوقات پیدا کرنے والے معبودِ برحق کو دل سے پہچانا تو ان کو منطقی

اصطلاحوں صُغریٰ و کُبریٰ نہ جاننے کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں بلکہ ان کے جاننے سے بے نیاز ہوئے۔

### التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ :-

اصغر و اکبر: المقدمة التي فيها الصغرى تسمى اصغر والتي فيها الاكبر تسمى

كبرى عند المناطقة.

تولده؛ عالمين: عالم کی جمع۔ ماسوی اللہ کو کہتے ہیں۔ عالم کو اس لئے عالم کہتے ہیں کیہ علامت سے نکلا ہے چونکہ ہر چھوٹی بڑی چیز اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے خالق و مالک ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے مخلوقات الہی کو عالمین کہتے ہیں۔ مخلوقات کی صحیح تعداد کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اس کی مزید تحقیق سورہ فاتحہ کی تفسیر بزبان کشمیری انشاء اللہ تعالیٰ آپ ضرور

مطالعہ فرمائیں گے۔ قال الشاعر

دَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَكَ آيَةٌ \*\*\* تَدُلُّ عَلَى أَنَّكَ وَاحِدٌ

ترجمہ: ہر چھوٹی بڑی چیز میں نشانی ہے کہ اللہ پاک ایک اور بے نیاز ہے۔

بہر حال ماسوائے انسان سب کو عالم اکبر کہتے ہیں اور انسان کو عالم اصغر مگر حضرات صوفیہ کثراً لله امثالهم انسان کو ہی عالم اکبر کہتے ہیں۔ چنانچہ علی المشہور حضرت شاہنشاہِ ولایت راہنمائے ارباب کشف و کرامات حضرت علی رضی عنہ سے منقول ہے کہ آپ فرماتے تھے: شعر

دَوَائِكَ فَيْكَ وَمَا تَشْعُرُ \*\*\* وَذَلِكَ مِنْكَ وَمَا تَبْصُرُ

وَتَزْعُمُ أَنَّكَ جِرْمٌ صَغِيرٌ \*\*\* وَفِيكَ أَنْطَوَى الْعَالَمُ الْاَكْبَرُ

ترجمہ: کہ تیری بیماریوں کی دوا تجھ ہی میں پائی جاتی ہے اور اس بیماری کا علاج بھی تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور کیا تو نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ تو معمولی جسم کا لو تھڑا ہے نہیں نہیں بلکہ عالم اکبر کے

عجائبات تجھ ہی میں پائے جاتے ہیں۔ فسبحانہ ما اعظم شأنہ: بہر حال آدمی آدمی ہونا چاہیے اس لئے ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: المرء باصغرہ

کہ آدمی کی قدر و منزلت دو چھوٹی چیزوں دل اور زبان سے ہے۔ اور جب دل بھی حسد اور خیالات

فاسدہ اور بد اعتقادی کی وجہ سے ناپاک ہو اور زبان گندہ ہو اور ذکر الہی سے نفرت ہو تب وہ شخص حقیقت میں آدمی ہی نہیں بلکہ جو بیشتر شاعر حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہم نے نقل کیا ہے تو وہ اسی کا مصداق ہے یعنی ایسا شخص صرف صورت کے لحاظ سے انسان ہے اور حقیقت میں ریچھ، خوک، بندر، سانپ سے بھی بدتر ہے۔

تنبیہ:۔ اسی حدیث کی روشنی میں یہ سمجھنا چاہیے کہ حقیقی صوفی کی صفت دل و زبان کو کثافت ظاہری سے پاک رکھ کر پابندِ شرع ہونا چاہیے۔ حقیقی صوفی کو حسد، غیبت، نکتہ چینی سے کوئی جوڑ نہیں پس جس کے دل میں لفاق کی بیماری اور زبان میں کثافت ہو تو وہی شخص علم تصوف حاصل کرنے سے لوگوں کو نفرت دلانا ہے تاکہ اُس کے عیب برسرِ منظرِ عام و خواص نہ آجائیں کیونکہ چور ہمیشہ پہرہ دار سے ڈرتا ہے

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

رُوحِ رَامِرُ فَوْعٍ وَنَفْسِ تَنْدَرٍ مَجْرُورِ سَاخْتِ  
چیتِ عَمِّ كَرَعَارِيٍّ اَزْ تَعْرِيفِ رَفْعِ وَجْرِ شَدَا سَتِ

صَارَ رَأْفَعًا لِرُوحِهِ وَكَاسِرًا لِنَفْسِ  
لَا حَرْجَ لَوْلَمْ يَكُنْ لِلرَّفْعِ وَالْجُرْمَا هِرَا

ترجمہ:۔ ”آنجناب فیض انتساب نے اپنی روح شریف کو سخت ریاضت سے بلند و بالا بنایا اور نفسِ امارہ کی تیزی و تندی کو نرمی سے بدل دیا تو اس حال میں کوئی حرج نہیں کہ اگر آنجناب نحویوں کی اصلاح رفیع و جبر کی باتوں کے ماہر نہیں ہیں۔“

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:

علماءِ نحو عموماً اعرابِ اسم سے بحت کرتے ہیں اور یہ کہ اسمِ معرب ہے یا مبنی، منصرف ہے یا غیر منصرف اور یہ کہ اسمِ مرفوع ہے یا منصوب یا مجرور۔ مرفوع وہ ہے کہ جس کے آخر میں پیش ہو



اگر ایک پیشین ہو تو اس کو مرفوع غیر مننون کہتے ہیں جیسے الرَّجُلُ۔ اگر آخری حرف پر دو پیشین ہوں

تو اس کو مرفوع مننون کہتے ہیں جیسے زَيْدٌ۔ اسی طرح اگر اسم کے آخر میں ایک زیر ہو تو اس کو مفتوح

یا منصوب غیر مننون کہتے ہیں۔ جیسے سَأَيْتُ الرَّجُلَ۔ اگر دو زیریں ہوں تو اس کو منصوب مننون

کہتے ہیں جیسے سَأَيْتُ رَجُلًا۔ اگر اسم کے آخر میں ایک زیر ہو تو اس کو مکسور یا مجرور غیر مننون کہتے ہیں۔ اگر

بِرَجُلٍ ہے اور رفع کے لغوی معنی بلند کرنے کے ہیں۔ وَمَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ ہم نے آپ کا ذکر

بلند کیا اور کسر کے لغوی معنی توڑنے کے ہیں۔ اسی سے کسر نفس، نفس کی بیجا خودی توڑنے کے معنی ہیں۔

خُلَاصَةُ شَعْرٍ: شراح رح اپنے پیر برحق رح کی طرف سے دفاع یا معذرت کرتے ہوئے کہتے ہیں

کہ اگر ہمارے پیر برحق رح منطوقوں کی اصطلاحات، بحث صغریٰ و کبریٰ اور اشکال اربعہ یا

نحو لوہا کی اصطلاحات رفع و نصب و جر، بالفرض نہیں جانتے تو کیا ہوا۔ آپ نے سخت

ربافتوں سے اپنی روح تشریف کو اونچے مرتبہ تک پہنچایا آسمانوں کو بھی زیر اقدام بنایا اور اگر نحوی کسرہ

نہیں جانتے تو آپ نے کسر نفسی، بے جا خودی دے پر والی حسد، بغض، ربا مکر، خدع چھوڑ کر اپنے

نفس کو وہ مقام عطا کرایا کہ نحو یوں کی یہ اصطلاحیں آپ کے مقامات عالیہ دیکھ کر کفِ انوس مل رہی ہیں

سے گرچہ نحو و فقہ را بگذاشتند ☆☆ رایتِ علمِ الیقینِ آفراشتند

اگر اہل دل اور باصفا حضرات نے نحو اور علم فقہ کے غیر ضروری مسائل چھوڑ دئے ہیں تو کوئی عیب

نہیں، کیونکہ انہوں نے علم الیقین کا وہ جھنڈا بلند کیا جس کے لئے ان کی آفرینش ہوئی تھی۔

کیا اس شعر میں نام نہاد اسلام پسندوں کے لئے درس عبرت نہیں ہے؟ کیا سمجھو قسم کے صوفیانہ

اشعار آخرت کی طرف متوجہ نہیں کرتے مگر انوس ہے کہ مجھ جیسے سیاہ کار نے اپنی عمر صرف سبھی اصطلاحوں

کے پڑھنے پڑھانے میں صرف کی اور آخرت سے بے پردائی برتی۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

اَبْرَةُ دَرَاعَةُ عَالِمٍ رَا بُو د زِيَا وِلے

لُبْسِ صُوْفِي رَا زَا اَبْرَةُ پَر بِيَا اسْتَرْشِدَا سْت



# إِنَّ اسْتَبْرَقَ يَكُونُ زِينَةً لِلْعَالِمِ بَيْدَ أَنْ لَبَسَ صَوْفِي خِرْقَةً أَعْلَى مَخْرَجًا

ترجمہ: "ظاہری نام نہاد عالم کی قبا، ریشمی لباس تو ظاہر میں باعثِ زینت ہے لیکن حقیقی صوفی کی گذری از روئے حقیقت ان کے زرق و برق لباس سے کہیں زیادہ قابلِ فخر و مباہات ہے۔  
التحقیق اللغوی:-

قولہ: اسْتَبْرَقَ: موٹا ریشمی کپڑا۔ ریشم اور سونے کے تاروں کا بنا ہوا کپڑا۔  
قولہ: دَمْرَاعَهُ: زِرہ۔ مذکر دمؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اسکی جمع دَمْرُوعٌ،  
أَدْرِعٌ، دِرَاعٌ آتی ہے اور اسکی تصغیر دِرَاعٌ ہے۔ قولہ: بَيْدَ أَنْ، بَيْدَ: یہ ہمیشہ  
آتا اور اس کے معمول جملہ کی طرف مضاف ہو کر آتا ہے اور سوائے اور مگر کے معنی دیتا ہے جیسے کہتے ہیں  
"فَلَا تُكْثِرُ الْمَالَ بَيْدَ أَنْهُ بِخَيْلٍ؛ فلاں شخص بہت مالدار ہے مگر ہے تو وہ بخیل۔  
اور أَبَادَ: ہلاک کرنے کے معنی میں آتا ہے۔

خُلَاصَةُ شَعْرٍ: کہتے ہیں دنیوی عالم کے لئے ریشمی چمکدار قبا نہایت خوبصورت اور خوشنما  
ہے۔ مگر صوفی کا خسر قد اور اس کا استر اس عالم کے لباس سے زیادہ بہتر اور بہت شاندار ہے  
مزید تشریح:- صوفی کی تحقیق:- صوفی کا نام زمانہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم  
میں عام زبانوں پر نہیں تھا۔ حتیٰ کہ قرآن کریم نے نیکو کاروں کو مختلف ناموں سے یاد کیا۔ چنانچہ  
کہیں تو ان حضرات کو أَبْرَارٌ، نیکو کار کہا گیا۔ بعض حضرات کو مقربین جو بارگاہِ ربانی میں قرب  
نزدیکی کا درجہ رکھتے ہیں بعض کو صَابِرِينَ و صَادِقِينَ سے یاد کیا گیا کہ با ایمان دنیوی  
تکلیفوں پر صبر و ضبط کرنے والے ہیں۔ اور اپنے کلام میں سچے ہیں اور کچھ حضرات ذَاكِرِينَ و مُحِبِّينَ کے  
لقب سے ملقب ہوئے کہ وہ یادِ خدا کرنے والے اور اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والے ہیں اور لفظ صوفی  
ان سب حضرات پر مشتمل ہے کیونکہ صوفی ان سب اچھی صحبتوں سے آراستہ ہوتا ہے یہ تحقیق  
حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی ہے۔

زمانہ نبوت میں اس نام کے نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ نبوت میں مسلمانوں کا سب سے بڑا اور معزز لقب صحابہ تھا۔ پھر ان کے بعد تابعین، ان کے بعد تبع تابعین کے نام درجہ وار دئے گئے مگر بد قسمتی سے جب رفتہ رفتہ مختلف سازشوں کے تحت ان حضرات سے عوام الناس کو بدظن بنانے کی کوشش کی گئی تو ایسے باخدا حضرات کو صوفی، شیخ اور بچھو قسم کے القاب دئے گئے۔ فافہم۔

حُبِّ دُنْيَا رَأْسِ جُرْمٍ اسْتَقُولُ الْمُصْطَفَى

تَرْكِ دُنْيَا هِرْعِبَادَاتٍ رَامِثَالِ سُرْتِدَ اسْت

حُبِّ دُنْيَا رَأْسِ كُلِّ الذَّنْبِ قَوْلُ الْمُصْطَفَى

تَرْكُ دُنْيَا لِلْعِبَادَةِ مِثْلُ رَأْسِ عَطْرٍ

ترجمہ: "حضور پر لوز صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے اور ترک

دنیا بھی ہر عبادت کے لئے جوہر اور عطر ہے۔"

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:-

قَوْلُهُ؛ عَطْرٌ: عِبَارَةٌ - عَطْرٌ - كَمَا اسْمٌ هُوَ مَعْنَى بِرَدْلَالَتِ كَرْنِ وَالِ الْفَاظِ لَوْ كَيْتَهُ هِي

هَذِهِ عِبَارَةٌ عَنْ كَذَا: يَهِيْزُ اسْمُ كَيْتٍ مَعْنَى هُوَ - عَطْرٌ: اِحْوَالٌ فِي غُورِ وَفِكْرٍ، تَعْجِبُ اِرْدَهُ

اس جو نظائر کا مرجع ہو۔ الْعَبَارَةُ - عَابِرٌ: كَمَا بِاللَّغْوِ بِيْتِ تَعْبِيرِ كَيْتٍ لِيْ جَوَابِ دِيْنِ وَالِ -

عَبْرَ الرَّؤْيَا خَوَابٌ كَالْتَعْبِيرِ اِيْنِ كَيْتٍ - عَطْرٌ عَابِرًا: اَلْسُوْبُهَانَا - الْعَبْوَرُ: رَاَسْتَه طَلْعُ كَرْنَا

وغيرہ وغیرہ۔ باقی الفاظ کی تحقیق کتاب میں آچکی ہے۔

خُلَاصَةُ شَعْرٍ:- یہ ہے کہ تقویٰ و پرہیزگاری صرف روزہ نماز سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ

حدیث مشہور کو سامنے رکھنے سے وہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حُبِّ دُنْيَا رَأْسِ

كُلِّ خَطِيْبَةٍ "تمام جرموں اور گناہوں کا اصل اور جوہر دنیا کی محبت ہے کیونکہ جس نے دنیا کو محبوب

بنایا۔ وہ ضرور اس پر فریفتہ ہو کر باقی ہدایات و اعمالِ صالحہ سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ ہاں اصلی محبوب مطلوب

اور مقصود رب العالمین کو بناؤ۔ پھر سب کچھ حاصل ہوگا۔ باقی تشریح آنے والے شعر میں ملاحظہ فرمادیں۔

حُبِّ دُنْيَا هِيَ شِرْكٌ وَلَيْسَ مَحَبَّتُ شُرَكَائِهِ  
 اِسْمٌ مَرْوِيٌّ هَمُّ اَزِيكٍ عَارِفِيٍّ اٰخِرُ شِدَا  
 حُبِّ دُنْيَا شِرْكٌ مَحْضٌ فَالْمَحَبَّةُ مُشْرِكٌ  
 قَدْ رَوَى هَذَا الْكَلَامَ بَعْضُ عُرَفَاءِ اٰخِرًا

ترجمہ:- ”دنیا کی محبت شرکِ محض ہے۔ پس اُس سے دلی لگاؤ رکھنے والا بھی شرک ہے۔ یہ بات بعض متاخرین عارفوں سے مروی اور منقول ہے۔“

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:-

قَوْلُهُ: دُنْيَا: دَانَ يَدُونَ دُونًَا خَمِيسٌ هُونًا، كَمَرْوَرٍ هُونًا، دُونََ بَسْتٍ  
 نِيحٍ، هُوَ دُونَُهُ: وَهِيَ اسْمٌ مِنْ دَرَجَةٍ فِي بَسْتٍ هِيَ: مَشْتَقِيٌّ دُونَُهُ: وَهِيَ اسْمٌ كَيْلَا  
 دُنْيَا كَوَيْلَا اسْمٌ لِدُنْيَا كَهَيْلَا هِيَ كَيْلَا خَيْرٌ مِنْ بَالِكُلِّ بَسْتٍ وَخَيْرٌ هِيَ: يَدُنِي كَيْلَا هِيَ  
 اَوْرَدُونَكَ زَيْدًا: زَيْدٌ كَوَيْلَا، اَلدُّيُونَ وَاللُّيُونَ كِتَابُونَ كَالْمَجْمُوعِ-

قَوْلُهُ: اٰخِرًا: بِمَعْنَى دِيْكَرٍ اَوْرَدُوْهُ سَمْرًا- عَارِفٌ مَعْنَى مَرَادٍ هِيَ كَيْلَا هِيَ بِيَوْمٍ غَيْرِي-  
 قَوْلُهُ: شِرْكٌ: يَتَّوْحِدُ كَيْلَا هِيَ بِرُوْهُ كَامٌ جُوْجِيْدٌ كَيْلَا هِيَ بِرُخْلَاوَاتٍ هِيَ بِمَعْنَى شِرْكٍ هِيَ  
 كَاللَّذِي سِوَا اَوْرَدُوْهُ مَعْبُودٌ مَانَا جَائِي اَسْمٌ كَيْلَا هِيَ كَيْلَا هِيَ كَيْلَا هِيَ كَيْلَا هِيَ  
 جَائِي- اَوْرَدُوْهُ مَعْنَى زَيْدٌ كَيْلَا هِيَ مَخْتَارٌ قَادِرٌ مَطْلُوقٌ مَرْوِيٌّ ذَاتِ پَاكِ حَضْرَتِ اللّٰهِ هِيَ-  
 اَلشِّرْكَةُ: كَيْلَا هِيَ كَامٌ فِي شِرْكٍ بِنَانَا-

خلاصہ شعر:- نَسَارِحٌ جَوَالُ كَيْمِيَايِ سَعَادَتٌ فَرَمَاتِي هِيَ كَيْلَا حَضْرَتِ عِيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ نِي ذِي يَوْمٍ  
 دُنْيَا كَوَيْلَا اَقَانِي نِي اَوْتَاكَ وَهِيَ كَوَيْلَا اِنَا غَلَامٌ نِي بِنَانَا كَيْلَا- اَوْرَدُوْهُ مَعْنَى اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَارْتِشَادِي هِيَ كَيْلَا وَ

دولت اور جاہ و حشمت دل میں لفاق اس طرح اگاتی ہے جس طرح پانی سبزی کو اگاتا ہے۔

اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدترین لوگ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ وہ جو میرے بعد آئیں گے اور ان کا یہ حال ہوگا کہ رنگارنگ لباسوں، قسم قسم کے کھانوں، خوبصورت عورتوں اور عمدہ گھوڑوں کے متوالی ہوں گے، یعنی بدترین لوگ وہ ہیں جن کی تمام ہمتیں دنیا کے لئے محدود ہوں گی اور آخرت کو پس پشت ڈالا ہوگا۔ جیسا کہ اس زمانہ کے لوگ ہیں۔ حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ ایک شخص قیامت کے دن پیشاپہ پر درگاہ حاضر ہوگا۔ وہ دنیا میں روزہ دار بھی ہوگا۔ نمازی بھی، تہجد گزار بھی اور زکوٰۃ دینے والا بھی، پھر بھی حکم باری تعالیٰ ہوگا کہ اس کو جہنم میں لے جاؤ۔ وجہ یہ ہے کہ جب وہ دنیا کی کوئی اچھی چیز دیکھتا تھا۔ تو وہ اس کی طرف گود جاتا تھا۔ اسی طرح دنیا کی محبت بخل کی خصلت پیدا کرتی ہے اور یہ خصلت بالاصلاح کفر کی طرف پہنچاتی ہے جیسا کہ حدیث مبارک میں آپ نے فرمایا۔ **الْبُخْلُ مِنَ الْكَافِرِ وَالْكَافِرُ مِنَ النَّارِ**۔ کنجوسی کافر کی خصلت ہے اور کافر کی جگہ جہنم ہے۔ اور فرمایا ہے **خَصْلَتَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ فِي الْمُؤْمِنِ الْبُخْلُ وَسَوْءُ الْخُلُقِ**۔ کنجوسی و بد خلقی ایسی دو خصلتیں ہیں جو مومن کامل میں جمع نہیں ہو سکتی ہیں۔

حضرت شیخ عطار فرماتے ہیں: سے

حُبُّ دُنْيَا ذَوْقِ اِيْمَانَتٍ بُرْدٌ وَ اَرْزُو وَاآزُو جَانَتٍ بُرْدٌ

کہ دنیا کی بے جا محبت تمہارے دین و ایمان کو فنا کرے گی۔ اور تمنا میں اور لالچ تمہاری جان کے ذریعے ہلاکت رہیں گے۔

سیدنا حضرت شیخ سید عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ فتوح الغیب میں فرماتے ہیں کہ

اگر روپیہ جیب میں رکھو گے تو عیب اور جسم نہیں ہاں اگر روپیہ کو دل میں جگہ دو گے تو عیب کی چیز ہے۔ اس سے تمہارا ایمان متزلزل ہوگا۔

حُبِّ دینداروں اور دین فرض و کلیدِ حُجَّتِ سِتِّ

حُبِّ اموال است مَارُو حُبِّ جَاهِ اَرْدِ شَدَّ سِتِّ

حُبُّ أَهْلِ الدِّينِ وَ دِينَ الْفَرَضِ مُفْتَا حُ الْجَنَانِ

حُبُّ مَالٍ حَيَّةٌ وَ حُبُّ جَاهٍ مُثْبِرًا !

ترجمہ:- ”دین داروں اور دین کی محبت فرض اور حجت کی چابی ہے۔ جیسا کہ مال و جاہ وحشمت کی بے جا محبت سانپ کی طرح مہلک ہے۔“

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:-

قَوْلُهُ: حُبُّ حَيَّةٍ، حُبًّا وَ حُبًّا الشَّيْءِ: محبت کرنا، رغبت کرنا، اِسْتَحَبَّه؟

اس نے اس سے محبت کی اور اس کو پسند کیا: اِسْتَحَبَّ الكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ: اس نے

گفر کو (معاذ اللہ) ایمان پر فضیلت دی۔ اَلْحَبْتُ: دانہ اسکی جمع حُبُوبٌ: حُبَّانٌ آتی ہے

حُبُّ الْعَمَامِ اَوْ حَيَّةٌ الْقَلْبِ: دل کا دانہ یا رُوح، الْحَبِيبُ: دوست۔

قَوْلُهُ: جَنَّتْ، الْجَنَّةُ = درختوں سے ہر ابھرا باغ یہ باغ ارضی ہو یا سماوی، جمع جَنَانِ

اور حُجَّتِ آتی ہے۔ قَوْلُهُ: اَثْرَدُ: اَثْرَدًا، خَطْرَنَاك سَانِپ اور واضع رہے

مِفْتَا حُ الْجِنَانِ سے پہلے حروفِ عطف واو مخذوف ہے۔

قَوْلُهُ: مُثْبِرًا: يَفْعَالٌ تَدْرِكُ كَانَ: کی خبر ہے یہ ثبور سے نکلا ہے۔ مُثْبِرًا: ہلاک کرنے والا۔

اس کا مادہ ثبور ہے۔

شعر کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر عاقل و بالغ مسلمان پر دینی اور دینداروں کی محبت فرض

اور حجت کی چابی ہے جیسا کہ دنیوی مال و دولت کی بے جا محبت اور جاہ و حشمت میں غوطہ زنی کرنا

سانپ کی طرح مہلک اور خطرناک ہے۔

چنانچہ ارشادِ ربّانی ہے وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ



فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ (اور جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی مذہب تلاش کر لے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں ہوگا اور آخرت میں ایسا شخص نقصانِ عظیم کا شکار ہوگا)۔  
 اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اُس وقت تک ایمان والا نہیں جب تک اُسے اپنے باپ، اپنی اولاد اور سارے لوگوں سے میری محبت زیادہ نہ ہو۔ اس پر حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے نفس کے سوا آپ تو مجھے اپنے باپ اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ آپ نے کفر فرمایا۔ نہیں یعنی ایسا ایمان معتبر نہیں جب تک کہ میں تم کو تمہارے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہیں ہوں گا۔ یہ سُن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ آپ تو مجھے اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ آپ نے فرمایا اَلَا اِنَّ يٰۤاَعْمَرَ تَمَرًا اِيْمَانُكَ لَے عمر! اب تیرا ایمان مکمل ہو گیا ہے۔

شراح رح فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں پہلے حق پہچاننا چاہیے۔ اور اصل و فرع اور حق و باطل میں امتیاز کرنے کا سلیقہ پیدا کرنا چاہیے۔ اس لئے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں لَا تَعْرِفَ الْحَقَّ بِالرَّحَالِ - اِعْرِفِ الْحَقَّ تَعْرِفَ اَهْلَهُ - کہ لوگوں سے حق نہ پہچان بلکہ حق کے ذریعہ اہل حق کو پہچانو۔

اسی طرح بحوالہ شمسینہ شراح رح رقمطراز ہیں کہ پہلے مُرشد و رہنما کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دے کیونکہ مُرشد پاک ہی تم کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل حق کی محبت کی طرف رہنمائی فرمائے گا۔ اسی کی طرف حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ فرماتے ہیں: لِكُلِّ شَيْءٍ مِفْتَاحٌ وَمِفْتَاحُ الْجَنَّةِ حُبُّ الْفُقَرَاءِ الصَّابِرِينَ هُمْ جُلَسَاءُ اللَّهِ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۝ (ترجمہ) ہر چیز کے لئے چابی ہے اور جنت کی چابی باخدا صبر و ضبط کرنے والے حضرات کی محبت ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے جلسے و ہمنشین ہوں گے۔

انسوس ہے کہ اب اہل زمانہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی اس عظیم اور دور رس نصیحت کو

نہ صرف بھول گئے بلکہ کچھ حضرات جان بوجھ کر اس کے خلاف کرنے لگے ہیں یعنی پہلے تو حق و صداقت کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے تھی۔ تب تو اہل حق اور اہل باطل خود بخود سمجھ لیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہم حق و باطل کو اپنے اپنے معبودانِ باطل کی سمجھ کے مطابق جانتا چاہتے ہیں۔ یعنی ہم نے حق کو لوگوں کے تابع بنا دیا ہے

اللَّهُ أَكْبَرُ  
يُحْشِرُ الْمُرَأَةَ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ مُخْبِرًا  
ہم خطاب انت مع من جانب بوذرغشت است  
يُحْشِرُ الْمُرَأَةَ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ تَابِتًا  
وَخِطَابًا أَنْتَ مَعَ مَنْ لَدَيْ ذِمَّةٍ أَصْدِقًا

ترجمہ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن آدمی اپنے دوست کے دین پر اٹھایا جائے گا۔ چنانچہ انت مع من احببت کے خطاب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی کو مشرف فرمایا ہے: التحقین اللغوی:-

قَوْلُهُ: الْمُرَأَةُ: انسان۔ آدمی۔ اسکی جمع مر جال آتی ہے۔ ایسی جمع کو علماء نحو کے نزدیک جمع بغير لفظہ کہتے ہیں اور مردون بھی کچھ علماء کہتے ہیں نسبت کے لئے مر جی کہتے ہیں۔ اور مؤنث کے لئے امرأة کہتے ہیں۔ اسکی جمع نسَاء اور نسوة آتی ہے یہ بھی جمع بغير لفظہ میں داخل ہے۔ اور هَنِيئًا مَرِيئًا کا معنی ندا کرے کہ یہ خوراک تم کو مفید ہو۔ وبالاختصار  
قَوْلُهُ: دِينَ: الدين مصدر، حساب، يوم الدين: قیامت کا دن۔ اسی سے ہے  
مَلَائِكَةٌ - قَدْرَتٌ - حُكْمٌ - مَذْهَبٌ - مَلَّتْ - حَالَتٌ - عَادَتٌ - سِيرَتٌ - تَدْبِيرٌ - نَافِرْمَانِي، كِنَادٌ  
مَجْبُورِي، فَرْمَانِ بَرْدَارِي، تَهْرٌ، غَلْبَةٌ - قُوَّةٌ دِينِيَّةٌ: اطاعت شعار لوگ، دان یدین

دِيَانَةٌ وَتَدَاتِنَ بِاَلْمِلَّةِ الْاِسْلَامِيَّةِ: دینِ اسلام قبول کرنا اور دانہ، يَدِيْنُهُ، دِيْنَاءٌ  
قرض دینا، صفتِ فاعلی دَاتِنٌ، صفتِ مفعولی مَدُّيُوْنٌ ہے۔ یہ از روئے قواعد علم صرف اُجُوْبِ  
بیانی ہے۔

تَوَلَّى: خَلِيْلٌ: الْخَلِيْلُ: خالص دوست، اس کی جمع أَخْلَاءٌ وَخَلَلَاتٌ آتی ہے اور  
مَوْتٌ کے لئے خَلِيْلَةٌ، خَلِيْلَاتٌ، خَلَلٌ آتی ہے۔ الْخَلَلُ: سرکہ فروش، الْاِخْلَاقُ  
دوسرے سے زیادہ محتاج: تَوَلَّى: خَطَابٌ: الْخَطَابُ: گفتگو، فَضْلُ الْخَطَابِ: نصیحت  
نوش بیانی فیصلہ جو قسم یا دلیل کے ساتھ دیا جائے۔ الْخَطَابُ: نَطِيْبٌ كَالْمَحْمَدِ لِلَّهِ كَعَبْدِ  
اَدَاتَا بَعْدَ اِهْنَاءِ الْبُوذْرِ رِضَا مَشْهُورٌ صَحَابِي مَضْرُوبٌ غَفَّارِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُ۔  
تَوَلَّى: اَصْدَمَ: بَصِيغَةٌ جِبُولٌ اَزْبَابُ اَفْعَالٍ، اَصْدَمَ الْاَمْرُ مَعْنَى شَتَّقَ جَيْسًا  
معنی ظاہر کرنے کے ہیں۔ تَصَدَّرَ: صَدْرٌ مَجْلِسٌ مَبْثُوثٌ وَغَيْرُهُ غَيْرُهُ كَعَبْدِ

شعر کا احساس یہ ہے کہ آدمی دنیا میں جس سے محبت اختیار کرے گا وہ اسی کے ساتھ قیامت کے  
دن اٹھایا جائے گا اور جن لوگوں کے دلوں میں اللہ والوں کی نفرت اور ضد ہوگی اور جاہلوں اور خدا نارسیدہ  
لوگوں کی محبت پر مٹنے کیلئے تیار ہوتے ہیں وہ اچھی طرح سوچیں قیامت کے دن ان کا حال کتنا بُرا ہوگا۔  
پناہ بخدا۔

اس سلسلہ میں شارح بڑے خلاصتاً مذاق کے حوالہ سے مولینا نور الدین جعفری کا قول نقل  
کر کے فرماتے ہیں کہ میں (نور الدین جعفری) نے نفرت میر سید علی ہمدانی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ نفرت ختلان  
کے دور دراز اطراف میں ایسے بھی لوگ ہوں گے جن کے قلوب آپ کی محبت سے مہمور و شہسار ہیں لیکن  
مختلف اسباب و موانع کی بناء پر وہ دنیا میں آپ کی خدمت اقدس میں نہیں پہنچتے۔ ان کے احوال قیامت  
کے دن کیسے ہوں گے۔ حضرت پیر رح نے جواب میں فرمایا وہ قیامت کے دن ہمارے ساتھ ہوں گے کیونکہ  
حضرت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "يُحْشَرُ الْمُرَّءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَيَنْظُرُ اَخْدَمُ  
مَنْ يَجْنِي اللِّقْ" ترجمہ:- فرمایا۔ کہ قیامت کے دن آدمی اپنے دوست کے دین پر اٹھایا جائے گا۔ پس تم

میں سے ہر ایک دیکھے کہ وہ دنیا میں کس سے دوستی کرتا ہے اور دوسری حدیث میں فرمایا "أَنْتَ مَعَ مَنْ خَالَتْ يَأْبَاؤُكَ" تم اپنے دوست کے دین پر اٹھو گے اے ابو ذر رضی اللہ عنہ۔ اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آپ نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اگر تم نیک ہو گے تو ہمارے ساتھ ہو گے اور تو نیک ہو گے تو ہمارے سپرد کئے جاؤ گے۔ دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ آپ نیک ہوں گے تو ہمارے ساتھ ہوں گے اور اگر نیک نہیں ہوں گے تو تم کو ہمارے طفیل بخشیں گے: ذالحمز اللہ رب العالمین خلاصہ کے آخری روایت کے الفاظ گرامی یہ ہیں: "و بلفظ جمع نیز فرمودہ است کہ اگر نیک باشید بآما باشید و اگر بد باشید شمارا بما بد بخشند"

واضح رہے کہ مذکور الذکر حدیث متعدد سندوں اور مختلف الفاظ سے منقول ہے۔ اور یاد رکھو کہ محبت کی چار قسمیں ہیں: ۱۔ اخلاقی نامہ حقیقی روحانیہ ۲۔ محبت قلبیہ ۳۔ محبت عقلیہ ۴۔ محبت نفسانیہ۔ اولیٰ کی مشاعرے مناسب ارواح اور ان کی محبت جیسے انبیاء و مرسلین اور صدیقین و شہداء و صالحین کی ارواحِ طیّبہ کا باہمی روحانی ایٹلاف و محبت ہے:

سُرُودِ آذَانِ زَرِّ آهْدِ اِيْمًا سُرِّ سَبْرَانِ  
رُودِ اَزْ شُومِيْتِ زَرِّ اِيْمَرَاں عِبْرَتِ شَدَاةِ  
اِيْتِ شَمِثَادِ حَرِّ مِيْنِ تَبْرِ يَدِيَوْمِ اَخْضَرَا  
وَبِشُوْمِ الذَّهَبِ عُنْهَرِ سَيَعُوْدِ اَضْفَرَا

ترجمہ:- درخت سرو مال و دولت اور طمع و لالچ سے آزاد اور بے نیاز ہونے کی وجہ سے ہمیشہ سرسبز و شاواہ رہتا ہے۔ اس کے برعکس زر گیس کی رعیت سونے اور مال و دولت کی طرف ہے۔ اسی روایت کی دعوت سے اس پر زردی فوراً چھا جاتی ہے اور اس کی سبزی و شاواہی ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔

قَوْلُهُ: عُنْهَرِ، الْعَبْهَرُ: زُرْكَسُ كَابْجُولِ حَنْبَلِي. الْعَبَاھِرُ: بھری جسم والا۔

لمبا۔ قَوْلُهُ: اَخْضَرُ: بہت سرسبز شاواہ ہونے والا۔ حیدرہ اسم تفضیل۔ ثبوت کہنے کے خضر آئے آتا ہے۔ اس کا مادہ خَضَرَ خَضْرًا ہے۔ سرسبز ہونا۔ خضر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کا اسم مبارک۔



ہے جس کا ذکر سورہ کہف میں پایا جاتا ہے اس نام سے وہ اس لئے مشہور ہوئے کہ جہاں  
تشریف فرما ہوتے تھے تو وہ جگہ سرسبز و شاداب ہوتی تھی۔ ان کی کنیت ابو العباس ہے  
قولہ: **أَصْفَرُ**: زرد رنگ والا موت کے لئے **صَفْرًا** آتا ہے۔ اس جگہ اس کا  
مادہ **الصفرة** ہے۔ سنہری رنگ، زرد رنگ، سیاہی

شُدُّ كَرْدٍ حَرِيصٍ مَالٍ خَارِشٍ آلٍ حُسْتَجْوَيْهِ!  
مُسْتَمِرًّا وَقْتُ مَرَكَاتِ خَارِشٍ أَيْ كَرِشْدَارِ مَرَاتِ  
طَمَعُكَ لِلْمَالِ جَرَبٌ فِكْرُهُ ذَنْبٌ عَظِيمٌ  
وَيَكُونُ ذَلِكَ الْجَرَبُ إِلَى الْمَوْتِ مُتَبَرِّأً

ترجمہ:- ”اگر تمہارا دل مال و دولت کی ہوس میں پڑا۔ تو سمجھ لے یہ ایک قسم کی خارش ہے اور  
مرنے دم تک یہ خواہش تمہارے ساتھ چھپ جائے گی۔ یہاں تک مجھے ہلاک کرے گی۔“  
**التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:**

قولہ: **جَرَبٌ**، **جَرِبٌ**، **جَرِبٌ** (س) **جَرَبًا**: خارش والا ہونا۔ کھلی والا ہونا، صیغہ  
صفت **أَجْرِبُ** آتا ہے۔ **أَجْرَبَ الْقَوْمُ** = قوم کے اونٹوں کا کھلی کی بیماری میں مبتلا ہونا۔  
**الْجَرَبِيَاءُ**: شمالی ہوا یا اس کی ٹھنڈک۔ قولہ: **مُتَبَرِّأً** = ہلاک کرنے والا اسم فاعل باب افعال  
کا۔ پہلے اس کی پوری تحقیق آچکی ہے۔ مادہ اس کا ثبور ہے بمعنی ہلاکت۔ خدا تعالیٰ بچائے۔  
قولہ: **مُسْتَمِرًّا** = باقی رہنے والا، جاری رہنے والا، یہ باب استفعال کا اسم فاعل ہے جس کے  
معنی گذرنا، جانا۔ ایک حالت یا طریقہ پر باقی رہنا، ہمیشگی کرنا۔  
باقی الفاظ کے معانی واضح اور ظاہر ہیں۔

**خُلَاصَةُ شَعْرٍ**: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔  
**يَشِيبُ ابْنُ آدَمَ وَتَشِيبُ فِيهِ خَصَلَتَا الْحَرِصِ وَطُولُ الْأَمَلِ:**





مخفی رہنا، الغیبی: کم سمجھ، جاہل اسکی جمع اغبیاء، اغبیاء بھی آتی ہے۔  
 خلاصہ شعر یہ ہے کہ آدمی کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہے اس لئے آدمی کا بالکل گناہوں سے  
 بچنا ناممکن ہے۔ ہاں فرشتے گناہوں سے پاک ہیں۔ اس لئے مریدوں اور سالکوں کا پہلا قدم توبہ اور  
 رجوع الی اللہ ہونا ہے۔ ان کو اس کی بدولت حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ نسبت قوی ہوتی ہے  
 اور توبہ و استغفار نہ کرنے والوں کی نسبت شیطان کے ساتھ قریب ہوتی ہے۔ پس سب بڑا نادان وہ  
 ہے جو مرتے دم تک استغفار اور توبہ سے غافل رہ کر دھوکہ اور خواب غفلت میں سو رہا۔ اللہ تعالیٰ نے  
 فرعون کی توبہ سے فرمایا "الآن وَقَدْ عَصَيْتَ كَيْدَ عَذَابٍ دَكِّحًا لِّرُؤْيَا اِيْمَانٍ لَا تَايِسْ۔ ہم نے تمکو  
 بہت مہلت دی تھی تو معنوم ہوا۔ عقل مند وہ ہے جو شروع ہی سے ندامت، استغفار اور توبہ میں رہے۔

کارِ ماجیت گناہ و زین

شعر: سے

عادت تو گنہ آمرزیدن

اس لئے احادیث شریفہ میں آیا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بایں عظمت منتر مرتبہ روزانہ اللہ تعالیٰ  
 سے مغفرت کی استدعا فرماتے تھے (صلی اللہ علیہ وسلم)

شُدُّرَقْنَا شِيمَانِ اَكْبَرًا اَبَدًا

ہر کہ در چشمش گناہِ خویش مستصغر شد است

صَامَرًا نَا مَا نَا عَظِيمًا اَسْفَا حَتَّى الْاَبَدِ

الَّذِي فِي عَيْنِهِ الذَّنْبُ لَا اَضْحَى اَصْغَرًا

ترجمہ: "جس شخص کو اپنا گناہ تغیر اور معمولی دکھائی دیا ہے وہ قیامت تک شیمان ہوگا۔"

التَّحْقِيقُ اللُّغَوِيُّ:

قولہ: "مستصغر" باب استفعال کا اسم مفعول کسی چیز کو تغیر اور معمولی جاننا۔ صغیر

اس کا اصل ہے۔ صغائر: ذلت کو کہتے ہیں۔ پناہ بخدا۔ باقی الفاظ کی تحقیق سابق اشعار میں آچکی ہے۔

حُصْلَةُ شَعْرِيہ ہے۔ کہ وہ شخص ہمیشہ پشیمان رہے گا۔ جس نے اپنے گناہ کو حقیر اور معمولی جانا۔ بلکہ مومن کامل کی علامت یہ ہے۔ کہ اپنے معمولی گناہ سے لرزہ بر اندام ہو جائے اور فوراً اس سے تائب ہو جائے۔ حدیث میں آیا ہے کہ مومن اپنے چھوٹے گناہ کو بھی پہاڑ کی طرح دیکھتا ہے کہ کہیں اس کے نیچے دب کر فنا نہ ہو جائے۔ اور اپنے فرمایا بہ منافق اپنے گناہ کو مکھی کی طرح دیکھتا ہے جو گھاس کے تنکے پر بیٹھ کر اڑ جاتی ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ گناہِ صغیرہ پر نہ اومت کرنے سے وہ کبیرہ گناہ بن جاتا ہے۔ کبیرہ گناہ وہ ہے جس کی ممانعت کتابِ سنت میں صراحت کے ساتھ آئی ہو۔ کبیرہ گناہ ہوں کی تعداد میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت ابوطالبؓ مکی کے نزدیک سنترہ ہیں۔ میں نے بصیرۃ السُّلُوك شرح ذخیرۃ الملوك اور خود کتابِ ہدایہ میں بھی انکی تعداد پیشِ خدمت کی ہے۔ لہذا اس جگہ ان کے پھر لکھنے کی ضرورت نہیں۔ صرف یاد رکھئے کہ اگر کسی وقت گناہ صادر ہو جائے تو خوف میں رہئے کہ کہیں یہی گناہ میرے لئے باعثِ خسران و شقاوت نہ ہو جائے لہذا کثرت سے استغفار اور توبہ میں رہا کیجئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ہمہ وقت استغفار کی دولت مانگا کیجئے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے: "إِنَّ تَغْفِيرَ اللَّهِ لِي مَا غَفِرَ لِي جَمَاءَ فَايَ عِبْدِكَ إِذَا آتَا" کہ اے مولا! جب آپ مغفرت کرنے پر آئیں گے تو تمام گناہوں کی مغفرت فرمائیے وہ کون سا شخص ہوگا جو گناہ و لغزش میں آلودہ نہ ہوا ہو؟ اللہ اکبر!

از گنہ گشتہ پشیمان ہر کہ استغفار کرد!

پیشِ پیراں ال گناہ اکبرش صغرت شد است

الذی استغفر ربہ ناد ما الذنبہ

ذنبہ الاکبر اضحی عند شیخان اصغرا

ترجمہ:- "جو شخص پوری پشیمانی و ندامت کے ساتھ اپنے گناہوں سے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا دست بدعا ہوا اور آئندہ محتاط رہنے کا عزم بالجزم کیا تو مشائخ کرام اور پیرانِ طریقت کے نزدیک اس کے بڑے گناہ بھی حقیر اور معمولی بن جاتے ہیں کہ یہ سچے توبہ کی خاصیت ہے۔"

خُلاصۂ شَعْر یہ ہے کہ جو کوئی گناہوں میں مبتلا ہونے کے بعد پوری ندامت و پشیمانی کے ساتھ کھیلے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے طالبِ مغفرت ہو اور یہ کہ آئندہ کے لئے گناہوں اور حصیت سے باز رہنے کا عزم و یقین کرے تو اس کے بڑے گناہ بھی عمومی بن جاتے ہیں کیونکہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ۔ کہ گناہوں سے سچی توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے کہ گویا اس نے گناہ ہی نہیں کیا تھا۔ اور آپ کا صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی ارشادِ عالی ہے: "التَّوَّابُ التَّائِبُ" توبہ ندامت اور پشیمان ہونے کا نام ہے۔ مگر شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں توبہ قبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ مُرشدِ کامل کے پاس کرے اور ان کو اپنے گناہ سے واقف کرے۔ اس کی عقلی وجہ تو یہ ہے کہ پیرانِ طریقت اور مرشدین راہِ ہدایت بمنزلہٴ طیبِ حاذق ہوتے ہیں اس لئے وہ اس کی مغفرت و قبولیت توبہ کے لئے دعا فرمائیں گے اور آئندہ محتاط رہنے کے طریقے فرمائیں گے۔ اور توبہ کرنے والے کو احساس ہو جائے گا کہ میں نے مُرشدِ کامل کے سامنے توبہ کی ان پر میرا حال پوشیدہ اور مخفی نہیں رہے گا۔ لہذا توبہ تو مُرشدِ کامل کے پاس کرنا نہایت سود مند ہے اور نقلی وجہ یہ ہے کہ پیرانِ طریقت اور نمایانِ طریقت ناصبِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی موعومہ کوتاہیوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر استغفار اور توبہ کرتے تھے۔ یہ طریقہ تب سے اب تک برابر جاری ہے اور شارح رح نے آیت

وَإِن تَهَرَسْ مِنْهُ اسْتَدْلَالٌ كَمَا هُوَ۔ هَذِهِ نَبذةٌ مِمَّا قَالَ الشَّيْخُ فِي تَرْجُمَانِ نَسْتِ التَّفْصِيلِ فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَاثَّ وَظَيْفَتِي هُوَ التَّغْرِيْبُ فَقَطْ

توبہ مقبول آلِ با شد کہ با ذکر گناہ!  
 غافر الذنب از زبانِ شیخِ مستغفر شد است  
 اِنَّ مَقْبُولَ الْمُنَابِ مَنْ يَقْلَهُ تَسْبِيْحَةً!  
 اِنَّ غَفَّارَ الذُّنُوْبِ مَا رَتَلَتْ غَفْرًا!  
 ترجمہ:۔ غفار الذنوب پر وہ دگار کے پاس اس شخص کی توبہ مقبول ہوتی ہے جس کو اپنا مُرشدِ برحق فرمائے



کہ جا تیرے گناہوں کو رتبہ مغفور نے مغفرت فرمایا ہے یا یہ کہ مرشدِ کامل بھی اس کے لئے بارگاہِ ایزدی میں مغفرت کا خواستگار ہو جائے :- ”

### التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ :-

قوله: الْمَتَابُ = تَابَ (ن) تَوْبًا وَتَوْبَةً وَتَابًا وَتَوْبَةً إِلَى اللَّهِ  
گناہ سے روگردانی کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا، نادم و پشیمان ہونا، صفتِ تَائِبٌ۔ تَابَ  
اللَّهُ عَلَيْهِ۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کے گناہ معاف کر کے اس کو اپنے فضل و کرم سے نوازا۔ اسْتَتَابَهُ: توبہ کی  
ترغیب دینا۔ قوله: غَفَرَ بِغَفْرٍ الشَّيْءُ = ڈھکنا، چھپانا۔ الرَّجُلُ يَكْسِي كَوْنَهُ  
غَفَرَ اللَّهُ لَهُ كَهَذَا۔

**خلاصہ شعری :-** دراصل یہ شعرا اپنے ماقبل شعر کے لئے تاکید ہے یعنی از روئے علم  
معانی یہ شعری تائیس کا درجہ نہیں رکھتا بلکہ تاکید ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ توبہ کرنے والا اس طرح  
ندامت کے ساتھ مرشدِ کامل کے سامنے توبہ کرے کہ مرشدِ کامل کو بھی اسکی حالت دیکھ کر یقین ہو جائے کہ اسکی توبہ اللہ تعالیٰ  
نے قبول فرمائی ہے لہذا وہ اپنی مقدس زبان سے کہتے کہ جا تیری توبہ قبول ہوئی یا یہ مطلب ہے کہ  
شیخِ کامل بھی اپنی زبان سے اس کے لئے دعاءِ مغفرت فرمائے تب توبہ قبول ہوگی۔

حضرت سعدی فرماتے ہیں :- شعر :-

شنیدم کہ در روزِ امید و بیم      بدایں را بہ نیکیاں بہ بخشد کریم  
ہاں غافر الذنب: گناہوں کا بخشنے والا صرف باری تعالیٰ ہے مرشدِ کامل اس کے لئے وسیلہ کبر  
ہے۔ اور مرشدِ کامل سے مراد واقعی اور حقیقی مرشد ہے نہ کہ بازاروں میں پھرنے والے دزدانِ عرب کا  
قافلہ ہے۔

از معاصی پاک شد با توبہ پاک نصوح  
پھر کہ بعد از توبہ بچوں مہیتِ مقبر شد است



# قَدْ تَرَكَ مِنْ مَعاصِي كَالنَّصُوحِ بِالْمَتَابِ مَنْ يَكُونُ بَعْدَ تَوْبَتِهِ مِثْلَ مَيْتٍ أُتِ بِرَأْسِهَا

ترجمہ:- "توبہ نصوح کی بدولت وہ شخص گناہوں سے پاک و صاف ہو گیا ہے جو توبہ کے بعد اس مردہ کی طرح ہوا ہو کہ جس کے لئے قبر کھودی گئی اور اس میں اس کے دفنانے کا انتظام کیا گیا ہو۔"

## التَّحْقِيقُ مِنَ اللَّغْوِ:-

قوله: معاصی، مَعْصِيَةٌ كِي جمع، گناہ، لغزش، الْعَصِيَّةُ = نافرمان، گنہگار (ج) عَصُونَ اور اَعْصِيَاءُ، آتی ہے قولہ: نصوح، نَصَحَ (ن) نَصَحًا، نَصَاحَةً نَصَاحَةً - فُلَانًا و بِنَدَانٍ نَصِيحَتًا کرنا، خالص ہونا، صاف ہونا۔ ذَصَحَ تَوْبَتَهُ = سچی اور پختہ توبہ کرنا۔ الْعَمَلُ = خالص طریقہ سے کرنا۔ الْعَسَلُ = شہد صاف کرنا، الثَّوْبُ = کپڑا اپنا۔ نَصَحَ الْغَيْثُ الْبَلَدَ = بارش کا زمین کو سیراب کر کے سبزہ سے ڈھک دینا۔ سورہ تحریم میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو تاکید فرمائی "تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا" یا اے اللہ کی طرف اپنے گناہوں پر سچی توبہ کرو۔ تَوْبَةُ نَصُوحٍ یہ ہے کہ توبہ کرنے والا اس بات کا پختہ ارادہ کرے کہ آئندہ گناہوں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرنے سے پرہیز کرے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ توبہ نصوح یہ ہے کہ دل میں پشیمان ہو جائے زبان سے مغفرت مانگے اور جسم سے گناہوں سے پاک رہے اور دل میں نیت کرے کہ آئندہ ہر قسم کے گناہوں سے دُور رہے یہ بھی مشہور ہے کہ نَصُوحٌ ایک شہوت ران شخص کا نام تھا جس کو حق تعالیٰ نے توبہ کی توفیق آرزائی کی اور ارشادِ اقدس میں مذکور ہے کہ توبہ کرنے والے پر واجب ہے کہ اس کا کھانا پینا، اور پوشش و لباس طلال ہو اور ریاضت و مجاہدہ کی بقدر طاقت کوشش کرے اور لوگوں سے جو روز بروز بدستی رکھے مال لوٹا ہو اس کو ان کی طرف واپس کرے تب توبہ کرنے والے کی توبہ سچی مانی جائے گی۔ پوری تفصیل شرح میں دیکھئے۔  
قوله: مَيْتٍ: اسکی جمع اموات۔ مَوْتٌ۔ مَيْتٌ کی جمع مَيْتُونَ آتی ہے

جس کے معنی مردہ اور مردے کے آتے ہیں اور موت کے لئے مَبْتَتَةٌ، مَبْنَاتٌ اور مَبْنَاتٌ

آتی ہے۔ قَوْلُهُ: اُقْبِرْ۔ اُقْبِرْكَ، کسی کو دفن کرنے کے لئے قبر بنانا۔ اُقْبِرِ الْقَوْمَ، قوم کو مقتول کے لئے دفن کرنے کی اجازت دینا۔ الْقَبْرُ: آدمی کے دفن کرنے کی جگہ۔ جمع قبور آتی ہے۔ مَقْبَرٌ: قبروں کی جگہ۔ قبور اسکی جمع آتی ہے۔ قبر کا ہم معنی لفظ جَدَاتٌ بھی ہے۔ جمع اَجْدَاثٌ۔ قرآن کریم میں ہے: فَاِذَا هُمْ مِنَ الْاَجْدَاثِ اِلَى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝

مَخْلَافَتَةُ الشَّعْرِ: یہ ہے کہ گناہوں سے سچی توبہ کرنے والے کی علامت یہ ہے کہ وہ آئندہ گناہوں سے اس طرح ڈرنا ہو جس طرح وہ شخص لرزہ براندہم اور خوف زدہ ہوتا ہے۔ جس کے دفنانے کا انتظام و انصرام ہو رہا ہے۔ ایسے ہی توبہ کرنے والے پکے تائب ہوتے ہیں کہ گویا انہوں نے کبھی گناہ ہی نہیں کئے اور ایسے لوگوں کے لئے مغفرت کا وعدہ الہی ہے۔

اِيْتِنِ الْوَدَّ عَرَبِيْرٍ اُوْرَا كِه چوہا!  
 فَرَّ اِرْشَادِش زِ غَرَشُوْبِنْدِ چوہا فَر غَرَشَادِش  
 فَوَضُوْا جِسْمِي الْكَيْفَ لِاِدِي الشَّيْخِ اِنْمَا  
 فَرَّ اِرْشَادِ رُوْمِنِ الْغَيْرِ كَمَا ظَهَرَ

ترجمہ:- ”اس میرے غفلت و غرور سے بھرے ہوئے جسم کشیف کو میرے آقا مہرشدِ کامل کے سپرد کرو تا کہ ان کی قیمتی سنہالی اور ان کے ارشاداتِ عالیہ میری روحانی کثافت اور اندرونی آلودگی کو آبِ روان کی طرح دھو ڈالیں گے۔“

التَّحْقِيْقُ الْغَوِيُّ:-

قَوْلُهُ: عَرَّ:- اس سے غفلت اور روحانی آلودگی و کثافت مراد ہے۔ قَوْلُهُ: فَرَّ زَيْبٌ زَيْبَتٌ مَقْصُوْدٌ هُوَ مَحَادِرُهُ وَ فَرَّ قَوْمٌ: کہ وہ اپنی قوم کا بہترین آدمی ہے

دوسرے غش سے کبر و غرور مراد ہے۔ قولہ؛ فَرَعْرَعٌ = یہ مضاعف رباعی ہے مجرور میں فرغ (س) فرغاً سے بولا جاتا ہے۔ چنانچہ فَرِغَ الْمَاءِ کا معنی پانی کے گرنے کے ہے۔ أَفْرَغَ وَفَرَّغَ کا معنی ہے اس کا پانی گرایا ہے۔ اسی سے قرآن کریم میں مَرَبْنَا أْفْرَغَ عَلَيْنَا صَبْرًا آیا ہے مولیٰ!

ہم پر صبر و استقامت اُنڈھیل دے  
**خلاصہ شعر:** جیسا کہ لَبَّ اللَّيَابِ میں ہے کہ اولیاء اللہ کی سرپرستی اور آپ رحمت لوگوں کی گندگیوں اور آلودگیوں کو پاک کرتا ہے۔ پھر اللَّهُ جَلَّ شَانَهُ کی رحمت سے سب آلودگیاں پاک ہوتی ہیں اور شعر مذکور میں اپنے مرشدِ کامل حضرت شیخ حمزہ قَدَّسَ اللَّهُ سِرَّهُ کی مکمل رہنمائی کی طرف اشارہ اور آنجناب پر مکمل اعتماد کا اظہار ہے۔ اللَّهُمَّ احْشُرْنِي مَعَهُمْ ط

شراح رحمہ اللہ نے اس موقع پر جناب مولینا احمد گنائی حاجی کا واقعہ لکھا ہے کہ موصوف حضرت شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیعت اور مرید ہونے کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے حسبِ عادت ان کو استخارہ کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ مولینا احمد گنائی نے استخارہ کیا۔ اور خواب میں اپنے آپ کو مختلف پلیدگیوں سے آلودہ دیکھا اور فوراً خواب میں اٹھے اور خانقاہ معالیٰ کے دریا کے کنارہ پر غسل کرنے لگے۔ اور اپنی آلودگیوں کو صاف کرنا چاہا۔ اتفاقاً وہاں سے ایک صاحب گذرے۔ انہوں نے شیخ موصوف کو فرمایا کہ تم فوراً دربارِ ہدایت آنا۔ حضرت شیخ حمزہ مخدومی رحمہمیں حاضر ہو جاؤ وہی تم کو ان پلیدیوں اور آلودگیوں سے صاف و پاک فرمائیں گے۔ چنانچہ اس خواب سے بیدار ہوتے ہی مولینا احمد گنائی حاضر دربارِ اقدس ہوئے اور خواب کا ماجرا لکھا جاری بیان کیا۔ تو آنجناب نے ان کو بیعت کے لئے قبول فرمایا۔ اللَّهُمَّ اكْبِرْ۔

اشعاس:- منظرِ غفرانِ اوبند اولیاء رحمتِ اہلِ خصوصتِ اولیاء  
 از دنیا گیرند رحمتِ دمبدم تافرو شویند مارا از الم!

اور یاد رکھنا چاہیے:-  
 چون روم آلودہ باز آنجا روم سوی اصلِ اصلِ پاکی روم  
 (والتفصیل فی الشش ح)

حُفَّتْ اِرْشَادُ وَاِرَادَتِ رَا وِلَايَتِ زَاوِدِه اِسْت

وَرَنَه بِمِجْزَانِ عَاذَةً زَايِدَه بِي شُوهرِ شُدَا سْت

اَلْوِلَايَةِ زُوَجَّتْ مِنْ اِرْتِشَادِ وَالرَّشِيدِ

غَايِرُ عِنْدَ رَا ؕ لَمْ تَلِدْ مِنْ دُونِ زَوْجِ قَنْبَرًا

ترجمہ:- " اولیاء اللہ کی ولایت مُریدِ صادق کی سچی ارادت اور رہبرِ کامل کی کمال توجہ یعنی ان دونوں کی باہمی آمیزش ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ سُنَّتُ اللہِ یہی ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے بغیر کسی عورت نے خاوند کے بغیر بچہ یا بچی کا جنم نہیں دیا اور نہ دیگی۔

التَّحْقِيقُ اللُّغَوِيُّ:-

قَوْلُهُ: اِرْتِشَادٌ:- مصدر۔ ہدایت و رہنمائی طلب کرنا۔ قَوْلُهُ: الرَّشِيدُ:

سیدھی راہ چلنے والا، ہدایت یافتہ، ہدایت کرنے والا یعنی مُرشد۔ مزید تفصیل المنجد میں ملاحظہ

فرمادیا۔ قَوْلُهُ: دُونِ:- سوا کے معنی میں آتا ہے۔ قَوْلُهُ: زَوْجٌ:- خاوند، بیوی

دونوں پر اس کا اطلاق ہونا ہے علم الحدیث میں کثرت سے عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهَا وَسَلَّمَ مَذْكُورٌ۔ قَوْلُهُ: قَنْبَرٌ، الْقَنْبَرَةُ:- ایک پرندہ جس کو چنڈول اور چکاؤک

کہتے ہیں۔ سبکی جمع قَنْبَرٌ ہے۔ الْقَنْبَرَةُ:- پرندہ کے سر پر کھڑے ہوئے زاید بال یعنی کلغی کو

کہا جاتا ہے۔ كِحَاجَةِ قَنْبَرِ اَنْبِيَا كَلْفِي وَالْمُرْعَى يِهَابٌ مَجَازٌ اَوْلَادٌ مَرَادٌ هِيَ كَحَقِيقَتِ

اور مجاز میں علاوہ ظاہر ہے یعنی جس طرح ازواجی تعلقات سے نوع انسانی کا مقصد بقا و تحفظ

ہے۔ اس کے لئے مرد و زن کی آمیزش اور صحبت ضروری ہے۔ اسی طرح ولایت بھی مُریدِ صادق کی

سچی ارادت اور مُرشدِ کامل کی پوری توجہ کی ضرورت ہے ورنہ ولایت عموماً حاصل نہیں ہوگی۔

خلاصہ شعر:- کہ جس طرح اولادِ مرد و زن کی آمیزش و میل جول سے پیدا ہوتی ہے



اسی طرح ولایت اولیاء اللہ مرید صادق کی سچی ارادت اور اس کے رہبر کی کمال توجہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ لہذا مرید اور پیر کو اپنی اپنی ذمہ داری کا پورا احساس رکھنا چاہئے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب :- اعتراض یہ ہے کہ شارح رحمہ اللہ نے باہر علم و کمال یہ کیسے فرمایا کہ کوئی عورت خاوند کے بغیر بچہ یعنی اولاد کا جنم نہیں دے سکتی۔ حالانکہ بالاتفاق اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو خاوند کے بغیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام عطا فرمایا۔ اس کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ شارح نے بیچ زن را ایندہ فرمایا۔ یعنی شعر میں مرد و عورت کو جمع کیا گیا ہے۔ اس جمع میں ہر ایک صنف کی جنسی خواہشات و لوازم داخل ہیں اس لئے رَجُلٌ کا مقابلِ امْرَأَةٌ آتا ہے اور مرد کا مقابلِ زن ہے پھر اس لفظی تقابل میں دونوں کی خواہشات داخل ہیں۔ اس کے برخلاف حضرت مریم ؑ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس ہمارے تحقیقی جواب پر یہ فریہ کافی ہے کہ قرآن مجید نے حضرت مریم ؑ کی لطافت و پاکدامنی ظاہر کرنے کے لئے اُن پر امْرَأَةٌ۔ کا لفظ اطلاق نہیں کیا ہاں اُن پر انثیٰ کا اطلاق کیا گیا ہے اس سے جنسی مباشرت متبادرنی الذہن نہیں ہوتی یا عیون کہتے کہ مَا مِنْ عَامِرٍ اِلَّا خَصَّ غِنًا بَعْضٌ مَّگَر ہمارا جواب یہ ہے کہ دنیا کی سورتوں میں سے صرف حضرت مریم ؑ کا لقب خَدْرَاءُ ہے۔ یعنی بے خاوند۔ بہر حال شارح ؑ کے علمی کمالات کی داد دیکھیے۔

بہر کہ خود را کرد تسلیم چنین پیری بصدق

وَرَأْمَانِ اَز مَكْرِ نَفْسِ ظَالِمِ اَمْرٍ شَدِ اَسْت

نَفْسًا مِنْ مَوْضِعٍ صِدْقًا مِثْلَ شَجْنَا

قَدْ نَجَا مِنْ شَرِّ خَنَاسِ الظُّلْمِ اَمْرًا

ترجمہ :- ”جس شخص نے اپنے آپ کو سچے دل اور پورے اخلاص سے ہمارے جیسے پیر کامل کے سپرد کیا

تو اس نے نفسِ ظالم مکار شیطان صفت کے شر سے نجات پائی :-“

التحقیق اللغوی :- قولہ ؛ تسلیم کسی کے سپرد کر دینا، حوالہ کرنا۔ اس کا



ہم معنی تفویض ہے اور وَأَفْوَمَنْ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ  
 قَوْلُهُ؛ ظالم = یہ ظلم سے ہے کسی چیز کا غلط استعمال، کسی چیز کو غیر محل میں رکھنا۔  
 شرارت، حق کی کمی، وَضَعُ الشَّيْءِ فِي غَيْرِ مَحَلِّهِ۔ قَوْلُهُ؛ امكر (ن) مكرًا  
 الرَّجُلُ۔ وَيَهُ؛ دھوکا دینا۔ مكر الله فلانا = اللہ نے اُسے مکر کی سزا دی المكار  
 والمكر۔ بہت مکر و فریب کرنے والا۔ الامكر = محلاً مجرد اور لفظاً منصوب ہے۔  
 خلاصہ شعر۔ لَبَّ اللَّبَابِ میں لکھا ہے کہ پیر پیر تو منیر کی رہنمائی اور توجہ کے  
 بغیر نفسِ امارہ کے شر و ضرر سے بچنا محال اور ناممکن ہے۔ کیونکہ خود ظاہری بیمار یا باطنی بیمار  
 اپنی بیماریوں پر مطلع ہو کر ان کا علاج نہیں کر سکتا ہے۔ لہذا امرِ شَدِّ کامل بمنزلہ طیبِ حاذق  
 کے ہے۔ اس لئے اس کے روحانی نسخہ، کیمیا اتر کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ وہ بھی قرآن و حدیث  
 اور اہل قرآن و اہل حدیث سے ماخوذ یا مستنبط ہوگا۔

دُرِّ عِرْفَانِ كَرِّ خَوَاهِي جُوحِينِ دِرِّيَادِلِي  
 دُرِّ جِيَاا يَابِدِ كَسِي كُو مَقْشِدِش جَعْفَرِ شَدِا سِت  
 اِنْ تَمَنِي دُرِّ عِرْفَانِ فَا بَعِ شَيْخًا كَالْحَجْرِ  
 لَنْ يَبَالَ الدُّرَّ قَطُّ مَنْ يَخُوصُ جَعْفَرًا

ترجمہ:- ”اگر تم معرفتِ الہی کے موتیوں کے حاصل کرنے کی تمنا اور خواہش رکھتے ہو تو ایسے مرشد  
 کامل کی تلاش میں رہو جس کی قلبی وسعت سمندر جیسی ہو اور وہ شخص موتیاں کیسے پائے  
 گا۔ جو ندی نالوں میں غواہی وغوطہ زنی محدود رکھے گا۔“

التحقيق اللغوي:-

قَوْلُهُ؛ دُرِّ عِرْفَانِ۔ دُرٌّ بڑے موتی۔ وَاَحَدُ دُرَّةٍ هُوَ۔ اسکی جمع دُرُّو  
 دُرَاتٌ آتی ہے۔ دُرُّ کے معنی دودھ اور خیرِ کثیر کے آنا ہے۔ جیسے وَرَبِّهِ دُرَّةٌ، وَرَبِّهِ

دستِ اَبیہ: ابنِ قَیْمِ رَحْمَہُ نے اَعْلَامُ الْمُعَوِّقِیْنَ میں بکثرت یہ لفظ استعمال کیا ہے۔  
 قَوْلُهُ: جَعْفَرٌ - الْجَعْفَرُ: دریا، ندی، بہت دُودھ دینے والی اونٹنی، یہاں پرفرینہ  
 سے ندی مراد ہے۔ اس کا تیسرا معنی خرلوزہ اور چوتھا معنی گدھے کے آنا ہے۔

فارسی شاعر کہتا ہے: نے

جَعْفَرٌ اَنْدَرِ مَعَانِیْ اَمْدِ چَارِ جَوے، خرلوزہ، نام مرد، چمار

خلاصہ شعر یہ ہے کہ اگر کوئی معرفت و روحانیت کے انمول موتیوں کا طالب اور خواستگار ہو  
 تو اسے ایسے مرشدِ کامل کی تلاش و جستجو میں رہنا چاہیے کہ جس کا قلب مبارک سمندرِ حیا و سیرت اور  
 گنہگار ہو اور جو اپنی پاک و پاکیزہ تربیت و سرپرستی سے مسِ خام کو کیمیا بنانے کی صلاحیت رکھتا ہو  
 اور جو انارٹھی رہبر پر قناعت کرے وہ طالب کو فائدہ نہیں بلکہ نقصان پہنچائے گا۔ رہبرِ کامل کو سمندر  
 سمجھو جس میں مونیایاں اور لعل و جواہر ہوتے ہیں۔ انارٹھی پیر کو ندی نالہ سمجھو اس میں تیراکی کرنے سے حسرت  
 انسو کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

ہر سعید را کہ عشق و شوقِ حق در سرفتاد  
 عشقِ پیرش گو کہ بہر عشقِ حق قنطر شد است  
 وَالَّذِي فِي سِتْرِهَا عِشْقُ الْكَرِيمِ جَاوِدًا  
 قُلُّ لَهَا قَدْ صَارَ عِشْقُ الشَّيْخِ لِلَّهِ قَنْطَرًا

ترجمہ:- ”اور وہ نیک بخت جس کے دل میں رتِ کریم کا عشق و محبت جاگزیں ہو جائے تو اس سے کہہ دو کہ  
 اپنے مُرشد کے عشق و محبت میں فنا ہو جائے، کیونکہ پیرِ کامل کی محبت عشقِ الہی کے لئے مانندِ پل کے ہے۔“

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:-

قَوْلُهُ: اَلْسِتْرُ: رَجِ اسرار: بھید، راز کو کہتے ہیں۔ صِدُّ وِرَالِ احرامِ قبورِ الاسرار  
 شرفاء کے سینے بھیدوں کے لئے قبریں ہیں۔ رَحْبَلٌ سِرِّيٌّ = کاموں کو خفیہ طریقہ سے کرنے والا۔

اور کہتے ہیں فُلَانٌ مِّنْ هَذَا الْأَمْرِ کہ فلان شخص اس معاملہ سے واقف ہے عیبیوں کے یہاں ایک علامت و نشانی ہے جس کے متعلق اُن کا گمان ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ترکیب نفوس کے لئے متعین فرمایا تھا۔ قولہ: جَاوِرٌ - مجاورت سے متصل اور پیوست ہونا، یہاں اس سے عشق الہی کا دل میں جم جانا مراد ہے۔

قولہ: عَشَقٌ، محبت کرنا، محبت میں صدمے بڑھ جانا۔ مذکر کے لئے صیغہ صفت عاشق۔ جمع الجمع عَشَاقٌ مؤنث کے لئے صیغہ صفت عاشقاتہ اور جمع الجمع عَوَاشِقٌ آتی ہے۔ قولہ: قَنْطَرَةٌ: آخر سے ضرورت شعری کی وجہ سے قاء حذف کی گئی ہے۔ بمعنی پل اور بلند عمارت اس کی جمع قَنَاطِرٌ آتی ہے۔ الْقَنْطَارُ: ایک وزن جسکی مقدار مختلف اوقات میں مختلف ہوتی رہی ہے۔ خُلاصَةُ شَعْرِهِ ہے:-

کہ عشق کی دو قسمیں ہیں، ۱۔ عشق حقیقی اور ۲۔ عشق مجازی۔ عشق حقیقی حق تعالیٰ کے کمال محبت کو کہتے ہیں اور عشق مجازی ماسوی اللہ کی محبت پر فریفتہ ہونے کا نام ہے۔ اس کی بہت سی قسمیں ہیں۔ کچھ مفید اور کچھ نسیمیں مُضر اور گناہ ہیں۔ یہاں پر مرشد کمال عشق و محبت اس سے مراد ہے۔ کیونکہ مرشد کی سچی محبت و ارادت ہی اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کی طرف پہنچاتی ہے اسی کو کہتے ہیں الْمَجَازُ قَنْطَرَةُ الْحَقِيقَةِ کہ مجاز کی مثال پل جیسی ہے۔ جو ایک پارے سے دوسرے پارے تک پہنچاتا ہے اور اسی جگہ آیت مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ پر اچھی طرح غور فرما کر آیت کا صحیح مطلب سمجھنے کی کوشش کریں:

ہَمْدِي بِرِجْوَيْشِ وَصَحْبَتِ هَمِّ پِيرِ كَا  
 نَافِعِ آدِ صَحْبَتِ اَشْيَارِ بَسِي بِاَضْرَثِ اسْتِ  
 الْمَعِيَّةُ مَعَ تَشِيخِهِ تَسْمَرُ بِاصْحَابِهِ  
 نَافِعٌ جِدًّا وَرَفِيقٌ الْغَيْرِ اَشْحَى ذَا بَرٍّ ا!

ترجمہ: ”اپنے پیروں پر کامل کی صحبت و رفاقت اور پیروں کی دوستی و محبت بہت نفع رساں اور فائدہ مند ہوتی ہے اور ان کے علاوہ غیروں کی صحبت مضر اور تکلیف دہ ہے۔“

التحقیق اللغوی:-

تَوَكَّلْ؛ الْمَعِيَّةُ: ساتھ تعلق، شاہزادہ کا پرائیوٹ مکان، یہاں پر الف لام تعریفی داخل کرنے سے تعلق خاص، بامرت خود مقصود ہے جیسا کہ ظاہری عبارت سے واضح ہے، اسی سے سورہ فتح کی آیت وَالَّذِينَ مَعَهُ الخ۔ سیدنا حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد لئے گئے ہیں کہ موصوف رضی اللہ عنہم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اور صحبت و رفاقت خاصہ حاصل تھی۔  
قَوْلُهُ: أَصْحَابِهِ = ضمیر جامع بجانب شیخ ہے اور اصحاب صاحب کی جمع ہے، ساتھ کو کہتے ہیں اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں جنہوں نے آپ کو دیکھا اور پھر آپ پر ایمان لے آئے۔ اور ایمان ہی پر وہ دنیا سے رخصت ہوئے۔ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہ  
قَوْلُهُ: مَرِيقٌ: یہ رَفِيقٌ، رِفَاقَةٌ۔ الرَّحْبَلُ = رَفِيقٌ وساتھی ہونا اور مَرِيقٌ نرمی سے مہربانی سے پیش آنے کو بھی کہتے ہیں؛ قَوْلُهُ: ثَابِرًا: یہ ثَبْرَةٌ (ن) ثَبْرًا، لعنت کرنا، دھتکارنا، ناکام کرنا، ہلاک کرنا۔ ثَبْرَةٌ عَنْ كَذَا: منع کرنا، روکنا، باز رکھنا ثَبْوَرًا = ہلاک ہونا۔ باقی الفاظ کے معانی پیشتر الفاظ میں بار بار ذکر کے گئے ہیں۔ وَلِلْعَاقِلِ تَكْفِيهِ الْإِشَارَةُ:

خلاصہ شعر یہ ہے:- مُرِيدٌ کو چاہیے۔ کہ اپنے پیروں میں ضمیر ہی پر کفایت کرے اور اپنے ارادہ اور اپنی خواہش کو اپنے پیروں کے ارادہ و خواہش کے تابع بنائے جیسا کہ حضرت سلطان ولدؒ نے فرمایا پیروں کی سرپرستی میں مرید نہادق بے مشقت دے محنت اپنے بلند مقاصد تک پہنچ سکتا ہے اور برگزیدہ حضرات نے فرمایا کہ پیروں کی نظر آفتاب جیسی ہے کہ جس طرح آفتاب کی روشنی پتھر کو لعل بنا دیتی ہے۔ اسی طرح پیروں کی نگاہ سے مرید کا دل لعل بدشتان بن جاتا ہے (رحمہم اللہ اجمعین) حضرت پیروں کی حمد اللہ نے فرمایا کہ صحبت عزیز اور بہترین چیز ہے فلا تصحبوا غیر انباء الجنس ابتدا اپنے ہم جنسوں اور اپنے بہترین ہم خیالوں کے سوا کسی دوسرے کی صحبت اختیار نہ کرو۔ اور حضرت

شمس الدین تبریزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مرید کی قبولیت کی علامت یہ ہے کہ بیگانہ اور جوہر  
ناشناختہ لوگوں سے علیحدہ اور الگ تھلگ رہا کرے۔ اس لئے حضرت پیرومی رحمہ اللہ نے فرمایا

### آیَات

ہر کہ خواہد ہمیشہ با خدا! گوشتین اندر حضور اولیاء!!  
چوں شوی دور از حضور اولیاء در حقیقت گشتہ دور از خدا  
مہر پاکان در میان جان نشان دل بدہ الا مہر دل خوشان  
اسکی باقی تشریح آنے والے شعر کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیے :-

ہفت روزہ خدمت پر محقق در ثواب!  
مر عبادت ہائے ہفت صد سالہ را ہمہ برداشت

خِدْمَةُ سَبْعَةِ أَيَّامٍ لِشَيْخٍ كَامِلٍ  
مِنْ عِبَادَةِ سَبْعِ مِائَةِ سَنَةٍ قَدْ خَيْرًا

ترجمہ :- مُرشدِ کامل کی سات دن کی خدمت میں وہ برکت ہے جو بے پیر کی سات سو سالہ  
عبادت و ریاضت سے بھی بہتر اور افضل ہے۔

### التحقيق اللغوي:-

قولہ ؛ مہر: اصل میں ہم برابر تھا۔ اس سے باقی حروف تخفیفاً حذف کیے گئے  
ہیں۔ قولہ ؛ مُحَقِّقٌ: یہ حَقَّقْتَهُ یعنی باب نفعیل کا اسم فاعل ہے بمعنی تاکید کرنا۔  
واجب کرنا حَقَّقَ الْقَوْلَ أَوِ الظَّنَّ = کسی قول یا گمان کی تصدیق کرنا۔ علماء کی  
اصطلاح میں مُحَقِّقٌ وہ ہے جو دعویٰ کی دلیل پر اچھی طرح واقف ہو اور مدقّق وہ ہے جو دلیل  
کی علت سے بھی نیک آشنا ہو یعنی مدقّق کا درجہ علم مُحَقِّقٌ سے زیادہ اور برتر ہے۔



قَوْلُهُ : خَيْرًا : اس میں الف اشباعی ہے اس کا نائب فاعل ضمیر مخدوف ہے جو خدمت کی طرف باعتبار مذکور راجح ہے۔ فَاَحْفَظْهُ : بہر حال خَيْرًا النِّشَى عَلَى غَيْرِهِ کا معنی ایک شے کو دوسری چیز پر فضیلت دینے کے

آتے ہیں۔

خُلَاصَةُ شَعْرٍ :- سلطان ولد کی بعض تصنیفات میں لکھا ہوا ہے کہ مرید پیر غوث کی دید بانی و رہنمائی میں بے مشقت و بے کرد و کاوش مقصد تک پہنچ سکتا ہے اور مرشد کی رہنمائی کے بغیر مقصد تک اس کا پہنچنا بہت دشوار ہے۔ یعنی جس طرح دانا آدمی جسمانی صحت کیلئے طبیعت ڈاکٹر ساتھ رکھتا ہے۔ اسی طرح روحانی بیمار کو بھی مرشد و رہبر کی رہنمائی میں رہنا چاہیے اور اس سے علیحدہ نہیں رہنا چاہیے۔ اس کے بعد موصوف رقمطراز ہیں کہ جب تک باخدا لوگوں کی خدمت نہ کرو گے تب تک تمہارا کسی منزل تک پہنچنا ناممکن ہے اس لئے خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی رحمہ اللہ نے بیس سال اپنے پیر بزرگوار کا مبارک گرتہ سر مبارک پر رکھ کر حج کیا اور انہوں نے اُس وقت کے نیک لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ خلوص کے ساتھ ایک دن کیلئے مرشد کی خدمت کرنا بے خلوص ہزار سالہ عبادت سے بہتر ہے۔

حاصل عبارت یہ شعر ہے :-

شعر :- آفتابے بدیں بزرگی را ذرّہ ابرنا پدید کند

ذکر اتنے بڑے آفتاب کو بادل کا ایک چھوٹا سا پارہ ڈھانپ لیتا اور لوگوں کی نظروں سے اوجھل کر دیتا ہے) اسی طرح پیر کامل سے دور ہونے والے کو بھی شیطان اپنے وسوسوں سے بہکاتا اور اس کے نور ایمان پر بادل کی طرح محیط ہوتا ہے : اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِي مِنَ الشَّيَاطِينِ

پیر چوں خواندت جو البش گو بقطع نافله  
زانکہ ایندم در جواب او ثواب او فراست

# شَيْخَكَ أَحْضَرَ إِنْ دَعَاكَ لَوْ قَطَعَ نَافِلَهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لِمُحْضَرٍ لَثَوَابًا أَوْفَرًا

ترجمہ:- ”جب تمہیں مرشدِ کامل بلائے تو فوراً ان کی ہمایوں خدمت میں حاضر ہو جاؤ اگرچہ تم نفل نماز میں بھی ہو تو اسے بھی چھوڑ کر آؤ کیونکہ اس حضور میں تم کو ثواب کا بہت بڑا دہہ حاصل ہو گا۔“

## التَّحْقِيقُ اللَّغَوِيُّ:-

قَوْلُهُ: شَيْخُكَ: یہ از روئے ترکیب نحوی اپنے مابعد فعل امر أَحْضَرَ کا مفعول ہے۔ مقدم ہے اس لئے منصوب بھی ہے ”دَعَاكَ“ کا مفعول بہ مرید صادق ہے۔ نَافِلَهُ سے نفل نماز مراد ہے۔ یہ نفل سے نکلا ہوا ہے۔ واجبات اور ضروریات سے زائد کام۔ اور النفل مالِ غنیمت ہے۔ ہبہ، بخشش، جمع نوافل آتی ہے۔ لَثَوَابًا أَوْفَرًا: اسمِ ان مؤخر ہے لہذا منصوب ہے اور ثواب پر جو لام داخل ہے وہ محض تاکید کے لئے ہے۔

مُخْلِصًا شَعْرًا:- کتاب اسرار الاولیاء میں مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنے پیرِ حق پر اعتقاد رکھنے والا حقیقت مریدوں کے زمرہ میں داخل نہیں اس پر وہ اس واقعہ سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروقِ اعظم اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بلا یا وہ دونوں نفل نماز میں تھے اسلئے فوراً حاضر خدمت ہمایوں نہ ہو سکے۔ نفل نماز سے فارغ ہو کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: اے میرے صحابو! جب تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف بلا یا کرے تو فوراً حاضر ہو کر وہاں اگرچہ تم نفل نماز ہی میں مشغول ہو تمہارا اس طرح جواب دینا نفل نماز سے بہتر اور اولیٰ ہے۔ اسی قبیلہ سے شیخ علی بن حجر عسقلانی درویشوں کا واقعہ ہے کہ نفل نماز میں ان کے کانوں میں اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ کی آواز سننے میں آئی۔ آپ نے نفل نماز توڑ کر اپنے مرشدِ کامل کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے بطور امتحان شیخ علی سے فرمایا کہ پہلے نفل نماز پڑھتے

نب حاضر ہونے۔ شیخ علی نے جواب دیا۔ نفل نماز سے مرشد کا جواب دینا کہیں زیادہ بہتر ہے کیوں کہ سلوک کی کتابوں میں لکھا ہے۔ جب پیر حق مرید کو آواز دے تو اسے حاضر ہونا چاہیے۔ کہ اس طرح کی ظہری ایک سالہ نفلی عبادت سے بہتر ہے۔ ہذا معنی ما قال التشارح فی شرح الشعر المذکور:

ہر کہ با اخلاص جان و دل رعایت ادب کرد  
در حضور شیخ وزود از صحبتش برخوردارست  
مَنْ يِرَاعِي دَابَّ شَيْخِهِ بِقَلْبٍ مُّخْلِصٍ  
لِيَنَالَ عَاجِلًا مِنْهُ نَصِيًّا وَافِرًا!

ترجمہ:- ”جو شخص پورے اخلاص و نیک نیتی کے ساتھ جان و دل سے اپنے مرشدِ کامل کے آداب بجالائے اور ان کے احترام میں کوشش کرے۔ وہ بہت جلد ان کی صحبت کے طفیل ان سے سعادت و نیک نیتی کا بڑا حصہ پائے گا۔“

التحقيق اللغوي:-

قولہ: آدب = وہ اخلاقی ملکہ جو انسان کو ہر ناشائستہ بات سے باز رکھے، اچھی روش و دانش، اس کی جمع آداب آتی ہے اور آداب کا اطلاق ہر قسم کے علوم و فنون پر بھی ہوتا ہے یا ان کے کسی دلچسپ حصہ پر اور کسی شخص کے مخصوص قوانین کو بھی آداب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلاً آدابِ الدرس، آدابِ القاضی وغیرہ۔ علم الادب سے وہ علم جس کے ذریعہ بول چال اور تحریر غلطیوں اور لغزشوں سے بچایا جاسکے۔ الادبۃ۔ والمادبۃ، والمادبۃ۔ دعوت یا کسی تقریب کا کھانا جمعاً ادب = برخور = لائق، مقدار، مستحق، فائدہ اٹھانے والا۔

خلاصہ شعر:۔ مرید صادق اپنے شیخ کے ساتھ جس قدر آداب اور اس کے احترام کا خیال رکھے اسی قدر وہ شیخ کامل کے فیوض و برکات کا بڑا حصہ پائے گا۔ یہ سائل قشربیدی کی عبارت نقل کرنے ہوئے حضرت شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الناس فی الادب علی ثلاث طبقات

أَهْلُ الدُّنْيَا وَأَهْلُ الدِّينِ وَأَهْلُ الْخُصُوصِ الخ کہ لوگ دربارہ آداب تین قسموں پر ہیں دنیا والوں کے آداب فصاحت و بلاغت علوم، بادشاہوں کے نام اور اشعار عرب کے حفظ و یاد رکھنے تک محدود ہوتے ہیں۔ ۲ اہل الدین کے آداب: ریاضتِ نفس، تادیبِ جوارح، حفظ اور تزکیہ شہوات تک رہتے ہیں۔ ۳ اہل الخصوص کے آداب: طہارتِ قلوب، اسرارِ حق کی رعایت، حفاظتِ عہد و میثاق کی وفاداری، وقت کی نگاہ داشت، خطرات و حواطر کی طرف بے توجہی، مقاصدِ حسنہ کے حصول کے لئے ۷ وجہ اور مقاماتِ قرب کے ساتھ مخصوص ہونے ہیں۔

یاد رکھنا چاہیے تصوف پورا کا پورا رعایتِ آداب کا نام ہے اور اس میں مختلف درجات ہیں عوام مسلمین کا ادب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری کریں اور ہر وقت اور ہر کام کرتے وقت اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جانیں خواص کا ادب یہ ہے کہ سارے کام اللہ کے سپرد کریں۔ اور ہمیشہ اسی ربِ جلیل کی طرف متوجہ ہو جائیں اور جو کچھ از قسم نفع و نقصان اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچ جائے اُس پر خوش اور راضی ہو جائیں اور سچے معنی میں فنا فی اللہ ہونے کا ثبوت دیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن و ادب رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ تمام احوال میں پوری عاجزی اور پوری زاری سے قوتِ قدسیہ کے ذریعہ آپ سے روحانیت کے خواستگار ہو جائیں۔ اور آپ کی تمام کوششوں پر عمل پیرا ہو جائیں۔

مشائخِ کرام رح سے رعایتِ ادب کے یہ معنی ہیں کہ جب کسی باخدا انسان کے دل میں محبتِ اولیاء کا داعیہ پایا جائے یا ان کی صحبت سے حاصل ہو جائے یا ان کی نصیحتیں سن کر بالواسطہ یا بلا واسطہ سمنے سے تو اپنے دل کو اعتراض و انکار سے پاک و صاف بنائے بلکہ ان کی محبت و نصیحت عمل میں لانے میں پیش تابی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص الخاص بندوں میں ہی ایسی روحانی انمول موتیاں ڈالتا ہے۔ لہذا پہلے اپنے دل کو صاف و پاک بنانے کی بہت ضرورت ہے بلکہ اپنے دل کو آئینہ جیسا بنائے تاکہ شیخِ برحق کا عکس و پرتو اُس کے دل پر پڑے۔ ہذہ نبذہ

ما فی شرحہ رحمہ اللہ وقدس اسرارہ :

ہائے افسوس ہے یہی ادب ہم میں نابودا ہوا۔ تو ہم نہ دین کے رہے اور نہ دنیا کے۔

حضرت پیر یوپی رحمہ اللہ کیا خوب فرماتے ہیں :-

اشعار :- از خدا جو سیم تو فسیق ادب \* بے ادب محروم از لطف رب  
بے ادب ننہا نہ خود را داشت بد \* بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد  
ہر چہ بر تو آید از ظلمات عنم \* آن ز بے باکی و گستاخیت ہم  
ہر کہ بے باکی گذر بر راہ دوست ! \* رہزن مردان شد و نامرد دوست  
از ادب پر لوز گشتہ است این فلک \* و از ادب معصوم و پاک آمد ملک  
ہر کہ گستاخی کند اندر طریق ! \* گرد داند وادی حسرت غریق

جلد گمرہ ترکت بے پیرا گفتند ازاں

کار یک صحبت پیر از چیل چلہ بہتر شد است

لَتُضِلَّ أَرْبَعِينَ بَعِيرًا حَكْمَ شَيْخٍ !

صَحْبَتُهُ مِنْ أَرْبَعِينَ لِنَفْعِ أَحَدٍ !

ترجمہ :- " بے پیر کو چلہ کشتی اور بھی زیادہ گمراہ کرتی ہے اس لئے بزرگوں نے فرمایا کہ مرشد کی

ایک صحبت و رفاقت چالیس چلوں پر نترن و برتری رکھتی ہے۔ "

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ :-

تَوَلَّى :- اصل چہل چل تھا۔ تَوَلَّى :- لَتُضِلَّ :- اس میں لام مفتوح  
تاکید کے لئے ہے۔ یہ باب افعال کا واحد صیغہ مونث غائب ہے۔ اصل يُضِلُّ اضْلا لا بگمراہ کرنا  
راہ حق سے دور کرنا۔ تَوَلَّى :- أَجْدَرُ :- یہ فعل مصدر۔ أَصْبَحَتْ کی خبر ہونے کی وجہ سے



منصوب ہے۔

خُلاصہ شعر:۔ وہ ہے جو رسالہ لطیفہ غیبیہ میں بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ پیر برحق کی صحبت چالیس چلوں سے بہتر ہے اور "پیر تو اند کہ بیک لحظہ مرید را بخدا رساند" پیر برحق مرید کو ایک لحظہ میں اللہ تعالیٰ تک پہنچا سکتا ہے اور وہ مرید جو خود اپنی خواہش سے چالیس چلہ پورے کرے، گمراہ ہوگا۔ پھر کہتے ہیں کہ "اين نوع بسیار واقع شد است" لہذا مرشد کی صحبت کو غنیمت جانا چاہیے اور جو بھی مشکل سالک راہ طریقت کو پیش آجائے اُسے چاہیے وہ مشکل اپنے پیر کے سامنے پیش کرے اور جو لوگ مرشد کی اجانت کے بغیر اس راہ میں چلنے لگے۔ انہوں نے سینکڑوں غلطیاں کی ہیں۔ یعنی جیسا ظاہری بیمار اپنے کو علاج نہیں کر سکتا۔ اسی طرح باطنی اور روحانی مقامات طے کرنے والا بھی باطنی تجربہ کے ڈاکٹر کی طرف محتاج ہے، وہ صرف رہبرِ کامل ہے:

ز و طہارت کردہ نو خاص از پئے دیدارِ خویش!  
زانکہ رویش یاد حق را بہترین مذکر شد است  
سُح تَطَهَّرْ، اِهْتِمَامًا زَا مِرَّ الشَّيْخِ كَا!  
اِنَّ وَجْهَهُ لِدِكْرِ الْحَقِّ اضْحٰى مَذْكِرًا

ترجمہ:۔ "جاؤ تو پاکی حاصل کر کے آ جاؤ تب اپنے مرشدِ کامل کی زیارت سے شرف ہو جاؤ کیونکہ مرشدِ کامل کا چہرہ انور یا خدا کے لئے بہترین یاد دلانے والا اور عمدہ رہیما بنڈر ہے"۔  
التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:-

قَوْلُهُ: سُح، مَرَّحَ (ن) رَوْحًا۔ شام کے وقت آنا یا جانا یا کام کرنا، وقت کی نید کے بغیر مطلق جانے کے معنی میں بھی آتا ہے جیسا کہ اس جگہ یہی آخری معنی مراد ہے۔  
قَوْلُهُ: تَطَهَّرْ: صِبْغَةً وَاحِدَةً كَرَامِرٍ حَاضِرٍ مَعْرُوفٍ اِزْ بَابِ تَفَعَّلَ بِمِثْلِ كُفِّلَ بِمِثْلِهَا  
سُتَمْرًا هَوْنًا، يَاطُكُ هَوْنًا، نَهَانًا۔ باب اِنْفِعَالٍ سَعْيٌ مُسْتَعْمَلٌ هُوَ۔ قَوْلُهُ: اِهْتِمَامًا۔ اِهْتَمَّ الرَّجُلُ

نمکین ہونا۔ باب الفعال کا مصدر۔ اِهْتَمَرَ لَهُ بِأَمْرٍ: اپنے کام کے انتظام میں بہت محنت کرنا۔  
 اس کا اصل هَمَمَ (ن) هَمُومَةً وَهَمَامَةً هَمَّ الرَّجُلُ: بہت بوڑھا ہو گیا۔  
 شیخ کا آخری الف اشباعی ہے۔ قولہ: مُذَكِّرًا: یاد دلانے والا۔ یہ باب افعال کا اسم فاعل  
 ہے۔ فعل اضمحی کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس کا مادہ ذکر ہے۔ الذکر یعنی: یاد دلانی، ذکر  
 لسانی یا قلبی۔ الذکرۃ: شہرت، کلہاڑی کے سرے پر لگا ہوا فولاد کا ٹکڑا۔ وَالْبَاقِي اَنْظُرْ  
 مِنْ اَنْ يُّذَكَّرَ:

خلاصہ شعر:۔ اس شعر میں آداب زیارت مُرشدِ کامل و اولیاء کاملین کی طرف اشارہ ہے۔

وہ یہ ہیں کہ جب بزرگوں کی زیارت کے لئے کوئی جائے تو کم از کم پہلے وضو کرے۔

یہ شیخ ابو علی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں کبھی اپنے رہبرِ کامل کی خدمت میں اس وقت تک  
 حاضر نہیں ہوا جب تک پہلے قصداً غسل نہ کیا۔ چنانچہ حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ کے مرید  
 خاص حضرت شیخ احمد چاکلی آپ کی زیارت کے لئے گھر سے نکلے ابھی آپ کی خانقاہ سے سات میل دور  
 تھے۔ کہ انہیں ایک غیبی آواز آئی کہ جب تم ایسے بلند پایہ شیخ کی زیارت کے لئے جا رہے ہو تو اس قدر  
 پانی کی فراوانی کے باوجود تم نے غسل کیوں نہیں کیا۔

رس حضرت بابا داؤد خاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آں پیر روشن ضمیر نے ہمیں وصیت کی ہے کہ جب تم  
 کسی عزیز بزرگ کی زیارت کے لئے جایا کرو گے تو پہلے غسل کیا کرو اور غسل نہ ہو سکے تو کم از کم تجدیدِ وضو  
 کر لیا کرو۔ بہر حال مصرعہ ثانی میں تعظیمِ مُرشد کی طرف خصوصی اشارہ ہے۔

یہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے :-

کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حضرت اولیاء اللہ کون لوگ ہیں؟

آپ نے فرمایا وہ لوگ اولیاء ہیں جب ان کی طرف نظر پڑے تو اللہ تعالیٰ یاد آ جائے۔

آیات: سَنَتَانِ بُوْدُوْلِي رَا زَنْخَسْتِ اَنْ بِمَعْنٰی ☆ کہ چوروی اوبہ منی دل تو بدو گرا اید

دوم آنکہ در مجالس چو سخن گنذر معنی ☆ ہمہ راز ہستی خود بحدیث می رباید

سیوم آں بود بمعنی ولیِ اخص عالم کہ زہ مسیج عضو اور احركات بد نیاید  
خلاصتاً :- را ولی کی یہ علامت معنوی ہے کہ جوں ہی تیری نظر ان کے چہرے پر لگی تو ان کی طرف فوراً  
تیرا میلان اور رغبت ہوگی۔

۲۔ یہ نشانی ہے جب وہ بات کرنے پر آجائے تو اس کی بات میں کپڑا بانی کشتش ہو۔  
۳۔ ولی عالم خاص کی یہ علامت ہے کہ اس کے بدنی اعضاء سے کوئی بُری حرکت صادر نہ ہوگی۔  
بہر حال اولیاء اللہ کی شان نہایت بلند ہے اُن کے دل آخرت کی فکر سے بالا ہوتے ہیں کہ وہ صرف  
اپنے محبوب حقیقی رب العلمین کے ساتھ مشغول ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ یہ حضرات محبتِ الہی میں سرشار  
ہوتے ہیں۔ اہذا ان کی خدمت میں زندگی مابعد وفات کے حاضری دینے وقت وضو یا غسل اور اعمالِ صالحہ  
دیگر بہترین تحائف پیش کرنے چاہئیں۔ شیءٌ قلیلٌ اخذتہ من شرح الشیخ رحمہ اللہ

مُتَّصِفٌ مَلْحُوظٌ كُنْ ذَا الشَّيْءِ بِهٖ اَوْصَافِ كَمَالِ  
بِسْ يَقِينِ كُنْ اَنْكَ فَيْضِ سَوْءٍ تَوْ مَنَجْرُ شَدَائِدِ  
وَبِاَوْصَافِ الْكَمَالِ لِأَحْظُ ذَاتَهُ الْعُلَى  
ثُمَّ اَيَقِنُ فَيْضَهُ يَجْرِي اِلَيْكَ مَا طَرَأَ

ترجمہ :- ”مُرشد کمال کی ذات باہر کات میں اس بات کا خوب خیال رکھو کہ اس نے کمالات اور صفات  
عالیہ پر مکمل احاطہ کر رکھا ہے۔ پھر یقین رکھو کہ ان کا فیض و کرم تمہاری طرف تو سلا دھار  
بائش کی طرح برے گا۔“

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ :-

تَوَلَّى ؛ مَلْحُوظٌ - اسم مفعول۔ لَأَحْظُكَ لِحَاطًا وَمَلَا حَظَةً ؛ اِسْتَارَ كَرْنَا ،  
ایک دوسرے کو دیکھنا۔ اللَّحْظُ ؛ مصدر۔ آنکھ کا باطن، اندر دنی حصہ، اس کی جمع لِحَاظٌ وَالْحَاظُ

الملاحظ: دیکھنا۔ دیکھنے کی جگہ جمع ملاحظہ ہے۔

خلاصہٴ شعر یہ ہے۔ حضرت شہاب شیخ اور سہر کامل کی زیارت کرنے والے کو نصیحت کرتے ہیں کہ پیر برحق کی زیارت کرتے وقت ان کی طرف باطنی آنکھوں سے دیکھو اور پھر اس بات کا تصور کرو کہ حضرت شیخ کمالاتِ عالیہ اور صفاتِ سنیہ سے موصوف اور ان کے مخزن و معدن ہیں تب خود بخود ان کے فیوض و برکات سے تم فائدہ اٹھاؤ گے ساگر چہ اپنی کمزوری سے تمہیں ان کے کمالات دکھائی نہ دیں۔ چنانچہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک دن اپنے عم بزرگوار نے حضرت سیدنا شیخ سید عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ کے پاس لیا اور راستہ میں مجھے نصیحت کی کہ اپنا دل بیدار رکھو کہ ہم ایسے صاحب کے پاس جاتے ہیں جن کا قلب مبارک خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ حالات و اخبار سنانا ہے اور آداب المریدین میں ہے کہ شیخ کے پاس خالی الذہن ہو کر حاضر ہونا چاہیے اور اس انتظار میں رہنا چاہیے کہ ان کے دیکھتے اور ان کی صحبت سے میرے دل پر کیا اثر پڑتا ہے۔ نُسُبَاتُهُ مَا أَعْظَمَ نِسَابَهُ:

پیر را این ریش و مردیدن ز ضعفِ بنیش  
اکثر این طور اعتقاد جاہل چون خرد است  
نَظْرُكَ بِالْحَيَةِ وَالزِّي إِلَى الشَّيْخِ مِنْ سَفَهٍ  
أَكْثَرُ الْجَهَالِ يُنْظَرُونَ فِيهِ ظَاهِرًا

ترجمہ: تمہارا پیر کامل کی طرف داڑھی اور اسکی ظاہری شکل و صورت ملحوظ رکھ کر دیکھنا نادانی ہے جیسے کہ اکثر جاہل لوگ پیر کی ظاہری شکل و صورت دیکھ کر اندازہ لگاتے ہیں اور اس کے معنوی کمالات سے غافل ہوتے ہیں۔

التَّحْقِيقُ مِنَ اللَّغْوِ:۔

قَوْلُهُ: الْحَيَّةُ: دَاطِصٌ اس کی جمع لِحَى۔ وَحَلَى: نَسَبٌ كَيْلَهُ لَمَوْجِي آتا ہے۔ اَللَّحْيَانُ  
تھوڑا پانی۔ سِلَابُ كے بنائے ہوئے گڑھے۔ قَوْلُهُ: بَرِيَاً۔ اَلزَّرِيحُ: سَيْتٌ شَكْلٌ۔ يُوْشَاكُ  
پہننے ہونے کی شکل۔ اَقْبَلُ بَرِيَّ الْعَرَبِ۔ وَهَرَبُ كے لباس میں آیا۔ جَاءَ نَابِرِيَّ غَرِيْبٌ  
وہ ہمارے پاس عجیب لباس میں آیا۔ حَمِيْرٌ: حِمَارٌ كے جمع ہے۔ وَابْقَى فِي ظَاهِرٍ:

خَلَاصَةُ شَعْرٍ: حضرت شارح رح فرماتے ہیں کہ ”دریں بیت اشارت امت بدلان کہ پیر یا چشم  
باطن باید دید نہ چشم ظاہر یعنی رہبر کامل کو باطنی آنکھوں سے دیکھنا چاہیے نہ عوام کا لالعام کی طرح  
ظاہری آنکھوں سے اس کی طرف دیکھنا چاہیے۔ ایسا کام تو گدھوں اور چارپایوں کا ہے۔“

رَحْمَةُ مَجْمُوعِ شَيْطَانٍ كُنْتُمْ مَدْبُورِيْكُمْ بِأَخْصَانِ حَقِّ فِي اس كِي تَشْرِيْحٌ آچكى ہے۔ فَرِيْدٌ بِجَوَالِدِ  
مرصاد العباد شارح فرماتے ہیں کہ جب ٹریڈ شیخ کے کمال و جمال پر فریفتہ ہو جائے تو شیخ کے تصرف  
ولايت كی قبولیت كے آثار اُس میں نمایاں نظر آنے لگیں گے۔ کیونکہ اولیاء اللہ كی شناخت و معرفت  
حاصل کرنا معمولی بات نہیں کہ ان كی شان ہے۔ اَوْلِيَاءِي تَحْتَ قَبَائِلِ لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِيْ مِيرے  
دوست میرے قبائلی مشہور ہیں ان كو عرف میں ہی جانتا ہوں۔ لہذا ان كے ظاہر احوال سے بحث کرنا  
ناعاقبت اندیشوں كا كام ہے۔

خود حضرت شارح رحمہ اللہ اولیاء اللہ كی عظمت اس رباعی میں اس طرح بیان کرتے ہیں آپ بھی  
وہ رباعی ملاحظہ فرماویں۔ — رباعی یہ ہے:۔

مَرْدَانِ رَمَيْشِ زَنْدِہِ بَجَانِ دِگَرَنْدِ مَرغانِ ہَوَاشِ زَآشِيَانِ دِگَرَنْدِ

سنگر تو بدیدہ بریشاں کالیشاں بیرون زدو کون درجہان دگرند

اسلئے بعض اربابِ حال نے فرمایا: مَنْ لَمْ يَنْفَعِ لِحِظَةٌ لَمْ يَنْفَعِ لَفْظَةٌ

کہ جس نے پیر برحقِ مقدس صورت دیکھ کر فائدہ نہیں اٹھایا۔ اس نے حقیقتاً پیر برحق کے

ارشادات سے بھی کوئی استفادہ نہیں کیا۔



پیرمی بین شمع سان نورے بفانوس بدن!  
 کر پیے ارشاد خلق از لطف حق معشر شد است  
 شَيْخَاكَ انْظُرْ مِثْلَ شَمْعٍ ضَاءَ فِي سِرِّ الْبَدَنِ  
 وَبِلُطْفِ اللَّهِ لِلدِّرِّ شَائِ اصْحَىٰ مَعْتَرَا

ترجمہ:- اپنے مرشد کامل کو جسم کے فانوس میں شمع کی طرح سمجھو جو اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے  
 بندگانِ خدا کے ارشاد و رہبری کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔

التَّحْقِيقُ اللَّغَوِيُّ:-

نولہ؛ مَعْتَرَا = یہاں پر اسم مفعول ہے۔ از باب افعال اَعْتَرَ يَعْتَرُ اَعْتَارًا  
 اس کا اصل عَثْرًا (ن) عَثْرًا عَثُورًا عَلَى السَّرِّ وَغَيْرِهِ۔ بھید پر مطلع ہونا۔  
 عَثْرَةً وَاَعْتَرَاهُ = پھسلایا۔ اَعْتَرَبَهُ عِنْدَ الْاَمِيرِ = امیر کے پاس اس نے  
 اُس کا عیب لگایا۔ اَلْعَثْرَةُ، عُقَابٌ، اَلْعَثْرَةُ = جھوٹ، العَثْرَةُ: لغزش،  
 جہاد، لڑائی کرنا، جمع عَثْرَاتٌ ہے، باقی الفاظ کی تشریح کتاب میں وقتاً فوقتاً آچکی ہے۔  
 خلاصہ شعر:- قطب تین قسم کے ہیں: قطبِ حقیقی، قطبِ اضافی، قطبِ مجازی  
 ان تینوں حضرات پر مبدأً نبیاً ص ر ب کریم سے فیض نازل ہوتا ہے۔

پہر حال قطب کے یہ درجات جاننے کے بعد یہ بھی سمجھ لیجئے۔ کہ قطبِ بظاہر بندگانِ خدا سے  
 بابت رہنمائی صحبت و ہم نشینی رکھتا ہے اور دوسری طرف ائمہ رب العالمین کا جلس اور انیس

ہوتا ہے۔ و قطب کے کمال کے کیا کہیے۔

۱. قطب آں باشد کہ گرد خود تند  
 گردش افلاک گرد او بودا  
 ۲. آں یکی نقش نشسته در جہاں  
 واں دیگر نقشش چو منہ بر آسماں

۳۔ اس دہانش نکتہ گو یاں با جلیس وال دگر با حق بگفتار و انیس  
قطب کا لغوی معنی :-

اصل میں الْقَطْبُ : ایک ستارہ جو جدی اور فرقدین کے مابین واقع ہے۔ اس پر قبلہ مخصوص کیا جاتا ہے اور قطب کا معنی ہر چیز کا مدار بھی آتا ہے۔ جیسا کہ اہل عرب کا محاورہ ہے :- "هُوَ قَطْبُ ذَلِكَ الْأَمْرِ" وہ اس معاملہ کا مدار ہے۔ اور الْقَطْبُ : اہل جغرافیہ کے نزدیک زمین کے محور کے کنارہ کو کہتے ہیں۔ اور یہ قطب دو ہیں۔ ایک قطب شمالی اور دوسرا قطب جنوبی اور القطب اہل ہندسہ کے نزدیک متحرک گروہ پر ایک نقطہ ثابتہ ہے اور علماء تصوف کے نزدیک وہ مرد مقدس ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عالم خلق کے انتظام و انصرام کے لئے مقرر کیا ہے۔ یہ خالص اللہ کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔ اور یہ دنیوی اغراض سے بہت دور ہوتا ہے۔ قطب کا معنی اس حدیث شریف سے سمجھنا چاہیے، لِيُفَعَّ اللَّهُ وَقْتُ لَأَسْبَعُنِي فِيهِ مَلِكٌ مُّقْرَبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ۔  
قطب حقیقی پر براہ راست مبدأً تباہ رب العالمین کی طرف سے فیض رسائی ہوتی ہے۔

قطب مجازی پر قطب حقیقی کی طرف سے فیض رسائی ہوتی ہے اور قطب اصنافی پیرو مرشد اور باکمال آدمی کو بھی کہا جاتا ہے۔ مگر مجازاً و تعظیماً کل ذلك بأمر اللہ : نوٹ :- حضرت شیخ احمد سرہندی کی طرف جو منسوب کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے بعد کوئی قطب نہیں ہوا اس سے غالباً قطب حقیقی مراد ہے۔

ایضاً قطب کا ہمہ وقتی و طیفہ اللہ اللہ ہوتا ہے۔ غالباً جلد اول کے شعر ۳۳ میں راقم نے کچھ بحث قطب پر لکھی ہے۔ یہ بحث دقیق ہے اور اس کتاب میں ہماری ذمہ داری عین تعریب ہے۔ باقی جو کچھ ہم لکھتے ہیں۔ وہ طرداً للباب ہے۔ بس تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاس حضرت محبوب العالم و حضرت خاکی رحمہم اللہ قبول فرمائے۔ آمین :-

باتن مکتسبہ برکت گزشتہ مسیر !!  
یک تنش با خلق و یاد یگر بر آں گنگر شد است

مَعَ جِسْمٍ كَسْبِيٍّ فَوْقَ عَرْشِ سَيْرَةٍ  
فَأُحْدِثُ مِنْهُ بِخَلْقٍ وَثَيَّانٍ طَائِرًا

ترجمہ: ”مُرشدِ کاملِ جسمِ مثال کے ساتھ عرشِ الہی کی سیر و سیاحت میں ہوتا ہے اور اس کا جسم ظاہری خلق اللہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا خلاصہ بیشتر ابیات میں آچکا ہے۔“



از خدا و از رسولِ او خلافت یافتہ!  
دستِ پاکش مریدِ اللہ نایب و منظرِ شہادت

أَنَّه قَالَ الْخِلَافَةُ مِنْ آلِهِ وَالرَّسُولُ  
بِيَدِهِ الْبَيْضَاءُ أَصْحَابُ لَيْدِ اللَّهِ مَطْهَرٌ



ترجمہ: ”ہاں پیرِ حقانی تو میر نے اللہ اور اس کے رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت پائی ہے اور آپ کا دستِ مبارک اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت کا نایب اور جائے

ظہور ہے۔“  
التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:۔

تَوَلَّوْهُ: خَلَاْفَةٌ: جَالِثِيْنَ، قَائِمٌ مَقَامِ، سَبَبٌ بَرَّاءِ دُشَاهِ۔ یہ مذکرِ مؤنث پر بولا جاتا ہے۔ هَذَا خَلِيْفَةٌ۔ وَخَلِيْفَةٌ أُخْرَى، دُونُوں صَحِيْحٌ هِيَ۔ قَوْلُهُ يَدُكَ۔ يَدٌ مَّرَادٌ جَاءَ مَرْتَبَةً، قَدْرَتِ، طَاقَتِ، كَقَوْلِهِ مَالِكٌ عَلَيْكَ يَدٌ۔ تَمَّ كَوْنُ اسِ بِرِطَاقَتِ نَبِيِّنَا۔ خَلَاَصَتْ الشَّعْرُ:۔

شَارِحِ رَحْمَةِ اللّٰهِ اِنِّیْ شَرَحَ فِیْ فُرَاتِیْ هِیْ مِصْرَعٌ اَوَّلُ سِرَاجِ الْحِفْظِ هِیْ۔ اس حدیث پاک کی طرف اشارہ ہے کہ آپ نے فرمایا مَنْ اَمَرَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَى عَنِ الْمُنْكَرِ فَهُوَ خَلِيْفَتُ اللّٰهِ وَخَلِيْفَتُ رَسُوْلِهِ۔ جس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہا وہ زمین پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے۔ باقی رہا شرعی خلیفہ تو اسکی ذمہ داری یہ ہے کہ خلقِ خدا کی رہبری قرآن و سنت اور خاص کر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عمل کے مطابق کی جائے۔

امتحانِ پیرِ جُستَنِ عِصْمَتِ وَطَاعَتِ اَزُو  
شَوْمِ بَاشَدِ گَرِ مَرِيْدِ اَلْبِرَائِيْنَ سَرِشَدِ اَسْت  
اِبْتِلَاؤُهُ لِسَيِّخِهِ عِصْمَةٌ وَطَاعَةٌ  
لَشَوْمٍ لِّلْمُرِيْدِ لَوْ بَرَّاسِهِ اَسْبَرًا

ترجمہ: ”مُرشدِ کامل کو عصمت و پاکدامنی اور طاعت و عبادت میں امتحان و آزمائش کرنا

مُرید کے لئے انتہائی بد قسمتی اور بد بختی ہے اگر وہ پہچو قسم کا خیال اپنے دل میں لائے تو محروم ہوگا۔  
التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:-

سَبْرًا (ن) مِنْ سَبْرًا وَأَسْبِرَ وَاسْتَبْرَحَ الْجُرْحُ أَوِ الْبُرْءُ أَوِ الْمَاءُ بِجَانِحٍ كَرْنَا  
تجزیہ کرنا۔ آزمانا، مُرید کا امتحان پر کرنا اور اسکی معصومیت کا اعتقاد اور اس کے جسم کا ہر ہر عضو  
عبادت میں مشغول ہے کہ نہیں مُرید کی محرومیت کی نشانی ہے شعر میں سزا اول سے سزا اور سرد دم سے  
خیال مقصود ہے۔ آنے والا شعر اس کی دلیل ہے۔

منتہی را کہ گئے ترک ریاضت نافع است !  
مبتدی بے امرش از تارک شدہ از عرش دست

يَنْفَعُ لِلْمُنْتَهَى تَرْكُ الرِّيَاضَةِ قَائِمَةً  
ان ترکها المبتدعی من دون ادرہ از عرش

ترجمہ:- "منتہی کے لئے کبھی ترک ریاضت غیر مفروضہ نفع بخش بن جاتا ہے اور مبتدی  
کو کبھی عبادت کی اجازت کے بغیر ایسا کرے تو اس کی حالت خراب ہوگی اور وہ بے خبر و برکت ہوگا

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:-

تَوَلَّى؛ منتہی۔ اسم فاعل۔ از باب انتقال۔ انتہی۔ انتہاء الشیءُ نہایت  
تک پہنچنا۔ تَوَلَّى؛ الرِّيَاضَةُ جسمانی ورزش، ہری حالت سے اچھی حالت کی طرف  
تبدیلی۔ نفسانی اسلاف کی عبادت مراقبہ کے لئے عزلت گزینی و گوت نشینی۔  
تَوَلَّى؛ اَنْزَعَرَ؛ آدمی کا لاخیر محض ہونا۔ فعل متفرد ہے وہ لیکوُن ہے۔  
خلاد سے نثر ہے۔ یہ ہے کہ مبتدی کو منتہی کی تقلید سے بچنا چاہیے۔ ہاں اگر پیر و مُرشد  
اس کی اجازت دے تو کر سکتا ہے کیونکہ مبتدی اور منتہی میں بڑا فرق ہے۔ یہ بحث وظائف و نوافل



میں ہے اور فرائض کی بجا آوری میں دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

کار و بارِ واصلِ بینا بہر طور سی سزا ست  
لائق طالب نیاز و ترکِ کرو فرشتہ است

وَلَوْ اَصِلْ يَجُوزُ كَيْفَ شَاءَ يَجْمَلُ  
وَيُرَاعِي الْمُبْتَدِي عَجْزًا وَاَدْبًا وَاخْرًا

ترجمہ:- ”واصل باللہ یعنی خدا رسیدہ مُرشد کے لئے درست ہے کہ وہ جس طرح چاہیے اپنے اعمال اور وظائف کی ترتیب مطابق شرع دے البتہ مبتدی کو چاہیے کہ وہ اپنا کرو فرشتہ اور کمال و جلال چھوڑ کر عجز و انکساری اور ادب و احترام کے ساتھ اپنے رہبرِ طریقت کی اتباع و پیروی کے دُھن میں لگے رہے۔“

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:-

قَوْلُهُ: وَاَصِلْ: واصل سے مشتق ہے۔ جوڑنا اور جمع کرنا۔ وَاَصِلْ بِالْفِ دِينَارٍ اس نے ہزار دینار جمع کئے۔ اس جگہ اس سے وہ شخص مراد ہے جس نے علم سلوک کے مقامات طے کئے ہوں۔ قَوْلُهُ: يُرَاعِي: رَاعَى مُرَاعَاةً النُّجُومِ: ستاروں کو دیکھنا، اَلْاَمْرَ: مفاہلت کرنا، نتیجہ و انجام پر نظر کرنا۔

خُلَاصَةُ شَعْرِ:-

یہ ہے کہ علم سلوک جیسے اہم علم میں قدم رکھنے والے کو چاہیے کہ وہ ہر صورت میں اپنے رہبرِ طریقت کی پیروی اور اتباع کرے تب کسی مقام تک وہ پہنچنے کی اُمید رکھے اور واصل یعنی مُرشد اور علم سلوک کے مقامات طے کرنے والے کو اجازت ہے کہ وہ جیسا چاہیے تو اپنے اعمال اور وظائف کی ترتیب دے۔

تشریح رح فرماتے ہیں کہ اس شعر میں سلطانِ ولد کے اس بیان کی طرف اشارہ ہے کہ اولیاء اللہ کے ظاہری ناپسند افعال بھی عام آدمیوں کی طاعت سے بہتر ہیں۔ اس لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقْرَبِينَ۔ نیکوں کی نیکیاں مقربین مبارک گاہِ الہی کے ہاں گناہ ہوتی ہیں۔ اس لئے کہا گیا ہے:

بیت سے دور دورندایں عوام از حال شاں  
زاں گذشت از حد و عدا ہمال شاں

حضرت خواجہ حافظ رح فرماتے ہیں: سے

زاہدِ ظاہر پرست از حالِ ما آگاہ نیست

در حقِ ما ہر چہ گوید جای ہیج اگر اہ نیست

بُودِنِ خَالِیِ وَلی مُطْلِقِ زِ اَوْصَافِ بَشَرِ

نِیستِ مَمکنِ سِجِنِ جَانِ نَا اَدَمِ بِکِیْرَتِ شَدِ اَسْت

کَوْنُ اَحَدٍ مِّنْ وَلیِّ خَالِیَا مِّنْ ضَعْفِ نَفْسِ

مِنْ مَحَالَاتٍ مَّتٰی مَا الْجِسْمُ لِلرُّوحِ مَحْجَرًا

ترجمہ:- "جب تک روح کے لئے بدن انسانی قید خانہ ہے اس وقت تک اولیاء اللہ کا بالکل بشری کمزوریوں سے خالی ہونا ناممکن اور محال ہے۔"

التَّحْقِیْقُ النَّعْوِیُّ:-

قَوْلُهُ: وَلیّ = قریب۔ نزدیک۔ بارش کے بعد بارش۔ دوست خدا۔ اُس کی جمع اولیاء

اللہ آتی ہے جیسے کلام اللہ میں اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ الَّذِیْ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ہ

آیات۔ قَوْلُهُ: بَشَر، آدمی، اسکی جمع اَبَشَارُ ہے اور لفظ بَشَرٌ مفرد و جمع پر بھی بولا جاتا ہے۔

قَوْلُهُ: مَحْجَرًا = اور مَحْجَرٌ مِنَ الْعَیْنِ = آنکھ کا خانہ، یا عِجْمٌ اسکی جمع مَحَاجِرٌ آتی ہے۔

تَوَلَّاهُ؛ سَجْنٌ: قیدخانہ، اس کی جمع سَجُونٌ ہے اور السَّجَّانُ داروغہ جیل جیلر السَّجَّانِ  
 قیدی۔ مذکر کے لئے، اس کی جمع سَجْنَاءُ اور سَجْنَاءُ۔ اصل میں سَجْنَةٌ سَجْنًا۔  
 قید کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ والتَّحْقِيقُ الكَامِلُ فی المذْهَبِ :  
 خلاصہ شعر:-

رسالہ اقبالیہ سے ماخوذ ہے:-

”حق تعالیٰ بشر را چنان آفریدہ کہ ہرگز از مرتبہ بشری قدم بیالانہد۔ و اینکہ بشر  
 در عالم کون و فساد پاک و بے عیب تواند بود ممکن نیست کہ آن صفت خداوند است۔  
 انتہی۔ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ وہ بشریت سے ایک قدم بھی آگے  
 نہیں بڑھ سکتا اور یہ کہ اس عالم کون و فساد میں بے عیب بھی نہیں ہو سکتا اور بالکل  
 بے عیب ہونا صفتِ باری تعالیٰ ہے۔ لہذا امرتِ کامل کی کوتاہیوں پر غور کرنا نادانی  
 ناکامی کی علامت ہے شاعر نے اسی معنی کو اس شعر میں ادا کیا ہے :

شعر سے نکو بین باش اگر عقلت بجایست  
 اگر بے عیبے جوئی خدا یست

مُصْطَفَىٰ كَوْحُسْنِ الْخَلْقِ اَزْهَمَ مَخْلُوقٍ لُّبُودِ  
 گاہ گاہے در غضبِ چشمان او محم شد است  
 مُصْطَفَانَا اَحْسَنُ الْاَخْلَاقِ فِي خَلْقٍ وَكَانَ  
 يَفْضِبُ فِي بَعْضِ اَحْيَانٍ وَكَفِيحِي اَحْمَرًا

ترجمہ:- ہمارے پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم اخلاقِ عالیہ میں سارے مخلوقات سے افضل تھے  
 بائیں ہمہ گاہے گاہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمانِ مبارکہ غضبناک اور سرخ  
 ہو جاتی تھیں۔



مُوجِبُ لُطْفِ آن غَضِبُ بُوْدِ مَغْضُوْبٍ عَلَيْهِ  
بِهَيْبَتِي زِ اتِّبَاعِ اُوْدَانِ كَشَشِ مَظْهَرِ شَدَّاسْتِ

كَانَ ذَاكَ الْغَضَبُ رَحْمَةً عَلَى الْمُغْضُوْبِ  
هَكَذَا مِنْ تَالِيِيهِ مَنْ يَكُنْ لَهُ مَظْهَرًا



ترجمہ:- ” ہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک جس پر کبیدہ اور ناراضی ہوتا تھا وہ ناراضگی اس پر لطف اور رحمت ہوتی تھی۔ یہی حال آپ کے ان پیروؤں کا ہے جو آپ کے منظر اور آپ کے اخلاقِ عالیہ کے عکس و پرتو ہوتے ہیں۔  
التَّحْقِيْقُ اللَّغْوِيُّ:- قولہ: کَشَشِ (ش) اس میں ضمیر مفعول ہے یہ پیراجع ہے

غضب کی طرف۔ قولہ؛ اتباع: تابع کی جمع ہے۔ پیروؤں کو کہتے ہیں۔ شارح رح نے اگر چہ منظر کو بمعنی اسم طرف لیا ہے مگر یہ اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے یعنی ظاہر کرنے والا غصہ و غضب بہر حال یہ سکن کی خبر ہے اور اس کا اسم ثمیر ہے جو من کی طرف راجع ہے۔

ان دو شعروں کا خلاصہ:-

یہ ہے کہ غیظ و غضب کرنا اللہ تعالیٰ کے حقوق پر عمل کرانے کے لئے بشری لوازم میں سے ہے

چنانچہ حضرت میر سید علی ہمدانی رح فرماتے ہیں: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْضِبُ حَتَّى تُخْمَرَ عَيْنَاهُ وَوَجَبَانُهُ وَكَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي بَشَرٌ فَأَيُّهَا مَنْ لَمْ يَسْبَبْتَهُ أَوْ لَعْنْتَهُ أَوْ ضُرَبْتَهُ فَأَجْعَلْهَا مِنِّي صَلَوةً

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (اللہ کے لئے) انا غصہ ہونا تھا کہ آپ کے رخسار مبارکہ اور چہرہ مبارک ماذغ البصر و ما طعن پر گلاب نما سرخی دکھائی دیتی تھی۔ اور پھر آپ بارگاہ الہی میں دست بردار ہو کر فرماتے تھے بولا! میں بشر ہوں۔ پس اگر میں نے غصہ کی حالت میں کسی مسلمان کو کو سایا لعنت کی یا اس کی ضرب کاری فرمائی تو اس کے لئے وہ میری طرف سے سامان مغفرت بناؤ۔

اللہ اکبر۔ ہاں یہ ہمارے نبی کی حالت ہے۔ دوسرے ہیں ہم کہ شیطان بھی ہماری حالت دیکھ کر شرماتا ہے اور پھر دعویٰ اتنے بلند کہ سننے والا اگر عقل مند ہو تو شرماتا ہے۔

شعر:-  
ایں مدعیال در طلبش بے خبر اند

کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

نوٹ:- متن میں لفظ اتباع کا الف نہ پڑھے ورنہ شعر کا وزن ٹوٹ جائے گا۔

قول تلخ پیر جانرا صد شفا بخش است  
در مذاقِ نفس تلخ از مثل عاقر قرقش است



## شَرِي قَوْلِ الشَّيْخِ لِلرُّوحِ لَيْشْفِي مَاءَ مَرَضِ ذَوْقَهُ لِلنَّفْسِ لَوْ كَانَ كَالْعَاقِرِ ظَاهِرًا

ترجمہ: ”مرشد کامل کی نیر و تند نصیحت روح کی سینکڑوں بیماریوں کے لئے موجبِ شفاء ہے۔  
گو ظاہر میں اس نصیحت کی لذت نفس کے لئے عاقرِ قر جیسی کڑوی اور سخت تلخ ہوتی ہے۔

الذَّحَقِيقُ اللَّغْوِيُّ:-

قولہ: عاقرِ قر ایک جڑی بوٹی جو نہایت کڑوی ہوتی ہے۔ عربی میں اس کو عفاقیہ  
کہتے ہیں۔ یہاں ضرورتِ شعری کی وجہ سے ایک ”یا“ حذف کی گئی ہے۔ قولہ: شَرِي  
کڑوی اور تلخ چیز کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ تَابَطْبَاثُ شَرًّا کہتا ہے۔

شعر:- وَ لَهُ طَعْمَانِ أَمْرِي وَ شَرِي وَ كِلَا الطَّعْمَيْنِ تَذَاقُ كُلُّ

حُلاصَةُ شَعْر:- یہ ہے کہ جیسے دانا باپ اور سمجھلہ والدہ کی نصیحت اولاد کو تلخ اور  
ناگوار گزرتی ہے اسی طرح مرشدِ کامل کی تلخ نصائح میں بھی مُرید کی بہتری اور سعادت  
ہوتی ہے بشرطیکہ مُرید مرشدِ برحق کی نصائح پر عمل کرے اس لئے عقل مندوں نے کہا ہے  
کہ ”جو رہِ اُستاد بہ زہر پیدر“ اُستاد کی سختی باپ کی محبت سے کہیں زیادہ بہتر ہوتی ہے  
اور علمِ تصوف کے ماہرین کے ہاں یہ شعر شہرہ آفاق ہے۔

بھی سجادہ رنگین گن گرت پیرِ مغان گوید

کہ سالک بے خبر بنودِ راہ و رسم منزلہا

مہربانی فرما کر مہر اور رہ بر میں فرق کیجئے تب شعر مذکور پر بحث فرماویں۔

مار را آوازِ شیرین است اما مہلک است  
لطف و خیر است اب اگر آوازہ اش شر شر شدہ است

صَوْتٌ حَيَّةٌ تَجْذِبُ الْبَالَ وَلَكِنْ مُهْلِكَةٌ  
لَطْفٌ مَاءٍ طَيِّبٌ لَوْ كَانَ ذَلِكَ حُبْرًا

ترجمہ:- سانپ کی آواز ظاہر میں دلکش اور شیرین ہے لیکن حقیقت میں جان لیوا ہوتی ہے اور پانی نرم و شیرین ہوتا ہے اگرچہ اُس کی آواز میں تیز و تند ری اور شرشر سنائی دیتی ہے۔

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:-

قَوْلُهُ: حَيَّةٌ: سانپ۔ مَذْكَرٌ مُؤنَّثٌ، جَمْعٌ حَيَّاتٌ۔ الْحَيَّوْتُ: زرسانپ  
الْحَيُّ: محلہ، قبائل عرب میں سے چھوٹا سا قبیلہ، جمع احياء۔ الْحَيُّ: زندہ، نسبت کیلئے  
حَيَوِيٌّ، مؤنث حَيَّةٌ، اَرْضٌ حَيَّةٌ: سرسبز شاداب زمین، کہا جاتا ہے، لَا يَعْرِفُ  
الْحَيُّ مِنَ اللَّحْيِ: یعنی دو بیوقوف ہے۔ قَوْلُهُ: جَبْرًا: یہ جبراً سے ایک محاورہ  
ہے۔ زور سے کھینچنا، جھٹکا مارنا۔ یعنی جب کوئی زور سے چلے یا چلا جائے تو اُس کی تیز و تند  
آواز پر یہ لفظ بولتے ہیں باقی الفاظ کے معانی ظاہر ہیں۔

خُلَاصَةٌ شَعْرٌ: کسی کے ظاہری حسن و فسح اور اُس کی نرمی و گرمی پر نالان یا  
فریفتہ نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اُس کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کر لینی چاہیئے ورنہ آدمی بڑی مہیت  
میں گرفتار ہوگا۔ ہائے افسوس ہے کہ میں خود اس بلا میں مبتلا ہوا ہوں تو اس لئے میرا قلم  
یہاں پر مزید لکھنے سے تھر تھراتا ہے۔ سچ یہ ہے

قسمت کی بد نصیبی کو صتیا د کیا کرنے

سر پر گرا پہاڑ تو فریاد کیا کرے

اللہ بس باقی ہوس۔



اعظم الارکان ارادت رافنائی الشیخ ہست

ہر کہ را این نیست جز ہمیش گن کہ او مدبر شد است

اعظم مَرکَبِ الْمُرِيدِ الْفَنَائِي شَيْخُهُ !  
وَاعْلَمُ أَنَّ مَنْ خَلَا مِنْهُ يَقِينًا مُدَبِّرًا

ترجمہ:- ارادت مندی اور مرید صادق ہونے کی سب سے بڑی شرط یعنی رکن اعظم یہ ہے کہ پہلے مرید صادق فنائی الشیخ ہو جائے۔ اور پھر اس کے احکام و تعلیمات کا سرمؤخلات نہ کرے اور اچھی طرح سمجھ لے کہ جس مرید میں یہ صفت نہ ہو بلکہ اس سے بالکل خالی ہو تو اس کے بد نصیب اور بد بخت ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ :-

اس شعر کے الفاظ کے لغوی معنی ظاہر ہیں۔ پھر ضروری لفظوں کی تحقیق پہلے آیات میں آچکی ہے۔ البتہ شارح رح نے مُدَبِّرٌ باب افعال سے اسم مکان و زمان کے معنی میں لیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ مُدَبِّرٌ : اسم مکان و زمان است از ادبار کہ ضد اقبال است یعنی پشت دادن پس رفتن است یعنی ہر کہ رافنائی الشیخ نیست جای ادبار است و سزاوار اقبال نیست الخ خلاصہ شعر :- یہ ہے کہ سچے مرید کے لئے زیبا ہے کہ وہ فنائے فی الشیخ کا مقام حاصل کرے اسکی برکت سے وہ فنائے فی اللہ کے مقام تک پہنچ جائے گا۔ اور اپنے دل میں اپنے پیر کے ساتھ صدق و اخلاص پیدا کرے، اسی سے اسکی مشکلات آسان ہوں گی اور خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمہ اللہ کے مقامات میں ہے کہ مرید کو کوئی مشکل پیش آئے تو صبر و ضبط سے کام لے اور پھر مریدوں کے درجے بیان کئے ہیں۔ ہر ایک کے لئے جداگانہ احکام ہیں۔ فَرَّاجِعُ الْبَيْتِ :-

ہست مُرتدِ طریقتِ ناقبولِ ہرولی  
ہرکہ از فرمانِ شیخِ راستین منفر شد است

قَدِ انْتَدَى فِي الطَّرِيقَةِ وَصَحِيفًا مِنْ وَلِيِّ  
الَّذِي مِنْ شَجَرِهِ الْكَامِلِ أَضْحَى مُنْفَرًا

ترجمہ: "وہ شخص طریقت میں مُرتد اور تمام اولیاء سے دُور ہو گیا جو اپنے شیخِ کامل سے دھتکارا گیا ہے۔"

التَّحْقِيقُ اللُّغَوِيُّ :-

قَوْلُهُ: الطَّرِيقَةُ: عادات، حالت، مذہب، دھاری دار کپڑے کا لمبا ٹکڑا۔ لمبا درختِ خرما۔ حیمہ کاستون۔ سائیمیان کاستون۔ قوم کا شریف و افضل آدمی۔ جمع طرائق۔ اس جگہ اس سے وہ علم مراد ہے جس میں نفسِ انسانی کو پاک و صاف رکھنے سے بحث ہوتی ہے۔  
قَوْلُهُ: سَحِيفٌ: بمعنی دور۔ اسی سے فسُحْفًا لَا صُحْبَ السَّعِيرِ آیا ہے۔ احادیث میں اس کی تحقیق ملاحظہ کریں۔ قَوْلُهُ: مُنْفَرًا: اسم مفعول از باب افعال۔ دھتکارا ہوا، بھگایا ہوا۔  
خُلَاصَةُ شَعْرٍ: تمام اولیاء اللہ کُنُفُسٍ وَاحِدَةٍ۔ یک جان دو قالب کے مصداق ہے۔ یعنی جس کو ایک مُرشدِ کامل نے رد کیا وہ سب اولیاء اللہ کے دربار سے رد اور مُرتد ہوا۔ پس مرید کو ہوشیار رہنا چاہیے کہ اپنے مُرشدِ حقانی کی بیزاری سے پرہیز کرے اور اس سے بدگمان نہ ہو۔  
ذُئْ! اب نہ تو ایسے پیروں اور نہ ایسے مُریدین۔

گور بردو ہم رسالہ خوان و ہم شیخ آزما  
بے رہند جز آنکہ فرمانِ شیخِ الہبر شد است  
لِصِقِ اجْدَاثٍ وَقَلِّ الْعِلْمِ مَعَ مَنْ يَبْتَلِي  
تَبِيخَهُ الصَّالُونَ مَجْرَمٌ مَنْ يَطْعُهُ صَابِرًا

ترجمہ:- ”شیخ کامل کی اجازت کے بغیر قبروں سے چمٹنے والا، بے علم رسالہ خوان اور وہ جو اپنے شیخ کو امتحان کرتا ہو، یہ سب حیران و سرگردان ہیں، سوائے ان لوگوں کے جو اپنے شیخ کے فرمودات پر بہت صابر ہوں۔“

التحقیق اللغوی:-  
 قولہ: لَصِقَ، اللَّصِقُ وَاللَّصِقُ: نزدیک رہنے والا۔ چمٹنے والا سانسلی۔  
 اصل میں لَصِقَ مصدر۔ چپکنے کے معنی میں آتا ہے، قولہ: اجْدَاث جمع جدث بمعنی قبر۔  
 قرآن کریم میں: فَازَا هُمْ مِنَ الْاَجْدَاثِ اِلَى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ہ وارد ہے۔ قولہ: قَلْبٌ، الْقَلْبُ وَالْقَلْبُ: قَلِيلٌ، کسی چیز کا کم از کم حصہ اور کہا جاتا ہے هُوَ قَلْبُ ابْنِ قَلْبٍ کہ وہ بھی غیر معروف ہے اور اس کا باپ بھی غیر معروف ہے۔ اصل میں قَلْبٌ، قِلًا، قُلَّةٌ وَقِلَّةٌ کم ہونے کے معنی میں آتا ہے یہاں ضَالُوْنَ سے حیران ہونے اور ششدر ہونے والے مراد ہیں۔  
 قولہ: اَصْبَرُوا۔ اسم تفضیل بہت صبر کرنے والا۔

خلاصہ شعر:-

جناب شیخ نور الدین صاحب طرفانی رح کی تحقیق کے مطابق اس شعر میں تین اہم باتیں ہیں:-  
 ۱۔ مرشد کی اجازت کے بغیر زیارت کی جگہ پر رہبری کی امید سے بیٹھنا، دل تصوف کے کچھ رسالے پڑھ کر دھوکہ اور فریب میں پڑنا کہ میں کامل ہوں، ۳۔ مشائخ کے امتحان و ابتلا میں عمر گزارنا یہاں تک دنیا سے رخصت ہونے کا وقت پہنچ جائے۔ ایسے لوگ بے راہ ہیں اور ان سے کسی مسلمان کو علم سلوک میں فائدہ نہیں ہوگا۔

شکر قد کاں ظہیر الدین پناہ و پشت ما  
 قوت مستظہر از پشتی مستظہر شد است



شَكَرَ رَبِّ هُوَ ظَهِيْرُ الدِّيْنِ مَا وَاءَ لَنَا  
قُوَّةُ الطَّالِبِ وَفَتْقَ مَنْ بِهِ اسْتَنْظَهَرَا

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ ہمارے پیر کامل حضرت محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ دینِ حق کے مددگار اور ہمارے ماوی اور جای پناہ ہیں۔ اور طالب اور مریدِ صادق کی طاقت و قوت اس کے اس مددگار کے موافق ہوتی ہے جس کا وہ طالب اور مرید ہو اور جس سے وہ سچے دل سے مدد کا خواستگار اور طلبگار ہو۔

التشریح : شارح رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر فخر و مباهات فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ ہمیں ایسا رہبر کامل عنایت فرمایا ہے جو بے پناہ روحانی قوت اور سچی رہبری کی طاقت رکھتے ہیں۔ اس لئے ہم نے آپ کی طاقت اور اپنی سچی ارادتمندی سے آپ سے اپنا جھلا بھردیا ہے اور سچ کہے آپ دینِ حق کے بھی مددگار ہیں۔

## خُلَاصَةُ شَعْرٍ :-

حضرت شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارے پیر کامل جس طرح دینِ حق کے مددگار ہیں اور ہمارے سہارے اور جائے پناہ بھی ہیں اور مدد مانگنے والے کی طاقت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ کس سے مدد مانگتا ہے یہ شعر بطور فخر و مباهات ہے۔ اپنے مرشد کامل پر مکمل بھروسہ اور اعتماد ہے :

كاش قُرْبَانِم كُنْد، سَسْتَم چو در تَلِيْمِ اُو  
ہمچو اسماعیل کورا والدہ ہاجر شداست  
لَيْتَمَا شَيْخِي لِيَضْحِيْنِي فَاِنِّي مُسْلِمُهُ  
مِثْلَ اسْمَاعِيْلِكُ اُمُّهُ نَسِيْتُ هَاجِرَا

ترجمہ:- "کاش حضرت پیر کامل (حضرت محبوب العالم رحمہ) مجھے فریاد کریں کیونکہ میں ہر حال میں آنجناب کے ہر حکم کا تابع ہوں! اسی طرح جیسے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے تابع فرمان تھے۔"

### التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:-

قَوْلُهُ مُسْلِمَةٌ: مُسْلِمٌ اسَلام سے نکلا ہے جس کے کئی معنی آتے ہیں مثلاً مطیع و فرمان بردار ہونا، مذہبِ اسلام قبول کرنا۔ اسَلَمَ الْعَدُوُّ: دشمن کو چھوڑنا۔ اسَلَمَ اَمْرًا اِلَى اللّٰهِ: اس نے معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔ اسَلِمَ سَائِبًا سے ڈسا جانا۔

### خُلَاصَةُ شَعْر:-

اس شعر میں مرشد کامل پر مکمل اعتماد کا اظہار و افتخار ہے۔ اسی کو حضرت پیر رومی رحمہ اللہ نے اس شعر میں اس طرح ادا کیا ہے۔

بہجُو اسماعیل پیشش سر بندہ ، پیشش تیغش شاد و خندان جان بدہ  
اپنے پیرو مہر کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرو اور اسکی تلوار کے سامنے  
خندہ پستانی سے اپنی جان نثار کر۔

شکرٌ لِلّٰهِ كَثِيْرٌ مِّنْ اَنْواعِ فَرْحٍ

ناوے از محض کرم غمخوار این غمخوَر شد است

شُكْرًا لِلّٰهِ قَدْ تَبَدَّتْ فِيْ اَنْواعِ السُّرُوْرِ

مِنْ بَلَطِ فَهْ تَوَلَّى دَفْعَ هَمِيٍّ ناصِرًا

ترجمہ:- "اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر و احسان ہے کہ جب سے آنجناب مجھ غمزدہ کے غمخوار اور آقا ہوئے۔ اس وقت سے مجھ میں فرحت و سرور کے انواع و اقسام پیدا ہوئے ہیں۔"

## خلاصہ شعر:-

اس شعر میں صراحتاً اپنے مرشدِ کامل کی توجہِ خاص اور عنایتِ بے ثبات کا بیان ہے مگر یہاں پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اخلاص و محبت یہ ہے کہ زبان سے بھی اپنی محبت ظاہر نہ کرے پھر شارح رح کو اس کے ظاہر کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی اپنے بھائی سے محبت رکھے تو زبان سے اس کا اظہار کرنے تاکہ طرفین اس سے زیادہ لطف اندوز ہوں گے۔

خاکِ پاشِ چشمِ مارِ ابہترست از تو تیا  
گردِ راہش در دماغِ ما بہ از عنبر شد است  
و شرابِ ریحلہ للعینِ خیرٌ من کحل  
و عنبارٌ طرقتہ مسی مشافی عنبراً

ترجمہ:- ”آں پیرِ دستگیر کی پائے مبارک کی مٹی میری آنکھوں کے لئے سرمہ سے بھی زیادہ بہتر ہے اور آنجناب کے رستوں کے گرد و عنبار نے میرے دماغ کو عنبر سا مشک دار بنایا۔“

## التحقیق اللغوی:-

قولہ ”و شراب“ اس میں واو عاطفہ نہیں بلکہ استینافی ہے۔ شراب مٹی کو کہتے ہیں اس کی جمع زبان آتی ہے۔ جیسا کہ مستثنیٰ کے اس شعر میں ہے

نقلتُ لها این ارضِ العراق فقالت ونحن بنو بانہا

قولہ ”عنبار“ الغبرة والغبارۃ: خاک یا خاک کے باریک ذرات۔  
قولہ ”عنبر“: ایک قسم کی خوشبو۔ زعفران = ایک بڑی قسم کی مچھلی۔ جمع عنابر آتی ہے۔

خلاصہ شعر:- اس میں اپنے مرشدِ کامل سے کمالِ عقیدت و احترام کا بیان

اور منافق مریدوں کو نصیحت ہے کہ ان کا نفاق اور ان کی اندرونی خیانت پر ان حقائق آشنا سے پوشیدہ نہیں ہوتی۔

از کرم خواہد مراد درین امان از ہر خطر  
حال من چون واضح آن خاطر اخطار شد است  
انته یحفظنی من کلّ خطری من کرامہ  
ان حالنی علی بالہ لا ضحیٰ ازہرا

ترجمہ:- "مجھے آپ کے کرم و فضل سے امید ہے کہ آپ مجھے تمام خطرات سے محفوظ رکھنے میں ممد و مددگار ثابت ہوں گے۔ کیونکہ میرا ناکارہ حال آپ کے قلب مبارک پر روشن اور تابان ہے۔"

التحقیق اللغوی:-

تولہ خاطر، دل، جاش الشعمر فی خاطری = میرے دل میں شعری آمد ہوں  
قولہ خطر، الخطرۃ: قریب بہلاکت، اس کی جمع اخطار آتی ہے۔ تولہ: ادھر  
روشن، صاف رنگ والا، زہر، زہوراً، التلجج أو القصر أو وجہہ  
کہ چراغ یا چاند یا چہرے کا چمکنا اور روشن ہونا۔

خلاصہ شعر:-

میر کا دل کا یہ بھی مقصد اعلیٰ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مرید کو خطرات اور نفسانی خواہشات سے بچائے۔ حضرت خاکی رح شعر مذکور میں اپنے پیر کامل سے اسی کی استدعا کرتے ہیں۔

پارہت چوں ز شوق اندر کابش میدوم  
خار و خاشاک طریقم بہتر از گلر شد است  
فی مر کابہ متی اعدو بشوق را جلا  
شوک ممشای طریقی من و مرود اخیرا

ترجمہ: جب میں اپنے پیرِ کامل کی سواری کے آگے ننگے پاؤں دوڑتا ہوں تو اس راستے کا  
خس و خاشاک مجھے سبزہ زار اور گلابوں سے زیادہ بہتر دکھائی دیتا ہے۔

التحقیق اللغوی:

قَوْلُهُ أَمْدُودُ - واحد متکلم از باب نصر یعنی عدا، یعدو، عَدُوٌّ وَعَدُوٌّ وَأَنَا  
وَتَعْدَاءٌ، دوڑنا۔ فَلَانَا عَنِ الْأَمْرِ - معاملہ سے باز رکھنا۔

خَلَاصَةُ شَعْرٍ:-

اس شعر میں اپنے مرشدِ کامل کی عقیدت و احترام کا بیان و اظہار ہے جس کی برکت سے  
اقبال مندرجہ سعاد و نجات حاصل کر لیتا ہے۔ خواجہ بایزید بسطامی رح کے مقامات میں  
مذکور ہے کہ آپ کا خادم ابو موسیٰ پر جب وجد طاری ہوتا تھا تو یہ رباعی پڑھتے تھے  
آزاکہ چوں تو نگارِ دلبر با شد شاخِ طربش ہمیشہ پر بر با شد  
اس شعر کا ترجمہ:- ابو موسیٰ خادم حالت وجد میں اپنے رہبر حضرت بایزید بسطامی رح کو کہتے ہیں۔  
کہ جس کو آپ جیسا محبوب ہو اس کی شاخِ فرحت و شادابی ہمیشہ ہری بھری رہ جائے گی۔

یک نظر بر حالِ زارِ خاکی بے چارہ کن!  
کاں نظر بے کہ خاکِ تیرہ زان چوں زرشدا  
الْقِنْ نَفْرَةً إِلَى الْخَاكِي سُرْعًا  
نَفْرَةً تَجْعَلُ تَرِيَابَهُ كَذَهَبٍ حُمْرًا

ترجمہ:- اے میرے آقا! سن خستہ حالِ خاکی پر ایسی نظرِ کرم فرمائیے جس سے اس کی سیاہی اور  
کھوٹی چیز زرتاب بن جائے۔  
التحقیق اللغوی:-



قَوْلُهُ : خَاكِي : یہ حضرت ناظم رحمۃ اللہ کا تخلص ہے۔ اصلی نام مبارک داؤد ہے جو بعد میں بابا کے محترم لقب سے زبان زدِ خلاق ہوا۔ اور لفظ بابا کی لغوی تحقیق جلد اول میں آچکی ہے۔ اور تریبان کی تحقیق پیشتر ابیات میں آچکی ہے۔

خلاصہ شعر :-

حضرت حافظ شیرازی رحمہ اللہ اپنی دیوان میں فرماتے ہیں :- شعرے  
 آنا نکہ خاکرا بنظر کیمیا کنند آبا بود کہ گوشہ چشمی بما کنند  
 رہا یہ امر ممکن ہے ؟ تو اس کی تحقیق جلد اول میں آچکی ہے۔ یہ اولیاء اللہ کے ہاں کوئی بڑا کمال نہیں۔ ہاں جب سے لوگوں کے دلوں میں اعتقاد میں زوال آیا ہے۔ اس وقت سے اس میں شکوک پیدا ہونے لگے ہیں۔ ورنہ اس پر حدیث جبرئیلؑ بھی گواہ ہے :-

جیب و دامن دلش پر شوق حق سازای کریم  
 چوں گدائی در گاہت ابن مفلس افترا شد است  
 جَبِيْبٌ قَلْبِهِ بِعِشْقِ الْحَقِّ اِمْلًا يَا كَرِيْمُ  
 عِنْدَ بَابِكَ قَدْ اَتَيْتُ هَذَا الضَّعِيْفَ اَفْتَرًا

ترجمہ :- ”ای مہربان آقا! خاکی کا جیب اور اس کا دامن دل اللہ کے عشق و محبت سے پورے طور سے بھر دے کیونکہ یہ گدا آپ کی درگاہ میں فقیر و مفلس بن کر آیا ہے۔“

التَّحْقِيْقُ اللَّغَوِيُّ :-

قَوْلُهُ جَبِيْبٌ - الْجَبِيْبُ مِنَ الْقَمِيصِ : گریبان، دل، سینہ۔  
 قَوْلُهُ : كَرِيْمٌ - الكَرِيْمُ : بخشش کرنے والا، درگزر کرنے والا، سخاوت کرنے والا۔  
 کریم کی جمع کرام اور کرامت آتی ہے۔ کتابت کریم ”پسندیدہ کتاب“ رزق کریم ”عمدہ روزی“

یہ اسماءِ حسنیٰ میں سے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی میں تمام عمدہ صفتیں پائی جاتی ہیں۔

### خَلَاَصَةُ شَعْرٍ :-

یہ ہے کہ اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ مرشدِ کامل کی اتباع و پیروی اور ان کی عقیدت و خدمت سے دنیا طلبی مقصود نہیں ہونی چاہیے بلکہ اس سے حقیقت رسائی اور عشقِ حقیقی مراد مقصود ہونا چاہیے۔ اس لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے۔ **اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ**

**حُبِّكَ وَحُبِّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبِّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِي إِلَى حُبِّكَ -**

مولا! تم سے تیری محبت اور تیرے محب کی محبت مانگتا ہوں اور اس عمل کی محبت جو مجھے تیری محبت سے افسوس ہے کہ آج کل پیروں اور مریدوں کے ہاں عشقِ الہی کا سوال ہی نہیں بھیر بھی عشاق و معتقدین کی صف میں جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ سچ ہے سے

ای مرغِ سحر عشقِ زردانہ بیاموز کان سوختہ را جان شد آواز نیامد

لُطْفُ فَرْمَا از کرم یک جرعه این نشہ را

چوں ز جُلابِ محبتِ پُر ترا ساغر شد است

و بِلُطْفِ اعْطِ جُرْعَةً لِهَذَا الْعَاطِشِ

إِذٍ بِجُلَابِ الْمَحَبَّةِ مَلَيْتَ سَاغِرًا

ترجمہ :- ”ای مرشدِ حقانی از روئے لطف و مہربانی اس پیاسے کو بھی عشق و محبتِ الہی کا ایک

گھونٹ عنایت فرما کیونکہ عشقِ الہی سے آپ کا پیالہ (سینہ مبارک) بھرا پڑا اور چھلک رہا ہے۔“

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ :-

تولہ؛ جُلَابُ: قال فی المنجد: الجُلَابُ وَالْمَجْلَابُ: عَرَقُ كَلَابٍ مِنْ شَهْدِ

یا شکر سے تیار کیا ہوا شربت۔ تولہ؛ مَلَيْتَ: مَلَأْتُ بِمَلَأْتُ بھرنے کے معنی میں آتا ہے

اور ساغر مجرور ہے محلاً = اصل میں مُلِيتَ بِالسَّاعِرِ كَمَا قَالَ الشَّيْخُ الْجَبَلَانِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
فَسَاقِي الْقَوْمِ بِالْوَأْنِ مَلَاحِي.

خلاصہ شعر :-

مذکور الذکر تین شعروں میں التفات من الغیبتنا الی الخطاب ہے جس کی تفصیل علم المعانی  
کی کتابوں میں پوری تفصیل سے پائی جاتی ہے نیز اس بات پر تنبیہ ہے کہ علم تصوف اور پیر مریدی سے  
غرّت و جاہ طلبی مقصد نہیں بلکہ اس کا مقصد وصول الی اللہ ہے اور مرشدِ کامل اس تک پہنچنے کا بڑا  
وسیلہ ہے۔ اگر کوئی انگریزی دان ڈاکٹری کی ہزاروں کتابیں سامنے رکھے مگر کسی ڈاکٹر کے پاس شرفِ  
تلمذ نہ کرے تو وہ بیماریوں کے لئے اور بھی جان لیوا ثابت ہو گا۔

مَدْحُ شَيْخِ ابْنِ نَظِيمِ مَنْ وَرَدَ الْمُرِيدِينَ نَامِ يَأْتِ  
زَانِكُهُ وَرَدِشْ سَاخْتِنِ بَرِهَرِ مُرِيدِ اجْدَرِ شَدَا  
نَظْمِي هَذَا اسْمُهُ وَرَدُ الْمُرِيدِينَ مَدْحُ شَيْخِ  
وَرَدُكَ لِلْمُخْلِصِينَ صَامِرًا جِدًّا اجْدَرًا

ترجمہ :- میں نے پیرِ کامل کی مدح میں جو یہ قصیدہ مبارکہ لکھا ہے اس کا نام وَرَدُ الْمُرِيدِينَ  
قرار پایا ہے۔ کیونکہ اس کا پڑھنا اور ورد کرنا آپ کے تمام مخلصوں اور مریدوں کے لئے لائق  
اور بہت زیبا ہے۔

التَّحْقِيقُ اللَّغَوِيُّ :-

قَوْلُهُ : اجْدَرًا = اسم تفضیل، بہت لائق، یہ اصل میں جَدْرًا (لہ) جَدَامَةً  
بِكَذَا = لائق و اہل ہونا، اس سے صیغہ صفت جَدِيدٌ آتی ہے جس کی جمع جَدِيدُونَ و  
جَدَامَةٌ اور موت کے لئے جَدِيدَةٌ و جَدِيرَاتٌ و جَدَامَةٌ ہے۔ قَوْلُهُ وَرَدُ

وظیفہ۔ اس کا اصلی معنی پانی پر آنے یا پہنچنے کے ہے۔ کہتے ہیں۔ **فَرَدٌ، بَرْدٌ، وَرُودٌ، الْمَاءِ**  
 وغیرہ۔ پانی وغیرہ کی طرف متوجہ ہونا، لہذا لغوی اور اصطلاحی معنی میں مناسبت ظاہر ہے کہ اس قصیدہ کا  
 پڑھنے والا اور اس پر عمل کرنے والا دریا بی رحمت الہی پر پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ اس خاکسار کو بھی اس  
 رحمتِ خاتمہ میں داخل فرمائے۔ آمین ۛ

### خَلَاءِ شَعْرًا

چونکہ یہ قصیدہ مبارکہ ایمان و اسلام و ارادت کے مضامین پر مطابق سلفِ صالحین مشتمل ہے۔  
 اس لئے اس کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے سے پڑھنے والا سچا سنی مسلک مسلمان ہوگا۔ اور مبتدعین  
 اور گمراہ فرقوں سے ممتاز ہوگا۔ اور اہل سنت و الجماعت میں اس کا نام لکھا جائے گا۔ سارے اولیاء اللہ  
 صبح و شام وہ کلمات پڑھتے چلے آئے ہیں جن کی برکت سے غیر سنیوں اور گمراہ فرقوں سے الگ اور ممتاز ہو گئے۔  
 مثلاً حضرت میر سید علی الہمدانی رحمہ اللہ نے اسی نیک مقصد سے اُورادِ فتحیہ کے آخر میں یہ کلمات رکھے ہیں  
 تاکہ صبح و شام پڑھے جائیں اور سچے مومنوں میں پڑھنے والا شمار ہوگا۔ کیونکہ ان کلمات میں اصولِ اعتقاد کا  
 بیان ہے۔ جیسے **رَضِينَا بِاللّٰهِ تَعَالٰی رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**  
**نَبِيًّا وَرَسُولًا وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا وَبِالْكَعْبَةِ قِبْلَةً وَبِالصَّلَاةِ فَرِيضَةً**  
**وَبِالْمُؤْمِنِينَ إِخْوَانًا وَبِالصَّدِيقِ وَبِالْفَارُوقِ وَبِذِي النُّوْمَيْنِ وَبِالْمَرْفُوعِ**  
**أُمَّتُهُ طَرْضَوْنَا اللّٰهَ تَعَالٰی عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ** اور سلسلہ قادریہ والے یہ کلمات  
 بھی صبح و شام پڑھتے ہیں۔ **وَاشْهَدُ أَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَالنَّارَ حَقٌّ وَالْمَوْتَ حَقٌّ،**  
**وَالْقَبْرَ حَقٌّ، وَالسُّؤَالَ حَقٌّ، وَالْحِسَابَ حَقٌّ، وَالْبَعْثَ حَقٌّ وَالْمِيزَانَ حَقٌّ وَالصِّرَاطَ**  
**حَقٌّ وَالْمَرْوَةَ عَلَى الصِّرَاطِ حَقٌّ وَالْحَوْضَ حَقٌّ وَالتَّشْفَاعَةَ حَقٌّ وَرُؤْيَةَ اللّٰهِ**  
**مِنَ الْجَنَّةِ لِلْمُؤْمِنِينَ حَقٌّ وَجَمِيعَ أَوَامِرِ اللّٰهِ وَنَوَاهِيهِ حَقٌّ وَالْخَيْرَ وَالشَّرَّ كُلَّهُ بِقَضَاءِ**  
**اللّٰهِ وَامْرَاتِهِ وَ أَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا وَ أَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ وَ صَلَّى**

اللہ علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین ہ ان کلمات کا پڑھنا اور ان پر ایمان لانا فرض ہے۔ انہی کلمات سے باطل فرقوں سے نجات مل جاتی ہے۔

نوٹ: چونکہ کلمات بالا کا معنی عوام و خواص مسلمان جانتے ہیں اس لئے ان کے ترجمہ کرنے کی ضرورت

نہیں۔ ہم بودنا ممش ستر اجر الحکم کر فیض او!

میوہ زار اعتقاد ہر مرید انضر شد است

وکن البحر الحکم بحری اسمہ من فیضہ

سروض ایتان المریدین صامراً جداً انضراً

ترجمہ: ”اسی طرح اس کا نام بحر الحکم بھی لائق ذریعہ ہے کیونکہ اس کے فیض و برکت سے ہر مرید کے یقین و اعتقاد کا باغ تروتازہ اور سرسبز و شاداب ہے۔“

التحقیق اللغوی:-

قولہ: ”بحر الحکم“: اس کا لفظی ترجمہ حکمتوں کا سمندر ہے۔ البحر: سمندر، کھاری پانی، بڑا دریا، اسکی تصغیر، بحیر اور جمع آنجر و جوس و بحار ہے۔ البحر المتوسط اور بحر السوم، یورپ، ایشیا اور افریقہ کے درمیان کا سمندر۔ البحر المحيط: پانچ بڑے اظہار کو گھیرنے والا سمندر، بحر اقلانٹک جو سمندر یورپ، افریقہ اور امریکہ کے درمیان ہے۔ البحر حکمت دانائی، فہم و فراست عطا کرنے والی باتیں، میں نے حکم کی تفسیر ”شفاء البشر“ شرح کبریٰ احمد کے جلد اول میں متوسط طریقہ پر کی ہے۔ لہذا شفا کی طرف رجوع کریں۔ بہر حال اس میں کیا شک ہے کہ واقعی یہ کتاب حکمتوں اور علم نستون کے نکتوں کا سمندر ہے۔ قولہ: ”بحری“: لائق اور مناسب، اس کا اسم تفضیل ”بحری“: زیادہ لائق و زیادہ سزاوار ہے، بکثرت استعمال کیا جاتا ہے قولہ: ”انضی“: یہ اسم تفضیل ہے، بہت تروتازہ، انضی اللہ۔ اللہ تعالیٰ اسکو بہت تروتازہ بنائے۔ جملہ دعائیہ۔



یہ ہے کہ جس طرح سمندر نہایت وسیع و عریض ہوتا ہے اور ہمہ قسم کی نادر اور عمدہ چیزیں اس میں پائی جاتی ہیں یہی حال ورد المریدین کا ہے کہ اس میں علم دین خاص کر تصوف و سلوک کے تمام نکات و اسرار اور معارف کے خزانے پائے جاتے ہیں:

سہ صد و شصت نیز چند ابیات گوہر وار او  
 بہر صوفی بمعنی سبجہ گوہر شداست  
 عِدَّةً نَيْفًا وَ سِتِّينَ وَ ثَلَاثَ مِائَةٍ شَعْرٍ  
 سُبْحَةَ اللُّوْءِ بِمَعْنَى لِلْمُرِيدِينَ مُثْمَرًا

ترجمہ :- ”اس مبارک قصیدہ کے تین سو ساٹھ سے کچھ زائد موتی جیسے اشعار تابدار ہیں جو ہر صوفی کے لئے موتیوں کی تسبیح ہے اس لئے اس کو قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھنا چاہیے۔“

نوٹ :- جلد اول کے مقدمہ میں ہم نے اس شعر کی اصلیت پر بحث کی ہے بعد تحقیق بندہ کو اس میں بھی کچھ خامی نظر آئی ہے تو اس لئے اس شعر کو نیا لباس پہنا کر پیش کیا یہ محض اس وجہ سے ہے کہ ایک شعر کی وجہ سے ساری کتاب مشکوک نہ ہونے پائے۔ اور آج سابقہ شعر کی تبدیلی کی وجہ ہے کہ ”ورد المریدین کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہے کہ ہمگی و تمامی ۳۶۲ بیت شمارہ میں قصیدہ است“ اور جب میں نے ان کو شمار کیا تو یہ تعداد ٹھیک دکھائی دی۔ اور اگر چند ایک اشعار مذکورہ گنتی سے زیادہ ہوں گے تو سمجھ لیجئے وہ از قبیلہ مملحات و تحریفات ہیں۔ یہ محض اس لئے کرنا پڑا کہ بالفاق اہل تاریخ ۹۲۱ء میں قصیدہ مبارکہ پایہ تکمیل کو پہنچا اور حضرت ناظم کی تاریخ وفات ۹۱۲ء ہے یعنی تکمیل قصیدہ کے بعد حضرت خاکی قدس سرہ ۹۱۳ء میں سال بحیات تھے۔ اس اثنا میں شرح بھی آپ نے اپنے ہاتھوں سے لکھی پھر یہ کہنا کہ تقریباً ایک سو شعر قصیدہ ورد المریدین کے ضائع ہوئے ہیں، ناقابل فہم ہے اور پھر اس کا برا اثر

اس کی شرح دستور السالکین پر پڑنا لازمی ہے۔ لہذا اس کا واحد حل یہ ہے کہ جو ہم نے اختیار کیا چار صد  
والے شعر کے پڑھنے لکھنے میں کوئی غلطی ہوئی ہے باقی اصلی کتاب بدستور بحمد اللہ اپنے حال پر قائم ہے اور

یہ غلط شعر کتابوں میں اس طرح مذکور ہے۔

چہار صد با چہل و چند ابیات گو ہر وار او

بہر ہر صوفی بمعنی سُبْحیٰ گو ہر شداست

اور مصنف کا اور کوئی قصیدہ اس قصیدہ کے ساتھ ملانا محض بے علمی کا نتیجہ ہے اور بالفرض اگر اسے بھی  
اصلی کتاب کے ساتھ ملایا جائے تب بھی یہ عدد پوری نہیں ہوگی۔

بہر اس نظمیہ کہ قاری را بہر شد بہر است

فہم کُن تاریخ سالش مُرشدی رہبر شد است

إِنَّ هَذَا النَّظْمَ يَفْضِي كُلِّ نَاقِلٍ مُرْشِدًا  
عَامَ تَارِيخِهِ تَأْمَلُ مُرْشِدِي قَدْ زُجِرًا

ترجمہ: ”یہ قصیدہ مبارکہ ہر پڑھنے والے کو مُرشد کی طرف رہبری کرے گا لہذا اس کی تکمیل کی سال  
تاریخ بھی مُرشد کی رہبر (۱۶۱) سے نکلتی ہے۔“

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:-

قَوْلُهُ: تَارِيخٌ؛ تَارِيخٌ: يَوْمٌ أَوْ مَوْجِزَةٌ أَوْ مَوْجِزَةٌ الْكِتَابِ-

تاریخ ڈالنا۔ التاریخ: وقت کا بیان کسی چیز کے واقع ہونے کا وقت یا اس کی تاریخ جمع

تاریخ ہے علم التاریخ: وہ علم جو واقعات و حادثات کے بیان اور ان کی تاریخ پر مشتمل ہو۔

الْأَمْرُخُ: بَيْلٌ، أَوْ جَمْعُ أَمْرُوحٍ، الْأَمْرُخُ: نَيْلٌ كَأَنَّ وَاحِدًا مَرَحَتْهُ- جمع امرخ

آتی ہے۔ الْأَمْرُخِيَّةُ: پہاڑی بکری کا بچہ۔

خلاصہ شعر:- یہ ہے کہ کتابِ مَرْمُوكِ الْمُرِيدِينَ میں بالذات وبالاصالة حضرت

محبوب العالم رح کی عبادت و ریاضت اور آپ کے روحانی علو و برتری کا بیان ہے اور بالتبع سینکڑوں اولیاء اللہ اور ان کی کتابوں کے عجیب و واقعات اور ان کی پاکی و تقویٰ کا بھی ذکر ہے لہذا جس طرح ظاہر کا اثر باطن پر اور باطن کا اثر ظاہر پر پڑنا لازمی ہے تو قدرتی طور پر جو اس کتاب کو خلوص و نیک نیتی سے پڑھے گا تو وہ ضرور مرشدِ کامل اور رہبرِ فاضل کے تجسس اور تلاش میں پڑے گا۔ اللہم اجعلنی منہم۔

وصفِ شیخانِ ست اندرِ ضمنِ وصفِ شیخنا

شیخنا تاریخِ اوشیخانِ ہمیں دیگر شد است

مَدْحُ شَيْخَانِ لَتُرَى فِي ضَمَنِ مَدْحِ شَيْخِنَا

شَيْخُنَا تَارِيخُهُ شَيْخَانِ كَذَا تَدْعِبِرَا

ترجمہ:۔ تم اس کتاب میں یہ بات ضرور پاؤ گے کہ ہمارے پیر روشن ضمیر کی مدح و تعریف میں دوسرے مشائخِ کرام کا بھی ذکر آیا ہے لہذا اس قصیدہ مبارکہ کی مدح و تاریخ کے ضمن میں دوسرے مشائخِ کرام کے حالاتِ طیبہ بھی آئے ہیں اس لئے اس کا سالِ تاریخِ شیخنا اور شیخان بھی زیبا اور قابلِ ذکر ہے۔

مُحَلَا صَدِّ شَعْرًا۔

یہ حضرت مہینفِ قصیدہ علامہ خاکی رحمہ اللہ کی کمال نیک نیتی اور انتہائی خلوص ہے کہ اپنے پیر و مرشد کی طرح دوسرے مشائخ کا بھی احترام ملحوظ خاطر رکھا۔ ایسا اخلاص ہم لوگوں میں مفقود اور ناپید ہے۔

فِيضُنَاكَ اسْتِزْبْرَاءُ سَامِعَانَ وَقَارِيَانَ

فِيضُنَاكَ شَرُّكُمْ تَارِيخُ آلِ هَمِّ مَرْتَدِ اسْتِ

إِنَّهُ لَلسَّامِعِينَ وَالْقَارِيَةَ بَيْنَ فَيْضُنَاكَ

فَيْضُنَاكَ إِنْ أَوْ رَخَّخَهُ لَا صَحْحَى أَجْدَمًا

ترجمہ :- ”یہ مقدس قصیدہ سننے والوں اور پڑھنے والوں کے لئے فیضناک ہے یعنی بہت فیض رساں پس اگر میں اس کی تاریخ مکمل فیضناک قرار دوں تو وہ بھی لائق اور زیبا ہے۔“

### التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ :-

فیضناک :- بہت فیض رساں جس طرح فطرناک اور ہمناک اور ہولناک مبالغہ کا معنی دیتے ہیں۔ یہ عربی بھی بنا سکتا ہے۔ جیسا کہ محاورہ میں کہتے ہیں۔ مَاءٌ فَيُضِنُّ :- بہت پانی اور اہل عرب کہتے ہیں۔ اَعْطَاهُ غَيْضًا مِّنْ فَيْضٍ :- اس نے اس کو بہت میں سے تھوڑا دیا۔ مَرْحَلٌ فَيْضٌ :- بہت سخاوت کرنے والا۔ مَرْحَلٌ فَيَاضٌ :- بہت بخشش کرنے والا۔ حَدِيثٌ مَّفَاضٌ :- پھیلی ہوئی بات، تو اس لحاظ سے اس کا معنی ہوئے فیضناک۔ ہماری تمہاری طرف فیض رسائی، زیادہ سے زیادہ فَيْضُنَاكَ ہونا چاہیے۔ مگر شعر کی تنگ دامانی کی وجہ سے حرف جبر حذف کیا گیا۔ ولا باس فیہ۔

### خلاصہ شعر :-

مُصَنَّفٌ رَحْمَتٌ خَلْفَ طَرِيقِوْنَ اَوْرِ فِخْلَفِ كَلِمَاتٍ وَاشْعَارٍ مِّنْ تَكْمِيلِ كِتَابِ كِي تَارِيخِي اِهْمِيَّتِ  
بیان کرتے ہیں۔ کہ ہولناک سیاسی حالات اور دینی فتنوں میں یہ کتاب کھی گئی ہے اور اس میں مجھ جیسے  
آدمیوں کی بے حسی اور دینی کاموں میں سستی برتنے پر تنبیہ فرماتے ہیں۔

رُوحِ پِیرِ اِن دِر دِلِ مِّنْ بَازِ تَارِيخِي فِکْلِ  
مَفْخَرِ مَا كُوشِ جُورِ اُو بَہْرِ مَا مَفْخَرِ شَدِ اسْتِ  
تَمَّ اَلْقَتِ رُوحِ شِيخَانِ فِخْرِ اَمِّمِ فِى الْفُؤَادِ  
لِاَجْلِ اَنْتَ تَرَاةَ لِمُرِيدِيْنَ مَفْخَرًا

ترجمہ :- ”مرشدین یا تمکین کی ارواح مقدسہ نے میرے دل میں ایک اور تاریخ ڈال دی ہے

وہ فخرِ ماہ ہے۔ کیونکہ ہمارے مُرشدِ برحق ہمارے لئے باعثِ فخر و سعادت ہیں۔“

### التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:-

اس شعر میں منفخر با۔ ہمارا فخر تاریخ تکمیل کتاب نکلتی ہے اگر اس لفظ یعنی منفخر کا با محاورہ عربی میں ترجمہ کریں گے تو منفخر صرفاً ہوگا۔ مگر اس مادہ میں پر ایسا حرف "نون" داخل ہوگا جس سے مادہ تاریخ کتاب بگڑ جائے گا اس لئے ہم نے منفخر کے حروف یعنی مز-ن-خ-س-م-ا کو باقی رکھ کر ان کی ترتیب بدل دی جس سے مقصد میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ اور مادہ تاریخ بھی برقرار رہے گا۔ وہ فخرِ اُمم ہے۔ اُمتوں اور یا ایمان جماعتوں کا فخر و مباہات۔ دریں چہ شک۔ آجنا ب فخرِ اُمم تھے ہی۔ اس میں بھی مز-ن-خ-س-م-ا ہیں۔ فالحمد لله رب العالمین

خواستم تاریخ دیگر از پئے این مدح شیخ

بعد سالی لفظ مدح شیخ ہم موفرت شد است

وَلِهَذَا الْمَدْحِ تَشْتَعَامُ تَارِيخِ سِوَاهِ

بَعْدَ سَنَةِ لَفْظِ مَدْحِ تَشِيخِ اَيْضًا اَيْسَرًا

ترجمہ:- ”ہیں نے اپنے شیخ کی مدح کیلئے دوسری تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا تو ایک سال کے بعد یہی مدح

شیخ میرے لئے آسان بنایا گیا۔“

### التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:-

قوله؛ فَوْفَرًا اسم مفعول۔ تمام کردہ شدہ پورا کیا گیا۔ یہ شارح کی تحقیق ہے اس

اعتبار سے یہ باب افعال سے ہے۔ اور المنجد نے لکھا ہے۔ اَوْفَرَ فُلَانٌ الشَّيْخَ: زیادہ

کرنا۔ پورا کرنا۔ تَوْفَرَ عَلَى كَذَا: اپنی ہمت صرف کرنا۔ اَيْسَرَ: فعل ماہنی مجہول ہے۔ اس کا مادہ

اَيْسَرَ ہے جس کا معنی آسانی ہے۔ اَمْسَرَ الدِّينَ اَيْسَرَ: کہ دین اسلام آسان ہے۔



## خلاصہ شعر :-

شراح رحمۃ اللہ خود فرماتے ہیں کہ مدح شیخ میں ایک عدد زیادہ ہے مگر اس میں اس سال کا بھی خیال رکھنا چاہیے جو کتاب کی اصلی تکمیل کے بعد یہ مادہ تاریخ یعنی مدح شیخ عمل میں آیا۔ ورنہ ایک سال کا خواہ مخواہ زیادہ ہونا لازم آئے گا۔ دیکھئے کس قدر یہ عمیق النظر اور باریک بین تھے۔

فَرَحِمَ اللّٰهُ رَحْمَتًا وَّاسِعَةً ط

بہر حال تمام باصلاحیت شعراً اپنے قصیدوں کے آخر میں اپنے پسندیدہ ممدوح کی مادہ تاریخ

کو ختام المسک بناتے تھے۔

مدح شیخان است طاعت زان بہولانائے روم

مدح پیر خویش تن مقصود شش دفتر شاد است

مَدْحُ شَيْخَانِ طَاعَةِ عِ شَيْخِ رُومِي لِجَلِيهِ

مَدْحُ شَيْخٍ فِي سِتَّةِ الدَّفَائِرِ قَدْ زَبَرَ

ترجمہ: اپنے مرشدوں کی تعریف بھی یک گونہ عبادت ہے۔ اسے یاد رکھو اس لیے حضرت رومی رحمہ اللہ نے اپنے پیر حضرت شمس تبریزی رح کی چھ دفتروں میں مدح سرائی فرمائی ہے۔

التحقيق اللغوي :-

قَوْلُهُ: الدَّفَائِرُ = جمع دفتر، حبر، حساب کی کتاب۔ لکھنے کی کتاب۔

قَوْلُهُ: زَبَرَ = ترا۔ زَبَرَ = ترا۔ زَبَرَ = ترا۔ اس نے کتاب لکھی۔ الزَّبْرُ =

عقل، قوی، مضبوط، پتھر، تحریر، کلام، الْمِزْبُورُ = قلم، زَبُور = حضرت داؤد علیہ السلام پر

نازل شدہ کتاب، زَبِيرُ = بہادر کو کہتے ہیں۔

خلاصہ شعر :- فرماتے ہیں کہ اپنے سچے اور واقعی مرشد کی تعریف بھی عبادت میں شامل

ہے۔ کیونکہ آسے مرید کے دل کا رنگ دور ہو جاتا ہے اور اس سے حجاب غیبی غائب ہو کر قلب و دماغ پاک

ہو کر اہل اللہ کی قہرنت میں قدم رکھتا ہے۔ اس لئے حضرت جلال الدین رومی رحمہ اللہ علیہ نے بالذات بالاصالة اپنے رہبر کامل حضرت شمس الدین تبریزی قدس اللہ سرہ کی مدح و تعریف مشنوی شریف کے پچھ دفتروں میں لکھی ہے۔ گو اس میں دوسرے پیرانِ طریقت کے بھی حالات لکھ کر کتاب کو سونے پر سہاگا بنایا۔ مگر اصلی مقصود تو پیر کامل کی تعریف تھی۔ خود فرماتے ہیں:

خوشتر آں بات حدیث دلبران

گفتہ آید در لباس دیگران

اگر محبوبوں کے بیان میں دوسرے حضرات کا بھی ذکر آجائے تو وہ بھی عنایت اور مبارک ہے یہ وہ

حضرت رومی رح ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے۔ شعر ہے:

من چہ گویم وصف آں عالیجناب نیست پیغمبر ولی دار کتاب

افسوس ہے کہ عصر حاضر کے نام نہاد عالموں نے مدح سلف صالحین کی جگہ ان پر قبح و جرح

کرنا اپنا ایمان اور دستور بنایا ہے اس لئے ایسے عالم بھی امتِ موجودہ کے اسبابِ زوال میں سے ایک سبب گنے جاسکتے ہیں۔

ہم ز فرزند و مرید مولوی سلطان ولد

اندریں معنی کلام بی شمار اشہر شد است

ہكذا ابنك له المخلص سلطان ولد

صار في هذا البيان والمقام اشہرا

ترجمہ: ”اسی طرح حضرت پیر رومی رح کے مرید یا تلمیذوں میں اور فرزندِ دارِ جہند مولوی سلطان ولد بھی

اس بیان میں بہت مشہور اور معروف ہیں۔“

التحقیق اللغوی:-

قولہ:- اشہرا = یہ اسم تفضیل ہے لیکن عنائے مفعولی ادا کرتا ہے یعنی مشہور بہت زیادہ مشہور۔

خلاصہ شعر، مولینا سلطان اپنی بعض تصنیفات میں فرماتے ہیں کہ میں حسب عادت دوسرے اولیاء اللہ کی مدح و تعریف کرتا تھا۔ تو ایک دن شیطانِ جیم نے سامنے آکر کہا کہ تمہیں دوسروں کی مدح و تعریف سے کیا ملے گا۔ اس طرح اس نے چاہا کہ مجھے راہِ حق سے اغوا کر لے اور فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی عادت یارب، یارب، اے میرے مولا! اے میرے مولا کرنے کی تھی تو شیطانِ لعین نے اس سے کہا کہ تیری عمر گز گئی، یارب، یارب کرتے ہوئے، مگر کبھی جواب نہ آیا۔ اس طرح وہ مدتوں تک خاموش رہا اور ذکرِ الہی سے غافل رہا۔ آخر کچھ مدت کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے حالِ زار پر چوٹ میں آئی۔ حضرت حق نے اس کو خواب کی حالت میں فرمایا۔ تو نے یارب، یارب کہنا کیوں چھوڑ دیا۔ اس نے جواب دیا۔ مجھے اُس کا جواب کہ میں حاضر ہوں، کبھی نہیں آیا۔ حضرت حق جلّ ذکرہ نے اس کو فرمایا۔ یارب یارب کہنا، یہی میرا حاضر ہونا تھا۔ کیونکہ اس کے کہنے کی توفیق تم کو میں نے ہی دی تھی۔ اور لوگ اس طرح کیوں نہیں مجھے پکارتے تھے۔ تب وہ سمجھ گیا کہ اس کو شیطان نے یارب یارب کہنے سے روکا تھا۔ عرض شیطان کے اغوا کے مختلف طریقے ہیں۔ سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ بندہ کے دل میں اللہ والوں، دوستانِ خدا کی محبت ہو، وہ بھی اس طرح کہ نہ اُس میں افراط ہو اور نہ تفریط۔ مگر انہوں میں ہے کہ معاصر حاضر کے مسلمانوں کے دلوں میں دینداروں اور بزرگانِ دین کی محبت نہیں رہی۔

بہر حال تو مولوی سلطان ولد رحمہ اللہ اپنے مرثد کے نقشِ قدم پر چل کر دوستانِ خدا کے اذکار اور ان کے حالاتِ طیبات بیان کرنے کے بہت گرویدہ تھے۔ فرحمد اللہ رحمتاً واسعہ۔

بندہ زین شعرے کہ فیضِ صحبتِ فیاض او  
 بابشارتِ ہازِ مُلکِ غیبِ مُنبشرتُ است  
 صِرَتِ مِمَّا قَدْ نَظَمْتُ صُحْبَةً مِنْ فِضِّهِ  
 مِنْ مَعَالِیْ مُلْکِ غَیْبِ بِالْبَشَارَةِ مُبَشِّرًا

ترجمہ:- ”بندہ خاکی اس قصیدہ مبارکہ کی بدولت (جو کہ حقیقت آپ کی فیاض طبیعت اور صحبت فیض پراثر کا نتیجہ ہے) ملکِ غیب کی بلند یوں سے مختلف قسم کی بشارتوں اور خوشخبروں سے

نوازا گیا ہے۔“  
التحقیق اللغوی:-

قولہ: ”مُتَبَشِّرٌ بِبَابِ اسْتِفْعَالِ كَامِ مَفْعُولٍ هِيَ بَرْدُ زَنْ مُسْتَفْعَلٍ - بَشَارَاتٍ دَادَةٌ شَدَّةٌ - اسْتَبَشَّرَ بِهِ كَسِي تَسَّ مِنْ خَوْشٍ هُوَ نَابٌ لَبَّشْرَةٌ - كَسِي كَوْخُوشٌ كَرْنَا اور اس كَوْخُوشِ خَبْرِي سُنَانَا - بَشَائِرُ الصُّبْحِ - آعَارِزِ صَبْحٍ، بِأَشْرَ الْأَمْرِ - كَسِي كَامِ كَوْخُوشِ سُنَانَا، مُبَشِّرًا مَنصُوبًا - كَيُونَكِي هِي صِرْتُ كِي خَبْرٍ هِي بَانِي الْفَاظِ كِي تَحْقِيقِي بِشِيرَا جِكِي هِي -

خُلَاصَةً شَعَرَ:-

اس مخلصانہ دینی کوشش اور جدوجہد کا کوئی معاوضہ ہونا چاہیے۔ چونکہ یہ حضرات دنیا طلب نہیں تھے۔ ہاں آفسرت کی بہتری و کامیابی کے خواہاں اور طالب تھے۔ اس لئے کچھ بشارتیں خود آپ کو اپنے پرکامل نے سُنائیں۔ اور کچھ بشارتیں اپنے برادرانِ باصفائے سنی ہیں چونکہ حضرت شارح نے ان کا انکشاف نہیں فرمایا۔ اس لئے یہ حقیر بھی مزید تشریح شعر سے گریز کرتا ہے:

کاتب وقاری و سامع ہم بشارت یافتند  
زانکہ رحمت بر سر اس بہر سہ مستمطر شد  
وَكَذَلِكَ الْكَاتِبُ وَالْقَارِي وَالسَّامِعُ لَهَا  
فَعَلَى كُلِّ الثَّلَاثَةِ جُودُ رَبِّ مُمْتَرًا

ترجمہ:- ”اسی طرح اس قصیدہ مبارکہ کے لکھنے والے، پڑھنے والے اور اس کے سُننے والے نے بھی بشارت و خوشخبری پائی کہ ان پر رحمتِ الہی کی بارش برس رہی ہے۔“  
التحقیق اللغوی:

قَوْلُهُ؛ رَحْمَتٌ، رَحْمَةٌ، رَحْمَةٌ، رَحْمَةٌ وَرَحْمَةٌ وَرَحْمَةٌ تَرْسُ كَهَانًا۔  
 رحم دل ہونا، مہربانی اور شفقت کرنا، معاف کرنا، مغفرت کرنا۔ رَحْمَةٌ وَرَحْمَةٌ عَلَيْهِ  
 رَحْمَةٌ اللہ کہنا قَوْلُهُ؛ يَسْتَمَطِرُ اسم مفعول = بارش کے لئے کھلا میدان، یہ کتاب بھی  
 رحمت ایزدی کے لئے کھلا میدان ہے۔ اِسْتَمَطَرَ فُلَانٌ مِنْ فُلَانٍ کسی سے  
 بخشش کیلئے التجا کرنا۔ قَوْلُهُ؛ مَطَرٌ باب افعال کا اسم مفعول ہے، بارش برسایا ہوا، اِسْمَطَرَ  
 السَّمَاءُ = آسمان کا بارش برسانا، اَمَطَرَ الْمَكَاتِ = کسی جگہ کو بارش برسایا ہوا پانا۔ مادہ  
 اس کا مَطَرٌ ہے بارش۔

خَلَاصَةُ شَعْرَةٍ۔

حضرت شجاع رح کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح ہیں حضرت خاکی رحم اس قصیدہ مبارکہ کی  
 تصنیف کی برکت قسم قسم کی بشارتوں اور خوشخبر لوگوں سے بہرہ ور ہوا ہوں تو مجھے امید ہے کہ اسی طرح  
 اب اس مبارک قصیدہ کے لکھنے، پڑھنے اور اس کے سننے والے بھی بشارتوں سے لطف اندوز اور ان پر  
 بھی رحمت الہی کی بارش برس پڑے گی۔ کیونکہ اس قصیدہ میں جہاں اولیاء اللہ اور عباد الرحمن کے  
 حالات و فرمودات کا بیان ہے وہاں اس میں بالخصوص اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا بھی ذکر خصوصی  
 ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ سُنْدُ ذِكْرِ الصَّالِحِينَ تَنْزِيلُ الرَّحْمَةِ کہ  
 نیکو کاروں کے روح افزا حالات بیان کرتے وقت رحمت الہی نازل ہوتی ہے اور حضرت کعب بن زہیر  
 رضی اللہ عنہ نے بھی جب امن حاصل کرنے کے بعد حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قصیدہ  
 بانٹ سعاد سنایا۔ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہل بیت  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و تعریف ہے تو آپ نے بہت محظوظ و سرور ہو کر قصیدہ مذکورہ کے اختتام  
 پر فرمایا۔ اَنَا ضَامِنٌ لِقَائِهَا وَسَامِعُهَا وَكَاتِبُهَا وَحَافِظُهَا بِدُخُولِ الْجَنَّةِ  
 کہ میں اس کے مصنف، اس کے بادی سننے والے اور اس کے لکھنے والے اور اس کو یاد کرنے والے کیلئے  
 جنت میں داخل ہونے کا ضامن اور ذمہ داری لیتا ہوں۔ اور آپ نے خود کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کو اپنا



رداءِ مبارک انعام کے طور پر عطا فرمایا۔ آپ بھی اب اس قصیدہ بابت سعادت کے صرف تین شعر ملاحظہ فرمادیں جن میں خاص طور پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہے۔

۱۰ اُنْبِئْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْعَدَنِي

وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَا مَوْكُ

ترجمہ: ”مجھے خبر دی گئی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے قتل کی دھمکی دی ہے حالانکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عفو و کرم اور جود و احسان کی زیادہ امید ہے۔“

۱۱ اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ يُّسْتَنْصَا عَرَبِيْهٖ

مَهْتَدٌ مِّنْ سُبُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْكٌ

ترجمہ: ”بے شک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑے ربانی نور ہیں۔ جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اور اندھیری دور کی جاتی ہے اور آپ ربانی ساخت کی سوتی ہوئی تیرنلوار ہیں۔“

۱۲ وَقَدْ اَنْبِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ مُقَدِّمًا

وَالْعَدَمِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَقْبُوْلٌ

ترجمہ: ”میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عذر خواہ ہو کر آیا ہوں اور عذر خواہی اور معذرت خواہی دربار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مقبول ہے۔“

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے سے پہلے آپ ص کی ہجو کی تھی جس سے آپ کا خاطر غاظر کبیدہ تھا۔ اور آپ نے کعب کے قتل کا حکم فرمایا تھا لیکن جب وہ مسلمان ہو کر توبہ کر کے حاضر ہوئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی معذرت قبول فرمائی مگر اب علماء اسلام نے باب التوبہ بند کیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا حد شرعی سے بیخ نہیں سکتا۔

شراح رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ زیر بحث متن کا شعر کاتب و قاری الی آخر لکھنے کا داعیہ اُس روز ہوا جبکہ پیر حقائق تنویر حضرت محبوب العالم رحمہ اللہ کی متبرک مجلس میں بعض مخلصین حضرات و رد المریدین کی کتابت، کچھ قرأت میں مشغول ہوئے اور بعض حضرات پورے توفیق و ذوق سے

یہ مبارک قصیدہ سنتے تھے پیر کامل رحمہ اللہ نے ان کو فرمایا۔ آپ اس مشغولیت، کتابت، قرأت اور اس کی سماعت کو معمولی مشغولیت نہ جانیں بلکہ یہ مشغولیت از قبیلہ طاعت و عبادت ہے وجہ یہ ہے کہ مجھے اس وقت محسوس ہوتا ہے کہ آپ میں سے پڑھنے والوں، لکھنے اور اس کے سُننے والوں پر رحمت الہی نازل ہو رہی ہے حضرت شراح رح فرماتے ہیں کہ میں نے فوراً آپ کے ان کلمات کو شعر کی شکل دے کر بطور تبرک اس کتاب میں درج کیا کیونکہ آپ کا ارشاد از قبیلہ کشف ہونے کے علاوہ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمتا یاد آیا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقدم الذکر ارشاد بھی یاد آیا جو آپ نے حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ افاضاً من الخ یعنی حضرت محبوب العالم رح کا کشف مطابق عقل و نقل ہونے کی وجہ سے فوراً وہ بصورت شعر قصیدہ میں درج کیا گیا **يَسْبُحُ اللّٰهُ ط** ایسے ربانی پیروں کے کیا کہنے، ان کے مریدوں کی قدر دانی کس قدر قابل داد و ستائش ہے۔

اللّٰهُمَّ احْشُرْنِي مَعَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَا كُنَّ تَوَكَّلْتُ عَلَيْهِ هَذِهِ  
بِدَّةٌ مِّمَّا قَالِ الشَّارِحُ تَحْتَ هَذَا الشَّعْرِ۔

اندریں وقت اینچنیں شعر مبارک کس نگفت

گرچہ از انبائے جنسم ہر یکے اشعر شد است

اِنَّ فِي هَذَا الزَّمَانِ مِثْلَ شَعْرِي الطَّيِّبِ

مِنْ زَوْيٍّ لَمْ يَقُلْ اَحَدٌ وَّهُوَ اشْعَرًا

ترجمہ:۔ بے شک اس زمانہ میں میرے ہم جنس علماء و شعراء نامدار میں سے کسی نے میرا جیسا قصیدہ نہیں کہا۔ اگرچہ وہ علم و ادب اور سخن دانی کے اعتبار سے بڑے شاعر و قاضی ہیں۔

التحقيق اللغوي:۔ قولہ: الزمان = وقت۔ اس کی جمع اَنْ مِّنَ الزَّمَانِ

آتی ہے۔ اذمۃ السنۃ = سال کی چار فصلیں۔ بہار۔ گرمی۔ برسات۔ جاڑا۔  
 اذمۃ اللہ = اللہ نے اس کو لہجے میں مبتلا کیا ہے۔ رطایہ سوال کہ زمانہ کی اصلی  
 حقیقت کیا ہے اور یہ کہ یہ حادثہ ہے یا قدیم۔ دونوں سوالوں کو اب تک کسی نے حل نہیں کیا صرف  
 متکلمین اسلام نے قرآن کریم کی روشنی میں دونوں سوالوں کا جواب دیا ہے کہ جن مادی اسباب  
 کے تحت یہ پیدا ہوتے ہیں ان کا خالق حضرت اللہ ہے۔ لہذا یہ بھی مخلوق اور حادثہ ہے۔  
 کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ بِرَاحِطِي طَرِحَ غَوْرَ كَيْبِءٍ تَوْ حَقِيقَتِ سَا مَنۡنِ آئِے كِی۔ قَوْلُءُ؛ شَعْرِي  
 شرمادہ ہے۔ منظوم کلام، موزون کلام یعنی وہ یا معنی کلام جو ان اوزان پر جو ماہرین فن  
 مانند خلیل بن احمد نے مقرر کئے ہیں۔ بہر حال۔ اشعر = بہت اور لمبے بال رکھنے والے مرد کو  
 بھی کہتے ہیں۔ مؤنث کے لئے شعراء بولتے ہیں۔ قَوْلُءُ؛ هِنِّ ذَوِیءٍ؛ یعنی میرے ابناء  
 جنس جیسے اِنَّمَا یَعْرِفُ ذَا الْفَضْلِ ذَوْوُءُ۔ کہ اہل علم ہی علم والوں کی قابلیت کا  
 اندازہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

شعر من اندر بیان اصل و فروع شرع شد  
 زال ز من راضی خدا و روح پیغمبر شد است  
 اِنَّا شَعْرِي فِيْ اَصُوْلِ الشَّرْعِ كُتُبُ فَرْعِهِ  
 فَبِذَلِكَ الْاِلٰهَةِ وَالنَّبِيِّ لِيْ شَكَرًا  
 ترجمہ :-

اس قصیدہ میں میرے ابیات کے سب شریعت کے اصول و فروع کے بیان میں ہیں اسلئے  
 اللہ تعالیٰ اور ان حضور سلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے راضی اور شکر گزار ہیں۔

خلاصہ شعر: حضرت تاظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میرے اشعار شریعت اسلامیہ  
 کے قواعد اور اصول و فروع کی تشریح کے بیان میں ہیں اور گویا میں نے اپنے قصیدہ میں  
 اپنے ذاتی خیالات کی وضاحت نہیں کی بلکہ شریعت کے احکام اور اس کے اصول و فروع کی

تشریح کی ہے اور قرآن و سنت اور اجماع امت و قیاس شرعی کی ترجمانی کی ہے اسلئے اللہ تعالیٰ اور اس کا پیغمبر مجھ سے خوش اور شکر گزار ہیں۔ اور مجھے اس کے عوض میں بہترین صلہ مل جائیگا کیونکہ اس کا وعدہ ہے ذَلِكْ اِمْنٌ خَشِي رَبَّهُ کہ خدا تعالیٰ کی خوشنودی ان کو بھی ملے گی جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں گے اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ قصیدہ فریدہ تقویٰ باللہ کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ انتہی مختصراً۔

نوٹ: شعر معرب میں بجائے واو عطف حرف ضم لانے میں یہ حکمت ہے کہ اصول کی اہمیت واضح ہو جائے اور ان لوگوں کی توجیح ہو جائے جو شروع سے کنارہ کشی اختیار کر کے اصول کو بھی پگاڑنے کے ذریعے ہیں۔ یا یہ کہ ضم حرف عطف کے لئے ہے تراخی کے لئے نہیں۔ واللہ اعلم۔



ہم شریعت ہم طریقت ہم حقیقت اندرو  
شد مبین نحمد آرا منصفہ کا فکر شد است  
للشريعة والطريقة والحقيقة جامع  
يفهم تلك المعاني منصف ان فكرا

ترجمہ:- ”میرے اشعار شریعت، طریقت اور حقیقت کے سرار و معانی کے لئے جامع ہیں جنکو انصاف پسند آدمی ہی سمجھ سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ بھی میرے اشعار پر غور و فکر کرے۔“  
التحقیق اللغوی:-

شریعت: اوامر و نواہی اور وعدہ و وعید کا نام شریعت ہے۔ ان چیزوں کے مطالبہ  
عمل کرنا وہ بھی بلا تکلف طریقت کہلاتا ہے۔ پھر جب ایمان کے رنگ سے اعمال رنگین

ہو جائیں سلف صالح کی طرح اس وقت مقصد اعلیٰ اور منزل لایعنیٰ حاصل ہونے کو حقیقت کہتے ہیں  
 كَمَا قَالَ فِي قِيصِ الْبَارِي: ثُمَّ مَا نُقِلَ الْبِنَامِنِ الْأَوَامِرِ وَالنَّوَاهِي  
 وَالْوَعْدِ وَالْوَعِيدِ تَسْمَىٰ شَرِيعَةً. وَالتَّخْلِيقُ بِهَا يُسَمَّىٰ طَرِيقَةً  
 وَحِينَئِذٍ تَصْبِغُ الْأَعْمَالَ بِصَبْغِ الْإِيمَانِ كَمَا فِي الشَّلْفِ ثُمَّ الْفَنُونَ  
 بِالْمَقْصِدِ الْأَسْنَىٰ وَالنَّيْلِ بِمَا رَبُّ الْأَعْلَىٰ تَسْمَىٰ حَقِيقَةً۔  
 نوٹ:- جامع لہیفہ مذکور اس لئے لایا گیا کہ متن کے ماقبل شعر میں لفظ شعر کی معنی تعریف ہے  
 خلاصہ شعر:-

پھر حضرت ناظم اشعارِ حق اور اشعارِ باطلہ میں فرق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے اشعار  
 شریعت، طریقت اور حقیقت کی وضاحت و بیان میں ہیں اور یہ دینِ حق کے اسرار و معارف سمجھنے  
 میں معین و مددگار ہیں۔ اس لئے جن شاعروں کی ندمت قرآن کریم میں آئی ہے وہ میرے اس قصیدہ  
 پر حاوی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ مجھے اس قصیدہ مبارکہ سے رضاءِ ربانی اور شفاعتِ پیرانِ حقانی  
 نصیب ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہاں شریعت، طریقت اور حقیقت کے معانی میں کیا فرق ہے تو اس کی وضاحت میں نے اپنی  
 کتاب محبوب العالم پیرا میں کی ہے۔ یہاں پر مختصر فیض الباری کے حوالہ پر اکتفا کیا ہے۔

ہم مقاماتِ سلوک و ہم مقاماتِ اصول  
 گفتیم اینجا در تصوف و انطش امہر شد است  
 وَمَقَامَاتِ السُّلُوكِ وَمَقَالَاتِ الْأَصُولِ  
 فَهَتْ فِيهَا مِنْ تَصَوُّوفٍ مَنْ حَفِظَهَا أَمَّهْرًا

ترجمہ:- ”میں نے اس قصیدہ شریفہ کے ابیات میں علمِ سلوک کے مقامات اور اصولِ شرع کے  
 اقوالِ طیبہ کہے اور پیش کئے ہیں لہذا میں بہت زیادہ ثوابِ داریں کا حقدار و امیدوار ہوں۔“



## التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ :-

قَوْلُهُ ؛ تَصَوُّفٌ = وہ صوفی ہوا صوفیوں جیسے اخلاق اختیار کرنا۔ اُون کا لباس پہننا۔  
 صوفیہ = عبادت گزاروں کی جماعت۔ اس کا واحد صوفی ہے۔ صوفی وہ ہے جو خود کو فنا کر کے  
 اللہ سے تعلق رکھے جس میں اعلیٰ درجہ کا خلوص اور حقائق کی لیاقت ہو۔  
 قَوْلُهُ ؛ اَمَّهْرٌ = بہت ماہر ہونا۔ مَهْرٌ ؛ مَهْرًا، مَهَارَةٌ الشَّيْءِ وَفِيهِ وَبِهِ =  
 ماہر ہونا، تجربہ کاریا واقف ہونا۔ مَهْرٌ وَ اَمَّهْرٌ الْمَرْأَةِ = عورت کو مہر دینا۔



ہست اکثر معنی آیات و مضمون حدیث !  
 یا اثر یا وصف اس صاحب دل مہتر شد است  
 مِمَّا نَحْوِي عَلَى مَا فِي الْكِتَابِ وَالْحَدِيثِ  
 أَوْ عَلَى أَثَرِهِ وَصِفِ لَوْلِي أَبْصَارًا

ترجمہ :- ”اس قصیدہ مبارکہ میں قرآن و حدیث یا اثر کا بیان ہے یا صاحب بصیرت ولی کامل  
 کے حالات کی وضاحت ہے مراد اس سے محبوب العالم رح ہیں۔“

## التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ :-

قَوْلُهُ ؛ مَهْتَرٌ = برگزیدہ، کامل و افضل۔ قَوْلُهُ ؛ نَحْوِي، حَوَايَةُ وَحَيَا الشَّيْءِ  
 جمع کرنا۔ حَوَاةٌ نَحْوِيَّةٌ = قبضہ کرنا۔ قَوْلُهُ الْحَدِيثِ



باند بڑبڑ کہ خواندش رہ بہر مقصود ببرد  
 کہ محققہای دین مروی تدبیر تر شدست  
 مَن بِأَمْعَانٍ ثَلَاةٌ فَالْمَرَامَ حَصَلًا  
 مِّنْ شَبُوحِ دِينِ حَقِّ النَّفْكِ ذِكْرًا

ترجمہ: "جس نے اس قصیدہ مبارکہ کو باہوش و گوش پڑھا تو وہ ہر نوع اپنے ہر نیکی مقصد میں کامیاب ہوا اور محققین دین سے مذکور ہے کہ ہر بات میں تفکر و تدبیر ضروری ہے۔"

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:-

قَوْلُهُ: تَدَبَّرَ = بَابُ تَفَعَّلَ كَمَا مَصْدَرٌ هِيَ - جس کے معنی یہ ہیں کہ کسی امر کے نتائج پر غور و فکر کرنا اور قرآن مجید نے اسی کی طرف اس آیت مبارکہ میں اشارہ فرمایا ہے: "أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا" کیا یہ لوگ قرآن مجید پر غور و فکر نہیں کرتے اگر یہ خدا کا کلام نہ ہوتا تو وہ اس میں زبردستی اختلاف دیکھتے۔"

قَوْلُهُ: تَدَبَّرَ - تَدَبَّرَ الْأَمْرَ: کسی امر کے نتائج پر غور و فکر کرنا، اَدْبَرْتِ النَّبِيَا = اقبالِ مندی کا ختم ہونا۔ اَدْبَرَ الْأَمْرَ = معاملہ ختم ہوا۔ اَمْعَانٍ کا معنی بھی غور و فکر کرنا ہے۔

## خُلاصَةً شَعْرًا -

مقصد شعر یہ ہے کہ اس قصیدہ منبر کہ پر غور کرو اور دیکھو کہ حضرت حق جل شانہ نے کیسے بالمال اور باشان مخلوق کو پیدا کیا تم بھی ان کی اطاعت و فرمان برداری کرو۔ اور ان سے تعلق قائم کر کے اس شعر کا سہارا بن جاؤ۔

شعر :- " جمال ہم نشین درمن اثر کرد  
وگر نہ من ہمان خاتم کہ ہستم "

قاریا اَرْمَنْصِفِي فَأَنْظُرْ إِلَى مَا قَالَتْ خَوَا  
قَوْلَ لَا تَنْظُرْ إِلَى مَنْ قَالَ هَمَّ ابْرَهْمُ شَدَا

قَارِيُ أَنْ مَنصِفٌ فَأَنْظُرْ إِلَى مَا قَالَتْ فِيهِ  
قَوْلُ لَا تَنْظُرْ إِلَى مَنْ قَالَ أَضْحَى أَبْهَرًا

ترجمہ :- " اے اس قصیدہ مبارکہ کے پڑھنے والے اگر تم انصاف پسند ہو تو اس کے کہنے والے کی طرف نہ دیکھو بلکہ اس بات کا لحاظ رکھو کہ اس نے کیا کہا۔ کیونکہ یہ بات ضرب المثل ہے کہ کہنے والے کی طرف نہیں بلکہ اسکی بات کی طرف دیکھنا چاہیے۔ "

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ :-

قَوْلُهُ ؛ أَبْهَرٌ = روشن، شریف تر اور شہور چیز۔ عجیب کام کرنا۔ فقر کے بعد غنی ہونا۔ گرمی میں داخل ہونا۔ عربی شعر کی نحوی ترکیب یوں ہوگی۔ قول لا تَنْظُرْ إِلَى مَنْ قَالَ صَارَ عِنْدَ الْعُقَلَاءِ وَاهِلَ الْأَنْصَافِ مَقْبُولًا وَاعْتَمَ لِعَظْمَةِ هَذَا الْقَوْلِ۔

خُلاصَةُ شَعْرًا :-

حضرت ناظم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس قصیدہ مبارکہ کو پڑھتے وقت میری طرف نہیں بلکہ جو میں نے اولیاء اللہ کے حالات اور سینکڑوں کتابوں کے نقول پیش کئے۔ اور خاص کر آفتاب تابان حضرت محبوب

یزدواں محبوب العالم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات قلم بند کئے ہیں ان پر انصاف سے غور کرو اور حق و باطل میں امتیاز کرنے کے اصول زیر نظر رکھ کر میرے قصیدہ مبارکہ کو پڑھو اور اس کے مطابق عمل کرو۔

بعد ایں ورودِ مبارک فاتحہ ختمے کنید  
ای عزیزاں بہر ایں ناظم کہ بس مضطر شد است  
غِبَّ هَذَا الْوِزْدِ ذِي الشَّانِ أَتْلُوْنَ الْفَاتِحَةَ  
يَا أَحِبَّتِي لِنَاظِمٍ عَلَيْهِ عُسْرًا

ترجمہ: ”ای میرے عزیزو! اس عظیم الشان و ظیفہ کے مطالعہ کے بعد میرے لئے فاتحہ پڑھو کیونکہ یہ ناظم قصیدہ انتہائی تنگی اور پریشان حالی میں مبتلا ہے۔“

التَّحْقِيقُ اللَّغْوِيُّ:-

قَوْلُهُ: غِبَّ بِمَعْنَى بَعْدَ۔ كَمَا فِي ابْدَعِ الْأَسْبَابِيبِ۔ قَوْلُهُ: ذِي الشَّانِ  
یعنی شاندار ذکر اور وظیفہ۔ قَوْلُهُ: الشَّانُ: بڑے بڑے امور و احوال، معاملہ۔  
وَمَا شَأْنُكَ: تمہارا کیا حال ہے یا تمہارا کیا کام ہے، شَانُ کی جمع شُنُونٌ = شَانٌ  
شَيْنٌ۔ قَوْلُهُ: أَتْلُوْنَ = صِبْغَةٌ جمع مذکر امر حاضر معروف بانوْنِ تَقْدِیْدِ پڑھنے کے  
معنی میں ہے۔ اس کا اصل تِلَاوَةٌ ہے یہ لفظ یعنی اس کا مادہ فَرَقَانٌ حمید میں جگہ جگہ آیا،  
قَوْلُهُ: عُسْرًا: یہ باب تَفْعِيلِ کا صِبْغَةٌ واحد مذکر غائب فعل ماضی مجہول ہے یہ عُسْرًا  
الْأَمْرُ: دُشْوَارِ کرنا، مخالف کرنا۔ یا اُنْیَسَ طرف سے آنا۔ مزید مطالعہ کے لئے المُنْجِدُ  
مطالعہ فرمائیے۔ اضطرار اور تعسیر میں معنوی مناسبت بالکل ظاہر ہے کہ اضطرار میں بھی دشواری  
ہوتی ہے اور تعسیر کا مادہ اور اصل عُسْرٌ ہے جس کی صند یس ہے کہ دشواری و آسانی۔ فَإِنَّ مَعَ

الْعُسْرُ يُسْرًا يَادِ كَيْفِيَّةٍ -

خُلَاصَةُ شَعَرٍ -

حضرت ناظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قصیدہ مبارکہ علم تصوف کا عطر اور جوہر ہے اور یہ کہ اس میں تصوف کے اصول مسائل کے علاوہ اس کے لوازم و مبادیات بھی آگے ہیں۔ اور سب سے پہلے سینکڑوں حضراتِ صوفیہ کے حالات و مقامات اور پند و نصائح بھی اس میں موجود ہیں۔ اس سے میرا مقصود نام و نمود اور فخر و مباہات کا اظہار نہیں، ہاں اسکے مطالعہ کے بعد میرے لئے فاتحہ خوانی کر کے میری رُوح مُعلیٰ کو تازگی بخشتا کرو اور ضمناً اس سے ظاہری تنگی وزبوں حالی بھی انشاء اللہ دور ہوگی۔ فَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ط  
وَصَلَّى اللهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقٍ سَبِّحْنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَالْإِلهِ وَاصِحَابِهِ أَجْمَعِينَ ط



## ضروری اعلان

چونکہ حیاتِ مستعار پر کوئی بھروسہ نہیں اس لئے میں مُنہ درجہ ذیل اہل علم حضرات پر مشتمل ایک علمی بورڈ کا اعلان کرتا ہوں جسے میرے بعد میری تصنیفات و تالیفات میں اپنی صوابدید کے مطابق مناسب ترمیم اور تلافی مافات کا مکمل اختیار ہوگا۔ بورڈ کے اراکین کو میری وصیت ہے کہ میری کتابوں میں اگر کبھی کسی کوتاہی یا خامی کی نشاندہی کی جائے تو سچی بات قبول کرنے میں پس و پیش نہ کریں۔ بورڈ مندرجہ ذیل اراکین پر مشتمل ہوگا :-

- ۱۔ جناب محمد امین واجدی
- ۲۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر رشید نازکی
- ۳۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر رشید نازکی
- ۴۔ جناب میر سید غلام احمد قادری منطقی
- ۵۔ جناب الحاج شوکت حسین کینگ
- ۶۔ عزیز القدر ڈاکٹر رشید محمد فاروق بخاری

(مصنف)





## ورد الموحدين

۱۹۷۳ء میں کشمیر میں ایک مختصر منظوم فارسی رسالہ قصیدہ ورد المریدین کے رد میں شایع ہوا۔ غالباً اس کا نام ورد الموحدين رکھا گیا تھا۔ اس تک بندی کے ذریعہ حضرت علامہ خاکی کے بعض اشعار پر تنقید کی گئی تھی۔ ان دنوں حضرت مولانا بخاری صاحب کے زیر اہانت ماہنامہ "التبلیغ" نکلتا تھا چنانچہ ماہ مارچ ۱۹۷۳ء کے شمارہ میں آپ نے وادی کے مشہور عالم دین اور مبلغ و خطیب جناب مولانا سید غلام رسول صاحب قمری (سجادہ نشین درگاہ سید قمر الدین شیرگڑھی سرینگر) کے استفسار پر رسالہ کے باب المسائل میں مذکورہ تک بندی کی دھجیاں فضا کے آسمانی میں بکھریں اور قصیدہ ورد المریدین پر ایک فاضلانہ و عالمانہ نوٹ شایع کیا اور نوٹ کے آخر میں سات آیات شریفہ میں مسئلہ موت و حیات و شان اولیاء کرام کے متعلق سف صالحین کا نکتہ نظر پیش کیا۔ چونکہ نوٹ میں درج تمام باتیں تاج العارفین میں آگئی ہیں لہذا صرف مولانا بخاری صاحب کے منظوم سات اشعار یادگاری طور پر شایع کئے جا رہے ہیں: (ناشر)

درد ماغ شاں نیامد معنی موت و حیات \* قاصر اند غافل اند جہل شاں اشہر شد است  
قول غزالی یدائ انہم لا یعقلون \* پس چنیں کس در شریعت کمتر و ابر شد است  
مرگ مومن نیست الا نقل من دایر الی \* دار اُخوی دار حیوان در قرآن مذکر شد است  
شیخ خاکی کان علاماً فرید دہرہ \* قول اورا کے بفہم ہر کہ در مخر شد است  
مستعان ما حقیقی جز خدا قیوم نیست \* گو تو سل بالمشاخ قول ما مخر شد است  
اولیاء را خندہ کردن در شریعت کے رواست \* نور خورشید الہ اند ہچمال مخر شد است

پیر رومی در چہ سفت است در کتاب مثنوی

بے ادب محروم ماند از فضل رب از ہر شد است

### ایضاً

ہر دل کورا بہ بینی پر ز بعض صالحین \* بالیقین دان نور نردان از دلش منفر شد است  
نور و نار و حبت و ضد و سب و شتم و معرفت \* کے تو یابی در دل مومن اگر کہتر شد است

# خاتمة الكتاب

از: دبیر شیرین سخن رمز آشنای طریقت مولینا خواجہ شوکت حسین کینگ  
رکن انجمن تبلیغ الاسلام بمون کشمیر و صدیو ماہنامہ الاعتقاد سرینگر

بسم اَو الرّحمن الرّحیم

شکر لله فارغم از باب ہر افسر شد است  
اوست را طمان ولایت نائب حق بر زمین  
منتہائے بایزید و شیخ شبلی و جنب  
بد او ایسی نسبت و گر سلسلہ نامہ گرفت  
آن شہاب الدین و الملتہ امام الاولیاء  
شیخ ما چون شیخ کبری ہم ولی تراش بود  
در مجتہدش پیر خاکی رتبه السابقون  
مجتہد در مذہب ذعبان ثابت آمدہ  
سید اسماعیل شامی مرشدش ہم آمدہ  
غوث الاعظم کہ کراماتش تو اتر را رسید  
بودہ ہر فاضل و ہر مادیح محبوب ما  
اولاً در ہمہ خدقائے شان سبقت نمود  
ہمچنان میرم بناد و شیخ زینہ و حسن  
خواجہ مسعود و حبیب و اکمل الدین رهنما  
شیخ احمد و مریدش سید سیف الدین کہ بود  
محمود حش با وجود رفعت علم و کمال  
یاد آیات مشرف از فیوض روضہ اش  
رفتہ رفتہ بعد ازین چون دور استام رسید  
فاسم فیضان علم قاسم اول کہ ہست

کز طفیل شیخ حمزہ شان من برتر شد است  
وارث علم نبی و شاہ بحر و برتر شد است  
ابتدائے آن شہ عرفا کہ کامل تر شد است  
در طریق سہروردی سید معشر شد است  
بانی این سلسلہ بدہمچنان مخبر شد است  
صد ہزاران راز لطفش عاقبت ہتر شد است  
یافتہ وزان سبب ممتاز و مستبشر شد است  
ثانی نعمان ز اقباش منتشر شد است  
لطف سلطان عراقش دمیدم یا ور شد است  
شیخ الاسلام ابن تیمیہ بما مخبر شد است  
خاصتہ آن پیر افلاکی شنا گستر شد است  
از دل و جان مادیح آن میکو محضر شد است  
ہم نصیب الدین ہم مشکواتی و معفر شد است  
شیخ نوری از دل و جان ہم شنا گستر شد است  
ہم حسین منطقی مادیح آن سرور شد است  
حجتہ الاسلام جناب شیخ دین اوزر شد است  
حضرت اقبال آن علامہ اہر شد است  
آفتاب آمد دلیل آفتاب اظہر شد است  
از فیوض بہرہ و ہر فرد این کشور شد است

ظلی حق چشم و چراغ دودہ عبد الکبیر  
 مفتی دین آن فقیہہ اُمت خیر البشیر  
 پیر ترکستان نزیل ارض خیر المرسلین  
 شیخ من آن بوالحسن چون مستوح پیر خویش  
 ہمچنان اساذ من این عالم شیرین بیان  
 انتخابش شد میان عالمان این زمان  
 بآرک اللہ کتب پاک اولیاء را خواندہ ام  
 شرح بتحقیقات ہم تفسیر اشعارش نمود  
 جزو اول پیش ازین باب دوم چون طبع شد  
 آن امین الواجدی کو در شاعت سعی کرد  
 پس رجا داریم ما از بارگاہ قطب حق  
 عنہ مداریم ذلتش چون حصین است بہر ما  
 آن شبہ راز سلونی را کہ کردہ آشکار  
 فخر داریم گر شمار د از سگان خود چنانک  
 تا شود در روز محشر باعث رفع عتاب  
 آتش قبلہ گاہ قدسیان و عارفان  
 شکر شد از خدام سلسلہ ہستم بجان  
 بعد این ورود شریف و تاج ختم العارفین  
 "واہ نعمہ مریدان" آمدش سال خست ام  
 "وہ چہی سلسل خیر الکتب" بین ہم سال او  
 "مدح مرغوب آقائے" سے سز و گر خوانمش

کز میان فاضلان او چون شہ خاور شد است  
 او تادش زان بہر فن فرد کاملتر شد است  
 سید محمود الطرازی مرشدش اشہر شد است  
 شاہ ابوالخیرؒ در سلوک کو عالم اکبر شد است  
 مست مدح شیخ حمزہؒ مرشد و بہر شد است  
 و تعز من تمشاء را از حق منظر شد است  
 شان این ورد مبارک ہر سال اظہر شد است  
 ہم نکات رتبہ احسان از و ایسر شد است  
 بہر باب سلوک چون کبریا احر شد است  
 فاتحہ از خاموشی چون راز انشر شد است  
 شیخ حمزہؒ خاص یزدان ناصر و یاد شد است  
 قطب ارشاد جانشین ساقی کوثر شد است  
 خازن و مفتاح و باب علم پیغمبر شد است  
 پیر بصیرہ در صفات سگ ثنا گستر شد است  
 مقصد استاذ ما و ناشر دفتر شد است  
 خاک رامش محل چشم و الہاں البصر شد است  
 سید علاؤ الدین بخاری مرشد اشہر شد است  
 بی نیازم از فتوحات و فص اکبر شد است  
 زان زمدش ہر مرید را مشکلی ایسر شد است  
 کہ بسان ورد خیر الکتب را منظر شد است  
 ہر مرید سلسلہ را ورد نیکوتر شد است



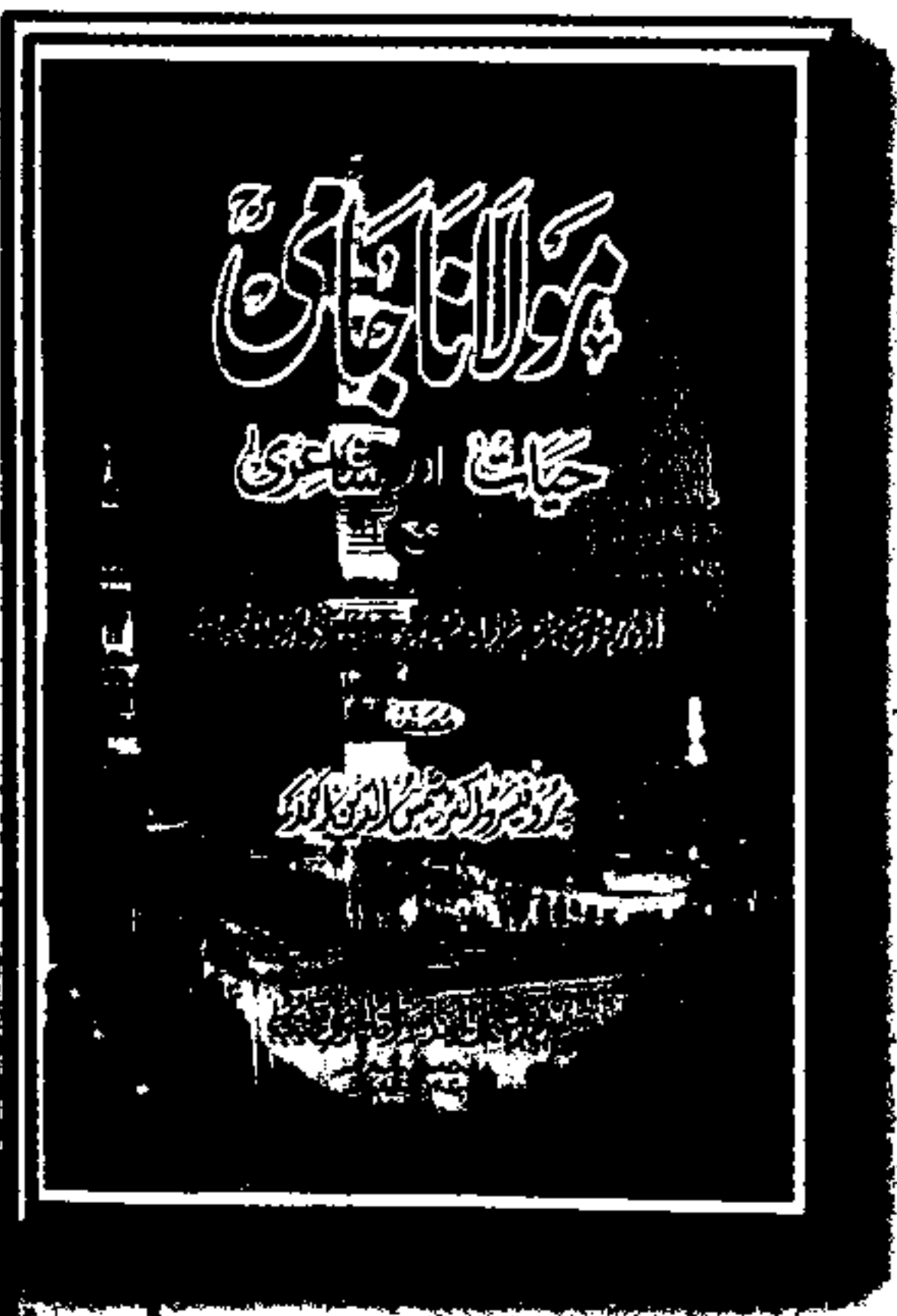
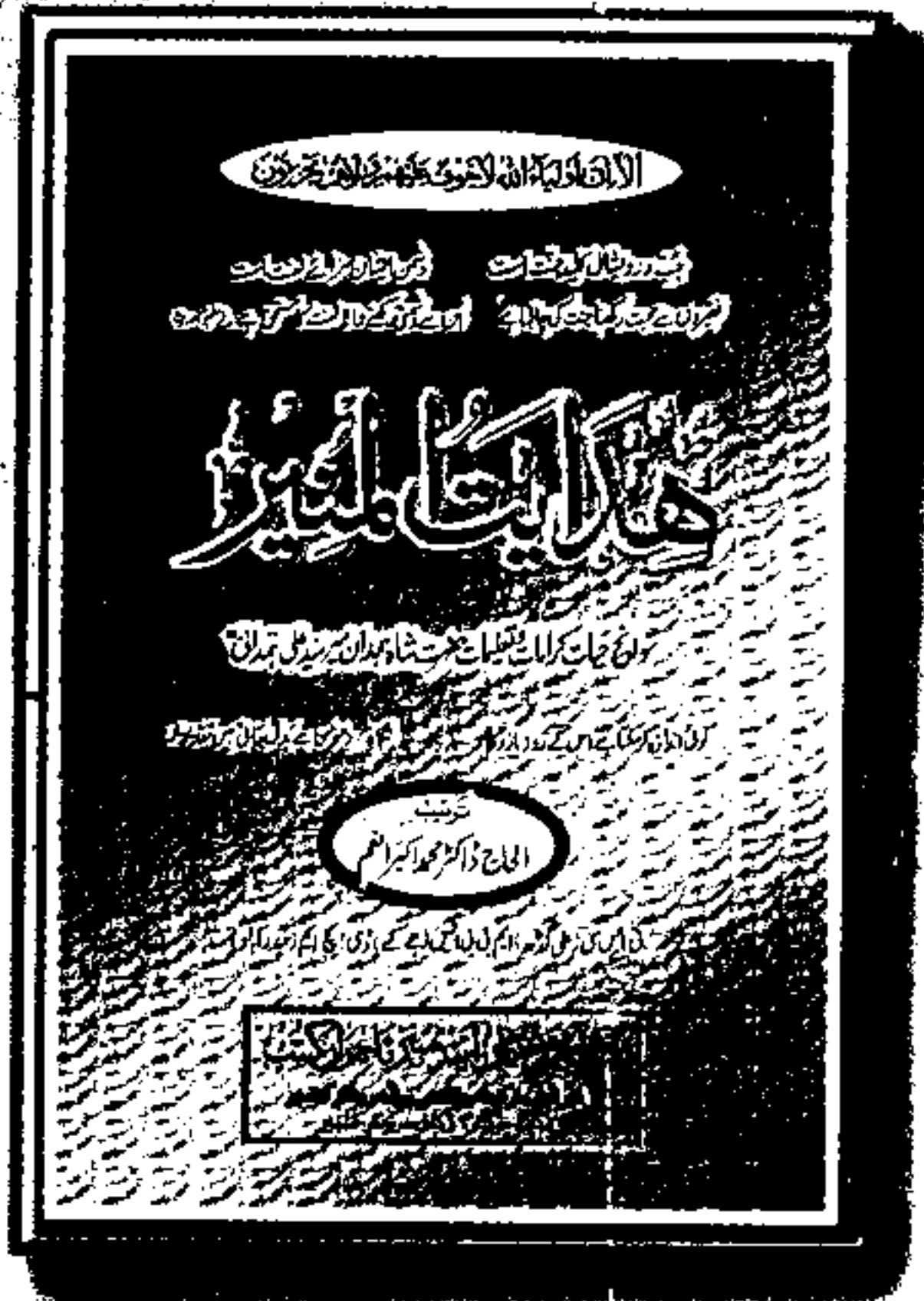
یک نظر کن از عنایت بر من نامہ سیاہ



کز نگاہت خاک خانی کیمیا و ترہ شد است

۱۔ حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی فاضل از ہر مظلہ۔ ۲۔ حضرت مولانا سید علاؤ الدین بخاری افاضی بونہر  
 استاذ حنفیہ عرفی کالج سرینگر۔ ۳۔ تینوں مادہ ہائے تاریخ کا حاص ۱۲۱۳ھ۔ ۴۔ مراد فاتحہ الکتب جو ملک پرورد ہے

www.marfat.com



**SHEIKH MOHAMMAD USMAN & SONS**  
 Fairdeal Market, Residency Road, Srinagar, Kashmir  
 Madina Chowk, Gow Kadal Chowk, Srinagar, Kashmir  
 e-mail . sh\_usman@rediffmail.com